لطالبات سنن ابوداود

مرتب
مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم
فاضل جامعہ دار العلوم کبیر والا - خطیب جامع مسجد نور
مدرس: معہد الخلیل الاسلامی و مدرسہ زینت البنات

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو دیں اس کو لے لو، اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ

اِنْعَامُ الْمَعْبُوْد

لِطَالِبَاتِ سُنَنْ أَبُوْدَاوُد

وفاق کے نصاب کے مطابق طالبات کے لیے مستند
اور جامع اردو شرح مع حل سوالات

مُرتّب
مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم
فاضل جامعہ دار العلوم کبیر والا - خطیب جامع مسجد زر
مدرس: معہد الخلیل الاسلامی و مدرسہ زینت البنات

ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph: 37231788 - 37211788

نام کتاب .... انعام المعبود شرح ابوداؤد

تالیف: .... مولانا محبوب احمد صاحب دامت برکاتہم

ناشر .... مکتبۃ العلم ۱۸۔اردو بازار لاہور پاکستان

طابع .... خالد مقبول

مطبع .... آر آر پرنٹرز

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ. اُردو بازار، لاہور 37221395

❖ مکتبۂ جویریہ ۱۸-اردو بازار ٥ لاہور ٥ پاکستان 37211788

انتساب

راقم یہ جہد یسیر اور رشحات قلم اپنے

والدین

اور مشفق ومہربان نمونہ سلف

حافظ محمد صالح زید مجدہ

مہتمم مدرسہ امداد العلوم چک نمبر 8/D.N.B. یزمان بہاولپور

کی طرف منسوب کرنے کی سعادت کرتا ہے، ابتدائی تعلیم سے جن کا اخلاص وتعاون رہا اور آج تک دعائیں ساتھ محسوس ہوتی ہیں

اللھم اصلح دنیاھم. واحسن عاقبتھم، واغفرلھم، وارحم علیھم. وادخلنا الجنة مع الابرار، ونجنامن النار

مؤلف

ایک نظر کتاب پر

یہ ''سنن ابی داؤد کے نصاب برائے طالبات کی مستند اور مکمل شرح ہے
جو ۱۰عنوانات پر ۳۵۶-ابواب'' اور ''۹۸۹-احادیث'' کا گلدستہ ہے

تقریظ وتبریک

جامع المعقول والمنقول استاذ الاساتذہ شیخ التفسیر والحدیث پیکر علم وعمل نمونہ سلف پیشواء خلف حضرت مولانا منظور احمد نعمانی صاحب دامت برکاتہم مدیر وشیخ الحدیث مدرسہ احیاء العلوم، ظاہر پیر، رحیم یار خان

یہ تالیف محبوب محمود ہے
مسمّی بہ انعامِ معبود ہے
کیا حل ہے اس نے بو داؤد کو
رکھا پیش طلاب مقصود کو
معارف احادیث اس میں بیاں
غوامض کو اس نے کیا ہے عیاں
دعا ہے یہ تالیف منظور ہو
دل طالبہ اس سے مسرور ہو
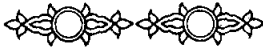
تقریظ

جامع المنقول والمعقول بحر العلوم ولی کامل استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا علامہ ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا

عزیزم مولوی محبوب احمد سلمہ نے اپنی نئی تالیف ''انعام المعبود شرح ابوداؤد'' کا مسودہ بھیجا۔ احقر نے چیدہ چیدہ مقامات سے اس کا مطالعہ کیا۔ احادیث پر اعراب، سلیس ترجمہ، عام فہم وتشریح اور اختلافی مسائل کی عمدہ تحقیق اس کتاب کی بنیادی خصوصیات میں سے ہیں، نیز کتاب کے شروع میں مقدمہ کے عنوان سے امام ابوداؤد کے حالات، سنن ابی داؤد کا تعارف اور مبادیاتِ علم حدیث کی بحث نے اس شرح کو چار چاند لگا دیئے اور اس کی افادیت میں اضافہ کیا۔ اس لحاظ سے احقر نے اس شرح کو طالبات ومعلمات کے لیے بالخصوص اور تمام مسلمانوں کے لیے بالعموم مفید پایا۔

عزیزم نے اپنی شرح میں جو بات تحریر کی ہے۔ باحوالہ تحریر کی ہے۔ ''لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء'' تاہم موصوف نے کئی مقامات پر کتاب کا حوالہ جلد اور صفحات کے ساتھ اور کئی مقامات پر جلد اور صفحات کے نمبر کی قید کے بغیر نفس کتاب کا حوالہ تحریر کیا ہے۔ اگر عزیزم بالاستیعاب کتب کا حوالہ بقید جلد وصفحات تحریر کرتے تو شرح مزید جاندار بن جاتی اور اصل حوالہ کی طرف مراجعت کرنے والوں کے لیے سہولت ہوتی۔ امید ہے کہ آئندہ بقیہ ابواب کی شرح میں اس کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے گا۔

اللہ جل شانہٗ اس سعی جمیل کو شرف قبولیت عامہ وتامہ فی الدارین نصیب فرمائے۔ اور مزید کی توفیق کامل باخلاص کامل نصیب فرمائے اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔

آمین ثم آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ واھل بیتہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین.

ارشاد احمد عفی عنہ

خادم: دار العلوم کبیر والا
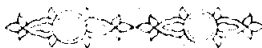
پرمغز وبا تحقیق تقریظ

جامع المحاسن پیکر علم وعمل نمونۂ اسلاف قادر الکلام صرف ونحو کے امام استاذ العلماء

حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم استاد جامعہ خیر المدارس ملتان

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم.

امابعد!

بندے نے بغور انعام المعبود کو پڑھا خلاصہ یہ ہے کہ ابواب کی احادیث کا متن بمعہ اعراب اور ترجمہ پہلے پھر ترتیب وار ہر حدیث کی تشریح ہے، یعنی حدیث اول کی پہلے تشریح ہے، اس سے فراغت کے بعد حدیث ثانی کی تشریح ہے اور تشریح میں متعدد محدثین اور مختلف شروحات کے حوالہ جات بھی درج ہیں، کہ کس محدث نے کیا کہا اور اگر شرح حدیث میں متعدد اقوال وآراء ہیں تو ان کو حوالہ جات سے درج کر دیا ہے۔ اور ہر حدیث کی شرح کے بعد اس سے ماخوذ یا کسی مناسبت سے ان جزئی مسائل کو بیان کر دیا ہے، جو کہ انسان کو روزمرہ زندگی میں شب وروز میں پیش آتے ہیں۔ ان مسائل کے لیے بھی فائدہ کو بیان کر دیا ہے ان کا ماخذ کہیں کوئی شرح حدیث ہے، جس طرح بذل مجہود اور کہیں کوئی فقہی معتبر کتاب ہے، جس طرح شامی یا فتاویٰ عالمگیری اور رطب ویابس کو بیان کرنے سے مکمل اجتناب کیا گیا ہے اور کتاب کو مفید بنانے کے لیے اس کا حجم بڑھانے سے بچایا گیا ہے تاکہ مستفید کی قوت خرید پر منفی اثر نہ ہو۔ صفحات یا سطروں کو خالی چھوڑ کر کتاب کا حجم بڑھانے سے خصوصی طور پر پرہیز کیا گیا تاکہ کاغذ کا اسراف بھی نہ ہو۔ احادیث کی شرح کرنے میں یا مسائل جزئیہ کے بیان میں جامع ومؤلف نے عموماً رائے زنی سے اجتناب کیا ہے۔ شرح کرنے یا ترجمہ لکھنے میں مشکل انداز اختیار نہیں کیا گیا بلکہ سادہ اور سہل طریقہ سے تحریر کی گئی ہے۔

ایک صورت یہ تھی کہ ہر حدیث کا ترجمہ اور شرح لکھ کر، دوسری حدیث، پھر تیسری، پھر چوتھی حدیث کو لکھا جاتا، مگر ایسا نہ کرنا اس لیے ہے کہ بعض اوقات آدمی کو احادیث باب کا خالی ترجمہ بمعہ عبارت مقصود ہوتا ہے اور شرح میں نہیں جانا چاہتا تو تمام احادیث کے اکٹھے ذکر کرنے میں یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں تمام احادیث شروع میں آنے سے ان احادیث میں کچھ بظاہر تعارض ہوگا تو اس کو سمجھنے اور اس کو رفع کرنے میں آسانی ہوگی۔ ان وجوہ کی بناء پر پہلے فقط حدیث اور ترجمہ کو لکھا گیا ہے۔ اور جہاں صیغہ یا ترکیب میں کوئی وضاحت لکھنا ضروری محسوس ہوئی یا جہاں متعدد احتمالات صیغہ میں یا

ترکیب میں تھے ان کو بھی لکھ دیا گیا اور ہر احتمال پر جو مطلب بیان ہو سکتا تھا اس کو بھی بیان کر دیا گیا۔ جہاں مصدر لکھنا تھا یا تعلیل ضروری تھی اس کو لکھ دیا گیا تا کہ صیغہ کے مادہ کو سمجھ کر اس کے معنی کو صحیح سمجھا جا سکے۔

یوں اس کتاب کو ہر پہلو سے مفید تر بنانے کی بھر پور کوشش کی گئی ہے تا کہ عوام وخواص اور طلباء وطالبات اور معلمین ومعلمات سب اس سے مستفید ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کے لیے اس پوری تصنیف وتالیف کو متاع آخرت بنائے اس کو متاع دنیا بنانے سے اجتناب کی توفیق عنایت فرمائے اور دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف عزیزم مولوی محبوب احمد فاضل جامعہ دارالعلوم کبیر والا کو مزید خلوص واخلاص کی دولت سے نوازے اور اپنے دین متین کی خدمت کی توفیق رفیق عنایت فرمائے۔ آمین

کتبہ: العبد الضعیف الراجی لقاء ربه المجید
عبدالحمید اعزّہ المعزّ العزیز یوم الوعد والوعید
الثالث والعشرون من شعبان المعظم

تقریظ

منبع العلوم ومخزن المفہوم مجسمہ تواضع وانکسار عالم باعمل جامع المحاسن صاحب طریقت

حضرت مولانا مفتی حامد حسن صاحب دامت برکاتہم

رئیس دارالافتاء وناظم تعلیمات جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم.

امابعد!

سنن ابی داؤد کو صحاح ستہ میں جو مقام حاصل ہے وہ ارباب علم کے ہاں مخفی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے مختلف زبانوں میں اس کی شروحات وحواشی لکھ کر مباحث ''سنن ابی داؤد'' کو حل کرنے کی کوشش فرمائی۔ چونکہ وہ تمام شروحات مفصل اور طویل تھیں جن کا خریدنا اور سمجھنا طالبات کے لیے مشکل تھا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ طالبات کے نصابی حصہ کی علیحدہ شرح ہو جس کا خریدنا اور سمجھنا طالبات کے لیے آسان ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محبوب احمد صاحب فاضل دارالعلوم کبیر والا کو جنہوں نے طالبات کی مسلم شریف کی ضرورت کو ''**انعامات المنعم لطالبات المسلم**'' کی صورت میں پورا کرنے کے بعد ''ابوداؤد شریف'' کی ضرورت کو پورا کردیا ہے۔

عزیز موصوف نے بندہ کی طرف مسودہ بنام ''**انعام المعبود شرح ابوداود**'' ارسال فرمایا۔ بندہ نے اسے جستہ جستہ مقامات سے دیکھا بحمد اللہ تعالیٰ عمدہ پایا۔ امید ہے کہ عزیز موصوف کی یہ کاوش طالبات ومعلمات کے علاوہ ابتدائی مدرسین کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس علمی محنت کو ذریعہ فلاح دارین بنائے۔ آمین

حامد حسن

استاذ دارالعلوم کبیر والا

۱۴/۸/۱۴۲۷ھ
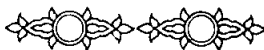
تقریظ

فخر الاماثل مفسر قرآن، محقق زماں، استاذ العلماء محسن الطلباء

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان، بانی ومدیر جامعہ حفصہ للبنات، جھنگ موڑ مظفر گڑھ

نحمده ونصلي على رسوله الكريم. امابعد!

بندہ ناچیز نے ''انعام المعبود شرح ابوداود'' کو متعدد مقامات سے ملاحظہ کیا، الحمدللہ عزیز القدر مولانا محبوب احمد صاحب زید مجدہ نے بہت عمدہ شرح لکھی ہے، ہر حدیث کے ترجمہ وتشریح کے ساتھ اختلافی مسائل کو پوری شرح وبسط کے ساتھ ذکر کر دیا ہے، گویا طلبہ وطالبات کے سامنے پکی پکائی روٹی پیش کر دی ہے۔

اور آغاز میں تفصیلی مقدمہ نور علیٰ نور ہے۔ ان شاء اللہ اساتذہ، طلبہ، طالبات، سب کے لیے یہ شرح یکساں معاون ومفید ثابت ہوگی۔ دعاء ہے خداوند ذوالجلال عزیز مؤلف کی اس مبارک سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

کتبہ

عبدالرحمٰن جامی

مدیر: جامعہ حفصہ، مظفر گڑھ

مدرس: جامعہ رحیمیہ ملتان
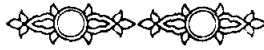
تقریظ

جامع المحاسن عالم باعمل مجسمۂ تواضع وانکسار داعی الی اللہ جھد نبی بر نہج نبوی کے حامل

حضرت مولانا محمد عبدالستار واحدی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومدیر مدرسہ زینت البنات ومدرسہ واحدیہ ملیر، خطیب جامع مسجد اقصیٰ کراچی

الحمدللہ والصلوۃ علی رسول اللہ

امابعد! انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس کے سر پر اللہ پاک نے تمام مخلوق کی سرداری اور شرافت کا تاج پہنا کر اسے اشرف المخلوق قرار دیا ہے۔ اتنی اعلیٰ منصبی کے باوجود اسے اللہ پاک نے دنیا میں امتحان اور آزمائش میں بھی مبتلا کیا ہے اور اس امتحان اور آزمائش کا مقصد بھی اس کی شرافت اور سرداری کو دائمی اور مستحکم کرنا ہے۔ اللہ پاک چونکہ ہمارے خالق و مالک اور معبود حقیقی ہیں اور ہم پر حق ہے کہ اپنے مالک کو پہچان کر اسے راضی کریں جو اسے راضی کرے گا اس کی شرافت نہ صرف باقی رہے گی بلکہ آخرت میں اس میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ اس دنیا میں انسان کا اصلی کام اپنے مالک کو راضی کرنا ہے اور یہ بات عقل میں بھی آتی ہے جو مالک ہے اسے راضی کرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر وہ ناراض ہو گیا تو وہ بے نیاز ذات ہے اٹھا کر جہنم میں پھینک دے گا جس سے اس انسان کی ہمیشہ کی ہلاکت اور بربادی ہو جائے گی لیکن عقل سے ہم صرف اتنا ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کو راضی کرنا چاہئے ناراض نہیں کرنا چاہئے لیکن اللہ پاک کن کاموں سے ناراض ہوتے ہیں اور کن کاموں سے راضی ہوتے ہیں یہ بات ہم محض عقل سے نہیں جان سکتے تھے۔

اس لئے اللہ پاک نے علم وحی کے ذریعے ہم سب کو اطلاع کر دی اور قرآن اتار کر اپنے احکامات نازل فرما دیئے لیکن صرف قرآن پڑھ کر احکامات الٰہی کی تعمیل مشکل تھی مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'نماز پڑھو' کیسے پڑھو۔ کب پڑھو۔ کتنی پڑھو۔ اس کی وضاحت کے لئے اللہ پاک نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تا کہ قرآن کے احکامات کی تشریح لفظی طور پر بھی ہو جائے اور عملی شکل میں بھی نسل انسانیت کے سامنے آ جائے۔ چنانچہ قرآن کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کے اقوال وافعال احادیث کی کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ قرون اولیٰ کے محدثین کرام نے انتہائی جانفشانی سے صحابہ کرام اور تابعین سے نبی کریم ﷺ کے ارشادات کو جمع کر کے امت پر احسان عظیم فرمایا اور کئی عظیم الشان کتب حدیث مرتب ہو کر امت کے ہاتھوں میں پہنچیں۔ جن میں صحاح ستہ کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کی تمام کتابوں پر شرف سرداری بخشا اور یہ کتابیں جامعات اور مدارس

کے طلبا وطالبات کو دنیا بھر میں پڑھائی جاتی ہیں۔

زیر نظر کتاب صحاح ستہ کی اہم کتاب ابوداؤد کی شرح ہے۔ابوداؤد صحاحِ ستہ کی اہم کتاب ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں اس کا پورا نام ''سنن ابی داؤد'' ہے۔ ہمارے مدرسہ زینت البنات کے حدیث کے کہنہ مشق استاد جناب حضرت مولانا محبوب احمد صاحب مدظلہ جو کہ معہد الخلیل الاسلامی بہادرآباد میں بھی استاد ہیں اور جامع مسجد نور منظور کالونی کے خطیب ہیں نے ابوداؤد کی شرح ''انعام المعبود'' کے نام سے تحریر کی ہے، موصوف نے اس سے قبل ''انعامات المنعم لطالبات المسلم'' کے نام سے شرح مسلم بھی لکھی ہے جو کہ اہل علم سے داد تحسین حاصل کر کے عوام وخواص اور طلبہ وطالبات میں قبولیت کا درجہ حاصل کر چکی ہے، موصوف کی نئی علمی کاوش بھی منظر عام پر آرہی ہے جو بہت ساری نمایاں خصوصیات کی حامل ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب مذکور کو طلبہ وطالبات کے لئے انتہائی نافع بنائے، مصنف موصوف کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔آمین یارب العالمین۔

خاکپائے اکابر(ناکارہ) محمد عبدالستار واحدی

خادم مدرسہ زینت البنات C-19 ایڈمنسٹریشن سوسائٹی کراچی
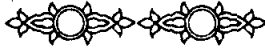
کلمات بابرکات

محسن المدارس مفتی محمودؒ کے رفیق کار پیر طریقت یادگار اسلاف مجاہد اسلام نشانی احرار

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے خلیفہ اجل محترم جناب حافظ عبدالقیوم نعمانی صاحب مدظلہ

رئیس جامعہ مصباح العلوم محمودیہ خطیب مریم مسجد منظور کالونی کراچی

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

''کتاب انعام المعبود شرح ابوداؤد'' ہمارے محبوب دوست کی کاوش اور سعی ہے، مجھے میرے مربی ومشفق پیر طریقت حضرت حافظ عبدالقیوم نعمانی دامت برکاتہم العالیہ نے حکم فرمایا کہ اس کتاب کو دیکھوں، حضرت کے حکم پر بندہ نے مختلف مقامات سے مطالعہ کیا، ماشاء اللہ کتاب اپنی جامعیت وافادیت کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے، مؤلف نے بڑی محنت وجستجو سے لکھی ہے، زبان وبیان سلیس اور شگفتہ ہے۔ ان کی یہ علمی وتصنیفی کاوش یہ پتہ دیتی ہے کہ درس وتدریس میں کس قدر مہارت رکھتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب سے طلباء وطالبات کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے، مؤلف کے لئے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو اپنے فضل وکرم سے شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

دعا گو: سید عثمان یحییٰ مدرس جامعہ مصباح العلوم محمودیہ
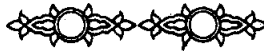
نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر تالیف ''انعام المعبود شرح ابوداؤد'' علمی دنیا کی بہترین ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہمارے دوست صاحب تصنیف مولانا محبوب احمد صاحب نے لکھی ہے میں نے اپنے جامعہ مصباح العلوم محمودیہ کے استاد حدیث حضرت مولانا مفتی محمد عثمان یحییٰ صاحب کے سپرد کی تو انہوں نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے لکھ دی ہے۔ لیکن موصوف کے تقاضے پر چند حروف سپرد قلم کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس سعی وکاوش کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے، طلباء وطالبات کے لئے بہترین فائدے کا باعث بنائے۔ آخرت میں ذخیرہ قبولیت اور بخشش کا باعث ہو۔

فقط والسلام

حافظ عبدالقیوم نعمانی رئیس جامعہ مصباح العلوم محمودیہ

۳ رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

تقریظ

بندہ کے رفیق صاحب توفیق خادم القرآن والحدیث منبع العلوم ومخزن الفهوم حضرت مولانا

مفتی قاری عبدالرؤف رحیمی صاحب زید مجدھم استاد حدیث جامعہ محمدیہ عربیہ نوابشاہ

الحمدلله والصلوة على رسول الله

امابعد! اخی المکرّم حضرت مولانا محبوب احمد صاحب مدظلہ اور احقر راقم الحروف ہم سبق ساتھی رہے ہیں، ماشاءاللہ موصوف کو شروع سے ہی اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے، جس کی بناء پر موصوف اپنے درجے کے ذہین وفطین نیز لائق و فائق طلباء میں شمار ہوتے تھے، اسی کا نتیجہ ہے کہ درسِ نظامی سے فراغت کے بعد سے لے کر آج تک مسلسل درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں قابل رشک خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور یہ بھی موصوف کی علمی صلاحیتوں کی دلیل ہے کہ عنفوانِ شاب سے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو حدیث کی بڑی بڑی کتب کی تدریس کا موقع بھی عطا فرمایا اور ان کی تشریحات کو قلم بند کرنے کی سعادت سے بھی سرفراز فرمایا۔

چنانچہ زیرنظر کتاب ''انعام المعبود'' حدیث کی مشہور ومعروف اور مشکل کتاب سنن ابی داؤد کے ان منتخب ابواب کی بہترین شرح ہے جو طالبات کے درجہ عالمیہ کے نصاب میں شامل ہیں۔ احقر نے اس شرح کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا ہے ماشاءاللہ نہایت سہل اور عام فہم ہے۔ اس شرح میں معلمین ومعلمات، طالبین وطالبات کو منتخب ابواب کی تشریحات، مشکل احادیث کے مفاہیم ومطالب، مغلق عبارات کی لغوی تحقیقات کے ساتھ ساتھ فقہی مسائل میں اختلافِ مذاہب مع الدلائل اور مذہب راجح کی وجوہاتِ ترجیح ان شاءاللہ پڑھنے کو ملیں گی۔ دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ موصوف کی اس علمی کاوش کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت وسبب نجات بنائے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہِ سید المرسلین

عبدالرؤف رحیمی

خادم الافتاء والحدیث جامعہ محمدیہ عربیہ، نواب شاہ سندھ

۲۱ رجب ۱۴۲۷ھ

حرف آغاز

الحمدلله الذی جعل کتابه المبین کافلابیان الاحکام، شاملا لما شرعه لعباده من الحلال والحرام، مرجعا للاعلام عند تفاوت الافهام، وتباین الاقدام و تخالف الکلام، قاطعا للخصام، شافیا للسقام، مرهما للاوهام، فهو العروة الوثقی التی من تمسك بها فاز بدرك الحق القویم، والجادّة الواضحة التی من سلکها، فقد هدی الی الصراط المستقیم و شرح للسنة صدور اهل الاسلام.

والصلوة والسلام علی من نزل الیه الروح الامین، کلام رب العالمین، محمد سید المرسلین، وخاتم النبین، وعلی آله المطهرین، وصحبه المکرمین، الذین هم نجوم السماء وهداة الدین، والمتبعین باحسان الی یوم الدّین.

امابعد!

جملہ حمد وستائش اس پاک ذات کے لئے جس نے سارے جہان کو امر کن سے پیدا فرمایا، اپنے دست قدرت سے انسان کی تخلیق فرمائی، قلم سے علم سکھایا، صراط مستقیم کی راہ دکھائی، عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائی، اپنے پیارے حبیب کو عقائد واعمال اور علم وعمل کی اصلاح وترویج کے لئے مبعوث فرمایا، اور آپ ﷺ نے شب وروز انتھک جہد مسلسل فرما کر ایک مقبول ومحبوب جماعت تیار فرمائی، جن کے لباس پر فرشتے رشک کرنے لگے اور ان کی ضیافت ومیزبانی کو خود رب تعالیٰ نے خراج تحسین پیش کیا اور سراہا، ان کی آواز کو ہوا نے میلوں دور تک پہنچایا، جن کی سواریوں کے لئے سمندر نے پختہ راستہ فراہم کیا، جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابدی ودائمی رضاء ورحمت کا مژدہ سنایا، اور مکین جنت فرمایا، رہتی دنیا تک امت کی مستورات مرد اور ہر ہر فرد کے لئے علم وعمل، اسلام وایمان کا معیار قرار دیا اور اعلان فرمایا "اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ" تم بعینہ ایسے ایمان لاؤ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔

اس پر امت نے عمل شروع کیا اور عمل پیرا رہے، تو تابعین کی معتد بہ جماعت تیار ہوئی، پھر تبع تابعین، محدثین، مفسرین، فقہاء، مجاہدین، خطباء، علماء، صلحاء، صوفیاء، اولیاء، خداترس پیدا ہوئے، آج تک ہو رہے ہیں اور تا قیام قیامت ہوتے رہیں گے کہ اسی پر حیاۃ وبقاء دنیا کا انحصار ہے۔

دیے سے دیا جلاتے چلو   جو سیکھا ہے سکھاتے چلو

اس سب کی بنیاد قرآن وحدیث ہیں جس کے صحیح فہم وعمل کا نام ہدایت ہے، جو اللہ تعالیٰ کی دنیا میں سب سے بڑی عنایت ہے، اور کائنات میں قیمتی مایہ ہے، جس پر صلاح وفلاح اور نجات کا وعدہ ہے۔ تو علم صحیح ایسی انمول چیز ہے جو راہِ ہدایت ہے۔

اور دنیا میں قیمتی بضاعت ہے اور کامیابی سے ہمکنار کرسکتا ہے۔ اس کے برعکس جہالت تو نری ضلالت ہے اور سراپا خجالت ہے، دائمی ندامت ہے۔

علم نام ہے "مَایُوْحٰی" کا یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اپنے محبوب ﷺ کے ذریعے امت کو عطا فرمایا وہ علم ہے جس کا معنی جاننا ہے اور اپنے مالک حقیقی اور اپنی حقیقت کی پہچان ہے، بس اسی "وحدہ لا شریک لہ" کے سامنے جبیں جھکانا ہے۔ تحصیل علم کے متعدد ذرائع ہمارے دیار میں متداول اور جاری ساری ہیں اور اپنی محنت کے بعد اپنے مقصود کے قریب ہو رہے ہیں "ماں کی گود علم کا ذریعہ ہے، باتربیت بہن بھائیوں کی مجلس علم کا ذریعہ ہے، مدرسہ علم کا ذریعہ ہے، اللہ کے راستے میں نکلنا علم کا ذریعہ ہے، اللہ والوں کی صحبت و مجلس علم کا ذریعہ ہے، صحیح کتاب کا مطالعہ علم کا ذریعہ ہے،...... علم حاصل کرنے کے لئے ان میں سب سے مؤثر ترین ذریعہ مدرسہ ہے۔ جس کی داغ بیل اور بنیاد سرکارِ دو عالم ﷺ نے مکہ میں "دارِارقم" کے نام سے اور مدینہ میں صفہ کے نام سے بامر ربہ بدست خود رکھی۔ پھر امت میں مرد و عورت دونوں اس کے مکلف و خواہاں اور کوشاں ہیں، پھر دونوں کے لئے تعلیم و تربیت کا انداز جدا ہے، جس کی اصل رسول اللہ ﷺ کے قول و عمل میں ہے کہ مستورات کے لئے فرمایا "اجتمعن کذا و کذا" فلاں جگہ فلاں وقت میں جمع ہو جائیں۔ مرد و عورت ہر دو کو اکٹھے جمع نہیں کیا کہ اختلاط مہلک و مفسد ہے حالانکہ مقصود اصلاح ہے اور بگاڑ کے ماحول میں سدھار کیسے ہو؟

"ایں خیال است و محال است و جنوں" جنہوں نے اپنی تربیتی اور تعلیمی سسٹم میں اس فرق کو پس پشت ڈالا اس کا وبال بھگت رہے ہیں اور یہ فرق فہم ہے کہ زوال و وبال کو کمال گردانتے ہیں۔

بہر حال بچوں اور بچیوں کو علم دین سے روشناس کرانا، اللہ و رسول کی شناخت کرانا، اپنے دائمی مستقبل کی ابھی سے تیاری میں اپنے آپ کو اور سب کو لگانا ضروری ہے، جس کی بہترین مثال اور تربیت گاہ برصغیر پاک و ہند میں آزاد دینی مدارس ہیں۔ جن میں ماضی قریب میں مدارس عربیہ کے نام کے ساتھ مدارس البنات کے لفظ کا مفید اضافہ ہوا ہے، جو بفحوائے کثیرہ یقیناً لائق تحسین ہے اور اچھے نتائج سامنے آ رہے ہیں کہ ان کی تعلیم و تربیت اور برکت سے متعدد گھر مسجد کا منظر پیش کرنے لگے ہیں، اور شیطانی چرخے توڑے جانے لگے، حیاء و حجاب کی چادریں بکثرت استعمال میں آنے لگیں، اور پردہ زندہ ہونے لگا جو قصہ پارینہ ہو چکا تھا اور مخلوط تعلیم (کوایجوکیشن) اور کالجز میں داخلہ لے چکنے کے بعد بھی بکثرت طالبات نے اپنا رخ دینی تعلیم کی طرف پھیر لیا اور اللہ کرے یہ جذبہ تاحیات رہے۔ "و کثیر من الخیرات" الہ آبادی کہتے ہیں!

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں	اکبر زمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا	کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
تعلیم لڑکیوں کی ضروری تو ہے مگر	خاتون خانہ ہوں سبھا کی پری نہ ہوں

بحمد للہ راقم بھی تعلیم البنین کے ساتھ بتعلق یسیر تعلیم البنات سے بھی نام کا منسلک ہے، اور تدریسی و تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف ہے، جس میں الجھنیں رکاوٹیں خلاف طبیعت چیزیں معمول کی بات ہیں۔ بندہ اس سے قبل "انعامات المنعم

لطالبات المسلم'' پیش کر چکا ہے جسے بحمد اللہ مجملہ قارئین کے ملک کی عظیم شخصیات اور جید ترین علماء نے بنظر تحسین ملاحظہ فرمایا اور اس ناکارہ کی زائد از توقع حوصلہ افزائی فرمائی، اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور جملہ حضرات کا بندہ ممنون ہے۔ اللہ تعالیٰ بشمول من امت کے ہر فرد کو اس سے استفادے کی توفیق بخشیں، اور میری لغزشوں کو معاف فرمادیں، اور مغفرت کا سامان بنادیں! آمین

زیر نظر کتاب اسی لڑی کا دوسرا بے ڈھنگا سا موتی ہے ''انعام المعبود'' بھی طالبات کی بے بسی بے کسی اور الجھنوں کے پیش نظر تحریر و ترتیب میں آئی جس کا باعث ''انعامات المنعم'' کے قارئین کے با اصرار مشورے اور پر اخلاص آراء ہیں۔ بالخصوص عارف باللہ حضرت مولانا محمد عابد صاحب استاذ'' جامعہ خیر المدارس ملتان'' کا امر اور مشورہ جو انہوں نے معہد الخلیل الاسلامی میں آمد کے وقت ''انعامات المنعم'' پیش کرنے پر فرمایا: اسی طرح ابوداؤد شریف پر لکھوانا، جس پر معہد کے شیخ الحدیث اور نظام تعلیم و تربیت اور ارشاد و اصلاح کی کلید حضرت والا کے معتمد اور محبوب المعلمین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ نے بھی ناکارہ کو حوصلہ دلوایا اور فرمایا ہمت کرو...... پھر بندہ نے قلم تھام کر کام شروع کر دیا اور کچھوے کی رفتار سے بھی زیادہ سست روی سے کام ہوتا رہا، جو بہر کیف پایہ تکمیل کو پہنچ کر آپ کے سامنے ہے۔ اور یہ کام محض توفیق ایزدی سے ہوا ورنہ کہاں علم و عمل تالیف و تصنیف اور کجا من؟ تَبَرَّأْتُ مِنْ عَقْلِيْ وَعِلْمِيْ وَحِكْمَتِيْ وَإِنِّيْ عَلٰى تَعْلِيْمِهٖ اَتَوَكَّلُ.

دوران تحریر متعدد اساتذہ و علماء سے مشاورت ہوتی رہی اور کام زیادہ سے زیادہ مفید و معیاری ہونے کی از بس کوشش رہی، جس میں کامیابی کا فیصلہ قارئین کی عدالت میں ہے۔ اور بندہ اپنے مادر علمی دار العلوم کبیر والا کے جملہ اساتذہ کا مشکور و ممنون ہے، بالخصوص مہتمم صاحب دام مجدھم اور رئیس دار الافتاء ناظم تعلیمات صاحب ادام اللہ فیوضھم کہ عدیم الفرصتی کے باوجود اپنے قیمتی اوقات کا وافر حصہ ''انعام المعبود'' کے خاصے حصے پر نظر ثانی اور تقریظ لکھنے کے لئے مرحمت فرمایا، اور جامعہ رحیمیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی صاحب زید مجدھم مدیر جامعہ حفصہ للبنات نے خوب شفقت فرمائی، ہمت بندھوائی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، جس کا بدلہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرما سکتے ہیں۔ یہ انہیں حضرات کے اخلاص وعطاء اور تربیت کا اثر و نتیجہ ہے۔

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد　　　　وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

اور بندہ کے پہلے پہل مربی و معلم جناب قاری عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ بستی شیخ کوٹ اور مرشد و مصلح امام الصرف والنحو حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب دامت برکاتہم استاذ جامعہ خیر المدارس کا بھی بندہ نیاز مند ہے کہ ان کی کاوشوں اور دعاؤں سے راقم رقم کر رہا ہے اور کام چل رہا ہے۔

دور بیٹھا کوئی تو دعائیں دیتا ہے　　　　میں ڈوبتا ہوں سمندر اچھال دیتا ہے

یہاں بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ مکتبۃ الشیخ کے منتظم جناب حافظ شاہد صاحب کا تذکرہ اور شکریہ ادا کرے جن کے پر خلوص مشوروں سے کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی، اور یہ سچ ہے کہ اگر موصوف رہنمائی نہ کرتے تو کتاب منظر عام پر نہ

آ سکتی، "والجزاء من الله" آخر میں بندہ جملہ قارئین ومستفیدین اور معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ جن کی آراء و اعانت سے بندہ کام میں بڑھ رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے استدعاء ہے کہ بندہ کی اس کاوش کو قبول فرمائیں اور راقم و مستفیدین کے لئے علم وعمل اور ہدایت ونجات کا سبب بنائے اور مزید تالیفی کام میں اخلاص وہمت اور عزم وتوکل اور شرف قبولیت نصیب فرمائے آمین یارب العالمین

حَمِدْتُ اللّٰهَ رَبِّیْ اِذْ هَدٰنِیْ لَمَّا اَبْدَیْتُ مَعَ عِجْزِیْ وَ ضُعْفِیْ
فَمَنْ لِیْ بِالْخَطَاِ فَاَرُدُّ عَنْهُ وَمَنْ لِیْ بِالْقَبُوْلِ وَلَوْ بِحَرْفِ

گر قبول افتد زہے عز وشرف
محبوب احمد عفی عنہ
خطیب جامع مسجد نور، منظور کالونی
کراچی
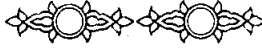
عرض ناشر طبع جدید

بِاسْمِ الْاِلٰهِ وَبِهٖ بَدِيْنَا وَلَوْ عَبَدْنَا غَيْرَهٗ شَقِيْنَا وَحَبَّذَا رَبًّا وَحَبَّ دِيْنًا

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں کرم واحسان اور فضل وامتنان اور محل مسرت وامتحان ہے کہ آج ہم مدرس ومؤلف اور مقرر وخطیب حضرت مولانا محبوب احمد صاحب مدظلہ کی تصنیف دل پذیر ''انعام المعبود شرح ابوداؤد'' جدید ترجمہ وترتیب نو کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔ جو علم دین حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات اور عامۃ المسلمین کے لئے گرانقدر تحفہ ہے۔ بالخصوص درجہ عالیہ کے طلبہ وطالبات کے لئے کہ طالبات کا تو پورا نصاب اور طلبہ کے لئے کافی علمی مباحث اور کچھ ابواب منضبط ہیں، اور طالبات کے منتخب زیرعمل نصاب کی مستند اور جامع شرح ہے، جو ایک بے نظیر کاوش ہے اور ان شاء اللہ افادہ عام اور استفادہ تام ہوگا۔ ''انعام المعبود'' کا انداز قریب قریب مؤلف موصوف کی کتاب ''انعامات المنعم'' جیسا ہے اور تحقیق مباحث میں یقیناً یہ اس سے برتر ہے اور ابواب میں واردشدہ احادیث سے متعلق جملہ مباحث مفصل و مدلل اور تنقیح مذاہب وضروری فوائد ونکات سوالات جوابات باحوالہ موجود ہیں۔

آخر میں چودہ سالہ وفاقی سوالات کا حل بھی لف ہے۔ کتاب تصحیح وکتابت میں بے نظیر اور نشر وطباعت میں قابل دید ہے۔
التماس! کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر طباعت تک کے تمام مراحل میں بہترین معیار پیش نظر رہا خصوصاً تصحیح کے سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ بایں ہمہ انسان خطا کا پتلا ہے لغزش سے مبرا نہیں، اس لئے اگر قارئین دوران مطالعہ کسی فروگزاشت اور غلطی پر مطلع ہوں تو ہمیں اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بندہ کے والدین کو جنہوں نے مجھے قرآن وحدیث کے کام کی طرف نہ صرف رغبت دلائی بلکہ قدم قدم پر راہنمائی بھی فرمائی (جو الحمدللہ ہنوز جاری ہے) ان کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کریں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں دامے درمے سخنے شامل ہونے والے تمام احباب کو اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کے کام کی اورزیادہ توفیق ورغبت فرمائے۔ آمین

دعاؤں کا طالب
خالد مقبول

فہرست

كتاب الاطعمة

کتاب الطب

كتاب الكهانة

كتاب العتق

كِتَابُ الْحُرُوْفِ وَالْقِرَاءَ تِ

كِتَابُ الْحَمَّامِ

كِتَابُ اللِّبَاسِ

كتاب الترجل

كِتَابُ الْخَاتَمِ

كِتَابُ الْاَدَبِ

نیل المطلوب فی حل سوالات سنن ابی داؤد

امام ابوداؤدؒ کے حالات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب کے آغاز اور مقصود سے پہلے مقدمہ میں چند ضروری مباحث رقم کی جاتی ہیں، جو ہر طالب وطالبۂ حدیث کے لیے ناگزیر وضروری ہیں۔

(۱) صاحب کتاب کے حالات۔ (۲) کتاب کا تعارف
(۳) مبادیات علم حدیث (تعریف، وجہ تسمیہ، موضوع، غرض وغایت)
(۴) فضیلت علم حدیث۔ (۵) حجیت حدیث
(۶) اصطلاحات محدثین، اقسام حدیث (۷) تاریخ وتدوین حدیث
(۸) کتب حدیث کا تعارف واقسام (۹) علم حدیث میں سند کی اہمیت۔
(۱۰) طلب حدیث کیلئے اسفار وآداب۔ اللہ تعالیٰ تکمیل وتتمیم کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

نام ونسب: نام "سلیمان" کنیت "ابوداؤد" والد کا نام "اشعث"۔ نسب: امام حافظ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی اور سجزی بھی کہا جاتا ہے۔ "ازد" قبیلہ اور "سجستان" علاقہ ہے۔

ولادت ووطن: امام ابوداؤد ۲۰۲ ہجری میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ سجستان سیستان کا معرب ہے۔ عرب سیستان کو سجستان کہتے ہیں۔

سجستان کا محل وقوع: بستان المحدثین سجستان کے محل وقوع اور معرب ہونے میں بعض علماء سے خطاء ہوئی مثلاً فیروز آبادیؒ کہتے ہیں کہ سجستان سکستان کا معرب ہے۔ ابن خلکانؒ نے کہا ہے سجستان یا سجستانہ بصرہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے عبارت یہ ہے سجستان او سجستانة قرية من قرى البصرة "سبحان ربی لا یضلّ ولا ینسٰی" حالانکہ سجستان سیستان کا معرب ہے، علامہ تاج الدین سبکیؒ اور یاقوت حمویؒ نے یہی کہا اور راجح قرار دیا ہے۔ سجستان یہ خراسان میں ہرات کے جنوب میں واقع ہے۔ (غالباً اب سجستان کے نام سے موسوم ومشہور نہیں......راقم)

صاحب ظفر المحصلین نے بحوالہ شبلیؒ لکھا ہے کہ سیستان کو عرب سجستان کہتے ہیں اس کی حدود اربعہ یہ ہیں، مشرق

میں سندھ، مغرب میں کوہستان، شمال میں ہرات، جنوب میں مکران، اور تاج الدین سبکیؒ نے ابن خلکان کے متعلق لکھا ہے ''وهذا وهم والصواب انه نسبة الى الا قليم المعروف المتأخر لبلاد الهند'' یہ ان کا وہم ہے درست یہ ہے کہ یہ ہند کے پہلو میں مشہور اقلیم وعلاقے کی طرف منسوب ہے۔ بصرہ میں نہیں یہ موصوف کا مولد ومسکن تھا۔

تحصیل علم: امام ابوداوُدؒ کی ولادت اور نشونما اس دور میں ہوئی جو علم حدیث کی وسعت وشہرت کا تھا اور اطراف عالم میں علم حدیث کا دور دورہ تھا، ہر طرف درس حدیث کے حلقے لگے ہوئے تھے، اور ائمہ حدیث امت کو آنحضرتؐ کے ''اقوال' واحوال اور سنن وآداب'' سے روشناس کرا رہے تھے، اور ہر محدث وفقیہ کے پاس ''واردین وصادرین'' کا ہجوم تھا تو ''اشعث'' کے بیٹے ''سلیمان'' نے بھی اسی شغل وعمل کو اختیار کیا، اور قرآن وحدیث حاصل کرنے میں لگ گئے اور اتنی محنت کی کہ حدیث کے امام کہلائے۔

شیوخ واساتذہ: امام ابوداوُدؒ نے وقت کے حاذق ومشہور اساتذہ اور فن حدیث کے نامور ائمہ سے علم حاصل کیا اور صرف اپنے وطن کے علماء سے استفادے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ دور دراز علاقوں مصر، شام، حجاز مقدس، عراق، جزیرہ اور بلاد اسلامیہ کے سفر طے کئے، اور علم حدیث کے حصول کے لیے مشقتیں اٹھائیں، بقول خطیب تبریزیؒ بے شمار علماء سے حدیثیں حاصل کیں۔ اور ابن حجرؒ کا کہنا ہے کہ ''ابوداوُدؒ'' کے اساتذہ کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے۔ آپ نے ایسے حضرات سے احادیث حاصل کیں جو شیخین یعنی امام بخاری اور امام مسلم کے بھی استاد تھے۔ آپ کے اساتذہ کا مکمل استحصاء وشمار مشکل ہے۔ چند مشہور یہ ہیں احمد بن حنبلؒ، ابن معین، قتیبہ بن سعیدؒ، قعنبیؒ (کتاب کی پہلی حدیث اور ہمارے نصاب کتاب الاطعمة کی پہلی حدیث بھی انہیں سے ہے) عثمان بن ابی شیبہؒ ابوالولید طیالسیؒ، مسلم ابن ابراہیمؒ، احمد بن یونسؒ، ابن رجاءؒ ابوجعفر نفیلیؒ سلیمان بن حربؒ وغیرہ۔

اصحاب وتلامذہ: امام ابوداوُدؒ خير كم من تعلّم القرآن وعلّمه اور نضّر الله امرأ سمع مقالتی..... کی جیتی جاگتی تصویر تھے، جس طرح جہد وجفاکشی سے علم حاصل کیا اس سے کئی گنا زیادہ جہد مسلسل سے اسے امت کے ہونہاروں تک پہنچایا، اور تمام عمر تحصیل حدیث اور تدریس حدیث میں صرف کر دی۔ امت کے ایک معتد بہ طبقے نے آپ سے علم حاصل کیا اور مستفیدین وواردین کی تعداد کبھی تو ہزاروں سے بڑھ جاتی۔ علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ امام ابوداوُد کے لیے قابل فخر بات یہ ہے کہ صحاح ستہ کے ائمہ میں سے امام ترمذی اور امام نسائی نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے احادیث حاصل کیں۔ اور طرۂ امتیاز یہ ہے کہ امام ابوداوُدؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے ایک حدیث ''حديث عتيره'' ان سے روایت کی امام ابوداوُد تحديث بالنعمة کے طور پر اکثر اسے بیان کرتے۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور ترین چار ہیں جو محدثین کی جماعت کے مقتداء کہلائے۔

(۱) ابوبکر بن ابی داوُد یہ امام ابوداوُد کے فرزند ارجمند ہیں۔ (۲) ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ التمار البصری۔ (۳) ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لولوی۔ (۴) ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف بابن الاعرابی۔ امام ترمذی، امام نسائی، محمد بن نصر مروزی، ابوعوانہ، ابوبشر دولابی، ابوامامہ محمد بن عبدالملک وغیرہ تلامذہ ہیں۔ ابوالحسن علی بن حسن بن عبد، نے چھ مرتبہ

کتاب سنی۔ لؤلؤی ایک مدت تک امام ابوداؤد کے ساتھ رہے اور لوگوں پر سنن ابوداؤد پڑھتے رہے۔

فن حدیث میں مہارت: علم حدیث میں کمال ومہارت کا منہ بولتا ثبوت ''سنن ابوداؤد'' ہے کہ کس حسین انداز میں احکام کی احادیث کو سلک واحد میں پرو دیا ہے، جس کا ایک موتی بھی بے ڈھنگا نہیں۔ ابواب کی ترتیب، احادیث کا مجموعہ، فقہی انداز سبحان اللہ۔ چنانچہ ابراہیمؒ حربی جو محدثین کی لڑی کے ایک عمدہ موتی ہیں نے جب ''سنن ابوداؤد'' کو دیکھا تو برملا کہا ''**الین لداؤد الحدیث کما الین لداؤد الحدید**'' امام ابوداؤد کے لیے علم حدیث ایسے نرم کیا گیا جیسے داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا موم کر دیا گیا۔ حافظ ابوطاہرؒ نے اس پر قطعہ کہا ہے ؏

لانَ الحدیثُ وعلمه بکماله لامام اهلیه ابی داؤد

''حدیث اور علم حدیث مکمل نرم ہوا، محدثین کے امام ابوداؤد کے لیے۔''

مثل الذی لان الحدید وسبکه لنبی اهل زمانه داؤد

''جیسے لوہا اور اس کا پگھلانا نرم ہوا وقت کے نبی داؤد (علیہ السلام) کے لیے۔''

فقیہانہ ذوق، اور اصحاب صحاح میں طرۂ امتیاز: امام ابوداؤد کا دور دوسری صدی ہجری ہے، اس وقت دو قسم کے ماہرین وعلماء تھے محدثین جو صرف احادیث کے سماع وجمع میں مصروف تھے، اور ان کی زیادہ بلکہ کلی محنت حفظ حدیث اور نقل وروایت حدیث پر صرف ہو رہی تھی۔ دوسری جماعت فقہاء کی تھی جو قرآن وحدیث میں غوطہ زن ہو کر اور غور وخوض کر کے احکام حاصل کر رہے تھے، یعنی پہلی جماعت الفاظ کی حفاظت میں لگی ہوئی تھی اور دوسری جماعت احکام کے استنباط میں، اور دونوں ہی دین اسلام کی خدمت ہیں۔ بعض محدثین تو فقہاء کو اہل رائے بھی کہتے تھے۔ اس منظرنامے میں اصحاب صحاح بھی صرف محدث تھے، اور احکام وفضائل، زہد وعبادت، قصص وفتن، تمام احادیث جمع کر رہے تھے۔ لیکن امام ابوداؤد محدث وامام حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ فقہی ذوق رکھتے تھے، بلکہ بعض نے تو کہا ہے کہ امام ابوداؤد پر فقہی ذوق غالب تھا جس کی واضح دلیل ان کی سنن ہے کہ احکام کی احادیث کا ذخیرہ جتنا سنن میں ہے کسی اور میں نہیں۔ صحاح ستہ کے ائمہ میں سے صرف یہی امام ابوداؤدؒ ہیں جن کو فقہاء کے طبقے میں جگہ ملی، چنانچہ علامہ شیخ ابواسحٰق شیرازیؒ نے طبقات الفقہاء میں اصحاب صحاح میں سے صرف امام ابوداؤد کو شمار کیا ہے۔

حافظ ابوجعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ ہجری نے صحاح ستہ کی خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ فقہی احادیث کے حصر واستیعاب میں امام ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ صحاح ستہ کے دوسرے مصنفین میں سے کسی اور کو نہیں۔ علامہ یافعیؒ کہتے ہیں آپ حدیث وفقہ دونوں کے امام تھے۔ (ظفر)

زہد وتقویٰ: امام ابوداؤدؒ احکام شریعت اور طریقۂ سنت کے مکمل پابند تھے، شب وروز میں کوئی کام خلاف شرع ان سے سرزد نہ ہوتا آپ کی زندگی اتباع سنت کا عکس تھی آپ کے زہد وتقویٰ اور ورع واحتیاط کا اس واقعہ سے اندازہ کیجئے۔ امام ابوداؤدؒ کرتے کی ایک آستین کافی کشادہ رکھواتے اور دوسری بالکل برابر اور تنگ، جب لوگوں نے اس فرق کے متعلق پوچھا تو کہا کہ

کشادہ آستین تو لکھے ہوئے اوراق کے لیے ہے کہ اپنے نوشتے اسی میں پاس اور محفوظ ہیں اور دوسری آستین کشادہ رکھنے میں اسراف وفضول خرچی ہے۔ (افسوس کہ ہم بعض آستین اتنی لمبی رکھتے ہیں کہ دو دو تہہ میں انہیں لپیٹنا پڑتا ہے جو یقیناً اسراف ہے)

ابو حاتم کہتے ہیں کہ امام ابوداؤدحفظ حدیث اتقان روایت، عفت وعبادت اور یقین وتوکل کے پیکر تھے۔ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں تقویٰ وپرہیزگاری، اعمال وعبادت، محنت وریاضت کے بلند مقام پر فائز تھے۔

اسلاف کی قدردانی: امام ابوداؤدؒ اپنے ہمعصروں سے کئی چیزوں میں ممتاز تھے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ موصوف دیگر محدثین اور اہل ظاہر کی طرح فقہاء جنہیں اہل رائے کہا جاتا تھا کہ مخالف نہ تھے، اور نہ ہی ان پر جملے کستے تھے، بلکہ فقہاء واسلاف کو اچھے القاب والفاظ سے یاد کرتے اور ان کی خدمات کو سراہتے۔ چنانچہ مغرب کے حافظ''علامہ ابن عبد البر قرطبی'' بسند متصل ناقل ہیں کہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ شافعی پر رحم فرمائے وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ ابوحنیفہ پر رحم فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ امام مالک پر رحم فرمائے وہ امام تھے۔ (ظفر)

آپ کے فضل وکمال کا اعتراف: امام ابوداؤدؒ کا بلند مقام جس طرح آج پوری امت مسلمہ اور بالخصوص اہل علم کے دلوں میں گھر کئے ہوئے ہے اگر چہ اکثریت ان کی علمی اور عملی زندگی سے ناآشنا ہے، اس سے کہیں زیادہ ان کے معاصر وہم زمانہ معترف تھے، اور بعض نے تو برملا اظہار بھی کیا۔ اگر چہ مشہور ہے۔ ''المعاصرة قنطرة المنافرة''

حافظ موسیٰ بن ابراہیم نے کہا: ''خُلق ابو داؤد فی الدنیا للحدیث وفی الآخرة للجنة'' امام ابوداؤد دنیا میں حدیث کی خدمت کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کئے گئے۔

حافظ ابو عبداللہ ابن مندہ کہتے ہیں وہ قابل تعریف جنہوں نے احادیث کی تخریج کی، ثابت ومعلول کو الگ کیا، درست وغلط اور صحیح وضعیف میں تمیز کی چار ہیں، امام بخاری، امام مسلم اور ان کے بعد امام ابوداؤد اور امام نسائی۔

امام حاکم کہتے ہیں بے شک امام ابوداؤد اپنے دور میں محدثین کے امام تھے، اللہ والوں کو ان سے عقیدت تھی کہ سہل بن عبداللہ تستریؒ نے ان کی زبان پر بوسہ دیا۔

امام ابوداؤد کا مسلک: شاہ عبدالعزیزؒ نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد کے مسلک میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں شافعی تھے، دوسرے بعض نے کہا کہ حنبلی تھے، تاریخ ''ابن خلکان'' میں ہے کہ ''شیخ ابو اسحٰق شیرازی'' نے طبقات الفقہاء میں انہیں حنبلی شمار کیا ہے۔ حضرت کشمیریؒ نے بھی ابن تیمیہ کے حوالے سے حنبلی کہا ہے۔ سنن ابوداؤد سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ امام ابوداؤد حنبلی المسلک تھے، کیونکہ موصوف نے بعض مقامات پر دیگر معروف اور ثابت شدہ روایات کے مقابلے میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد ابن حنبل کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً

(۱) سنن کی ابتداء میں ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔

باب کراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة. کیونکہ احترام قبلہ کی وجہ سے استقبال اور استدبار (منہ اور

پشت) دونوں ناجائز ہیں، مگر امام احمد بن حنبل کا مسلک ایک کے جواز اور ایک کے عدم جواز کا ہے، امام ابوداؤد نے امام احمد کی ترجمانی کرتے ہوئے "باب" میں ایک لفظ استقبال کہا ہے۔ اس کے بعد **باب الرخصة فی ذلك** میں استدبار کی حدیث لائے ہیں، جس سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوئی، حالانکہ اس سے زیادہ صحیح حدیث "ابوایوب انصاریؓ" کی ہے جس پر "امام ترمذی" نے کہا ہے: "**حديث ابی ايوب احسن شئ فی هذا الباب واصح**" حدیث یہ ہے، **اذا اتيتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط ولا بول، ولا تستدبروها، ولكن شرقوا او غربوا.** "(ترمذی ۱/ ۹۷)

جب تم بول و براز کو آؤ تو بول و براز میں قبلہ کی طرف منہ مت کرو اور نہ ہی پشت کرو، لیکن مشرق و مغرب کی طرف۔ (یہ مدینہ منورہ کے محل وقوع کے اعتبار سے ہے کہ وہاں سے قبلہ جنوب کی جانب ہے)

(۲) باب قائم کیا ہے "**باب البول قائما**" اور اس میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے مباح ہونے کو ثابت کرنے کے لیے...... **اتی سباطة قوم** والی حدیث لائے ہیں اور یہ امام احمدؒ کا مسلک ہے **عند الجمهور** کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا عذر مکروہ ہے اس کی بجائے دوسری بیٹھ کر پیشاب کرنے والی مشہور روایت ذکر نہیں کی۔

(۳) **باب الوضوء بفضل طهور المراة** کے بعد یہ باب باندھا ہے "**باب النهی عن ذلك**" اور ائمہ اربعہ میں سے صرف "امام احمدؒ" کا یہ مسلک ہے کہ عورت کے غسل یا وضو سے بچا ہوا پانی مرد استعمال نہیں کرسکتا، مزید آپ کو کتاب پڑھنے اور مطالعے سے یقین ہوگا کہ امام ابوداؤد حنبلیؒ تھے۔

امام ابوداؤد اور مزاج تحقیق: اللہ تعالیٰ نے انسان میں عبادت و خدمت کی طرح طمع و تحقیق اور جستجو کا مادہ رکھا ہے، تو امام ابوداؤدؒ میں اشیاء کی تحقیقات اور نوادرات کی معلومات کا ذوق تھا، اور کئی تجرباتی اور معلوماتی واقعات ان کی طرف منسوب ہیں، سنن کی ابتداء ہی میں "**باب ماجاء فی بیر بضاعة**" میں لکھا ہے کہ میں نے بیر بضاعہ کو بنفس نفیس چادر سے ناپا تو اس کا عرض چھ ہاتھ تھا، پھر جس باغبان نے میرے لیے دروازہ کھولا تھا اس سے پوچھا کیا اس کنویں کا حال پہلے سے بدل چکا ہے؟ اس نے کہا نہیں اپنے حال پر ہے، پھر میں نے بغور اس کے پانی کا جائزہ لیا تو میں نے دیکھا اس کا پانی بدلا ہوا تھا۔

کتاب الزکوة کے "**باب صدقة الزرع**" میں ہے امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں میں نے مصر میں تیرہ بالشت کی ایک ککڑی بچشم خود دیکھی، اور اونٹ پر لدا ایک ترنج دیکھا جس کو دو ٹکڑے کر کے اونٹ کے دو بوجھ بنائے گئے تھے۔

درس حدیث اور بصرہ کا قیام: امام ابوداؤدؒ اگرچہ عجمی اور سیستان کے پیدائشی و رہائشی تھے، لیکن علم حدیث کی تحصیل اور استفادے و افادے میں زندگی کا اکثر حصہ دوسری جگہ گذرا، زندگی کا خاصا حصہ تو طلب حدیث اور علمی سفروں میں گذرا بغداد میں کافی قیام رہا اور اسی قیام کے دوران ہی سنن تصنیف فرمائی، یہی وجہ ہے کہ بغداد کے اطراف میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے، آخر عمر کے چار سال بصرہ میں گذارے۔ اس کی وجہ ان کے خادم سے سنیے۔

حافظ ابوسلیمان نے عبداللہ بن محمد سکی کے واسطے سے امام ابوداؤدؒ کے خادم ابوبکر بن جابر سے نقل کیا ہے کہ بغداد میں آپ کے ساتھ جب ہم نے مغرب کی نماز اداء کر لی، تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی میں نے دیکھا تو وہ "امیر احمد

الموفق'' تھے جو اجازت چاہ رہے تھے میں نے امام صاحب کو بتایا کہ امیر صاحب آئے ہیں فرمایا ضرور! امیر موصوف آئے سلام کلام کے بعد امام صاحب نے آنے کا سبب پوچھا، فرمایا آپ نے اس وقت کیسے تکلیف کی؟ اس نے کہا تین چیزوں کے لیے آیا ہوں اگر منظور فرمالیں تو ہماری سعادت ہے۔ امام صاحب نے کہا فرمائیے اس نے کہا (۱) آپ بصرہ تشریف لائیں تا کہ وہاں کے لوگ بھی آپ سے اپنی علمی پیاس بجھا سکیں فرمایا منظور ہے۔ (۲) آپ میری اولاد کو سنن پڑھا دیں فرمایا منظور ہے۔ (۳) ان کے لیے درس کی خاص مجلس ہو جس میں دیگر طلبہ وعوام شامل نہ ہوں فرمایا نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ علم حاصل کرنے اور پڑھانے میں شریف ووضیع امیر وفقیر مساوی ہیں، ایک ہی صف میں کھڑے ہیں محمود وایاز، چنانچہ ایسے ہی ہوا۔
قال ابن جابر: فکانوا یحضرون ویسمعون مع العامة. ''خادم ابن جابرؒ کہتے ہیں کہ وہ حاضر ہوتے تھے اور عام طلبہ کے ساتھ شریک ہو کر احادیث سنتے تھے۔'' اس وجہ سے بغداد کو خیر باد کہا اور بصرہ قیام فرمایا۔

وفات: امام موصوف بروز جمعہ ۱۴ شوال ۲۷۵ ہجری کو راہی دار البقاء ہوئے، بصرہ میں امام المحدثین سفیان ثوریؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ کل تہتر (۷۳) سال عمر پائی۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا   نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

تصنیفات وتحریرات: تدریسی وتقریری خدمات ومشاغل کے ساتھ تحریری میدان میں بھی امام موصوف نے اہل حق کی ترجمانی اور دین متین کی خدمت کی ہے، اور متعدد تصنیفات باقیات صالحات چھوڑی ہیں۔ (۱) مراسیل (۲) الرد علی القدریہ۔ (۳) الناسخ والمنسوخ (۴) ما تفرد بہ اہل الامصار (۵) فضائل الانصار (۶) مسند مالک بن انس (۷) المسائل (۸) معرفۃ الاوقات (۹) کتاب بدأ الوحی (۱۰) سنن (تلک عشرۃ کاملۃ)۔ ان میں سے سب سے زیادہ قبولیت وشہرت سنن ابوداؤد شریف کو حاصل ہوئی کہ آج تک صحیحین کے ساتھ اس کا نام آتا ہے اور ہر عام وخاص اس کو جانتا اور پڑھتا ہے۔

سنن ابی داؤد کا تعارف

امام ابوداؤد نے قریباً پانچ لاکھ احادیث نبویہ کے بحر ذخار اور مجموعے سے منتخب کر کے سنن تصنیف کی اور انتھک جھد سے یہ گراں قدر مجموعہ ترتیب دیا، جس میں ہزاروں حدیثوں کو ابواب کے سانچے میں ڈھالا، اور ایک بہترین گلدستہ تیار کر دیا۔ موصوف نے ہر حدیث کو چھان پھٹک کر اور صحت وسقم کے تراز وعدل سے پاس کر کے درج کیا، اور فقیہانہ طرز پر سب سے پہلی کتاب لکھی۔

سبب تالیف: دوسری صدی ہجری میں علم حدیث کا عروج تھا، بلاد اسلامیہ اور مضافات میں حدیثیں بیان کرنے اور پڑھانے والے بے شمار تعداد میں محدثین وفقہاء بستے تھے، اور ہر ایک اپنی بساط سے کہیں زیادہ دین متین اور علم دین کی خدمت کر رہا تھا اور مسلمانوں کا ایک جم غفیر تھا جو محدثین کے گرد دیوانہ وار جمع تھا، اس وقت ائمہ حدیث کی ایک بڑی تعداد اپنی تمام تر توجہ استنباط مسائل کی بجائے جمع حدیث پر مرکوز کیے ہوئے تھی اور حدیثیں جمع کی جارہی تھیں یہی دور صحیحین کی تصنیف کا بھی ہے۔ لیکن اس

میں احکام وقصص اور مامورات ومنہیات کی احادیث میں کوئی امتیاز نہ تھا بلکہ اکثر کا مدعا سرد حدیث اور جمع حدیث تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ احادیث جمع ومحفوظ ہوسکیں۔ جبکہ دوسری طرف ائمہ مجتہدین مسائل کے استنباط واستخراج میں ہمہ تن مصروف تھے۔

اس پس منظر میں ائمہ مجتہدین اور حفاظ حدیث کی دو جماعتیں متعارف تھیں اور ہر ایک مصروف عمل تھا تو امام ابوداؤدؒ نے سوچ کر قلم اٹھایا کہ کیوں نہ وہ احادیث جمع کی جائیں جو مجتہدین وفقہاء کے مستدلات ہیں تا کہ یہ واضح ہو سکے کہ ائمہؒ نے جو مسائل استخراج کیے ہیں ان کا مستدل یہ ہے، اور عام لوگ بھی ائمہ کے مستدلات سے واقفیت پاسکیں اور احکام کی احادیث کا منظم ومنضبط مجموعہ امت کو ملے۔ موصوف نے فقہاء ومجتہدین کے مستدلات کے استیعاب کے لیے سنن تصنیف کی۔ اور خود فرمایا میری اس کتاب میں امام مالکؒ ثوریؒ اور شافعیؒ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ چنانچہ امام ابو حامد غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ صرف یہی ایک کتاب مجتہدین کے لیے کافی ہے۔ (بذل ۱/۴)

دور تالیف: سعی بسیار کے باوجود بالتعیین یہ طے نہیں ہوسکا کہ امام ابوداؤدؒ نے سنن کس سال اور سنہ میں لکھی، ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سنن امام صاحب کے دور شباب کی کتاب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام موصوف نے تیار کر کے اپنے شیخ واستاد امام احمد بن محمد بن حنبلؒ کو پیش کی تو انہوں نے سنن کو پسند کیا اور سراہا اور ان کی کاوش کو سعی مشکور قرار دیا اور یہ یقینی بات ہے کہ امام احمدؒ کا وصال ۲۴۱ ہجری میں ہے اس کا حاصل یہ ہوا کہ امام ابوداؤد نے اپنی عمر کے چالیس سال ہونے سے پہلے کتاب کی تکمیل کی اور استاذ محترم کو پیش کی۔

تعداد روایات: امام ابوداؤدؒ نے پانچ لاکھ مسموعہ احادیث میں سے نہایت احتیاط اور اطمینان کے بعد چار ہزار آٹھ سو حدیثیں منتخب کر کے سنن میں لکھیں اور چھ سو مراسیل بھی تو کل تعداد پانچ ہزار چار سو (۵۴۰۰) ہوئی جس کی تصریح خود موصوف نے اپنے خط میں کی جو اہل مکہ کو اپنی سنن کی خصوصیات وتعارف کے لیے لکھا تھا اس میں ہے **"فهذه اربعة آلاف وثمانية مائة كلها فى الاحكام، فاما احاديث كثيرة صحاح من الزهد، والفضائل، وغيرها فى غير هذا لم اخرجها، و السلام عليكم ورحمة الله بركاته"** (بذل ۱/ ۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ چار ہزار آٹھ سو سب کی سب احکام کی احادیث ہیں باقی وہ احادیث کثیرہ جو صحیح ہیں زہد وفضائل وغیرہ میں اور اس کے علاوہ میں نے ان کی تخریج نہیں کی تم پر سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں، برکتیں ہوں اور "**اما المراسيل فقد كان يحتج بها العلماء فيما مضى مثل سفيان الثورى ومالك والاوزاعى........**"

بہرحال مراسیل تو ان سے پہلے علماء مثلاً سفیان ثوریؒ، امام مالک اور اوزاعی حجت پکڑتے اور استدلال کرتے تھے۔ **ونحوست مائة حديث من المراسيل، اور والاحاديث التى وضعتها فى كتاب السنن اكثرها مشاهير.** اور جو حدیثیں میں نے سنن میں رکھی ہیں اکثر مشہور ہیں۔ (پورا خط بذل المجهود کے مقدمہ میں ملاحظہ ہو)

ان اقتباسات سے کتاب کی صحت وفضیلت اور تعداد روایات واضح طور پر ثابت ہوئی۔ جبکہ بعض نے تعداد پانچ ہزار دو سو ایک (۵۲۰۱) بتلائی ہے اور "عبد الغنی مقدسی" کے نسخہ کے آخر میں مصرح ہے کہ امام موصوف کی کتاب میں چھ ہزار حدیثیں

ہیں جن میں سے چار ہزار اصل ہیں اور دو ہزار مکرر ہیں وقیل مزید .... والقول الاول راجح و اثبت.

سنن کی احادیث اور سند: روایت حدیث میں من جملہ دوسری چیزوں کے سند کی بڑی اہمیت ہے اور سند کے عالی واسفل واطول ہونے سے کتاب اور مصنف پر اثر ہوتا ہے۔ مثلاً ثنائی جس میں دو راوی ہوں ثلاثی جس میں تین راوی ہوں، ثلاثیات امام بخاریؒ مشہور ہیں، کیونکہ سند جتنی عالی ہوتی ہے اتنا ہی صحت کے زیادہ قریب اور خطاء کے احتمال سے محفوظ ہوتی ہے۔ اس طرح کہ جتنا ناقلین ورواۃ زیادہ ہوں گے خطاء کا احتمال ہوگا۔ کیونکہ ہر راوی میں خطاء کا احتمال ہوتا ہے اس لیے عالی سند کی بڑی اہمیت ہے کہ ایک استاد محترم کا مقولہ ہے ﴿سند عالي وغرفة خالي کمال وکامیابی کے لیے حجرہ خالی اور سند عالی ہونی چاہیے﴾

بنا بریں نواب صدیق حسن خان نے الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ میں اور مولانا تقی الدین نے محدثین عظام میں سے سنن ابی داؤد میں ایک ثلاثی حدیث ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے۔ حدثنا مسلم بن ابراهيم، ناعبدالسلام بن ابی حازم ابو طالوت، قال: شهدت ابا برزة (الاسلمی) دخل علی عبيدالله ابن زياد، فحدثنی فلان سماه مسلم، وكان فی السماط، فلما رأه عبيدالله، قال ان محمديكم هذا الدحداح، ففهمها الشيخ، فقال ما كنت احسب انی ابقی فی قوم بيعيرونی بصحبة محمدً، فقال له عبيدالله ان صحبة محمدً لك زين غير شين، ثم قال انما بعثت اليك لاسألك عن الحوض، سمعت رسول اللهً يذكر فيه شيئا، قال ابو برزة: نعم! لامرة ولاثنتين ولا ثلثا ولا اربعا ولا خمسا، فمن كذب به فلا سقاه الله منه، ثم خرج مغضبا. (باب فی الحوض كتاب السنه)

اس حدیث کی سند کے ظاہری الفاظ سے ان دونوں حضرات کو وہم ہوا ہے کہ یہ حدیث ثلاثی ہے حالانکہ یہ حدیث ثلاثی نہیں کیونکہ مذکورہ تین راویوں (مسلم بن ابراہیم، عبدالسلام، ابو برزہ) کے ساتھ سند میں فلاں رجل مجھول بھی ہے جس کی تعیین مسند احمد کی روایت سے بذل المجهود میں کی گئی ہے کہ ابو برزہ سے پہلے عباس جریری راوی ہے جس کے بارے میں ابوداؤدؒ نے کہا کہ میں بھول گیا حالانکہ میرے شیخ مسلم بن ابراہیم نے نام لیا تھا۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ یہ حدیث ثلاثی نہیں جس سے سنن ابی داؤد میں ثلاثی ہونے کا استدلال کیا گیا انہیں مذکورہ بلا دو حضرات کی طرح علامہ سخاوی کو بھی وہم ہوا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ثلاثی نہیں۔ (بذل المجهود تحت الباب) اس کے برعکس سنن میں طویل السند ثمانی حدیثیں موجود ہیں۔

(۱) حدثنا الحسن بن علی، نا سليمان بن داؤد الهاشمی، نا عبدالرحمن بن ابی الزناد، عن موسی ابن عقبة عن عبدالله بن الفضل بن ربيعة ابن الحارث بن عبدالمطلب، عن عبدالرحمن الاعرج، عن عبيدالله بن ابی رافع، عن علی بن ابی طالب عن رسول اللهً......... (كتاب الصلوة باب ۱۲۲/ ۷۴۱)

(۲) حدثنا ابن المثنى، نا محمد بن جعفر، نا شعبة، قال: سمعت عبيدة، يحدث عن ابراهيم، عن ابن منجاب، عن قرثع، عن ابى ايوب رضى الله عنه عن النبیؐ قال اربع قبل الظهر ليس فيهن تسليم تفتح لهن ابواب السماء. (كتاب الصلوة باب الاربع قبل الظهر حديث ۱۲۷۰)

(۳) حدثنا محمد بن يحيى بن فارس الذهلى وعمر بن الخطاب، قال محمد، حدثنى ابو الاصبع الجزرى عبدالعزيز بن يحيى انا محمد بن سلمة، عن ابى عبدالرحيم خالد بن ابى يزيد، عن زيد بن ابى انيسة، عن يزيد بن ابى حبيب، عن مرثد بن عبدالله، عن عقبة ابن عامرؓ......... (كتاب النكاح باب فيمن تزوج ولم يسم صداقا حتى مات حديث ۲۱۱۷)

(۴) حدثنا عبيدالله بن سعد الزهرى ان يعقوب بن ابراهيم نا ابى، عن ابن اسحق، عن ثور بن يزيد الحمصى، عن محمد بن عبيد ابن ابى صالح الذى كان ليسكن ايليا، قال خرجت مع عدى بن عدى الكندى حتى قدمنا مكة، فبعثنى الى صفية بنت شيبة، وكانت قد حفظت من عائشةؓ قالت سمعت عائشةؓ......... (كتاب الطلاق باب فى الطلاق على غلط حديث ۲۱۹۳) یہ چار حدیثیں سنن میں طویل السند ہیں۔

احادیث کی تخریج کا انداز: موصوف نے تخریج احادیث میں کئی چیزوں کا خیال واہتمام کیا ہے مثلاً اختصار و جامعیت، مختلف و معارض احادیث کو دو عنوانوں سے ذکر کرنا، رواۃ کے الفاظ کو اختلاف کی صورت میں الگ ذکر کرنا، راوی کا تعارف، سند کی حیثیت کا ذکر وغیرہ متعدد چیزوں کا اہتمام کیا ہے، جس کی وجہ سے کتاب کی مقبولیت وفہم میں اضافہ ہوا۔ بطور نمونہ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) معالم السنن میں علامہ خطابی نے بالتصریح لکھا ہے کہ موصوف کی عادت ہے کہ ایک مسئلہ میں اگر متعارض حدیثیں ہوں تو ان کو دو بابوں کے عنوان سے الگ ذکر کرتے ہیں، جس سے ایک مسئلہ کے بارے میں دونوں قسم کی احادیث سامنے آجاتی ہیں، جس سے ناسخ منسوخ اور راجح مرجوح کی تعیین میں سہولت ہوتی ہے اور فقیہ کو فیصلہ کرنا آسان رہتا ہے۔ لیکن **باب الامام يصلى من قعود** کے تحت جو احادیث لائے ہیں وہ باتفاق اہل علم منسوخ ہیں اور ابتداء اسلام کی ہیں۔ یہ روایات حضرت انسؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابو ہریرہؓ، سیدہ عائشہؓ سے مروی ہیں، جبکہ ان کی معارض حدیث حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے مرض الوفات والی ہے، جس میں ہے کہ مرض ونقاہت کی وجہ سے آپؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہؓ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی، امام ابوداؤدؒ نے یہ حدیث نقل نہیں کی۔ **فلست ادرى كيف اغفل ذكر هذا القصة وهى من امهات السنن.**

(۲) اسی طرح موصوف ایک سند اور متن میں مختلف سندیں اور متن جمع کر دیتے ہیں پھر اختلاف الفاظ کو واضح کرتے ہیں، چنانچہ ''باب کیف یستاک'' میں شیخ مسدد اور سلیمان بن داؤد عتکی کی سندوں کا ذکر ہے، یہ دونوں حماد بن زید ایک شیخ سے راوی ہیں لیکن مسدد اور سلیمان کے الفاظ میں اختلاف ہے اس لیے **قال مسدد** ..... اور **قال سليمان**..... سے ہر ایک کے الفاظ کو

الگ بیان کیا۔

(۳) بعض اوقات بطور فائدہ کسی سند متن یا راوی کے متعلق کچھ کہنا ہو تو درمیان یا آخر میں بیان کرتے ہیں، جیسا کہ باب کراھیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة. کے تحت ذکر کردہ حدیث کے آخر میں ابوزید کے متعلق کہتے ہیں "وابو زید هو مولی بنی ثعلبة." "ابوزید بنوثعلبہ کے غلام ہیں۔

(۴) جب ایک ہی راوی سے دوسندیں ہوں پھر ان میں سے ایک حدثنا سے اور دوسری عنعنه سے ہو تو پہلے حدثنا والی روایت لاتے ہیں، پھر حدیث عنعنہ، جس سے ترجیح واضح ہو جاتی ہے۔ باب مقدار الرکوع والسجود کے تحت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس کو موصوف نے احمد بن صالح اور محمد بن رافع نیشاپوری سے نقل کیا ہے اور محمد بن رافع کی روایت میں سعید بن جبیرؒ اور انس رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح ہے، اس لیے پہلے اسی کو ذکر کیا اور احمد کی روایت عنعنہ ہے، اسے بعد میں ذکر کیا۔ الفاظ یہ ہیں وهذا الفظ ابن رافع (جس میں سماعت کی تصریح کی ہے) قال احمد عن سعید بن جبیر عن انس بن مالك.

(۵) کبھی ایک باب کے تحت باوجود اختصار مزاجی کے دو دو، تین تین حدیثیں لاتے ہیں، جس سے اشارہ اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ آخری روایت میں مزید فائدہ ہے۔

(۶) کبھی ایک ترجمۃ الباب اور عنوان کے تحت مختلف حدیثیں جمع کر دیتے ہیں جیسے باب کراھیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة میں استدبار عند الحاجة کی روایت بھی لائے ہیں جو عنوان سے مختلف ہے۔

(۷) کبھی ایک حدیث ایک باب کے تحت مختصر اور دوسرے میں مفصل ذکر کرتے ہیں چنانچہ باب النهی عن التلقین کے بعد باب الرخصة فی ذلك کے ذیل میں سہل نیشاپوری کی حدیث اختصار کے ساتھ بیان کی، کیونکہ باب سے صرف یہی حصہ مناسبت رکھتا تھا، پھر آگے جا کر کتاب الجهاد باب فضل الحرس فی سبیل الله کے تحت طویل حدیث ذکر کی ہے۔

(۸) احیاناً ایسا بھی کرتے ہیں کہ باب کا عنوان ایسا قائم کرتے ہیں جس سے حدیث میں ذکر شدہ مسئلہ کے ساتھ اس سے ملتا جلتا دوسرا مسئلہ بھی ترجمۃ الباب سے واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باب باندھا "باب المواضع التی نهی عن البول فیها" حالانکہ اس باب میں ذکر کردہ حدیث میں صرف پاخانے کا ذکر ہے پیشاب کا ذکر نہیں، لیکن عنوان سے اشارہ کر دیا کہ دونوں کی علت ایک ہونے کی وجہ سے حکم بھی دونوں کے لیے ایک ہے، اور ایسی جگہوں میں بول و براز دونوں منع ہیں جہاں لوگوں کو تکلیف ہو جیسے راستے سایہ دار جگہیں وغیرہ۔

امام ابوداؤدؒ نے احادیث لانے میں "کلموا الناس علی قدر عقولهم" کا بھی بڑا خیال کیا ہے اور اپنے اس خط میں تصریح کی ہے جو اہل مکہ کو لکھا تھا کہ میں نے بعض مقامات پر اختصار کیا ہے جہاں مجھے اندیشہ ہوا کہ سامع مکمل سمجھ نہ پائے گا یا محل فقہ و سمجھ تک نہ پہنچ سکے گا، عبارت یہ ہے وربما اختصرت الحدیث الطویل لانی لو کتبت بطوله لم یعلم

بعض من سمعه ولا يفهم موضع الفقه منه. بہرحال بہت ساری خوبیوں کے ساتھ حدیثیں لکھی اور درج کی ہیں۔

حدیث کی روایت میں انتہائی احتیاط: امام ابوداؤدؒ نے احادیث نقل کرنے میں بہت احتیاط برتی ہے اور بالکل چھوٹے چھوٹے فرق کو بھی واضح کردیا۔ جیسا کہ "**باب الامام يصلي من قعود**" کی تیسری حدیث میں کہا **قال ابو داؤد اللهم ربنا لك الحمد افهمني بعض اصحابنا عن سليمان.** موصوف کا کہنا ہے کہ یہ حدیث مجھے میرے شیخ سلیمان نے بیان کی اور **اللهم ربنا لك الحمد** والا جملہ مجھے ہم درس ساتھیوں نے سمجھایا، حالانکہ سبق میں موجود تھے، لیکن یہ جملہ مکمل اور صاف سن نہ سکے یا سمجھ نہ سکے تو ساتھیوں نے واضح کردیا، جبکہ سبق میں موجود تھے روایت درست تھی، مگر کمال احتیاط کی وجہ سے اس کی تصریح کردی۔ اس جیسی دیگر کثیر مثالیں ہیں جو جابجا سنن میں موجود ہیں۔

صحاح ستہ میں سنن ابوداؤد کا مقام: ذخیرہ حدیث اور کتب حدیث میں یہ بات اتفاقی اور اٹل ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں میں ان چھ کتابوں کا مرتبہ اور قبولیت زیادہ ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی۔ انہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے مؤطا مالک، طحاوی شریف اور مؤطا محمد کا اضافہ کرکے صحاح تسعہ کہا ہے اور جیسے کہ "انعامات المنعم" میں ہم نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان چھ میں سے پہلا مرتبہ صحیح بخاری اور دوسرا مرتبہ صحیح مسلم کا ہے۔ اور صاحب مفتاح السعادہ نے تصریح کی ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کے بعد تیسرا مرتبہ سنن ابی داؤد کا ہے۔ بعض نے نسائی شریف کو اور دوسرے بعض نے جامع ترمذی کو تیسرا درجہ دیا ہے، ہمارے خیال میں صاحب مفتاح السعادہ کی ذکر کردہ ترتیب حتمی اور راجح ہے کہ سنن ابی داؤد کا مرتبہ تیسرا ہے۔

سنن ابوداؤد کے راوی اور نسخے: امام ابوداؤدؒ نے کیونکہ جواں عمری میں سنن تصنیف فرمالی تھی اس لیے موصوف سے اس کے سننے اور روایت کرنے والے کثیر ہیں' اسی وجہ سے سنن ابوداؤد کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں قدرے تفاوت ہے اور تقدیم وتاخیر اور ترتیب میں نمایاں فرق ہے۔ حافظ ابن جعفر بن زبیرؒ نے اپنے نوشتے میں لکھا ہے کہ موصوف سے ہم تک ان کی سنن چار حضرات کی سند متصل سے پہنچی ہے۔

(۱) ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی بصری متوفی ۳۲۱ ہجری نے ۲۷۵ میں سماع کیا اور یہ امام ابوداؤدؒ کا آخری املا تھا جو انہوں نے کروایا تھا پھر اسی سال ۱۶ شوال بروز جمعۃ المبارک امام ابوداؤدؒ نے سفر آخرت میں قدم رکھا۔ ان کا نسخہ ہند وعرب اور بلاد مشرق میں مشہور ومقبول اور متداول ہے اور مصر وہند میں طبع شدہ نسخے اسی لؤلؤی کی روایت ہیں۔ ہمارے دیار میں اب یہی نسخہ لؤلؤی دستیاب ہے، اور دوسرے نسخوں کی نسبت اس میں تفاوت اور کمی بیشی معمولی ہے۔ جبکہ ابن داسہ کے نسخے کے ساتھ ترتیب ابواب اور تعداد حدیث میں کچھ فرق ضرور ہے۔ اور **قال ابو داؤد** کے عنوان سے جو کلام ہے وہ بھی ان دونوں نسخوں میں کم زیادہ ہے بہرکیف یہ دو نسخے قریب قریب ہیں۔ لؤلؤی سے "ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی اور عبداللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق معروف بہراس" نے علم حاصل کیا اور روایت کیا ہے۔

(۲) حافظ ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق التمار البصری متوفی ۳۴۵ ہجری یہ ابن داسہ سے مشہور ہیں' اور سنن کے یہی

راوی ہیں، جن کا روایت کردہ نسخہ مکمل اور جامع ہے اور بلاد مغرب میں مقبول عام اور رائج ہے۔ چنانچہ صاحب احکام القرآن حافظ ابوبکر جصاص حنفیؒ نے سنن ابی داؤد اسی ابن داسہ سے روایت کی ہے۔ ان کی روایت میں کتاب الادب کے اندر "باب ما یقول اذا اصبح سے باب الرجل ینتمی الی غیر موالیہ" تک کا حصہ ساقط ہے۔ مزید براں! ابو محمد عبداللہ بن عبدالمؤمن قرطبی (جو ابن عبدالبر کے شیوخ میں سے ہیں) ابوعلی حسن بن محمد روذباری، ابوعمر احمد بن سعید بن حزم، ابوحفص عمر بن عبدالملک خولانی، ابوعلی حسن بن داؤد سمرقندی...... حضرات نے بھی روایت کی ہے اور ان کی اجازت کے ساتھ ابونعیم اصبہانی نے بھی روایت کیا ہے۔ وروی عنه بالاجازة ابو نعیم الاصبهانی.

(۳) حافظ ابوعیسیٰ اسحٰق بن موسی بن سعید رملی متوفی ۳۲۰ ہجری یہ تیسرے راوی ہیں یہ امام ابوداؤدؒ کے کاتب اور تراشے اٹھانے والے تھے۔ ان کا نسخہ ابن داسہ کے نسخے کے قریب ہے مگر زیادہ رائج نہیں۔ ان سے حافظ ابوعمر احمد بن دحیم بن خلیل نے ۳۱۷ ہجری میں سماع کیا ہے۔

(۴) حافظ ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر معروف ابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ ہجری نے بھی امام ابوداؤدؒ سے سماع اور روایت کیا ہے۔ نسخہ بہت تھوڑا اور صغیر ہے اس میں کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب الحروف، کتاب الخاتم، نصف کے قریب کتاب اللباس اور وضو، نماز، نکاح وغیرہ کے متعلق کئی حدیثیں نہیں ہیں۔ هكذا ذكر ابن الحجر فی المعجم الفهرس وفی الفهرس الاوسط لابن طولون" ان سے ابواسحٰق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمار، ابوعمر احمد بن سعید بن حزم اور ابوحفص عمر بن عبدالملک الخولانی نے روایت کیا ہے اور ان سے علامہ خطابیؒ نے مکہ مکرمہ میں سنن ابوداؤد سنی ہے جو سنن ابوداؤد کے سب سے پہلے شارح ہیں۔ اس طرح سنن ابوداؤد کے چار نسخے ہوئے۔ (۱) نسخہ لؤلؤی (۲) نسخہ ابن داسہ (۳) نسخہ رملی (۴) نسخہ ابن الاعرابی۔ ہمارے سامنے لؤلؤی کا نسخہ ہے۔

ان چار تلامذہ کے علاوہ دیگر نام بھی ملتے ہیں جنہوں نے امام ابوداؤدؒ سے سنن سنی ہے۔

(۱) ابوالطیب احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن اشنانی (۲) ابوعمرو احمد بن علی بن حسن بصری (۳) ابوالحسن علی بن الحسن بن عبدانصاری (۴) ابواسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید الرواس (۵) ابوسالم محمد بن سعید الجلودیؒ، ان پانچ میں سے تیسرے ابوالحسن علی...... کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے چھ دفعہ سنن امام ابوداؤدؒ سے سنی اور ان کے نسخے میں بہت ساری ایسی باتیں ہیں جن سے نقد احادیث میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

سنن ابوداؤد کی مقبولیت وشہرت اور بشارت: امام ابوداؤدؒ نے انتہائی جہد واخلاص کے ساتھ سنن تصنیف فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے خوب قبولیت عطاء فرمائی کہ روز تصنیف سے آج تک امت مسلمہ کے ہاتھوں میں ہے اور پڑھنا پڑھانا جاری ہے یہ کتاب کی قبولیت کی اظہر من الشمس دلیل ہے۔ امام ابوداؤدؒ کے تلمیذ حافظ محمد بن مخلد دوری (متوفی ۳۳۱ ہجری) کہتے ہیں کہ استاد محترم نے کتاب تیار کر کے لوگوں کے سامنے پیش کی اور پڑھی تو لوگ گرویدہ ہو گئے اور ان کی سنن کو قرآن کریم کی طرح کثرت سے پڑھنے لگے۔ امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ ساجی کہتے ہیں کتاب اللہ اسلام کی بنیاد واصل ہے، اور سنن

ابوداؤد اسلام کا ستون ہے۔

علامہ خطابی مشہور شارح سنن ابی داؤد کہتے ہیں ابوداؤد کی کتاب سنن ایسی عمدہ کتاب ہے کہ دین میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی اور عامۃ الناس نے اسے قبول کیا ہے اور یہ کتاب علماء وفقہاء کے درمیان ثالث وحکم ہے۔ **ان کتاب السنن لابی داؤد کتاب شریف لم یصنف فی الدین کتاب مثله.....**

علامہ ابن حزمؒ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حافظ سعید بن سکنؒ متوفی ۳۵۳ ہجری کی خدمت میں اصحاب وتلامذہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حدیث کی کتابیں بہت ساری ہو چکی ہیں آسانی کے لیے کچھ منتخب اور تجویز فرمادیں تاکہ معیت وسہولت رہے تو ابن سکنؒ کچھ کہے بغیر اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں کتابوں کے چار بستے لائے اور اوپر تلے رکھ دیئے پھر فرمایا یہ اسلام کی بنیادیں ہیں، کتاب مسلم، کتاب بخاری، کتاب ابوداؤد، کتاب نسائی۔ حافظ ابوطاہرؒ نے اپنی سند کے ساتھ حسن بن محمد بن ابراہیم ازدیؒ سے نقل کیا ہے کہ حسن بن محمد نے مجھے بتایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپؐ نے فرمایا جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اسے چاہیے کہ سنن ابوداؤد پڑھے۔ سبحان اللہ!

سنن ابوداؤد پر ابن جوزیؒ کی تنقید، علامہ نوویؒ کی تحکیم اور علامہ سیوطی کی تردید: مولانا محمد حنیف گنگوہیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزیؒ نے جامع ترمذی کی تیس، نسائی شریف کی دس اور سنن ابوداؤد کی نو احادیث کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے اور کھلی تنقید کی ہے۔ لیکن ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ نقد روایات میں ابن جوزیؒ کے تشدد اور حاکمؒ کے تساہل نے ان کتابوں سے فائدہ اٹھانے کو مشکل بنا دیا ہے۔ سو ان دونوں سے نقل کرتے وقت ناقل کو احتیاط ضروری ہے۔ اس قول سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابن جوزیؒ متشدد ہیں اور اسی عادت وشدت کی وجہ سے سنن ابوداؤد پر بھی برس پڑے۔ ان کے متشدد ہونے کے بارے میں علامہ نوویؒ رقمطراز ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں بہت ساری ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی حجت ودلیل نہیں بلکہ وہ حدیثیں صرف ضعیف ہیں موضوع ومن گھڑت نہیں اور ضعیف وموضوع میں بڑا فرق ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی اپنا نظریہ یہی ظاہر کیا ہے، مزید برآں یہ بھی یاد رکھا جائے کہ علامہ سیوطیؒ نے ان نو احادیث کے متعلق جن پر ابن جوزیؒ نے تنقید کی ہے مفصل جواب دیئے ہیں چار کا جواب ''**القول الحسن فی الذب من السنن**'' میں اور باقی پانچ کا جواب ''**التعقبات علی الموضوعات**'' میں دیا ہے۔ اس لیے ابن جوزی کا وضع کا فیصلہ درست نہیں۔ (**ظفر المحصّلین**)

سنن ابوداؤد کی وہ چار حدیثیں جو دین میں جامعیت وکفایت کا درجہ رکھتی ہیں۔

حدیث اول: **انما الاعمال بالنیات** ''اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔''

حدیث ثانی: **من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه.** ''اسلام کی خوبی اور عمدگی میں سے ہے کہ آدمی بے فائدہ امور چھوڑ دے۔''

حدیث ثالث: **لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه.** ''تم میں سے کوئی ایک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا

جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔''

حدیث رابع : الحلال بین، والحرام بین، وبینهما مشتبهات، فمن اتقی الشبهات استبراء لدینه. حلال وحرام تو بالکل ظاہر ہیں اور ان کے درمیان مشتبہ اور مشکوک ہیں (حقیقت یہ ہے) جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین محفوظ کرلیا۔''

یہ چار حدیثیں ہیں جو پورے دین پر حاوی اور عمل کرنے والے کے لیے کافی وافی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ کہتے ہیں اس میں کافی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کے کلی اور مشہور قواعد جان لینے کے بعد جزئیات ومسائل میں آدمی کو کسی مجتہد یا مرشد کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ چیز ان احادیث اربعہ میں موجود ہے۔ مثلاً اعمال وعبادت کی اصلاح اور درستگی کے لیے پہلی حدیث نیت ہے۔ عمر عزیز اور پیاری زندگی کے اوقات کی حفاظت اور ضیاع سے بچانے کے لیے دوسری حدیث ہے۔ علماء اور دلائل کے اختلاف کی وجہ سے جو شکوک وتردد پیدا ہوں ان کے دفعیے کے لیے چوتھی حدیث کافی ہے۔ گویا ہر طلب صادق والے زیرک وعقلمند کے لیے سنن ابوداؤد کی یہ چار حدیثیں استاد اور پیر کا درجہ رکھتی ہیں۔

سنن ابوداؤد کی خصوصیات اور خلاصہ کلام: (۱) سنن میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں، جو پانچ لاکھ احادیث سے منتخب کی گئی ہیں۔ اور چھ سو مراسیل ہیں اس طرح کل تعداد روایات پانچ ہزار چار سو ہے۔ (۵۴۰۰)۔ (۲) احکام کی احادیث میں یہ کتاب پہلے نمبر پر ہے کہ کتاب مالک، کتاب سفیان، کتاب حماد بھی احکام کی حدیثوں کی تعداد کے اعتبار سے اس کے برابر نہیں۔ (۳) احکام کی احادیث میں سنن سب سے جامع بلکہ ایک تہائی سب سے برتر ہے۔ (۴) سنن میں نصف سے زائد حدیثیں ایسی ہیں جنہیں شیخین میں سے دونوں۔ نے یا ایک نے تخریج کیا ہے۔ (۵) دو تہائی حدیثیں صحیح اور اس کے ماسوا حسن ضعیف ملی جلی ہیں جن میں ضعف یسیر ہے۔ (۶) سنن ابوداؤد تفقہ کے اعتبار سے تمام کتب حدیث پر فائق ہے۔ (۷) احکام کی احادیث میں اس کتاب کے سوا کی حاجت نہیں رہتی۔ ہاں علامہ بنوریؒ کہتے ہیں کہ طحاوی شریف ایسی کتاب ہے جو فقہ حدیث توحید اور مشکلات آثار میں بے نظیر کتاب ہے۔

سنن ابوداؤد کی مدح میں حافظ ابوطاہرؒ کی نظم

اولی کتاب لذی فقه وذی نظر	فقیہ اور صاحب نظر کیلئے اور گناہوں کے بوجھ کو
ومن یکون من الاوزار فی وزر	بوجھ سمجھ کر بچنے اور ڈرنے والے کے لیے عمدہ کتاب ہے
ما قد تولّی ابوداؤد محتسبا	جس کی تالیف کا امام ابوداؤد نے ثواب کے لیے اہتمام کیا
تالیفه فاق فی الاضواء کالقمر	اس کی تالیف نے تو روشنیوں میں چاند کی طرح فوقیت پائی
لا یستطیع علیه الطعن مبتدع	کوئی بدعتی اور بے دین اس پر طعن وعیب کی جرأت نہیں کرسکتا

ولو تقطّع من ضغن ومن ضجر — اگرچہ بغض کینہ اور حسد سے جل کر ٹکڑے ہو جائے
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا — دنیا میں اس سے زیادہ صحیح اور قوی تر
اقوی من السنة الغراء والاثر — روشن سنت اور حدیث واثر نہیں پائی جاتی
وکله ما فیه من قول النبی ومن — اور اس میں جو کچھ ہے وہ نبیؐ کا فرمان
قول الصحابة اهل العلم والبصر — اور صحابہ، اہل علم، صاحب بصیرت کا بیان ہے
یرویه عن ثقة عن مثله ثقة — موصوف اسے ثقہ سے نقل کرتے ہیں اور وہ
عن مثله ثقة کالانجم الزهر — اپنے جیسے ثقہ سے اور وہ اپنی مثل با اعتماد ستاروں جیسے چمکداروں سے
وکان فی نفسه فیما احق به — اور میری تحقیق کے مطابق وہ خود بھی
لا شك فیه اماما عالی الخطر — بلا شبہ بلند پایہ امام تھے
یدری الصحیح من الاثار یحفظه — وہ آثار صحیحہ کو جانتے تھے اور ان کے حافظ تھے
ومن روی ذاك من انثی ومن ذکر — اور راویوں کو بھی بھلے مستورات ہوں یا حضرات
محقّقا صادقا فیما یجیء به — وہ اپنی بات میں محقق بھی اور سچے بھی
قدشاع فی البدوعنه ذاو فی الحضر — تحقیق وہ تو شہر و دیہات میں مشہور ہوئے
والصدق للمرأ فی الدارین منقبة — اور سچائی آدمی کے لیے دونوں جہاں میں خوبی ہے
ما فوقها ابدا فخر لمفتخر — کسی فخر کرنے والے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی فخر کی چیز نہیں

سنن کی شروحات وحواشی: علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ صحیحین کی طرح سنن ابوداؤد کی طرف مکمل اعتنائی نہیں رہا کہ جس طرح بخاری ومسلم پر مختصر ومطول اور متوسط ہمہ قسم کی شروحات لکھی گئیں ابوداؤد شریف کے ساتھ اتنی توجہ نہیں برتی بہر کیف اس پر بھی چند شروحات لکھی گئی ہیں اگر چہ کم ہی سہی چند شروح کے نام مع مؤلف لکھے جاتے ہیں۔

(۱) معالم السنن۔ ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخطاب البستی متوفی ۳۸۸ ہجری یہ سنن ابوداؤد کی سب سے پہلی اور معتبر قدیم شرح ہے۔ (۲) **المجتبی** حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ منذری بصری متوفی ۶۵۶ ہجری یہ سنن کی دوسری شرح ہے جو معالم السنن سے تقریباً دو سو سال بعد لکھی گئی۔ (۳) شرح ابوداؤد شیخ قطب الدین ابوبکر بن احمد بن عین یمنی شافعی متوفی ۶۵۲ ہجری یہ چار جلدوں میں ہے۔ (۴) شرح سنن ابوداؤد علامہ نووی متوفی ۶۷۷ ہجری یہ ناتمام ہے۔ (۵) **تهذیب السنن** حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر ایوب بن سعد قلیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ ہجری۔ (۶) شرح سنن ابوداؤد حافظ علاء الدین بن قلیج مغلطائی متوفی ۷۶۲ ہجری یہ ناتمام ہے۔ (۷) **العجالة** حافظ شہاب الدین ابومحمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی متوفی ۷۶۹ ہجری یہ علامہ خطابی کی معالم السنن کی تلخیص ہے۔ (۸) شرح سنن ابوداؤد شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ ہجری۔ (۹) شرح سنن ابوداؤد شیخ ابوزرعہ ولی الدین احمد بن عبد الرحیم

عراقی متوفی ۸۲۶ہجری علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ یہ شرح باب سجود السھو تک سات جلدوں میں اور صیام، حج، جہاد ایک الگ جلد میں ہے اگر یہ شرح تمام ہوتی تو چالیس جلدوں میں مکمل ہوتی۔ (۱۰) شرح سنن ابوداؤد شیخ شہاب الدین احمد بن حسین رملی مقدسی شافعی متوفی ۸۴۴ہجری۔ (۱۱) اقتضاء السنن شرح ابوداؤد علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ہجری۔ (۱۲) مرقاۃ الصعود الی سنن ابی داوٗد علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ہجری کی انتہائی عمدہ اور لطیف شرح ہے اس کی تلخیص درجات مرقات الصعود کے نام سے علامہ دمنتی نے کی ہے۔ (۱۳) فتح الودوٗد علامہ ابوالحسن عبدالہادی حنفی سندھی مدنی متوفی ۱۱۳۹ہجری قال ابوداؤد کی یہ بھی لطیف شرح ہے۔ (۱۴) التعلیق المحمود مولانا فخر الحسن گنگوہی کا مشہور وعمدہ حاشیہ ہے۔ (۱۵) غایۃ المقصود ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی۔ تیس جلدوں میں ہے۔ (۱۶) شرح سنن ابوداؤد شیخ شہاب بن رسلان صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ میرے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی نے بلاد عرب میں آٹھ ضخیم جلدوں میں ان کی شرح دیکھی ہے۔ (۱۷) عون المعبود ابوطیب محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ یہ چھ جلدوں میں بارہ حصے مکمل شرح ہے۔ (۱۸) المنھل المورود مؤلف.......... یہ مختصر اور مفید شرح ہے۔ (۱۹) انوار المحمود علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے افادات کا مجموعہ ہے۔ (۲۰) بذل المجھود مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی پانچ جلدوں میں عندالکل مقبول ومعروف شرح ہے۔ اب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی کی تعلیقات نفیسہ کے ساتھ جامعہ معہد الخلیل مکتبہ الشیخ سے چھپ رہی ہے۔ (۲۱) فلاح وبہود شرح قال ابوداؤد (اردو) مولانا محمد حنیف گنگوہی فاضل دارالعلوم دیوبند۔ (۲۲) المنھل العذب المورود شیخ محمود خطاب سبکی۔ یہ کتاب الحج کے باب التلبیۃ تک دس جلدوں میں نہایت جدید ومبسوط شرح ہے۔ یہ فہرست ہے شروحات سنن ابوداؤد کی لیکن ان میں سے اکثر نامکمل اور اب نایاب ہیں صرف بذل المجھود متداول ہے باقی الاقلیل۔

اتباع سنت اور بشارت جنت کا واقعہ: اب مقدمے کو امام ابوداؤد کی زندگی کے ایک خوش آئندہ اور اہم واقعہ پر سمیٹا جاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوداؤدؒ دریا کے کنارے کھڑے تھے اور دریا میں آدھے فرلانگ کے فاصلے پر گہرے پانی میں جہاز کھڑا تھا اس جہاز پر موجود ایک شخص کو چھینک آئی جس کی "الحمد للہ" کی آواز موصوف کے کان میں پڑی کیونکہ فاصلہ خاصا تھا امام ابوداؤدؒ نے تین درہم میں کشتی کرائے پر کی اور اس میں بیٹھ کر پانی میں جہاز تک پہنچے اور وہاں پہنچ کر اسے جواب میں "یرحمك اللہ" کہا تو غیب سے آواز آئی اے امام ابوداؤد تو نے تین درہم میں جنت خرید لی۔ سبحان اللہ، حالانکہ شرعی طور پر جواب کے وجوب کے لیے اتحاد مجلس یعنی مجلس کا ایک ہونا شرط ہے لیکن محبت تو جذبۂ اتباع سے سرشار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سلف صالحین کی عادات کو اپنانے اور طریقۂ نبوی ﷺ کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

علم حدیث

تعریف علم حدیث: حدیث کا لغوی معنی بات، ذکر، خبر: عندالعرب لفظ حدیث کا مطلب ومفہوم وہی ہے جو ہمارے ہاں

(اردو میں) مراد ہوتا ہے گفتگو، کلام، بات: تو لفظ حدیث کا لغوی معنی کلام اور بات ہوا۔

حدیث کی اصطلاحی تعریف: اقوال الرسول ﷺ وافعاله واحواله. اصطلاح وعرف میں حدیث مطلق بات کو نہیں بلکہ رسول اکرم ﷺ کے اقوال، اعمال، احوال، تقریرات کو کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ حدیث حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی بات اور آپ ﷺ کے جسد اطہر سے صادر شدہ اعمال اور وہ عمل جو آپ ﷺ کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے نکیر نہ فرمائی ہو عرف میں اس کو حدیث کہتے ہیں۔

حدیث، خبر، اثر، سنت: لفظ حدیث کا اطلاق نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب پر ہوتا ہے۔ خبر جو حضور ﷺ کے سوا سے مروی ہو اور بعض نے حدیث کا اطلاق واستعمال خبر پر بھی کیا ہے تو اس وقت یہ مرادف (ہم معنی) ہوں گے اور بعض نے حدیث کو خاص مرفوع پر اور خبر کو مرفوع وموقوف دونوں پر بول کر عموم وخصوص کی نسبت ثابت کی ہے کہ ہر خبر حدیث ہے ہر حدیث خبر نہیں کہ مرفوع حدیث بھی ہے اور خبر بھی لیکن موقوف خبر ہے حدیث نہیں۔ اثر کا استعمال خبر کی طرح ہے اور خبر واثر مرادف ہیں۔ سہل انداز میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

حدیث ومرفوع: قول رسول ﷺ کو کہتے ہیں۔ خبر وموقوف قول صحابیؓ کو کہتے ہیں۔ اثر ومقطوع: قول تابعیؒ کو کہتے ہیں، بندہ کے نزدیک یہ اقرب الی الفهم ہے۔ سنت یہ حدیث، خبر، اثر سب کو مشتمل اور مستعمل ہے عند الاکثر مرادف حدیث ہے قول کی بنسبت اس کا زیادہ تر استعمال عمل (رسول ﷺ) پر ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ تمام تفصیل وفرق عند الاصولیین ہیں عرف میں لفظ حدیث مرفوع، موقوف مقطوع ومنقطع، خبر، اثر سب پر بلا تأمل مستعمل ومتداول ہے چنانچہ کئی ایسی کتابیں جن میں آثار جمع کیے گئے ہیں یا اکثر آثار ہیں ان کو بھی حدیث کی کتابیں گنا اور کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اب یہاں دو علم ہیں۔ (۱) علم اصول حدیث (۲) علم حدیث۔ اور دونوں کی تعریف منفرد اور جدا جدا ہے۔

علم اصول حدیث: (۱) علامہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ ہجری نے الفية الحديث میں یوں تعریف کی ہے۔

علم الحديث ذو قوانين تُحَدّ　　　يُدْرٰى بها احوال متن وسند

''علم حدیث کی تعریف ایسے قواعد سے کی گئی ہے کہ جس کے ذریعہ سے متن وسند کی پہچان ہو۔''

(۲) علامہ زرقانیؒ اور شیخ عز الدین ابن جماعہؒ نے علم اصول حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے۔

هو علم بقوانين يُعرَف به اقوال الرسول وافعاله واحواله من صحة وحسن. ''علم اصول حدیث ایسے قواعد کا جاننا ہے کہ جن سے نبی ﷺ کے قول فعل واحوال کی صحت وحسن معلوم ہو۔''

علم حدیث کی تعریف: علامہ عینیؒ متوفی ۸۰۰ ہجری اور شیخ کرمانیؒ متوفی ۷۸۶ ہجری نے علم حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔

هو علم يعرف به اقوال الرسول ﷺ وافعاله واحواله وتقريراته.

''علم حدیث وہ ایسا علم ہے جس سے نبی ﷺ کے اقوال طیبہ، افعال کریمہ، احوال حسنہ اور تقریرات مواظبہ معلوم ہوں۔''

علم حدیث کی تقسیم: پھر علم حدیث عند المحدثین دو قسموں کی طرف منقسم ہے۔ (۱) علم روایۃ الحدیث۔ (۲) علم درایۃ الحدیث۔ علم روایۃ الحدیث جس میں حدیث کی فنی حیثیت، صحت، سقم، سماع، اتصال، انقطاع وغیرہ امور کثیرہ سے بحث ہوتی ہے۔ عام طور پر ائمہ اسماء رجال اور محدثین اسی سے بحث کرتے ہیں۔ **علم دراية الحديث.** حدیث دانی، استنباط، مسائل کا استخراج، تطبیق عند التعارض، احکام وانواع جیسی مباحث جن سے فقہاء، مجتہدین اور اصولیین بحث کرتے ہیں۔

حدیث کی وجہ تسمیہ: (۱) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ متوفی ۸۵۲ ہجری نے وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ لفظ حدیث ضد ہے قدیم کی بمعنیٰ (نیا) کیونکہ کتاب اللہ قدیم ذات کا کلام ہے تو قدیم ہوا اور حدیث بعد میں اس کی تشریح وتوضیح ہے اس لیے نام رکھا گیا حدیث۔

(۲) علامہ شبیر احمد عثمانیؒ متوفی ۲۱ صفر ۱۳۶۹ ہجری نے وجہ تسمیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ حدیث مشتق ہے تحدیث بالنعمة (نعمت بیان کرنا، شکریہ ادا کرنا) سے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اپنے تین انعام بطور خاص یکجا گنوائے اور ان کے شکر کا حکم دیا ہے۔

الم یجدك یتیما فاوی	کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر ٹھکانا دیا
ووجدك ضا لا فهدی	اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے خبر (متلاشی حق) پایا پھر راستہ بتایا
ووجدك عائلا فاغنی	اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا پھر غنی کر دیا
فاما الیتیم فلا تقهر	یتیم پر سختی نہ کیجئے
واما السائل فلا تنهر	سو سائل (مانگنے والے) کو نہ جھڑکیے
واما بنعمة ربك فحدث	اور اپنے رب کی نعمت کو بیان کیجئے

پہلے تین نعمتوں کا ذکر ہے۔ پھر ان پر شکریہ کا حکم ہے۔ حضور ﷺ نے نعمت رسالت ونبوت کو جتنا بولا وہ حدیث ہے آپ کی زبان مبارک وحی (متلوّ یا غیر متلو) کے بغیر امور دینیہ میں نہیں کھلتی اور نہ ہی بولتے ہیں۔ قرآن شاہد ہے۔

﴿وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى﴾ ''وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں ان کا کلام سراسر وحی ہے۔''

علم غیبے کس نہ می داند بجز پروردگار	ہر کسے گوید کہ مے دانم از و باور مدار
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل	جبرئیلش نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار
پروردگار کے سوا علم غیب کوئی نہیں جانتا	جو کہے میں غیب جانتا ہوں اس پر اعتماد مت کر
مصطفیٰ ہرگز نہیں بولتے جب تک جبرئیل نہ بولے	جبرئیل بھی اس وقت تک نہیں بولتے جب تک اللہ کا حکم نہ آئے

مذکورہ تفصیل سے دونوں وجوہ تسمیہ واضح ہو گئیں، خوب سمجھ لیجئے۔

حدیث کا موضوع: شیخ کرمانیؒ نے علم حدیث کا موضوع بیان کیا ہے "ذات الرسول من حیث انه نبیؐ"علم حدیث کا موضوع (زیر بحث آنے والی چیز) آنحضرت ﷺ کی ذات ہے بحیثیت نبی، آپ ﷺ کی نبوی زندگی سے بحث علم حدیث کا موضوع ہے کہ حضور ﷺ نے کیا فرمایا، کیسے کھایا، کیا پہنا، اپنوں پرایوں سے کیا سلوک کیا، خوشی، غمی، جنگ وامن میں، اور امیر وگدا، احباب واعداء سے کس طرح معاملہ فرمایا اور حکم دیا۔

سوال: علامہ کافیجیؒ نے اس موضوع پر اعتراض کیا ہے کہ ذات الرسول علم طب کا موضوع ہے جس میں بدن کی صحت وسُقم سے بحث ہوتی ہے مجھے تعجب ہے کہ علم حدیث کا موضوع ذات الرسول کیسے ہوسکتا ہے جو فی الحقیقۃ علم طب کا موضوع ہے۔

جواب: حافظ ابن حجرؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ میں علامہ کافیجیؒ کی بات پر متحیر ہوں کہ اتنی سادہ سی بات کا ادراک نہ کرسکے اور موضوع پر اعتراض کر دیا حالانکہ موضوع میں "من حیث انه نبی" قید موجود ہے کہ ذات الرسول بدن انسانی کی وجہ سے علم حدیث کا موضوع نہیں بلکہ بحیثیت نبی ورسول علم حدیث کا موضوع ہیں، علم طب کا موضوع محض بدن انسانی ہوتا ہے، نہ کہ بحیثیت پیغمبر ورسول۔ علم حدیث اور علم طب کا موضوع دو الگ چیزیں ہیں۔ یہ موضوع مطلق علم حدیث کا ہے۔

علم روایت حدیث کا موضوع بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ "من حیث الاتصال والانقطاع المرویات والروایات" اور علم درایت حدیث کا موضوع ﴿الروایات والمرویات من شرح الالفاظ و استنباط الاحکام منها﴾ اور علم اصول حدیث کا موضوع المتن والسند ہیں۔ (اوجز المسالک ۱/ ۷)

اس طرح علم حدیث کے موضوع میں چار چیزیں ذکر ہوئیں۔ فتدبّر!

غرض وغایت کی تعریف: غرض اس قصد وارادہ کو کہتے ہیں جس کے حاصل کرنے کے لیے کوئی فعل کیا جائے اور غایت وہ نتیجہ ہے جو اس فعل پر حاصل ہو۔ مثلاً کتاب خریدنا بازار جانے کے لیے غرض ہے اور کتاب خرید لینا غایت ہے، تو غرض وغایت دونوں مصداق کے اعتبار سے ایک ہیں صرف ابتدا اور انتہاء کا فرق ہے۔

علم حدیث کی غرض وغایت: علم روایت الحدیث کی غرض "معرفة الصحیح عن غیره" ہے۔

☆ الاهتداء بهدی النبی ﷺ. ☆ علامہ کرمانیؒ کہتے ہیں حدیث کی غرض وغایت الفوز بسعادة الدارین ہے۔

☆ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات ومرضیات کو معلوم کرنا اور ان پر عمل کرتے ہوئے ان کو راضی کرنا علم حدیث کی غرض وغایت اور مقصود ہے۔ علمی وعملی زندگی میں پیش نظر رہے کہ ہم اس میں کس حد تک کامیاب ہو رہے ہیں۔

علم حدیث کی شرافت اور طالب حدیث کی فضیلت

(۱) مثل ما بعثنی اللّٰه تعالٰی به من الهدی والعلم کمثل غیث اصابا ارضا...... (مشکوٰۃ ۱/ ۳۵)

اس علم وہدایت کی مثال جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا اس بارش کی ہے جو ہموار زمین کو پہنچے۔ (بخاری ومسلم) جس طرح بارش سے حیات الابدان (زندگی، ہریالی سرسبزی وشادابی) حاصل ہوتی ہے بالکل اسی طرح ہدایت کے

خوشگوار پانی سے انسانوں میں صداقت، عدالت، حیاء، حجاب، شجاعت، صلہ رحمی، غمخواری، الفت، محبت، مدارات، مساوات، اخوت و بھائی چارگی جیسی صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہیں جس سے معاشرہ نظیر جنت بن جاتا ہے۔ کہ خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کے لیے مفید (فائدہ دینے والا) ہوں کیونکہ یہ خلاف عقل ہے کہ ہرا بھرا شجر (درخت) دوسروں کو تو سایہ پہنچائے اور خود دھوپ میں ہو۔ نہیں! خود عمل کریں اور دوسروں کو اسلام وعمل کی دعوت دیں۔ یعنی پانی سے جسمانی زندگی ہے، علم سے روحانی زندگی ہے، اس حدیث میں مثال سے سمجھایا گیا ہے۔

(۲) عن ابن مسعودؓ نضر الله امرا سمع مقالتی، فحفظها، ووعاها، وادی ها، فرب حامل فقهٍ الی من هوا فقه منه. (مشکوٰۃ ص ۳۵)

ابن مسعودؓ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو تر و تازہ، باغ و بہار اور خوش وخرم رکھے جس نے میری بات (حدیث) کو سنا پھر اس کو یاد کیا اور محفوظ کیا اور دوسروں تک پہنچایا بسا اوقات کم سمجھ والا اپنے سے زیادہ فہم وفقہ والے تک پہنچا تا ہے۔

آج ہم اولیاء اللہ اہل علم اور نیک لوگوں سے دعائیں کراتے ہیں، جو یقیناً مفید عمل ہے، اس سے بہتر کیا ہوگا کہ سرور کونین سرتاج الانبیاء سب کے رہنما اللہ کے محبوب پیغمبر ﷺ کی دعاء ہمیں حاصل ہو جائے، جس کا واحد ذریعہ تعلیم وتعلم اور حدیث نبوی میں مصروفیت اور اپنے آپ کو اسی سے جوڑے رکھنا ہے۔

(۳) عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم ارحم خلفاءی قلنا ومن خلفاء ک یا رسول الله قال الذین یروون احادیثی ویعلمونها الناس. (کنز الاعمال ج ۱۰ ص ۲۲۱ وطبرانی)

''ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے خلفاء (نائب و وارث) کون ہیں تو جواب میں فرمایا جو میری احادیث کو روایت کریں اور لوگوں کو سکھائیں۔ اس میں طالب، عامل ومبلغ حدیث کے لیے منصب خلافت اور دعاء رحمت فرمائی ہے۔

(۴) عن ابی هریرةؓ..... من سلك طریقا یلتمس فیه علما سهل الله به طریقا الی الجنة. (مختصر من المشکوۃ)

جو طلب وجستجوئے علم کے لیے چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ سہل وآسان فرما دیتے ہیں۔ یہ دخول جنت سے قرینہ وکنایہ ہے۔ یہ بھی طالب حدیث کے لیے فضیلت ہے کہ علم حدیث کو اوڑھنا بچھونا بنائے اور علم سے مطمح نظر رضا، باری تعالیٰ ہو، اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں عزت سے سرفراز فرمائیں گے۔

فائدہ: آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا اور امت کی ہدایت ورہنمائی کے لیے رسول بنایا اور حکم دیا

اتل ما اوحی الیك من الکتاب. (عنکبوت: ٤٥)

''اور جو کتاب آپ کی طرف وحی کی گئی اس کی تلاوت کیجیے۔''

واتل علیهم نبأ ابنی آدم بالحق. (مائدہ: ٢٦)

''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کا سچا قصہ پڑھیے۔''

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس. (نحل: ٤٤)

''ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کریں۔''

وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین. (ذاریات: ٥٥)

''آپ نصیحت کیجئے یقیناً نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے۔''

آیات بالا سے صراحۃً دو حکم ثابت ہورہے ہیں۔ (۱) تلاوت (۲) تبیین وتذکیر۔ آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی ہے اور تشریح، تفسیر، تبیین، تذکیر بھی فرمائی ہے پہلی قسم کو کتاب اللہ اور دوسری قسم کو سنت رسول اللہ، حدیث مبارکہ کہتے ہیں اور حضور ﷺ کے دہن مبارک سے جو تفسیر وتشریح اور احکام نکلے ان بکھرے موتیوں کو جہاں انتہائی احتیاط اور اعلیٰ ترین معیار وشرائط سے پرویا اور جمع کیا گیا ان کا نام کتب حدیث ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے...... ''ما اٰتاکم الرسول فخذوہ ومانھا کم عنہ فانتھوا واتقوا اللہ.'' (حشر: ۷) پیغمبر جو تمہیں حکم دیں لے لو (تعمیل کرو) اور جس سے تم کو روکیں رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔

امت پر حضور ﷺ کی اطاعت ایمان کے لیے شرط اور حضورؐ کا طریقہ اعمال کے لیے فرض کیا گیا۔ اطاعت رسول اللہ ﷺ کے بغیر ایمان معتبر نہیں، اور حضور کے طریقہ کے بغیر عمل مقبول نہیں، اس لیے اہل حق کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہزاروں سال ''لا الہ الا اللہ'' کی رٹ لگا تا رہے ہرگز ہرگز مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک ''محمد رسول اللہ'' نہ کہے۔ تو ثابت ہوا ایمان اور عمل کے لیے اللہ کا حکم اور رسول کا طریقہ ضروری ہے۔ اب یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ قرآن مجید اور حدیث مبارکہ دونوں حجت اور واجب العمل ہیں۔

حجیت حدیث کی دلیل: (۱) فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم. ''تیرے رب کی قسم یہ ایمان دار ہو ہی نہیں سکتے یہاں تک کہ اپنے اختلافی امور میں آپ سے تصفیہ کرائیں۔'' (نساء: ٦٥) اس آیت میں حضورؐ کی کلی اتباع کا حکم ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بات (حدیث) تو نہ مانیں اور متبع سنت اور مؤمن ومحب رسول کہلائیں۔ ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

(۲) قالت من انبأک ھذا قال نبأنی العلیم الخبیر. (التحریم: ۳) انہوں نے کہا آپ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے علیم وخبیر ذات نے خبر دی۔ تفصیل قصہ یہ ہے حضرت عائشہؓ کہتی ہیں آپ ﷺ عصر کے بعد کھڑے کھڑے تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے، ایک دن سیدہ زینبؓ کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ٹھہرے اور شہد تناول فرمایا، مجھے رشک آیا میں نے اور حضرت حفصہؓ نے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ ہم دو میں سے جس کے پاس بھی آئیں، وہ کہے کہ آپ ﷺ نے مغافیر (کریھۃ الرائحہ بدبودار بوٹی) پی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے شہد نوش کیا ہے میں نے کہا شاید شہد کی مکھی مغافیر کے پیڑ پر بیٹھی ہو اور اس کا رس چوس لیا ہو، آپ ﷺ نے قسم کھائی کہ میں آئندہ شہد نہ پیوں گا، اور تا کہ حضرت زینبؓ کو تکلیف نہ ہو یہ فرمادیا کہ تم اس کو نہ بتانا، لیکن جب انہوں نے بتادیا تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو اس

کی خبر دے دی، جب حضور ﷺ نے ان کو بتایا تو کہنے لگیں آپ کو کس نے بتایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **نبأنی العلیم الخبیر** کہ مجھے علیم و باخبر ذات نے بتایا ہے۔ (بیان القرآن ابن کثیر بروایت صحیح بخاری)

استدلال: اس آیت میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے راز فاش ہونے کی خبر حضور ﷺ کو دی، حالانکہ قرآن کریم میں اس کا کہیں ذکر نہیں کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو احکام وقصص وحی متلو، وحی جلی کے سوا وحی غیر متلو، وحی خفی کے ذریعے بھی دیئے گئے اگر وحی کی دوسری قسم حدیث حجت نہیں تو کوئی (منکر حدیث) اس پارہ، سورۃ، رکوع، آیت، جملہ، کلمہ کی نشاندہی کرے اور دکھائے کہ جس میں اس واقعہ کی خبر دی گئی ہو...... اگر کوئی دلیل لائے تو انعام پائے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اب یہ واضح ہوگیا کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا حجت ہونا بھی قرآن پاک سے ثابت ہے حدیث کا انکار قرآن ہی کا انکار ہے۔

(۳) عقلی دلیل: (اہل خرد کے لیے) اگر حدیث پر اعتماد بھروسہ نہ کیا جائے اور علم حدیث پر ہوا پرستی کی تلوار چلا دیں تو اہم العبادات اور ارکان اسلام میں مہتم بالشان نماز کی مکمل حقیقت، طریقہ ادائیگی، قیام وقعود، تشہد و درود معلوم نہ ہوگی مثلاً فجر کی صرف دو رکعات نماز ہی ثابت نہ ہو سکے گی۔ اگر کوئی منکر حدیث اس کا مدعی ہے تو آیت لائے جس میں ذکر ہو کہ فجر کی نماز کل چار رکعات: دو فرض دو سنت مؤکدہ ہیں؟ اسی طرح اگر حدیث کو نہ مانیں تو صرف حضرت زیدؓ کے علاوہ آپ کو کوئی صحابی رسول ﷺ نہ ملے گا کیونکہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عشرہ مبشرہ، شہداء بدر، شرکاء بیعت رضوان رضی اللہ عنہم وغیرہ کو آپ کہاں سے ثابت کریں گے کیا یہ سب فرضی نام واشخاص ہیں یا حقیقت؟ اگر حدیث حجت نہیں تو یہ کہاں سے ثابت ہیں۔ حدیث رسول اللہ ﷺ کو مان کر ہی تعمیر اسلام کی تکمیل ہوگی۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ دونوں پر یقین رکھنا صحیح ماننا قرآن ہی سے ثابت ہے قرآن متن اور حدیث اس کی تشریح ہے۔

کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر. (بقرۃ: ۱۷۸)

''تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔'' اس آیت میں فجر کے سفید دھاگے اور سیاہ دھاگے کا ذکر ہے جس کی تصریح وتعیین حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہوئی ہے کہ اس سے مراد صبح صادق (پو پھوٹنا) ہے نہ کہ حسی دھاگے جیسا کہ عدی ابن حاتمؓ نے سمجھا۔ کیونکہ صاحب کلام کی منشاً ورضا کو جان کر ہی اس کی تشریح کی جاسکتی ہے نہ کہ اپنی مرضی سے اگر ہر کس و ناکس ہی قرآن کی تفسیر اپنی مرضی سے بلا لحاظ حدیث، لغات ...... کرنے لگے تو یہ علم تفسیر مذاق بن جائے۔ ایمان وامن اسی میں ہے کہ قرآن وحدیث کو صدق دل سے تسلیم کریں اور عمل کریں اور اسے اپنی بساط کے مطابق دوسروں تک پہنچائیں۔

مزید ایک حوالہ صحابہ کرام کہتے ہیں: **کان الوحی ینزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویحضرہ**

جبریل بالسنة التی تفسّر ذلك. (ترجمان السنة ج ۱/ ۱۲۳)

اپ پروحی نازل ہورہی تھی اور جبریل آپ کے پاس وہ سنت لاتے جو اس کی تفسیر کردیتی۔ حجیت حدیث کے لیے بے شماردلائل ہیں۔ مشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر ذکر کردیا کیونکہ علم وعمل کے خواہی کے لیے ایک بات ہی کافی ہے جو کتاب سے بندہ کامقصود ہے بے نتیجہ بحث وتحمیص کے لیے کتب خانے بھی کافی نہیں۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

محدثین کی اصطلاحات یعنی حدیث کی اقسام

مختلف اعتبارات سے احادیث کی چند تقسیمات اور متعدد اقسام ہیں ذیل میں ترتیب وار ہر قسم اور اس کی جملہ اقسام کو مع تعریفات ذکر کیا جاتا ہے، عندالمحدثین چھ اعتبار سے احادیث کو تقسیم کیا گیا ہے۔

محدثین کے ہاں حدیث کی چند قسمیں ہیں۔ اولاً حدیث راویوں کی کثرت کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔

(۱) متواتر (۲) خبرواحد۔

(۱) متواتر وہ حدیث ہے جس کے روایت کرنے والے ہر دور میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے کذب پر متفق ہونے کو عقل سلیم محال سمجھے اور آخری راوی اپنے دیکھے یا سنے ہوئے امر کو بیان کرے۔ (۲) خبرواحد وہ حدیث جس کے راوی اتنی زیادہ تعداد میں نہ ہوں۔

خبرواحد رواۃ کی تعداد کے اعتبار سے تین اقسام پر ہے۔ (۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔

(۱) مشہور وہ حدیث جس کے راوی کسی زمانے میں بھی تین سے کم نہ ہوں اس کو مستفیض بھی کہتے ہیں۔ (۲) عزیز وہ حدیث جس کے راوی کبھی بھی دو سے کم نہ ہوں۔ (۳) غریب وہ حدیث جس میں کہیں نہ کہیں ایک راوی ہو اس کو فرد بھی کہتے ہیں۔

ثالثاً خبرواحد اپنے منتہیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔ (۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع

(۱) مرفوع وہ حدیث جس میں حضورؐ کے قول عمل یا تقریر کا ذکر ہو۔

(۲) موقوف وہ حدیث جس میں صحابیؓ کے قول فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

(۳) مقطوع وہ حدیث جس میں تابعیؒ کے قول فعل یا تقریر کا بیان ہو۔

رابعاً خبرواحد راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم پر ہے۔

(۱) **صحیح لذاتہ:** وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور وہ معلل شاذ ومنکر نہ ہو۔

فائد: عادل وہ ہے جو کذب، تہمت کذب، فسق، جہالت، بدعت سے محفوظ ہو۔ ضابط وہ ہے جو فحش غلطی، غفلت وہم، مخالفت ثقات اور سوئے حفظ سے محفوظ ہو۔

(۲) حسن لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کا راوی صرف ضبط میں ناقص ہو باقی صحیح لذاتہ کی جملہ شرائط کا حامل ہو۔
(۳) صحیح لغیرہ: وہ حسن لذاتہ حدیث ہے جس کی سندیں کثیر ہوں۔
(۴) حسن لغیرہ: اس حدیث ضعیف کو کہتے ہیں جس کی سندیں بہت ساری ہوں۔
(۵): ضعیف وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی شرائط نہ ہوں مثلاً راوی کاذب یا فاسق یا سیّء الحفظ ہو یا اس کی سند منقطع ہو۔
(۶) موضوع: وہ حدیث ہے جس کے راوی پر حدیث نبوی میں کذب بیانی کا طعن موجود ہو۔
(۷) متروک: وہ حدیث ہے جس کا راوی متہم بالکذب ہو یعنی راوی کے متعلق حدیث کے علاوہ دوسرے معاملات میں جھوٹ بولنا ثابت ہو جائے یا وہ روایت قواعد معلومہ فی الدین کے خلاف ہو۔
(۸) شاذ: وہ حدیث ہے جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہے۔
(۹) محفوظ: وہ حدیث ہے جو شاذ کے مقابل ہو یعنی اوثق راوی کی حدیث۔
(۱۰) منکر: وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے اور وہ حدیث بھی منکر ہے جس کا راوی فاحش الغلط یا کثیر الغفلة یا ظاهر الفسق و البدعة ہو۔
(۱۱) معروف: وہ حدیث ہے جو منکر کے مقابل ہو یعنی ثقہ اور قوی راوی کی حدیث۔
(۱۲) معلل یا معلول: وہ حدیث ہے جس میں کوئی ایسی علت خفیہ اور پوشیدہ خرابی ہو جو صحت حدیث کے لیے باعث نقصان ہو مثلاً حدیث کا راوی ضبط میں کمی کی وجہ سے وہمی ہو گیا ہو یا وہ موقوف کو مرفوع بیان کر رہا ہو وغیرہ اس علت کو معلوم کرنا ماہرِ فن ہی کا کام ہے۔
(۱۳) مضطرب: وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔
(۱۴) مقلوب: وہ حدیث ہے جس میں نسیاناً سند یا متن میں تقدیم و تاخیر واقع ہو جائے یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے مثلاً مرہ بن کعب کی جگہ کعب بن مرہ کر دیا جائے یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھ دیا جائے۔
(۱۵) مصحف: وہ حدیث ہے جس میں باوجود صورت باقی رہنے کے نقطوں اور حرکات و سکنات کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو گئی ہو مثلاً مراجم کی جگہ مزاحم اور اُبَیّ کی بجائے اَبِیْ اور اگر لفظ کیساتھ صورت بھی بدل جائے تو وہ حدیث محرّف ہے مثلاً ''عمر کی جگہ عامر''
(۱۶) مدرج: وہ حدیث ہے جس میں کسی جگہ راوی تشریح کی غرض سے اپنا یا کسی راوی یا تابعی کا کلام درج کر دے یا دو حدیثوں کے دو متن الگ الگ اسناد سے مروی ہوں اور انہیں ایک ہی سند سے روایت کرے۔

خامساً خبر واحد راوی کے سقوط اور عدم سقوط کے اعتبار سے سات قسم پر ہے۔
(۱) متصل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں پورے راوی مذکور ہوں کوئی راوی ساقط و حذف نہ ہو۔

(۲) مسند: وہ حدیث ہے کہ جس کی سند حضور تک کامل و متصل ہو۔
(۳) منقطع: وہ حدیث ہے جس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو۔
(۴) معلّق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں سے ایک یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں، تعلیق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ سند کے تمام راوی حذف کر کے حدیث بالواسطہ حضور ﷺ کی طرف یا صحابی کا نام لے کر حضور ﷺ کی طرف منسوب کر دیں جیسا کہ احادیث مشکوٰۃ میں ہے، عن عائشة رضى الله عنها.
(۵) معضل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان کوئی راوی گرا ہوا ہو یا اس کی سند میں ایک سے زائد راوی مسلسل یعنی علی التوالی (پے در پے) گرے ہوئے ہوں، اور اگر دو راوی دو مختلف مقامات پر علیحدہ علیحدہ ساقط ہوں تو وہ حدیث معضل نہیں بلکہ منقطع ہوگی۔
(۶) مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یعنی تابعی کے بعد کوئی راوی صحابی یا تابعی ساقط ہو۔
فائدہ: یہ حدیث عند الاحناف مقبول ہے کیونکہ صحابہؓ تمام کے تمام عدول ہیں نیز یہ کلام مرسل ثقہ میں ہے اور ظاہر ہے کہ ثقہ آدمی اسی راوی کو ساقط کر سکتا ہے جو معتمد اور ثقہ ہو کیونکہ غیر ثقہ کو ساقط کرنا شان ثقہ کے خلاف ہے تو گویا تبع تابعی نے کمال وثوق و اعتماد کی وجہ سے اس تابعی کو ساقط کر دیا ہے۔
(۷) مدلّس: وہ حدیث ہے جس کے راوی کی عادت یہ ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپا لیتا ہو اور یہ راوی جس شخص سے روایت کرتا ہے اس سے اس نے ملاقات کی ہو یا وہ اس کا ہم عصر ہو مگر اس نے اس روایت کو اس سے سنا نہ ہو اور پھر بھی ایسے الفاظ میں بیان کرتا ہو جن سے سماع کا شبہ اور وہم ہوتا ہو مثلاً عن فلان یا قال فلان.
فائدہ: اور اگر اس راوی کی مروی عنہ سے ملاقات اور معاصرت ہی ثابت نہ ہو تو یہ حدیث باتفاق محدثین منقطع ہوگی کیونکہ اس صورت میں سماع کا وہم تک نہیں۔
سادساً خبر واحد صِیَغ اداء کے اعتبار سے دو قسم پر ہے۔(۱) معنعن (۲) مسلسل۔
☆ معنعن: وہ حدیث ہے جس کی سند میں لفظ عَن ہو اس کو حدیث عنعنہ بھی کہا جاتا ہے۔
☆ مسلسل: وہ حدیث ہے جس کی سند میں صیغ اداء راویوں کے اوصاف اور حالات ایک طرح کے ہوں مثلاً ہر راوی یوں کہتا ہے سمعت فلانا يقول یا کسی سند کے تمام راوی فقیہ ہوں یا مثلاً دمشقی ہوں اور مثلاً حدیث...... اللهم اعنى على ذكرك و شكرك وحسن عبادتك. مسلسل باخذ اليد ہے کہ اس میں ہر راوی اخذید کا ذکر کرتا ہے۔ یا مسلسل بالماء والتمر وغیرہ۔

تاریخ تدوین الحدیث

علم حدیث کو ضبط کرنا دو قسم پر ہے (۱) ضبط صدر وسینہ (۲) ضبط کتابت وسفینہ۔ پہلے دور میں ضبط صدر یعنی یاد کرنا

معروف اور رائج تھا کہ سینے میں محفوظ و یاد رکھتے تھے کیونکہ اس وقت حافظے بہت قوی تھے اور خیر القرون کا زمانہ تھا۔ ضبط کتابت یعنی تحریری طور پر محفوظ کرنا۔

پھر ضبط کتابت کی دو قسمیں ہیں (۱) مطلق کتابت (۲) مستقل کتابت بصورت تصنیف۔ مطلق کتابت حدیث قرون اولی میں مختلف فیہ تھی، ابتداء میں بعض حضرات فرماتے تھے کہ کتابت حدیث مکروہ ہے، تاکہ الفاظ حدیث کا الفاظ قرآنیہ کے ساتھ التباس واختلاط نہ ہو جائے۔ لیکن پھر صحابہ کے اخیر زمانے میں سب کے سب حضرات اس امر پر متفق ہو گئے کہ کتابت حدیث بلاشبہ جائز بلکہ مستحسن ہے اور اب اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ کتابت حدیث بصورت تصنیف کے پانچ طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ: طبقہ تابعین، پہلی صدی ہجری کے آخر میں خلیفۂ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ ہجری نے امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری المتوفی ۱۲۴ ہجری اور قاضی مدینہ امام ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اندلسی متوفی ۱۲۰ ہجری کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی یادداشت کے مطابق ایک ایک کتاب حدیث میں تصنیف کریں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام ابوبکر بن محمد کو یہ خط لکھا کہ ''انظرما کان من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم، فاکتبه، فانی خفت دروس العلم وذهاب العلماء. (مفتاح السنہ مطبوعہ مصر ص ۲۱۱) مشہور قول کے مطابق امام ابن شہاب زہریؒ نے سب سے پہلی کتاب ضبط فرمائی تو آپ پہلے مدون حدیث ہوئے اور پھر امام ابوبکر بن محمد نے تصنیف کی۔

طبقہ ثانیہ: طبقہ تبع تابعین: اس طبقہ میں مختلف علماء نے حدیث کی کتابیں ابواب کی ترتیب پر لکھیں۔ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ نے مؤطا مالک تحریر کی اور مکہ مکرمہ میں ابن جریجؒ نے، واسط میں ھشیمؒ نے، یمن میں معمر بن راشدؒ نے، خراسان میں عبداللہ بن مبارکؒ نے کوفہ میں سفیان ثوریؒ نے، شام میں عبدالرحمٰن اوزاعیؒ نے، بصرہ میں ربیع بن صبیحؒ نے اور رَےُ (موجودہ طہران) میں جریر بن عبدالحمیدؒ نے ایک ایک کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ زمانہ تقریباً ۱۵۰ ہجری (ڈیڑھ صدی) کا تھا۔

طبقہ ثالثہ: طبقہ مسانید: مسند وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی ترتیب رُتبی، یا ترتیب حروف ہجایا، ترتیب تقدم وتاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں مثلاً مسند دارمی وغیرہ، اس طبقہ میں امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد، عثمان بن ابی شیبہؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ، اسحٰق بن راہویہؒ نے مسند اسحٰق لکھی۔ یہ دور دوسری صدی کا آخر اور تیسری صدی کا آغاز تھا۔ ان تینوں طبقات میں حدیث کی کتابیں مخلوط تھیں، یعنی حدیث مرفوع اور موقوف وغیرہ میں، نیز حدیث صحیح اور حسن وضعیف میں کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔

طبقہ رابعہ: طبقہ صحاح ستہ: اس طبقہ میں مصنفین صحاح ستہ نے صحیح سند کے ساتھ صرف مرفوع احادیث لکھیں اور صحاح ستہ کو مرتب فرمایا، پھر صحاح ستہ میں بھی سب سے پہلے امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابوعبدالله محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے صحیح بخاری مرتب فرمائی، اس کے بعد ان کی اتباع میں باقی صحاح بھی لکھی گئیں۔

امام جلال الدین سیوطیؒ نے الفیۃ الحدیث میں ان چاروں طبقات کو منظوم کیا ہے ؂

او ل جامع الحدیث والاثر ابن شهاب آمرله، عمر

اول الجامع للابواب جماعة فی العصر ذو اقتراب

کابن جریج وھشیم مالك ومعمرو ولد المبارك

و اول الجامع باقتصار علی الصحیح فقط البخاری

طبقہ خامسہ: طبقہ متاخرین: اس طبقہ میں متاخرین محدثین نے اپنی سندوں سے خود روایت نہیں کی بلکہ جو متقدمین نے اپنی سندوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے انہوں نے اس کو صرف صحابی کے نام سے یا حضور ﷺ کی ذات گرامی سے ذکر کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عن ابی ہریرۃؓ علامہ محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی نے کتاب المصابیح اور صاحب مشکوۃ ولی الدین ابو عبداللہ خطیب تبریزیؒ نے مشکوۃ المصابیح مرتب فرمائی۔ جزاھم اللہ عن جمیع الامة ورفع درجاتھم وبرّد مضاجعھم والحقنابھم.
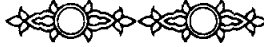
حدیث کی کتابوں کا تعارف

حدیث کی کتابیں وضع، ترتیب اور مضامین و مسائل کے اعتبار سے چند قسم پر ہیں

جامع: وہ کتاب ہے جس میں درج ذیل آٹھ مضامین کی احادیث مبارکہ مجتمع ہوں۔ مثلاً جامع البخاری، جامع الترمذی

سیر آداب تفسیر وعقائد فتن احکام اشراط ومناقب

فائدہ: صحیح مسلم کا شمار جامع میں نہیں کیونکہ اس میں کتاب التفسیر قلیل (نہ ہونے کے برابر) ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح مسلم کو جامع کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ **والحق ما ذکر (انعامات المنعم لطالبات المسلم)**

☆ سنن: وہ کتاب ہے جس میں احکام کی احادیث ابواب فقہیہ (**کتاب الطهارة. الصلوة.. الزکوة.. الحج.. النکاح ... البیوع. وغیرہ**) کی ترتیب کے مطابق بیان ہوں مثلاً سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، جامع وسنن ترمذی۔

☆ مسند: وہ کتاب ہے جس میں صحابہ کی ترتیب شرافت اسلامی یا ترتیب حروف ھجاء یا ترتیب تقدم وتاخر اسلامی کے لحاظ سے احادیث مذکور ہوں مثلاً مسند احمد و مسند دارمی۔

☆ معجم: وہ کتاب ہے جس کے اندر احادیث جمع کرنے میں مصنف اپنے اساتذہ کی ترتیب کا لحاظ رکھے مثلاً معجم طبرانی۔

☆ جزء: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی مسئلے کی احادیث یکجا ہوں مثلاً **جزء القراءة للبیهقی**۔

☆ مفرد: وہ کتاب ہے جس میں صرف ایک ہی محدث کی کل مرویات مذکور ہوں مثلاً ابو ہریرہ یا انس یا حذیفہ رضی اللہ عنہم۔

☆ غریب: وہ کتاب ہے جس میں ایک محدث کے شیخ کے تفردات جمع کیے گئے ہوں مثلاً: **الافراد للدار قطنی.**

☆ مستخرج: وہ کتاب ہے جس میں کتابوں کی حدیثوں کی اُن زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو جو مصنف کی ذاتی ہوں حتیٰ کہ وہ مصنف اس دوسری کتاب کے مصنف کے ساتھ جا کر اوپر سند میں شریک ہو جائے مثلاً مستخرج ابوعوانہ علیٰ صحیح مسلم۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ دوسری کتاب کی روایت پر مزید وثوق اور اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

☆ مستدرک: وہ کتاب ہے جس میں دوسری کتاب کی شروط کے موافق اس کی رہی ہوئی احادیث کو پورا کر دیا گیا ہو مثلاً مستدرک حاکم **علی الصحیحین.**

☆ رسالہ: وہ مجموعہ ہے جس میں خاص کسی ایک مقصد کی احادیث جمع کی جائیں مثلاً **کتاب الادب المفرد للبخاری.**

☆ اربعین: وہ مجموعہ ہے جس میں صرف چالیس احادیث اس لیے جمع کی جائیں کہ درج ذیل حدیث کی فضیلت وسعادت حاصل ہو جائے **من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینها، بعثه الله فقیها، وکنت له یوم القیامه شافعا وشهیدا.** (رواه البیهقی فی شعب الایمان وکنز. ۱۰/ ۲۲۴ رقم ۲۹۱۸۴) جس نے یاد کیں چالیس حدیثیں امور دینیہ میں سے اللہ اس کو قیامت کے دن فقیہ اٹھائے گا اور میں اس کے لیے شفیع اور شہید (گواہ) ہوں گا۔

کتب حدیث مقبول اور غیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں

(۱): وہ کتابیں جن میں تمام احادیث صحیح ہیں جیسے مؤطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم۔
(۲): وہ کتابیں جن میں حسن، صحیح، ضعیف، حدیثیں ہوں لیکن سب قابل حجت ہوں کیونکہ ضعیف حدیثیں بھی حسن کے قریب ہیں جیسے ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد۔
(۳): وہ کتابیں جن میں حسن، صالح، منکر ہر قسم کی حدیثیں جمع ہوں جیسے **سنن ابن ماجه، مسند عبدالرزاق، مسند طیالسی.**
(۴): وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں ضعیف ہوں **الا قلیل** جیسے نوادرالاصول حکیم ترمذی، تاریخ الخلفاء۔
(۵): وہ کتابیں جن میں سب حدیثیں موضوع (من گھڑت) ہوں جیسے موضوعات ابن الجوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر۔
صحاح ستہ: صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ۔
علم حدیث سے منسلک اور مشتغلین بالحدیث کا تعارف: ☆ طالب الحدیث، وہ مبتدی ہے جو تحصیل علم حدیث میں مشغول ہو☆ محدث: وہ شیخ اور استاد جو درس حدیث دیتا ہو☆ حافظ الحدیث: وہ محدث ہے جس کو ایک لاکھ احادیث سنداً و متناً یاد اور ازبر ہوں ☆ حجت فی الحدیث: وہ محدث ہے جس کو تین لاکھ احادیث سنداً و متناً و معنیً یاد ہوں مثلاً امام بخاری علی بن مدینی، یحییٰ بن معینؒ، عبداللہ ابن مبارکؒ وغیرہم اور امام ابو یوسفؒ کو صرف موضوع (من گھڑت) احادیث تین لاکھ یاد تھیں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کو صحیح احادیث کتنی یاد ہوں گی اور پھر ان کے شیخ امام اعظم ابوحنیفہ کو کس قدر احادیث محفوظ ہوں گی۔☆ حاکم فی الحدیث وہ محدث ہے جس کو تمام احادیث موجودہ ممکنۃ الحصول سنداً و متناً و معنیً وجرحاً وتعدیلاً یاد ہوں بلکہ مزید برآں یہ کہ اس کو راویوں کی تاریخ یعنی سن ولادت اور زمان ومکان تعلیم وغیرہ بھی یاد ہوں مثلاً امام احمد بن حنبلؒ کہ آپ کو سات لاکھ سے زائد احادیث یاد تھیں اسی طرح امام ابوزرعہ رازیؒ کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں۔
فائدہ: امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ حافظ الحدیث ہر چالیس سال میں پیدا ہوتا ہے۔

علم حدیث میں سند کی اہمیت وافادیت

اِسناد باب افعال کی مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں چڑھانا، اٹھانا، کہا جاتا ہے۔ **اَسْنده علی الجبل** اس کو پہاڑ پر چڑھایا۔ اصطلاح: میں اسناد کہتے ہیں بات کی سند قائل (کہنے والے) تک پہنچانا۔ سند کا مطلب سہارا۔
اصطلاح میں سند کہتے ہیں۔ **حکایة طریق المتن یا مجموعة رجال الحدیث.** سند مفید اور ناگزیر ہے۔
سند کی اہمیت پر چند حوالے ذکر کیے جاتے ہیں جس سے سند کی افادیت واہمیت کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ (۱) **الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء.** (مقدمہ مسلم ص ۱۲) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ

اسناد دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا۔(۲) **بيننا و بين القوم القوائم يعني الاسناد** ہمارے اور لوگوں کے درمیان پائے ہیں۔یعنی سند(۳) **مثل الذی يطلب امر دينه بلا اسناد كمثل الذی يرتقی السطح بلا سلّم** (الاجوبۃ الفاضلہ ص۲۱)اس شخص کی مثال جو دینی علوم کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے اس آدمی جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھتا ہے۔(۴) سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: **الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم يكن معه سلاح فبای شیء يقاتل**. سند مؤمن کا ہتھیار ہے، جب اس کے پاس ہتھیار نہ ہو تو کس چیز سے مقابلہ کرے گا یا کسی چیز سے بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔(کیونکہ سبب دفاع سند ہے ہی نہیں)۔(۵) ﴿ **مثل الذی يطلب الحديث بلا اسناد كمثل حاطب ليل** ﴾ جو بلا سند حدیث حاصل کرتا ہے اس کی مثال رات کو ایندھن جمع کرنے والے کی سی ہے۔ (الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة ص ٤٤)

فائدۃ: سند اس امت کی خصوصیت ہے امم سابقہ اس سے محروم تھیں اور ہیں آج کوئی یہودی یا نصرانی اپنی سند اپنے نبی موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام تک بیان نہیں کرسکتا۔ **والحمد لله على هذا العطاء والشرف.**

تحمل حدیث اور الفاظ بیان: حدثنا...... محدثین فرماتے ہیں کہ جب استاد حدیث بیان کرے اور شاگرد سنیں اس کی تعبیر میں تلامذہ حدثنا کہیں گے اگر جماعت ہو اور اگر ایک طالب علم ہو تو حدثنی (مجھے میرے شیخ نے بیان کیا) اور جب طالب علم پڑھے اور شیخ واستاد سنے تو اخبرنا جماعت کے لیے اور اخبرنی (مجھے میرے شیخ نے خبر دی) ایک کے لیے بولا جاتا ہے۔اور اگر شیخ اپنا بیاض اور تحریر شدہ **موادو مسودة عارية يا ملكا** مطالعہ کے لیے طلبہ کو دیدے اور اس عنایت کے ساتھ روایت کی اجازت بھی دے دیں تو ایک کے لیے انبأنی اور جماعت کے لیے انبأنا استعمال ہوتا ہے۔جب شاگرد استاد کے سامنے پڑھے استاد سنے تو اس کو **قراءة** کہتے ہیں اور جب ایک پڑھے اور باقی سن رہے ہوں تو باقیوں کے حق میں **سماعة** ہوگا اور جب روایت کی اجازت دے تو **اجازة** ہوگا ورنہ **وجادہ**۔

اسی طرح ﴿ **سمعت فلانا اور قال لنا فلان** اور **ذكر لنا فلان** ﴾ بھی استعمال ہوتے ہیں اور تحمل حدیث میں ﴿ **المكاتبة، المراسلة، المناولة** ﴾ کے طرق بھی مشہور ہیں۔ **مکاتبة**. کہ محدث کہے ﴿ **حدثنی فلان فاذا بلغك كتابی فحدث به عنی بهذا الاسناد** ﴾ مجھے بیان کیا فلان نے جب تجھے میرا مکتوب پہنچے تو تو اس کو مجھ سے اسی سند کے ساتھ بیان کرسکتا ہے کے الفاظ سے اپنے تلمیذ کو حدیث دے۔ **مراسله** رساله بان يرسل الشيخ رسولا الى اٰخر ويقول للرسول بلغه عنی انه حدثنی فلان ..... **فاذا بلغتك رسالتی فَارْوِه عنی بهذا الاسناد**. شیخ قاصد بھیجے دوسرے کی طرف کہ پہنچا اس کو میری طرف سے مجھے بیان کیا فلاں نے جب تجھے میرا پیغام پہنچے سو تو اس کو اسی سند کے ساتھ مجھ سے روایت کرسکتا ہے کہ الفاظ سے اپنے شاگرد کو اجازت دے۔**المناولہ: اعطاء الشيخ الطالب شيئا من مروياته مع اجازته صريحا او كناية** شیخ طالب کو اپنی مرویات (روایت کردہ حدیثوں) کا کچھ حصہ عطا کرے اور صراحۃً یا کنایۃً اجازت بھی دے۔ (فتح الملهم ج ١ ص ٧٧)

☆ سند حدیث میں بعض الفاظ کا مخفف بھی استعمال کیا جاتا ہے جب اسانید میں لفظ انا آئے تو اصول حدیث کے مطابق یہ مخفف ہے اخبرنا کا اسی طرح صرف نا یہ مخفف ہے۔ حدثنا کا مثلا انا ابو عوانة اور ناھناد اصل میں اخبرنا ابو عوانة اور حدثنا ھناد ہوں گے لکھنے میں انا اور نا اور پڑھنے میں مکمل اخبرنا، حدثنا ہوں گے۔

فائدہ: ان الفاظ کے بارے میں یہ فرق ملحوظ رکھنا صرف مستحسن ہے جمہور محدثین کرامؒ اور حضرات ائمہ اربعہؒ کے نزدیک اگر ان الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جائے تو بھی جائز ہے اور حدیث کے حجت ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (فتح الباری ج۱ ص ۱۱۸ وتدریب الراوی)

تحویل سند کا طریقہ: اکثر اسانید میں حرف ”ح“ بھی آتا ہے یہ حرف تحویل السند کا مخفف ہے۔ علماء اہل مغرب اس کو تحویل پڑھتے ہیں اور علماء اہل مشرق میں سے مشہور نحوی امام سیبویہؒ (ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر امام البصر یین المتوفی ۱۸۰ ہجری وسیبویه لقب ومعناه رائحة التفاح مفتاح السعادة ج۱/۱۲۹) حروف تہجی کے قاعدہ کے مطابق ”ح“ پڑھتے ہیں اور مراد اس تحویل سے یہ ہوتی ہے کہ راوی سند کو اوپر کے مذکورہ راویوں کے حوالے کر دیتا ہے اور حرف ”ح“ سے نیچے سند دگنی اور متعدد ہوتی ہے۔

آداب طالب حدیث

چند آداب ترتیب وار لکھے جاتے ہیں، آغاز آپؐ کے فرمان عالی سے ہوتا ہے۔ من ارادان یحفظ العلم فعلیه ان یلازم خمس خصال: الاولی صلوة اللیل ولو رکعتین! الثانیة دوام الوضوء! الثالثة التقوی فی السرو العلانیة الرابعة ان یاکل للتقوی لاللشھوات! الخامسة السواك. ”جو شخص ارادہ کرے حفاظت علم کا پس لازم ہے اس پر اختیار کرنا پانچ خصلتوں کا: پہلی نماز تہجد اگرچہ دو ہی رکعت ہوں، دوسری ہر وقت باوضو رہنا (طہارت ظاہری و باطنی کا اہتمام) تیسری تقویٰ اختیار کرنا ظاہر و باطن میں، چوتھی کھاوے وہ شخص واسطے تقویٰ کے نہ کہ شہوت کے، پانچویں مسواک کا اہتمام۔“

(۱) اخلاص: علم حدیث میں محنت صرف اس لیے کرے کہ حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور احکام اسلامیہ کا علم ہو جائے۔ کیونکہ ابو ہریرہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله، لا یتعلمه، الا لیصیب به عرضا من الدنیا، لم یجد عرف الجنة یوم القیامة. ”جو شخص علوم دینیہ کو دنیاوی ساز و سامان کے لیے حاصل کرتا ہے وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔“ (مشکوٰۃ ص: ۳۴) بقول کسے!

تعلم ما استطعت لقصد وجھی — فان العلم من سفن النجاة
ومن طلب العلوم لغیر وجھی — بعید ان تراه من الهداة
من طلب العلم للمعاد — فاز بفضل من الرشاد

(۲) اخلاق حمیدہ: علم حدیث کے طالب اور طالبہ کو عمدہ اخلاق کا اہتمام اور رذائل (عادات سیئہ) سے اجتناب ضروری ہے حضرت ابو عاصم نبیلؒ فرماتے ہیں من طلب هذا الحديث طلب اعلى امور الدين، فيجب ان يكون هو خير الناس. ''جس نے علم حدیث کو حاصل کیا اس نے دین کے عمدہ مسائل کو حاصل کیا پس واجب ہے کہ خود بھی لوگوں میں بہتر اخلاق والا ہو۔'' سوء الخلق ليفسد العمل كما يفسد الخل العسل. ''بداخلاقی اعمال کو ایسے بگاڑ دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو فاسد کر دیتا ہے۔'' اخلاق حمیدہ میں سرفہرست تواضع اور برے اخلاق میں تکبر ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ صاحب نے تکبر کو ام الامراض لکھا ہے۔

(۳) محنت: ہر طالب حدیث کو چاہیے طلب حدیث میں بساط بھر کوشش اور خوب محنت کرے اور فراغت (زمانہ طالب علمی) کو غنیمت سمجھے اور دن رات محنت کر کے علم حدیث حاصل کرے، تن آسانی کے بجائے جانفشانی سے آگے بڑھیں۔ محدث یحییٰ ابن ابی کثیر فرماتے ہیں۔ لا يستطاع العلم براحة الجسم. ''علم راحت جسمانی سے حاصل نہیں ہو سکتا۔'' امام شافعیؒ فرماتے ہیں لا يفلح من طلب هذا العلم بالتملّل وغنى النفس ولكن من طلبه بذلة النفس وضيق العيش وخدمة العلم افلح. ''جس نے علم حدیث سستی ولا پرواہی سے حاصل کیا وہ کامیاب نہ ہو گا لیکن جس نے اس علم کو عاجزی نفس، تنگی عیش وخشونت اور خدمت سے حاصل کیا وہ کامیاب ہو گیا۔...... اور مشہور شعر ہے

من طلب العلى سَهِرا الليالى بقدر الكد تكتسب المعالى

''جو بلندیوں کا طالب ہو وہ راتوں کو جاگتا ہے کیونکہ بقدر محنت ہی مراتب علیا حاصل ہوتے ہیں۔''

غرضیکہ اپنی تمام قوتیں تحصیل حدیث میں صرف کر دے مثلاً قوت دماغ، قوت فکر، قوت علم، صحت، عافیت، فراغت۔

(۴) کلمات تعظیم: یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ تعظیمی لفظ کہے مثلاً عزوجل، عزاسمہ، جل مجدہ، سبحانہ وتعالیٰ وغیرہ اور آنحضرت ﷺ کے نام پر درود شریف پڑھے مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام پر رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہم اور صحابیات کے نام پر رضی الله عنها، رضی الله عنهن ائمہ وعلماء کے نام پر رحمه الله، رحمهم الله، رحمة الله عليه، نور الله مرقده مرحوم، مغفور وغیرہ کہے۔

(۵) عزم عمل: عبادات، اخلاق، آداب کی جو حدیث پڑھے اس پر عمل کرے کیونکہ اس سے حدیث محفوظ بھی ہو جاتی ہے اور ثواب بھی ملتا ہے امام وکیعؒ فرماتے ہیں اذا اردت ان تحفظ الحديث فاعمل به. ''جب تو حدیث یاد کرنے کا ارادہ کر چکا تو اس پر عمل کر۔'' امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ما كتبتُ حديثا الا وقد عملت به، حتى مربى ان النبيّ احتجم، واعطى ابا طيبة الحجام دينارا، فاحتجمت واعطيتُ الحجام دينارا. ''میں نے کوئی حدیث نہیں لکھی مگر اس پر عمل کیا، حتیٰ کہ میرے سامنے یہ حدیث گذری کہ نبی ﷺ نے پچھنے لگوائے، اور ابو طیبہ حجام کو ایک دینار (سونے کا سکہ) دیا تو میں نے اتباع میں پچھنے لگوائے اور حجام کو ایک دینار (روپیہ) دیا'' ہاں طالب علم کو نوافل کی اتنی کثرت نہ کرنی چاہیے کہ پڑھنے اور تکرار ومطالعہ میں حرج واقع ہو۔

(۶) ادب: اپنے شیخ، استاد، والدین، کتاب، مدرسہ، تعلیمی اشیاء، احباب، ہم مکتب تمام کی تعظیم وادب علم نافع کے حصول کے لیے ناگزیر ہے، ورنہ مشہور ہے ''بے ادب محروم گشت از فضل رب'' چنانچہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے **تواضعوا لمن تعلمون منه.** ''جن سے علم سیکھتے ہو ان سے عاجزی وادب سے پیش آؤ۔'' اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ **انا عبد من علمني حرفا، ان شاء باع، وان شاء اعتق.** ''جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا غلام ہوں اور وہ میرا آقا ہے اگر چاہے مجھے بیچے یا آزاد کرے۔''

استاد کی تعظیم کا معیار یہ ہے کہ پس پشت بھی کوئی ایسا قول وفعل نہ ہو جو استاد تک پہنچنے کی صورت میں اس کے لیے باعث اذیت ہو، اور یہ بھی ادب ہے کہ علمیت میں استاد کی ترجیح کا اعتقاد رکھے، ورنہ علم سے انتفاع نہ ہوگا۔ ادب کا حاصل: حفظ حدود اور ادائے حقوق۔ حدود کا لحاظ کرتے ہوئے سب کے حقوق ادا کرنا۔ ورنہ اس میں کوتاہی پر ندامت وحسرت ہوگی بقول کسے!

افسوس ہے وقت سے مہلت نہ لے پائے ہم — جو استادوں کا حق تھا ان کو وہ عزت نہ دے پائے ہم
جو ہم سے ہو نہیں پایا وہی اب کام تم کرنا — مدرسے کی قدر کرنا معلم کا ادب کرنا

(۷) افادۂ عام: حصول علم اپنے عمل کی اصلاح اور دوسروں (خواص وعوام) کی اطلاع اور احکام اسلام کے ابلاغ کے لیے ہو نہ یہ کہ طالب علموں کو علمی فائدہ پہنچانے میں بخل کرے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ **من بخل بالعلم ابتلی بثلاث اما ان يموت فيذهب علمه، او ينسى، او يتبع السلطان.** ''جس نے علم میں بخل کیا تین چیزوں میں آزمایا جائے گا یا تو مرے گا علم بھی ساتھ چلا جائے گا (بعد والے منتفع نہ ہو سکیں گے) یا بھول جائے گا یا بادشاہ کے پیچھے چلے گا جو عالم کے لیے سم قاتل ہے۔'' البتہ نااہل (ناسمجھ، بے ادب، ریا کار وغیرہ) کو نہ بتانے میں کوئی حرج نہیں۔ **ان علما لا ينتفع به ككنز لا ينفق في سبيل الله.** (کنز ۱۰/۱۸۹)

(۸) عدم حیاء: تحصیل علم میں سوال کرنے سے حیاء اور تکبر سے قطعاً پرہیز رکھے اور عمر میں اپنے سے چھوٹے سے سیکھنے میں بھی عار نہ کرے، امام بخاریؒ حضرت مجاہدؒ سے نقل کرتے ہیں **لا ينال العلم مستحي ولا مستكبر.** ''بے جا شرمیلا ومتکبر علم نہ پائے گا۔''

(۹) تکرار ومطالعہ: پڑھے ہوئے اسباق کا تکرار اور آمدہ سبق کے لیے مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے، علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں **وليذاكر بمحفوظ، وليباحث اهل المعرفة، فان المذاكرة تعين على دوامه.** اور چاہیے تکرار کرے کیونکہ تکرار سے علم محفوظ ہوگا'' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے **مذاكرة العلم ساعة خير من احياء ليلة.** ''ایک ساعت کا علمی مذاکرہ وتکرار قیام اللیل سے بہتر ہے۔''

(۱۰) طہارت: (ظاہری وباطنی)۔ شامی وغیرہ میں ہے کہ حدیث، فقہ ودینی کتب کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ کیونکہ تحصیل علم کا مقصد اصلاح اعمال واخلاق ظاہر ہے جب ہم طہارت ظاہری کا اہتمام کریں گے تب اللہ تعالیٰ باطنی پاکیزگی انعام فرمائیں گے۔

(۱۱) اجتناب عن المعاصی: طالب حدیث کو چاہیے کہ معاصی سے دور رہے، ورنہ علم نافع سے محروم رہے گا امام وکیعؒ کا مشہور مقولہ ہے جوانہوں نے امام شافعیؒ سے وصیۃً فرمایا تھا۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی　　　　فاوصانی الی ترک المعاصی

''میں نے اپنے استاد وکیع سے سوء حافظہ کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے گناہوں سے بچنے کی ہدایت کی۔''

لان العلم نور من الٰھی　　　　ونور اللہ لایعطی لعاصی

''کیونکہ علم ہے نور الٰہی اور عاصی کو ملتا نہیں نور خدائی''

بنو صاحب آداب رہو ہر دم شاد

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام آداب پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں! آمین یارب العلمین۔ (مقدمہ اوجز المسالک)

ادبو النفس ایھا الاصحاب طرق العلم کلھا آداب

طلب حدیث کے لیے سفر

جیسا کہ آداب طالب حدیث سے معلوم ہوا کہ علم دین بلا جد وجہد کے حاصل نہیں ہوسکتا۔ **ان العلم لا یعطیك بعضه حتی تعطیه كلّك.** ''علم تجھے اپنا کچھ حصہ بھی نہ دے گا یہاں تک کہ تو اپنا سب کچھ اس کو نہ دے۔'' اس علم کے حصول و وصول کے لیے منجملہ دوسری چیزوں کے سفر بھی جزو لاینفک ہے سفر کے بغیر عالم کامل نہیں بن سکتا حتیٰ کہ کوئی عالم ایسا نہیں جس نے علم کے لیے سفر نہ کیا ہو۔ اللہ کے اولوالعزم پیغمبر موسیٰ **علی نبینا وعلیه السلام** بھی کہہ رہے ہیں **قال له موسی هل اتبعك علی ان تعلمن مما علمت رشدا.** ''موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں کہ جو علم مفید آپ کو سکھلایا گیا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیں۔'' (سورۃ الکہف پ۱۵)

فائدہ: حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا تفصیلی واقعہ انعامات المنعم کے باب فضائل الخضر میں دیکھیں۔ جب اللہ کے جلیل القدر انبیاء نے سفر کیا تو امت کو حصول علم کے لیے کس قدر اہتمام سے سفر کی ضرورت ہے۔ بغرض تمثیل ایک دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱): **عن عمرؓ كنت انا وجا رلی من الانصار فی بنی امیة ابن زید وهی من عوالی المدینة وكنا نتنا وب النزول علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ینزل یوما وانزل یوما فاذا نزلت جئته بخبر ذالك الیوم من الوحی.** (بخاری ج۱ ص۱۹) ''حضرت عمرؓ سے مروی ہے میں اور میرا پڑوسی (ساتھی) انصاری جو بنو امیہ ابن زید کے قبیلہ میں سے تھا مدینہ کی بالائی بستیوں میں سے تھا۔ ہم باری باری حضور ﷺ کے پاس رہتے ایک دن وہ رہتا اور ایک دن میں جب میں حضور ﷺ کے ساتھ ٹھہرتا تو اسے اس دن کی وحی اور تعلیم کی خبر دیتا۔'' اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام میں طلب حدیث پر کتنا اہتمام ودوام تھا۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ یہ عتبان ابن مالک ابن عمر عجلان الخزرجی تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس

کا عشر عشیر عطا فرمائیں۔

(۲): حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک صحابی رسول ﷺ عبداللہ ابن انیس الجھنی رضی اللہ عنہ متوفی ۵۸ ہجری جو شام میں قیام پذیر ہو گئے تھے کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس ایک حدیث ہے جو مجھے یاد نہیں انہوں نے ایک حدیث کے حصول کے لیے اونٹ خریدا سفر کی تیاری کی اور ایک ماہ کا طویل اور کٹھن سفر کر کے عبداللہ ابن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس شام پہنچے اور ان سے وہ حدیث حاصل کی۔ وہ حدیث یہ ہے **عن عبدالله ابن اُنَیس سمعت النبی یقول یحشر الله العباد، فینا دیهم بصوت یسمعه من بعد کما یسمع من قرب، انا الملك انا الدیّان.** ''عبداللہ ابن انیس ؓ سے مروی ہے میں نے نبی ﷺ سے سنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو جمع کریں گے ان کو پکاریں گے ایسی آواز سے جس کو دور والے ایسے ہی سنیں گے جیسے قریب والے **انا الملك انا الدیان.** (بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۴) بعض نے کہا وہ حدیث ﴿ **یحشر الله الناس یوم القیامة عراة** ﴾ ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۴) ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو برہنہ جمع کریں گے'' اندازہ کیجئے صحابی رسول ﷺ صاحب مرتبہ **مبشر بالجنة** نے بھی حدیث واحد کے لیے اتنا سفر طے کیا۔

(۳): سیدنا خالد ابن زید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا سبق آموز واقعہ کتب حدیث میں موجود ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مجلس میں ابوایوب انصاری ؓ اور عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تھے اور حضور ﷺ نے ایک حدیث بیان فرمائی...... بعد میں سیدنا عقبۃ بن عامر ؓ مصر میں مقیم ہو گئے تھے سیدنا ابوایوب انصاری ؓ کو خیال ہوا کہ اس حدیث کی (جو میں نے عقبہ کے ساتھ سنی تھی) تصدیق کر لوں۔

اس تردد کو دور کروں سامانِ سفر باندھا اور مصر روانہ ہوئے سفر طے کر کے حضرت عقبۃ بن عامر کے پاس پہنچے ان کا سن کر وہ باہر تشریف لائے تو سلام دعا کے بعد بلا تمہید حضرت ابوایوب انصاری ؓ نے کہا کہ میں اور آپ نے حضور ﷺ سے ایک حدیث سنی تھی اس کی تصدیق کے لیے حاضر ہوا ہوں اس وقت ہم دو کے سوا سننے والا کوئی باقی نہیں انہوں نے وہ حدیث سنا دی اور چاہا کہ اپنے ہم مکتب اور صحابی رسول کی ضیافت و خاطر تواضع کروں لیکن حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوراً اپنی سواری کی طرف پلٹے اور یہ کہہ کر چل دیئے بس میں اسی حدیث کے لیے آیا تھا۔

دیکھئے کتنا اہتمام و احترام تھا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہ ایک حدیث کے لیے اتنا سفر کیا اسی لیے تو حضور ﷺ نے فرمایا: **اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم.** وہ حدیث یہ ہے **من ستر مؤمنا فی الدنیا علی خِزیة ستره الله یوم القیامة.** ''جس نے کسی غلطی پر مؤمن کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔''

انہیں کے لیے کہا گیا:

ان لله عبادا فطنا طلقوا الدنیا وخافوا لفتنا

''بیشک اللہ کے زیرک بندے ہیں، جنہوں نے دنیا کو ترک کیا اور فتنوں سے ڈرے۔''

نظروا فیها فلما علموا انها لیست لحی وطنا

''انہوں نے دنیا میں غور کرنے سے جان لیا بیشک یہ مستقل قیام گاہ نہیں۔''

جعلوها لجّة واتخذوا صالح الاعمال فيها سفنا

''انہوں نے دنیا کو سمندر قرار دیا اعمال صالحہ کو اس میں کشتی بنایا۔''

تا کہ اس دنیا کے سمندر کو پار کر کے حوضِ کوثر کے ساحل پر پہنچیں، جنت میں جانے کا راستہ آسان ہو، مغفرتِ عصیان ہو، خائب شیطان ہو، عنایت کوثر کا جام ہو، اللہ کا انعام ہو، داخلہ دار السلام ہو، راضی رب رحمان ہو۔

قدتم المقدمة ويليه المقصود واوله كتاب الاطعمة من سنن ابى داوٗد.
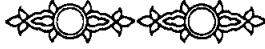
کتاب الاطعمة

کھانے کے آداب واحکام

کتاب سنن ابی داؤد کا آغاز کتاب الطہارت سے ہے، درجہ عالمیہ کی طالبات کے لیے وفاق کا نافذ العمل مجوزہ نصاب ''کتاب الاطعمہ'' سے ہے، جس کا باقاعدہ امتحان بھی ہوتا ہے، اس لیے ترجمہ وتشریح کا آغاز یہاں سے ہوا ہے، ''انعام المعبود'' طالبات کے نصاب کی مکمل شرح آپ کے ہاتھوں میں ہے، سب سے پہلے ماقبل سے ربط مذکور ہے۔

ماقبل سے ربط ومناسبت: مصنفؒ نے ''کتاب الاشربہ'' کو مقدم کیا ہے اور اب ''کتاب الاطعمہ'' لائیں ہیں حالانکہ طعام مقدم اور مشروب بعد میں ہوتا ہے اور ''بخاری شریف'' اور ''ترمذی شریف'' میں ''کتاب الاطعمہ'' پہلے اور ''کتاب الاشربہ'' بعد میں ہے ان دونوں نے عام عادت کے مطابق یہ ترتیب قائم کی ہے۔ موصوفؒ نے ''کتاب الاشربہ'' کو مقدم کیا اس لیے کہ پہلے پہل انسان یعنی بچے کی غذا مشروب سے ہوتی ہے اور کھانا بعد میں شروع ہوتا ہے اس طبعی اور فطری عادت کی وجہ سے اطعمہ کو مؤخر کیا۔ نیز یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ میدان حشر میں اولاً حوض کوثر کا جام پھر طعام واکرام ہوگا کبد حوت سے۔

اشربہ اور اطعمہ سے پہلے کتاب البیوع میں اسباب کسب ومعاش کا ذکر تھا اور ان میں **مالا جلہ الکسب** کا ذکر ہے کہ اسباب کسب حلال اختیار کیے جاتے ہیں اکل وشرب اور کھانے پینے کے لیے یعنی حلال کماؤ اور کھاؤ، ہاں کھانا مکمل آداب کے ساتھ ہو......

فائدہ: بعض نسخوں میں جزء اور پارے کا لفظ لکھا ہوتا ہے یہ خطیب بغدادیؒ کی قائم کردہ ترتیب ہے کہ انہوں نے بتیس پاروں میں ''سنن ابوداؤد'' کو منقسم کیا ہے. چنانچہ ''کتاب العتق'' کے آغاز پر لکھا ہوا ہے، اب پچیسواں پارہ شروع ہوتا ہے. (درس:۱۲۱)

اصل مقصود: ہر صاحب خرد اور عقلمند کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ دار السلام جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کا شرف پائے اور اس کے حصول ووصول کے لیے صحیح یقین کے ساتھ علم وعمل ضروری ہے، علم حاصل کرنا اور عمل پر دوام اختیار کرنا جسمانی قوت اور سلامتی وصحت کے بغیر ممکن نہیں، صحت کے لیے لازم ہے کہ انسان بھوک کے وقت ضرورت کے مطابق غذا استعمال کرے، اسی لیے علماء کا کہنا ہے کہ کھانا بھی دین ہے باری تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ **کلوا من الطیبات واعلموا صالحا.** (مؤمنون: ۵۱) حلال وپاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ اس لیے جو شخص علم وعمل اور تقویٰ پر قدرت حاصل کرنے کے لیے کھانا کھاتا ہے وہ اس پر ثواب پاتا ہے، اور چاہیے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور کھانا پینا محض شہوت کے لیے نہ ہو بلکہ نیکی پر قوت حاصل کرنے کے لیے ہو، جانوروں کی طرح جگالی نہ کرے بلکہ اس کے تمام آداب اور سنتوں کا خیال رکھے، اسی لیے

اب آگے امام ابوداؤدؒ "کتاب الاطعمہ" کے عنوان سے کھانے کھلانے کے احکام وآداب کے متعلق احادیث ذکر کررہے ہیں۔(احیاء العلوم)

کتاب و باب کی تعریف: محدثین کی اصطلاح میں کتاب کا اطلاق اس مجموعہ پر ہوتا ہے جس میں مختلف انواع واقسام کی حدیثیں ہوں۔ باب اس مجموعہ پر بولا جاتا ہے جس میں صنف واحد اور ایک قسم وموضوع کی حدیثیں ہوں۔(علامہ عینی)

الاطعمة: یہ طعام کی جمع ہے کھائی جانے والی چیز، اطعمہ کئی کھانے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: امام ابوداؤدؒ نے کتاب الاطعمہ کے چھپن (۵۶) ابواب میں ایک سو بائیس (۱۲۲) حدیثیں جمع کی ہیں جن میں کھانے کے احکام وآداب اور متعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ إِجَابَةِ الدَّعْوَةِ

دعوت قبول کرنے کے بیان میں

(۱) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيْمَةِ فَلْيَأْتِهَا

"قعنبی، مالک، نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی کو دعوتِ ولیمہ کے لئے بلایا جائے تو اس کو اس دعوت میں حاضر ہونا چاہیے۔"

(۲) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ زَادَ فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَدْعُ.

"مخلد بن خالد، ابواسامہ، عبیداللہ، نافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریقہ سے ارشاد فرمایا جس طرح سے اُوپر مذکور ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا کھائے اور اگر روزہ سے ہو تو دعوت کرنے والے کے لئے صرف دُعائے (خیر) کرے۔"

(۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ

"حسن بن علی، عبدالرزاق، معمر، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارا کوئی (مسلمان) بھائی تمہاری دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا چاہیے خواہ ولیمہ کی دعوت ہو یا ولیمہ جیسی کوئی تقریب ہو۔"

(۴) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِ أَيُّوْبَ بِمَعْنَاهُ.

"ابن مصفی، بقیہ، زبیدی، ایوب کی سند سے نافع نے اس کے جیسی حدیث بیان کی ہے۔"

(٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ.

''محمد بن کثیر' سفیان' ابوزبیر' حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص دعوت میں بلایا جائے تو اس کو چاہئے کہ دعوت قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھانا کھالے اور دل نہ چاہے تو نہ کھائے۔ (بلاعذر شرعی انکار نہ کرے)''

(٦) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا دُرُسْتُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ طَارِقٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَمَنْ دَخَلَ عَلٰى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيْرًا.

''مسدد' دُرست بن زیاد' ابان' نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی دعوت ہو اور وہ شخص اس دعوت کو قبول نہ کرے تو بے شک اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو شخص بغیر بلائے چلا گیا تو گویا وہ شخص چور بن کر گھر میں داخل ہوا اور لوٹ مار کر کے باہر آیا۔''

(٧) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعٰى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِيْنُ وَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ.

قعنبی' مالک' ابن شہاب' اعرج' حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس ولیمہ کا کھانا تمام کھانوں سے بدتر ہے جس میں کہ (صرف) مالدار لوگوں کو بلایا جائے اور غریب' فقیر لوگوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص کسی کی دعوت میں شریک نہیں ہوا تو اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔

تشریح: اس باب میں سات حدیثیں ہیں۔ ان میں دعوت قبول کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث اول: حدثنا القعنبی..... وبه قال حدثنا، به کا مرجع امام ابوداود رحمہ اللہ کی سند ہے یعنی اپنی سند متصل کے ساتھ ہمیں بیان کیا۔

ولیمہ کی تعریف معنیٰ اور وجہ تسمیہ: اذا دعی احدکم الی الولیمة ولیمة وَلْمٌ سے مشتق ہے ولم کا معنی ہے جمع ہونا۔ اس دعوت کو ولیمہ اس لیے کہتے ہیں کہ میاں بیوی جمع ہوتے ہیں۔ ابن اعرابی کہتے ہیں اصلها تمام الشیء واجتماعه اس کی اصل کسی چیز کا پورا ہونا اور جمع ہونا ہے۔

اصطلاحی تعریف: اہل لغت کے نزدیک تعریف ہے۔ الولیمة کل دعوة تتخذ لسرور حادث من النکاح او ختان اوغیرهما (بذل) ولیمہ ہر وہ دعوت ہے جو خوشی پر ہو عام ہے۔ نکاح ہو یا ختنہ یا ان کے علاوہ کوئی اور (جائز) خوشی۔ ختنہ پر دعوت کی تفصیل باب فی الختان کتاب الادب کے آخر میں ہے۔

فقہاء کے نزدیک تعریف یہ ہے۔ ان الولیمة هی الطعام فی العرس خاصة. بیشک ولیمہ خاص شادی کا کھانا ہے۔ ابن رسلان رحمہ اللہ کہتے ہیں اہل لغت کی بات زیادہ قوی ہے کیونکہ وہی لغت کے موضوعات اور عرب کی زبان کو زیادہ جانتے ہیں۔

استعمال: لفظ ولیمہ شادی کے کھانے کے لیے بلا قید اور دوسری دعوتوں کے لیے قید کے ساتھ استعمال ہوتا ہے مثلاً ولیمة مأدبة......

ولیمہ کا حکم: داؤد ظاہری اور ابن حزم رحمہما اللہ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک ولیمہ سنت ہے، شوافع اور مالکیہ کا صحیح مسلک یہی ہے اگر چہ ان کی بھی ایک روایت وجوب کی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ جمہور کے ساتھ ہیں کہ ولیمہ سنت ہے۔

ظواہر کی دلیل: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (بخاری) عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولیمہ کر اگر چہ ایک بکری ہو۔

استدلال۔ اس حدیث میں اولم امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے اس لیے ثابت ہوا کہ ولیمہ واجب ہے۔

جمہور کی دلیل: الولیمة حق وسنة فمن دعی الیها فلم یجب فقد عصی. (طبرانی بذل) ولیمہ برحق ثابت اور سنت ہے، جس کو اس کی طرف بلایا گیا اور (عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے) اس نے قبول نہ کیا تحقیق اس نے نافرمانی کی اور معصیت کا ارتکاب کیا۔ اس میں صریح لفظ سنۃ موجود ہے اور حق کا معنی وجوب نہیں بلکہ صحت وثبوت ہے کہ ولیمہ درست ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل دونوں سے ثابت ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے آگے باب فی استحباب الولیمة میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جمہور کی دلیل: عبدالرحمٰن بن عوف والی حدیث میں امر جواز کے لیے ہے چنانچہ قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ واذا حللتم فاصطادوا. (مائدہ: ۲) اور جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تم شکار کر سکتے ہو۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ بکری تو ولیمہ میں واجب نہیں جو آسانی سے میسر ہو، ولیمہ درست ہے، یہ تو صرف ایک نوع کا بیان ہے جس میں تحدید وتقیید نہیں اس لیے وجوب اس میں مذکور نہیں، کیونکہ اگر ولیمہ واجب ہے تو بکری بھی واجب ہوگی حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ولیمہ کا وقت: سلف کے اس میں اقوال مختلف ہیں کہ ولیمہ کس وقت ہونا سنت ہے۔ (۱) عقد کے وقت ہو۔ (۲) عقد نکاح کے منعقد ہونے کے بعد ہو۔ (۳) دخول سے پہلے ہو۔ (۴) دخول وزفاف کے بعد ہو۔ (۵) ابتداء عقد سے دخول کے بعد تک کے وقت میں ہو۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دخول کے بعد ولیمہ ثابت ہے، اس لیے قول رابع راجح ہوگا۔ بروایت بخاری حدیث کے الفاظ یہ ہیں اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم بها عروسا فدعا القوم فاصابوا من الطعام. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے زفاف کے بعد صبح کو لوگوں کو بلایا سو لوگوں نے ولیمے کا کھانا کھایا۔

ولیمہ کب تک کیا جا سکتا ہے: یہ بات ابھی گذری ہے کہ ولیمہ دخول کے بعد سنت ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ دخول کے بعد وقت کی کوئی تحدید وتعیین ہے یا جب تک چاہیں کر سکتے ہیں......؟ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ولیمہ پہلے دن کرنا مسنون دوسرے دن جائز اور تیسرے دن مکروہ اور ریاء میں داخل ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ باب جواز الولیمة الی ایام) مالکیہ کے نزدیک ولیمہ سات دن تک کیا جا سکتا ہے۔

جمہور کی دلیل: (۱) اسی کتاب کے پانچویں باب میں ہے الولیمة اول یوم حق، والثانی معروف، والیوم الثالث سمعة ورياء. پہلے دن کا ولیمہ برحق، دوسرے دن درست اور تیسرے دن محض شہرت ودکھلاوا ہے۔

اسی باب میں سید التابعین سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا عمل بھی مذکور ہے کہ تیسرے دن کے ولیمہ میں شریک نہ ہوئے اور نکیر فرمائی۔

(۲) **طعام اول یوم حق، وطعام یوم الثانی سنة، وطعام یوم الثالث سمعة، ومن سمّع سمّع الله به.** (ترمذی: ۱/ ۳۳۵) پہلے دن کا کھانا درست ہے اور دوسرے دن کا (بطور تتمہ) سنت ہے اور تیسرے دن کا سراسر شہرت ہے اور جس نے شہرت طلب کی اللہ تعالیٰ اس کی صرف شہرت کراتے ہیں۔ (آخرت میں کچھ بدلہ نہیں)

پہلی حدیث نسائی شریف میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تائید وتصحیح پر تبصرہ کیا ہے اور اسے قابل حجت قرار دیا ہے۔ اور شان وزود سے بھی جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ کئی کئی روز تک کھانے کھلاتے اور تفاخر کرتے آپ ﷺ نے یہ فرما کر اس کی اصلاح فرمائی اور حد مقرر کر دی کہ دو دن تک ولیمہ درست ہے اس کے بعد بچنا چاہیے۔

امام مالک رحمہ اللہ کی دلیل: ابن سیرین رحمہ اللہ کی روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے کہ ان کی صاحبزادی حفصہ بنت سیرین کی شادی پر سات دن تک ولیمہ کیا گیا۔ اسی سے تمسک کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے صاف کہہ دیا ہے کہ ولیمہ کے لیے مدت کی تحدید نہیں بلکہ سات دن یا اس کے قریب تک کیا جا سکتا ہے اور عبد الرزاق رحمہ اللہ کی روایت میں صراحۃً آٹھ دن کا ذکر بھی ہے۔

جواب: ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ابن سیرین کا سات دن تک ولیمہ کرنا افراد کی کثرت کی وجہ سے تھا ان کے مندوبین ذہن استنے تھے جن کو باری باری اتنے دنوں تک دعوت کھلاتے رہے۔ نیز یہ بھی کہ ابن سیرین کا عمل محض حدیث صریح پر کیونکر راجح ہو سکتا ہے۔ اس میں قول فیصل اور قابل عمل یہ ہے کہ ولیمہ پہلے یا دوسرے دن کیا جائے اور بلا عذر ومجبوری تاخیر وتطویل نہ کی جائے تاکہ حدیث کے منافی نہ ہو۔ ہاں اگر جگہ تنگ ہو یا کسی کے یہاں مہمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ کئی دنوں میں نمٹایا جا سکے گا یا شادی ہال دیر سے میسر ہو تو پھر درست ہے بھلے ایک ماہ تک ہو اصل معیار نیت وضرورت ہے۔ (بذل)

فلیأتھا: چاہے ولیمہ میں آئے۔ اس میں حکم ہے کہ جب ولیمہ کے لیے دعوت دی جائے تو اسے قبول کیا جائے ٹالا نہ جائے پھر شریک بھی ہونا چاہیے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کا حکم: علامہ نووی رحمہ اللہ نے شوافع کا صحیح ترین مذہب یہ نقل کیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے لیکن عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہے۔ دوسرا قول فرض کفایہ اور تیسرا قول مندوب کا ہے۔ ایک روایت شوافع کی عام دعوتوں میں بھی دعوت ولیمہ کی طرح حکم ہے اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ولیمہ کی دعوت قبول کرنے کے واجب ہونے پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے۔ (نووی) فتح الباری ج ۹ ص ۳۰۱ میں دوسرا قول یہ ذکر کیا ہے جمہور اہل علم کے نزدیک ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں یہی قول راجح (اور معمول بھا) ہے۔ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دعوت عمومی ہو اور عام لوگوں کو بلایا گیا ہو تو سب کے لیے دعوت قبول کرنا سنت ہے اور اگر خصوصی طور پر کسی کو بلایا گیا ہو تو پھر اس کا حاضر ہونا ضروری ہے۔

عام دعوتوں کا حکم: دعوت ولیمہ کے علاوہ عام خوشی، عقیقہ، یا مصیبت سے چھٹکارے پر، یا کسی کے سفر سے خیریت سے واپس آنے پر جو دعوت واہتمام ہو ان کی دعوت قبول کرنا مندوب اور مستحب ہے، حسب سہولت شرکت ہونی چاہیے۔ اہل ظاہر کے ہاں ہر دعوت قبول کرنا واجب ہے۔

ولیمہ کی دعوت قبول کرنا سنت ہے کھانا کھانا ضروری نہیں اس لیے روزے دار بھی دعوت ولیمہ قبول کر سکتا ہے۔ باب کی اگلی حدیث میں یہی بیان ہے اگر کھانا چاہے تو کھالے اور اگر روزہ ہو یا پرہیز اور کوئی دوسرا عذر ہو تو صرف شریک ہو کر دعا کر دے تاکہ مسلمان بھائی کی دل شکنی نہ ہو۔

ولیمہ میں عدم اجابت وشرکت کے اعذار: مذکورہ تفصیل کے باوجود چند ایسے عذر ہیں جن کی وجہ سے آدمی معذرت کر سکتا ہے اور قبول دعوت لازم نہیں رہتا۔ (۱) ولیمہ میں کھانا مشتبہ ہو یعنی جس کا حلال ہونا یقیناً معلوم نہ ہو اور جہاں یقین ہو کہ حرام آمدنی کا کھانا ہے تو اس سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ (۲) ایسی دعوت جس میں صرف اغنیاء کو بلایا گیا ہو ایسے ولیمے کے کھانے کو حدیث میں شرّ الطعام فرمایا گیا ہے۔ (۳) اس دعوت میں ایسا آدمی شریک ہو جس سے ایذاء اور تکلیف کا اندیشہ ہو یا اس کے ساتھ شریک ہونا مناسب نہ ہو۔ (۴) کسی کو اس کے دبدبے خوف یا شر سے بچنے کے لیے بلایا گیا ہو۔ (۵) کسی کو اس لیے مدعو کیا ہو کہ پھر اس سے کسی ناجائز کام پر مدد لی جائے۔ (۶) ایسا ولیمہ جس میں منکرات ہوں مثلاً شراب نوشی، موسیقی، لغویات اور واہیات قصہ گوئی، تصویر کشی، جانداروں کی تصاویر آویزاں ہوں، خالص ریشم کے گاؤ تکیے اور بچھونے، بے پردگی، نامحرموں سے میل جول، سونے چاندی کے برتن۔ (نووی)

ولیمہ کے سوا دعوتیں: دعوتوں کا جہاں ذکر ملتا ہے وہاں پہلا ذکر دعوت ولیمہ کا ہے اس کے علاوہ بھی چند دعوتیں ہیں۔ (۱) خرس بچے کی ولادت کی دعوت (۲) اعذار ختنہ کے وقت دعوت۔ (۳) وکیرہ گھر کی تعمیر پر دعوت۔ (۴) نقیعہ مسافر کے سفر سے آنے پر دعوت۔ (۵) عقیقہ ولادت کے ساتویں دن۔ (۶) ضیمہ مصیبت کی وجہ سے دعوت، سوگ کا کھانا۔ (۷) مأدبہ بلا سبب اتفاقی دعوت۔ (۸) حفظ قرآن پر دعوت۔ (۹) خوشخبری اور بشارت ملنے پر دعوت اور بشارت لانے والے کو تحفہ۔ (۱۰) عتیرہ مہینے کی آمد پر دعوت صفر کے مہینے میں دور جاہلیت میں بتوں کے نام پر بکری ذبح کی جاتی اس دعوت کا نام عتیرہ رکھتے (فتاوی شامی ۵/۱۱) پر ان دعوتوں کو اشعار میں ذکر کیا گیا ہے پہلی نو درست اور یہ دسویں عتیرہ غلط ہے۔ (بذل ج ۳ ص ۲۴۰)

حدیث ثانی: فلیدع (۱) یہ دعا یدعو سے امر غائب معروف ہے چاہیے کہ دعاء کرے۔ یعنی صاحب دعوت کے لیے برکت ومغفرت کی دعا کر دے۔ (۲) ودع یدع سے امر بمعنی فلیترك روزے دار ہونے کی صورت میں حاضر ہو کر کھانا چھوڑ دے۔

حدیث ثالث: او نحوه. شادی ولیمہ کی طرح دوسری دعوتیں اور تقریبات حدیث اول میں اقسام دعوت ابھی مذکور ہوئی ہیں۔

حدیث سادس: ومن دخل علی غیر دعوة..... نبی ﷺ نے امت کو عمدہ اخلاق سکھائے ہیں اور برے اخلاق سے بچنے کا حکم دیا ہے، دعوت ولیمہ میں بن بلائے داخل ہونے والے کو چور اور غاصب وغارت گری کرنے والا فرمایا گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عادتیں دو ہیں۔

(۱) تکبر سرکشی اور لوگوں سے محبت و تعلق نہ ہونا، کسی کی بات کی طرف توجہ نہ دینا اور کوئی عذر اور مجبوری نہ ہونے کے باوجود دعوت قبول نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے اس سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ دعوت قبول کیا کرو یہ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔

(۲) حرص و لالچ کہ بن بلائے ہی جا گھسے جو بڑی ذلت اور گھٹیا حرکت ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے ان دونوں (تکبر و حرص) کے درمیان اعتدال والی عادت کی تعلیم فرمائی ہے کہ قابل مذمت دونوں عادتوں سے اجتناب کیا جائے اور اچھے اخلاق کو اپنایا جائے سارق اسی لیے کہا گیا کہ دعوت کے بغیر خفیہ داخل ہوا اور غاصب اس لیے کہا گیا کہ بلا اجازت اس نے وہاں سے کھایا یا کچھ ساتھ لایا۔ شاہ عبدالحق۔ بہر حال ایسی حرکت سے بچنا چاہیے۔ درست ابن زیاد اس میں دال اور راء پر ضمہ ہے اور سین ساکن ہے۔ درست کو ابن زیاد العنبری کہا جاتا ہے اور ابو الحسن قشیری ابو یحییٰ بصری القرازی بھی کہا جاتا ہے ابن معین رحمہ اللہ کہتے ہیں درست ابن زیاد لاشیء۔ ابو الحسن سمنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ثقہ قابل اعتماد تھا امام ابو داؤد اس سے ولیمہ میں حدیث لائے ہیں۔ دراصل درست بن زیاد اور درست بن حمزہ یہ دو ہیں اور دوسرے کو درست کبیر کہا جاتا ہے دار قطنی رحمہ اللہ کہتے ہیں دونوں ضعیف ہیں۔

عن ابان بن طارق عن نافع سند میں یہ لفظ درست ہیں عون المعبود کے متن اور کانپور کے نسخوں میں یہاں غلطی ہے کہ عن نافع سے پہلے عن طارق کا کلمہ ہے یہ درست نہیں عن ابان بن طارق اور عن نافع کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں عون المعبود کے موجودہ مطبوعہ بیروت کے نسخے میں بھی یہ غلطی موجود ہے۔ فسبحان ربی لا یضل و لا ینسی. ابان نے اپنے باپ طارق سے نہیں بلکہ نافع سے روایت کیا ہے۔

حدیث سابع شر الطعام الولیمۃ: ولیمہ کے کھانا کو برا اس لیے کہا گیا کہ اس میں برائی کا ارتکاب ہوا اور مساوات وصلہ رحمی اور غریب پروری کو چھوڑ دیا گیا، ورنہ ولیمہ سنت ہے آپ ﷺ نے خود بنفس نفیس ولیمہ کیا ہے اور ولیموں میں شریک ہوئے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایک مسنون و مستحب اور مباح چیز کسی برے عمل یا بد نیتی کی وجہ سے بری ہو جاتی ہے اس لیے ہمیں احتیاط کرنی چاہیے کہ ہماری کسی حرکت کی وجہ سے ایک اچھا عمل شر نہ بن جائے۔ مقصود اس میں تنبیہ ہے کہ برابری اور غریب پروری سے کبھی بھی بے توجہی نہ برتنی چاہیے۔

فقد عصی اللہ ورسولہ. اسی سے اہل ظاہر نے استدلال کیا ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے کیونکہ معصیت کا اطلاق ترک واجب پر ہی ہوتا ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ کبھی مستحب اور مؤکد چیز کے ترک پر بھی تنبیہ کے طور پر لفظ معصیت کا اطلاق ہوتا ہے تا کہ صرف مستحب کہہ کر بالکل چھوڑ نہ دیا جائے۔

شر الطعام: یہ جملہ شر صفوف الرجال آخرھا کی مثل ہے کہ مردوں کو سب سے آخر میں صف نہ بنانی چاہیے بلکہ اگلی صفوں میں کھڑے ہوں آخر میں تو بچوں کی صفیں ہوتی ہیں جیسے یہاں شر کا لفظ کہنے سے نماز کی حرمت ثابت نہیں ہو سکتی، اسی طرح شر الطعام سے بھی ولیمے کی صحت و سنیت متاثر نہ ہوگی۔

ولیمہ کیسا اور کتنے خرچ سے ہو؟: ولیمہ اپنی حیثیت کے مطابق کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ نے کم قیمت اور بیش قیمت دونوں

طریقے امت کے امراء وغرباء کے لیے چھوڑے ہیں، تاکہ کوئی طبقہ اتباع سنت سے محروم نہ رہے، فخر وریاء کے لیے تو خرچ منع ہے اور قرض مرض ہے اعتدال واتباع ہونی چاہیے۔

(۲) بَابٌ فِي اُسْتُحْبَابِ الْوَلِيْمَةِ لِلنِّكَاحِ

نکاح کے لئے ولیمہ کے مستحب ہونے کا بیان

(۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ ذُكِرَ تَزْوِيجُ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَوْلَمَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا أَوْلَمَ بِشَاةٍ.

''مسدد، قتیبہ بن سعید، حماد، ثابت سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے سامنے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ نبی ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ محترمہ کے نکاح کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا ولیمہ زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا کیا۔ آپ ﷺ نے (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح میں) ایک بکری کا ولیمہ کیا۔''

(۹) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا وَائِلُ بْنُ دَاوُدَ عَنِ ابْنِهِ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ.

''حامد بن یحییٰ، سفیان، وائل بن داؤد، ان کے صاحب زادے حضرت بکر بن وائل، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ولیمہ کیا تو آپ ﷺ نے ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا۔''

تشریح: اس باب میں دو حدیثیں ہیں۔ ان میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے نکاح پر ولیمے کا ذکر ہے۔

ولیمہ کا لغوی معنی اصطلاحی تعریف حکم وقت اور شرکت کے احکام پہلے باب میں گذر چکے ہیں۔

حدیث اول: اولم بشاة. سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اس سے پہلے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں حضرت زید کی طلاق کے بعد ۵ ہجری میں نبی ﷺ کے حرم میں آئیں، اس وقت عمر ۳۸ سال تھی ۲۰ ہجری میں وفات پائی ان کا مہر (۴۰۰) درھم تھا۔ ان کے نکاح پر آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح کروائی اور ولیمہ میں تین سو تک افراد شریک ہوئے، جن کی دس دس کی باری لگا کر کھانا کھلایا گیا اور اسی موقع پر سورۂ احزاب کی آیت (۷۰) یا ایها الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی..... نازل ہوئی۔

حدیث ثانی: اولم علی صیفة بسویق و تمر. وفی الصحیحین اولم علی صفیة بالحیس. سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا پر پنیر کھجور اور گھی سے تیار حیس یعنی حلوے سے ولیمہ کیا۔ ان کا اصل نام زینب ہے غزوۂ خیبر کے مال غنیمت میں سے آپ ﷺ کے لیے ان کا چناؤ ہوا اور اس لیے پھر ہمیشہ کے لیے صفیہ رضی اللہ عنہا سے مشہور ہوگئیں۔ رمضان ۵۰ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت زینب سے گیارہ حدیثیں روایت ہیں۔ سیدہ صفیہ سے چند حدیثیں روایت ہیں۔ ان دونوں واقعات کے ذکر سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ولیمہ کا ثبوت ذکر کیا ہے۔ دونوں حدیثوں میں تطبیق یہ ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ستو کھجور اور حلوا یہ دونوں چیزیں

تھیں۔ یہ کم قیمت اور بیش قیمت دونوں کا ذکر ہے۔

(۳) بَابُ الْإِطْعَامِ عِنْدَ الْقُدُوْمِ مِنَ السَّفَرِ

سفر سے واپسی کے بعد کھانا کھلانے کا بیان

(۱۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِينَةَ نَحَرَ جَزُوْرًا أَوْ بَقَرَةً.

''عثمان بن ابی شیبہ' وکیع' شعبہ' محارب بن دثار' حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اُونٹ یا بیل ذبح فرمایا۔''

تشریح: اس باب میں ایک حدیث ہے۔

حدیث: اس میں سفر سے آمد پر نبی ﷺ کا جانور ذبح کرنے کا ذکر ہے۔ لما قدم النبی ﷺ یہ آمد غزوۂ تبوک سے تھی۔(بذل) نحر جزورا او بقرة. جزور ذبح کیا جانے والا اونٹ یا اونٹنی دونوں کے لیے جزور استعمال ہوتا ہے اس کی جمع جُزُر، جزورات جزائر آتی ہے راوی کو شک ہے کہ لفظ جزور فرمایا یا بقرۃ یہ طے ہے کہ جانور ذبح فرمایا۔(عون) اس حدیث سے سفر سے واپسی پر دعوت کا ثبوت اور جواز ملتا ہے اور یہ آپ ﷺ کا عمل ہے جو قول سے زیادہ مؤکد ہے۔

دعوت کی دو قسمیں: پھر سفر سے واپسی پر دعوت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) آنے والا اپنے احباب و اقارب کی دعوت کرے اس کا نام نقیعہ ہے یہ نقع بمعنی غبار سے مشتق ہے کہ ابھی سفر سے آ کر گرد و غبار جھاڑی، تکان دور ہوئی اور دعوت کی۔(۲) عزیز و اقارب اور ساتھی آنے والے کی دعوت کریں اس کا نام تحفہ ہے۔(بذل) ایسے ہی امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے، ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے سلف صالحین کا پسندیدہ عمل ہونا نقل کیا ہے یعنی یہ درجہ استحباب میں ہے۔

(۴) بَابٌ فِي الضِّيَافَةِ

مہمان نوازی کرنے کا بیان

(۱۱) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحِ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتُهُ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ.

''قعنبی' مالک' سعید مقبری' حضرت ابوشریح سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی بہتر طریقہ سے تعظیم و تکریم کرے اور مہمان کا (جائزہ) ایک دن اور ایک رات کا ہے اور تین روز تک تو مہمانداری ہے اور اس کے بعد پھر صدقہ ہے اور میزبان کو تکلیف میں مبتلا کرنے کے لئے اس کے پاس قیام کرنا مہمان کے لئے حلال نہیں۔''

(۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ قَالَ أَبُوْدَاوُدَ قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِيْنٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ وَسُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ قَالَ يُكْرِمُهُ وَيُتْحِفُهُ وَيَحْفَظُهُ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ضِيَافَةٌ.

''موسیٰ بن اسماعیل' محمد بن محبوب' حماد' عاصم' ابوصالح' حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مہمان داری کی انتہاء تین روز تک ہے پھر اس کے بعد صدقہ ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب میں حارث بن مسکین کی مجلس میں موجود تھا تو روایت اس طریقہ سے پڑھی گئی کہ اشہب نے بیان کیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کے الفاظ جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک روز تک مہمان کی عزت کرے اور تحفہ دے اور اس کی بہتر طریقہ سے دیکھ بھال کرے اور تین روز تک اس کی مہمان داری کرے۔''

تشریح: اس باب میں دو حدیثیں ہیں۔ ان میں مہمان نوازی کا ذکر ہے۔

حدیث اول: فلیکرم ضیفہ. مہمان کی تعریف الضیف هو القادم من المسفر النازل عند المقیم. مہمان وہ ہے جو سفر سے مقیم کے پاس آئے۔ لفظ ضیف مذکر مؤنث مفرد جمع سب پر بولا جاتا ہے۔

جائزته یومه و لیلته: سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جائزتہ مرفوع پڑھا جائے تو یہ نیا جملہ ہے اور مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور جائزتہ منصوب ضیفہ سے بدل الاشتمال ہوگا پہلی ترکیب واضح ہے۔ یعنی تین دن مہمان نوازی کی جائے اور پہلے دن کچھ تکلف سے کھلایا جائے جتنی وسعت ہو اور دوسرے اور تیسرے دن ما حضر پیش کرے یہ ضیافت اور مہمان کا حق تھا اگر اس کے بعد خرچ کرتا رہے تو صدقہ کا ثواب پائے گا۔ عرب میں یہ رائج تھا کہ قدرت رکھتا ہو تو مہمان کو کچھ عطیہ دے دے۔

وما بعد ذلك فهو صدقة. یہاں صدقہ سے معروف و نیکی مراد ہے یعنی مزید خرچ نیکی اور بھلائی ہے جس میں اختیار ہے کرے یا چھوڑ دے۔ **ولا یحل له (للضیف) ان یثوی**. اور مہمان کو زیبا نہیں کہ اس کے پاس ٹکا رہے۔ مہمان کو زیادہ مدت تک میزبان اور صاحب خانہ کے پاس ٹک کر بیٹھ جانا منع اور حرام ہے اس کی علت کا آگے ذکر ہے کہ اس کو اکتاہٹ و مشقت ہوگی اور ایذاء و تکلیف حرام ہے۔ یحرجہ راء کی تشدید کے ساتھ معنی ہے **یضیق صدره ویوقعه فی الحرج** اس کے سینے کو تنگ کرے اور اسے حرج میں ڈالے یہ باب تفعیل سے ہوگا اور راء کی تشدید کے بغیر احراج باب افعال سے ہوگا۔ میزبان پر زیادہ قیام سے تنگی ڈالنا یہ حلال نہیں۔ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے دوسری بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ یحرجہ راء تشدید

کے بغیر ہے۔(عون) (اخرجه البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجة)

فلیکرم ضیفه: ضیف کا اصل معنی ہے مائل ہونا والضیف من مال الیك مہمان وہ ہے جو تیری طرف مائل ہوا چنانچہ ضاف کا معنی مہمان ہوا اضاف کا معنی مہمان بنایا ضیف مہمان مضیف میزبان۔

ضیافت کا حکم: جمہور اہل علم کے نزدیک ضیافت اور مہمان نوازی مکارم اخلاق اور مستحبات میں سے ہے۔لیث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک رات کی ضیافت واجب ہے جمہور کی دلیل۔حدیث باب ہے جائزته یوم ولیلة جائزة کا معنی عطیہ ہے۔اور ظاہر ہے یہ وجوب کے لیے نہیں بلکہ ایسا لفظ امور اختیاریہ میں استعمال ہوتا ہے۔ابتدائے اسلام میں مہمانی واجب تھی پھر مندوب کی طرف حکم منتقل ہوا اور فلیکرم امر اذا حللتم فاصطادوا کی طرح وجوبی نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے (مرقات وعون)

ضیافت کے آداب: (۱) میزبان کو چاہیے کہ جتنا جلد با آسانی جو میسر ہو حاضر کرے۔(۲) موقع موسم مزاج اور مردم شناسی کا لحاظ رکھے۔(۳) مہمان سے خندہ پیشانی اور خوش روئی سے پیش آئے۔(۴) فساق و فجار کی دعوت نہ کرے بلکہ نیک اور پرہیزگار لوگوں کی دعوت کرے۔(۵) جتنا ممکن ہو سکے مہمان کو راحت پہنچائے۔کھانا سامنے لاکر رکھے اور ان کو کھانا شروع کرنے کا کہہ دے تاکہ وہ منتظر نہ رہیں۔(۶) اگر نہ لے رہے ہوں تو اس کی وجہ معلوم کرے۔(۷) کسی چیز کی کمی کا خیال رکھیں اور کھانے پر نظر رکھے لیکن گھور گھور کر ان کے لقموں کی طرف نہ دیکھے۔(۸) جو کچھ تیار ہو ترتیب سے سب رکھ دے تاکہ طبیعت کے مطابق وہ لے سکیں ایسا نہ ہو کہ ایک چیز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری چیز لائے۔

ضیافت کی اقسام: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ضیافت اور مہمانداری کی تین قسمیں لکھی ہیں۔(۱) میزبان مہمان کو بطور ضیافت نقد رقم دے دے کہ وہ اپنی طبیعت و راحت سے کھالے تکلف وضیاع وقت اور کام میں حرج سے بچ جائے۔(۲) کھانا تیار کر کے جن کی ضیافت مقصود ہے انہیں پہنچا دیں کہ وہ بلا تکلف کھالیں۔(۳) مہمان کو اپنے پاس گھر دفتر یا دکان پر بلائیں یہ آخری درجہ ہے۔مقصود یہ ہے کہ دعوت وضیافت سے مہمان کو تکلیف اور اس کے کام میں حرج نہ ہو دعوت راحت کے لیے ہو زحمت کے لیے نہیں۔

(۵) بَابٌ فِیْ کَمْ تُسْتَحَبُّ الْوَلِیْمَةُ

دعوت ولیمہ کتنے روز تک کی جائے؟

(۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ الثَّقَفِيِّ عَنْ رَجُلٍ أَعْوَرَ مِنْ ثَقِيفٍ كَانَ يُقَالُ لَهُ مَعْرُوفًا أَيْ يُثْنِي عَلَيْهِ خَيْرًا إِنْ لَمْ يَكُنِ اسْمُهُ زُهَيْرُ بْنُ عُثْمَانَ فَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ الْوَلِيمَةُ أَوَّلَ يَوْمٍ حَقٌّ وَالثَّانِيَ مَعْرُوفٌ وَالْيَوْمَ الثَّالِثَ سُمْعَةٌ وَرِيَاءٌ قَالَ قَتَادَةُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ دُعِيَ أَوَّلَ يَوْمٍ فَأَجَابَ وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّانِيَ فَأَجَابَ وَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ وَقَالَ أَهْلُ

سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ.

''محمد بن مثنیٰ، عفان بن مسلم، ہمام، قتادہ، حسن، حضرت عبداللہ بن عثمان نے بیان کیا کہ میں نے ایک کانے شخص سے سنا جو کہ قبیلہ ثقیف میں سے تھا اس کے بھلائی کرنے کی وجہ سے اس کو لوگ معروف کہتے تھے خواہ اس کا نام (حقیقتاً) معروف ہو یا نہ ہو) اگر اس کا نام زہیر بن عثمان نہیں تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ اس کا کیا نام تھا۔ وہ شخص کہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ولیمہ کا پہلے دن کا کھانا حق ہے اور دوسرے روز کا کھانا نیکی ہے اور تیسرے دن ریاکاری اور نام ونمود ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب کی پہلے دن دعوت کی گئی تو انہوں نے دعوت قبول کر لی، دوسرے دن بھی دعوت قبول کر لی البتہ تیسرے روز دعوت قبول نہیں کی اور فرمایا (یہ لوگ) نام ونمود والے ہیں۔''

(۱۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَدُعِيَ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَلَمْ يُجِبْ وَحَصَبَ الرَّسُولَ.

''مسلم بن ابراہیم، ہشام، قتادہ، حضرت سعید بن مسیب سے یہی واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ تیسرے روز جب انہیں دعوت دی گئی تو تشریف نہیں لے گئے بلکہ قاصد کے پتھر مار دیا۔''

تشریح: اس باب میں دو حدیثیں ہیں اس کے متعلق تمام بحث پہلے باب میں مفصل گذر چکی ہے۔

حدیث اول: **عن رجل اعور من ثقیف کان یقال له معروف** اس عبارت سے ظاہراً یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ آدمی معروف نامی تھا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس کا نام نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بارے میں اچھی اور قابل تعریف بات کہی جاتی، یعنی "**یقال فی شأنه کلام معروف**" اور معروف مرفوع ہے یہ علامہ سندی کا کلام ہے۔ خلاصہ میں ہے کہ یہ زہیر بن عثمان ثقفی ہے جو صحابیٔ رسول ﷺ ہیں، حسن بصری رحمہ اللہ اور دیگر نے اس سے روایت کی ہے۔ تقریب میں ہے کہ یہ زہیر بن عثمان ثقفی صحابیٔ رسول ہیں، ان سے ولیمہ کے باب میں حدیث روایت ہے۔ **قال البخاری لا تصح صحبته** ان کی صحابیت ثابت نہیں۔ (عون)

تهذیب التهذیب میں ہے کہ زہیر بن عثمان الاعور ان صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بصرہ میں قیام کیا۔ ابن ابی خیثمہ، ابو حاتم رازی، ترمذی، رازی رحمہم اللہ نے ان کی صحابیت کو ثابت کیا ہے اور بذل میں یہ بھی مذکور ہے کہ عبداللہ بن عثمان ثقفی ان سے روایت میں منفرد ہے۔ (بذل) تقریر بالا سے رجل اعور کی تعیین اور صحابیت واضح ہوئی یہی راجح ہے۔ کہ اس کا مصداق زہیر بن عثمان ثقفی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ابوداؤد شریف مطبوعہ رحمانیہ لاہور) میں بھی معروف کا لفظ مرفوع ہے اور شروحات و واقعات کے یہی مطابق ہے۔

الولیمة اول یوم حق: ای ثابت یعنی ولیمہ ثابت اور درست ہے منع نہیں **وقال اهل سمعة ورياء** یہ مرفوع ہے اور مبتداء محذوف الداعون الیوم الثالث کی خبر ہے، یعنی تیسرے دن بلانے والے شہرت کے طالب اور ریا و دکھلاوے والے ہیں۔ (عون)

حدیث ثانی: **وحصب الرسول ای رجمه بالحصباء او رماه بالحصی**. یعنی نہیں گئے اور ناپسندیدگی کے اظہار

کے لیے قاصد کی طرف کنکری پھینکی۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں حفصہ بنت سیرین رحمۃ اللہ علیہا سے نقل کیا ہے "قالت لما تزوج ابی دعا الصحابة سبعة ایام، فلما کان یوم الانصار دعا ابی بن کعب وزید بن ثابت وغیرهما، فکان ابیا صائما فلما طعموا دعا ابی. (عون) وہ کہتی ہیں کہ جب میرے والد نے شادی کی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو سات دن بلایا، پھر جب انصار کی دعوت کا دن تھا تو قاریٔ قرآن ابی بن کعب اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کو بلایا، سوا ابی رضی اللہ عنہ اس دن روزے دار تھے تو جب دیگر سب نے کھا لیا حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دعا کر دی۔ (اور یہی حکم ہے) ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ولیمہ تین یا اس سے زائد دن تک کرنا بھی درست ہے اذا دعی احدکم الی الولیمة فلیجب. جب تمہیں ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو دعوت قبول کرو اس میں تین دن یا اس سے کم وبیش کی تخصیص وتحدید نہیں۔ اس کا جواب باب اول میں ابھی گذرا ہے۔ (عون)

(٦) بَابٌ مِنَ الضِّيَافَةِ اَيْضًا

مہمانداری کا مزید بیان

(١٥) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِيْ كَرِيْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فَمَنْ أَصْبَحَ بِفِنَائِهِ فَهُوَ عَلَيْهِ دَيْنٌ إِنْ شَاءَ اقْتَضٰى وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ.

"مسدد، خلف بن ہشام، ابوعوانہ، منصور، عامر، حضرت ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر ایک مسلمان پر ایک رات مہمانی کا حق ہے جو شخص کسی مسلمان شخص کے گھر میں قیام کرے تو ایک روز کی مہمانداری گویا اس کے ذمہ قرض ہے چاہے تو پورا کر دے اور چاہے تو چھوڑ دے۔"

(١٦) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْجُوْدِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي الْمُهَاجِرِ عَنِ الْمِقْدَامِ أَبِيْ كَرِيْمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَيُّمَا رَجُلٍ أَضَافَ قَوْمًا فَأَصْبَحَ الضَّيْفُ مَحْرُوْمًا فَإِنَّ نَصْرَهُ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حَتّٰى يَأْخُذَ بِقِرٰى لَيْلَةٍ مِنْ زَرْعِهِ وَمَالِهِ.

"مسدد، یحییٰ، شعبہ، ابوالجودی، سعید بن ابی المہاجر، حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کے پاس مہمان ہو کر جائے اور وہ شخص محروم رہا (یعنی کسی نے رات میں اس کی خاطر مدارات نہیں کی) تو تمام مسلمانوں پر اس مہمان کی امداد کرنا ضروری ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مہمان اپنی مہمانداری اس قوم کی کھیتی اور مال میں سے وصول کر لے۔"

(١٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَمَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ.

''قتیبۃ بن سعید'لیث' یزید'ابوالخیر'عقبۃ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ ہمیں (جہاد اور دوسرے اُمور کی انجام دہی کیلئے) روانہ فرماتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں میں جا کر ٹھہرتے ہیں کہ وہ ہماری مہمانداری نہیں کرتے تو اس سلسلہ میں آپ ﷺ ہمارے لئے کیا مناسب خیال فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اگر کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرو پھر وہ لوگ تمہارے لئے تمام سامان کا انتظام کردیں جیسا کہ مہمان کیلئے ہوتا ہے تو تم قبول کرلو اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو تم ان سے مہمانی کا حق جیسا کہ ان لوگوں کو چاہئے تھا' وصول کرلو۔''

تشریح: حدیث اول: حدثنا مسدد......... عن ابی کریمة ابو کریمه سے مراد مقدام بن معدی کرب الکندی ہے۔ لیلة الضیف حق علی کل مسلم مہمان کی خدمت لازم ہے ہر مسلمان پر۔ قال السیوطی امثال هذه الاحادیث کانت فی اول الاسلام حین کانت الضیافة واجبة وقد نسخ وجوبها. (بذل) علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثیں جن میں ضیافت کے وجوب کا ذکر ہے یہ ابتداء اسلام میں تھیں جب مہمان نوازی واجب تھی اور اب اس کا وجوب منسوخ ہو چکا۔ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اگلا باب اسی لیے باندھا ہے۔

حدیث ثانی: حدثنا مسدد......... ابو الجودی. یہ حارث بن عمیر الاسدی الشامی ہے جس نے واسط میں اقامت کرلی تھی۔ ابن حبانؒ نے کہا ثقہ با اعتماد ہے، ابو حاتم نے کہا صالح ہے۔ ابن حبان نے اس کا ذکر ثقات کی فہرست میں کیا ہے۔ عن سعید بن ابی المهاجر. ویقال سعید بن المهاجر الحمصی. اور اسے سعید بن مہاجر حمصی کہا جاتا ہے۔ ابن حبانؒ نے اس کا ذکر بھی ثقات میں کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اس کی ایک حدیث (یہی) نقل کی ہے مہمان کے حق میں۔ صاحب بذل المجہود کہتے ہیں ابن قطان نے اسے مجہول کہا ہے۔

عن المقدام بن معدیکرب. یہ ابوکریمہؓ وہی ہیں جن کا ذکر حدیث سابق میں ہوا۔ ایما رجل اضاف قوما. ایک نسخہ میں ضاف (مجرد سے) ہے اور یہی زیادہ مناسب ہے کہ جو آدمی کسی قوم کے ہاں مہمان ہوا حتی یأخذ بِقِرٰی لیلة ای بضیافته یعنی وہ لے ان سے حق مہمانی۔

سوال: اس سے معلوم ہوا مہمان نوازی واجب ہے کیونکہ اپنا حق لینا واجب کے بغیر درست نہیں۔

جواب: (۱) یہ حکم حالت اضطراری اور ضرورت شدیدہ کا ہے عمومی حکم یہ نہیں اور ظاہر ہے مجبوری میں لینے کا حکم اور حق وجوب عمومی کی وجہ سے نہیں بلکہ موجودہ کیفیت کی وجہ سے ہے۔ (۲) یہ حکم منسوخ ہے کما تقدم الآن. (بذل) (۳) شارح مشکوٰۃ طیبیؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب دیہات اور ایسے قصبات میں ہوں جہاں ذمی رہتے ہوں تو ان سے حق ضیافت لے سکتا ہے۔ (۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب آدمی وہاں اپنی جیب سے کچھ خریدنا چاہے پھر بھی وہ نہ دیں تو پھر لے سکتا ہے۔ (۵) یہ بھی کہا گیا ہے یہ (لینے کا) حکم صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے والے عاملوں کے لیے ہے کیونکہ ان کو اکثر اس کی حاجت پیش آتی ہے۔

فائدہ: لفظِ قِریٰ قاف کے کسرہ کے ساتھ ہے اور بغیر مد کے (الف مقصورہ کے ساتھ) ہے مہمانی کی وہ مقدار جو اس کی رات

بھر کی بھوک کو دور کر سکے۔ (تھیلا نہ بھر لے)

من زرعه وماله. (۱) دونوں مفرد ضمیریں قوم کے لفظ کی وجہ سے ہیں اگر چہ معنی جمع ہے لیکن لفظاً مفرد ہے کیونکہ جمع کی کوئی علامت نہیں۔ (۲) یوں بھی کہا گیا ہے کہ اس کا "مرجع المضيف" ہے جو سیاق کلام سے مفہوم ہو رہا ہے کیونکہ میزبان فرد واحد ہوگا ساری قوم نہیں ہوگی اگر چہ سب کے مشورے اور اتفاق سے ہو اس لیے ضمیریں مفرد ہیں۔

حدیث ثالث: انك تبعثنا .... فما يقرونا فما ترى. اے اللہ کے رسول آپ ہمیں کسی وفد یا سریہ میں بھیجتے ہیں اور جہاں ہم جاتے ہیں وہ لوگ ہماری خاطر تواضع اور ضیافت نہیں کرتے، ہمارے لیے ایسی حالت میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ بذل میں ہے کہ مولانا محمد یحییٰ نور اللہ مرقدہ نے لکھا ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے ہم جاتے ہیں وہ لوگ ہمیں ضیافت نہیں دیتے اور خریدنے سے بھی نہیں دیتے بلکہ اپنی دکانیں بند کر لیتے ہیں اور ہم بھوکے رہتے ہیں عناد کی وجہ سے یہ ذمیوں کی کارستانی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا تم ان سے قیمت کے ساتھ لو کیونکہ ذمی احکام کے مکلف نہیں کہ مہمان نوازی ان پر لاگو کی جائے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد وہ کافر اور ذمی ہوں جو مسلمانوں سے معاہدے طے کر چکے ہوں معاہدے کی وجہ سے وہ مکلف ہو گئے کہ ان سے بلا قیمت لے سکتے ہیں۔ لیکن ایسا بھی آپ ﷺ کے دور میں نہیں ہوا بلکہ یہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس لیے پہلی توجیہ زیادہ درست ہے۔

اس کے دیگر جوابات حدیث ثانی میں ابھی گزرے ہیں۔ جب کہ احمد اور لیث اسے اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے ضیافت کو واجب اور ان کے مال سے حق مہمانی لینے کو درست قرار دیتے ہیں۔ لیکن جمہور کا قول اور ان کا جواب پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے کہ ضیافت اب صرف مستحب ہے۔"

بَابُ نَسْخِ الضَّيْفِ يَأْكُلُ مِنْ مَالِ غَيْرِهِ

دوسرے شخص کا مال کھانے کے حکم کے منسوخ ہونے کا بیان

(۱۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِنِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ فَكَانَ الرَّجُلُ يَحْرَجُ أَنْ يَأْكُلَ عِنْدَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ مَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَنَسَخَ ذٰلِكَ الْآيَةُ الَّتِي فِي النُّورِ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتِكُمْ إِلٰى قَوْلِهِ أَشْتَاتًا كَانَ الرَّجُلُ الْغَنِيُّ يَدْعُو الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِهِ إِلَى الطَّعَامِ قَالَ إِنِّي لَأَجْنَحُ أَنْ آكُلَ مِنْهُ وَالتَّجَنُّحُ الْحَرَجُ وَيَقُولُ الْمِسْكِينُ أَحَقُّ بِهِ مِنِّي فَأُحِلَّ فِي ذٰلِكَ أَنْ يَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَأُحِلَّ طَعَامُ أَهْلِ الْكِتَابِ.

"احمد بن محمد، علی بن حسین، انکے والد، یزید نحوی، عکرمہ، ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت: ﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ نازل ہوئی (اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال جھوٹ، مکر و فریب سے نہ کھاؤ البتہ تجارت میں دوسرے کی رضامندی

سے مال لے سکتے ہو) تو اس وقت سے ہر ایک شخص دوسرے شخص کے یہاں کھانا کھانے کو بھی گناہ سمجھتا تھا پھر سورۂ نور کی آیت:
﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ﴾ سے منسوخ ہوگئی یعنی تم لوگوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں ہے اگر تم لوگ اپنے گھروں میں کھانا کھاؤ یا اپنے والد کے گھر میں یا اپنے بیٹوں یا بھائیوں، بہنوں کے گھروں میں یا چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ کے گھر میں یا جن مکانات کی چابی اور تالے کے تم مالک ہو یا دوست ملنے والے، تعلق والے کے گھر میں۔ پہلے زمانہ کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ دولت مند شخص اپنے لوگوں کو کھانا کھلانے کیلئے دعوت دیتا تو وہ لوگ کہتے کہ ہم لوگوں کو اس میں سے کھانا گناہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کھانے کا مسکین شخص مجھ سے زیادہ مستحق ہے اسکے بعد یہ صحیح ہوگیا یعنی دوسرے مسلمان بھائی کا کھانا کھانا جب اس کھانے پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور اہل کتاب کا کھانا بھی درست ہوا۔"

تشریح: اس باب میں **ضیافة واجبه** اور دوسرے کے مال سے بلا کسی سبب مبیح کے کھانے کے منسوخ ہونے کا ذکر ہے کہ جس کا جس وقت جیسے جی چاہے کھائے۔ اس باب میں دو آیتوں کا ذکر ہے جن میں ایک کو دوسرے کے لیے ناسخ باور کرایا گیا ہے حالانکہ ان میں نسخ ضیافت کا کوئی ذکر نہیں۔ پہلے آیتوں کے شان نزول اور محل بیان سمجھ لیجئے۔

(۱) یا ایها الذین امنوا لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم.
(النساء: ۲۹) "اے ایمان والو مت کھاؤ آپس میں اپنے (ایک دوسرے کے) مالوں کو ناحق (حرام) طریقے سے مگر یہ کہ باہمی رضا اور تجارت کے ساتھ ہو۔ اس آیت مبارکہ میں ناجائز طریقوں سے ایک دوسرے کا مال کھانے کی ممانعت کا حکم ہے۔ ناجائز طریقے یہ ہیں غصب، سود، سرقہ، قمار، خیانت، جھوٹی گواہی، قسم کے ذریعے وغیرہ مال بٹورے۔ جائز طریقے یہ ہیں۔ تجارت، ہدیہ، وصیۃ، صدقہ وغیرہ ان میں سے تجارت کو صراحۃً ذکر فرما دیا کیونکہ اکثر مال میں تصرفات ومعاملات بذریعہ تجارت ہی ہوتے ہیں، اکثر ذرائع آمدن اسی سے متعلق ہیں اور اسی میں جانبین کی برابری اور عزت نفس کا بھی خیال ہے کیونکہ ہبہ صدقہ میں ایک مرجوح اور دوسرا دینے والا غالب وفائق ہوتا ہے۔ **الید العلیا خیر من الید السفلی.** اس لیے حلال ذرائع میں سے تجارت کا ذکر فرمایا۔

اس آیت میں ناحق طریقے سے کسی کا مال کھانے اور دبانے کی ممانعت اور حلال طریقے سے کھانے اور لینے کی اجازت کا بیان ہوا۔

(۲) لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج .... (النور: ۶۱)

شان نزول: (۱) لوگوں میں یہ عادت تھی کہ بیماروں کو اپنے ساتھ نہ کھلاتے اور نہ ان کے ساتھ کھاتے بیماری کے بڑھنے اور متعدی ہونے کے وجہ سے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ معذوروں اور بیماروں کو ساتھ اور الگ دونوں صورتوں میں کھلانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲) جب کوئی صاحب حیثیت اپنے کسی کمزور اور فقیر عزیز کے پاس جاتا اور وہ اسے اپنے ساتھ ماحضر میں شریک ہونے کا کہتا تو یہ اس میں عار محسوس کرتا کہ میں مالدار ہو کر اس کے ساتھ کیسے کھاؤں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپس میں مل جل کر کھا سکتے ہو کوئی حرج نہیں۔ (۳) انصار میں یہ عادت تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی مہمان آتا تو گھر میں کوئی بھی نہ

کھاتا مگر یہ کہ مہمان کے ساتھ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جمیعا او اشتاتا اکٹھے الگ دونوں طرح کھا سکتے ہو (ہاں گھر کا کوئی فرد مہمان کے ساتھ بھی شریک رہے سب کے لیے ضروری نہیں)۔ (۴) ابن عباسؓ نے یہ فرمایا ہے کہ سورۃ النساء کی مذکورہ بالا آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگ کسی کے پاس مہمان ہونے اور ان کے کھانے کو اچھا نہ سمجھتے کہ باطل میں نہ آجائے لوگوں کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی کہ مہمان نوازی میں کوئی حرج نہیں۔ ان کے قول کے مطابق سورۂ نور کی آیت سورۃ النساء کی آیت کے لئے ناسخ ہے اور اسی لئے امام ابوداؤدؒ نے یہ باب باندھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت ناسخ نہیں اور آیت النساء منسوخ نہیں کیونکہ سورۃ النساء کی اس آیت میں ضیافت کے منع کا ذکر ہی نہیں جس کو بعد میں سورۃ النور کی آیت منسوخ سے ثابت کیا جائے۔ (**هكذا قال ابن جرير في تفسيره**) یہ تقریر ہے ان آیتوں کے متعلق اب باب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اس باب کے عنوان میں چار نسخے ہیں۔

(۱) جو اوپر گذرا یہی ہمارے دیار میں متن میں لکھا جاتا ہے۔ (۲) **باب نسخ الضيف يأكل من مال غيره**. یہ پہلے نسخے سے ملتا جلتا ہے۔ (۳) **باب ماجاء في نسخ الضيف في الأكل من مال غيره الابتجارة**. یہ خطابی کا نسخہ ہے جو ابن داسہ کی روایت سے ہے۔ (۴) **باب نسخ الضيق (بالقاف) في الأكل من مال غيره (وهكذا هو في المكتوبة المدينة التي عليها المنذري)**

پہلے تین نسخے لفظ ضیف کی وجہ سے آسان اور واضح ہیں کہ ضیافت کی بحث میں ضیف کا لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہے۔ اس چوتھے اور آخری نسخے میں ضیق کا لفظ ہے جو ضیف سے جدا معنی رکھتا ہے اس لیے اس کی مراد واضح کی جاتی ہے۔ **والمراد بالضيق الحرمة**. (عون) یہاں ضیق اور تنگی سے مراد حرام ہونا ہے یعنی غیر کے مال میں سے کھانے کی حرمت اور ممانعت کے نسخ ہونے کے بیان میں کہ جو (**بقول ابن عباسؓ**) سورۃ النساء میں کھانے کی ممانعت آئی تھی اسے سورۃ النور کی آیت سے منسوخ کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ: صاحب بذل المجهود کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے قول کے مطابق تشریح یوں ہوگی اگرچہ اس کی بنیاد ضعیف ہے۔ اولاً ضیافت واجب تھی اور ابتداء اسلام میں اسی پر عمل رہا پھر سورۃ النساء کی آیت سے وہ حکم اٹھ گیا اور اس طرح کھانا ممنوع قرار پایا، پھر سورۃ النور سے اس ممانعت کو رفع اور نسخ کیا گیا اب ضیافت مباح (ومستحب) ہے۔ اس طرح باب کی مناسبت سے یہ تقریر ہوسکتی ہے۔ پہلے یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ ان آیات کو ایک دوسرے کا ناسخ منسوخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں اس لیے کہ ضیافت اور مہمان نوازی قابل تعریف وصف ہے اور ہر امت میں یہ رائج رہی اور ذات باری تعالیٰ نے اس کی ترغیب دی انبیاء اور ان کی پیروی کرنے والوں نے تعمیل کی تو ایسی چیز کی ممانعت کیسے ہوسکتی ہے پھر جب ممانعت ہی ثابت نہ ہوگی تو منسوخ ہونا بھی ثابت نہ ہوسکے گا۔ بہر حال اس میں دونوں تقریریں ہوسکتی ہیں۔ (۱) ناسخ منسوخ مانا جائے جیسے امام ابوداؤدؒ کے صنیع اور ابن عباسؓ کے قول سے واضح ہے (اس کی تقریر گذر چکی)۔ (۲) ان کو دو الگ اور منفرد آیتیں سمجھا جائے اور ضیافت کے حکم کو

بحالہ درست سمجھا جائے ناسخ منسوخ کا چرچا نہ ہو جیسے ابن جریر نے کہا تو بھی درست ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار من الابرار.**

فکان الرجل یحرّج (من التفعیل) ای یحسب الرجل الوقوع فی الحرج والأثم وکان یجتنب. یہ باب تفعیل سے مضارع ہے یعنی آدمی حرج وگناہ میں پڑتا خیال کرتا اور اس سے بچتا کہ وہ کسی کے پاس کھائے کیونکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی ممانعت آچکی ہے **عند احد من الناس (سواء کان مسلما او کتابیا او غیرهما)** بھلے مسلمان ہو یا کتابی یا ان کے علاوہ اس کھانے پر اللہ کا نام لیا گیا ہو یا نہیں۔ الغرض حرج وتکلف میں پڑے تھے کہ آیت النور اتری اور معاملہ سہل ہوا۔

فنسخ ذلک یہ ابن عباسؓ کے قول کے مطابق تشریح کی صورت میں ہے۔

قال انی لاَ جَّنَّحُ ای اراہ جناحا. وہ کہتا میں اس میں حرج محسوس کرتا ہوں۔ پھر اس وہم کو سورۃ النور کی آیت سے رفع کیا گیا اجنح دراصل تجنح تھا باب تفعل مشتق من الجناح پھر تا کو جیم کر کے ادغام کر دیا اب جیم مشدد ہے ادغام کی وجہ سے اور نون مشدد ہے باب تفعل کے عین کلمہ کے مشدد ہونے کی وجہ سے۔

فأحل فی ذلک .... اب واضح کر دیا کہ اہل کتاب اور مسلمانوں کی ضیافت درست وحلال ہے اس صورت میں کہ ذبح کے وقت جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا نام نہ چھوڑا گیا ہو۔ یہ حلال ہے اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا اور پڑھا گیا ہو وہ پہلے کی طرح حرام ہوگی۔ طعام المسلمین اور طعام اہل کتاب حلال ہے بشرطیکہ اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

تتمہ: **قال المنذری فی اسنادہ علی بن الحسین بن واقد وفیہ مقال.** عون المعبود میں اس ساری تقریر کے بعد یہ عبارت ہے کہ منذری کہتے ہیں اس روایت میں جو پانچواں راوی ''علی بن حسین بن واقد'' ہے اس میں کچھ بات ہے اس طرح اگر روایت ضعیف قرار پاتی ہے تو پھر کسی توجیہ کی ضرورت نہیں لیکن صحیح ہونے کی حالت میں دو بے غبار تقریریں گزر چکی ہیں، جو اپنے محل میں درست اور صحیح المفهوم ہیں اس لیے انہیں تسلیم ہی کیا جائے۔ (راقم)

(۸) بَابٌ فِیْ طَعَامِ الْمُتَبَارِیَیْنِ

بطور فخر' ایک دوسرے کی ضد کے لئے کھانا کھلانے والوں کا بیان

(۱۹) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيْتِ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُوْلُ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ أَنْ يُؤْكَلَ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ أَكْثَرُ مَنْ رَوَاهُ عَنْ جَرِيْرٍ لَايَذْكُرُ فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَهَارُوْنُ النَّحْوِيُّ ذَكَرَ فِيْهِ ابْنَ عَبَّاسٍ أَيْضًا وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ.

''ہارون بن زید' ان کے والد' جریر بن حازم' زبیر بن خریت' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فخر کرنے والوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اکثر راویوں نے جریر سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس روایت میں بیان نہیں کیا البتہ ہارون نحوی نے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کیا ہے نیز حماد بن زید بھی ان کو بیان نہیں کرتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: **نهى عن طعام المتباريين.** آپ ﷺ نے دوریا کاروں اور مقابلہ بازوں کے یہاں کھانے سے منع کیا ہے۔ **قال الخطابى المتباريان المتعارضان.** (بذل) علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ دوریا کاروں سے مراد دو مقابلہ کرنے والے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تکلفات کرتا ہے (اور مہنگے ہال بک کراتا ہے) تاکہ دوسرے سے بڑھ جائے اور واہ واہ ہو جائے۔ اور دوسرے کی تحقیر ہو جائے۔ اس کی ممانعت اور کراہت کی وجہ بالکل واضح ہے کہ اس میں نیت کا بگاڑ ہے اور اعمال نیت پر ہی منتج ہوتے ہیں جب نیت فاسد تو بڑے سے بڑا عمل (مثلاً راہ خدا میں شہید ہونا) بھی اجر اور مغفرت کی بجائے گرفت کا سبب بن جاتا ہے۔ **اعاذ نا الله من الرياء والكبر وسوء الخاتم.**

اس طرح یہ بھی اُکل بالباطل میں داخل ہوگا جو قطعی حرام ہے کیونکہ خرچ کرنے والے کی نیت باطل ہے۔

قال ابوداؤد اكثر من رواه عن جرير لا يذكر (لم يذكر)......... ہمارے درسی نصاب میں یہ پہلا مقام ہے جس میں قال ابوداؤد ہے جو سنن ابی داؤد میں مشہور اور مشکل ترین بحث تصور کی جاتی ہے اور اس پر مستقل مباحث ضخیم کتابوں میں اور منفرد رسالے بھی تحریر کیے گئے۔ امام ابوداؤدؒ کا اپنی سنن شریف میں یہ اصول اور طریقہ رہا ہے کہ اپنی کتاب میں صرف اور صرف صحیح احادیث جمع کرتے ہیں اور اگر کسی روایت کے متن یا سند پر کچھ مقال ونکیر یا اختلاف ہوتا ہے تو اسے بالتصریح واضح کر دیتے ہیں اور قال ابوداؤد کے الفاظ سے اسے بیان کرتے ہیں۔ امام موصوف کی قال ابوداؤد سے کئی اغراض ہوتی ہیں۔

(۱) سند میں کسی قسم کے سقم یا اختلاف کو بیان کرتے ہیں جیسے **باب التكشف عند الحاجة (كتاب الطهارة)** میں ہے **قال ابوداؤد رواه عبدالسلام بن حرب عن الاعمش عن انس بن مالك وهو ضعيف.** اس میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ واضح کیا کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں۔ (۱) **وكيع عن الاعمش عن رجل عن ابن زبيرؓ.** (۲) **عبدالسلام بن حرب عن الاعمش عن انس بن مالك.** ان میں سے پہلی سند قوی ہے اور دوسری عبدالسلام والی سند کمزور ہے۔

(۱) امام موصوف کہیں حدیث کے متن کے اختلاف کو واضح کرتے ہیں جیسے **قال ابوداود قال معمر عن الزهرى فى هذا الحديث قالت كنت اغتسل انا ورسول الله..... قال ابوداود روى ابن عتبةؒ نحو حديث مالك.....** (**باب مقدار الماء الذى يجزء به الغسل.**) اس میں متن کے اختلاف کو واضح کیا ہے کہ امام زہریؒ سے مالک نے صرف آپ ﷺ کا غسل نقل کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں **عن عائشةؓ ان رسول الله كان يغتسل من اناء واحد.** سیدہ عائشہؓ سے ہے کہ آپ ﷺ ایک برتن میں غسل فرماتے تھے۔ الخ...... دوسرا متن وہ ہے جو قال ابوداؤد سے ذکر کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور اللہ کے رسول غسل کرتے۔

(۳) کبھی فقہی مسئلہ میں موصوف اپنے مسلک کو واضح کرتے ہیں۔ باب من قال لا یقطع الصلوة شیء. میں ہے۔ قال ابوداود اذا تنازع الخبران عن النبیؐ نظر الی ما عمل به اصحابه من بعده. اس قال سے موصوف نے اپنا مسلک بیان کیا ہے کہ نمازی کے سامنے کسی چیز کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اس باب میں روایات متعارض ہیں کہ قطع صلوٰۃ اور نماز نہ ٹوٹنے دونوں کا ذکر ہے اس لیے ہم صحابہ کرامؓ کے فتویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں حمار کتا اور عورت کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، ابن عمرؓ فرماتے ہیں لا یقطع صلوة المؤمن شیء. اور اسی طرح سیدنا عثمان، علی، حذیفہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور یہی راجح ہے۔ تو اس قال میں موصوف نے اپنا مسلک بیان کیا۔ اور بھی کئی باتیں اس عنوان سے بیان کرتے ہیں۔ آمدیم بسوئے مطلب!

اس قال ابوداؤد میں مصنفؒ نے حدیث کے مرسل ہونے کو بیان کیا ہے کہ اکثر راویوں نے اس حدیث کی سند میں ابن عباسؓ کا ذکر کیے بغیر روایت کیا ہے، حماد بن زید نے بھی ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کیا ہاں ہارون نحویؒ نے ابن عباسؓ کا ذکر کیا ہے لیکن بقول امام موصوف یہ روایت عندالاکثر مرسل ہے۔ قال المنذری..... یرید ان اکثر الرواة ارسلوه منذری کہتے ہیں اکثر نقل کرنے والوں نے اسے مرسل ذکر کیا ہے۔ (عون)

(۹) بَابُ الرَّجُلِ يُدْعٰى فَيَرٰى مَكْرُوْهًا!

دعوت والے گھر میں خلافِ شریعت کام ہو رہے ہوں تو دعوت منظور کرنا جائز نہیں

(۲۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِيْنَةَ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَجُلًا أَضَافَ عَلِيَّ ابْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فصنع لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَأَكَلَ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ بِهِ فِيْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لِعَلِيٍّ الْحَقْهُ فَانْظُرْ مَا رَجَعَهُ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا رَدَّكَ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ لِيْ أَوْ لِنَبِيٍّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُزَوَّقًا.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، سعید بن جمہان، سفینہ ابوعبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ ایک شخص نے علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی اور اس نے ان کیلئے کھانا تیار کیا اور (ان کے گھر پر کھانا بھیجا) تو فاطمۃ الزہرا نے کہا کاش! ہم لوگ رسول کریمؐ کو مدعو کرتے اور آپ ﷺ بھی ہمارے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ پھر انہوں نے نبیؐ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک دروازہ کی چوکھٹ پر رکھا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ گھر کے کونے میں تصویروں والا پردہ لگا ہوا ہے۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ فاطمہؓ نے علیؓ سے فرمایا جاؤ یہ دیکھو کہ نبی ﷺ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے گیا اور دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کس وجہ سے واپس تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے یا فرمایا کسی نبی کیلئے ایسے مکان میں جانا جائز نہیں کہ جہاں پر نقش و نگار بنے ہوئے ہوں۔''

تشریح: حدیث اول: ان رجلا ضاف علی بن ابی طالب. حضرت علیؓ کے پاس ایک مہمان آیا انہوں نے ان کے لیے کھانا تیار کیا کھانا تیار ہونے پر سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا اگر حضور ﷺ کو ہم بلا لیتے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تناول فرما لیتے۔ حضور ﷺ کو بلایا گیا آپ تشریف لائے دروازے کے دونوں کنارے والی لکڑیوں چوکھٹ پر ہاتھ رکھا تو آپؐ کی نظر گھر کے ایک طرف لٹکے منقش پردے پر پڑی بس! حضور ﷺ واپس ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے استفسار پر فرمایا کہ ایسی پر تکلف یا منقش با تصویر جگہ ہم نہیں بیٹھتے۔ فرأی القرام، القرام مثل کتاب بکسر القاف وهو ثوب رقیق من صوف فیه الو ان من العهون ورقوم و نقوش یتخذ سترا یغشی به الاقمشة والهوادج. (مرقات وعون) قرام یہ باریک اونی پردے کا کپڑا ہوتا ہے۔ جس میں قسم وقسم کے رنگ برنگے بیل بوٹے اور پھول ہوتے ہیں یہ سامان اور کجاوں کو چھپانے کے لیے بنائے اور خریدے اور لٹکائے جاتے ہیں۔

سوال: آپ ﷺ واپس کیوں تشریف لائے؟

جواب: (۱) یہ منقش اور پر تکلف سجے ہوئے تھے جو مسرفین اور جبابرہ کی عادت میں سے ہے۔ اس لیے آپؐ واپس تشریف لے گئے اور فرمادیا میں مزوّق یعنی سجے گھر میں داخل نہیں ہوتا (عون)۔ (۲) وہ پردے بے موقع لگے ہوئے تھے جس سے حضور ﷺ نے منع کیا تھا۔ (۳) مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ فرماتے ہیں، لعل القرام کان فیه تصاویر. شاید پردوں میں تصویریں ہوں اس لیے حضور ﷺ لوٹ گئے۔ (بذل)

علامہ خطابیؒ کہتے ہیں حدیث باب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جس جگہ، پروگرام، تقریب، محفل، دعوت میں منکرات ونواہی ہوں اس میں شرکت درست نہیں اور ایسی تقریب کا دعوت نامہ ہی قبول نہ کیا جائے۔ ابن حجرؒ کہتے ہیں گھر میں منکرات وفواحش کا ہونا داخل ہونے سے مانع ہے اور ایسی جگہ داخل ہونے سے بچنا چاہیے۔ ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ ایسی دعوت وتقریب میں جانا جس میں خلاف شریعت امور سرزد ہوں ناجائز ہے کیونکہ اس میں شریک ہونا اور خاموش رہنا رضا کی دلیل ہے اور نافرمانی پر خوشی خاموشی اور رضا کا اظہار حرام ہیں۔

تقریبات میں شریک ہونے نہ ہونے کا حکم: ایسی دعوت شادی یا تقریب جس میں ناجائز کام ہوں جہاں سب کو کسی نہ کسی درجہ میں ان میں شریک کیا جاتا ہو اس کے حکم میں تفصیل ہے۔

(۱): اگر ایسا شخص جو جا کر منکرات کو روکنے کی ہمت رکھتا ہے قوت یا قرابت وجاہت کی وجہ سے تو اس کا ایسی دعوت میں جانا لازم ہے کیونکہ اس میں دو عمل ہیں ایک دعوت قبول کرنا دوسرا نهی عن المنکر اس لیے ایسے شخص کو جانا ہی چاہیے۔

(۲): اگر وہاں موجود منکرات وخرافات کو ہٹانے کی قوت نہیں رکھتا تو پھر اس میں تفصیل ہے کہ یہ شخص مقتداء ہے کہ سب اس کی رہنمائی اور پیروی میں چلتے ہیں تو ایسے شخص کو نہیں جانا چاہیے تا کہ لوگ سند نہ بنا لیں کہ فلاں مفتی صاحب یا فلاں عالمہ کی موجودگی میں ایسا ہوا تھا اس لیے مقتداء اور پیشوا کو بچنا چاہیے بلکہ ہم سب کو اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳): اگر پیشوا اور رہنما نہیں عام افراد میں سے ہے تو اس کی شرکت میں کوئی حرج نہیں شریک ہو سکتا ہے اور کھانا کھا سکتا ہے

ہدایہ میں ہے لاباس ان یقعد ویاکل اذا لم یکن یقتدی به فان کان ولم یقدر علی منعهم فیلخرج لما فیه من شین وفتح باب المعصیة. کوئی حرج نہیں کہ بیٹھے اور کھائے اگر اس کی پیروی اور اقتداء نہ کی جاتی ہو پھر اگر یہ پیشوا ہو اور منع پر قدرت نہ ہو تو نہ جائے کیونکہ اس کی شرکت وخاموشی میں دین کی بدنامی اور معاصی کا دروازہ کھولنا ہے۔

(۴): یہ تفصیل اس وقت ہے جب پہلے دعوت قبول کرلی اور آگئے اب پتہ چلا اگر پہلے ہی سے معلوم ہو کہ یہ تقریب معاصی سے پر ہوگی تو پھر لازم ہے پہلے ہی سے قبول نہ کریں بلکہ بحسن وخوبی معذرت کرلیں بندوں کی ناراضگی کی بجائے مالک حقیقی باری تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈریں اور بچیں۔

آج کل کی مروجہ شادی کا حکم: سوال: دور حاضر میں ہمارے دیار میں جو شادیاں اور تقریبات ہوتی ہیں جن میں اسراف، بے دھڑک تصویر کشی (جس سے شرکت کرنے والا کوئی بھی نہ بچ سکے) بے حجابی، غیر محارم سے اختلاط واشارات، خلاف سنت کھڑے ہو کر کھانا، گانا بجانا، نیم برہنہ استقبالیہ کا سامنا اور نہ معلوم کیا کیا خرافات اور فاحشات ہوتی ہیں ان میں شرکت کا کیا حکم ہے۔

اس کا جواب: حدیث باب اور مذکورہ تفصیل سے دوٹوک اور قطعی یہی ہے کہ ان میں شرکت جائز نہیں جن میں ایمان رہے نہ حیاء اس میں شرکت کا کیا فائدہ ہوا۔ ہاں اس کے لیے ہم سب کو عملی کوشش کرنی چاہیے کہ ہم بھی اسی بدقسمت معاشرے کے فرد ہیں کہ یہ تمام برائیاں مسلمانوں کی تقریبات اور ان کے گھروں اور دلوں سے نکل جائیں۔ محنت ہماری نتیجہ برذات باری۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا ‏ ‏ ‏ مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے ‏ ‏ ‏ بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدور پیدا

یہ ساری تفصیل "ضاف" کی روایت کے مطابق ہے کہ ایک آدمی حضرت علیؓ کا مہمان ہوا...... دوسرا نسخہ "ان رجلا اضاف علی ابن ابی طالب" کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ کی مہمانی اور ضیافت کی پہلے نسخے میں حضرت علی میزبان اور دوسرے میں مہمان ہوں گے۔ اس باب کا حاصل یہی ہے کہ جہاں منکرات ہوں وہاں نہ جائیں اور آچکے تو نجات کی صورت میں سوچیں۔

اٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے ‏ ‏ ‏ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

(۱۰) بَابٌ إِذَا اجْتَمَعَ دَاعِيَانِ أَيُّهُمَا أَحَقُّ

جب بیک وقت دو اشخاص مدعو کریں تو کس شخص کے یہاں جانا چاہئے؟

(۲۱) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ أَبِي خَالِدِ نِالدَّالَانِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا فَإِنَّ أَقْرَبَهُمَا بَابًا أَقْرَبُهُمَا جِوَارًا وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الَّذِي سَبَقَ.

''ہناد بن سری' عبدالسلام' ابوخالد' ابوالعلا' حمید بن عبدالرحمٰن' ایک صحابیٔ رسول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب دو آدمی بیک وقت مدعو کریں تو جس شخص کا گھر نزدیک ہو اس کی دعوت قبول کر لو کیونکہ جس شخص کا گھر نزدیک ہے تو وہ پڑوسی کے اعتبار سے قریب ہے۔ اگر ان دونوں میں کوئی پہلے آ جائے تو اسی کی دعوت قبول کر لو جو پہلے آئے۔''

تشریح: حدیث اول: **اذا اجتمع الداعیان فاجب اقربھما**. اگر دونوں بیک وقت آ پہنچے تو اس وقت ترجیح کی صورت زیادہ قریبی ہونا ہے۔ نسب کے اعتبار سے یا رہائش کے اعتبار سے۔ علقمیؒ کہتے ہیں اگر دروازے کے اعتبار سے دونوں برابر ہوں پھر علم اصلاح اور دین داری میں دیکھو جو زیادہ علم و تقویٰ اور فرمانبرداری والا ہو اس کو ترجیح دو، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر قرعہ ڈال لو۔ اس سند میں ابو خالد یزید بن عبدالرحمٰن ہے جو الدالانی سے مشہور ہے۔ ابو حاتم رازیؒ نے اسے قابل اعتماد کہا ہے، امام احمدؒ کہتے ہیں **لا بأس به** ابن معین کہتے ہیں **لیس به بأس** ابن حبان کہتے ہیں **لا یجوز الاحتجاج به**. اس سے حجت پکڑنا درست نہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں **وفی حدیثه لین** اور شریکؒ سے اس کا مرجئہ میں سے ہونا حکایت کیا گیا ہے۔ (عون)

(۱۱) بَابٌ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَالْعَشَاءُ

جب شام کا کھانا پیش ہو اور عشاء کی نماز کا وقت بھی ہو جائے؟

(۲۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ الْمَعْنَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنِي يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا يَقُومُ حَتّٰى يَفْرُغَ زَادَ مُسَدَّدٌ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ إِذَا وُضِعَ عَشَاؤُهُ أَوْ حَضَرَ عَشَاؤُهُ لَمْ يَقُمْ حَتّٰى يَفْرُغَ وَإِنْ سَمِعَ الْإِقَامَةَ وَإِنْ سَمِعَ قِرَائَةَ الْإِمَامِ.

''احمد بن حنبل' مسدد' احمد' یحییٰ' عبیداللہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی کا رات کا کھانا تیار ہو اور نماز کی تکبیر بھی ہو جائے تو جب تک کھانے سے فراغت نہ ہو تو نہ اُٹھے۔ مسدد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے جب شام کا کھانا رکھا جاتا تو آپ جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے تو نہ اُٹھتے اگرچہ وہ اقامت یا امام کی تلاوتِ قرآن کی آواز بھی سن لیتے۔''

(۲۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَلّٰى يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُؤَخَّرُ الصَّلَاةُ لِطَعَامٍ وَلَا لِغَيْرِهِ.

''محمد بن حاتم' معلی بن منصور' محمد بن میمون' جعفر بن محمد' ان کے والد' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز کو کھانے یا کسی اور وجہ سے مؤخر نہ کیا جائے۔''

(۲۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ الطُّوسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ أَبِي فِي زَمَانِ ابْنِ الزُّبَيْرِ إِلٰى جَنْبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ إِنَّا سَمِعْنَا أَنَّهُ

يَبْدَأُ بِالْعَشَاءِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَيْحَكَ مَا كَانَ عَشَاؤُهُمْ أَتَرَاهُ كَانَ مِثْلَ عَشَاءِ أَبِيكَ.

''علی بن مسلم' ابوبکر حنفی' ضحاک بن عثمان' عبداللہ بن عبید بن عمیر سے مروی ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا تو حضرت عباد بن عبداللہ نے کہا کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ (حضور ﷺ کے زمانہ میں) شام کے وقت کا کھانا نماز پر مقدم ہوتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا تم پر افسوس ہے کیا تم ان لوگوں کا کھانا اپنے والد کے کھانے جیسا سمجھتے ہو؟''

تشریح: حدیث اول: اذا وضع عشاء احدکم، العشاء بفتح العین ھو طعام یؤکل عند العشی. وہ کھانا جو شام کے وقت کھایا جائے۔ العشاء بکسر العین مغرب سے عشاء تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

فلا یقوم حتی یفرغ کھانے سے نہ اٹھے۔ وفی روایۃ البخاری فابدؤا بالعشاء ولا یعجل حتی یفرغ منه، بخاری شریف میں ہے کھانے سے ابتداء کرے اور فارغ وسیر ہونے سے پہلے جلدی نہ کرے۔ اس میں کھانے اور عشاء کی نماز کا باہم ذکر اس لیے کیا کیونکہ یہ وقت دونوں کا ہے باقی اوقات میں کھانے اور نمازوں کے اوقات الگ اور ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں عَشاء اور عِشاء اکٹھے ہیں اس لیے ان کا ذکر ہوا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ عندالجمہور یہ امر ندب وشفقت کے لیے ہے۔

نماز کا وقت ہو چکا اور کھانا آ گیا پہلے کیا کریں: امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر کھانے کی حاجت شدیدہ ہو تو پہلے کھانا کھا لے پھر نماز پڑھے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر کھانا مختصر وقلیل ہو تو اس وقت پہلے کھا لے پھر نماز پڑھے۔ ابن حزم، اصحاب ظواہر، احمد، اسحٰق کے ہاں پہلے کھائے یہ واجب ہے امر کی وجہ سے اگر پہلے نماز پڑھی تو نماز باطل ہوگی۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے کہا ہے کہ امام احمد کی طرف یہ قول منسوب کرنا بعید ہے کیونکہ حنابلہ کی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں بلکہ المغنی، الروض اور الشرح الکبیر میں صحت نماز کی تصریح ہے۔ قاضی شوکانیؒ کہتے ہیں حدیثوں کے ظاہر سے مطلق حکم ثابت ہوتا ہے۔ ابو حامد غزالیؒ نے یہ قید لگائی ہے کہ پہلے کھالے اگر کھانے کے فساد وضیاع کا اندیشہ ہو۔ علامہ عینی حنفی نے کہا ہے اگر بھوک شدید ہو اور نماز کے وقت میں گنجائش ہو وقت ختم ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے، حنفیہ کثر اللہ سوادہم کہتے ہیں کہ اس کی بنیاد آدمی کی حالت اور دلی کیفیت پر ہے غور کرے کہ اگر نماز پڑھنا شروع کی اور کھانے کا ہی سوچتا رہوں گا تو پھر پہلے کھانا ہی کھالے اگر کوئی زیادہ ضرورت نہیں اور اطمینان سے نماز پڑھ سکتا ہے تو پھر پہلے نماز پڑھ لے۔

حرف آخر: اگر کھانا آ جائے اور نماز کے وقت میں وسعت ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر بالکل خشوع واطمینان سے نماز ادا کر لیں گے تو اس صورت میں پہلے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور اگر وقت تنگ ہے اور اندیشہ ہے کہ کھانا کھایا تو نماز فوت ہو جائے گی تو پھر نماز میں تاخیر جائز نہیں۔ نماز میں دلجمعی اور خشوع مقصود ہے۔

واقعہ: امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے ان اجعل الطعام صلاۃ خیر من ان اجعل الصلاۃ طعاما. (مرقات ۳/ ۵۳، معارف السنن) میری نماز کھانا بن جائے اس سے بہتر ہے کہ میرا کھانا نماز بن جائے۔ یعنی نماز شروع کر دوں اور خیال

کھانے کی طرف رہے اس سے بہتر ہے کہ کھانا کھالوں اور کھانے میں خیال نماز کی طرف رہے کہ فارغ ہوکر جلدی نماز ادا کروں۔ حضرت عائشہؓ سے یہ بھی روایت ہے **فقالت سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يصلي بحضرة الطعام ولا وهو يدافعه الاخبثان**. (ابوداود ۱/۲۳) میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے کہ آدمی نماز نہ پڑھے کھانے کے ہوتے ہوئے اور جب بول و براز کا تقاضا ہو۔ حاصل یہ ہے کہ نماز ایسی حالت میں پڑھے۔ جب طبیعت میں اطمینان ہو۔ عملاً پہلے یہی ہوتا تھا کہ مختصر سا کھانا کھا کر پھر اطمینان سے نماز ادا کی جاتی اب یہ ہوتا ہے کہ جلدی سے نماز پڑھ لیں پھر آرام سے کھانا کھائیں گے، حالانکہ جذبہ اس کے برعکس ہونا چاہیے۔

حدیث ثانی: **لا تؤخر الصلوة لطعام ولا لغيره**. نماز کھانے یا کسی اور بہانے کی وجہ سے قضا مت کرو۔

سوال: حدیث اول میں ہے کہ پہلے کھانا کھاؤ یہاں ہے کہ کھانے یا کسی دوسری وجہ سے نماز میں تاخیر نہ کی جائے؟

جواب: (۱): بذل جلد اول ص: ۵۸ میں ہے **هذا حديث ضعيف فبا لضعيف لا يعترض على (الحديث) الصحيح**. یہ حدیث ثانی ضعیف ہے اور اس حدیث ضعیف کی وجہ سے حدیث صحیح پر اعتراض نہیں ہوسکتا گویا سابقہ تقریر بحالہ درست ہے۔

(۲): تسلیمی جواب یہ ہے کہ اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو پھر یہ دو حدیثیں دو مختلف حالتوں پر محمول ہیں اگر کھانا آ گیا اور نماز کا وقت تنگ ہے تو پھر اس حدیث ثانی پر عمل ہوگا اور اگر کھانا آیا اور نماز کے مستحب وقت میں وسعت ہے تو پھر حدیث اول پر عمل ہوگا کہ پہلے کھانا کھالیں۔

(۳): پہلی حدیث اس شخص کے بارے میں ہے جس کا کھانا حضرات صحابہؓ جیسا ہو مثلاً دودھ کا ایک پیالہ یا ستو پینا یا مٹھی بھر کھجوریں کہ اس میں نماز میں زیادہ تاخیر یا فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، حدیث ثانی اس شخص کے لیے ہے جس کے ہاں طویل دسترخوان اور پر تکلف کثیر قسم کے کھانے ہوں (اور کھانے کے ساتھ مجلس بھی ہو) تو ایسی صورت میں منع فرمادیا کہ نماز کو مؤخر مت کرو۔

(۴): اگر کھانے کا وقت ہو چکا ہے اور تیار بھی ہوگیا ہے لیکن ابھی کھانا لگایا اور سامنے نہیں لایا گیا تو بھی حدیث ثانی پر عمل ہوگا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے کھانے کی وجہ سے نماز مؤخر نہ کی جائے۔ اسی حدیث کو امام بیہقیؒ نے اپنی سنن میں "**كان لا يؤخر الصلوة لطعام ولا لغيره**" کے الفاظ سے اور طبرانیؒ نے اوسط میں "**لم يؤخر المغرب لعشاء ولا لغيره**" کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔ کھانے اور کسی دوسرے عذر کی وجہ سے نماز مؤخر نہ کرتے تھے۔ نہ تاخیر کی مغرب میں شام کے کھانے کی وجہ سے اور نہ اس کے علاوہ کی وجہ سے۔

حدیث ثالث: **قال كنت مع أبي في زمان ابن زبير**ؓ. عبداللہ بن عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد عبید کے ساتھ تھا میں (عبداللہ) اور میرا باپ (عمیر) حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابیٔ رسول کے پہلو میں تھے اور بات چیت ہو رہی تھی دوران گفتگو ابن زبیرؓ خلیفہ کے بیٹے عباد نے کہا ہم نے سنا ہے کہ کھانے کا آغاز نماز سے پہلے کرتے تھے۔ (اس میں اشارہ تھا کہ ہم کھانا نماز سے پہلے کھائیں) ابن عمرؓ نے حیرت سے نکیر فرمائی اور تنبیہ کی کہ تیرے باپ کے (موجودہ) کھانے میں اور ان کے

کھانے میں بڑا فرق ہے اس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور اس میں کم وقت لگتا تھا اس لیے یہ قیاس اور ان کا حوالہ درست نہیں۔ کیونکہ تیرے باپ کے کھانے میں تو قسم وقسم کے کھانے ہوتے ہیں اور دستر خوان بچھتے ہیں اس میں تاخیر ہو جاتی ہے اس لیے نماز کو مقدم رکھیں۔

فائدہ: ہمارے ہاں بھی بسا اوقات مدارس یا ذاتی نوعیت کی تقریبات میں یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ پروگرام جاری ہے بعد میں نماز ادا کی جائے گی جبکہ تقریب کے اختتام پر اس کا خیال واہتمام نہیں رہتا اور نماز ضائع ہو جاتی ہے یا اکثر کی جماعت تو یقیناً چلی جاتی ہے اس لیے ارباب تقریب اور شرکاء پروگرام سب کو نماز کا اہتمام رہے اور ایسی ترتیب قائم کی جائے کہ نماز باجماعت صحیح وقت میں ادا کی جائے۔ **اللهم وفقنا لما تحب وترضى.**

ابن زبیر یہ ابوخبیب عبداللہ بن زبیر بن العوام ہیں جو ہجرت مدینہ کے بعد اسلام میں کسی مسلمان مہاجر کے گھر پیدا ہونے والا پہلا بچہ ہے۔ یہود نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر منتر کر دیا ہے ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوگا عبداللہؓ کی ولادت سے ان کا یہ زعم باطل ختم ہوا اور تمام مسلمانوں کو اس پر مسرت ہوئی۔ مکہ کے شہسواروں میں سے ایک نامور یہ بھی ہیں جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور یزید کی موت کے بعد مسلمانوں نے ان سے خلافت کی بیعت کی اور یمن حجاز عراق خراسان پر انہوں نے غلبہ پایا اور نو سال ان کی خلافت رہی بالآخر حجاج ظالم کے ہاتھوں مکہ میں شہید کئے گئے۔ **رضی الله عنه وارضاه** (انعامات المنعم ۱/ ۵۶۹)

(۱۲) بَابُ غَسْلِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ الطَّعَامِ

کھانا کھانے کے وقت دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہیے

(۲۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُدِّمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالُوْا أَلَا نَأْتِيْكَ بِوَضُوْءٍ فَقَالَ إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوْءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ.

''مسدد' اسمٰعیل' ایوب' عبداللہ بن ابی ملیکہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ بیت الخلاء سے باہر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کیا آپ کے وضو کرنے کے لئے پانی نہ لائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے صرف نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم ہوا ہے۔''

تشریح: **الا نأتيك بوضوء** (بفتح الواو) استفہام وعرض ہے کہ ہم ہاتھ دھونے کے لیے پانی لائیں۔ لفظ وضوء واؤ پر تینوں حرکتیں (ضمہ، فتحہ، کسرہ) کے ساتھ مستعمل ہے اور ہر ایک کا معنی الگ ہے۔ لفظ وضوء وضاءت سے ہے اس کا معنی ہے نظافت وصفائی حسن اگر یہ واو کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے عمل وضوء اور فتح کے ساتھ ہو تو معنی ہے ماء الوضوء وضوء کا پانی اور کسرہ کے ساتھ **هو آلة الماء** پانی کا آلہ کوزہ وغیرہ۔ اس حدیث میں وضوء فتح کے ساتھ ہے۔ **انما امرت بالوضوء**

(بضم الواو) الخ۔ مجھے اصطلاحی وضوء کا حکم نماز کے لیے ہے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا حکم: بذل میں بحوالہ فتاویٰ شامی لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک کھانے سے پہلے اور بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔ **ومذهب الحنفية. ما قال في الدر المختار وسنة الأكل: البسملة اوله والحمدلة آخره وغسل اليدين قبله وبعده.** احناف کا مذہب کھانے سے پہلے اور بعد بسم اللہ اور الحمد للہ (پوری دعا) اور پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا سنت ہے۔

سوال: حدیث باب میں ہے کہ مجھے وضوء کا حکم نماز کے لیے ہے اور صحابہ کرامؓ کے عرض کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے ہاتھ نہیں دھوئے تو سنت ہونا کہاں سے ثابت ہے؟

جواب: (۱) آپ ﷺ قضاء حاجت کے بعد ہاتھ دھو چکے تھے اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کہنے پر فرمایا پورا وضوء کرنے کا حکم مجھے نماز کے لیے دیا گیا ہے۔ (۲) صحابہ کرام کا خیال تھا کہ **دوام علی الطهارة** کے طور پر شاید آپ ﷺ وضوء فرمائیں اس لیے پانی لانے کے لیے عرض کیا حضورؐ نے بیان رخصت کے لیے فرمایا وضوء کا حکم نماز کے لیے ہے فی الحال نماز نہیں پڑھ رہے۔ اگرچہ **دوام علی الطهارة** عمدہ عمل ہے لیکن بے وضوء رہنے سے بھی بندہ گناہ گار نہیں ہوتا اس کو یہاں بیان فرمایا گیا ورنہ طہارت پر رہنا تو اہل جنت کی صفات میں سے ہے اور طہارت ظاہر ہی باطنی پاکیزگی کا عکس واثر ہوتی ہے۔ (۳) آپؐ نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو بیان جواز کے لیے ترک کیا کہ سنت تو ہاتھ دھونا ہے، لیکن اس کے کبھی ترک کرنے سے گناہ گار نہ ہوں گے اس آسانی کے لیے آپؐ نے ہاتھ نہیں دھوئے تا کہ امت واجب جان کر مشقت میں نہ پڑ جائے۔ اس کی تائید ملا علی قاری حنفیؒ کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔ "**والا ظهر انه ما غسلهما لبيان الجواز**" (مرقاة ۸/۱۸۴) اور ظاہر یہی ہے کہ آپؐ نے بیان جواز کے لیے ہاتھ نہ دھوئے۔ (۴) لفظ وضوء سے مراد دو ہیں۔ (۱) وضوء لغوی یعنی صرف ہاتھ دھونا جیسے کھانے سے پہلے ہوتا ہے۔ (۲) وضوء اصطلاحی پورا وضوء کرنا جیسے نماز کے لیے، یہاں آپ ﷺ نے نماز کے وضوء کو ترک کیا اور فرمایا وضوء اصطلاحی کا حکم مجھے نماز کے لیے ہے وضوء لغوی کی نفی نہیں **كما لا يخفى والله اعلم**

فائدہ: (۱) ترمذی شریف جلد دوم **باب في ترك الوضوء قبل الطعام** کے تحت اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد یہ عبارت ہے **وقال........ كان سفيان الثورى يكره غسل اليد قبل الطعام وكان يكره ان يوضع الرغيف تحت القصعة.** سفیان ثوری رحمہ اللہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو مکروہ جانتے تھے اور روٹی پلیٹ یا کٹورے کے نیچے رکھنے کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اس کا جواب بالکل صریح اور دوٹوک ہے کہ ان کا عمل سلف وخلف کے ہاں غیر معمول بہ ہے اور آپ کا عمل دائمی اور امت میں مقبول ومشہور ہے اور معمول بہ کے مقابلے میں ان کا قول ناقابل تسلیم ہے۔ ثانیا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ موصوف کا یہ عمل ہاتھ دھونے کو واجب اور لازم سمجھنے والوں کو تنبیہ اور تردید کے لیے ہو، بہرکیف ہاتھ دھونا کھانے سے پہلے اور بعد سنت ہے۔

فائدہ: (۲) کھانے سے پہلے دھونے میں سنت بھی ہے اور حکمت بھی کہ اس سے ہاتھوں میں لگی آلودگی اور گرد وغبار کے

اثرات اور مضرات دور ہوں گے اور کھانے کے ساتھ مل کر آدمی کے اندر نہ جائیں گے، جس سے قسم قسم کی بیماریوں کا اندیشہ ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت طعام وغیرہ کی تعظیم وتکریم بھی ہے کہ اس کے چھونے سے پہلے آدمی ہاتھ صاف کرلے اور دھولے اور یہ بھی ابوداؤد کے حاشیہ میں ہے کہ ہاتھ دھو کر کھایا ہوا کھانا جلدی ہضم ہوتا ہے، اگلے باب کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس سے کھانے میں برکت اور زیادتی وکفایت ہوتی ہے، کھانے کے بعد ہاتھ دھونے میں صفائی اور چکنائی وغیرہ کا دور ہونا جیسے کئی فوائد ہیں خیر القرون سے یہ بھی ثابت ہے کہ تری والے ہاتھ وہ اپنی کلائیوں اور چہرے پر پھیر لیتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت اتنی چکنائی اور تری نہیں ہوتی تھی جس سے کپڑے داغ دار اور میلے ہوں پھر ان کی غذائیں بھی خالص اور سادی تھیں اور ہاتھ دھونے اور صاف کرنے میں دل کو حصول صفائی میں اطمینان ہو جاتا ہے۔ عون کے حاشیہ میں ہے قال الخلال: واخبرنا ابوبکر المروزی رأیت ابا عبدالله یغسل یدیه قبل الطعام وبعده وان کان علی وضوء. قلت (قائله یحیی بن سعید) لم کره ذلك سفیان قال لانه من زیّ العجم. (ملخص من الطیبی ۱۵۷/۸ ومرقاۃ ۱۸٤/۸ واشعة اللمعات ۳/ ۵۳۲ وعون وبذل تحت الباب)

(۱۳) بَابُ غَسْلِ الْيَدِ قَبْلَ الطَّعَامِ
کھانے سے قبل ہاتھ دھونا

(۲٦) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا قَيْسٌ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ وَكَانَ سُفْيَانُ يَكْرَهُ الْوُضُوْءَ قَبْلَ الطَّعَامِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَلَيْسَ هٰذَا بِالْقَوِيِّ.

"موسیٰ بن اسماعیل، قیس، ابوہاشم، زاذان، حضرت سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کی برکت کھانے سے قبل وضوء کرنے سے ہوتی ہے۔ تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کھانے کی برکت اس سے ہوتی ہے کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضوء کیا جائے اور سفیان کھانے سے قبل وضوء کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔"

تشریح: قرأت فی التوراة ..... فقال برکة الطعام. سلمانؓ نے تورات کے حوالہ سے صرف کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا ذکر کیا آپؐ نے قبله وبعده دونوں کا ذکر کیا اس میں (۱) اس طرف اشارہ ہے کہ یہ شریعت کامل ہے جس میں پہلے اور بعد دونوں کا ذکر ہے۔ (۲) اس میں یہود کی تحریف کی طرف تلمیح ہو کہ دراصل دونوں ہیں انہوں نے ایک کو بدل دیا۔ ومرّ البحث مفصلا آنفًا.

(١٤) بَابٌ فِيْ طعَامِ الْفُجَائَةِ

عجلت کے وقت ہاتھ دھوئے بغیر کھانا

(٢٧) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا عَمِّيْ يَعْنِيْ سَعِيْدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شِعْبٍ مِنَ الْجَبَلِ وَقَدْ قَضَى حَاجَتَهُ وَبَيْنَ أَيْدِيْنَا تَمْرٌ عَلٰى تُرْسٍ أَوْ حُجْفَةٍ فَدَعَوْنَاهُ فَأَكَلَ مَعَنَا وَمَا مَسَّ مَاءً.

''احمد بن ابی مریم' سعید بن حکم' لیث ' خالد' ابوزبیر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ضرورت سے فارغ ہو کر ایک پہاڑ کی گھاٹی سے باہر تشریف لائے ہمارے سامنے اس وقت ڈھال پر کھجوریں رکھی ہوئی تھیں یا پیالے میں۔ ہم لوگوں نے آپ ﷺ کو مدعو کیا آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ کھجوریں تناول فرمائیں اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا (یعنی ہاتھ نہیں دھوئے)''

تشریح: الفجاء ۃ بفتح الفاء ای جاء بغتة من غير تقدم سبب یعنی فجاء ۃ کا معنی جو چیز بلا سبب سابق اچانک پیش آئے۔ من شعب من الجبل بکسر الشین پہاڑی راستہ الطريق فی الجبل. علامہ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے طعام الفجاء ۃ کا مباح اور غیر مکروہ ہونا ثابت ہو رہا ہے کہ آدمی کو اچانک بلایا جائے اور پہلے سے کوئی اطلاع نہ ہو اور بلانے والا شوق وعقیدت اور برکت کے لیے بلا رہا ہو تو شرکت میں مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر صاحب طعام پر اچانک جانے سے بوجھ اور گراں گذرے تو پھر جانا نہ چاہیے اور بلانے پر بھی معاملہ فہمی کا ثبوت دیتے ہوئے شرکت نہ کرے (جیسے عموماً دفاتر اور سفر میں محدود انتظام ہوتا ہے اور سامنے آجانے پر مروت کی وجہ سے صاحب طعام بھی بلانا ضروری محسوس کرتا ہے ایسے میں بلا تأمل شرکت قابل تأمل ہے)

ومسّ ماء: اس سے یہ ثابت ہوا کہ احیاناً ہاتھ دھوئے بغیر کھانا بلا کراہت مباح و درست ہے لیکن عادت سنت مواظبہ کے مطابق ہی ہو کہ اسی میں اتباع ومحبت ہے۔

(١٥) بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ ذَمِّ الطَّعَامِ

کھانے کی مذمت کرنا بری بات ہے

(٢٨) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ إِنِ اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ.

''محمد بن کثیر' سفیان' اعمش' ابوحازم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کھانے کی برائی نہیں

فرمائی بلکہ اگر آپ ﷺ کا کھانے کو دل چاہتا تو آپ ﷺ کھانا تناول فرماتے اور اگر دل نہ چاہتا تو چھوڑ دیتے۔''

تشریح: ما عاب رسول ﷺ **طعاما قط.** آپؐ نے کھانے پینے میں کبھی عیب نہیں نکالا۔ **ای حلالا اما الحرام فکان یعیبه ویذمه وینهی عنه.** اس کا مصداق جائز حلال اور مباح کھانا ہے کہ اس میں کبھی عیب نہیں نکالا ہاں حرام چیزوں کی قباحت ومضرت اور حرمت ومذمت اور ممانعت کو خوب واضح کیا اور بیان فرمایا مثلاً شراب غیر اللہ کے نام پر ذبیحہ وغیرہ۔ علامہ نوویؒ کہتے ہیں کھانے پینے کے آداب میں سے مؤکدترین ادب ہے کہ اس میں عیب نہ نکالا جائے۔

طعام میں عیب کی تفصیل وحکم: بعض علماء نے اس میں فرق وتفصیل بیان کی ہے **ان العیب ان کان من جهة الخلقة کره وان کان من جهة الصنعة لم یکره.** کہ عیب اگر خلقت وپیدائش کے اعتبار سے ہے تو مکروہ ومنع ہے اور اگر تیار کرنے والے اور پکانے والے کی غفلت ولاپرواہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے تو اس کا ذکر واظہار مکروہ نہیں۔ لیکن ابن حجرؒ نے فتح (ج۹ص۵۴۸) میں تصریح کی ہے کہ حدیث مبارک سے تعمیم واطلاق ثابت ہو رہا ہے عیب بھلے خلقتی ہو یا صنعتی بہر صورت اس کا اظہار منع ہے۔ اس کی دلیل یہ بیان کی کہ خلقتی عیب تو ظاہر ہے تخلیق باری تعالیٰ میں اعتراض اور اسی کی بناوٹ پر تعریض ہے جو یقیناً قبیح ہے اور صنعتی اور تیار کرنے والے کا عیب نکالنا اس میں اس کی دل شکنی اور حقارت ہے جس میں اذیت مسلم بھی ہے اس لیے ہر قسم کا عیب بیان کرنا منع ہے اور اس سے بچنا لازمی ہے۔ اور بذل المجہود میں حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا ہے کہ کراہت طبعی کے اظہار میں قباحت وممانعت نہیں جیسے ضب (گوہ) کے متعلق فرمایا اور لہسن کے متعلق کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **لکنی اکرهه من اجل ریحه** لیکن میں اس لہسن کو نہیں کھاتا بو کی وجہ سے (ورنہ حرام نہیں) شیخ الاسلام تکملہ ج۴ص۸۵ میں فرماتے ہیں کہ طعام میں اگر عیب نکالنا اس کی پیدائش وخلقت کی وجہ سے ہو تو حرام ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں عیب لگانا ہوا اور اگر کوئی عیب بنانے والی کی کوتاہی اور لاپرواہی کی وجہ سے ہوا ہے تو پھر مکروہ ہے، اس سے مقصود اگر طعام میں عیب نکالنا ہو یا نعمت کی تحقیر وناقدری یا بنانے والے کی تذلیل ہو۔ ہاں اگر مقصود کھانا تیار کرنے والے کی اصلاح اور غلطی پر تنبیہ ہوتا کہ آئندہ احتیاط واجتناب کرے تو یہ درست ہے لیکن اس میں بھی انداز اخلاقی واصلاحی ہو۔ طعنہ زنی، گالی گلوچ اور استھزاء نہ ہو۔ ترمذی شریف میں ہے: **یعظّم النعمة وان دقّت غیر انه لم یکن یذم ذواقا ولا یمدحه.** (تکملہ) نبی ﷺ نعمت کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اگرچہ کوئی چھوٹی سی چیز ہی کیوں نہ ہو اس کے سوا کہ بنانے والے کی مذمت کرتے تھے نہ مدح۔

طعام کی مذمت کی وجہ: تکملہ میں ملاعلی قاریؒ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ کھانے پینے میں عیب کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ناشکری ہے جو متکبرین وجابرہ کا شعار ہے۔

مدح کی ممانعت کی وجہ: تعریف کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں لالچ، حرص اور خوشامد کا اندیشہ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسا مختصر تعریفی جملہ جس میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہو اور تیار کرنے والی کی تشجیع وحوصلہ افزائی ہو تو یقیناً مکروہ نہیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابوالھیثمؓ کے پاس کھانے پینے کے بعد یہ جملے فرمائے تھے جن میں تعریف بھی ہے اور تشکر وعبرت بھی

لتسئلن عن هذا النعیم یوم القیامة ظل بارد ورطب طیب وماء بارد. (ترمذی/۲) ضرور تم سے قیامت کے روز ان نعمتوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی یہ ٹھنڈے سائے، یہ عمدہ تازہ کھجور، یہ خوشگوار پانی۔

کھانے میں عیب سے مراد: قال النوویؒ ..... کقوله (الاکل) مالح، حامض، قلیل الملح، غلیظ، رقیق، غیر ناضج ونحو ذالك. امام نوویؒ نے کہا کہ عیب کا مطلب یہ ہے کہ ایسا لفظ کہے جس سے کھانے کی برائی ہو مثلاً نمک زیادہ ہے یا کم، گاڑھا ہے یا پتلا، کھٹا ہے یا کچا وغیرہ۔ ان اشتهاه اکله وان کرهه ترکه، اگر جی چاہے تو کھالے اور نہ چاہے اور نہ بھائے تو ترک کردے (کچھ اور منگالے) یہ ضروری نہیں کہ ہر حال میں خاموشی سے اسی کو کھائے، نہیں! بلکہ اختیار ہے کھائے یا ہاتھ ہٹالے لیکن زبان نہ چلائے۔

(۱۶) بَابٌ فِي الْاِجْتِمَاعِ عَلَى الطَّعَامِ

تمام لوگوں کا یکجا کھانا کھانا باعث برکت ہے

(۲۹) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَحْشِيُّ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ فَلَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَاجْتَمِعُوا عَلَى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِذَا كُنْتَ فِي وَلِيمَةٍ فَوُضِعَ الْعَشَاءُ فَلَا تَأْكُلْ حَتَّى يَأْذَنَ لَكَ صَاحِبُ الدَّارِ.

"ابراہیم بن موسیٰ، ولید بن مسلم، حضرت وحشی بن حرب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں لیکن ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم لوگ شاید علیحدہ علیحدہ کھاتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تمام لوگ یکجا کھانا کھایا کرو اور اللہ کا نام لے کر کھایا کرو اس سے برکت ہوگی۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں جب تم لوگوں کی کسی کے ہاں دعوت ہو اور کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو جب تک میزبان اجازت نہ دے کھانا نہ کھانا چاہئے۔"

تشریح: حدثنا ابراهیم..... وحشی بن حرب. یہ حبشی اور حمصی ہے عجلی نے کہا لا یامن بہ اور ابن حبانؒ نے اس وحشی کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ عن ابیہ یہی حرب مراد ہے ان کے ناموں اور نسب کی ترتیب یہ ہے وحشی (راوی) بن حرب بن وحشی بن حرب۔ پہلا وحشی راوی حدیث ہے، اس کا باپ حرب اور دادا وحشی، اور پردادا پھر حرب نامی ہے۔ یہ وحشی دادا ہی ہے جس نے سید الشہداء امیر حمزہؓ کو شہید کیا اسلام لانے سے قبل اور فتح مکہ کے زمانے میں اسلام قبول کیا اسے حضورؐ نے فرمایا تھا اسلام پہلے سب کچھ کو مٹادیتا ہے بس "غیب وجهك عنی" میرے بالکل سامنے نہ رہا کر (کیونکہ تجھے دیکھ کر میرا غم تازہ ہو جاتا ہے)

تفترقون ای تأکلو ان متفرقین. یعنی تم الگ الگ کھاتے ہوں گے۔ فاجتمعوا علی طعامك ای کلوا

مجتمعین. اکٹھے کھاؤ۔ یہ عمل ہے اور آگے دعاء بھی بتائی کہ اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو اس طرح قول و عمل کے جمع کرنے سے برکت حاصل ہوگی، شکم سیری بھی۔ ومعناہ بالفارسیۃ: ما می خوریم وسیر نمی شویم (عون) ہم کھاتے ہیں سیر نہیں ہوتے۔

چنانچہ ابویعلیؒ نے اپنی مسند میں یہ حدیث روایت کی عن جابر مرفوعًا: احب الطعام الی اللہ ما کثرت علیہ الا یدی. (رواہ ابن حبان والبیہقی) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کھانا وہ ہے جس میں کھانے والے ہاتھ زیادہ ہوں۔ ہم تو بہائم کی طرح الگ برتن اور روٹی لے کر کھاتے بھی رہتے ہیں پھرتے بھی رہتے ہیں فیاللعجب ولضیعۃ الادب. وروی الطبرانی عن ابن عمرؓ مرفوعا: طعام الاثنین یکفی الاربعۃ وطعام الاربعۃ یکفی الثمانیۃ فاجتمعوا عامۃ ولا تفرقوا. دو کا کھانا کفایت کرتا ہے چار کو اور چار کا آٹھ کو تم کھانے میں اکٹھے رہو جدا مت ہو۔

سوال: ان احادیث میں اجتماعی اور اکٹھے کھانے کا ذکر ہے اور قرآن کریم میں ساتھ اور جدا دونوں کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لیس علیکم جناح ان تأکلوا جمیعا او اشتاتا. (النور: ٦١) تم پر کوئی گناہ نہیں اکٹھے کھاؤ یا جدا جدا۔

جواب: (۱) حدیث پاک میں اجتماعیت کی ترغیب ہے اور آیت مبارکہ میں انفرادیت کا جواز ہے، اس لیے تعارض نہیں۔

(۲) اجتماعیت مسنون و مستحب ہے۔ آیت سے اجتماعیت کا واجب نہ ہونا ثابت ہے اور حدیث سے مستحب ہونا۔

(۳) آیت میں بھی جمیعا کا لفظ پہلے ہے حدیث اسی کے موافق ہے اور اشتاتا بعد میں اباحت کو ظاہر کرتا ہے۔

(۴) حدیث میں ذکر ہے ایسے افراد کا جن کے لیے اجتماعیت ممکن ہے اور آیت میں ذکر ہے اس شخص کا جو اکیلا ہو کہ وہ اکیلا کھانے سے گناہ گار نہ ہوگا۔

(۵) آیت میں رخصت کا ذکر ہے اس صورت میں جہاں کوئی عذر ہو مثلاً مناسب جگہ نہ ہو یا باہم مزاج نہ ملتے ہوں وغیرہ۔ بہرحال اجتماعیت باعث برکت محبوب و مرغوب اور مامور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان جماعت سے کتراتا اور بھاگتا ہے اور اکیلے پر سوار ہو جاتا ہے جیسے حدیث میں "الجلیس الصالح خیر من الوحدۃ والوحدۃ خیر من جلیس السوء" فرمایا۔

(۱۷) بَابُ التَّسْمِيَةِ عَلَى الطَّعَامِ

کھانا شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھنے کا بیان

(۳۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُولِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ فَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيتَ وَالْعَشَاءَ.

''یحیٰی بن خلف' ابوعاصم' ابن جریج' ابوزبیر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے اور کھاتے وقت بھی بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے نہ یہاں پر رہنے کی جگہ ہے نہ کھانے کے لئے کچھ ملے گا اور جب کوئی شخص گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہیں کہتا تو شیطان کہتا ہے اب تمہارے لئے رہنے کی جگہ ہوگئی پھر اگر کھانا کھاتے وقت بھی اس شخص نے بسم اللہ نہیں کہی تو شیطان کہتا ہے مجھے یہاں رہنے کو بھی جگہ مل گئی اور کھانا بھی مل گیا۔''

(۳۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي حُذَيْفَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا حَضَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ يَضَعْ أَحَدُنَا يَدَهُ حَتّٰى يَبْدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَإِنَّا حَضَرْنَا مَعَهُ طَعَامًا فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ كَأَنَّمَا يُدْفَعُ فَذَهَبَ لِيَضَعَ يَدَهُ فِي الطَّعَامِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ ثُمَّ جَاءَتْ جَارِيَةٌ كَأَنَّمَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ يَدَهَا فِي الطَّعَامِ فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهَا وَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ الَّذِي لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ جَاءَ بِهٰذَا الْأَعْرَابِيِّ يَسْتَحِلُّ بِهٖ فَأَخَذْتُ بِيَدِهٖ وَجَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِيَةِ يَسْتَحِلُّ بِهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهَا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ إِنَّ يَدَهُ لَفِي يَدِي مَعَ أَيْدِيهِمَا.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابومعاویہ' اعمش' خیثمہ' ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ جاتے تو ہم لوگوں میں سے کوئی شخص کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتا۔ جب تک کہ آپ کھانا شروع نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ ہم لوگ آپ کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے بیٹھ گئے تو ایک دیہاتی شخص بھاگتا ہوا آیا وہ اس طرح دوڑتا ہوا آیا جیسے کوئی شخص پیچھے سے دھکیل رہا ہے اور اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی جیسے کوئی شخص اس کو پیچھے سے دھکے دے رہا ہو۔ اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا تو آپ نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا اور ارشاد فرمایا شیطان اس کھانے کو حلال کر لیتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اور وہ شیطان پہلے تو اس دیہاتی شخص کو لے کر آیا تاکہ وہ اپنے لئے کھانا حلال کر لے اس کی وجہ سے میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس لڑکی کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعہ کھانے کو حلال کر لے لہٰذا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔''

(۳۲) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الدَّسْتُوَائِيَّ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ امْرَأَةٍ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهَا أُمُّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَإِنْ نَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي أَوَّلِهٖ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ.

''مؤمل بن ہشام' اسماعیل' ہشام دستوائی' بدیل' عبداللہ' حضرت ام کلثوم' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص کھانا کھانا شروع کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے اللہ کا نام لے۔ اگر اس وقت وہ اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس طرح کہے: بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ یعنی میں اللہ کے

نام سے کھاتا ہوں شروع اور آخر میں۔"

(۳۳) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ صُبْحٍ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْخُزَاعِيُّ عَنْ عَمِّهِ أُمَيَّةَ بْنِ مَخْشِيٍّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسًا وَرَجُلٌ يَأْكُلُ فَلَمْ يُسَمِّ حَتّٰى لَمْ يَبْقَ مِنْ طَعَامِهِ إِلَّا لُقْمَةٌ فَلَمَّا رَفَعَهَا إِلٰى فِيْهِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ مَا زَالَ الشَّيْطَانُ يَأْكُلُ مَعَهُ فَلَمَّا ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اسْتَقَاءَ مَا فِيْ بَطْنِهِ.

"مؤمل بن فضل، عیسیٰ بن یونس، جابر بن صبح، حضرت مثنی بن عبدالرحمن خزاعی نے اپنے چچا اُمیہ بن مخشی سے روایت کیا جو کہ صحابیٔ رسول تھے کہ آنحضرت ﷺ تشریف فرماتھے اور ایک شخص کھانا کھا رہا تھا۔ اس شخص نے بسم اللہ نہ کہی۔ یہاں تک کہ اس کے کھانے سے ایک لقمہ باقی رہ گیا جب اس نے اسے کھانے کے لئے اُٹھایا تو اس نے کہا بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ یعنی میں اللہ کے نام سے کھاتا ہوں شروع سے آخر تک۔ یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ کو ہنسی آگئی اور آپ نے فرمایا اس شخص کے ساتھ شیطان برابر کھانا کھا رہا تھا جب اس نے اللہ کا نام لیا تو شیطان نے قے کر دی اور جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا وہ سب اُگل دیا۔"

تشریح: حدیث اول: "اذا دخل الرجل فذكر الله عند دخوله وعند طعامه، اس سے حاصل یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آجاتا ہے وہاں سے شیطان بھاگتا ہے جس کی بہترین صورت "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا نام نہیں وہاں شیطان کا ڈیرہ وبسیرہ اور شرکت ہوتی ہے اس لیے ہمیں شر شیطان سے بچنے اور حفاظت کے لیے بسم اللہ کا اہتمام کرنا چاہیے بالخصوص ہر اچھے اور نیک کام میں۔ مثلاً کھانا پینا، گھر میں داخل ہونا، دفتر میں پہنچنا، سواری پر سوار ہونا، چلانا، دینا، لینا، دکان کھولنا، کتاب پڑھنا، لکھنا وغیرہ اس میں برکت وحفاظت ہوگی۔

کھانے سے پہلے اور بعد کی دعاء: کھانے سے پہلے بسم الله وعلى بركة الله (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۱۰۷) درمیان میں اگر یاد آجائے تو بسم الله اوله وآخره (ترمذی، مشکوٰۃ) اور کھانے سے فراغت کے بعد الحمد لله الذى اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين. (ترمذی) پڑھے۔ ابھی باب غسل الید میں عندالاحناف اول وآخر تسمیہ وتحمید کا مسنون ہونا گذرا ہے اگر کھانے والی ایک جماعت اور افراد کثیر ہوں تو ان میں سے بعض یا کسی ایک کے پڑھنے سے بھی شیطان کے شریک ہونے سے حفاظت ہوگی (نووی) قال الشيطان (لاخوانه واعوانه ورفقته) لا مبيت لكم اى لا موضع بيتوتة لكم. شیطان اپنے چیلوں اور ہمنوالوں کو کہتا ہے یہاں رات گذارنے اور بھٹکانے بہکانے کے لیے تمہاری جگہ نہیں کیونکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اور نہ ہی بے برکتی اور نحوست کے لیے تم ان کے کھانے میں شریک ہوسکتے ہو۔

تصویر کا دوسرا رخ: اذا دخل فلم يذكر الله داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا اور کھانے پہ ٹوٹ پڑے اور بسم اللہ کا نام تک نہیں تو پھر شیطان خوش ہوتا ہے کہ واہ واہ ہمیں حرکت وشرارت کا خوب موقع ملا۔ حدیث ثانی میں آگے اسی کا عملی نمونہ مذکور ہے جس سے پتہ چلا کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والے کو بسم اللہ کہلوائی اور یاد دلائی جائے ورنہ شرکت سے معذرت کر لی جائے تاکہ کسی حربے سے شیطان موقع نہ پا سکے۔

حدیث ثانی: لم یضع احدنا یده حتی یبدا رسول الله ﷺ. اس سے یہ ادب واضح ہوا کہ کھانے میں آغاز وابتداء بزرگ واستاد اور کبار حضرات ہی کریں چھوٹے ان سے جلدی نہ کریں الا یہ کہ ان کا حکم ہو تو پھر الامر فوق الادب. اس لیے یہ بھی ادب ہے کہ کھانے سے پہلے اہل علم کے ہاتھ پہلے دھلوائے جائیں تا کہ وہ انتظار نہ کریں۔(عون)

ان الشیطان لیستحل الطعام ای یتمکن من اکل ذلک الطعام. یعنی شیطان متروک التسمیہ کھانے میں شرکت کی جرأت کرتا ہے اور قدرت پاتا ہے۔ علامہ نوویؒ نے یہ کہا ہے اگر شرکاء طعام میں سے کچھ نے بسم اللہ پڑھ لی تو بھی شیطان شریک نہ ہو سکے گا۔ **ان یده لفی یدی.** یعنی شیطان اس اعرابی یا جاریہ کے ذریعے شریک ہونا چاہتا تھا جب میں نے ان کا ہاتھ پکڑا تو شیطان کا ہاتھ بھی بیچ میں پکڑا گیا ہے اور شیطان کے پکڑے جانے کا ذکر آیت الکرسی کی فضیلت و برکت میں وارد شدہ حدیث قصہ حضرت ابو ہریرہؓ اور غلے کی چوکیداری وحفاظت میں بھی ہے کہ ابو ہریرہؓ نے اسے پکڑ لیا تھا مگر یہ حیلے سے بچ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے سزا دیے اور جکڑے بغیر چھوڑ دیا اس لیے کہ ان پر قبضہ وتصرف سلیمان علیہ السلام کو عطاء ہوا تھا اور انہوں نے رب تعالیٰ سے مانگا تھا **رب اغفرلی وهب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعد.** (صٓ: ۳۵) اے میرے پروردگار! پالنہار میرے درجات بلند فرما اور ایسی با اختیار حکومت عطاء فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو یعنی یہ صرف مجھے ملے، آپ ﷺ نے اس لیے اسے چھوڑ دیا۔

حدیث ثالث: یقال لها ام کلثوم. یہ ام کلثوم لیثی ہے جو عبید بن عمیر لیثی کی بیٹی ہے اسے لیثی اور مکی بھی کہا گیا ہے **وذکر بعدها ام کلثوم اللیثیة ویقال لها المکیة.** (بذل وعون)

عورتیں کنیت سے موسوم ہو سکتی ہیں؟: اس سے واضح ہوا کہ عورتیں کنیت سے پکاری اور موسوم کی جا سکتی ہیں۔ **فلیقل بسم الله اوله وآخره.** (ترکیب) اوله اور آخره منصوب بنزع الخافض ہیں یعنی ان سے پہلے حرف جار فی یا علی محذوف ہے۔ **بسم الله فی اوله وآخره** اور **بسم الله علی اوله وآخره** عبارت ہوگی۔ اس طرح کھانے کے نصف اول اور نصف ثانی دونوں کو محتوی ہوگی۔

سوال: اس میں تو اول وآخر اور ابتداء وانتہاء کا ذکر ہے وسط و درمیان تو دعاء و برکت سے خالی رہا؟

جواب: اس میں سے کوئی حصہ خارج برکت نہیں کیونکہ اس کی مراد واضح کی جا چکی ہے کہ نصف اول ونصف ثانی (یعنی تمام) کو یہ شامل ہے کیونکہ دونوں نصفوں کے درمیان تو کچھ ہے نہیں جس پر یہ مشتمل نہ ہو اس لیے یہ خالی وہم ہے اس کی مثال قرآن کریم میں ہے **ولهم (اهل الجنة) رزقهم فیها بکرة وعشیا.** (مریم:۶۲) ان جنتیوں کے لیے صبح وشام رزق ہوگا اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ درمیان میں ممانعت ہوگی اور ان دو وقتوں کے سوا نہ ملے گا اس کی تصریح بھی قرآن کریم میں ہے **اکلها دائم وظلها** (رعد:۳۵) وہاں کھانے دائمی اور سائے بھی دائمی۔ **ولا خفاء فیه** (عون) اس کی تائید اگلی حدیث سے بھی ہو رہی ہے کہ اس میں ہے **لم یبق من طعامه الا لقمة.** جب اس کا صرف ایک لقمہ باقی بچا تو اس نے "**بسم الله اوله وآخره**" پڑھا تو "**استقاء ما فی بطنه**" شیطان نے سب اگل دیا اس سے معلوم ہوا کہ آخری لقمہ پر بھی پڑھا تو بھی پورے طعام

کے لیے کافی ہوگی۔

تنبیہ: اس سے یہ مت سمجھا جائے کہ جب یہ دعاء پورے طعام کے لیے برکت ومؤثر ہے تو پہلے پڑھنے کی کیا حاجت ہے آخری نوالے کے ساتھ پڑھ کر برکت حاصل کرلیں گے اور نحوست وشیطان سے بچ جائیں گے، حاشا و کلا ہرگز ایسا نہیں یہ تو صرف بھولنے کے لیے ہے قصداً چھوڑنے والے کے لیے نہیں۔ واللہ اعلم وعلمه، اتم

حدیث رابع: عن عمه امية بن مخشي. مثنی بن عبدالرحمٰن خزاعی نے اپنے چچا امیہ بن مخشی خزاعی سے روایت کیا ابوالحسن بن براء کہتے ہیں ابن مدینیؒ سے اس مثنی بن عبدالرحمٰن خزاعی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ مجہول ہے جابر بن صبح کے سوا اس سے کسی نے روایت نہیں کی۔ سیف بن عمر تمیمی نے مثنی بن عبدالرحمٰن عن میمون بن مہران عن ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے ہوسکتا ہے یہ مثنی ابن عبدالرحمٰن یہی خزاعی ہوں تو مجہول نہ رہے گا اور جابر بن صبح اس سے اکیلا روایت کرنے والا نہ ہوگا۔ ابن حبان نے اس مثنی کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں لا یعرف یہ غیر معروف ہے اس سے روایت لینے میں جابر بن صبح متفرد ہے۔ بذل میں یہ ثابت کیا گیا ہے یہ راوی مجہول نہیں بلکہ اس سے دیگر نے بھی روایات نقل کی ہیں۔

جالسا ورجل. بذل میں ہے "لم اقف علی تسمیته" اس کھانے والے آدمی کا نام نہیں مل سکا۔ "فلما ذکر اسم الله استقاء" (۱) یہ اپنے اصلی معنی پر محمول ہو اور اس میں کوئی بعد نہیں کہ جو کھایا سب اگل دیا۔ (۲) اس سے مراد یہ ہے کہ بسم اللہ نہ پڑھنے سے جو بے برکتی تھی وہ رفع ہوگئی اور برکت حاصل ہوئی جو بے برکتی شیطان کی شرکت سے ہوئی تھی وہ ختم ہوئی اور برکت نازل ہوئی۔ (۳) تورپشتیؒ نے کہا ہے یہ شرکت وأکل شیطان کے لیے وبال اور مصیبت بن گئی جس طرح قئی والا تکلیف میں ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی اللہ کا نام لینے سے مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔ (عون)

تسمیہ کا حکم: امام احمدؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے کیونکہ احادیث میں امر کا صیغہ ہے جس کا کوئی معارض نہیں۔ عندالجمہور کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہے اور یہی احادیث کا مدعا اور ماحصل ہے۔

کیا جن کھاتے ہیں؟: واختلف ایضا هل یاکلون ویشربون ویتناکحون ام لا؟ فقیل بالنفی وقیل بمقابله. (فتح ج ۶ ص ۲۱۶) ابن حجرؒ کہتے ہیں جنوں کے کھانے پینے اور توالد وتناسل میں اختلاف ہے نفی کا قول بھی ہے اور اس کے مقابل اثبات کا بھی۔ حقیقت یہ کہ جنوں کی اقسام مختلف ہیں اور احکام بھی۔ (۱) وھب بن منبہ سے روایت ہے کہ جنوں کی ایک قسم ایسی ہے جو کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ شادی کرتے ہیں یہ خالص جن ہیں یہ خالی ریح وہوا ہیں۔ (۲) ایک قسم وہ ہے جو یہ سب کچھ کرتے ہیں یہ سعالی اور غیلان سعالی غول اور قطرب ہیں۔ ان دو قسموں سے دونوں اختلافی حکم منطبق ہوجائیں گے جو کہتے ہیں کھاتے ہیں قسم دوم مراد ہوگی اور جو کہتے ہیں نہیں کھاتے قسم اول مراد ہوگی۔ اس کی تائید ابوثعلبہ خشنی کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: الجن علی ثلثة اصناف. (۱) جنس لهم اجنحة یطیرون فی الهواء. (۳) صنف یحلون ویظعنون وفی روایة ابی الدرداء لابن الدنیا قال فی الثالث وصنف علیهم الحساب والعقاب. حدیث باب دلیل ہے کہ جن کھاتے ہیں اسی طرح ابوداؤد ج ا ص ۱۷ پر ہے۔ عن عبدالله بن مسعود قال قدم وفد الجن

على النبی ﷺ فقالوا یا محمد انه امّتلث ان یستنجون بعظم او روثة او حمة فان الله عزوجل جعل لنا فیها رزقا قال فنهی النبی ﷺ عن ذللث. یہ بھی ان کے کھانے کی صریح دلیل ہے۔ کتاب الادب باب ۱۷۵ میں جنوں کے متعلق بحث آئے گی۔ (مزید جن کی تعریف انعامات المنعم ۲/۲۸۰ باب ۲۰۲ میں دیکھئے)

(۱۸) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْأَكْلِ مُتَّكِئًا

سہارا لگا کر کھانا کھانے کا بیان

(۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آكُلُ مُتَّكِئًا.

''محمد بن کثیر، سفیان، علی بن اقمر، حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تکیہ کا (سہارا) لگا کر نہیں کھاتا (اس لئے کہ یہ غرور کرنے والوں کی عادت ہے یا اس طریقہ سے کھانا پینا نقصان دہ ہے)۔''

(۳۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ يَأْكُلُ تَمْرًا وَهُوَ مُقْعٍ.

''ابراہیم بن موسیٰ، وکیع، مصعب بن سلیم سے مروی ہے کہ میں نے انسؓ سے سنا آپؓ فرماتے تھے مجھے آنحضرت ﷺ نے کسی جگہ بھیجا میں جس وقت واپس آیا تو میں نے دیکھا آنحضرت ﷺ اکڑوں بیٹھ کر کھجوریں تناول فرما رہے ہیں۔''

(۳۶) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا رُئِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مُتَّكِئًا قَطُّ وَلَا يَطَأُ عَقِبَهُ رَجُلَانِ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت بنانی، شعیب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تکیہ (سہارا) لگا کر تناول فرماتے ہوئے نہیں دیکھا گیا اور کبھی آپ ﷺ کے پیچھے دو آدمیوں کو چلتے نہیں دیکھا (بلکہ آپ ﷺ خود درمیان میں یا سب سے پیچھے چلتے تھے)''

تشریح: حدیث اول: لا آکل متکئا میں ٹیک لگا کے نہیں کھاتا۔

ٹیک لگانے کی صورتیں: (۱) ابن حجرؒ کہتے ہیں اتکاء کا مطلب یہ ہے کہ طاعم کسی طرف جھک کر سہارا لے اور ایک پہلو پر ہو جائے۔ (۲) اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک لے اور اسی پر سہارا لے۔ (۳) خطابیؒ کہتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ اتکاء کھانے والے کا کسی ایک طرف جھکنا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ متکئا کا حاصل ہے کسی نمدہ تکیہ یا نرم بستر وبچھونے پر بیٹھے اور حدیث کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں لا اقعد متکئا علی الوطاء عند الأكل. یہ تو ان لوگوں کا فعل ہے جو کثرت طعام اور مختلف الالوان کے خوگر ہوں بیٹھنا اتکاء میں داخل نہیں بلکہ متکئا کا مطلب وہی ہے جس کو ابن حجرؒ نے بیان کیا ہے کہ بیٹھ کر دائیں

بائیں یا پیچھے ٹیک لگائے اگر بالکل معتدل اور سیدھا بیٹھیں بھلے نمدے پر ہو یہ اتکا نہیں۔

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم: (۱) اگر آدمی تکبر و بڑائی کے لیے ٹیک لگا کر کھاتا ہے تو یہ علی الاطلاق منع ہے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۲) اگر کسی تکلیف وعذر کی وجہ سے ٹیک لگا کر کھاتا ہے تو یہ بلا کراہت درست ہے۔ (۳) اگر استراحت و کثرت اکل کے لیے ٹیک لگاتا ہے تو یہ خلاف اولیٰ ہے۔

کھانا کھاتے وقت بیٹھنے کا طریقہ: (۱) آدمی دونوں قدموں کے بل بیٹھے گھٹنے کھڑے کر کے۔ (۲) دونوں گھٹنے زمین پر بچھا کر بیٹھے جیسے تشہد نماز میں بیٹھتے ہیں۔ (۳) ایک گھٹنا بچھا کر اور دوسرا سیدھا کر کے ایک پاؤں پر بیٹھے کہ دائیں گھٹنے کو سیدھا رکھے اور بائیں کو بچھا کر بائیں پاؤں پر بیٹھ جائے۔ جیسے عموماً قرآن پاک حفظ کرنے والے طلبہ بیٹھتے ہیں ابن حجرؒ نے انہیں مستحب اور شیخ الاسلام نے تکملہ میں آداب طعام میں سے شمار کیا ہے۔

چوکڑی مار کر کھانے کا حکم: **اما الجلوس متربعا بدون اسناد الظهر الى ما خلفه او الميلان على احد الشقين فالظاهر انه جائز بلا كراهة لعدم ما يدل على كراهته.** (تکملہ ج ۴ ص: ۴۸) جی ہاں آلتی پالتی مار کر بیٹھنا کہ پشت و پہلو میں کوئی ٹیک یا سہارا نہ ہو تو ظاہر ہے یہ بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس کی کراہت وممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ یاد رہے کہ اگر آدمی اس طرح بیٹھے پھر اس میں ٹیک کو موقع دے اور آہستہ آہستہ پھیل جائے تو اسے اس طرح بیٹھنے سے بچنا چاہیے۔ اس کی کراہت ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے محسوس ہوتی ہے۔ **انهم فسروه (متكئا) بالتمكن للأكل والقعود فى الجلوس كالمتربع المعتمد على وطاء تحته لان هذه الهيئة تستدعى كثرة الأكل وتقتضى الكبر.** (از عون)

عقلاً اتکاء کی ممانعت کی وجہ: ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ پہلو پر ٹیک لگانے میں تو یہ مضرت ہے کہ اس طرح کھانا صحیح طور پر اتر سکتا ہے نہ معدے کی مقرر حد تک پہنچ سکتا ہے جو تکلیف کا باعث ہے آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ ہاتھ کا سہارا یا پیچھے کسی چیز کی ٹیک اور آزادنہ چوکڑی مار کر بیٹھنا یہ متکبرین کی عادات سیئہ میں سے ہے اس لیے اس سے بھی بچنے کا حکم ہے۔

فائدہ: علامہ عینیؒ نے عمدہ (ج ۹ ص ۶۷۵) میں ابوالعباس بن عاص سے یہ نقل کیا ہے کہ ٹیک لگا کر نہ کھانا اور **لا آكل متكئا** آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے **(زعم هذا ابن القاص)** لیکن یہ درست نہیں چنانچہ آگے موصوف نے اس کی تردید کی ہے اور ابوالدرداءؓ کی صریح حدیث نقل کی ہے۔ "**قال رسول الله ﷺ لا تاكل متكئا**" ٹیک لگا کر مت کھاؤ **(اخرجه الطبرانى ورجال اسناده ثقات)** اور صحابہ کرامؓ بھی ٹیک لگا کر کھانے کو ناپسند کرتے تھے عبارت یہ ہے "**كانوا يكرهون ان ياكلو اتكاء مخافة ان تعظم بطونهم**" وہ ناپسند کرتے تھے ٹیک لگا کر کھانے کو اس خوف سے کہ ان کے پیٹ نہ بڑھ جائیں۔ بہر کیف ٹیک لگا کر کھانا مکروہ وممنوع ہے جس میں شرعی وطبی ہر دو قباحتیں ہیں۔

ننگے سر کھانے کا حکم: بذل میں (بحوالہ عالمگیری ج ۴ ص ۲۱۶ وشامی ج ۵ ص ۲۳۹) ہے **ولا باس بالأكل مكشوف الراس.** ننگے سر کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اگرچہ پہنا ہوا کپڑا نہ اتاریں کہ شامی کا حوالہ تو مل گیا ہے۔

حدیث ثانی: **بعثنى النبى ﷺ اى لحاجة فوجدته ياكل تمرا وهو مقع.** مقع دراصل مقعی تھا اقعاء مصدر باب

افعال سے اسم فاعل ہے ای جالسا علی الیتیه ناصبا ساقیه (نووی) سرینوں پر بیٹھنا اور پنڈلیاں سیدھی رکھنا۔ وھی ھیئة متواضعة للجلوس یہ بیٹھنے کی پسندیدہ اور پر تواضع حالت ہے۔ مولانا یحییٰ قدس سرہ فرماتے ہیں کھانا کھاتے وقت مقبول و محبوب وہ حالت ہے جس میں (۱) کھانے پر مکمل توجہ والتفات ہو۔ (۲) کثرت اکل اور پیٹ پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو۔ (۳) متکبرین و جبابرہ کی ہیئت وعادت اور مشابہت نہ ہو، جس بیٹھنے میں یہ تینوں چیزیں ہوں گی وہ سب سے افضل اور پہلے نمبر پر ہوگی، جس میں دو ہوں تو دوسرے اور جس میں ایک چیز ہو تو آخری نمبر پر (اگر تینوں مفقود تو مکروہ وممنوع) یہ مذکورہ حالت بھی ایسی ہے جس میں تینوں چیزیں موجود ہیں اور محبوب ﷺ کی یہ سنت دائمی بھی محبوب ہے۔

حدیث ثالث: ولا یطأعقبه رجلان ای لا یمشی خلفه رجلان. یعنی دو آدمی حضور ﷺ کے پیچھے نہ چلتے، حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ انتہائی تواضع اور عجز وانکساری کی وجہ سے آگے نہ چلتے کہ صحابہ پیچھے پیچھے ہوں بلکہ گھل مل کر وسط میں چلتے اور دو آدمیوں کا ذکر کثیر کا نافی نہیں کہ اگر زیادہ ہوتے پھر ان کو پیچھے کر دیتے بلکہ کم زیادہ دونوں صورتوں میں آپ ﷺ درمیان میں رہتے اور ہر ایک اپنے آپ کو حضور ﷺ کے قریب تر محسوس کرتا۔ یہ تقریر رجلان کی راء کے فتح کی صورت میں ہے رجلان بمعنی دو آدمی "ویحتمل کسر الراء وسکون الجیم ای القدمان یعنی لا یمشی خلفه احد ذو رجلین" (بذل) اور یہ احتمال ہے کہ راء کے کسرہ اور جیم ساکنہ کے ساتھ ہو اب دو آدمی کے بجائے دو پاؤں مراد ہوں گے، معنی ہوگا کہ دو پاؤں والا (ایک آدمی بھی) آپ ﷺ کے پیچھے نہ چلتا اس میں مزید مبالغہ ہے کہ ایک آدمی تک کا بھی خیال فرماتے۔ (ولله در القائل والناقل)

تنبیہ: پہلی تقریر مصرح اور دوسری محتمل ہے ہر ایک قابل اقتداء و عمل ہے۔ پہلی تقریر کی صورت میں مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اس سے ایک خادم کا پیچھے چلنا مستثنیٰ ہوگا چنانچہ عند الحاجۃ آپ ﷺ کے خادم انسؓ پیچھے چلتے تھے اور یہ خلاف تواضع اور حدیث باب کے منافی نہیں۔ چنانچہ امرأۃ یوسف قین کے پاس جب آپؐ اپنے بیٹے ابراہیمؑ سے ملنے گئے تو انسؓ پیچھے پیچھے چلے۔ (المعم ۱/۱۵)

سوال: صحیح بخاری میں ہے "واتبعته انا وزید بن الحارث" (بخاری ج ۱ ص ۴۳۵) اور زید بن حارث آنحضرت ﷺ کے پیچھے چلے، اس سے معلوم ہوا صحابہؓ کا پیچھے چلنا بھی ثابت ہے، حالانکہ حدیث باب میں ہے کہ دو آدمی یا ایک آدمی بھی آپ ﷺ کے پیچھے نہ چلتے۔

جواب: (۱) حدیث باب میں اکثر کے اعتبار سے ہے کہ عموماً ایسا نہ ہوتا تھا اور حدیث بخاری میں جزوی واقعہ ہے کہ کبھی کبھار الاقلیل ایسا بھی ہو اگنجائش کے لیے "لا یطأعقبه رجلان" کے ساتھ "قط" نہیں حالانکہ اس سے پہلے متکئا کے ساتھ قط موجود ہے۔

(۲) شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہے اتبعته..... کا مطلب اسیر انا وزید بن الحارث معه (ﷺ) مطلقاً ہو کہ میں اور زید آنحضرت ﷺ کے ساتھ چلتے تھے پیچھے چلنا مراد ہی نہ ہو بلکہ مطلقا سیر و چلنا ہو (بذل)

(۳) ان دو حضرات کا پیچھے چلنا خدمت وحاجت کے وقت تھا جو تواضع اور حدیث باب کے منافی نہیں۔

(۱۹) بَابٌ فِي الْأَكْلِ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ

پیالہ یا پلیٹ کے درمیان سے کھانے کا بیان

(۳۷) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَأْكُلْ مِنْ أَعْلَى الصَّحْفَةِ وَلٰكِنْ لِيَأْكُلْ مِنْ أَسْفَلِهَا فَإِنَّ الْبَرَكَةَ تَنْزِلُ مِنْ أَعْلَاهَا.

''مسلم بن ابراہیم' شعبہ' عطاء' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایاتم لوگوں میں سے جب کوئی شخص کھانا شروع کرے تو پیالہ کے درمیان میں سے نہ کھائے بلکہ ایک جانب سے کھائے کیونکہ برکت' درمیان میں نازل ہوتی ہے۔''

(۳۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عِرْقٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسْرٍ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَصْعَةٌ يُقَالُ لَهَا الْغَرَّاءُ يَحْمِلُهَا أَرْبَعَةُ رِجَالٍ فَلَمَّا أَضْحَوْا وَسَجَدُوا الضُّحٰى أُتِيَ بِتِلْكَ الْقَصْعَةِ يَعْنِي وَقَدْ ثُرِدَ فِيهَا فَالْتَفُّوا عَلَيْهَا فَلَمَّا كَثُرُوا جَثَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ مَا هٰذِهِ الْجِلْسَةُ؟ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ كُلُوا مِنْ حَوَالَيْهَا وَدَعُوا ذِرْوَتَهَا يُبَارَكْ فِيهَا.

''عمرو بن عثمان' ان کے والد' محمد بن عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا جس کو چار اشخاص اُٹھایا کرتے تھے اس کا نام غراء تھا۔ جب اشراق کا وقت ہوا اور لوگوں نے اشراق کی نماز پڑھی تو وہ پیالہ لایا گیا اس میں ثرید بھرا ہوا تھا تو تمام لوگ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے جب لوگوں کی بھیڑ ہو گئی تو آپ ﷺ گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ ایک دیہاتی نے کہا آپ ﷺ کے بیٹھنے کا یہ کونسا طریقہ ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نیک بندہ بنایا ہے اور اللہ نے مجھے غرور اور تکبر کرنے والا نہیں بنایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کناروں سے کھاؤ اور اس (برتن) کے درمیان میں سے چھوڑ دو (اس میں برکت پیدا ہوگی)۔''

تشریح: حدیث اول: فلا یأکل من اعلی الصحفة ولکن یأکل من اسفلها. اعلی الصحفة. سے مراد وسط ہے اور اسفل سے مراد جانب و کنارہ ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ''فان البرکة تنزل فی وسطها'' صراحۃً موجود ہے۔ ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں: الوسط اعدل المواضع فکان احق بنزول البرکة فیه (ازعون) درمیان پوری پلیٹ میں سب سے زیادہ اعتدال اور ہر جانب کے لیے برابر ہے اس لیے حق یہی ہے کہ برکت اسی وسط میں اترے تاکہ تمام جوانب میں اس کا اثر مساوی رہے۔ صحفہ کا معنی ہے پلیٹ رکابی اس کی جمع صحاف آتی ہے۔ فی القاموس الصحفة معروف واعظم القصاع الجفنة ثم المشکلة ثم الصحیفة. قاموس میں ہے صحفة (پلیٹ) مشہور ہے عرب میں مستعمل پلیٹ نما برتنوں

میں سب سے بڑا جفنه، پھر صحفه، پھر مئکله پھر صحیفه ہے۔ جنفه جس میں بیس آدمی کھا سکیں قصعه جس میں دس آدمی، صحفه جس میں پانچ آدمی، مئکله جس میں دو یا تین آدمی کھا سکیں صحیفه جس میں ایک آدمی کھا سکے۔

فان البرکة تنزل من اعلاها. اس میں پلیٹ اور برتن کے درمیان میں کھانے سے ممانعت کی علت اور وجہ بیان فرمادی کہ برکت نازل ہوتی ہے وسط میں اگر اولا ہی درمیان سے اٹھا کر کھالیا تو باقی برکت سے خالی ہوا اور اطراف سے کھانے میں تمام کھانے میں آخر تک برکت ہوگی اور رہے گی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کھانے کا حکم اور اسی میں برکت ہے اور درمیان سے کھانے میں بے برکتی اور ممانعت ہے ہاں مختلف الانواع اور فواکہ میں مختلف میوہ اٹھانے کے لیے اجازت بلا کراہت وممانعت ہے کہ ہاتھ بڑھایا جاسکتا ہے۔

روٹی کنارے سے کھانا: قال الغزالی و کذا لا یاکل من وسط الرغیف الخ (از عون) امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ پلیٹ اور ایسے ہی روٹی اور چپاتی کا حکم ہے کہ درمیان سے نہ کھائیں بلکہ ایک طرف سے کھائیں بالخصوص جب درمیان سے کھا کر کنارے چھوڑ دیں یہ بہت قبیح ہے ہاں کچی اور جلی نہ کھائی جائے الا اذا قل الخبز فلیکسر الخبز: امام غزالی کہتے ہیں اگر روٹی کم ہو تو توڑ کر بانٹا جاسکتا ہے تا کہ ایک شخص پوری روٹی پر قابض نہ رہے اور دیگر دیکھتے رہیں۔

تنبیہ: عون المعبود میں ہے علامہ خطابیؒ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب کھانا اجتماعی ہو کیونکہ درمیان سے کھانا اپنے آپ کو ترجیح دینا ہے اپنے احباب پر اور اس میں ترک ادب اور سوء معاشرت وخلاف مروت ہے ہاں آدمی اکیلا کھا رہا ہو تو مضائقہ نہیں، لیکن صاحب عون نے اسے غیر مقبول کہا ہے قلت: وهذا وجه ضعيف لا يقبل والله اعلم. خطابیؒ کے قول کی کمزوری بالکل نمایاں ہے کہ برکت مقصود ومطلوب ہے اس لیے کھانا اجتماعی ہو یا انفرادی بہرصورت یہی حکم ہے کہ وسط سے نہ کھایا جائے۔

حدیث ثانی: حدثنا عمرو..... عبدالرحمٰن بن عرق بکسر العین وسکون الراء یہ ابوالولید شامی حمصی ہے۔ وذکرہ ابن حبان فی الثقات ابن حبانؒ نے اسے ثقات میں شمار کیا ہے۔

یقال لها الغراء تانیث الاغرّ ای الابیض الانور یہ اغر کی تانیث ہے بمعنی روشن، سفید، چمکدار، قصعہ اس کی صفت کبیرۃ محذوف ہے اسے چار افراد اٹھاتے تھے (ہمارے دیار میں دیگ دو شخص رسی کی مدد سے اٹھا سکتے ہیں) اس کے قریب کا برتن ہوگا جس میں دس افراد کھا سکتے تھے۔ وسجدوا الضحی نماز چاشت جس وقت پڑھ لیتے تو ثرید تیار کر کے یہ برتن لایا جاتا وہ سب اس پر مجتمع ہو جاتے اور آپ ﷺ ان کے ساتھ شریک ہوتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے جگہ پیدا کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھنے۔ الضحی ای صلوة الضحوة الصغری یعنی بعد طلوع الشمس اس کا دوسرا مطلب نماز اشراق کا وقت ہے ضحوة صغری سے اشراق کا وقت مراد ہوگا اگر یہ صفت نہ نکالیں تو پھر چاشت کا وقت مراد ہے۔

قال اعرابی ما هذه الجلسة یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں یہ ایسے ہے جیسے قرآن کریم میں ہے ما هذه الحیوة الدنیا یہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کیا ہے؟ کانه استحقرها ورفع منزله عن مثلها گویا اس

دیہاتی نے اس حالت کو حقیر جانا کہ آنحضرت ﷺ سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین مشتاق العارفین شفیع المذنبین راحة للمحبین امام الانبیاء محبوب الاتقیاء محمد مصطفی احمد مجتبی ﷺ بلند مرتبے والے اور اس طرح عجز وانکساری سے بیٹھنا؟ ان الله تعالی جعلنی عبدا کریما......... ای متواضعا سخیا اللہ نے مجھے متواضع وسخی بنایا ہے اور یہ بیٹھنا عاجزی سے اقرب ہے اور بندے کے لائق یہی ہے۔ علامہ طیبیؒ کہتے ہیں (یادرکھو) هذه الجلسة تواضع لا حقارة یہ بیٹھک انکساری ہے حقارت نہیں من تواضع لله رفعه الله اور بلندی اسی میں ہے کہ مکہ کے دریتیم اور کھلونا چاند ہوا اور سیر ملأ اعلیٰ کی ہو، پتھر سلام کرتے ہوں، جبرئیل قدم چومتے ہوں، شجر چل کر آتے ہوں، بادل سایہ کرتے ہوں۔ عزت گردن اٹھانے میں نہیں اللہ کے سامنے جھکانے میں ہے۔ پھلدار پیڑ بقدر ثمر ہمیشہ جھکا ہوتا ہے۔

کلوا من حوالیها..... اس میں تصریح ہے کہ جانبوں سے کھاؤ اور درمیان اور چوٹی چھوڑ دو۔ بعض نسخوں میں اس باب میں حدیث "لا تقطعوا اللحم بالسکین" مرقوم ہے، حالانکہ وہ باب ۲۲ کے مناسب ہے، اس کی تشریح وہیں ملاحظہ ہو۔ (راقم)

فائدہ: بندہ کو اس بات پر خلش ہے کہ ہمارے ہاں تقریبات میں نان اور روٹیوں کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں جس سے روٹی کا وسط نہیں رہتا اور کھانے والے ایک ایک ٹکڑا اکثر ہاتھ میں لے کر کھاتے ہیں کیا اس طرح خلاف سنت عمل کے مرتکب اور برکت سے محروم تو نہیں ہوئے؟ کیا اس صورت میں برکت ٹوکری کے وسط میں اترتی ہے یا طبق کے وسط میں؟ حدیث باب کا مقتضی یہ ہے کہ بلاضرورت ایسا نہ کرنا چاہیے جیسا کہ پلیٹ کے اعلیٰ اور وسط سے کھانے کی ممانعت ہے۔ هذا ما بدالی والله اعلم وعلمه اتم!

(۲۰) بَابُ الْجُلُوْسِ عَلٰی مَائِدَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَا يُكْرَهُ

جس دسترخوان پر ناجائز چیزیں ہوں وہاں نہیں بیٹھنا چاہیے

(۴۰) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ مَطْعَمَيْنِ عَنِ الْجُلُوْسِ عَلٰى مَائِدَةٍ يُشْرَبُ عَلَيْهَا الْخَمْرُ وَأَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُنْبَطِحٌ عَلٰى بَطْنِهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ لَمْ يَسْمَعْهُ جَعْفَرٌ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَهُوَ مُنْكَرٌ.

"عثمان بن ابی شیبہ، کثیر بن ہشام، جعفر بن برقان، زہری، سالم، ان کے والد، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو قسم کے کھانوں سے منع فرمایا ایک تو ایسے دسترخوان پر کھانے سے منع فرمایا جس پر شراب استعمال ہو رہی ہو۔ دوسرے اُلٹے منہ لیٹ کر کھانے سے، امام ابوداؤد نے فرمایا یہ حدیث منکر ہے اس حدیث کو جعفر بن برقان نے زہری سے نہیں سنا۔"

(۴۱) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

''ہارون بن زید' ان کے والد' جعفر' زہری سے اسی طریقہ سے روایت ہے۔''

تشریح: اس باب میں بیان کیا گیا ہے کہ آدمی گناہ کرے نہ ایسوں میں شریک رہے، بلکہ ایسی مجلس و دعوت سے بالکلیہ اجتناب کرے کہ یہ اعانت علی المعاصی یا شرکت فی المعاصی کی وجہ سے گناہ گار نہ ہو۔ ایسی جگہ شرکت واجابت کے متعلق باب نمبر ۹ **باب الرجل یدعی فیری مکروھا** میں تفصیلی احکام واقوال گذر چکے ہیں۔

حدثنا عثمان..... عن سالم عن ابیه اس سے مراد ابن عمرؓ ہیں کہ سالم ان کے صاحبزادے ہیں۔ **عن مطعمین ای طعامین او محل طعامین.** یعنی دو کھانوں یا دو کھانوں کی جگہوں سے منع فرمایا۔ یہ اسم ظرف تثنیہ کا صیغہ ہے جائے طعام۔

وھو منبطح علی بطنه ای مستلق اس حال میں کہ وہ اندھے منہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا ہو **ای واقع علی بطنه ووجهه** (عون) پہلی بات شراب کی ممانعت تو بالکل واضح ہے کہ حرام قطعی ہے اور ایسی مجلس واجب الاجتناب ہے، دوسری صورت انطباح کی وجہ ممانعت وعدم جواز یہ ہے کہ یہ طریقہ ادب وحفاظت اور انسانی فطرت کے منافی بلکہ حیوانی عادات میں سے ہے کہ اس طرح لیٹ کر کھانا جس میں کپڑے اور جسم بھی متلوث ہو اور کھانا بھی ضائع ہو دیکھنے والے بھی کراہت ونفرت کریں **والحدیث یدل علی انه لا یجوز الجلوس..... کشرب الخمر..... وعلی انه لا یجوز الاکل منبطحا** (عون) اس عبارت سے دونوں کی حرمت واضح ہے جو حدیث باب کا مدلول ومدعیٰ ہے۔

قال ابو داؤد ھذا الحدیث لم یسمعه جعفر عن الزھری وھو منکر. امام موصوف کہتے ہیں یہ حدیث جعفر (ابن برقان) نے امام زہری سے نہیں سنی یہ منکر روایت ہے کیونکہ جعفر نے غیر معروف واسطہ سے زہریؒ تک پہنچا دی ہے اور بیچ کے راوی کا کوئی علم نہیں۔ اس قال سے امام موصوف کا مقصود حدیث کی حیثیت اور سند کے انقطاع اور روایت عن راوِ مجہول کی تصریح ہے۔ امام نسائی نے بھی ذکر کیا ہے کہ جعفر کی ملاقات زہریؒ سے نہیں۔ (عون)

(۲۱) بَابُ الْأَكْلِ بِالْيَمِيْنِ

دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

(۴۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ جَدِّهٖ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهٖ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهٖ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهٖ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهٖ.

''احمد بن حنبل' سفیان' زہری' ابوبکر بن عبید اللہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اس کو چاہیے کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے اور جب پانی (وغیرہ) پیے تو دائیں ہاتھ سے پیے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا' پیتا ہے۔''

(۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ أَبِيْ وَجْزَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْنُ بُنَيَّ فَسَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.

''محمد بن سلیمان' سلیمان بن بلال' ابو وجزہ' حضرت عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیٹے! قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ (یعنی ایک کنارہ سے کھاؤ جو اپنے قریب ہو نہ کہ دوسری جانب سے)۔''

تشریح: **قال یاکل بیمینه..... فلیشرب بیمینه.** صاحب عون نے لکھا ہے کہ بعض لوگ حدیث کے ظاہر اور صیغہ امر کو دیکھ کر اس طرف گئے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، لیکن ان بعض ناموں کی صراحت نہیں کی **ظاهر الامر فیهما للوجوب کما ذهب الیه بعضهم.** ان کی دلیل بھی ذکر کی ہے۔ **ان النبی ﷺ رأی رجلا یاکل بشماله فقال له کل بیمینك قال لا استطیع فقال (ﷺ) لا استطعت فما رفعها الی فیه (ای فمه) بعد.** (رواہ مسلم از عون) بیشک نبی ﷺ نے ایک آدمی کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اس نے (از راہ تکبر) کہا میں دائیں سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا تو حضور ﷺ نے فرمایا اب طاقت نہ ہوگی پھر وہ منہ تک سیدھا ہاتھ نہ اٹھا سکا۔

استدلال یہ ہے کہ اگر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب نہ ہوتا تو اس کو حضور **لا استطعت** نہ فرماتے اور نہ ہی وہ اس عتاب میں آتا کہ ہمیشہ کے لیے دائیں سے کھانے کی طاقت سے محروم ہوا یہ نکیر اور وعید واجب پر ہی ہو سکتی ہے۔ صاحب عون کے کلام سے یہ بھی مترشح ہو رہا ہے کہ ان کا میلان بھی انہیں (قائلین وجوب) کی طرف ہے کیونکہ ان کی دلیل بیان کر کے آگے ساکت ہیں پھر بعد میں بقول نووی اس کا مسنون ہونا دیگر دو سنتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن علامہ موصوف کی عبارت نقل کرنے کے بعد از خود کچھ نہیں لکھا۔ عند الجمہور دائیں ہاتھ سے کھانا سنت اور پسندیدہ عمل ہے اور عند الحاجۃ بائیں ہاتھ سے استمداد و معاونت اور اس کا استعمال مباح ہے۔

چنانچہ علامہ نووی شارح مسلم رقم طراز ہیں **وفی هذا الحدیث بیان ثلاث سنن من سنن الاکل.** (۱) **التسمیة** (۲) **الاکل بالیمین** (۳) **الاکل ممایلیه.** اس حدیث میں کھانے کی تین سنتیں بیان ہوئیں۔ (۱) بسم اللہ پڑھنا (۲) دائیں ہاتھ سے کھانا (۳) (اگر نوع واحد کا کھانا ہو تو) اپنے قریب سے کھانا (از عون) کیونکہ اپنے ساتھی کے سامنے سے کھانا بے مروتی اور عند الاحباب گھن اور کراہت کا سبب ہے، بالخصوص شوربہ اور پتلی چیزوں میں مثلاً ثرید یا اس کی مثل دیگر اشیاء۔ ہاں کھجوریں یا دیگر خشک میوہ جات یا حلویات و نمکیات ہوں تو پھر طباق میں ہاتھ گھومنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ترمذی شریف میں ہے: **یا عکراش کل من حیث شئت فانه من غیر لون واحد** (از عون) کھجور کھانے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عکراش جہاں سے جی چاہے کھا یہ ایک قسم نہیں۔

قائلین وجوب کا جواب: مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہو چکی کہ دائیں ہاتھ سے کھانا عند الجمہور سنت ہے بعض کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا **لا استطعت** فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اس شخص **آکل بید الشمال** نے تکبر اور لا پرواہی کی وجہ

سے کہا دائیں ہاتھ میں قوت نہیں تو آپ ﷺ نے اس شیخی بھرے جواب اور متکبرانہ انداز کی وجہ سے یہ فرمایا ورنہ اگلی حدیث میں اس کے ساتھ دوسری دو چیزیں مذکور ہیں وہ بھی بصیغہ امر ہیں لیکن سنت ہیں۔

سوال: بذل کے حاشیہ میں مرقوم ہے کہ حدیث باب پر اشکال ہے وہ یہ کہ جمع الوسائل ج اص ۲۹۶ میں ہے انه (ﷺ) اخذ **الرطب بيمينه والبطيخ بشماله ويأكل من هذا ويأكل من هذا**۔ بے شک نبی ﷺ نے دائیں ہاتھ میں تازہ کھجور لی اور تربوز بائیں ہاتھ میں اور اس سے بھی کھاتے اور اس سے بھی کھاتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ سے بھی کھایا ہے۔

جواب: (۱) **لكنهم قالوا ان السند ضعيف** اس کا جواب اس عبارت اور شراح کی تصریح سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس کی بنا پر صحیح حدیث پر اشکال نہیں ہوسکتا۔

(۲) دائیں ہاتھ سے کھجور اور بائیں ہاتھ سے تربوز لینے کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو اٹھا کر ملایا پھر دونوں کو اکٹھے کھایا اس طرح کھجور و تربوز دونوں میں سے کھاتے رہے اور بائیں ہاتھ سے مدد لینا اور اٹھانا درست ہے، آپ ﷺ کا عمل دائمی اسی کا مقتضی ہے۔

فان الشيطان يأكل بشماله..... جنوں کے کھانے اور نہ کھانے کے متعلق بحث باب نمبر ۱۷ **باب التسمية على الطعام** میں مفصل گذر چکی ہے۔

حدیث ثانی: **حدثنا محمد بن سليمان**..... **عن ابی وجزة** یہاں ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی مدنی الشاعر ہے ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے "**قال ابن سعد (المؤرخ) كان ثقة قليل الحديث شاعرا عالما وقال اسحق بن منصور عن ابن معين ثقة**" ان دو حضرات نے بھی ثقہ اور با اعتماد قرار دیا ہے۔

عن عمرو ابن ابی سلمةؓ یہ ابو سلمہؓ کے صاحبزادے ہیں جو غزوۂ احد میں لگے زخم کے اثر سے انتقال کر گئے، پھر ام سلمہؓ آنحضرت ﷺ کے حرم میں آئیں، ان کا بیٹا آپ ﷺ کی گود میں، اور حضور ﷺ کے ساتھ ہی کھاتا پیتا تھا، یہ ہے مکہ کے در یتیم کی یتیم پروری اور ادب وسلیقہ کھانے کا انداز۔ **اللهم ارزقنا اتباعه** ﷺ.

(۲۲) بَابٌ فِيْ أَكْلِ اللَّحْمِ

گوشت کھانے کا بیان

(۴۴) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْشَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّكِّيْنِ فَإِنَّهُ مِنْ صَنِيْعِ الْأَعَاجِمِ وَانْهَسُوْهُ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ.

"سعید بن منصور، ابو معشر، ہشام بن عروہ، انکے والد، عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا چھری (چاقو) سے گوشت نہ کاٹو کیونکہ

یہ اہل عجم کا طریقہ ہے بلکہ دانتوں سے نوچ کر کھاؤ کیونکہ اس میں زیادہ لذت ہوتی ہے اور جلدی ہضم ہو جاتا ہے۔ (مراد گوشت پکنے کے بعد مذکورہ طریقہ سے نہ کھاؤ پکنے سے قبل کا یہ حکم نہیں)۔"

(۴۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ كُنْتُ آكُلُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَآخُذُ اللَّحْمَ بِيَدِيْ مِنَ الْعَظْمِ فَقَالَ أَدْنِ الْعَظْمَ مِنْ فِيْكَ فَإِنَّهُ أَهْنَأُ وَأَمْرَأُ.

"محمد بن عیسیٰ، ابن علیہ، عبدالرحمٰن بن اسحٰق، عبدالرحمٰن بن معاویہ، عثمان، صفوان بن اُمیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میں گوشت کو ہڈی میں سے علیحدہ کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا تم ہڈی اُٹھا کر مُنہ سے لگاؤ (اور گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھاؤ) اس لئے کہ اس طریقہ سے گوشت کھانے سے زیادہ لذت پیدا ہوتی ہے اور گوشت جلدی ہضم ہوتا ہے۔"

(۴۶) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوٗدَ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ أَحَبُّ الْعُرَاقِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عُرَاقَ الشَّاةِ.

"ہارون بن عبداللہ، ابوداؤد، زہیر، ابواسحٰق، سعد بن عیاض، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمام ہڈیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کی گوشت والی ہڈی پسندیدہ تھی۔"

(۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوٗدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يَرٰى أَنَّ الْيَهُوْدَ هُمْ سَمُّوْهُ.

"محمد بن بشار، امام ابوداؤد سے اسی سند سے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دست کا گوشت بہت محبوب تھا اور آپ ﷺ کو دست کے گوشت میں ہی زہر دیا گیا تھا آپ ﷺ کا خیال تھا کہ گوشت میں زہر یہودیوں نے ملایا ہے۔"

تشریح: حدیث اول: **لا تقطعوا اللحم بالسكين فانه من صنيع الاعاجم**. پکے ہوئے گوشت کو کھاتے وقت چھری سے مت کاٹو کیونکہ یہ تو آزاد منش اہل فارس متکبرین اور خردماغوں کی عادات میں سے ہے، مزید برآں کہ اس میں تکبر کے ساتھ بے سود کام کا ارتکاب ہے اس لیے اس سے منع فرمایا۔

سوال: **عن عمرو بن امية الضمری انه رسول الله ﷺ يحتز من كتف شاة فی يده سكين فدعی الی الصلوة فالقاها والسكين التی كان يحتز بها ثم قام فصلی ولم يتوضأ.** (بذل ۳۵۲/۴) ابن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے بلاشبہ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ بکری کی دستی کو اپنے ہاتھ میں موجود چھری سے کاٹ رہے ہیں، پھر نماز کی طرف بلایا گیا تو آپ ﷺ نے دستی و چھری دونوں کو جلدی سے رکھا جس سے کاٹ رہے تھے، پھر تشریف لائے نماز پڑھائی اور وضوء نہ کیا۔ اس میں آپ ﷺ کا چھری سے کاٹنا ثابت ہے تو حدیث باب میں چھری سے کاٹنے کی ممانعت کیسے؟

جواب: (۱) یہ دو حدیثیں دو منفرد حالتوں پر محمول ہیں کیونکہ گوشت کی بھی دو حالتیں ہیں۔ (۱) مکمل پکا ہوا۔ (۲) نیم پکا ہوا کچا

پکا اگر کامل النضج مکمل پکا ہوا ہو تو لا تقطعوا کا حکم ہے جو باب میں مذکور ہے اور متوسط النضج نیم پکا ہو (جیسے بعض لوگ پسند کرتے ہیں) تو چھری سے کاٹنا درست ہے چنانچہ حدیث ابن امیہ ضمریؓ میں اسی کا ذکر ہے، کہ وہ گوشت سادہ اور نیم پکا تھا جسے چھری سے کاٹ رہے تھے، اس کا قرینہ بھی ہے کہ نماز کا وقت قریب آنے کی وجہ سے آپؐ نے فرمایا پورا پکنے کی بجائے نیم پکا ہی لاؤ۔

(۲) حدیث باب ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے کہ ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں وارد و نقل کیا ہے اور امام احمدؒ نے کہا ہے لیس بصحیح یہ روایت صحت کو نہیں پہنچتی کیونکہ ابو معشر مدینی اس میں متفرد ہے جو قوی راوی نہیں اس لیے چھری سے گوشت کاٹ کر کھانے میں مضائقہ نہیں۔

(۳) حدیث باب مین نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بیان جواز کے لیے یہ عمل کیا کہ چھری سے کاٹنا حرام تو نہیں پسندیدہ اور صالح لوگوں کا عمل بھی نہیں حتی المقدور اجتناب کرو کبھی ضرورت پڑے یا ایسا اتفاق ہو تو مضائقہ نہیں چھری سے کاٹ کر کھایا جا سکتا ہے، یہی اعتدال اور راجح احتمال ہے۔

وانهسوه ای کلوه باطراف الاسنان. دانت اللہ تعالیٰ نے کس لیے دیئے ہیں ان سے کھاؤ ایک نسخہ میں انهشوه شین کے ساتھ بھی ہے۔ فانه (ای النهش او النهس) اهنأ وامرأ ای الذ بیشک یہ لذیذ بھی ہے اور زود ہضم بھی اور اس طرح چھری میں مضر اثرات اور فاسد ذرات سے بھی محفوظ رہے، اور نعمت سے محفوظ ہوئے، اللہ کے محبوب ﷺ کے بھی محبوب ہوئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہلاء و متکبرین اور من چاہی بسر کرنے والوں کی طرح چھری سے کاٹ کر کھانے کے عادی مت بنو بلکہ دانتوں سے کھاؤ اور ضرورت کے وقت چھری سے بھی کھا سکتے ہو۔

حدیث اول: حدثنا محمد بن عیسیٰ..... امام ابوداؤد کی اس سند میں شیخ کے نام وولدیت میں نسخے مختلف ہیں۔ مکتوبہ احمدیہ اور مکتوبہ مدینہ میں حدثنا موسیٰ بن عیسیٰ ہے جیسے کتاب کے کنارے پر۔ ن (نسخہ) کے عنوان سے لکھا بھی ہے اور اکثر نسخوں میں حدثنا محمد بن عیسیٰ ہے بقول حضرت سہارنپوریؒ یہی صواب و درست ہے۔ علامہ مزیؒ نے اطراف میں محمد بن عیسیٰ بن طباع لکھا ہے۔ دوسرا نسخہ موسیٰ بن عیسیٰ کا ہے۔ حضرت سہارنپوریؒ نے حدثنا موسیٰ بن عیسیٰ کی یہ کہہ کر تردید کی ہے کہ امام ابوداؤد کے مشائخ میں سے موسیٰ بن عیسیٰ نامی کوئی فرد نہیں، یہ ناسخین اور اہل نسخہ کی غلطی ہے۔ بندہ کے سامنے سنن ابوداؤد (مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور) عون المعبود، بذل المجہود، ابوداؤد مترجم (خورشید حسن قاسمی دیوبند)، تحفۃ المسعود موجود ہیں اور ان میں حدثنا محمد بن عیسیٰ مذکور ہے اور موسیٰ بن عیسیٰ کا ذکر فی نسخۃ اور حاشیہ میں ذکر کر کے اس کی تردید کی گئی ہے۔ فقال اَدْنِ العظم ای قرّب العظم یعنی ہڈی منہ کے قریب کر لو اَدْنِ (افعال سے) امر کا صیغہ ہے، من فیك ای فملك یہ حرف جارہ نہیں ہے کیونکہ حرف جار "من" دوسرے حرف جار "فی" پر کیسے داخل ہو سکتا ہے، اس لیے کہ حروف جارہ اسم پر داخل ہو کر اسے جر دیتے ہیں دراصل یہ فمک ہے میم یاء سے مبدل ہے۔ کہ گوشت دانتوں سے توڑ کر کھاؤ جیسے ابھی قریب ہی گذرا کہ اس میں لذت بھی ہے اور فرحت بھی کہ جلدی ہضم ہوتا ہے ہڈی سے ہاتھ سے لیکر نہ کھاؤ بلکہ ہڈی منہ کے قریب کر لو۔

عون المعبود میں ہے قال ابوداؤد عثمان لم یسمع من صفوان وهو مرسل وهذه العبارة لم توجد

فی بعض النسخ. اس کے مطابق امام موصوف کا مقصود حدیث کا مرسل ہونا بیان کرنا ہے کہ صفوان صاحب واقعہ صحابیٔ رسول راوی حدیث سے عثمان نے سماعت نہیں کی تو حدیث کے مرسل ہونے کو واضح کیا گیا۔ قال المنذریؒ عثمان لم یسمع من صفوان فھو منقطع امام ابوداؤد کے قول کی طرح منذریؒ نے بھی یہی کہا کہ عثمان کا سماع حضرت صفوانؓ سے نہیں۔اس طرح ہمارے نصاب میں یہ چوتھا قال ابوداؤد ہوا۔

حدیث ثانی: احب العراق بضم العین جمع عرق. یہ عین کے ضمہ کے ساتھ عرق کی جمع ہے وہ ہڈی جس پر گوشت ہو۔قاموس میں ہے عراق غراب کی طرح ہے ایسی جمع نادر و قلیل ہے۔اگر گوشت ہڈی پر موجود ہو تو عظم ہے اور گوشت صاف کر لیا جائے تو عراق ہے۔(بذل) و کلاھما یستعمل لمعنی واحد. بقول کسے!

وما خیر خبز لیس فیہ سراسة   وما طیب لحم لا یکون فیہ عظم

لولا العظم ما طاب اللحم   ولولا النوی ما حلا التمر

ولو لا القشر لم یوجد اللبّ

حدیث ثالث :یعجبه الذراع. آنحضرت ﷺ بکری کے بازو اور دستی کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔

بکری کے بازو کے پسند کی وجوہ: (۱) بکری کی دستی خفیف اور ہلکی ہوتی ہے اور جلد پک کر تیار ہو جاتی ہے، سریع النضج ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ پسند فرماتے تھے اور اس سے وہ اعتراض بھی رفع ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ زاہد اور رفیع الشان تھے پھر اس طرح کے لذائذ دنیا کی طرف رغبت و محبت کیسے؟ سریع النضج کے لفظ سے اس کا جواب ہو گیا کہ آپ ﷺ کا اسے پسند کرنا صرف لذت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ جلد پکنے کی وجہ سے تھا اس سے اشتغال فی الاعمال والطاعات کا زیادہ موقع میسر آتا اور اکل و شرب سے جلدی فارغ ہو جاتے، اور یہ محبوب و مقصود ہے کہ آدمی ذاتی ضروریات اور تقاضوں سے جتنا جلدی ممکن ہو فراغت پائے اور اپنے آپ کو اعمال میں کھپائے (کوکب الدری ج ۳ ص ۲۲) چنانچہ ایک اللہ والے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ پکی ہوئی روٹی کھانے کے بجائے کچا ستو پھانک لیا کرتے کہ روٹی پکانے کھانے اور چبانے میں پھانکنے کی بنسبت زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔ یہ واقعہ حضرت سریؒ نے جرجانی کا لکھا ہے جن کا چالیس سال سے یہی معمول تھا۔(فضائل اعمال ذکر)

(۲) ذراع اور دستی کا گوشت نجاست و غلاظت سے دور ہوتا ہے، فضلہ وغیرہ اس کے قریب ہوتا ہے نہ اس طرف آتا ہے۔اس لیے آپ ﷺ اسے پسند فرماتے تھے۔(بذل)

فی القاموس الذراع بکسر الذال ھو من یدی البقر والغنم فوق الکراع ومن ید البعیر فوق الوظیف. (عون) ذراع ذال کے کسرہ کے ساتھ بھیڑ بکری کے لیے اگلی ٹانگوں میں گھٹنے سے اوپر کو کہتے ہیں اور اونٹ، اونٹنی میں قدم سے لے کر اوپر تک کو ذراع کہتے ہیں۔ وسمّ (بصیغة المجھول) فی الذراع. یعنی آپ ﷺ کو بکری کے پکے ہوئے ذراع میں زہر ملا کر دی گئی تھی اور یہ حرکت بدکردار اور دروغ گفتار یہود کی تھی۔

تفصیل قصہ: خیبر کے یہود میں سے مرحب کی بہن زینب بنت حارث جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی اس نے یہود کے

بہکاوے میں آ کر معلوم کیا کہ آپ ﷺ کو کونسا گوشت مرغوب ہے، جب معلوم ہوا کہ ذراع تو اس نے اس میں سم وزہر ملا دی، جب آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تناول فرمانا شروع کیا تو بکری کا بازو بولا مجھ میں زہر ملائی گئی ہے، آپ ﷺ اسے چبا نہ سکے آپ ﷺ کے ساتھ بشرؓ بن براء بن معرور بھی شریک تھے اس کے اثر سے وہ تو وفات پا گئے۔ آنحضرت ﷺ نے ابو ہند بنی بیاضہ انصاریہ کے غلام سے فصد کرایا جس سے فاسد مادہ اور مہلک اثر سے حفاظت ونجات ملی، پھر اس عورت کو بلایا گیا تو اس نے اقرار کیا تو آپ ﷺ نے اولا معاف فرمادیا پھر جب بشرؓ انتقال کر گئے تو اسے قصاصاً قتل کیا گیا۔ (نقص ۵) (امام ابوداؤد اس کی تفصیل ج ۲ ص ۲۷۴) میں لائے ہیں۔ (انعامات المنعم ۱/ باب ۱)

(۲۳) بَابٌ فِيْ أَكْلِ الدُّبَّاءِ

کدو کھانے کا بیان

(۴۸) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ إِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ قَالَ أَنَسٌ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالِي الصَّحْفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمَئِذٍ.

''قعنبی' مالک' اسحٰق بن عبداللہ' حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک درزی نے آنحضرت ﷺ کو کھانا کھانے کے لئے مدعو کیا جو کھانا کہ آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی آپ کے ہمراہ (دعوت) میں چلا گیا۔ اس دعوت میں جَو کی روٹی' کدو کا شوربا' نمک' چھڑ کا ہوا خشک گوشت' آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ پلیٹ کے کونوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے تھے پھر میں اُس دن سے ہمیشہ کدو کھانا پسند کرتا ہوں۔''

تشریح: انّ خیاطا. ابن حجر کہتے ہیں لم اقف علی اسمه. اس کا نام معلوم نہ ہوسکا بذل میں ہے کہ یہ نبی ﷺ کا غلام تھا۔ الی ذلک الطعام. یہ کھانا ثرید تھا۔ من حوالی الصحفة ای جوانبها. یعنی پلیٹ کے کناروں سے جیسے کہا جاتا ہے حوالی الدار. گھر کے اردگرد۔

سوال: اس لفظ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پلیٹ کے مختلف اطراف اور کناروں میں گھوم رہا تھا حالانکہ آپ ﷺ کا حکم ہے کہ کل مما یلیك اپنے قریب اور سامنے سے کھاؤ۔

جواب: (۱) امام نوویؒ نے کہا ہے کہ لفظ حوالی سے مراد جانبه و ناحیته مراد ہے کہ اپنے قریب سے تلاش فرما رہے تھے۔

(۲) یہ احتمال بھی ہے کہ ہر جانب ہاتھ پھیرا اس صورت میں کل ممایلیك کا جواب یہ ہوگا کہ یہ حکم اس لیے ہے کہ شرکاء طعام استقذار اور گھن محسوس نہ کریں جو ایذاء کا سبب ہے اور ممنوع ہے اور آپ ﷺ کے ہاتھ کو تو وہ تبرک اور اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو بھی زمین پر نہ گرنے دیتے، اور اپنے چہروں اور جسم میں مل لیتے اس لیے

یہ اشکال یہاں نہیں ہوسکتا کہ اس کی علت مفقود ہے اور آپ ﷺ کا ہر جانب ہاتھ بڑھانا متبرک ومحبوب ہے۔ (عون)

فیه دبّاء وقدید. ایسا کھانا اور ثرید جس میں کدو اور خشک گوشت تھا۔ **دُبَّاءُ بضم الدال** جمع ہے اس کا مفرد دباءۃ ہے اسے دیار مختلفہ میں کدو اور لوکی دونوں کہتے ہیں عربی میں اس کے لیے دوسرا لفظ قرع ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عمل اور انسؓ کی اتباع ومحبت کی وجہ سے کدو کا محبوب ہونا واضح ہے اور ہمیں بھی بجائے دیگر طبی فوائد کے آنحضرت ﷺ کی پسند کی وجہ سے اس سے محبت ورغبت ہونی چاہیے جو موروث ہے درحقیقت آنحضرت ﷺ سے قوی تعلق اور محبت کی۔

تنبیہ: طبرانیؒ نے ایک عبارت نقل کی ہے جسے روایت باور کرایا ہے حالانکہ یہ بالکل ضعیف ہے ابن جوزیؒ نے اس کے راوی عمرو بن حسین کو متہم کہا ہے اور اسے کتاب الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔ عبارت یہ ہے: **علیکم بالقرع فانه یزید فی الدماغ.** کدو ضرور کھاؤ یہ دماغ کو بڑھاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ۲۱/۶۲) لیکن اس روایت پر بھروسے کی ضرورت نہیں حدیث باب اس کے لیے کافی ہے ''یک در گیر محکم گیر''

بعد یومئذ. (۱) لفظ بعد مضاف ہے یومئذ کی طرف اور مرکب اضافی مفعول فیہ اس کی تائید ان الفاظ سے ہوتی ہے **فلم ازل احبه منذ یومئذ.** (مسلم ۲/۱۸۰) منذ مضاف وجار ہے اسی طرح بعد بھی مضاف ہے۔

(۲) بعد مقطوع الاضافت ہے اور مبنی بر ضم ہوگا یوم کی میم مفعولیت کی بناء پر منصوب ہوگی اگر پہلی صورت ہو تو یوم کی میم مضاف الیہ کی وجہ سے مجرور ہوگی یا **یوم ینفع الصدقین** کی طرح فتح پر جوازاً مبنی ہوگی۔ حدیث باب میں لوکی اور کدو کی پسند اور استحباب واضح ہوا اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو آنحضرت ﷺ نے پسند فرمائی۔

(۲۴) بَابٌ فِیْ أَکْلِ الثَّرِیْدِ

ثرید کا بیان

(۴۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ السَّمْتِیُّ حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبُصْرَةِ عَنْ عِکْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ أَحَبُّ الطَّعَامِ إِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الثَّرِیْدَ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِیْدُ مِنَ الْحَیْسِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ ضَعِیْفٌ.

''محمد بن حسان، مبارک بن سعید، عمر بن سعید، بصرہ کے ایک شخص، حضرت عکرمہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کھانوں میں روٹی کا ثرید اور حسیس کا ثرید بہت پسند تھا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے۔''

تشریح: الثرید من الخبز. ثرید فعیل کے وزن پر ہے بمعنی مفعول ومثرود روٹی چور کر شوربے میں بھگوئی ہوئی۔ **المراد منه الخبز المفتت فی المرق.** عموماً ہمارے دیار میں گوشت کے شوربے میں روٹی توڑ کر ڈالتے ہیں اسے ثرید

کہتے ہیں تعامل یہی ہے اگرچہ تعریف میں تعمیم ہے کہ کسی بھی قسم کا سالن اور شوربہ ہو۔

الثريد من الحيس. (۱) **وفي النهاية الحيس هو الطعام المتخذ من التمر والاقط والسمن او الدقيق.** (عون) نہایہ میں حیس کی تعریف یہ ہے۔ وہ کھانا جو کھجور، پنیر، گھی، ستو، آٹا وغیرہ کے مجموعے سے تیار کیا گیا ہو۔

(۲) **الخبز المفتت في العسل ونحوه.** شہد یا اس جیسی (بہنے والی) چیز میں روٹی چور کر ملائی ہوئی اسے حیس و حلوا کہتے ہیں۔

(۳) **ان يوخذ التمر او العجوة فينزع منه النوى ويعجن بالسمن.....** ابن رسلان نے کہا عام کھجور یا عجوہ کی گھٹلی نکال کر گھی میں ایسا ملا دیں کہ ثرید نما ہو جائے یہ حیس ہے، پہلی تعریف زیادہ واضح اور راجح ہے۔ عموم کی وجہ سے لفظ حیس مالیدہ خشک حلوہ اور دیگر اس قسم کی مخلوط چیزوں کو شامل ہے جیسے ہمارے دیار میں سوجی، مونگ پھلی، بادام، چھوہارے وغیرہ پیس کر گھی میں بھون لیے جاتے ہیں۔

ثرید کے پسندیدہ ہونے کی وجہ: (۱) روٹی شوربے میں ملنے کی وجہ سے نرم ہو جاتی ہے اس طرح چبانے اور ہضم دونوں میں سہولت و آسانی رہتی ہے اس لیے آپ ﷺ پسند فرماتے تھے۔

(۲) ثرید میں اجتماعیت ہے کہ عموماً کئی افراد مجتمع ہو کر کھاتے ہیں اور اجتماعیت میں برکت ہے نیز اس کا استحباب قریب ہی مستقل باب میں گذر چکا ہے۔

(۳) لحم وخبز کے مجموعے کی وجہ سے غذائیت اور قوۃ بڑھ جاتی ہے اور آسانی سے آدمی تناول کر سکتا ہے۔

(حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۴۴۷)

قال ابو داؤد وهو ضعيف: امام ابوداؤدؒ نے اپنے وعدے اور دستور کے مطابق اس حدیث کی حیثیت و کمزوری کو واضح کر دیا ہے کہ **رجل من اهل البصرة** مجہول شخص ہے اس لیے یہ ضعیف ہے ضعیف ہونے کی وجہ راوی مجہول ہے۔ یہ پانچواں قال ابوداؤد ہے۔

(۲۵) بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّقَذُّرِ لِلطَّعَامِ

کسی کھانے سے نفرت کرنا ناجائز ہے

(۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِنِ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِيْ قَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ مِنَ الطَّعَامِ طَعَامًا أَتَحَرَّجُ مِنْهُ فَقَالَ لَا يَتَخَلَّجَنَّ فِيْ نَفْسِكَ شَيْءٌ ضَارَعْتَ فِيْهِ النَّصْرَانِيَّةَ.

”عبداللہ بن محمد، زہیر، سماک بن حرب، قبیصہ بن ہلب اپنے والد ہلب سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے سنا ہے جبکہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کھانے کی کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے مجھے گھن آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا

تمہارے دِل میں اس طرح کا خلجان پیدا نہ ہو جس میں نصرانیت بتلا رہی (کہ وہ ہر چیز میں شک کرتے ہیں)''

تشریح: وسأله رجل. یہ واؤ حالیہ ہے دراں حالیکہ ایک آدمی نے پوچھا، اس حال میں کہ ایک آدمی نے سوال کیا۔

لا یتخلجن فی نفسك ای فی قلبك. یہ تخلّج سے مشتق ہے بمعنیٰ تحرک واضطراب، تردد و بے چینی۔ بعض نسخوں میں حلج حاء بلا نقط سے مشتق ہے اس کا مجرد والا معنیٰ ہوگا حرکت اور بے اطمینانی۔ ایک آدمی نے ایک سوال کیا کہ میں بعض ماکولات ومطعومات میں حرج اور بے اطمینانی محسوس کرتا ہوں مثلاً دجاجہ، بکری وغیرہ کہ ان میں فضلہ جات اور خون ہوتا ہے پھر ان کو کھانے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے جواب دیا اپنے آپ کو خلجان وتردد اور شک میں مت ڈال جو اللہ تعالیٰ نے حلال وطیب فرمادیا اب مزید حیل وحجت اور شک نہ کر۔

ضارعت فیه النصرانیة. ای شابهت فیه (الریب) الرهبانیة. یہ عبارت شرط محذوف کی جزاء ہے ان شککت وشددت علی نفسك ضارعت.... یعنی اگر تو نے اس چیز کے حلال ہونے میں حرج وضیق اور شک کیا اور اس میں تشدد ہوا اس طرح حلال وطیب میں شک اور بے یقینی کی وجہ سے نصرانیوں کے مشابہ ہوا کہ بلا دلیل اپنی طرف سے مزعومہ چیز کو بنیاد بنا کر باقاعدہ پاکیزہ اشیاء میں شک کر رہا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شریعت حنیفیہ سہلہ وسمحہ عطاء فرمائی ہے تم پھر شدت وافراط کی طرف راہ کھول رہے ہو۔ جیسے نصاریٰ کے راہبوں نے کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز شریعت مطہرہ نے پاک وطیب کہی ہے اس سے احتراز واجتناب اور بے رخی سے منع اور نہی فرمادی کہ اپنی مرضی سے نہ کچھ کہو اور نہ کرو۔ طبعاً وعادۃً کوئی چیز استعمال نہ کرو اس میں مضائقہ نہیں لیکن اسے مکروہ اور قابل نفرت مت جانو شریعت مطہرہ نے جو چیزیں حلال کی ہیں وہ یقیناً پاکیزہ ہیں۔

(۲۶) بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا

ناپاکی کھانے والے جانور کے گوشت کھانے اور دودھ پینے سے ممانعت

(۵۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْجَلَّالَةِ وَأَلْبَانِهَا.

''عثمان بن ابی شیبہ' عبدۃ' محمد بن اسحٰق' ابونجیح' مجاہد' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپاکی کھانے والے جانور اور ان کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔''

(۵۲) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لَبَنِ الْجَلَّالَةِ.

''ابن مثنیٰ' ابوعامر' ہشام' قتادہ' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نجاست خور جانور کے دودھ پینے سے منع فرمایا ہے (یعنی جو جانور گندگی اور ناپاکی کھائے اس کا دودھ پینا جائز نہیں ہے۔''

(۵۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَهْمٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا أَوْ يُشْرَبَ مِنْ أَلْبَانِهَا.

''احمد بن ابوسریج، عبداللہ بن جہم، عمرو بن ابی قیس، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاظت کھانے والے اُونٹ کی سواری کرنے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: نهى رسول الله ﷺ عن اكل الجلالة. اس سے پہلے باب میں عدم تعذر اور بلا وجہ کراہت سے ممانعت کا ذکر تھا، اس باب میں بیان کیا کہ ایسا نہ ہو جہاں سبب کراہت نمایاں ہو پھر بھی اجتناب نہ کیا جائے ایسا نہیں اعتدال ملحوظ رہے۔

جلالہ کی تعریف: الجلالة (بفتح الجيم وتشديد اللام) هي الدابة التي تعتاد أكل العذرة اذا ظهر اثر النجاسة في لحمها و لبنها وعرقها وطعمها و لونها جلالہ وہ چوپایہ اور جانور جو گندگی اور نجاستیں کھانے کا عادی ہو گیا ہو اور اس کا اثر اس کے گوشت و دودھ و پسینے اور ذائقے میں نمایاں ہو گیا ہو یہ جلالہ ہے۔ ابن حزمؒ نے دعویٰ کیا ہے کہ جلالہ صرف چوپایوں میں ہوتا ہے اگر چہ اس قول کی کمزوری بالکل ظاہر ہے کہ مرغی وغیرہ غذا خراب ہونے کی وجہ سے جلالہ میں شمار ہوتی ہے حالانکہ یہ چار پاؤں والی نہیں۔

جلالہ کا حکم کب ہوگا؟: (۱) یہ کہا گیا ہے کہ اگر جانور کی غذا اکثر نجس و ناپاک ہے تو جلالہ کے حکم میں ہوگا اگر اکثر گھاس چارہ اور پرندنا طاہر ہو تو جلالہ نہ ہوگا۔ (۲) رافعی کا کہنا ہے کہ لا اعتداد بالكثرة بل بالرائحة والنتن.... غذا میں قلت و کثرت کا اعتبار نہیں بلکہ اثر اور بدبو کا لحاظ ہوگا کہ گوشت وشوربے کا ذائقہ اور لذت اگر متغیر ہیں تو جلالہ کا حکم ہوگا کیونکہ بعض اوقات قلیل نجس غذا ایسی ہوتی ہے کہ بہت زیادہ اثر انداز ہو جاتی ہے اس لیے معیار یہی ہونا چاہیے نہ کہ قلت و کثرت اور یہی بات اس کی تعریف سے مترشح ہو رہی ہے۔

جلالہ کے کھانے کا حکم: (۱) شرح الکبیر ج ۲ ص ۱۵۱ اور فتح الباری ج ۹ ص ۵۱۲ میں ہے لا يكره اكلها عند مالك امام مالک رحمہ اللہ کی نزدیک جلالہ کا کھانا مکروہ نہیں۔ (۲) اکثر اہل علم جلالہ کے اکل کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ (۳) اسحق بن راہویہؒ کہتے ہیں اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ خوب دھویا گیا ہو۔ (۴) حسن بصریؒ بھی کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے وكان الحسن البصري لا يرى بأسا بأكل لحوم الجلالة. (۵) احنافؒ و شوافعؒ و حنابلہؒ کے نزدیک اس کا کھانا درست نہیں یہاں تک کہ ایسے جانور کو باندھ اور روک کر صاف چارہ اور غذا دی جائے پھر اطمینان ہونے پر ذبح کرنا اور کھانا درست ہے چنانچہ باب ہذا کی تینوں حدیثیں اسی کو بیان کر رہی ہیں۔

جلالہ کے حبس و روکنے کی مدت: (۱) گائے کو چالیس ایام اور بھیڑ بکری کو سات روز، اور دجاجہ کو تین دن، روکا جائے فاذا طاب لحمها فلا بأس بأكله جب ان کا گوشت صاف ہو اور نجاست کا اثر جاتا رہے تو پھر کھانے میں حرج نہیں۔

(۲) ابن رسلانؒ نے شرح السنن میں کہا ہے ليس للحبس مدة مقررة. روکنے کی مدت طے نہیں بلکہ صفائی اور اثر

کا زائل ہونا مقصود ہے۔ (عون وبذل)

فارمی مرغیوں کا حکم: جلالہ کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے (حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ تونسوی صاحب مدظلہ سابق مفتی مدرسۂ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) فارمی مرغی کھانے سے روکتے ہیں اوراز خود بالکل اجتناب کرتے ہیں' اس کے برعکس استاذ یم حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ شیخ الحدیث والتفسیر مدرسۂ نصرۃ العلوم وامام اہلسنت کا عمل اس کے کھانے اور حلت بلاکراہت ہے کہ اس کی غذا اپنی اصلی حالت سے متغیر اور منتقل ہو چکی، اب حالت بدلنے کی وجہ سے حکم تبدیل ہو گیا اور فارمی مرغی کا کھانا درست ہے، دیگر جملہ علماء کا عمل بھی یہی دیکھنے میں آیا ہے اوران کا کھانا بالاتفاق درست ہے۔ واللہ اعلم

جلالہ کے دودھ کا حکم: والبانها ای عن شرب البانها یعنی اس کے دودھ پینے سے بھی منع فرمایا۔عون میں عند الجمهور دودھ کی طہارت کا قول مذکور ہے، اس کی دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ دودھ میں نجاست کے ذرات کا شمول محال ہے جیسے کہ خون جو بالاتفاق نجس ہے دودھ میں شامل نہیں ہوتا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ نجاست والی غذا گوشت بن کر پھر دودھ بن جائے، ایسانہیں اس لیے دودھ طاہر ہو گا لیکن حدیث باب کا جواب ذکر نہیں کیا۔

حدیث ثانی: نهی عن لبن الجلالة بذل میں اس کی شرط یوں نکالی گئی ہے اذا ظهر اثرها فی اللبن. یعنی جب دودھ میں اثر نجاست ظاہر وثابت ہو جائے تو پھر اسے بھی نہ پئے، دودھ میں نجاست کے اثر انداز نہ ہونے کی دلیل ابھی ذکر ہوئی۔

حدیث ثالث: فی الابل ان یرکب ای لاجل النتن فی عرقها. یعنی سواری کے جانوروں میں سے جلالۃ پر سوار ہونے سے بھی منع فرمایا کیونکہ اس کے پسینے میں بدبو ظاہر ہو چکی جس سے سوار کے کپڑے متاثر ہوں گے یہاں بھی جب مناسب مدت تک روک لیا جائے تو پھر اثر زائل ہونے کے بعد سواری درست ہے۔

(۲۷) بَابٌ فِيْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ

گھوڑے کا گوشت کھانے کا بیان

(۵۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ وَأَذِنَ لَنَا فِيْ لُحُوْمِ الْخَيْلِ.

''سلیمان بن حرب' حماد' عمرو بن دینار' محمد بن علی' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خیبر والے دن گدھے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے ہمیں گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔''

(۵۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذَبَحْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ فَنَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنِ الْخَيْلِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ابوزبیر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے غزوۂ خیبر والے دن گھوڑے' خچر'

گدھے ذبح کئے تو آپ ﷺ نے ہمیں گدھے، خچر کے گوشت سے منع فرمایا اور آپ ﷺ نے گھوڑے کے گوشت کھانے سے منع نہیں فرمایا۔"

(۵۶) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ شَبِيْبٍ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ نِالْحِمْصِيُّ قَالَ حَيْوَةُ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِىْ كَرِبَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيْرِ زَادَ حَيْوَةُ وَكُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ.

"سعید بن شبیب، حیوۃ بن شریح، بقیہ، ثور بن یزید، صالح بن یحیٰی، ان کے والد، ان کے دادا، حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور خچر اور گدھے کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ حیوۃ نے اس قدر اضافہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کچلیوں والے درندے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔"

تشریح: اب ان چیزوں کا ذکر ہے جو ممنوع ہیں یا ان کا کھانا بین الفقهاء مختلف فيه ہے جو باتیں آداب اور احباب کے حقوق کے خلاف ہیں، اب اس کے متعلق چند ابواب میں امام ابوداؤد احادیث ذکر فرما رہے ہیں۔

عن لحوم الحمر. اس کے متعلق عنقریب مستقل باب نمبر ۳۷ میں ذکر آ رہا ہے۔ **واذن لنا فی لحوم الخیل.** اور ہمیں گھوڑے کے گوشت کی اجازت دی۔

گھوڑے کی حلت وحرمت کی تفصیل: (۱) حدیث باب کی بنیاد پر عطاءؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ، اسود بن یزیدؒ، سعید بن جبیرؒ لیث، ابن مبارکؒ، احمدؒ، امام شافعیؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، ابوثورؒ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا جائز ہے۔ (عون)

(۲) امام ابوحنیفہ، اوزاعی، مالک، ابوعبیدہ رحمہم اللہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔ ابن عباسؓ بھی گھوڑے کے گوشت کے مکروہ سمجھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ سے روایت حرمت کی ہے۔ اور ظاہر الروایت میں کراہت منقول ہے۔ مالک و اوزاعی رحمہما اللہ سے بھی حرمت منقول ہے (کوکب الدرری) نتیجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہوئے۔ (۱) عند الجمہور مباح وجواز کا (۲) امام ابوحنیفہ ومالک وغیرہ کے نزدیک حرمت یا کراہت کا۔

جمہور کے دلائل: (۱) قرآن کریم میں ہے: **باب لحوم الخیل** میں ہے **اطعمنا رسول الله ﷺ ای اجازنا طعمه** ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں گھوڑے کے گوشت کھانے کی اجازت دی۔

بعض کے دلائل: (۱) قرآن کریم میں ہے: **والخیل والبغال والحمیر لترکبوها وزینة.** (نحل ۸) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے ہم نے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سواری کرو اور زینت حاصل کرو۔

استدلال: یہ حضرات کہتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں ان تینوں جانوروں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور ان کی منفعت وافادیت جتلائی گئی ہے، کہ تم ان پر سواری کرو اور زینت حاصل کرو۔ اور ظاہر ہے کہ سب سے اہم وعام اور عمدہ نفع کو بیان کیا جاتا ہے یہاں ان تینوں کے دو فائدے بیان ہوئے سواری اور زینت۔ اگر ان میں سے کسی کا کھانا مباح وحلال ہوتا تو کھانا یقیناً سواری وزینت سے بڑی نعمت ہے تو باری تعالیٰ لتأکلوها ارشاد فرماتے سواری وزینت کا ذکر کرنا اور اکل وکھانے کا

ذکر نہ کرنا دلیل ہے حرمت کی اور یہ تینوں حرام ہیں جیسے دیگر دو (خچر وگدھا) کے بارے میں آپ بھی کہتے ہیں کہ حرام ہیں ہم کہتے ہیں کہ گھوڑے کو بھی اسی میں شمار کرو کیونکہ اس کا ذکر تو ہے بھی سب سے پہلے۔

استشہاد بر دلیل ہذا: بالکل اسی اسلوب کے مطابق دوسری آیت کریمہ میں ہے **انما حرم علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر**..... (نحل ۱۱۵) یقیناً تم پر مردار وخون اور سور کا گوشت حرام کیا...... یہاں لحم خنزیر کی تصریح اس کی اہمیت وکثرت کی وجہ سے ہے حالانکہ اس کی چربی وخون اور دیگر اجزاء کی حرمت میں علماء کا اتفاق واجماع ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حرمت ونعمت میں اہم واعظم کو ذکر کیا جاتا ہے، آیت متذکرہ بالا میں سواری وزینت کے ساتھ اکل کا ذکر نہ ہونا حرمت وعدم اکل کی دلیل ہے۔

(۲) باب کی تیسری حدیث ہے جو خالد بن ولیدؓ سے روایت ہے جس میں خیل وبغال وحمیر تینوں کے کھانے سے نہی اور ممانعت مذکور ہے اور یہ مرفوع حدیث ہے۔

(۳) عقلی دلیل یہ کہ بغال (خچر) گدھے کی گھوڑی سے جفتی کے ساتھ گھوڑی کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور بچہ حلت وحرمت اور حریت ورقیت میں ماں کے تابع ہوتا ہے اگر گھوڑے اور گھوڑی کو حلال کہا جائے تو پھر اس کے بچے خچر کو بھی حلال کہا جائے حالانکہ خچر کی حلت کا کوئی قائل نہیں، تو معلوم ہوا خچر اور اس کی ماں دونوں حرام ہیں، جب گھوڑی حرام تو گھوڑا بھی حرام۔

(۴) امام صاحبؒ نے کہا ہے گھوڑا آلۂ جہاد ہے کہ اس کا بھی غنیمت سے حصہ نکالا جاتا ہے تو اس کی اباحت میں آلۂ جہاد کی تقلیل ہوگی اور یہ دشمن کے ڈرانے اور دھاک بٹھانے کے لیے ہے اس لیے اس کی اباحت میں بے احترامی ہے اس لیے کھانا منع ہے۔ (ہدایہ)

جوابات: (۱) آیت شریفہ میں اکل کے عدم ذکر سے حرمت ثابت نہیں کی جاسکتی جیسا کہ گھوڑے پر بوجھ لادنے کا ذکر بھی اس آیت میں نہیں اور اس سے پہلی آیت میں ہے **وتحمل اثقالکم** (نحل ۷) اور وہ چوپائے اٹھاتے ہیں تمہارے بوجھوں کو دور دراز شہروں تک۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا گھوڑے پر بوجھ لادنا منع ہے یا درست اور معمول بہا۔ اس کا جواب یقیناً وعملاً اثبات میں ہے کہ بوجھ لادنا درست ہے حالانکہ آیت مذکورہ فی الدلیل میں بوجھ کا ذکر نہیں پھر بھی جائز ہے، اسی طرح اکل کا ذکر نہیں ہے لیکن بتصریح احادیث صحیح واردہ **فی لحوم الخیل** اس کا گوشت مباح ہے۔

(۲) اس کا دوسرا بہت ہی عمدہ جواب علامہ بغویؒ نے دیا ہے کہ یہ آیت وسورت مکی ہے اور حمیر وبغال وخیل کی حلت وحرمت کا مسئلہ غزوہ خیبر میں اٹھا اور آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا مزید برآں کہ آیت متذکرہ بالا تحلیل وتحریم کے بیان میں سے ہے ہی نہیں بلکہ سیاق وسباق اور اسلوب بیان سے اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت ونعمت اور عطاء ورحمت کا ذکر ہے آیت حلت وحرمت کے متعلق خاموش ہے۔ **ولما کان نص الآیة یقتضی ان الخیل والبغال والحمیر مخلوقة للرکوب والزینة وکان الاکل مسکوتا عنه دار الامر فیه علی الاباحة والتحریم فوردت السنة باباحة لحوم الخیل وتحریم لحوم البغال والحمیر فاخذنا بها جمعا بین النصین.** (خازن ج ۳ ص ۱۱۴ تحت الآیۃ) جب یہ آیت بطور تصریح

ونص گھوڑے وخچر اور گدھے کی سواری اور زینت کے بیان کے لیے ہے، اور کھانے کے متعلق آیت خاموش ہے اب کھانے کا مسئلہ حلت وحرمت کے مابین دائر ہوا (فیصلے کے لیے) حدیث وارد ہوئی کہ گھوڑے کا گوشت درست اور خچر وگدھے کا حرام ہے ہم نے اسی کو لیا آیت وحدیث دونوں کو لیتے ہوئے۔

(۳) باب کی تیسری خالد بن ولیدؓ والی حدیث کا دوٹوک جواب یہ ہے: عون میں ہے **والحدیث ضعیف**. اسے امام احمد بخاری، موسیٰ بن ہارون، دارقطنی، خطابی، ابن عبدالبر رحمہم اللہ ودیگر ناقدین فن نے ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا احتجاج واستدلال کامل نہیں اسی کی تائید علامہ آلوسیؒ کی اس عبارت سے ہوتی ہے: **لکن انت تعلم ان هذا الخبر (عن خالد بن ولید) یوهی امر الاستدلال لما ان خالد قد اسلم بالمدینة والآیة مکیة**..... (روح المعانی تحت الآیۃ) لیکن تو جانتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی حرمت والی روایت استدلال کو بیجان اور کمزور کر دیتی ہے کیونکہ یہ مدینہ میں غزوۂ خیبر کے بعد مسلمان ہوئے اور آیت مکی ہے۔ **وکیف یتم الاستدلال بها**. مزید: **قال الخطابی: فی حدیث جابر بیان اباحة لحوم الخیل واسناده جید واما اسناد حدیث خالد بن ولید ففی اسناده نظر** علامہ خطابیؒ کہتے ہیں حضرت جابرؓ کی حدیث اباحت لحم خیل میں ہے اور اس کی سند عمدہ اور قوی ہے اور خالدؓ کی حدیث کی سند میں نظر ہے۔ (بذل)

(۴) دلیل نمبر تین کا جواب یہ ہے کہ خچر کی حرمت کے متعلق بلا اختلاف حرمت روایت ہے اس لیے وہ تو حرام ہی ہے اور اس کی اجازت شریعت میں موجود ہے اس لیے یہ مباح ہے۔

(۵) آلۂ جہاد کا احترام وتحفظ صرف حرمت وکراہت میں نہیں بلکہ اباحت وحلت کے باوجود اس کی حفاظت کی جائے مباح وحلال ہے کہ **واجب الاکل** تو نہیں جس کے ترک سے گناہ گار ہوں گے، لیکن حرمت کے قول میں ضیق ہے کہ مجبوری کے وقت بھی رکنا ہوگا ہاں حلت کی صورت میں حفاظت اور ضرورت کے وقت استعمال دونوں عمل میں رہیں گے اور اسی میں سہولت ہے اور یہی **اقرب الی السنة** ہے۔

فائدہ: ایک استدلال یوں بھی کیا جاتا ہے کہ مبیح اور محرم میں اگر تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے (**والاصول مسلّم**) یہاں اس قاعدے کے مطابق حدیث خالدؓ راجح ہونی چاہیے۔ اس کا جواب کلام سابق سے واضح ہے کہ یہ قاعدہ جب نافذ ہوگا جب دونوں روایتیں آپس میں صحت وقوت کے اعتبار سے مساوی ہوں حالانکہ صورت نزاعی میں حدیث خالد ضعیف ہے۔ ھدایہ رابع (۴۳۹ رحمانیہ) کے حاشیہ میں وفیہ نظر کے عنوان سے یہ بات مرقوم ہے۔

فائدہ: ھدایہ کے مذکورہ صفحہ میں ہے **واما لبنه فقد قیل لا بأس به لانه لیس فی شربه تقلیل آلة الجهاد**. جب دودھ میں حرج نہیں جو مخلوق من اللحم ہے تو لحم کا بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ: روح المعانی میں اسی آیت کی تقریر میں ہے: **وفی العمادیه انه رضی الله عنه رجع عن القول بالکراهة قبل موته بثلاثة ایام وعلیه الفتویٰ** (ج ۷ جزء ۱۴ ص ۱۵۰) اور اس بحث کے اختتام پر رقم ہے **والذی امیل الیه الحلّ والله تعالی اعلم وعلمه اتم وامره أحکم**. اس سے امام صاحب کا رجوع اور علامہ آلوسی حنفیؒ کے نزدیک لحوم

الخیل کی اباحت واضح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے کما مر۔
حدیث ثانی: اس میں بھی گھوڑے کا استثناء اور عدم نہی بیان ہے۔
حدیث ثالث: وکل ذی ناب من السباع۔ اس کے متعلق بھی مستقل باب نمبر ۳۳ میں بحث آ رہی ہے اس حدیث کے آخر میں نمبر ۶ قال ابو داؤد (کے عنوان سے بذل وعون اور کتاب کے حاشیہ میں ہے) **هذا منسوخ قد اكل لحوم الخيل جماعة من اصحاب رسول الله ﷺ منهم ابن الزبير وفضالة بن عبيد وانس بن مالك واسماء بنت ابى بكر وسويد بن غفلة وعلقمة وكانت قريش فى عهد رسول ﷺ تذبحها**۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں حدیث خالد منسوخ ہے (جس کی دلیل تعامل صحابہ ہے کہ) تحقیق صحابہ کرام کی اس جماعت...... کے ہاں گھوڑے کا گوشت کھایا جاتا اور قریش حضور ﷺ کے عہد مبارک میں بھی خیل ذبح کرتے تھے۔ امام موصوف کی غرض اس قول سے آخری حدیث باب کا منسوخ ہونا بتانا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے اس کے مقابلے میں دوسری قوی وصریح روایتیں اباحت پر دال ہیں۔
تنبیہ: مسئلہ مدلل طور پر ہم نے پڑھ لیا اور الحمدللہ سمجھ بھی لیا لیکن یہ یاد رہے کہ اب بالخصوص برصغیر پاک وہند بلکہ مشرقی ایشیا میں گھوڑے کے ذبح اور کھانے کا معمول نہیں، اس وجہ سے نئی بات اور نزاع کھڑا کرنے کی حاجت نہیں اس میں امت کا نقصان ہے مسئلہ یہی ہے کہ ہم اس کے ذبح سے کسی کو روک نہیں سکتے ہاں شور وغل اور فتنہ بپا کرنے سے ضرور بچ سکتے ہیں۔ **وما توفيقى الا بالله**

(۲۸) بَابٌ فِى أَكْلِ الْأَرْنَبِ
خرگوش کھانے کا بیان

(۵۷) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا حَزَوَّرًا فَاصَدْتُ أَرْنَبًا فَشَوَيْتُهَا فَبَعَثَ مَعِى أَبُو طَلْحَةَ بِعَجُزِهَا إِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَبِلَهَا.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ہشام بن زید' حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ میں ایک طاقتور لڑکا تھا تو میں نے خرگوش کا شکار کیا اور میں نے اس کو بھونا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس خرگوشت کے دُم کا حصہ میرے ہاتھ خدمت نبوی میں بھیجا۔ میں وہ لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔''

(۵۸) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِى خَالِدَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ يَقُوْلُ إِنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ بِالصِّفَاحِ قَالَ مُحَمَّدٌ مَكَانٌ بِمَكَّةَ وَإِنَّ رَجُلًا جَاءَ بِأَرْنَبٍ قَدْ صَادَهَا فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مَا تَقُوْلُ قَالَ قَدْ جِىْءَ بِهَا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسٌ فَلَمْ يَأْكُلْهَا وَلَمْ يَنْهَ عَنْ أَكْلِهَا وَزَعَمَ أَنَّهَا تَحِيضُ.

''یحییٰ بن خلف' روح بن عبادہ' محمد بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے والد خالد بن الحویرث سے سنا' حضرت عبداللہ بن عمر صفاح میں تھے

محمد کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ان کے پاس ایک شخص خرگوش کا شکار کر کے آیا اور اس نے عرض کیا اے عبداللہ بن عمر! اس کے سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خرگوش پیش کیا گیا اور میں اس وقت وہاں پر بیٹھا ہوا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کو تناول نہیں فرمایا اور نہ آپ نے اس کے کھانے کی ممانعت فرمائی۔آپ کا خیال تھا کہ اس کو حیض آتا ہے۔"

تشریح: حدیث اول: ارنب کی تعریف: **هی دويبة معروفة تشبه العناق لكن فی رجليها طول بخلاف يديها** . یہ ایک چھوٹا سا جاندار ہے، جو مشہور ہے بلی کے قریب قریب مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کی پچھلی ٹانگیں نسبۃً اگلی کے لمبی ہوتی ہیں، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے "**انها شديدة الجبن كثيرة الشبق تكون سنة ذكرا وسنة انثى وانها تحيض**" یہ بہت ہی بزدل اور ڈرپوک ہوتا ہے کودنے اور چھلانگ میں بہت تیز ہوتا ہے ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے اسے حیض بھی آتا ہے۔مزید یہ کہ یہ پالتو اور شکاری دونوں قسم کا ہوتا ہے پالتو مرغیوں کے دربے کی طرح دربہ میں رہتا ہے لیکن چوہوں کی طرح زمین میں گھر کھود لیتا ہے اور اسی میں بچے دیتا ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ اگر شکاری اسے پکڑ کر فوراً ذبح نہ کرے تو یہ شدت جبن وخوف کی وجہ سے اپنا خون خود چوس لیتا ہے یعنی تھوڑے وقت میں بہت کمزور ہو جاتا ہے۔چنانچہ اردو کی ابتدائی کتابوں میں اس کی اور کچھوے کی دوڑ اور مقابلے کی کہانی مشہور ہے۔ارنب اسم جنس ہے نر و مادہ دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ **وقيل لا يقال الارنب الا للأنثى**. ارنب صرف مادہ کو کہتے ہیں (کوکب الدری ج۳ ص۵) اسی لیے **فشوّيتها** کی ضمیر مفعول مؤنث ہے۔ہمارے دیار میں اسے خرگوش کہا جاتا ہے۔

كنت غلاما حزوّرا بفتح الحاء والزاء والواو المشددة بعدها راء. ای شديدا قويا. طاقتور، تکڑا، لونڈا۔ **وهو المراهق** (عون) قریب البلوغ۔ **قال يعقوب هو الذی قد كاد يدرك ولم يعول.** جو کمال وبلوغ کے قریب ہو، ابھی بالغ عاقل نہ ہوا ہو۔(بذل) حاصل یہ ہے کہ میں اگرچہ بالغ نہ ہوا تھا مگر خوب ہوش وحواس اور قوت میں تھا اور بات مجھے صحیح طور پر یاد ہے۔

فبعث معی ابو طلحة بعجزها ای بوركها..... فقبلها. مجھے میرے سوتیلے باپ ابوطلحہ نے شکاری خرگوش کے بھنے ہوئے گوشت کا پچھلا حصہ دیا کہ میں حضور ﷺ کے پاس لے جاؤں...... آنحضرت ﷺ نے اسے قبول فرمایا۔بخاری شریف میں اس کے بجائے **بوركيها او بفخذيها** کے الفاظ ہیں یعنی سرین یا ران۔

خرگوش کی حلت کا حکم: ائمہ اربعہ کے نزدیک خرگوش کا گوشت مباح اور حلال ہے۔سلف میں سے بعض (عبداللہ بن عمرؓ صحابی، عکرمہؒ تابعی، محمد بن ابی لیلیٰؒ فقیہ) نے کراہت کا قول اختیار کیا ہے۔جمہور کی دلیل حدیث باب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارنب کے گوشت کو قبول فرمایا جو اس کی حلت کی تصریح وتثبیت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے گوشت پہنچا اگر اس میں کراہت یا عدم اباحت ہوتی تو فوراً واپس کرتے اور انہیں بھی کھانے سے منع فرما دیتے، حالانکہ پکا ہوا گوشت قبول فرمایا جو صریح دلیل ہے ارنب کی حلت کی۔اور یہ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ الغرض صحاح کی جملہ کتب میں موجود ہے اور صحیح ہے۔

حدیث ثانی: کان بالصفاح. محمد بن خالد راوی نے کہا ہے کہ یہ مقام مکہ میں ہے۔ معجم البلدان میں ہے کہ صفاح حنین اور انصاب الحرم کے درمیان ہے۔ یا عبداللہ بن عمر ما تقول.....؟ اس شکاری شخص نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ آپ خرگوش کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کا حوالہ دے کر کراہت و عدم اکل کو بیان کیا۔ یہی دلیل ہے بعض حضرات کی کہ ارنب مکروہ ہے۔

جواب: (۱) اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اس وقت نہ کھانا اس کی حرمت یا کراہت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ عدم اشتہاء اور رغبت و طلب کے نہ ہونے کی وجہ سے تناول نہ فرمایا و لم ینہ عن اکلھا اسی کا قرینہ ہے ورنہ خود جیسے نہ کھایا تو ان کو بھی منع فرما دیتے اور حلت کے لیے پہلی حدیث گذر چکی ہے۔

(۲) یہ حدیث ضعیف ہے اس کا ضعیف ہونا عون و بذل دونوں میں مذکور ہے اور یہ وضاحت ہے عثمان بن سعید کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معینؒ سے خالد بن حویرث کے متعلق پوچھا فقال لا اعرافه تو کہا میں اسے نہیں جانتا۔ تو جسے ابن معین جیسے ناقد و امام فن نہ جانتے ہوں تو اس کے غیر معروف ہونے اور مشہور نہ ہونے میں کیا تردد ہے ایسی ضعیف حدیث سے استدلال ناتمام ہے۔ باقی ابن عمرؓ کا انھا تحیض سے استدلال چنداں مفید نہیں کیونکہ حیض آنے سے تو اچھا ہوا کہ گوشت اس نجاست سے نظیف و بعید رہا یہ تو صفائی اور حلت بلا کراہت کی دلیل ہے کہ فاسد مادہ نکل گیا۔ زعم ای قال انھا تحیض یہاں زعم قال کے معنیٰ میں ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اسے حیض آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس کے لحم کی کراہت بیان کرنے کے لیے نہیں تھا بلکہ اس کی حالتِ عجیبہ و نادرہ کا اظہار مقصود تھا (بذل) حیوانات اور ذی روح جانداروں میں سے عورت، بجو، چمگادڑ، خرگوش، کلبہ (کتیا)، ناقہ، چھپکلی کو حیض آتا ہے کذا فی القسطلانی. (بذل)

(۲۹) بَابٌ فِيْ أَكْلِ الضَّبِّ

گوہ کھانے کا بیان

(۵۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ خَالَتَهُ أَهْدَتْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سَمْنًا وَأَضُبًّا وَأَقِطًا فَأَكَلَ مِنَ السَّمْنِ وَمِنَ الْإِقِطِ وَتَرَكَ الْأَضُبَّ تَقَذُّرًا وَأُكِلَ عَلٰى مَائِدَتِهٖ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلٰى مَائِدَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .

''حفص بن عمر، شعبہ، ابو بشر، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی خالہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی، پنیر اور گوہ بھیجی۔ حضور ﷺ نے گھی اور پنیر تناول فرمالیا اور بوجہ نفرت (کراہت) گوہ کو چھوڑ دیا لیکن آنحضرت ﷺ کے دسترخوان پر اسے کھایا گیا اگر وہ حرام ہوتا تو آپ کے دسترخوان پر نہ کھایا جاتا۔''

(۶۰) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ

الْوَلِيدِ أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بَيْتَ مَيْمُونَةَ فَأُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوذٍ فَأَهْوٰى إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهِ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ أَخْبِرُوا النَّبِيَّ ﷺ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ فَقَالُوا هُوَ ضَبٌّ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ قَالَ فَقُلْتُ أَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ.

''قعنبی' مالک' ابن شہاب' ابوامامہ' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ حضرت میمونہ کے گھر پر حاضر ہوئے تو آپ کے سامنے بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ بعض خواتین جو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھیں' کہنے لگیں کہ حضور ﷺ کو بتادو کہ یہ کیا ہے کیونکہ آپ اسے کھانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں نے کہا یارسول اللہ یہ گوہ ہے۔ یہ بات سن کر آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں حرام نہیں ہے بلکہ یہ میرے ملک میں نہیں ہوتی اس وجہ سے مجھ کو اس سے نفرت ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کھانا شروع کر دیا اور آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے۔''

(٦١) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ وَدِيعَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِي جَيْشٍ فَأَصَبْنَا ضِبَابًا قَالَ فَشَوَيْتُ مِنْهَا ضَبًّا فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَأَخَذَ عُودًا فَعَدَّ بِهِ أَصَابِعَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ أُمَّةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُسِخَتْ دَوَابَّ فِي الْأَرْضِ وَإِنِّي لَا أَدْرِي أَيُّ الدَّوَابِّ هِيَ قَالَ فَلَمْ يَأْكُلْ وَلَمْ يَنْهَ.

''عمرو بن عون' خالد' حصین' زید بن وہب' حضرت ثابت بن ودیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک لشکر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے تو ہم لوگوں نے چند گوہ پکڑ لیں۔ میں نے ایک گوہ بھون کر خدمت نبوی میں حاضر کی اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے ایک لکڑی لے کر اس کی اُنگلیوں کو شمار فرمایا اور فرمایا بنی اسرائیل کا ایک گروہ مسخ ہو کر جانور بن گیا تھا اور زمین میں چھوڑ دیا گیا مجھ کو معلوم نہیں کہ وہ جانور کونسا ہے اور راوی نے بیان کیا پھر آپ نے اس کو تناول نہ فرمایا لیکن اس کے کھانے کی ممانعت نہیں فرمائی۔''

(٦٢) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ نِالطَّائِيُّ أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ زُرْعَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي رَاشِدٍ نِالْحُبْرَانِيِّ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لَحْمِ الضَّبِّ.

''محمد بن عوف' حکم بن نافع' ابن عیاش' ضمضم بن زرعہ' شریح بن عبید' ابوراشد' حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔''

تشریح: حدیث اول: ضب هو دويبة تشبه الحرذون ولكنه اكبر منه قليلا. گوہ یہ ایسا جاندار ہے جو گرگٹ سے مشابہت رکھتا ہے اور اس سے کچھ بڑا ہوتا ہے۔ مٹیالہ رنگ اور لمبی دم ہوتی ہے شنید ہے کہ اس کی کھال بہت سخت اور مضبوط ہوتی ہے ہلکا پھلکا ڈھیلا یا پتھر اس پر اثر نہیں کرتا اس کے نر کو ضب اور مادہ کو ضبّہ کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ سانپ کی دشمن ہے اور اس کی دم قوی ہوتی ہے دم ہی سے سانپ کو مارتی ہے ہمارے دیار میں گوہ، کفتار اور سوسمار کہا جاتا ہے۔

عجائب گفتار: قال ابن خالويه يعيش سبعمائة سنة وانه لا يشرب الماء ويبول في كل اربعين يوما قطرة ولا يسقط له سنّ ويقال بل اسنانه قطعة واحدة (عون) ومن العجيب ان له ذكران ولأنثاه فرجان وياكل اولاده ظنًّا منه اذا خرجوا عن البيض انهم يفسدون البيض كذا في حياة الحيوان (وكيف يباح)؟ (بذل)

سوسمار کا حکم: (۱) ائمہ ثلاثہ اور اصحاب ظواہر کے نزدیک گوہ کا گوشت مباح ہے۔

(۲) حضرت علیؓ، امام اعمشؒ، زید بن وہبؒ کے نزدیک گوہ کا گوشت حرام ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک گوہ کا گوشت مکروہ تحریمی ہے۔ پھر امام طحاویؒ نے مکروہ تنزیہی اور علامہ عینی حنفیؒ نے (بنایہ ۲۰۳/۱۰) میں مکروہ تحریمی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: باب کی پہلی تینوں روایات اس کی حلت پر صراحتہً یا اشارۃً دال ہیں اور یہی ان کا مستدل ہیں۔ نہایت ہی ادب سے عرض ہے کہ اگر چوتھی روایت پر بھی نظر کرم فرما لیتے تو نهى عن اكل لحم الضب کے صریح الفاظ پاتے اور یہ بھی عند الفقہاء مسلم اصول ہے کہ محرم و مبیح میں سے ترجیح محرم کو ہوتی ہے۔

فائدہ: ضب کے متعلق پہلی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسے مباح قرار دیا پھر تقذر کی وجہ سے اسے کھایا نہیں پھر فرمایا کہ شاید یہ مسخ شدہ اقوام بنی اسرائیل والی شکل تو نہیں کہ اس شکل میں انہیں مسخ کیا گیا پھر فرمایا کہ میں اسے اپنی قوم کے علاقہ میں نہیں پاتا اس لیے توقف کیا اور نہ کھایا اور یہ بھی حدیث متن میں موجود ہے کہ اس کے کھانے سے منع فرمایا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آپ ﷺ نے ایک مباح چیز کو صرف اپنے علاقے میں نہ پائے جانے کی وجہ سے نہ کھایا یہ کوئی عذر قوی نہیں؟ یا پھر ایک چیز کو مباح قرار دے کر حرام فرمایا؟ اس لیے بذل میں ہے کہ توقف اباحت وغیرہ پہلے فرمایا آخر میں منع فرما دیا اور یہی اولیٰ و اوفق ہے۔ ثم بعد ذلك نهى عنه فصار حرامًا وهذا الوجه اولى لان فيه تغليب الحظر (المانع) على الاباحة.

فائدہ: احناف کی دلیل حدیث رابع ہے اور قول ثالث والے حضرات کا بھی یہی مستدل ہے۔

سوال: اس روایت میں اسماعیل بن عیاش شامی راوی ہے جو کمزور ہے پھر حجۃ کیسے؟ اور علامہ بیہقیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے قال تفرد به اسماعيل بن عياش وليس بحجة اسماعیل بن عیاش اس میں متفرد ہے اور وہ حجت نہیں۔

جواب: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ بیہقی کی یہ تنقید درست نہیں کیونکہ ابن عیاش کی روایت قوی ہے۔ فان رواية اسماعيل عن الشاميين قوية عند البخاري. بلاشبہ اسماعیل کی روایت شامیوں سے تو امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ کے نزدیک بھی صحیح ہے...... وحديث ابن عياش عن الشاميين قوي وهؤلاء شاميون ثقات (ملخص عن عون) ان اقتباسات سے سوال کا جواب واضح طور پر سامنے آ گیا کہ یہ روایت ابن عیاش صحیح ہے اسی طرح ابن جوزیؒ اور خطابیؒ کی بات سے بھی دھوکہ مت کھائیں کیونکہ وقد صح الترمذي بعضها واخرج احمد وابوداؤد وصححه ابن حبان والطحاوي وسنده على شرط الشيخين..... (بذل) یہ عبارات مصرّح و مؤید ہیں کہ حرمت والی روایت صحیح قوی اور راجح ہے۔

فائدہ: قال النووي اجمع المسلمون على انّ الضبّ حلال ليس بمكروه الاّ ما حكى عن اصحاب ابى

حنیفة من کراھة والاّ ما حکاه القاضی عن قوم انھم قال ھو حرام. علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ کفتار کی حلت واباحت پر اجماع ہے مکروہ نہیں مگر احناف سے کراہت منقول ہے اور قاضیؒ نے بعض سے (حضرت علی......) کا حرمت کا قول بھی نقل کیا ہے۔ یہ عبارت انہیں الفاظ کے ساتھ بذل میں موجود ہے جس سے سوسمار کی اباحت پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔ حالانکہ ساتھ ہی احناف اور بعض کے قول کراہت وحرمت کا اقرار کیا گیا ہے تو یہ اجماع کیسا ہوا؟ مزید یہ کہ امام ترمذیؒ نے بالتصریح کہا ہے وقد اختلف اھل العلم فی اکل الضبّ فرخّص فیه بعض اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم وکرھه بعضھم (ترمذی ثانی باب ماجاء فی اکل الضب) علامہ نوویؒ کی شرح کی عبارت کے بجائے یہ اصحاب صحاح میں سے امام ترمذیؒ کی عبارت ہے جو متن ہے اور اس میں صاف لکھا ہے وقد اختلف اھل العلم...... تحقیق اہل علم میں اختلاف ہے...... بہرصورت مسئلہ خلافیہ ضرور ہے مگر وجہ ترجیح گذر چکی۔

فائدہ: ہمارے دیار برصغیر پاک وہند اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کے پیرو اور مقلد ہی رہتے بستے ہیں الا الشرید اور عموماً ضب کا قابل نفرت ہونا مسلم ہے جس کی اصل آپ ﷺ کے عمل میں موجود ہے اور اس سے ہر فرد امت کراہت کرتا ہے اس تعامل کی بھی ایک حیثیت ہے اور یہی درست ہے کہ گوہ کھانا درست نہیں۔ واللہ اعلم

فائدہ: کتاب الآثار (ص ۱۷۹ حدیث نمبر ۸۱۶) میں امام محمدؒ نے سیدہ عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ کسی نے ضب ھدیہ بھیجی حضور ﷺ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو منع فرمایا اسی دوران ایک مانگنے والا آیا تو حضرت عائشہؓ نے اسے دینے کا قصد کیا آپ ﷺ نے فرمایا: "اتطعمینه مالا تاکلین" کہ جو آپ نہیں کھاتیں وہ اسے کھلا رہی ہو؟ اس کے بعد یہ عبارت ہے وبه نأخذ وھو قول ابی حنیفةؒ. اس سے بھی واضح طور پر ممانعت معلوم ہو رہی ہے۔

ان خالته اھدت. یہ ام حفید بنت حارث بن حرب ھلالیہ ہیں جو ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ کی بہن ہیں ان کا نکاح دیہات میں ہوا تھا اور وہی ضب ھدیہ بھیجتی تھیں کیونکہ وہاں گوہ عموماً پائی جاتی ہے۔ اضبّا یہ ضبّ کی جمع ہے۔ کہ اس نے گھی پنیر اور کفتار ہدیہ بھیجی۔ تقذراً ای کراھة گھن اور کراہت محسوس کرتے ہوئے۔ علی مائدته. مائدہ دسترخوان جو عام طور پر چمڑے کا ہوتا تھا اب بھی اکثر چمڑے اور ریگزین کا آتا ہے اگرچہ پلاسٹک کی عادت ہو چکی ہے۔ اس پر شبہ نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے خوان پر روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی میز اور لکڑی کے تختوں پر اس لیے کہ مائدہ کہتے ہیں وہ چمڑا یا کپڑا، مندیل وغیرہ جس پر حفاظت کی غرض سے روٹی رکھی جائے تاکہ تلویث نہ ہو اور مٹی وغیرہ سے روٹی اور مطعومات محفوظ رہیں۔ باقی وہ خوان جو لکڑی کے بنائے جاتے تھے ان پر بیٹھ کر متکبرین کی طرح آنحضرت ﷺ نے کبھی تناول نہیں فرمایا الغرض مائدہ اور خوان میں واضح فرق ہے۔ اس روایت سے بھی اباحت معلوم ہو رہی ہے لیکن حرمت کی روایت کو ترجیح ہوگی کمامر۔

حدیث ثانی: فاتی بضبّ محنوذ ای مشوّی بھنی ہوئی گوہ وھو ماشوّی بالرضف وھی الحجارة المحماة. جو گرم پتھر پھر بھونی جائے۔ جیسے ہمارے ہاں کوئلے پر پکاتے اور بھونتے ہیں۔ فقال بعض النسوة الّلاتی فی بیت میمونةؓ اخبروا. وہاں میمونہؓ کے گھر میں موجود مستورات نے کہا نبی ﷺ کو خبر دو اس کی۔ ان کے کلام سے بھی اس سے احتراز وکراہت

واضح ہوتی ہے ورنہ دستر خوان پر موجود دوسری کسی چیز کے لیے ایسا نہیں کہا۔ فأجدني اعافه اى اقذره واكرهه. میں اسے ناپسند اور مکروہ پاتا ہوں فاجتررته اى جذبته. میں نے اسے اپنی طرف گھسیٹ لیا۔ ينظر (اليّ تعجبًا). یعنی تعجب وحیرت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ مجھے دیکھتے رہے۔

حدیث ثالث: عن ثابت ابن وديعة. ودیعہ یہ ثابت کی والدہ کا نام ہے ان کے والد کا نام یزید ہے چنانچہ ثابت بن یزید کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں باپ بیٹا صحابی ہیں۔ بذل میں ہے کہ امام ترمذی نے تاریخ صحابہ میں ذکر کیا ہے یہ ثابت بن یزید ہے وان وديعة امه. یہ خیبر میں شریک ہوا پھر صفین کے معرکہ میں حضرت علیؓ کے ہمنوا رہا اور پھر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اس سے حدیث الضب ایک حدیث روایت ہے۔

انّ امّة من بنى اسرائيل مسخت. سوال: اس پر شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے نکتہ اعتراض اٹھایا ہے کہ ایک دوسری حدیث پاک میں وارد ہے ان الممسوخ لا يعيش اكثر من ثلاثة ايام ولا يعقب. کہ مسخ شدہ تین دن سے زائد زندہ نہیں رہتے اور نہ ہی ان کی پیچھے نسل چلتی ہے۔ اور حدیث باب میں ہے کہ سوسمار مسخ شدہ بنی اسرائیل میں سے ہوسکتا ہے اسی کفتار کی شکل میں ہوئے ہوں۔ كيف يجمع بين هذا؟

جواب: حاشیہ میں مرقاۃ الصعود کے حوالہ سے اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اول کسی چیز کو مجملا ذکر فرمایا ہے پھر بعد میں اس کی مکمل وضاحت بیان فرمائی چنانچہ دجال کے متعلق فرمایا ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه. وہ نکلے گا تو میں تم میں ہوں گا اور میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ یہ اجمال ولی ہے پھر بعد میں یہ ارشاد فرمایا کہ دجال قرب قیامت آخر زمانے میں نزول مسیح سے کچھ قبل نکلے گا پھر اس کی تفصیل فرمائی اسی طرح آپ ﷺ نے مسخ شدہ خیال کیا پھر ان کے زندہ نہ رہنے کے متعلق علم ہوا تو یہ بات ختم ہوئی اور وہی اصول ٹھہرا کہ ان الممسوخ لا يعيش..... فلم يأكل ولم ينه. صحیحین میں ہے کہ الضبّ لست آكله ولا احرّمه. گوہ کو میں کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں یعنی نہ کھانا طبعی تقذر کی وجہ سے تھا اور حرام قرار نہ دینا اس کے بارے میں وحی الٰہی کے نہ ہونے کی وجہ سے تھا ہاں جب معلوم ہوا تو پھر منع فرمایا جیسے اگلی حدیث میں وارد ہوا ہے۔

حدیث رابع: عن ابى راشد الحبرانى بضم الحاء وسكون الباء قيل اسمه اخضر وقيل نعمان ثقة. اس کا نام اخضر یا نعمان ہے بہرحال ثقہ اور با اعتماد ہے۔ عن عبدالرحمن بن شبل بكسر الشين و سكون الباء. اس کی حدیث کے قوی اور قابل حجت ہونے پر تقلیل مسالک ائمہ کے تحت گذر چکی ہے۔ یہ صریح حدیث ہے کفتار کی ممانعت کے متعلق۔

(٣٠) بَابٌ فِيْ أَكْلِ لَحْمِ الْحُبَارٰى

حباریٰ (نامی چڑیا) کے گوشت کھانے کا بیان

(٦٣) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِي بُرَيْهُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَحْمَ حُبَارٰى.

''فضل بن سہل' ابراہیم' برید بن عمر' ان کے والد' ان کے دادا' حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباریٰ کا گوشت کھایا ہے۔''

تشریح: الحبارٰی، (۱) عرف الشذی میں ہے کہ اس کی دو قسمیں ہیں بڑی اور چھوٹی بڑی کو تغدر اور چھوٹی کو تغدری یا نر کو تغدر اور مادہ کو تغدری کہتے ہیں (**كذا في حاشية بذل ايضًا**) (۲) اس کا معنی ہے چکا چکوئی (۳) اس کا معنی ہے سرخاب۔ (**وكلّها لا يوجد في ديارنا**) مصر میں اسے جرج کہتے ہیں۔ بذل میں ہے کہ **وهو طائر كبير العنق رمادي اللون لحمه بين لحم دجاج ولحم بطّ**. یہ لمبی گردن والا مٹیالے اور خاکستری رنگ کا پرندہ ہے جس کا گوشت مرغی اور بطخ کے گوشت کے بین بین ہوتا ہے۔ مرغی کا گوشت جلدی ہضم ہوتا ہے اور بطخ کا دیر سے اس کا گوشت معتدل ہوتا ہے اور اس کی تاثیر گرم اور تر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ہے ''**وهي اشدّ الطير طيرانا وابعد شوطًا**'' پرندوں میں زیادہ اڑنے والا اور لمبے چکر والا ہے اس آخری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کونج ہو۔ لفظ حباریٰ مذکر و مؤنث اور واحد و جمع سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے، اور اس کے آخر میں الف مقصورہ برائے تانیث اور الحاق نہیں۔ یہ بات جوہری نحوی کی ہے لیکن صاحب حیوۃ الحیوان علامہ دمیریؒ نے سمانی سے نقل کیا ہے کہ یہ الف تانیث کا ہے اسی لیے یہ غیر منصرف ہے۔ انگریزی میں اسے **ruddy ioose** کہا جاتا ہے۔ **حدثني برُيه**. یہ ابراہیم کی تصغیر ہے۔ (بذل) بریہ یہ ابوعبداللہ مدنی ہیں ان کا نام ابراہیم ہے بریہ سے معروف ہیں یہ اپنے باپ عمر اور دادا سفینہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ سفینہؓ یہ آنحضرت ﷺ کے غلام تھے۔ **اكلت مع النبي ﷺ لحم حبارٰى**. تغدر، سرخاب، چکا جوئی بالاتفاق حلال ہے **ولحم الحبارى مجمع على حلّه لا ارىٰ فيه خلافًا**. (بذل)

(۳۱) بَابٌ فِيْ أَكْلِ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ

زمین کے کیڑے مکوڑے کھانے کا بیان

(۶۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا غَالِبُ بْنُ حَجْرَةَ حَدَّثَنِيْ مِلْقَامُ بْنُ التَّلِبِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ صَحِبْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَسْمَعْ لِحَشَرَةِ الْأَرْضِ تَحْرِيْمًا.

''موسیٰ بن اسماعیل' غالب' حضرت ملقام بن تلب' اپنے والد حضرت تلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمین کے کیڑے مکوڑوں کی حرمت کا حکم نہیں سنا۔''

(۶۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ نِالْكَلْبِيُّ أَبُوْ ثَوْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عِيْسَى بْنِ نُمَيْلَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَسُئِلَ عَنْ أَكْلِ الْقُنْفُذِ فَتَلَا قُلْ لَا أَجِدُ فِيْمَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا الْآيَةَ قَالَ قَالَ شَيْخٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَبِيْثَةٌ مِنَ الْخَبَائِثِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِنْ كَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فَهُوَ كَمَا قَالَ مَا لَمْ نَدْرِ.

''ابوثور، سعید بن منصور، عبدالعزیز، عیسیٰ، نمیلہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ سے دریافت کیا گیا، سیہ (جانور) کھانا کیسا ہے؟ توانہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا﴾ (یہ سن کر) ایک بوڑھے شخص نے جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے اس کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا ناپاک جانوروں میں سے یہ ایک نجس جانور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ نے اسی طرح ارشاد فرمایا ہے تو بے شک وہ اسی طرح ہے جس کا کہ ہم لوگوں کو علم نہیں۔ (یعنی زمین کے کیڑے مکوڑے حشرات الارض کا کھانا درست نہیں)۔''

تشریح: اس باب میں حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور زمین پر رینگنے والے جانداروں کی حلت وحرمت کا بیان مقصود ہے۔

حشرات الارض یعنی کیڑوں مکوڑوں کا حکم: بحر و بر اور زمین پر رہنے والے جانداروں کی تین اقسام ہیں۔

(۱) **ما لیس له دم اصلا**: وہ جن میں بالکل خون ہوتا ہی نہیں جیسے جراد، ٹڈی، بھڑ، مکھی، مکڑی، عضابہ، گبریلا، بعاثہ، بچھو وغیرہ باستثناء جراد باقی سب کو کھانا حرام ہے۔ جراد کا حکم حلت حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔ ''**احلت لنا میتتان**'' کہ دو بلا ذبح مرنے والے ٹڈی اور مچھلی ہمارے لیے حلال ہیں۔ ان کے علاوہ کی حرمت کی دلیل یہ کہ یہ تمام خبائث میں سے ہیں اور طبیعت ان سے انتہائی نفرت وبعد برتتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبائث**. (اعراف: ۱۵۷) وہ اللہ ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر خبیث چیزوں اور جانوروں کو حرام کرتا ہے۔

(۲) **ما لیس له دم سائل**: جن میں خون موجود ہے محسوس بھی ہوتا ہے۔ لیکن بہتا نہیں جیسے سانپ، چھپکلی و دیگر حشرات الارض چوہا، بندر، نیولا، گوہ، یربوع، (یہ چوہے کی مانند ہوتا ہے اگلی ٹانگیں چھوٹی پچھلی ٹانگیں لمبی اور دم بھی لمبی ہوتی ہے) ان کی حرمت بھی اتفاقی ہے سوائے کفتار کے کہ اس کی تفصیل قریب ہی گذر چکی ہے۔ خبائث کے ماتحت مندرج ہے۔

(۳) **ماله دم سائل له نوعان مستأنس ومتوحش**. وہ جانور جن میں بہنے والا خون ہوتا ہے پھر ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱) انسانوں سے مانوس اور پالتو: جیسے بکری، گائے، اونٹ وغیرہ ان میں سے خچر بالاتفاق گدھا باختلاف یسیر اور خیل بالاختلاف حرام ہیں۔ باقی حلال ہیں۔ خیل کی بحث گذر چکی اور حمیر کی بحث آگے آ رہی ہے۔ ان کی حلت کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے: **یسئلونك ماذا احلّ لهم قل احلّ لكم الطیبات، الیوم احلّ لكم الطیبات**. (مائدہ ۴، ۵) آپ سے وہ پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا کیا حلال ہے آپ کہہ دیجئے تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور آج تمہارے لیے طیبات وعمدہ کو حلال کر دیا گیا۔ ہاں درندوں میں سے مانوس مثلاً بلی، کتا یہ حلال نہیں۔

(۲) متوحش اور غیر مانوس بدکنے اور بھاگنے والے: ان میں سے ہرن، نیل گائے (نر و مادہ دونو) حمار وحشی بالاتفاق حلال ہے۔ اس کی دلیل بھی آیت بالا ہے ان میں سے جو ذی ناب درندے اور ذی مخلب پرندے ہیں یہ بھی حرام ہیں، چنانچہ حدیث مبارکہ میں ارشاد گرامی ہے **نهی عن كل ذی ناب من السباع و كل ذی مخلب من الطیر**. یہ حدیث آگے باب نمبر ۳۳ میں موجود ہے۔ بالیقین اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا

ہے۔ درندوں میں ذی ناب اور کچلی والے جیسے شیر، بھیڑیا، بجو، چیتا، لومڑی، جنگلی بلی، تیندوا سنجاب (یہ چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے) بندر، ہاتھی یہ سب بالاتفاق حرام ہیں سوائے بجو کے کہ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے جو مستقل باب ۳۲ میں آگے آرہا ہے۔ پرندوں میں ذی مخلب پنجے والے باز، شکرہ، شاہین، چیل، عقاب، کوا، گدھ، وما اشبہ ذلک یہ بھی مذکورہ خبر مشہور کے تحت مندرج ہو کر حرام ہیں۔ مانوس پرندوں میں سے مرغی، بطخ اور متوحش وغیر مانوس میں سے کبوتر فاختہ، چڑیا، کرکی (بڑی بطخ) ونحوها حلال بالاجماع. یہ حلال ہیں اسی طرح وہ پرندے جو ذی مخلب نہیں اور گندگی نہیں کھاتے بلکہ پتے، پھول، گھاس، دانے وغیرہ کھاتے ہیں تو وہ مکروہ نہیں ہاں اگر گندگی کھاتے ہیں بھلے پنجے والے نہیں تو وہ مکروہ ہوں گے۔ جو پرندے ملی جلی غذا کھاتے ہیں ان کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق یہی حکم ہے کہ وہ مکروہ نہیں۔ (هذا ما في البذل من البدائع)

حدیث اول: حدثني مِلْقَام بكسرِ الميم وسكون اللام. بن تلبٌ (بفتح التاء وكسر اللام وتشديد الباء). یہ ملقام بن تلب بن ثعلبہ بن ربیعہ التمیمی العنبری ہیں۔ ملقام کے والد صحابیٔ رسول ہیں۔ ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ یہ انہیں میں تھے جنہوں نے حجرے سے باہر آنحضرت ﷺ کو پکارا تھا بنی تمیم سے آئے تھے۔ فلم اسمع لحشرات تحريما علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ اس میں یہ دلیل نہیں کہ حشرات الارض مباح ہیں کیونکہ اس کا نہ سننا حرمت کے حکم کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں ہوسکتا کہ اس کے سوا دیگر اصحابؓ نے سنا ہو۔ عون میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ عام طور پر اس زمانے میں حشرات الارض کیڑوں مکوڑوں کو مباح سمجھتے تھے۔

حدیث ثانی: عن عيسى بن نميلة بضم النون اى بالتصغير. یہ عیسیٰ بن نمیلہ فزاری ہیں۔ تقریب میں ہے کہ حجازی مجهول ابن حبانؒ نے اس کی توثیق کی ہے فسئل عَن القنفذ. قنفذ کا معنی ہے خار پست، سیہی اور خاردار چوہا۔ اس کی کنیت ابوسفیان اور ابوالشواک ہے۔ اس کی مادہ کی کنیت ام دلدل اور جمع اس کی قنافذ آتی ہے، یہ جانور رات کو کثرت سے نکلتا ہے اس لیے اسے عساعس بھی کہا جاتا ہے اس کی قنفذ نامی قسم مصر میں پائی جاتی ہے۔ دوسری قسم دلدل یہ سرزمین شام اور عراق میں پائی جاتی ہے۔ جب اسے بھوک لگتی ہے تو الٹے سر یہ انگور کی بیل پر چڑھ جاتا ہے اور خوشے توڑ کر نیچے پھینک دیتا ہے پھر اتر کر کھاتا ہے اور اگر اس کے بچے ہوں تو بقیہ خوشہ کان پر لٹکا کر بچوں کے لیے لے جاتا ہے۔ یہ جانور سانپ کھانے کا شوقین ہے، اگر اسے سانپ ڈس لے تو پودینہ کے پتے کھالیتا ہے تو زہر کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔ (حیوۃ الحیوان ۲/۵۶۹)

قنفذ اور سیہی کا حکم: امام ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک حرام ہے دلیل ان کی خبيثة من الخبائث کا کلمہ ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے۔ امام مالکؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ کے نزدیک حلال ہے۔ وفي المغني ج ۱۱ ص ۶۵ القنفذ حرام عند مالك. اباحت والوں کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے اسے حرام نہیں فرمایا۔ اس کا جواب اسی متن کے ہی جملے میں موجود ہے کہ اسے خبائث میں بتایا گیا اور خبائث نص قطعی سے حرام ہیں۔ فتلا قل لا اجد فيما اوحى الى محرما. اس کی تلاوت سے مقصود اشیاء ثلاثہ میں حرمت کی تحدید وحصر نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حلت وحرمت کے لیے آیات و روایات کی طرف مراجعت ہو۔ ہاں اگر تصریح نہ ملے تو پھر حلت اصلیہ کی وجہ سے مباح کہلائیں گے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے ما

اتاکم الرسول فخذوہ ومانھاکم عنه فانتھوا. (حشر ۷) جو تمہیں اللہ کے رسول نے آیت یا سنت سے دیا اسے لے لو اور جس سے باز رکھا اس سے باز رہو اور بچو۔ فھو کما قال ما لم نذر. یہ جملہ بعض نسخوں میں نہیں جیسا کہ سیوطیؒ نے در منثور میں اس کا ذکر نہیں کیا اس کا حاصل یہ ہے کہ ما لم نذر صحته وثبوته بسند قوی. (بذل) معلوم نہیں یہ صحت اور پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے یا نہیں۔ بعض نسخوں میں حدیث نھی عن ثمن الھر یہاں درج ہے حالانکہ وہ باب ۳۳ میں موزوں ہے، حدیث وتشریح آ رہی ہے۔

(۳۲) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ أَكْلِ الضَّبُعِ

بجو کھانے کا بیان

(۲٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ عَمَّارٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ هُوَ صَيْدٌ وَيُجْعَلُ فِيْهِ كَبْشٌ إِذَا صَادَهُ الْمُحْرِمُ.

''محمد بن عبداللہ، جریر بن حازم، عبداللہ، عبدالرحمٰن، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بجو کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ تو ایک قسم کا شکار ہے اور جب اسے محرم شخص بحالت احرام شکار کرلے تو اسے ایک دُنبہ حرم میں دینا ہوگا۔''

تشریح: حدیث اول: عن الضبع ضبع کا معنی ہے بجو اور اسے ھنڈار بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق عجیب بات یہ ہے کہ یہ ایک سال نر اور ایک سال مادہ رہتا ہے، نر ہونے کی مدت میں حاملہ ہوتا ہے اور مادہ ہونے کی مدت میں جنتا ہے۔

بجو کا حکم: شوافع کی نزدیک بجو حلال ہے اور یہی قول ابن عباسؓ اور عطاؒ کا کہا گیا ہے، امام احمدؒ بھی اس کی حلت کی طرف گئے ہیں۔ احناف و مالکیہ اور جمہور اہل علم کے نزدیک یہ حرام ہے اور ذی ناب من السباع میں سے ہے بلکہ بدترین ہے کہ مردوں کو کھاتا ہے اسی طرح سعید بن مسیبؒ اور سفیان ثوریؒ بھی اسے حرام قرار دیتے تھے۔

بعض کی دلیل: امام شافعیؒ نے بجو کی حلت پر جامع ترمذی کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ قال قلت لجابر اصید ھی قال نعم قلت آکلھا قال نعم قلت اقاله رسول الله ﷺ قال نعم. یہ حدیث ہمارے ترمذی ثانی کے سبق میں پہلے ہی صفحے پر گذری ہے کہ بجو کو شکار قرار دیا پھر کھانا درست کہا پھر اسے حضور ﷺ کا قول کہا۔

جمہور کی دلیل: (۱)...... خزیمة بن جزء قال سالت رسول الله ﷺ عن الضبع فقال او یأکل الضبع احد وفی روایة من یأکل الضبع. خزیمہؓ سے ہے وہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے بجو کے متعلق دریافت کیا تو حیرت سے فرمایا کیا کوئی بجو کو بھی کھاتا ہے اور یہ بھی آتا ہے کہ بجو کو کون کھاتا ہے؟ یہ حدیث بھی ترمذی شریف کے اسی باب میں ہے۔

(۲) کل ذی ناب من السباع والی حدیث ہے اور بجو درندوں میں سے ہے۔

وجہ ترجیح: (ا) حدیث جابر آنحضرت ﷺ سے صریح اور مرفوع الفاظ نہیں ہیں بلکہ اپنی طرف سے جواب دیا اور یہ ہوسکتا ہے کہ یہ جواب ان کے اجتہاد کی وجہ سے ہو اس کے برعکس درندوں کی حرمت والی حدیث خبر مشہور ہے۔

(۲) حرمت والی حدیث مبیح پر فائق وراجح ہوگی عمومی اصول کی وجہ سے اور خبر مشہور ہونے کی وجہ سے اور یہ ہے کہ دلیل بعض خبر مشہور نہیں۔

فقال هو صيد. آپ ﷺ کا بجو کو شکار قرار دینا اس کی حلت واباحت پر بالکل دال نہیں بلکہ حرم شریف میں اگر کوئی اسے گزند پہنچائے تو وجوب دم اور لزوم جزاء کی وجہ سے اسے شکار قرار دیا اس کی تصریح آخری جملے میں موجود ہے اور حرم شریف میں ایسا کرنے سے دم واجب ہوتا ہے جنایت فی الاحرام والحرم کی وجہ سے نہ کہ اباحت کی وجہ سے۔

اس سے مقصود یہ ہے کہ حرم میں بجو کا قتل کرنا بھی درست نہیں **لا حجة فيه علي حلّ اكله لمن احلّ اكله لانه بيان لكونه صيدًا حتي يجب الجزاء بقتله.** (بذل) **ويجعل فيه اى فى قتله.** یعنی احرام وحرم میں اسے قتل کرنے پر مینڈھا (مثل صوری کے طور پر) ادا کرنا ہوگا۔

حدیث سابع: **نهى عَن ثمن الهرّ.** اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہرّہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے تو حرام کے ثمن اور قیمت بھی یقیناً اصل کی طرح حرام ہوگی۔ **واكل ثمنها.** کھانے کا ذکر اکثریت اور کثرت استعمال کی وجہ سے کیا اس کا یہ حاصل نہ ہوگا کہ اس کے ثمن کھانے کے سوا دیگر ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔ نہیں بلکہ ہر اعتبار سے منع ہے بذل میں ہے: **اما اكلها فهو حرام لانه من ذى ناب من السباع.** بہرحال اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ کچلی والے درندوں میں سے ہے۔ **وهذا حكم ثمنها.** بلی کے ثمن کی حرمت پر دلیل صحیح مسلم ۲/۲۰ میں ہے **عَن ابى الزبير قال سألت جابرًا عَن ثمن الكلب والسنّور قال زجر النبىّ ﷺ عن ذلك.** ابوزبیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے جابرؓ سے کتے اور بلی کے ثمن کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا حضور ﷺ نے اس پر ڈانٹ پلائی ہے اور تنبیہ کی ہے۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے۔ (بذل ۴/۲۸۲ کے حاشیہ) میں ہے کہ اس میں اختلاف ہے اور حدیث باب کو مضطرب اور کمزور بتایا گیا ہے لیکن حدیث صحیح اس پر موجود ہے اس لیے اس کا حکم حرمت واضح ہے۔

فائدہ: اگر کسی ملک وعلاقے میں بلیوں کا استعمال ایسا معتاد ہو جائے کہ جس سے وہ فائدہ حاصل کرتے ہوں تو اس عادی اور اضافی فائدے کی وجہ سے خرید وفروخت جائز ہوگی جیسے کتے کی خرید وفروخت اور ثمن جائز نہیں لیکن سدھایا ہوا شکاری کتا بیچا جا سکتا ہے اور یہ حکم ثانی اس کی افادیت اور تربیت لاحقہ کی وجہ سے ہے ورنہ کلب اور اس کا ثمن حرام ہیں۔ فتأمل

(۳۳) بَابُ مَا جَآءَ فِىْ اَكْلِ السِّبَاعِ

درندوں کا گوشت کھانے کی ممانعت کا بیان

(٦٧) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ.

''قعنبی' مالک' ابن شہاب' ابوادریس' حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (جیسے ریچھ' شیر' لومڑی' بھیڑیا' وغیرہ)''

(٦٨) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ أَبِىْ بِشْرٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السَّبُعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ.

''مسدد' ابوعوانہ' ابوبشر' میمون بن مہران' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے والے پرندے کے (گوشت) کھانے سے منع فرمایا (یعنی جو پرندہ پنجے سے شکار کرے)''

(٦٩) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِىُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِىِّ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ رُؤْبَةَ التَّغْلَبِىِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِىْ عَوْفٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِىْ كَرِبَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَلَا لَا يَحِلُّ ذُوْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِىُّ وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِىَ عَنْهَا وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوْهُ فَإِنَّ لَهٗ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

''محمد بن مصفی' محمد بن حرب' زبیدی' مروان' عبدالرحمٰن' حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سن لو درندوں میں سے کچلیوں (سے چیر پھاڑ کر کھانے) والا درندہ حلال نہیں اور نہ بستی کا گدھا اور نہ ذمی کافر کا (راستہ میں) پڑا ہوا مال مگر جب اس کافر نے وہ مال (بیکار سمجھ کر یا لاپرواہی سے) خود ہی چھوڑ دیا ہو جو شخص کسی قوم کا مہمان ہوا اور پھر اس قوم نے اس کی مہمانداری نہ کی تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ اپنی مہمانداری کے بقدر زبردستی ان سے وصول کر لے۔''

(٧٠) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ أَبِىْ عَدِىٍّ عَنِ ابْنِ أَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا لَا يَحِلُّ ذُوْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا الْحِمَارُ الْأَهْلِىُّ وَلَا اللُّقَطَةُ مِنْ مَالِ مُعَاهَدٍ إِلَّا أَنْ يَسْتَغْنِىَ عَنْهَا وَأَيُّمَا رَجُلٍ ضَافَ قَوْمًا فَلَمْ يَقْرُوْهُ فَإِنَّ لَهٗ أَنْ يُعْقِبَهُمْ بِمِثْلِ قِرَاهُ.

''محمد بن بشار' ابن عدی' ابن ابی عروبہ' علی بن حکم' میمون بن مہران' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ حلال نہیں ہے کچلیوں والا درندہ اور نہ بستی کا گدھا اور نہ کافر ذمی کا پڑا ہوا مال مگر جب اس کافر نے وہ مال خود ہی چھوڑ دیا ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہوا اور پھر اس قوم نے اس شخص کی مہمان نوازی نہ کی تو اس شخص کے لئے جائز ہے کہ زبردستی مہمان نوازی کے بقدر لوگوں سے وصول کر لے۔''

(٧١) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ أَبِىْ عَدِىٍّ عَنِ ابْنِ أَبِىْ عَرُوْبَةَ عَنْ عَلِىِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِىْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِىْ مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ.

''محمد بن بشار' ابن ابی عروبہ' ابن حکم' میمون بن مہران' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غزوۂ خیبر کے دن آنحضرت ﷺ نے ہر دانت والے اور پھاڑنے والے جانور اور ہر ایک چنگل سے پکڑنے والے پرندے کے گوشت سے منع

فرمایا ہے۔"

(۴۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الْمِقْدَامِ عَنْ جَدِّهِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ فَأَتَتِ الْيَهُوْدُ فَشَكَوْا أَنَّ النَّاسَ قَدْ أَسْرَعُوْا إِلَى حَظَائِرِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا لَا تَحِلُّ أَمْوَالُ الْمُعَاهَدِيْنَ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَرَامٌ عَلَيْكُمْ حُمُرُ الْأَهْلِيَّةِ وَخَيْلُهَا وَبِغَالُهَا وَكُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلُّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ.

"عمرو بن عثمان، محمد بن حرب، ابوسلمہ سلیمان بن سلیم، صالح بن یحییٰ، ان کے دادا مقدام بن معدی کرب، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں یہود حاضر ہوئے اور شکایت کرنے لگے کہ لوگوں نے جلدی کر کے ان کے باڑے میں بندھے ہوئے جانور لوٹ لئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خبردار تم لوگوں سے جو کفار عہد و پیمان کر لیں تو ان لوگوں کے مال (دولت) لوٹنا جائز نہیں ہے لیکن حق سے (یعنی ضرورت شرعی کی بناء پر) اور تم لوگوں پر بستی کے گدھے، گھوڑے، خچر اور ہر کچلی والا درندہ اور ہر ایک پنجہ (سے کھانے) والا پرندہ حرام ہے۔"

(۴۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عُمَرَ بْنِ زَيْدٍ الصَّنْعَانِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْهِرِّ قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَكْلِ الْهِرِّ وَأَكْلِ ثَمَنِهَا.

"احمد بن حنبل، محمد بن عبدالملک، عبدالرزاق، عمرو بن زید، ابوزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے کھانے اور اس کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔"

تشریح: حدیث اول: نهى عن اكل ذى ناب من السباع. کچلی والے درندوں کے کھانے سے منع کیا۔ مثلاً شیر، بھیڑیا، کتا وغیرہ، ذی ناب کے ساتھ من السباع کی قید بڑھانے کا فائدہ یہ ہے کہ صرف ذی ناب ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم لاگو نہ ہوگا بلکہ ذی ناب کے ساتھ ساتھ درندہ صفت اور حملہ آور ہونے والا ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اونٹ ذی ناب تو ہے مگر سباع و درندہ نہیں بلکہ کارندہ ہے تو وہ حلال ہے۔

ذی ناب سے مراد: المراد بالناب الآلة الجارحة التى بها يعدو على الناس بانيابه.

حدیث ثانی: اس حدیث میں ذی مخلب من الطیر کا لفظ زیادہ ہے یعنی پرندوں میں سے پنجے سے شکار کرنے والے۔

حدیث ثالث: ولا الحمار الاهلي. گھریلو اور پالتو گدھا۔ یہ بھی درندوں اور ممنوعہ پرندوں کے زمرے میں شامل ہے کہ حلال نہیں، اگلے باب ۳۴ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ ولا اللقطة من مال معاهد بضم اللام. ذمی کے مال سے گری ہوئی چیز یہ حکم ذمی کے مال اور گری ہوئی چیز دونوں ہے۔

لقطہ کی تعریف وحکم: وهي ما يلتقط مما ضاع من شخص بسقوط او غفلة. لقطہ وہ ہے کہ جو کسی شخص سے گرے یا بے خبری میں لے لیا جائے۔ (عون) فمن مال المسلم اولى بالتحريم. تو مسلمان کے مال کی تحریم تو اور زیادہ مؤکد ہوئی۔ ہاں اگر شئی یسیر و قلیل ہو تو استعمال میں مضائقہ نہیں۔ ايما رجل ضاف قوما اى صار ضيفًا جو آدمی کہیں مہمان ہوا پھر انہوں

نے ضیافت نہ کی تو بقدر حاجت طعام وغیرہ لے سکتا ہے۔ اس کی تفصیل باب ۴ "باب فی الضیافة" میں گذر چکی ہے۔

حدیث رابع: ذی مخلب من الطیر والمراد بذی مخلب من الطیر الذی یصید بمخالبه مع الطیران فی الهواء (بذل) ذی مخلب پرندوں سے مراد یہ ہے کہ فضا میں اڑتا اور پنجے سے شکار کرتا ہو۔

حدیث خامس: قد اسرعوا الی حظائرهم. لوگوں نے ان باڑوں (مویشیوں) کی طرف جلدی کی۔ حظائر یہ حظیرة کی جمع ہے، مال مویشیوں کا ٹھکانا جہاں ان کی سردی گرمی اور لو سے حفاظت ہو اور اس کے اردگرد باڑ و احاطہ ہو دیوار کا خاردار ٹہنیوں کا۔ (بذل) اسراع کا مطلب یہ ہے کہ پھرتی سے ہمارا مال لے لیا۔ اس حدیث میں بھی حرام کی فہرست میں خیل موجود ہے۔ درندوں اور پرندوں میں سے حلال وحرام ہونے کا تفصیلی ذکر سابقہ باب ۳۲ میں ہو چکا۔

(۳۴) بَابٌ فِیْ أَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِیَّةِ

پالتو گدھوں کے گوشت کھانے کا بیان

(۷۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ زِیَادٍ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ إِسْرَائِیْلَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عُبَیْدٍ أَبِی الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ غَالِبِ بْنِ أَبْجَرَ قَالَ أَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَلَمْ یَکُنْ فِیْ مَالِیْ شَیْءٌ أُطْعِمُ أَهْلِیْ إِلَّا شَیْءٌ مِنْ حُمُرٍ وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِیَّةِ فَأَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَصَابَتْنَا السَّنَةُ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ مَالِیْ مَا أُطْعِمُ أَهْلِیْ إِلَّا سِمَانُ الْحُمُرِ وَإِنَّكَ حَرَّمْتَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْأَهْلِیَّةِ فَقَالَ أَطْعِمْ أَهْلَكَ مِنْ سَمِیْنِ حُمُرِكَ فَإِنَّمَا حَرَّمْتُهَا مِنْ أَجْلِ جَوَّالِ الْقَرْیَةِ.

"عبداللہ، عبیداللہ، اسرائیل، منصور، عبید، عبدالرحمٰن، حضرت غالب بن ابجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو میرے پاس کچھ بھی موجود نہیں تھا جو کہ اپنے اہل وعیال کو کھلاتا علاوہ چند گدھوں کے اور آنحضرت ﷺ آبادی کے گدھوں کے گوشت کو حرام فرما چکے تھے چنانچہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ قحط میں مبتلا ہیں اور میرے پاس کچھ مال موجود نہیں ہے جو اپنے اہل وعیال کو کھلا سکوں، لیکن کچھ موٹے تازے گدھے موجود ہیں اور آپ نے گدھوں کے گوشت کو حرام فرما دیا ہے۔ یہ بات سن کے آپ نے فرمایا تم اپنے لوگوں کو موٹے گدھے کھلاؤ اس لئے کہ میں نے گاؤں کے گدھوں کو ناپاکی (کھانے) کی وجہ سے حرام قرار دیا تھا۔"

(۷۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ حَسَنٍ الْمِصِّیْصِیُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ أَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ أَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ خَیْبَرَ عَنْ أَنْ نَأْکُلَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَأْکُلَ لُحُوْمَ الْخَیْلِ قَالَ عَمْرٌو فَأَخْبَرْتُ هٰذَا الْخَبَرَ أَبَا الشَّعْثَاءِ فَقَالَ قَدْ کَانَ الْحَکَمُ الْغِفَارِیُّ فِیْنَا یَقُوْلُ هٰذَا وَأَبٰی ذٰلِكَ الْبَحْرُ یُرِیْدُ ابْنَ عَبَّاسٍ.

''ابراہیم' حجاج' ابن جریج' عمرو بن دینار' حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم لوگوں کو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور آپ نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھانے کا حکم فرمایا۔ اس حدیث کے راوی' عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے ابوالشعثاء سے بیان کی انہوں نے بیان کیا ہم لوگوں میں حکم غفاری بھی اسی طریقہ سے بیان کرتے تھے لیکن اس علامہ نے اس کا انکار کیا (یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا انکار فرمایا ہے)۔''

(٧٦) حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ وَعَنِ الْجَلَّالَةِ عَنْ رُكُوبِهَا وَأَكْلِ لَحْمِهَا.

''سہل بن بکار' وہیب' ابن طاؤس' عمرو بن شعیب' انکے والد' ان کے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن آبادی کے گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے اور جو جانور گندگی کھاتا ہو اس پر سواری کرنے سے اور اسکا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔''

تشریح: حدیث اول: حُمُر یہ حمار کی جمع ہے اسی طرح حمیر اور احمرۃ بھی جمع آتی ہے۔ حیوۃ الحیوان میں گدھے کی کنیت ابو صابر وابوزیاد آتی ہے گدھی کو اتان، ام محمود، ام تولب...... کہتے ہیں۔ علامہ دمیریؒ کہتے ہیں کہ کوئی حیوان سوائے گدھے اور گھوڑے کے ایسا نہیں جو اپنی جنس کے غیر سے جفتی کرتا ہو۔ گدھا تیس ماہ کی عمر میں اس قابل ہوتا ہے۔ یہ کریہہ الصوت اور گندا جانور ہے عرب مجلس میں اس کے ذکر کو خلاف ادب سمجھتے ہیں اور اس کی سواری کو ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ اس کی سواری حرام نہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کی سواری کا ذکر ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ گدھے کی ہینگ وآواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو کیونکہ یہ شیطان کو دیکھ کر چلاتا ہے اور مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل کا سوال کرو۔ مرغ کہتا ہے اذکروا اللہ یا غافلین. (خازن ۳/۴۰۴)

گھریلو گدھے کی حلت وحرمت کا حکم: جمہور اہل علم کے نزدیک گھریلو گدھا حرام ہے۔ ابن عباسؓ اور امام مالکؒ سے اس کی اباحت منقول ہے۔ بذل کے حاشیہ میں **حیوۃ الحیوان** کے حوالہ سے امام مالکؒ کی طرف منسوب یہ قول منقول ہے، لیکن بندہ کو حمار اھلی کی بحث وتفصیل میں اختلافی قول ابن عباسؓ کے سوا کسی کا نہیں ملا۔ ابن عبدالبرؒ نے گدھے کی حرمت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

دلیل: باب کی حدیثیں اس کی حرمت پر حجت ہیں اور ترمذی ثانی کے آغاز میں بھی اس کی تائید میں روایات موجود ہیں۔

گدھے کی حرمت کی وجوہ: (۱) پہلی علت تو یہ ہے کہ گدھا عذرۃ اور گندگی کھاتا ہے۔ (۲) بار برداری اور نقل وحمل میں اس کی حاجت پیش آتی ہے۔ (۳) اسے نجس ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا **انما حرمها لانها رجس فی نفسها.** (۴) طبائع میں اس سے نفرت وکراہت کی وجہ سے حرمت ہوئی۔ (عون)

گدھے کی حرمت بیس (۲۰) صحابہ کرامؓ سے منقول ہے:

(۱) علی بن ابی طالبؓ (۲) جابر بن عبداللہؓ (۳) براء بن عازبؓ (۴) سعید خدریؓ (۵) سلمہ بن اکوعؓ

(۶) ابن ابی اوفیٰؓ (۷) انس بن مالکؓ (۸) عرباض بن ساریہؓ (۹) ابوثعلبہ خشنیؓ (۱۰) عبداللہ بن عمرؓ

(۱۱) حکم بن عمرو غفاریؓ (۱۲) مقدام بن معدیکربؓ (۱۳) ابوامامہ باہلیؓ (۱۴) ثابت بن ودیعہؓ (۱۵) ابوسلیک بدریؓ
(۱۶) عبداللہ بن عمروؓ (۱۷) زاھر اسلمیؓ (۱۸) ابوہریرہؓ (۱۹) خالد بن ولیدؓ (۲۰) عبداللہ ابن عباسؓ (فی آخر روایۃ)

اطعم اھلک من سمین حمرك . یہ اضافۃ الصفۃ الی الموصوف ہے، یعنی حمر سمین موٹا گدھا۔ یہ قائلین اباحت کی دلیل ہے۔
جواب: (۱) تمام حفاظ نے غالب بن ابجر کی حدیث ھذا کو ضعیف قرار دیا ہے فلا احتجاج بھا. (۲) بالفرض اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ حالت اضطراری پر محمول ہے، خود راوی کا اپنا واقعہ اور اصابتنا سنۃ کے الفاظ اس پر دال ہیں، بلکہ یہی راوی بھی حرمت کا اظہار واقرار کررہا ہے وانك حرمت لحوم الحمر الاھلیۃ. (۳) حلت واباحت کا عمومی حکم نہیں بلکہ فرد واحد کو حالت اضطراری میں اجازت دی۔ (۴) حافظؒ کہتے ہیں اس کی سند ضعیف متن شاذ اور احادیث صحیحہ مستفیضہ کے مخالف ہے فلا اعتماد علیہ. (۵) شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں یہ ممکن ہے کہ اس کے پاس حمار وحشی اور جنگلی گدھے تھے جواب مانوس اور گھریلو ہو چکے تھے ومثلہ مباح (تعلیق الممجد ص ۳۱۰)

جوال القریۃ. التی تاکل الجلۃ ای العذرۃ جوال سے مراد آوارہ پھرنے والا گندگی خور، پھرنڈر۔

حدیث ثانی: وابی ذلك الحبر. بات تو گدھے کی حرمت کی درست ہے لیکن یہ اس امت کا عالم علم کا سمندر اس سے انکار کرتا ہے اور اباحت کا قول اختیار کرتا ہے۔ یہ بات ابن عباسؓ کے متعلق کہی۔

ابن عباس کے قول کی توجیہ: (۱) ولعل الحدیث فی تحریمھا لم یبلغہ. خطابیؒ کہتے ہیں ہوسکتا ہے گدھے کی حرمت والی حدیث ان کو نہ پہنچی ہو۔ (۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ کا قول قدیم ہو بعد میں اباحت کا قول اختیار کیا ہو، کیونکہ احادیث اباحت کثیر ہیں اور صاحب عون نے کراہت نقل کرنے والے صحابہ میں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے اور یہی تحقیق ہے۔ (عون)

حدیث ثالث: نھی رسول اللہ ﷺ یوم خیبر..... اس کا پس منظر یہ ہے کہ خیبر جب فتح ہو چکا تو صحابہ کہتے ہیں ہمیں خارج القریہ حمار انسی گھریلو گدھے ملے تو ہم نے آگ جلائی اور انہیں پکانا شروع کیا آنحضرت ﷺ کا اس طرف جب گذر ہوا تو فرمایا علام او قدتم ھذہ النیران؟ یہ آگ تم نے کس پر جلائی یعنی کیا پکا رہے ہو تو کہا حمار انسی آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ألا ان اللہ ورسولہ ینھیانکم عنھا فانھا رجس من عمل الشیطان. آگاہ ہو جاؤ اللہ اور اس کا رسول بالیقین تمہیں اس سے روکتے ہیں یہ تو نجس اور شیطانی چرخہ ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ فرمایا ہانڈیوں میں جو کچھ ہے بہا دو پھر ایک صحابیؓ سے فرمایا جاؤ اور اعلان کردو اللہ اور اس کا رسول تمہیں گھریلو گدھے سے روکتے ہیں اور یہ نداء کرنے والے صحابی ابوطلحہ انصاریؓ تھے۔ (عون) عن الجلالۃ فھذا نصّ فی سبب التحریم عن الجلالۃ. اس کے کھانے، دودھ اور سواری کا مفصل حکم مستقل باب ۲۶ میں گذر چکا ہے۔ فراجعوا

گدھی کے دودھ کا حکم: اکثر اہل علم نے گدھی کے دودھ کو حرام قرار دیا ہے اور یہی راجح ہے کہ دودھ لحم کے تابع ہے اور اسی کے حکم میں ہوگا لیکن عطاءؒ زہریؒ، طاؤسؒ نے گدھی کے دودھ میں رخصت دی ہے حالانکہ اس کی رخصت نہیں۔ نیز بلا ضرورت گدھے اور دیگر حرام جانوروں کو قتل کرنا بالاتفاق حرام ہے۔ (حیوۃ الحیوان)

عجیب و پرتاثیر حکایت: مسروقؒ سے حیوۃ الحیوان میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک گاؤں میں ایک آدمی کے پاس تین جانور مرغ، گدھا، کتا تھے۔ مرغ صبح کی نماز کے لیے جگاتا تھا کتا اس کے گھر کا پہرہ دیتا تھا اور گدھے پر پانی و دیگر سامان لادتا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، ہوا یوں کہ ایک دن لومڑی مرغ کو پکڑ کر کھا گئی سو اس کے اہل خانہ بہت غم زدہ ہوئے، وہ نیک و صالح آدمی تھا اس نے کہا شاید ہمارے لیے اسی میں بہتری ہو، پھر ایک دن بھیڑیا آیا اور گدھے کو چیر پھاڑ کر مار دیا، اس پر بھی اس نے وہی صبر آمیز جملہ کہا کہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں ہمارے لیے خیر ہو۔ پھر اس کے بعد کتا بیمار ہو کر مر گیا اس پر بھی اس نے بے صبری نہیں کی اور صبر کا دامن تھامے رکھا اور کہا اسی میں ہی ہماری بھلائی ہو۔ پھر ایک دن یوں ہوا کہ جب صبح سویرے وہ اور اس کے گھر والے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے آس پاس کے سب پڑوسی بحکم شاہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا قصور یہ ہے کہ ان کے پالتو جانوروں کی چہک اور آوازوں کی وجہ سے بادشاہ کو تکلیف ہوتی تھی تو اس کی پاداش میں ان کے ساتھ یہ ہوا۔ یہ سن کر تو اس آدمی اور اس کے گھر والوں کی خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ ان جانوروں کی ہلاکت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کارفرما تھی کہ سب گرفتاری سے مامون رہے۔

سو جو بھی بندہ اپنے رب تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھتا ہے اور اس کے لطف و کرم پر نظر رکھتا ہے یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے ہر امر پر راضی رہتا ہے اور خوشی ہی خوشی پاتا ہے ان اللہ مع الصبرین. بالیقین اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت اور عنایت صبر والوں کے ساتھ ہے۔

(٣٥) بَابٌ فِي أَكْلِ الْجَرَادِ

ٹڈی کھانے کا بیان

٧٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الزِّبْرِقَانِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ أَكْثَرُ جُنُودِ اللَّهِ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ.

''محمد بن الفرج' ابن زبرقان' سلیمان' ابوعثمان نہدی' حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ٹڈی کھانے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے متعدد لشکر ہیں نہ تو میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ میں اس کو حرام قرار دیتا ہوں (جب تک کہ اس کے بارے میں واضح طور پر حکم نازل نہ ہو) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو معتمر نے اپنے والد کے واسطہ سے' ابوعثمان' حضرت رسول کریم ﷺ سے سلمان کے واسطہ کے بغیر روایت کیا ہے۔''

٧٨) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ الْجَزَّارِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ سَلْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سُئِلَ فَقَالَ مِثْلَهُ فَقَالَ أَكْثَرُ جُنْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِيٌّ اسْمُهُ فَائِدٌ يَعْنِي أَبَا الْعَوَّامِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الْعَوَّامِ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَمْ يَذْكُرْ سَلْمَانَ.

''نصر بن علی، علی بن عبداللہ، زکریا، ابوالعوام، ابوعثمان، حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا علی بن عبداللہ نے بیان کیا ابوالعوام کا نام فائد ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت کو حماد نے ابوالعوام کے واسطہ سے سلمان کے تذکرہ کے بغیر ابوعثمان سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔''

تشریح: جراد یہ جمع ہے جرادۃ کی بحذف التاء جیسے کلم جمع ہے کلمۃ کی۔ جرادۃ مذکر و مؤنث دونوں کے مفرد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور جراد جمع اس میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ تاء وحدت ہے جیسے نملۃ، حمامۃ۔

جراد کی وجہ تسمیہ اور حکم: یہ جرد سے مشتق ہے جس کا لفظی معنی ہے چھیلنا، خالی ہونا، ٹڈی کو اس لیے جراد کہتے ہیں **لانه لا ینزل علی شیء الا جرّده.** کسی چیز پر نہیں اترتی مگر اسے خالی کر دیتی ہے اور اجاڑ دیتی ہے اردو پنجابی، کشمیری میں اسے ٹڈی اور سندھی میں ''ماکڑ'' پشتو میں ''وڑو کے ملخ'' کہتے ہیں۔

باتفاق اہل علم ٹڈی حلال ہے پھر امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمدؒ غرض جمہور کے ہاں برابر ہے ذبح کریں یا خود مرے، مسلم شکار کرے یا مجوسی عضو کاٹیں یا کوئی اور صورت ہو، تمام صورتوں میں اس کا کھانا درست ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی سبب سے مرے تو درست ہے حتف انفہ اپنی موت آپ بلا سبب حادث مرے تو کھانا درست نہیں۔ (عون) حضرت عمرؓ اس کے گوشت کو پسند فرماتے تھے، ازواج مطہراتؓ ٹڈی آنحضرت ﷺ کو پیش کرتی تھیں، صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ کھاتے۔ چنانچہ حدیث باب اور دیگر کتب حدیث میں موجود ہے۔

ٹڈی برّی شکار ہے یا بحری؟: صاحب حیوۃ الحیوان نے اس پر بحث کی ہے کہ یہ خشکی کا شکار ہے یا سمندری اگرچہ عموماً اس کا کوئی اثر نہیں۔ شکار برّی ہو یا بحری کھانا بہر صورت مباح وحلال ہے، ہاں اس کا اثر احرام والے کے حق میں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ اگر اسے خشکی کا شکار مانیں تو محرم کے لیے منع ہوگا اور شکار کرنے کی صورت میں دم واجب ہوگا، اور سمندری شکار مانیں تو حالت احرام میں بھی اس کا شکار درست ہوگا۔ اس میں اختلاف اور جانبین کے دلائل نقل کرنے کے بعد یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عند الجمہور یہ خشکی کا شکار ہے اور محرم کے لیے منع ہے شکار کی صورت میں دم واجب ہوگا۔ بالفرض اگر بعض کے قول کو راجح قرار دیا جائے تو بھی احرام والے کے لیے احتیاطاً مذکورہ حکم ہوگا۔

حدیث اول: فکنّا ناکل معه. غزوہ اور سریہ کی تعریف معروف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے غزوات کی تعداد ۲۷ ہے اور سرایا ۱۷ ہیں۔ (انعام المنعم اول باب ۳) ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔

(۱) معیت کا معنی صرف معیت فی الغزوہ ہو کہ ہم غزوے میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور اپنے طور پر ٹڈی کھاتے تھے کھاتے وقت ضروری نہیں کہ حضور ﷺ ساتھ ہوتے کیونکہ پڑاؤ متفرق طور پر ہوتا تھا اور قدرے فاصلے سے مختلف افراد اپنی سواریاں بٹھاتے، سامان رکھتے، ہانڈیاں پکاتے **کیف ما تیسر.**

(۲) معیت سے مراد معیت فی الاکل ہو کہ غزوے میں ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے، دوسرے احتمال کو ابونعیم کی طبرانی میں وارد شدہ روایت سے تقویت ملتی ہے، اس میں ہے ویا کله معنا اور آنحضرت ﷺ اسے ہمارے ساتھ کھاتے اور اسی میں حجت تام وقوی ہوگی کہ آپ ﷺ نے خود تناول فرمایا، جبکہ پہلی صورت میں بھی حجت ہے کیونکہ صحابہؓ آپ کے ساتھ غزوے میں غیر مباح چیز کیسے کھاتے حالانکہ متعدد واقعات ہیں کہ صحابہؓ کو تردد ہوتا تو پہلے حضور ﷺ سے پوچھتے پھر اپناتے اور کھاتے۔ چنانچہ جھاڑ پھونک کے بدلے میں دی گئی بکریوں میں دریافت وتسلی سے پہلے تصرف نہ کیا تھا اور عنبر مچھلی کے بارے میں باوجود حالت اضطراری اور اپنے اجتہادی فیصلے کے آکر آپ ﷺ سے پوچھ کر تسلی وتشفی حاصل کی۔

حدیث ثانی: **فقال اکثر جنود الله ای هو اکثر جنود الله فی الارض.** یہ مبتداء محذوف ھو کی خبر ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی حکمت وافادیت بتلائی ہے کہ یہ اللہ کے لشکر ہیں، ناشکروں ومتکبروں کی تنبیہ کے لیے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ناراض ہوتے ہیں تو اسے بھیج کر صفایا کرادیتے ہیں اور قحط برپا ہوجاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے **وما یعلم جنود ربك الا هو** (مدثر ۳۱) اس کے لشکر کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ **لا آکله ولا احرّمه.** عدم رغبت کی وجہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ اس سے عدم اباحت ثابت نہ ہوگی۔ ابن حجرؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس لیے پہلی ثابت شدہ حدیث کے معارض نہ ہوگی۔

قال ابوداؤد رواہ المعتمر عَن ابیه عَن ابی عثمان عن النبیّ ﷺ لم یذکر سلمان. یہ ساتواں قال ابوداؤد ہے اس میں موصوف سند میں قلت واسطہ اور سلمان کے عدم ذکر کو واضح کر رہے ہیں۔ ایک سند تو وہی ہے جس میں ابو عثمان نے سلمان سے روایت کیا اسی طرح سلمان کے بغیر بھی۔ اِس طرح **عَن ابی عثمان عن النبیّ** روایت ہے تو معتمر کی روایت مرسل ہوئی حافظ ابن حجرؒ نے مرسل ہی کہا ہے۔

حدیث ثالث: **عن ابی العوام الجزار.** یہ فائد بن کیسان باہلی ہیں، اسے ابن حبانؒ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام ابوداؤدؒ اور امام ابن ماجہؒ نے جراد والی حدیث لی ہے۔ **قال علی.** یہ علی بن عبداللہ ہیں جو امام ابوداؤد کے شیخ ہیں اس طرح دو شیخ ہوئے نصر بن علیؒ اور علی بن عبداللہؒ یہ ابوالعوام کا نام بتا رہے ہیں، اس کا نام فائد ہے یہ قصاب تھے۔ اس کا جواب بھی حدیث ثانی کی تقریر سے واضح ہے۔

قال ابوداؤد رواہ حماد بن سلمة عَن ابی العوام عَن ابی عثمان عن النبیّ ﷺ لم یذکر سلمان. یہ آٹھواں قال ابو[illegible] ہے اس کی غرض صرف نام کے فرق کے ساتھ وہی ہے جو اس سے سابق کی تھی معتمر کی طرح حماد نے بھی [illegible]مان کے واسطے کے بغیر روایت کی ہے۔ **ای فاختلف فی وصله وارساله.** اس کے اتصال وارسال میں اختلاف ہے۔

ٹڈی کے ذبح کا حکم: بذل کے حاشیہ میں عینی ۱۰/۲۲ کے حوالے سے درج ہے مشہور یہی ہے کہ اس کو ذبح کیا جائے پھر طریقہ ذبح میں اختلاف ہے ایک قول ہے کہ اس کا سر توڑنا ذبح ہے ابن وہب نے **اَخذُها ذَکَاتُهَا** کہا ہے کہ اس کا پکڑنا ہی اس کی [illegible]ۃ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ٹڈی کی ذکاۃ وہی ہے جو اس کی موت کا سبب بنے مثلاً گردن توڑنا، پر کاٹنا وغیرہ۔ یہ بات بذل

میں ذکر کی وجہ سے نقل کردی گئی ہے ورنہ حکم پہلے مذکور ہے کہ بہرحال اس کا کھانا درست ہے سوائے امام مالکؒ کے کما مرّ۔
ٹڈیوں سے نجات و حفاظت؟: بعض اوقات علاقوں میں ٹڈیوں کے غول کے غول آ جاتے ہیں اور جس کھیت، باغ فصل پر اترتے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں حتیٰ کہ پھل تو کیا پتوں تک باقی نہیں بچتے۔ ان سے حفاظت و بچاؤ کے لیے یہ عمل مجربات میں سے ہیں اور ان میں کوئی اعتقادی عملی یا لفظی و معنوی نقص نہیں۔ امام اصمعیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دیہات میں پہنچا تو کسان گندم کے کھیت میں تھا اور گیہوں کی بالیں لہرارہی تھیں چنانچہ ٹڈیوں کا لشکر اس پر حملہ آور ہوا تو وہ شخص پریشان ہوگیا۔ اسی غم والم کے عالم میں یہ اشعار کہے، جن میں اپنا دکھ اور ٹڈیوں کا جواب ہے۔

مرّ الجراد علی زرعی فقلت لها لا تأکلن ولا تشغلن بافساد
''ٹڈیاں میرے کھیت پر گذریں تو میں نے انہیں کہا نہ کھاؤ اور فساد میں مشغول نہ ہو۔''

فقام منهم خطیب فوق سنبلة انّا علی سفر لا بدّ من زاد
''پس ایک بال پر بیٹھے ان کے ترجمان نے کہا ہم سفر میں ہیں اور اس میں توشہ ضروری ہے۔''

(۱) یہ کلمات لکھ کر بانس کی نلکی میں بند کرکے کھیت یا باغ میں دفن کرنے اور دبانے سے ٹڈیوں کے ضرر سے محفوظ رہیں گے۔
کلمات بابرکات یہ ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اَهْلِكْ صِغَارَهُمْ وَاقْتُلْ كِبَارَهُمْ وَاَفْسِدْ بَيْضَهُمْ وَخُذْ بِاَفْوَاهِهِمْ مَعَايِشَنَا وَاَرْزَاقَنَا. اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا. اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاسْتَجِبْ مِنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.
''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اے اللہ! ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر رحمتیں نازل فرما، اے اللہ! ان (ٹڈیوں) کے چھوٹوں کو ہلاک کر اور بڑوں کو مار دے اور ان کے انڈوں کو فاسد کردے اور ان کے منہ سے ہماری معاش و روزی نکال دے یقیناً صرف تو ہی پکاروں کو سننے والا ہے۔ بالیقین میں نے اپنے اور تمہارے پروردگار پر مکمل بھروسہ کیا زمین پر چلنے، رینگنے اور اڑنے والی کوئی مخلوق نہیں مگر اس کی پیشانی اسی ذات کے ہاتھ اور قبضہ وقدرت میں۔ بلا شبہ میرا پالن ہار سیدھی راہ پر ہے۔ اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ اور ان کی آل پر رحمتیں برسا اور اے ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم وعطا کرنے والے) ہماری التجا کو قبول فرما۔''

(۳) علامہ دمیریؒ صاحب حیوۃ الحیوان فرماتے ہیں ایک بہت بڑے عالم نے درج ذیل عمل لکھا ہے لکھتے ہیں ان کا نام اس وقت مجھے بھول گیا ہے اسے یحیٰی بن عبداللہ قرشی نے بارہا آزمایا ہے عمل یہ ہے جس گاؤں دیہات، بستی یا شہر میں ٹڈیوں کی بہتات ہو اور ان سے تنگ آ گئے ہوں تو وہ چار ٹڈیاں ہمت کرکے پکڑ لیں پھر ان میں سے ہر ایک کے پروں پر بالترتیب یہ آیات مبارکہ لکھیں پھر جس سمت یا شہر کی حفاظت و نجات مقصود ہو اس کا نام لے کر انہیں چھوڑ دیں یہ چاروں اسی سمت جائیں گی اور نجات حاصل ہوگی۔ پہلی کے پر پر یہ آیت لکھیں: فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. ''سوان کو

اللہ کافی ہوگا وہی سننے والا جاننے والا ہے۔" دوسری پر یہ آیت لکھیں: وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ. "وہ حائل ہوا اور آڑ بنا ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان۔"

تیسری پر لکھیں: ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللهُ قُلُوبَهُمْ. "پھر وہ پھرے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو پھیر دیا۔"

چوتھی ٹڈی پر یہ آیت لکھیں: فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ. "پھر جب پورا ہوا تو پھرے اپنی قوم کی طرف اس حال میں کہ ڈرا رہے تھے" اللهم احفظنا من آفات الدنيا والآخرة ووفقنا لما تحب وترضى. (حیوة الحیوان)

(۳۶) بَابٌ فِي أَكْلِ الطَّافِي مِنَ السَّمَكِ

خود بخود مر کر پانی پر تیرنے والی مچھلی نہ کھانے کے بیان میں

(۷۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا أَلْقَى الْبَحْرُ أَوْ جَزَرَ عَنْهُ فَكُلُوهُ مَا مَاتَ فِيهِ وَطَفَا فَلَا تَأْكُلُوهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيثَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَأَيُّوبُ وَحَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَوْقَفُوهُ عَلٰى جَابِرٍ وَقَدْ أُسْنِدَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ وَجْهٍ ضَعِيفٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

"احمد بن عبدة، یحیٰی بن سلیم، اسماعیل بن اُمیہ، ابوالزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مچھلی کو دریا باہر ڈال دے یا دریا کا پانی گھٹ جائے تو اس کو کھا لو اور جو مچھلی دریا میں مرنے کے بعد پانی پر تیرنے لگے تو اس مچھلی کو نہ کھاؤ۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سفیان ثوری، ایوب، حماد نے ابن ابی زبیر سے جابر پر موقوفاً روایت کیا ہے اور یہ حدیث سنداً بھی ابن ابی ذئب، ابن ابی زبیر کے واسطہ سے بیان کی گئی ہے لیکن وہ واسطہ ضعیف ہے۔"

(۸۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي يَعْفُورَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْجَرَادِ فَقَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ سِتَّ أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ فَكُنَّا نَأْكُلُهُ مَعَهُ.

"حفص بن عمر، شعبہ، حضرت ابویعفور سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے ٹڈی کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چھ، سات غزوات میں شرکت کی اور ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈی کھایا کرتے تھے۔"

تشریح: بلا ذبح جراد و سمک کھائی جاتی ہیں ٹڈی کے بعد اب مچھلی کا ذکر ہے۔

سمک طافی کی تعریف و حکم: سمک کا واحد سمکۃ ہے اور مزید جمع اسماک و سموک آتی ہیں۔ مچھلی کی تمام اقسام پانی میں ہی رہتی ہیں اور یہ پانی میں ایسے ہی بسہولت سانس لیتی ہیں جیسے دیگر حیوانات فضاء و ہوا میں۔ مچھلی کا تعلق عالم الماء والارض سے

ہے۔اس لیے اسے ہوا کی ضرورت نہیں یہ پانی میں اللہ کا ذکر کرتی ہے تسبیح کرتی ہے پانی کے اوپر تسبیح نہیں کرتی اور ہوا لگنے سے ہلاک ہوجاتی ہے۔(حیوۃ الحیوان)

طافی: اوپر تیرنے والی۔ یہ **طفا یطفو** سے ہے **ای اذا علا علی الماء**. یعنی جب پانی پر بلند ہو اور تیرے. **السمك الطافی الذی یموت فی البحر بلا سب ویعلوفوق الماء ولا یرسب فیه** سمک طافی وہ مچھلی جو کسی سبب کے بغیر سمندر میں مرے اور پانی پر تیرتے ہوئے بلند ہو پھر نہ ڈوبے۔

حکم: حنفیہ کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ ہے ائمہ ثلاثہ اور ظاہریہ کے نزدیک اس کے کھانے میں مضائقہ نہیں۔ ابن عباسؓ، جابرؓ، جابر بن زیدؒ، طاؤسؒ سے بھی روایت ہے کہ وہ طافی مچھلی کو مکروہ سمجھتے تھے۔

احناف کی دلیل: (۱) حدیث باب اس کی کراہت کی واضح دلیل ہے۔

احناف کی دلیل: (۲) **عن علی انه قال لا تبیعوا فی اسواقنا الطافی وعن ابن عباسؓ انه قال مادسره البحر وما وجدته یطفوا علی الماء فلا تأکلوه**. (بذل) سیدنا علیؓ سے روایت ہے کہ ہمارے بازار میں سمک طافی مت فروخت کرو اور ابن عباسؓ سے ہے فرمایا جسے سمندر نے اوپر اٹھایا ہو اور تو اسے پائے کہ پانی پر تیرتی ہے تو اسے مت کھاؤ۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل: **وهو الطهور ماء ه والحل میتته** وہ سمندر کہ اس کا پانی پاک اور اس کا میتہ حلال ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب: صاحب ہدایہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ **الحل میتته** کا حاصل یہ ہے کہ جسے سمندر نے باہر پھینک دیا ہو اور اس کے مرنے کا سبب معلوم ہو، نہ یہ کہ بلا سبب مر کر سمندر ہی میں تیر رہی ہو۔

فائدہ: حدیث باب پر موقوف وضعیف ہونے کا شبہ نہ کیا جائے کیونکہ یحییٰ بن سعید قطانؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ اس کا راوی یحییٰ بن اسلم ثقہ ہے اور ابن ابی ذئب کے متعلق امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس کا سماع ابوالزبیر سے نہیں، اس کا جواب امام مسلم نے صاف دیا ہے اور اس پر شدید نکیر کی ہے کہ اسناد معنعن کے لیے سماع کا ثبوت لازمی ہونا یہ امام بخاری کا اختراعی قول ہے۔ **فزعم انه قول مخترع**. کیونکہ اتصال کے لیے امکان سماع بالاتفاق کافی ہے اور ابن ابی ذئب نے ابوالزبیر کا زمانہ پایا ہے اور سماع ممکن ہے۔ **وابن ابی ذئب ادرك زمان ابی الزبیر بلا خلاف وسماعه ممکن** (بذل) بہر کیف حدیث جابرؓ حجت ہے۔

شوافع کی دلیل: (۲) **احلّ لکم صید البحر وطعامه متاعالکم**. (مائدہ:۹۶) حلال کیا گیا تمہارے لیے سمندری شکار اور اس کا کھانا تمہارے لیے سامان ہے۔ یہ حلت ومتاع ہونا مطلق ہے شکار کیا جائے یا شکار نہ کیا جائے از خود حاصل ہو سمک طافی دوسری صورت میں شامل ہے۔

جواب: اس کا حاصل یہ ہے کہ شکار کیا ہو یا سمندر اپنی لہروں سے مچھلی کو باہر پھینک دے یہ دونوں بالاتفاق جائز ہیں طافی تو وہ ہے جو سمندر میں ہی مر کر تیرتی رہے **کما لا یخفی من تعریفه**.

حدیث اول: **ما القی البحر ای کل ما قذفه البحر الی الساحل**. یعنی جسے سمندر کی لہریں ساحل وکنارے پر

پھینک دیں او جز (رجع) عنه الماء. جس سے پانی ہٹ کر واپس ہو چکا بعض اوقات پانی یک دم ایک سطح اور جگہ سے ہٹ جاتا ہے۔ تو وہاں موجود چیزیں مچھلیاں وغیرہ پانی کے ساتھ واپس جانے سے رہ جاتی ہیں، اس میں اسے بیان کیا گیا ہے ہر دو صورت کیونکہ مچھلی کی موت کا سبب معلوم ہے اس لیے اس کے کھانے کا حکم ہے۔ اور طافی کی ہلاکت کسی آفت غیر معلومہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے اس کا کھانا مکروہ ہے۔

جزیرہ کی وجہ تسمیہ: جزیرہ کو بھی اسی لیے جزیرہ کہتے ہیں کہ اس سے پانی ہٹا ہوا ہوتا ہے وہ پانی کے درمیان خشکی ہوتی ہے جس سے پانی ہٹ چکا۔

قال ابوداؤد: روی هذا الحديث سفيان الثوری وايوب الخ. یہ نواں قال ابوداؤد ہے اس سے موصوفؒ کی غرض حدیث کے موقوف ہونے کو بیان کرنا ہے اور (بقول امام ابوداؤد) ضعیف سند سے مرفوع عن النبی بھی روایت ہے اس کے ضعف کی وجہ ابن ابی الذئب کا عدم سماع ہے اس کا جواب ابھی گذرا ہے۔

واقعہ: (۱) قزوینیؒ اپنی کتاب عجائب المخلوقات میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ہارون مغربی کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بحر مغرب میں کشتی پر سوار ہوا سو میں ایسی جگہ پہنچا جسے ''برطون'' کہا جاتا ہے ہمارے ''ساتھ''صقلیہ'' کا باسی ایک لڑکا بھی سوار تھا۔ جس کے پاس مچھلی پکڑنے والا کانٹا تھا۔ اس نے کانٹا شکار کی غرض سے سمندر میں ڈال دیا پس اس میں ایک مچھلی پھنسی جو ایک بالشت کے برابر تھی ہم نے اس مچھلی کو دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے دائیں کان کے اوپر والے حصے پر لکھا ہوا تھا ''لا اله الا الله'' اور کان کے نیچے ''محمدؐ'' لکھا ہوا تھا اور بائیں کان پر ''رسول اللہ'' کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

(۲) کتاب صفوۃ الصفوۃ کے آخر میں ابوالعباس بن مسروق کی روایت منقول ہے، ابوالعباس ابن مسروق کہتے ہیں میں یمن میں تھا پس میں نے ساحل پر دیکھا ایک شکاری مچھلیاں پکڑ رہا ہے، اس کے ایک جانب اس کی بیٹی بیٹھی ہوئی ہے وہ شخص مچھلیاں پکڑ کر تھیلے میں ڈالتا تو وہ لڑکی اس مچھلی کو پانی میں پھینک دیتی۔ (یہی ماجرا چلتا رہا) جب شکاری نے تھیلا چیک کیا کہ کتنی مچھلیاں ہوگئیں؟ تو مچھلی ندارد! فوراً پوچھا بیٹی وہ (میری ساری محنت) مچھلیاں کہاں گئیں؟ تو اس نے جواب دیا ابا جان و مہربان میں نے آپ سے سنا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کوئی مچھلی جال میں نہیں پھنستی مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو میں اس کو پسند نہیں کرتی کہ ایسی چیز کھاؤ جو اللہ کی یاد سے غافل ہو فبکی رجل سو وہ شخص رو پڑا اور جال پھینک کر چل دیا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص قسم اٹھائے کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا اگر اس نے مچھلی کھائی تو حانث نہ ہوگا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ عرف عام میں مچھلی پر لحم و گوشت کا اطلاق نہیں ہوتا اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی کو بھیجیں کہ گوشت لاؤ تو وہ مچھلی خرید کر نہ لائے گا۔ اگرچہ قرآن کریم میں ''لحما طريًا'' مچھلی کے لیے تازہ گوشت کا لفظ موجود ہے۔

نظیر: (۱) اسی طرح اگر کوئی قسم اٹھائے کہ میں چراغ کی روشنی میں نہ بیٹھوں گا پھر سورج کی روشنی میں بیٹھا تو قسم نہ ٹوٹے گی اگرچہ قرآن پاک میں سورج کو ''سراجا منيرًا'' کہا گیا ہے۔

نظیر: (۲) اسی طرح جس نے قسم اٹھائی کہ میں فرش پر نہ بیٹھوں گا پھر وہ زمین پر بیٹھا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ زمین کو کلام اللہ میں

"فراشا" کہا گیا۔ فتأمل و لا تنس. (حیوۃ الحیوان)

(۳۷) بَابٌ فِي الْمُضْطَرِّ إِلَى الْمَيْتَةِ

سخت ترین مجبوری میں مُردار کھانے کا بیان

(۸۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ الْحَرَّةَ وَمَعَهُ أَهْلُهُ وَوَلَدُهُ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ نَاقَةً لِي ضَلَّتْ فَإِنْ وَجَدْتَهَا فَأَمْسِكْهَا فَوَجَدَهَا فَلَمْ يَجِدْ صَاحِبَهَا فَمَرِضَتْ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ انْحَرْهَا فَأَبَى فَنَفَقَتْ فَقَالَتِ اسْلُخْهَا حَتّٰى نُقَدِّدَ شَحْمَهَا وَلَحْمَهَا وَنَأْكُلَهُ فَقَالَ حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ غِنًى يُغْنِيكَ قَالَ لَا قَالَ فَكُلُوهَا قَالَ فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَقَالَ هَلَّا كُنْتَ نَحَرْتَهَا قَالَ اسْتَحْيَيْتُ مِنْكَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' سماک بن حرب' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص (مدینہ منورہ کے نزدیک واقع ایک گاؤں) حرہ میں ٹھہرا۔ اس شخص کے ساتھ اس کے اہل وعیال بھی تھے اس سے ایک شخص نے کہا میری اُونٹنی گم ہوگئی ہے اگر تمہیں وہ اُونٹنی ملے تو اس کو پکڑ لینا تو اس شخص کو وہ اُونٹنی مل گئی لیکن اُونٹنی کا مالک نہ ملا۔ پھر وہ اُونٹنی بیمار پڑ گئی تو اس شخص کی بیوی نے کہا اس کو ذبح کرلو مگر اس شخص نے بیوی کی بات نہیں مانی اور وہ اُونٹنی مرگئی۔ اس پر اس شخص کی بیوی نے کہا کہ اس اُونٹنی کی کھال اتار لو تاکہ ہم اس کی چربی اور گوشت خشک کر کے کھائیں۔ اس شخص نے کہا میں (اس کے بارے میں) آنحضرت ﷺ سے دریافت کر لوں۔ وہ شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس کھانے پینے کی اتنی چیز ہے جو تمہیں (مردار کھانے سے) بچالے اس شخص نے کہا نہیں' میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا تم وہ اُونٹنی کھالو۔ راوی کہتے ہیں کہ اسی دوران اس اُونٹنی کا مالک آپہنچا میاں بیوی نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ مالک نے کہا تم نے اس اُونٹنی کو ذبح کیوں نہیں کیا؟ اس شخص نے کہا مجھے آپ سے شرم آگئی (اور میں نے اسے ذبح نہ کیا)''

(۸۲) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عُقْبَةَ الْعَامِرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنِ الْفُجَيْعِ الْعَامِرِيِّ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يَحِلُّ لَنَا مِنَ الْمَيْتَةِ قَالَ مَا طَعَامُكُمْ قُلْنَا نَغْتَبِقُ وَنَصْطَبِحُ قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ فَسَّرَهُ لِي عُقْبَةُ قَدَحٌ غُدْوَةً وَقَدَحٌ عَشِيَّةً قَالَ ذَاكَ وَأَبِي الْجُوعُ فَأَحَلَّ لَهُمُ الْمَيْتَةَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالِ.

''ہارون بن عبداللہ' فضل بن دکین' عقبہ بن وہب' ان کے والد' حضرت فجیع عامری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کس حالت میں مردار کھانا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا کھانا کیا ہے؟ اس شخص نے کہا شام کے وقت دودھ کا ایک پیالہ اور صبح کے وقت دودھ کا ایک پیالہ۔ ابونعیم کہتے ہیں کہ عقبہ نے مجھے اس کی تشریح

یہی بتائی کہ اس سے مراد دودھ کا ایک پیالہ صبح کو اور دودھ کا ایک پیالہ شام کو ہے۔ اس میں میرے والد کی قسم میں بھوکا رہتا ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے لئے مردار کو حلال قرار دے دیا۔''

تشریح: اس باب میں شدید بھوک فاقے اور اضطراری حالت میں مردار کھانے کا ذکر ہے، کہ ایسے مجبور و ہلاکت کے منہ میں جانے والے کے لیے مردار کھانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ بذل کے حاشیہ میں اس باب میں سات مباحث درج ہیں۔

(۱) اضطراری حالت کی حقیقت و تعریف: جمہور اہل علم کے نزدیک مضطر کی تعریف یہ ہے کہ بھوک اتنی شدت اختیار کر جائے کہ آدمی کو ھلاکت یا بیماری کا خطرہ لاحق ہو جائے اور بیماری بھی ایسی جو عموماً ہلاکت کی طرف لے جانے والی ہو۔ حرام کھلانے پر اکراہ و جبر میں بھی یہی حکم ہوگا۔ امام مالکؒ کے نزدیک اضطرار کا معیار اور اس کی میعاد تین دن ہے یہ حالت کی بجائے وقت کو معیار قرار دیتے ہیں۔ (عون)

(۲) مردار کھانے کی مباح مقدار: حنفیہ کے نزدیک اس کی مقدار مباح سد الرمق یعنی بھوک کی شدت کا ٹوٹنا ہے یہی قول مشہور ہے امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کا مرجوح قول بھی ایسا ہی منقول ہے جب کہ امام مالک کا قول مشہور یہ ہے کہ پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے۔ الفاظ حدیث **هل عندك غني يغنيك** قول اول کی دلیل ہے کیونکہ فرمایا کیا تیرے پاس اتنا ہے جو تجھے غنی اور کچھ فائدہ دے سکے۔

(۳) ایسی حالت میں مردار کھانا واجب ہے یا مباح؟: عند الاحناف اکل واجب ہے تاکہ جان بچ سکے امام مالکؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ امام احمدؒ کی راجح ترین روایت اور امام شافعیؒ کی اصح روایت بھی ہے کہ اس حالت میں کھانا ہی واجب ہے۔ ماسوائے امام ابو یوسفؒ کے کہ ان کے نزدیک کھانا مباح ہے اور امام احمدؒ اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت ہے کہ اضطراری حالت میں کھانا مباح ہے۔

(۴) یہ حکم سفر و حضر کا ہے یا......؟: یہ بھی بحث ہے کہ یہ حکم سفر یا حضر کا ہے یا صرف حضر و قیام کا ہے۔ عند الجمہور دونوں کا حکم برابر ہے۔ مذکورہ بالا تعریف و حکم کے مطابق اکل میتہ کی اجازت ہے۔ امام احمدؒ سے ایک روایت سفر سے اختصاص کی ہے کیونکہ سفر میں اس کا وقوع زیادہ ممکن اور حل مشکل ہے اجنبیت کی وجہ سے جب کہ حضر میں ایسا نادر الوقوع ہے اور اس کا حل بھی اقربا اور پڑوس کی وجہ سے بظاہر سہل ہے لیکن اس کا جواب واضح ہے کہ اضطراری حالت سفر و حضر دونوں میں پیش آسکتی ہے اس لیے حکم سواء سواء ہے۔

(۵) یہ حکم مطلق ہے یا عاصی اور مطیع میں فرق ہے؟: ائمہ ثلاثہ کا مسلک سفر میں عاصی کیلئے عدم جواز کا ہے۔ کیونکہ وہ معصیت اور نافرمانی میں ہے کہ اسے اس شفقتی امر کا فائدہ نہ ہوگا۔ احناف کے نزدیک یہ حکم مسافر مطیع و عاصی دونوں کیلئے ہے قصد معصیت سے اس حکم پر اثر نہ ہوگا ہاں اس کا گناہ اور اس کا وبال مستقل ہے۔

(۶) کیا اضطراری حالت میں مرادر کو بطور توشہ پاس رکھ سکتا ہے؟: مضطر اس مردار سے اس حالت کے بقاء اور حل نہ ہونے کی صورت میں زادراہ کے طور پر ساتھ لے سکتا ہے۔ امام شافعیؒ اور مالکؒ کا یہی قول ہے امام احمدؒ کی ایک روایت اسی

کے مطابق ہے اور ایک روایت امام احمد سے یہ بھی ہے۔ کہ التزوّد لا یجوز احناف کا مسلک بھی صحت کا ہے۔

(۷) کیا خمر بھی میتہ کے حکم میں ہے؟: اضطراری حالت میں شراب کا حکم یہی ہے کہ ہلاکت یا مرض مہلکہ کے اندیشے کی صورت میں استعمال کر سکتا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں۔ (ملخص از اوجز المسالک)

حدیث اول: ان رجلا نزل الحرّة. اس رجل کے بارے میں بذل میں ہے **لم اقف علی اسمه حرة** مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے جس کے پتھر سیاہ ہیں۔ پتھریلی زمین صحیح مسلم والنعامات میں ہم نے پڑھا ہے۔ **فی شراج الحرة.** جہاں حضرت زبیرؓ اور ان کے نسبا انصاری ساتھی کے درمیان باغ کے پانی کا تنازعہ ہوا تھا۔ **فقال رجل.** اس رہائشی آدمی سے آکر کہا اس نے نئے آدمی نے۔ **فلم یجد صاحبها.** اس نے اس کی بات کا پاس رکھا ملنے پر اونٹنی باندھ لی تاکہ اسے آنے پر دے دے لیکن کیونکہ اس نے اس کا پتہ نشان نہ پوچھا تھا اس لیے اس مالک کو نہ پایا کہ اس کے سپرد کرے۔ پھر ناقہ کی حالت بگڑی اور ہلاک ہوگئی۔

فقالت امرأته انحرها فابی. اس کی بیوی نے کہا بھی کہ مرجائے گی اسے ذبح کر دیجئے شوہر نے کمال دیانت کی وجہ سے اور موضع تہمت سے بچتے ہوئے چھری نہ چلائی۔ **نأکله (لانا مضطرون)** اس کی زوجہ نے کہا کہ اب اس کی کھال اتار دو تاکہ ہم اس سے کچھ کھالیں کیونکہ ہم اضطراری میں ہیں۔ ہائے قربان جائیے اس فرمانبردار جانثار پر کہ اب بھی کہا حضور ﷺ سے اجازت لیے بغیر ہاتھ نہ ہلاؤں گا۔ ایک ہم ہیں کہ بھرے پیٹ بھی حرام کھانے سے بچنا تو درکنار اس کی حرص وطمع میں ہوتے ہیں کہ کچھ ملے سہی۔

قرآن سچ کہتا ہے **اولئك هم الصّادقون و اولئك هم المتقون.** سچے و متقی تو وہی تھے۔

هل عندك غنی یغنیك؟ ای یغنیك عن اکل المیتة. یعنی کیا تیرے پاس اتنا بھی نہیں کہ تجھے کفایت کر سکے اور اس مردار سے بچا سکے۔ **فکلوها.** اب فرمایا کہ تم اس سے کھا سکتے ہو کیونکہ حالت اضطراری متحقق ہے۔ **قال فی المنتقی وهو دلیل علی امساك المیتة للمضطرّ. قال ای جابر فجاء صاحبها.** یہ راوی حدیث سیدنا جابرؓ کا کلام ہے انہوں نے کہا پھر مالک ناقہ آ گیا اس نے سارا واقعہ سنا تو کہا کہ آپ نے ذبح کیوں نہ کر لیا۔ تو اس آدمی نے انتہائی معقول جواب دیا۔ تیری وجہ سے کہ کل یہ نہ کہے کہ اس بہانہ سے میری اونٹنی کھا گئے۔ مشتبہات و محرمات سے ہمیں بھی ایسے ہی مجتنب رہنا چاہیے اور احتراز کرنا چاہیے۔

حدیث ثانی: عقبة بن وهب بن عقبة العامری. یہ عقبہ وہب بن عقبہ عامری بکائی کوفی ہیں۔ **قال ابن معین صالح وذکره ابن حبان فی الثقات.** امام ابوداؤدؒ نے اس سے یہی ایک روایت لی ہے۔ مُہنّا نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ **لا اعرفه** میں اسے نہیں پہچانتا۔ ابن عدیؒ نے بھی **لیس بمعروف** کہا ہے۔ اس عقبہ کا باپ وہب بھی ثقہ ہے۔ **(صرحه ابن حبان)**

عن الفجیع العامری. فجیع تصغیر ہے یہ **فجیع بن عبدالله ابن جندب** بکائی عامری صحابی رسول ہیں ان کی ایک حدیث ہے۔ **قال البغوی سکن الکوفة.** بقول علامہ بغویؒ یہ کوفہ میں سکونت پذیر ہوگئے تھے۔

فقال ما تحل لنا المیتة. آنحضرت ﷺ سے آ کر دریافت کیا کہ کونسی حالت ہمارے لیے مردار کو حلال کر سکتی ہے اور اجازت دیتی ہے۔ یہ ترجمہ ما استفہامیہ اور تحل واحد مؤنث غائب ای ایّ حالة تحل لنا المیتة. یعنی وہ کونسی حالت ہے جو ہمارے لیے مردار کو حلال کر دے۔ بذل میں ہے **بتقدیر الا ستفهام ومانافیة ای أما تحل لنا المیتة.** اس توجیہ میں تحل مخاطب کا صیغہ ہے۔

ترجمہ: کیا آپ ہمارے لیے میتہ کو حلال نہیں کرتے۔ **والاول صواب لان فی الثانی حذف بلا حاجة.**

قال ما طعامکم. آنحضرت ﷺ نے فوراً جواب نہیں جڑ دیا بلکہ حقیقت اور صورت پوچھی **ماطعامکم؟** تمہیں کھانے کو کیا میسر ہے تفصیل بتاؤ پھر حکم اور مسئلہ بتاتے ہیں۔ **نغتبق ونصطبح.** یہ لفظ غبوق اور صبوح سے مشتق ہیں۔ عند العرب غبوق شام کی شراب اور صبوح صبح کی شراب پر اطلاق ہوتا ہے، پھر یہ لفظ عام ہو گئے ہر صبح اور شام پی جانے والی چیز کے لیے۔ ترجمہ ہم ایک پیالہ شام اور ایک پیالہ صبح پیتے ہیں۔ چنانچہ ابونعیم فضل بن دکین کے قول میں اس کی تشریح موجود ہے۔ یہ مصنف کے شیخ ہیں۔ **قال ذلك.** آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ حالت ہے۔ **وَاَبِیْ الْجُوْعُ.** اور میرے باپ کی قسم بھوک یعنی یہ مقدار، ایک پیالہ بھوک کے لیے کافی نہیں بلکہ بھوک باقی رہتی ہے۔ وابی پر واو قسم برائے تاکید ہے۔ اس طرح **ذلك.** آنحضرت ﷺ کا مقولہ اور فرمان ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی بات کو سن کر یہ فرمایا کہ یہ حالت ایسی ہے تو اس نے قسم اٹھائی کہ بھوک نہیں مٹتی میں بھوکا رہتا ہوں۔ عبارت یوں ہے **هذالقدر لا یکفی عن الجوع بل هو الجوع المجوز للمیتة المثبت حالة المخمصة.** یہ مقدار بھوک سے کافی نہیں ہوتی بلکہ یہ اتنی ہی بھوک ہے جو مردار کو جائز کرتی ہے اور مخمصہ (شدید بھوک کی حالت) کو ثابت کرتی ہے۔ **فاحل لهم المیتة علی هذالحال.** اس مذکورہ حالت پر آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے مردار کو حلال قرار دیا۔ خطابیؒ کہتے ہیں کہ حدیث ثانی میں امام مالکؒ کے لیے دلیل ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا درست ہے کیونکہ باوجود ایک پیالہ پی لینے کے بعد بھی آپ ﷺ نے ان کے لیے میتہ کی اجازت دی۔ جواب: ان کے استدلال کا آسان جواب **وابی الجوع** کے لفظ سے سمجھا جا سکتا ہے کہ پیالہ سے بھوک باقی رہتی ہے جس کی سکت نہ ہوتی اس لیے اجازت دی گئی نہ کہ پیٹ بھرنے کے لیے۔

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ یہی فرماتے ہیں کہ اتنی مقدار مردار درست ہے جس سے سد رمق اور گذارا ہو جائے مزنیؒ، حسن بصریؒ یہی کہتے ہیں **قال قتادة لا یتضلع.** سیر نہ ہو۔

فائدہ: حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے والد گرامی حضرت مولانا یحییٰ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو حدیثیں یہاں لا کر ان حضرات کے مسلک کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) پہلی حدیث سے مطلق اکل ثابت ہو رہا ہے جس کی قلت بقدر سد رمق سے تعیین نہیں بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا: **فکلوها.** سو تم کھاؤ اس میں یہ نہیں کہ کتنا کھاؤ یا کم کھاؤ۔

(۲) حدیث ثانی سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اضطراری حالت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ ایک

پیالہ پینے کے بعد ہلاکت کا خوف کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ اس کا صریح جواب موجود ہے۔

جواب: (۱) پہلے استدلال کا تو جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں مطلق ہے کہ تم کھاؤ اس کی تقیید آیت کریمہ سے ثابت ہو رہی ہے کہ جب آدمی اتنی مقدار کھالے جس سے جان بچ سکے تو اب اس پر فمن اضطر کا لفظ ہی سچا نہ رہے گا کیونکہ اتنی مقدار سے اس کا اضطرار ختم ہوگیا جب اضطرار ختم تو کھانے کی حلت واجازت بھی ختم۔

(۲) استدلال ثانی کا جواب یہ ہے کہ پیالے سے مراد یہ ہے کہ لکل اهل البیت قدحا. پورے گھرانے کے لیے ایک پیالہ ہوتا ہے بنابریں اضطراری حالت ثابت ہوگی اور اس پر حکم حلت مرتب ہوگا یہ مطلب نہیں کہ گھر کے ہر فرد کو ایک ایک الگ پیالہ ملتا ہے کیونکہ دن میں ایک پیالہ مل جاتا تو کھانے کی حاجت کو ختم کر دیتا ہے اس پر اضطراری حالت کیسے ثابت ہوگی الغرض مضطر کو ہلاکت یا مرض مہلکہ کے اندیشے کی صورت میں صرف جان بچانے کے بقدر کفایت مباح ہے۔

فائدہ: یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ اجازت حرمت کو باقی رکھتے ہوئے صرف رخصت ہے یا حرمت میتہ مضطر کے حق میں اٹھا لی جاتی ہے؟ اس کے لیے کمالین کی عبارت پر کفایت کیا جاتا ہے۔ البتہ اس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ رخصت کس قسم میں داخل ہے؟ امام شافعیؒ کا قول وامام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ حالت اکراہ کی طرح اس میں بھی رخصت حقیقیہ ہے۔ یعنی حرمت باقی رہتے ہوئے کھانے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ اگر کوئی صبر کرے اور جان دے دے تو گناہ گار نہ ہوگا بلکہ ''مات شهیدًا'' کا مصداق ہوگا۔ اکثر علماء احناف کثر اللہ سوادھم اسے رخصت مجازیہ میں داخل کرتے ہیں۔ یعنی رخصت کے بعد اس میں حرمت بالکل نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اس رخصت سے فائدہ اٹھائے بغیر جان دے دے تو ''مات اثمًا'' کا مصداق ہوگا۔ (بلفظہ کمالین آیت ۱۷۳ سورۃ البقرۃ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حرام چیزوں سے ناچاری اور مجبوری کی حالت کی شئی کو استثناء فرمادیا ہے۔ تو اس سے استثناء شدہ چیز مباح ثابت ہوئی اور یہ مسلم ہے کہ اگر ہلاکت کا خوف ہو تو مباح چیز کا کھانا واجب ہے اس لیے میتہ وغیرہ کا اضطرار کے وقت کھانا واجب ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کو رخصت کیوں کہتے ہیں تو یہ اطلاق مجازی ہے ورنہ واقع میں وہ واجب ہے۔ (بلفظہ تفسیر مظہری ج ۱) قال ابوداؤد الغبوق من آخر النهار والصبوح من اول النهار. یہ دسواں قال ابوداؤد ہے اس میں غبوق وصبوح کے معنی کو واضح کیا ہے۔ کما مر

(۳۸) بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ لَوْنَيْنِ!

بیک وقت مختلف قسم کے کھانے پکانا اور کھانا

(۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ أَنَّ عِنْدِي خُبْزَةً بَيْضَاءَ مِنْ بُرَّةٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَةً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ

فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَهُ فَجَاءَ بِهِ فَقَالَ فِي أَيِّ شَيْءٍ كَانَ هٰذَا قَالَ فِي عُكَّةِ ضَبٍّ قَالَ ارْفَعْهُ.

''محمد بن عبدالعزیز، فضل بن موسیٰ، حسین بن واقد، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سفید روٹی گندم کے آٹے کی دودھ اور گھی سے چپڑی ہوئی مجھے بے حد پسند ہے۔ اسی وقت ایک شخص کھڑا ہوا اور آپ ﷺ کے لئے وہ روٹی تیار کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ گھی کونسے برتن میں تھا؟ عرض کیا گیا یہ گوہ کی کھال کے مشکیزہ میں تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو اٹھالو''

تشریح: حدیث اول: عن ابی رِزْمَةَ بکسر الراء وسکون الزاء، وددت ای احببت وتمنیت. یعنی میں نے پسند کیا اور چاہت ظاہر کی۔ خبزة بیضاء سفید وشفاف روٹی۔ من برة سمراء. یہ برۃ کی صفت ہے وہ گندم جس میں ہلکی سیاہی ہو یہ شامی گیہوں کی ایک مشہور اور عمدہ قسم تھی۔ ابوداؤد کے حاشیہ میں ہے سمراء گندم ہی کی صفت کے لیے اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے اسود عموماً سانپ کے لیے۔ سمرۃ وہ الگ ہے جو بیاض وسواد کے درمیان ہو جسے عربی میں ادمة گندمی رنگ کو کہتے ہیں۔ بہرکیف یہ حطہ کی تعریف کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے دیار میں بھی تعریف کی جاتی ہے۔ ''سونے جیسی گندم سے چاندی جیسا آٹا'' اللہ کرے ایسے ہی میسر ہو۔ ملبّقة مشتق من التلبیق نرم وفی القاموس لبقة لینة. قاموس میں ہے لبقہ نرم کے معنیٰ میں ہے حاصل یہ ہوگا وہ روٹی جو نرم کی گئی ہو دودھ اور گھی میں ثرید ملبق ملین بالدسم کے الفاظ سے بھی نرم والے معنیٰ کی تائید ہوتی ہے۔ ملبقة ای مخلوطة خلطا شدیدا بسمن ولبن والملبقة اسم مفعول من التلبیق وهو التلیین. (عون) اس کا مطلب یہ ہے کہ گھی اور دودھ میں ملا کر خوب نرم کی ہوئی۔ اور ملبقہ باب تفعیل تلبیق مصدر سے مشتق ہے اس کا معنیٰ نرم کرنا ہے۔

خلاصہ: حاصل یہ ہوا کہ ملا کر نرم کی ہوئی۔ چنانچہ ہمارے یہاں اس کے قریب دودھ والی روٹی ہے جو نرم ہوتی ہے مکمل مشابہت تو نہیں لیکن نرم ہونے میں اس مفہوم کے قریب ہے۔ فقام رجل من القوم. ایک جان نثار کھڑا ہوا جس کا نام نہیں مل سکا۔ (بذل) اور ایسا کھانا تیار کر لایا۔ فی عکّة ضبّ قال ارفعه. عکّة بمعنی. کپی ومشکیزہ۔ العکة بضم العین اٴنیة السمن. گھی کا برتن۔ قیل وعاء مستدیر للسمن والعسل. یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھی اور شہد کا گول برتن۔ قیل العکة القربة الصغیرة. چھوٹا مشکیزہ۔ (عون) وہ آدمی گوہ کی کھال سے بنے ہوئے مشکیزہ یا گول برتن میں لایا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو اس نے گوہ کا ذکر کیا تو فرمایا اٹھالو۔ گویا آپ ﷺ نے ناپسند کیا کراہت طبعی یا عدم اباحت کی وجہ سے یہاں پسندیدہ کھانا اور ناپسندیدہ گوہ کی کھال جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے ترک کو ترجیح دی۔ اس میں گوہ کی حرمت کی دلیل ہے کیونکہ اس کی کھال کے پاک نہ ہونے کی وجہ سے اٹھوادیا۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ صرف اپنی پسند اور چاہت پر نہیں بلکہ شریعت کی اباحت یا حرمت کے مطابق عمل کریں۔

فائدہ: اس سے دو قسم کی چیزوں کو ملا کر کھانے کی اباحت ثابت ہوئی کہ آدمی مختلف حلال ومباح چیزیں ملا کر لذیذ غذا تیار کر کے کھا سکتا ہے یہ اسراف نہیں انفاق ہے۔

تنبیہ: حرمت کے استدلال پر سوال وارد نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ کا اسے اٹھوانا صرف کراہت طبعی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ حرمت کی وجہ سے تھا کیونکہ تیار شدہ مشکیزے میں تو اب اس کی جلد کا اثر تھا نہ گوشت کا۔ باوجود اثر ورطوبت نہ ہونے کے منع کرنا حرمت کی وجہ سے تھا۔ **قال ابو داؤد هذا حديث منكر**. امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو منکر کہا ہے اس کی وجہ یہ کہ آنحضرت ﷺ کی عادت کفایت وقناعت اور سادگی کی تھی اس طرح پر تکلف کھانے کی تمنا اور اظہار یہ آپ ﷺ کی عادت مستمرہ کے خلاف ہے لیکن موصوفؒ کا یہ قول عموماً نسخوں میں نہیں اور صاحب اطراف الحدیث نے بھی اسے ذکر نہیں کیا اور بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ حدیث منکر نہیں کیونکہ بذل میں اس پر کوئی تنبیہ نہیں اور کبھی کبھار ایسی خواہش ظاہر کرنا خلاف عادت نہیں بلکہ نادر کہا جائے گا چنانچہ معروف ومشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ ضحک وقہقہہ کے بجائے اکثر تبسم فرماتے اور چہرۂ انور پر "**فداه ابى وامى**" مسکراٹ نمودار ہوتی اور چہرہ پھولوں کی طرح کھل جاتا یہ عادت تھی اس کے باوجود اکادکا واقعہ قہقہہ اور ضحک کا موجود ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دانت مبارک ظاہر ہوئے۔ **قال ابو داؤد وايوب ليس هو السختيانى**. یہ قول حدیث کے تیسرے راوی ایوبؒ کے متعلق وضاحت ہے کہ محدثین میں مشہور جو **ايوب ابن ابى تميمة كيسان سختيانى** ہیں نافع سے روایت کرنے والا یہ سختیانی نہیں۔ اس قال کے متعلق بھی یہی ہے کہ عام نسخوں میں نہیں پھر علامہ مزیؒ نے اپنی اطراف الحدیث میں اس پر کوئی تنبیہ نہیں کی بلکہ یہ حدیث ایوب سختیانی کے روایات والے باب میں وارد کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ **ايوب سختيانى** ہی ہے۔ اور ابوداؤد وابن ماجہ میں اس حدیث کا ہونا ظاہر کیا ہے۔ اسی طرح منذریؒ نے بھی اپنی مختصر میں یہ ذکر نہیں کیا۔ مزید برآں صاحب عون کہتے ہیں **وفى ثبوت هذه الزيادة فى نفسى شئى**. یعنی یہ بھی مطمئن نہیں۔ تو یہ دونوں **قال ابو داؤد** نظر سے خالی نہیں بلکہ حدیث کو صحیح اور **ايوب سختيانى** ہی راوی تصور کیا جائے۔ واللہ اعلم

فائدہ: نافع سے روایت کرنے والے ایوب نامی تین شخص ہیں۔

(۱) **ايوب بن ابى تميمة كيسان سختيانى**ؒ اس نے نافع سے روایت کیا اور اس ایوب سے پھر شعبہؒ، سفیانؒ (ثوری، وابن عیینہ) حمادانؒ (حماد بن سلمہ، حماد بن زید) نے روایت کی ہے۔ **وهو ثقة ثبت حجّة**.

(۲) ایوب بن موسیٰ بن عمرو اموی فقیہؒ نے نافعؒ سے روایت کیا پھر اس سے شعبہؒ، لیثؒ، عبدالوارثؒ، نے روایت لی **وهو ثقة**.

(۳) ایوب بن وائلؒ نے نافعؒ سے روایت کیا اور اس سے حماد بن زیدؒ، ابو ہلالؒ نے روایت کی اس کے بارے میں ازدیؒ کہتے ہیں۔ مجہول امام بخاریؒ کہتے ہیں **لا يتابع على حديثه**. (عون)

فائدہ: عمدہ کھانے (یا لباس) کا ذکر حرص میں داخل نہیں، کشف الباری میں ہے شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ نے فرمایا مختلف اور لذیذ کھانوں کا ذکر حرص وہوس میں داخل نہیں اور فرمایا میرے نزدیک امام بخاریؒ کا مقصد **باب ذكر الطعام** سے یہی ہے جس میں وارد شدہ حدیث میں "**ريحها طيّب وطعمها طيب**" کے الفاظ ہیں۔ انتهى اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد ابوداؤد کی حدیث (یعنی حدیث باب) کی طرف اشارہ ہو۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ عمدہ چیز کا ذکر حرص نہیں ملنے

کے باوجود جی نہ بھرنا اور پیچھے ہی پڑ جانا یہ حرص ہے۔ ابن بطالؒ نے بھی بخاری شریف کے اس باب کے تحت یہی لکھا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد عمدہ کھانوں کی اجازت واباحت بتلانا ہے کہ عمدہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ زہد کے منافی نہیں۔

(فتح الباری ج۹ص۶۹۳)

آسائش میں رہو اچھا پہنو عمدہ کھاؤ مگر اپنے رب کو نہ بھلاؤ! اکبر نے کیا خوب کہا!

جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو — پر اتنا سخن بندہ عاجز کا رہے یاد، اللہ اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

(۳۹) بَابٌ فِيْ أَكْلِ الْجُبْنِ

پنیر کھانے کا بیان

(۸۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِجُبْنَةٍ فِيْ تَبُوْكَ فَدَعَا بِسِكِّيْنٍ فَسَمّٰى وَقَطَعَ.

''یحییٰ بن موسیٰ، ابراہیم، عمرو بن منصور، شعبی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غزوۂ تبوک میں ایک پنیر کی ٹکیہ لائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری منگوائی اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو کاٹا (اور تناول فرمایا)۔''

تشریح: **الجبن بضمّ الجیم والباء** پنیر۔ اس باب کے باندھنے سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے پنیر تناول فرمایا۔ **بجبنة فی تبوك**. تبوک یہ غیر منصرف ہے۔ علم ووزن فعل کی وجہ سے۔ **فسمّی وقطع لعله کان قدیما یابسا** گویا باسی وخشک تھی۔ اللہ کا نام لیا بسم اللہ پڑھی اور کاٹا۔ اس سے ضرورت کے وقت چھری سے چیزیں کاٹنے اور کھانے کا ثبوت واضح ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے کے علاوہ دیگر چیزوں کے کھاتے اور کاٹتے وقت بھی بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

(۴۰) بَابٌ فِي الْخَلِّ

سرکہ کھانے کا بیان

(۸۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

''عثمان بن ابی شیبہ، معاویہ، سفیان، محارب، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے۔''

(۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ.

''ابوالولید طیالسی، مسلم بن ابراہیم، مثنی بن سعید، طلحہ بن نافع، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **نعم الادم الخل، الا دام بکسر الهمزة.** جو بطور سالن استعمال کیا جائے، جس کے ساتھ روٹی کھائی جائے۔ اس کی جمع اُدُمْ ہے۔ جیسے اِھاب کی جمع اُھب اور کتاب سے کُتب ہے۔ اُدم ہمزہ کے پیش اور دال کی جزم کے ساتھ یہ بھی مفرد ہے۔

سرکہ کی تعریف: **هو احمض من عصير الغيب وغيره.** سرکہ انگور وغیرہ کے نچوڑ سے لیا ہوا کھٹے ذائقے والا ہوتا ہے۔

اس میں دو باتیں ہیں: (۱) سرکہ کی تعریف۔ (۲) مطعومات میں میانہ روی۔ علامہ خطابیؒ کہتے ہیں اس کلام میں کھانے میں اقتصاد وقناعت کی تعلیم و مدح ہے کہ کتنا بہترین کھانا سرکہ ہے جو خرچ میں بھی کم اور وقت کی بچت، وقت اور پیسے دونوں کم صرف ہوں گے، جو وقت خرید کرلانے، کاٹنے اور پکانے میں صرف ہوگا وہ بچ گیا صرف کھانے کا وقت مصروف ہوگا، پھر متعدد چیزوں کی خرید پر جو پیسہ خرچ ہوتا وہ بھی ایک سرکہ خریدنے کی وجہ سے بچ گیا۔ اور زیادہ لذات وخواہشات میں پڑنے سے بھی بچنے کی تلویح اور اشارہ ہوا۔ گویا کہ یوں فرمایا ''ائتدموا بالخل'' سرکہ کو سالن کے طور پر اختیار کرو۔ اور فرمایا **لا تتأنقوا في الشهوات فانها مفسدة للدين مسقمة للبدن.** زیادہ شہوات میں مت پڑو یہ دین کو بگاڑنے والی اور بدن کو بیمار کرنے والی ہیں۔

علامہ نوویؒ نے خطابیؒ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ **نعم الادام الخل** سے میانہ روی اور سرکے کی مدح دو چیزیں ثابت کرنے کے بجائے صرف ایک چیز کی مدح وتعریف کو ثابت کرنا صواب ہے، باقی میانہ روی لذات وشہوات کو چھوڑنا دوسری نصوص سے ثابت شدہ اور مسلم ہے۔ اس پر حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں ''**ليس كما ينبغي فضلا عن ان يكون صوابا**'' گویا کہ حضرتؒ نے خطابیؒ کے قول کی تصویب کی ہے اور یہی بہتر ہے کہ دونوں چیزیں اس سے ثابت کی جائیں اور ثابت ہیں۔

حدیث ثانی: **نعم الا دام الخل. لانه اقل مؤونة واقرب الى القناعة وابعد من اللذات والشهوات.** سرکہ کے قابل تعریف ہونے کی وجہ ہے کہ اس میں خرچ کم قناعت کے قریب اور لذتوں اور شہوات سے دور ہے۔ ابن ماجہ میں ام سعد سے **اللهم بارك في الخل** ہے۔ ایک روایت میں **فانه كان ادام الانبياء** ہے۔ اور **لم يفتقر بيت فيه خل.** وہ گھر محتاجی والا نہیں جس میں سرکہ ہو۔

اہم مسئلہ: حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ **ههنا مسئلة مهمة.** یہاں ایک اہم ترین مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ تبدل حقیقت سے حکم بدل جاتا ہے یعنی جب کسی چیز کی حقیقت تبدیل ہوئی تو حکم بھی تبدیل ہوجاتا ہے مثلاً انگور کا نچوڑ اور شیرہ پاک ہے پھر وہ شراب بن گیا حقیقت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا کہ اب نجس وحرام قطعی ہے پھر شراب میں تصرف کرکے نمک

ملا دیں تو سرکہ بنا گیا اب حکم بھی بدل گیا کہ سرکے کا استعمال درست ہے۔

فائدہ: اس سے پہلے باب میں عمدہ کھانے کی رغبت واباحت واجازت کا ذکر تھا اور اس باب میں قناعت وکفایت واقتصاد معیشت کا ذکر ہے ان دونوں کے مجموعے اور یکے بعد دیگرے آنے سے درمیانی صفت اعتدال ثابت ہوئی جو امام ابوداوٗدؒ کی فہم وفراست پر دال ہے کہ حسین انداز سے باب پروئے کہ ترتیب سے بھی سبق حاصل ہو۔ واللہ در القائل

(۴۱) بَابٌ فِي أَكْلِ الثُّومِ

لہسن کھانے کا بیان

(۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِبَدْرٍ فِيهِ خُضَرَاتٌ مِنَ الْبُقُولِ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ بِبَدْرٍ فَسَّرَهُ ابْنُ وَهْبٍ طَبَقٌ.

''احمد بن صالح، ابن وہب، یونس، ابن شہاب، عطاء، حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص لہسن پیاز کھائے تو وہ ہم سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے پھر آپ کی خدمت میں ایک پلیٹ پیش کی گئی جس میں ساگ سبزی رکھی ہوئی تھی تو آپ کو اس کی بو محسوس ہوئی اور آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو آپ کو ان سبزیوں کے بارے میں بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا: یہ فلاں صحابی جو آپ کے پاس تھے، کے قریب کر دو۔ وہ صحابی اس کو ناپسند کر رہے ہیں تو فرمایا تم کھاؤ کیونکہ میں تو اس ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے (یعنی اللہ تعالیٰ یا فرشتوں سے) احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ ابن وہب نے بدر کی تشریح پلیٹ سے کی ہے۔''

(۸۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا النَّجِيبِ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الثُّومُ وَالْبَصَلُ وَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَأَشَدُّ ذَلِكَ كُلِّهِ الثُّومُ أَفَتُحَرِّمُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ كُلُوهُ وَمَنْ أَكَلَهُ مِنْكُمْ فَلَا يَقْرَبْ هَذَا الْمَسْجِدَ حَتَّى يَذْهَبَ رِيحُهُ.

''احمد بن صالح، ابن وہب، عمرو، بکر بن سوادہ، ابونجیب، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لہسن اور پیاز کا تذکرہ ہوا، لوگوں نے کہا یارسول اللہ اوران تمام میں لہسن زیادہ تیز ہے۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حرام فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کھاؤ لیکن جو شخص اس کو کھائے وہ اس مسجد میں داخل نہ ہو جب تک کہ اس کی بدبو منہ سے ختم نہ ہو جائے۔''

(۸۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَظُنُّهُ

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَفَلَ تُجَاهَ الْقِبْلَةِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَفْلُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَمَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الْخَبِيْثَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ثَلاَثًا.

''عثمان بن ابی شیبہ' جریر' شیبانی' عدی بن ثابت' زر بن حبیش' حذیفہؓ سے مروی ہے راوی نے بیان کیا میں سمجھتا ہوں کہ وہ اسے نبیؐ سے نقل کرتے تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے (بحالت نماز یا مسجد میں) قبلہ کی طرف تھوک دیا تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ اسکا تھوک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا ہوا ہوگا۔ اور جو شخص اس بدبودار سبزی کو کھائے (یعنی کچا لہسن کھائے) تو وہ ہماری مسجد کے پاس نہ آئے۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔''

(۹۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّ الْمَسَاجِدَ.

''احمد بن حنبل' یحیٰ' عبید اللہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس درخت یعنی لہسن سے کھائے تو وہ مساجد میں داخل نہ ہو (تا کہ اس سے لوگوں کو اذیت نہ ہو)''

(۹۱) حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هِلاَلٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلاَلٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَكَلْتُ ثُوْمًا فَأَتَيْتُ مُصَلَّى النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ سُبِقْتُ بِرَكْعَةٍ فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَجَدَ النَّبِيُّ ﷺ رِيْحَ الثُّوْمِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلاَتَهُ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَ يَقْرَبَنَّا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيْحُهَا أَوْ رِيْحُهُ فَلَمَّا قُضِيَتِ الصَّلاَةُ جِئْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنِّيْ يَدَكَ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدَهُ فِيْ كُمِّ قَمِيْصِيْ إِلٰى صَدْرِيْ فَإِذَا أَنَا مَعْصُوْبُ الصَّدْرِ قَالَ إِنَّ لَكَ عُذْرًا.

''شیبان' ابو ہلال' ابو بردہ' حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ میں لہسن کھا کر مسجد میں داخل ہوا جہاں پر آنحضرت ﷺ نماز ادا فرماتے تھے اور ایک رکعت ہو چکی تھی جب میں مسجد کے اندر داخل ہوا تو آپ کو لہسن کی بدبو محسوس ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا جو شخص اس درخت میں سے کھائے وہ ہمارے پاس نہ آئے جب تک کہ اس کی بدبو زائل نہ ہو جائے جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی قسم! آپ ﷺ مجھے اپنا ہاتھ دیں میں نے آپ کا دست مبارک سینے تک اپنے کرتہ میں داخل کر لیا تو میرا سینہ بندھا ہوا نکلا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم معذور ہو۔''

(۹۲) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَيْسَرَةَ يَعْنِي الْعَطَّارَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَقَالَ مَنْ أَكَلَهُمَا فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لاَ بُدَّ آكِلِيْهِمَا فَأَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا قَالَ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ.

''عباس' ابو عامر' خالد بن میسرہ' حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو درختوں کے کھانے سے ممانعت فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا جو شخص ان کو کھائے تو وہ ہماری مسجد میں داخل نہ ہو اور پھر

ارشاد فرمایا اگر تمہیں یہ کھانا ہی پڑ جائیں تو ان کو پکا کر ان کی بو کو ختم کر ڈالو۔ ان دو درختوں سے مراد پیاز اور لہسن ہے۔''

(۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ أَبُوْ وَكِيْعٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ شَرِيْكٍ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَام قَالَ نُهِيَ عَنْ أَكْلِ الثُّوْمِ إِلَّا مَطْبُوْخًا قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ شَرِيْكُ بْنُ حَنْبَلٍ.

''مسدد، ابو وکیع، ابو اسحٰق، شریک، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لہسن کھانے سے منع کر دیا گیا ہاں اگر پکی ہوئی ہو (تو کھالیا جائے) امام ابوداؤد فرماتے ہیں شریک کے والد کا نام حنبل تھا۔''

(۹۴) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا ح و حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيْرٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِيْ زِيَادٍ خِيَارِ بْنِ سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ طَعَامٌ فِيْهِ بَصَلٌ.

''ابراہیم بن موسیٰ (دوسری سند) حیوۃ بن شریح، بقیہ، بحیر، خالد، حضرت ابو زیاد خیار بن سلمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیاز کھانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جو آخری کھانا تناول فرمایا، اس میں (پکی ہوئی) پیاز شامل تھی۔''

تشریح: لہسن اور اس جیسا حکم کچی پیاز کے لیے بھی ہوگا چنانچہ امام بخاریؒ نے اس باب کے عنوان میں توسیع کی ہے اور ترجمۃ الباب یوں باندھا باب ما یکرہ من الثوم والبقول. امام ترمذیؒ نے دو باب باندھے۔

(۱) باب ماجاء فی کراهية اکل الثوم والبصل.

(۲) باب ماجاء فی الرخصة فی اکل الثوم مطبوخا.

پہلے باب میں کراہت والی حدیث جابرؓ لائے ہیں جس میں لہسن، پیاز، کراث (گندنا) مذکور ہیں۔ اور دوسرے باب میں ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ والی اور حضرت علیؓ سے روایت (دو حدیثیں) لائے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ عنوان میں صرف لفظ ثوم اکیلا لائے ہیں لیکن آگے احادیث جو لائے ہیں ان میں الثوم والبصل اور البقلة الخبيثة کے دال علی العموم الفاظ موجود ہیں۔

لہسن وغیرہ کا حکم: (۱) جمہور اہل علم کے نزدیک لہسن، پیاز وغیرہ بدبو والی سبزیاں کچی کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

(۲) اصحاب ظواہر کے نزدیک یہ چیزیں مکروہ تحریمی ہیں البتہ حرمت کا حکم کسی کے نزدیک نظر سے نہیں گذرا۔

جمہور کے دلائل: (۱) حدیث اول میں ہے کل فانی اناجی من لا تناجی. یہ دلیل ہے حرام و مکروہ تحریمی نہ ہونے کی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرشتوں کی ملاقات کو عذر قرار دیا فی نفسہ جسے عذر نہیں اس کے کھانے کا حکم دیا جسے یہ عذر نہیں۔

(۲) حدیث ثانی میں ہے کلوه اسے کھاؤ......

(۳) حدیث ثالث میں ہے جو انہیں کھائے مسجد میں نہ آئے کھانے سے ممانعت نہیں احتیاط احترام مسجد اور اذیت ملائکہ کی وجہ سے مسجد سے روکا ان کے کھانے سے نہیں روکا۔ (۴) حدیث رابع کا بھی یہی مفہوم ہے۔

(۵) حدیث خامس میں عذر کی وجہ سے حضور ﷺ نے اجازت دی اگر یہ مکروہ تحریمی ہوتا تو اسے حکم دیتے کہ تم نماز الگ

پڑھ لو تا کہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب نہ ہو۔

(٦) حدیث سادس میں تو صراحت ہے کہ اس میں کراہت عارضی ہے جو دور کی جا سکتی ہے **فامیتوھا بالطبخ.** الغرض باب کی تمام احادیث اور صحاح میں وارد شدہ دیگر تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ لہسن کھانا مکروہ تحریمی نہیں بلکہ سبب عارضی بد بو کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔

(٧) عقلی طور پر بھی اس کی ناپسندیدگی واضح ہے کیونکہ اس سے ملائکہ (جو ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں) اور لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے اس لیے اس سے احتراز کریں یا صاف کریں بالخصوص جب سبق اور مدرسے، کسی تقریب، مجمعے، درس وتدریس وتعلیم اور مسجد میں جانا ہو تو ضرور احتیاط کریں۔ لہسن، پیاز، گندنا، مولی وغیرہ بد بودار تمام سبزیوں کا یہی حکم ہے سادگی اپنائیں پراگندگی سے بچیں۔

حدیث اول: **فلیعتزلنا ای مجلسنا او لیعتزل مسجدنا.** یہ او شک کے لیے ہے جو راوی کی طرف سے واقع ہوا کہ **فلیعتزلنا** فرمایا تا کہ **لیعتزل مسجدنا** فرمایا۔ حاصل یہ ہے کہ انسانوں کے اجتماع سے الگ رہے تا کہ ایذاء کا سبب نہ بنے اور مسجد میں جماعت وجمعہ میں اجتماع ہی ہوتا ہے اور نا ضمیر متکلم کی طرف اضافت میں یہ فائدہ ہے کہ تمام مسلمانوں کی مجالس اور مساجد مراد ہوں گی نہ جیسا کہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبوی ہے "**ھذا القول لیس بسدید**" لیکن بالکل حقیقت وحق سے صرف نظر ہے کیونکہ مسجدنا کا مصداق صرف مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نہیں وہ تو مسجدی کا مصداق ہے لیکن یہ لفظ باب کی آٹھ حدیثوں میں سے کسی میں بھی نہیں **والعموم اولی.** اس کی تصریح باب کی حدیث رابع میں ہے **فلا یقربنّ المساجد.** وہ مساجد کے قریب نہ جائے مزید برآں کہ فرشتوں کا اجتماع کائنات کی تمام مساجد میں ہوتا ہے صرف مسجد نبویؐ میں نہیں ہاں جتنا کثرت سے ملائکہ وہاں ہوتے ہیں عام کسی جگہ اور مسجد میں نہیں لیکن نفس ملائکہ کا وجود تو ہر مسجد میں ہوتا ہے۔

علامہ کرمانی فرماتے ہیں **الا مر بالا عتزال للندب** یہ امر ندب واستحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں۔ **ولیقعد فی بیته.** اسے چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھے۔ کیونکہ اس کی بد بو لوگوں اور فرشتوں کو تکلیف دے گی۔ **وانه اتی ببدر.** بدر کا معنی چھابا، چھابڑی، چھبڑی، چھوٹی گول ٹوکری یعنی طبق **کما فسّروھبؒ** جس میں عموماً روٹیاں رکھی جاتی ہیں پہلے یہ کھجور کے پتوں کی ملتی تھیں اب پلاسٹک نے جگہ بنالی ہے۔ اس کو بدر اس کے گول ہونے کی وجہ سے کہا گیا۔ معنی یہ ہے اور بیشک حضور ﷺ کے پاس لائی گئی چھابڑی جس میں یہ سبزیاں تھیں۔ **الی بعض اصحابه کان معه** یعنی جو صحابہ اس وقت ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں آپؐ کے پاس تھے ان کے قریب کرنے کا حکم فرمایا **فانی انا جی من لا تناجی.** اس سے مراد فرشتوں سے ملاقات وبات چیت ہے۔ ابن حجرؒ نے یہاں یہ بات فرمائی ہے کہ حدیث جابر **فلیعتزل** اور **وانه اتی ببدر** میں چھ سال کا فاصلہ ہے کیونکہ یہ طبق پیش کرنا ابتداء زمانہ میں ابو ایوب انصاریؓ کے گھر میں قیام کے دوران پیش آیا اور **فلیعتزل** غزوۂ خیبر کے موقع پر فرمایا (حاشیہ بذل) **خضرات** یہ **خضرة** کی جمع ہے سبزیاں **من البقول** یہ من بیانیہ یا تبعیضیہ

ہے سبزیاں ان ترکاریوں میں سے یا بعض ترکاریوں میں سے۔ (عون)

فوجدلها ریحا. کیونکہ یہ مکمل پکی ہوئی نہ تھیں اس لیے ان کی بدبو حضور ﷺ کو محسوس ہوئی **فلما راٰہ کرہ اکلها.** جب انہوں نے حضور ﷺ کو نہ کھاتے دیکھا تو انہوں نے بھی ناپسند کیا اور ہاتھ روکا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تو کھا میں تو ملاقات ملائکہ کی وجہ سے نہیں کھا رہا یہ کوئی حرام نہیں۔ **قال احمد** ..... اس سے احمد بن صالح مصنفؒ کے شیخ مراد ہیں۔

حدیث ثانی: حدثه ان ابا نجیب. یہ ابو نجیب عامری سرحسی مصریؒ ہیں جو عبداللہ بن ابی سرح کے غلام ہیں۔ ابوالجیب بھی اسے کہتے ہیں ان کا نام ظلیم ہے یہ اپنے زمانے کے فقہاء میں سے تھے، ابن حبانؒ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ نسائی شریف کے ابواحمر کے نسخے میں ابوالنجیب مولیٰ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح قرشی عامری ہے۔ یہ عبداللہ بن سعد سیدنا عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ آنحضرت ﷺ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات لکھوائیں جب یہاں پہنچے **ثم انشأناه خلقا اٰخر** یہ لکھ کر عبداللہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا گیا **فتبارك الله احسن الخالقين.** آنحضرت ﷺ نے فرمایا قران میں بھی یہی ہے اسے لکھو پس یہ سن کر گھمنڈ میں آگئے اور کہا **ان كان محمد نبيًا يوحٰى اليه فانا نبی یوحی الیّ فارتدّ ولحق بمكّة..... ثم اسلم يوم الفتح** (خازن ج۳ ص۳۲۲) اگر محمدؐ پر وحی آتی ہے تو میرے پاس بھی وحی آتی ہے بس مرتد ہو کر مکہ چلا گیا حالانکہ اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ تو محمد ﷺ کے فیض سے تھا کیونکہ پھر تو کچھ نہیں آیا اس کے پاس۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر اولاً حضرت عثمانؓ نے اسے پناہ دی پھر بعد میں یہ توبہ تائب ہوا اور بیعت کی۔ ابوالنجیب ظلیم اسی کا غلام ہے۔ **ذکر عند رسول الله.** آنحضرت ﷺ کے پاس لہسن، پیاز کا ذکر ہوا پھر یہ بھی کہا کہ تیزی اور بدبو میں یا رسول اللہ لہسن زیادہ ہے کیا آپؐ اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کھالو۔ جو اسے کھائے اس کی بدبو صاف کیے بغیر مسجد میں نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا یہ چیزیں کچی پکی دونوں طرح کھانا درست ہیں صرف بدبو سے مسجد و مجلس کو بچائے اور صفائی حاصل کر کے آئے۔

فائدہ: بذل میں اس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر کسی بندے کو ایسا زخم، بیماری ہو یا ایسی دوائی استعمال کر رہا ہو جس سے بدبو و تعفن پھیلتا ہو تو اسے اجتماعی مجالس و مساجد میں نہ جانا چاہیے۔ اس سے اسلام میں صفائی کے اہتمام کا اندازہ بھی بخوبی ہوتا ہے اور معاشرت کی حدود بھی کہ لوگوں کی ادنیٰ سی تکلیف کو بھی برداشت نہیں کیا گیا بلکہ اسے کہا تم گھر میں بیٹھو جب تک بدبو ختم یا صاف نہ ہو جائے۔

حدیث ثالث: زِرّبن حبیش بکسر الزاء وتشدید الراء. حبیش یہ تصغیر ہے۔ **من تفل تجاه القبلة ای جهة القبلة.** بسمت قبلہ۔ اس میں قبلہ شریف کی عدم احترامی پر وعید ہے کہ قبلہ رخ بندہ مت تھوکے ورنہ قیامت کے دن رسوائی ہوگی۔ **جاء یوم القیامة.** اس بعد میں ہونے والے کام کو فعل ماضی سے تعبیر اس کے یقینی ہونے کی وجہ سے کیا جیسے **اتی امر الله فلا تستعجلوه.** (نحل ۱) اللہ کا امر آ کر رہے گا جلدی مت مچاؤ۔ اس سے بھی واضح ہوا کہ بول و براز اور قضائے حاجت کے وقت بھی احترام کریں بھلے صحراء میں ہوں یا بنیان میں۔ **من هذه البقلة الخبيثة ای الكريهة الرائحة.** بدبودار اور ناپسندیدہ۔ اس سے معلوم ہوا لفظ خبیث وخبیثہ صرف حرام کے لیے نہیں بلکہ کبھی کبھار طبعی ناگوار اور بدبودار چیز کے لیے بھی

بولا جاتا ہے۔ جیسا کہا جاتا ہے کسب الحجام خبیث. یہاں بھی حرام والا معنی نہیں۔ ثلاثًا. اس کا مفہوم یہ ہے کہ تین مرتبہ فرمایا یہ مطلب نہیں کہ تین راتیں مسجد کے قریب نہ آئے۔

حدیث رابع: من اکل من هذه الشجرة. اس شجرہ سے مراد لہسن، پیاز، گندنا، مولی وغیرہ ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شجرہ کا مصداق صرف تنے دار درخت نہیں کیونکہ ان چیزوں کا تنا نہیں ہوتا بلکہ مولی تو ہوتی بھی زمین کے اندر ہے۔ اس لیے یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ قصۂ آدم میں شجرۂ ممنوعہ کی تعیین گندم سے کی جاتی ہے حالانکہ گندم کا بھی تنا نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت اور اس حدیث میں شجرہ کا اطلاق تنے دار کے علاوہ پر کیا گیا ہے۔ فتأمل ولا تکسل.

المساجد. اس سے تعمیم حکم ہوئی تمام مساجد کے لیے کہ یہ حکم احتراز وعدم قرب کا کسی ایک مسجد کے ساتھ خاص نہیں سب کے لیے یکساں ہے۔ بلکہ عیدگاہیں، جنازہ گاہیں، جلسہ گاہ اور تقریبی مقامات بھی اس میں آئیں گے کیونکہ ان مواضع میں بھی اجتماع ہوتا ہے اور سب کو اذیت ہوگی۔ واللہ اعلم

خامس حدیث: ابو هلال. یہ ابو ہلال محمد بن سلیم راسبی ہیں۔ فاتیت مصلّی (ای المسجد) رسول الله ﷺ. یعنی میں مسجد نبوی میں آیا۔ قَدْ سبقت بر کعة. یہ فعل مجہول ہے کہ مجھ سے ایک رکعت سبقت کر چکی، نکل چکی۔ یعنی حضور ﷺ میرے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ حتی یذهب ریحها او ریحه. یہ راوی کو شک ہے۔ ضمیر مؤنث شجرہ کی طرف اور ضمیر مذکر الثوم کی طرف راجع ہوگی۔ فلما قضیت الصلوة. کیونکہ یہ مسبوق تھے اس لیے حضور ﷺ کے ساتھ سلام نہیں کیا بلکہ اپنی رہی ہوئی رکعت مکمل کر کے حاضر ہوئے۔ انا معصوب الصدر. میرے سینے پر بھوک کی شدت کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی تھی اور نہایہ میں ہے کہ شدید بھوک کے وقت ایسا کرتے بسا اوقات پٹی کے نیچے پتھر بھی باندھ لیتے لیکن سینے کا ذکر قابل نظر ہے کیونکہ اگر بھوک کی وجہ سے ہوتا تو بطن کا ذکر ہوتا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تم شدت جوع یا مرض کی وجہ سے کھا سکتے ہو یہ مطلب نہیں کہ مسجد میں بدبودار حالت میں آنے میں معذور ہو کہ اسی حالت میں آتے رہو۔ نہیں! کھا سکتے ہو لیکن مسجد میں صفائی کے بعد آؤ۔

حدیث سادس: قوة عن ابیه ای قرّة ابن ایاس. لا بدأ کلوهما. ضرور ہی تم نے اسے کھانا ہے۔ یہ اسم فاعل جمع سالم کا صیغہ ہے ایک نسخہ میں أکلیهما ہے۔ پہلا قیاس کے مطابق ہے کہ لائے نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ لا بدّ برائے تاکید أکلیهما کنتم. کی خبر۔ اس طرح کنتم کی خبر کلمۂ واحدہ ہوئی اور پہلی صورت میں جملہ خبر ہوگی۔ فأمیتوا هما ای ازیلو ارائحتهما. یعنی ان کی بدبو زائل کرو پکانے سے یا پھر کچا کھاؤ تو اچھی طرح مسواک کر دیا کوئی ایسی چیز چبالو جس سے اس کا اثر جاتا رہے یا الائچی منہ میں رکھ لو۔ البصل والثوم یہ هما ضمیر کا مرجع متعین کیا ہے۔

حدیث سابع: اس میں بھی پکے ہوئے کا ذکر ہے تاکہ بدبو اور تکلیف کا پہلو نہ رہے۔

قال ابو داوٗد شریك بن حنبل. یعنی سند میں جو شریک مذکور ہیں اس سے مراد شریک بن حنبل عبسی کوفی ہیں۔ ذکره ابن حبان فی الثقات. یہ گیارہواں قال ابوداؤد ہے۔ جس سے مقصود راوی کی تعیین وتعریف ہے۔

حدیث ثامن: اخر طعام اكله رسول الله طعام فيه بصل. آنحضرت ﷺ کیونکہ مرض کے آخری ایام میں دیگر ازواج مطہرات کی اجازت سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں رہے (آج تک آرام فرما ہیں اور قیامت تک رہیں گے) تو عیادت و خدمت کا آخری موقع اکثر انہیں کو ملا اگرچہ دیگر ازواج مطہرات بھی خدمت اقدس میں حاضر رہتیں۔ اس لیے آخری کھانے کا ذکر سیدہ عائشہؓ نے فرمایا۔

فائدہ: اس ترتیب اور اس حدیث کے آخر میں لانے سے امام موصوفؒ کی فہم وافر اور نظر غائر کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ اکثر پہلی روایات میں کریهة، خبيثة وغیرہ کے الفاظ تھے جن کی وجہ سے طبعاً وفطرۃً آدمی کو ان چیزوں سے نفرت وکراہت یقینی ہے آخر میں ایسی حدیث لائے جس کے اندر آنحضرت ﷺ کے بنفس نفیس تناول فرمانے کا ذکر صریح ہے جس سے طبیعت صاف ہوگئی اور تکدر دور ہوگیا اور یہی باب کا مقصد ہے بدبو سے بچو اور بچاؤ اور مزے سے کھاؤ۔

آخری بات: امت کے لیے لہسن کا حکم گذر چکا۔ آنحضرت ﷺ کے لیے اس کا کیا حکم ہے؟ اس میں ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لیے کراہت کا حکم تھا۔ بہرحال آنحضرت ﷺ کچے سے بچتے تھے۔

(۴۲) بَابٌ فِي التَّمْرِ

کھجور کھانے کا بیان

(۹۵) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ يَحْيٰى عَنْ يَزِيْدَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُوْسُفَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ.

''ہارون، عمر بن حفص، ان کے والد، محمد بن ابی یحییٰ، یزید اعور، حضرت یوسف بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر اس پر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ (کھجور) اس (روٹی) کا سالن ہے۔''

(۹۶) حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْتٌ لَا تَمْرَ فِيْهِ جِيَاعٌ أَهْلُهُ.

''ولید، مروان، سلیمان، ہشام بن عروہ، ان کے والد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں کھجور نہیں اس گھر کے لوگ بھوکے ہیں (ان کو آسودہ حالی حاصل نہیں ہے)''

تشریح: حدیث اول: فوضع عليها تمرة. یہ آنحضرت ﷺ کی تواضع اور قناعت وکفایت شعاری ہے کہ کھجور سے روٹی تناول فرمائی اور اسے سالن قرار دیا۔ اس سے کبھی کبھار کھجور کے ساتھ روٹی کھانا اور اس کا مسنون ہونا واضح ہے۔ کھجور مختلف قسموں اور ناموں سے موسوم ہے۔ تمرة سوکھی کھجور، چھوارہ۔ رطب تازہ کھجور۔ ''مذنب'' جو ایک سرے سے تھوڑی

سی پکی ہوئی ہو۔ بُسر کچی۔ نخل یہ ایسا درخت ہے جس کا ہر جزو کام میں آتا ہے مثلاً پھل کچا، پکا، تر، خشک ہر طرح کھایا جاتا ہے۔ خالی خوشہ سے جھاڑو دیا جاتا ہے۔ پتوں سے دستی پنکھے، چارپائیوں کا بان اور چٹائیاں، روٹی رکھنے کے چھابے اور طبق بنائے جاتے ہیں۔ شاخوں سے چھتیں بناتے ہیں تنے سے شہتیر بناتے ہیں اور نہروں پر پل بناتے ہیں، جمار کھائی جاتی ہے، چھلکے و چھال سے رسیاں بٹی جاتی ہیں، گٹھلیاں کوٹ کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہیں، پھر لذت و غذائیت سے بھرپور سہل الوصول اور پورے سال میسر ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اسے شجرۃ طیبۃ اور حدیث مبارکہ میں اس سے مؤمن کو تشبیہ دی گئی ہے۔ عبد بن حمیدؒ نے ربیع بن خثیم کے طریق سے روایت نقل کی ہے۔ **ليس للنفساء مثل الرطب ولا للمريض مثل العسل.** (فتح الباری ج۹ ص ۷۰۷) نفاس یعنی بچہ جننے والی عورت کے لیے تازہ و تر کھجور کے مثل کوئی مفید چیز نہیں اور مریض کے لیے شہد جیسی مفید چیز کوئی نہیں۔ عن یوسف بن عبداللہ بن سلام یہ یوسف مشہور صحابیٔ رسول عبداللہ بن سلام کے صاحبزادے ہیں امام بخاریؒ کہتے ہیں **له صحبة** یہ صحابی ہیں۔ ابو حاتمؒ کہتے ہیں **ليست له صحبة له رؤية** صحابیت ثابت نہیں صرف رؤیت ثابت ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں تولد ہو چکے تھے۔ عون و بذل میں یہ بھی ہے کہ جب یہ پیدا ہوئے تو آنحضرت ﷺ کے پاس لائے گئے آپ ﷺ نے اپنی گود میں بٹھایا اور یوسف نام رکھا اور سر پر دست شفقت پھیرا۔ **ومنهم من يقول: له رؤية ولا رواية.** علماء میں سے بعض نے کہا ہے کہ دیکھنا ثابت ہے حضور ﷺ سے روایت نہیں۔ **خذ كسرة اى قطعة** ٹکڑا یا جو کی روٹی سے۔ **هذه ادام هذه.** پہلے ہذہ کا مشارالیہ تمرۃ ہے اور دوسرے کا کسرۃ یعنی یہ کھجور اس روٹی کے ٹکڑے کا سالن ہے۔ **فالمراد به انها كالادام لما كان التمر طعاما مستقلا لا يطلق عليه كونه اداما الا مجازا.** (بذل) یعنی اس سے مراد سالن کی مثل ہے کیونکہ کھجور تابع اور سالن نہیں بلکہ مستقل غذا ہے مجازاً اس پر سالن کا اطلاق کیا جاتا ہے، کہ یہ سالن کی جگہ کام دیتی ہے لیکن اسے صرف سالن سمجھ کر روٹی کے تابع نہ کر دیں بلکہ اس کی اپنی منفرد حیثیت، غذائیت و افادیت ہے جبکہ سالن عموماً مستقل بغیر ملائے کسی دیگر شئی کے استعمال نہیں کیا جاتا۔

حدیث ثانی: **بيت لا تمر فيه جياع اهله.** (ترکیب) **بيت** اسم نکرہ موصوف، **لا** نفی جنس، **تمر** اس کا اسم **فيه،** ظرف مستقر اس کی خبر، یہ جملہ اسمیہ خبریہ صفت، **بيت** موصوف صفت سے ملکر مبتداء **جياع** اسم فاعل (جمع جائع عامل معتمد بر مبتداء) **اهله** مرکب اضافی **جياع** کا فاعل **جياع** اپنے فاعل، سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر **بيت** مبتداء اپنی خبر **جياع** سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

(۱) قاضی ابوبکر بن العربیؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کھجور مکمل غذاء ہے جب گھر اس سے خالی ہو گیا تو یوں سمجھئے کہ اہل بلا قوت و روزینہ رہ گئے تو انہیں بھوکا کہا۔ کیونکہ اہل مدینہ میں اکثریت کا گذر بسر کھجور یا اس کی آمدنی پر تھا اور ایسے ہی وہ شہر و علاقے جہاں کھجور بکثرت پائی جاتی ہے تو وہاں بھی یہی زیادہ استعمال ہوتی ہے اور کوئی مہمان آئے تو اس کی تواضع اکثر اولاً کھجور سے کی جاتی ہے۔ تو جو چیز جہاں کی پیداوار ہے وہی اس سے محروم ہوں اور ان کے گھر اس سے خالی ہوں تو یقیناً بھوکے ہوئے جب اپنی ہی پیداوار پاس نہیں تو باہر کی بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔

(۲) شارح مشکوۃ طیبیؒ کہتے ہیں اس میں قناعت کی تعلیم ہے کہ کھجور کے بغیر بھوکے ہیں کھجور ہوتے ہوئے کوئی بھوک وفکر نہیں اسی پر قناعت کریں هل من مزید کا تو علاج ہی نہیں۔

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کھجور کی فضیلت و برکت بیان کرنا مقصود ہے کہ گھر میں کھجور ہونی چاہیے جس گھر میں کھجور نہیں وہ تو بھوکے ہیں یعنی کھجور ہونی چاہیے عرب کا اسی پر شدت سے عمل ہے کہ ان کے گھر میں کھجور بہر حال ہوگی۔ بذل میں اس میں توسیع دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ ہر شہر والوں کے لیے ان کی اپنی پیداوار کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ ان کے پاس موجود ہو۔ جو اکثر ان کے ہاں پیدا ہوتی ہوتا کہ اپنی اور اپنے شہر و ملک کی چیز سے محروم نہ ہوں۔

(۴۳) بَابٌ فِيْ تَفْتِيْشِ التَّمْرِ عِنْدَ الْاَكْلِ

کھجور کھاتے وقت کھجور کو دیکھنا اور اس کو صاف کرتے جانا

(۹۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ أَبُوْ قُتَيْبَةَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ عَتِيْقٍ فَجَعَلَ يُفَتِّشُهُ يُخْرِجُ السُّوْسَ مِنْهُ

''محمد بن عمرو بن جبلہ، سلم بن قتیبہ، ہمام، اسحٰق بن عبداللہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس پرانی کھجوریں آئیں تو آپ ﷺ نے اسے اچھی طرح دیکھنا شروع کیا اور کیڑے نکال کر پھینک دیئے۔''

(۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالتَّمْرِ فِيْهِ دُوْدٌ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

''محمد بن کثیر، ہمام، اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیڑا لگی ہوئی کھجوریں پیش ہوتی تھیں پھر حدیث کو اسی طرح بیان کیا۔''

تشریح: حدیث اول: اتی النبی بتمر عتیق. یہ فعل مجہول ہے۔ لائی گئی پرانی کھجوریں۔ یخرج السوس ای الدود آنحضرت ﷺ اس سے کیڑے نکال رہے تھے تا کہ صاف کر کے کھائیں۔

(۱) اس سے پہلی بات یہ واضح ہوئی کہ اگر کسی پھل یا غلہ وغیرہ میں کیڑے پڑ جائیں تو اس سے اسے نجس اور حرام نہیں کہا جائے گا۔

(۲) دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ پھلوں وغیرہ کے کیڑے کھانا جائز نہیں کیونکہ کیڑے خبائث میں سے ہیں اور ویحرم علیهم الخبائث میں انہیں حرام قرار دیا گیا ہے۔

حدیث ثانی: اس میں مضارع مجہول کا صیغہ ہے اور فیہ دود میں کیڑوں کی صراحت ہے۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اگر پرانی کھجوریں سامنے آئیں تو صاف کر لینی چاہئیں یا کم از کم ایک آدھ چیک کر کے یقین حاصل کر لیا جائے کہ کیڑے تو نہیں

ہمارے دیار میں آج کل چھوارے میں اکثر یہ شکایت ہوتی ہے۔

سوال: اس حدیث پر ایک دوسری روایت سے اشکال وارد ہوتا ہے۔ **روی الطبرانی عن ابن عمرؓ مرفوعا: نهی النبی ﷺ ان یفتش التمر عمّا فیه.** (بذل دعون) نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ کھجور میں خواہ مخواہ چھان بین کریں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کھجوریں دو طرح کی ہیں۔(۱) تازہ اور صاف ستھری (۲) پرانی اور ملی جلی۔ ان دو حدیثوں میں ان دونوں قسم کی کھجوروں کے الگ حکم بیان ہوئے، کھجور اگر قسم اول کی ہے تو پھر وسوسے اور تردد میں پڑنے کی حاجت نہیں بلا تفتیش اطمینان سے کھائیں۔ اگر کھجور قسم دوم سے ہے اور اندیشہ ہے کہ اس میں کچھ ہوگا تو پھر حدیث باب پر عمل کریں، چھان بین کر کے تناول کریں کہیں کیڑوں پر دانت ظلم نہ کریں۔ دو حدیثوں سے دو قسموں کے منفرد حکم معلوم ہوئے تعارض نہیں۔ یاد رہے کہ اگر کھجور یا کسی پھل میں کیڑوں کے وجود کا گمان غالب ہو تو بلا جھجک کھانا جائز نہیں کیونکہ کیڑے حرام ہیں۔ ہاں اگر صرف وسوسہ کی حد تک ہو تو پھر کھانا درست ہے، اگر کیڑوں کے وجود کا کھجور یا دیگر پھلوں میں یقین ہو تو پھر صاف کئے بغیر کھانا مطلقاً منع ہے۔

تنبیہ: اس سوال کا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث باب میں بیان جواز ہے کہ کیڑے صاف کرنا جائز ہے اور نہی تنزیہی ہے **هذا الجواب لیس بسدید.** یہ جواب اس لیے درست نہیں کیونکہ کیڑے کھانا جائز ہی نہیں تو پھر تنزیہی کا کیا حاصل؟ وہی بات واضح ہے کہ ان میں الگ حکم مذکور ہوا ہے۔

فائدہ: بذل کے حاشیہ میں اس پر تفسیر عزیزی کی عبارت سے سوال اٹھایا گیا ہے **من تفسیر العزیزی فی سورة البقرة: انه یجوز اکل الدید ان فی التمر تبعا ولا یجوز اکلها بعد الخروج اصالة.** کیڑے کھجور کے ساتھ کھانا تو تبعا جائز ہے اور الگ کیڑے کا کھانا بالکل جائز نہیں۔ اس کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ کھجور میں کیڑے کے وجود کا پتہ نہ ہو اور کھجور چبا کر کھالی تو جائز ہے **فی التمر** کا یہی حاصل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ کیڑا چلا تا رہے اور کھانے والا کہے اب چپ رہو تم بھی تو ل میں آئے ہو۔ صاحب حیوٰۃ الحیوان دمیری شافعیؒ نے پھلوں کے کیڑوں کے متعلق تین صورتیں لکھیں ہیں۔

(۱) پھل جس میں کیڑا پیدا ہوا (مثلاً جام امرود) اس کے ساتھ کھایا جائے یہ درست ہے اور تنہا کھانا درست نہیں۔

(۲) دوسری صورت عدم جواز کی ہے کہ کیڑے نہیں کھا سکتے بھلے پھل کے ساتھ ہوں یا علیحدہ۔

(۳) دونوں صورتوں میں کھایا جا سکتا ہے الگ بھی اور پھل کے ساتھ بھی (حیوٰۃ الحیوان ۲/ ۸۵) علامہ دمیریؒ نے کہا ہے **یحرم اکل الدود بجمیع انواعه لانه مستخبث الا ماتولد من ماکول وایضا یحرم اکل السوس منفردا لانه دود.** تمام کیڑے خبائث میں سے ہونے کی وجہ سے کھانا حرام ہیں جو ماکولات میں ہوں اور یہ بھی کہ سوس پھلوں کے کیڑے کھانا حرام ہیں کیونکہ یہ کیڑے ہیں۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ کیڑے حرام ہیں ان کا کھانا بالکل درست نہیں اگر کبھی پھل یا کھجور، چھوارے کے ساتھ انجانے میں کھالیا تو گناہ گار نہ ہوں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے میں احتیاط رکھیں اور صاف کر کے کھائیں بلا وجہ وسوسے میں پڑنا اگر چہ

درست نہیں۔ اصح قول یہی ہے وہ مطعومات سے با آسانی الگ ہو سکیں یا مشکل سے۔

(۴۴) بَابُ الْاِقْرَانِ فِي التَّمْرِ عِنْدَ الْاَكْلِ

ایک مرتبہ میں دو دو تین تین کھجوروں سے ملا کر کھانا

(۹۹) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِىْ اِسْحٰقَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْاِقْرَانِ اِلَّا اَنْ تَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَكَ.

''واصل، ابن فضیل، ابواسحٰق، جبلہ بن سحیم، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو کھجوریں کھانے سے منع فرمایا مگر جبکہ تم اپنے ساتھی سے اجازت مانگ لو۔''

تشریح: حدیث اول: نهى رسول الله ﷺ عن الاقران. اقران یہ باب افعال کا مصدر ہے بمعنی ملانا، جوڑنا قرین ساتھی اسی سے ہے۔ یہاں معنی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو تین یا کئی کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا۔

کھجور کھانے کی صورتیں: (۱) چند آدمی مل کر کھائیں اور کھجور باہم مشترک ہیں کہ سب نے پیسے ملا کر خریدیں یا سب کو برابر برابر حصے کے طور پر ملیں پھر اکٹھے بیٹھ کر کھا رہے ہوں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کھجوریں ذاتی ہیں اور خود کھا رہا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ کسی کے ہاں مہمان ہیں اور میزبان نے کھجوریں پیش کیں اب چند مہمان مل کر کھا رہے ہوں۔

حکم: پہلی صورت میں دوسرے شرکاء کی اجازت صراحۃً یا اشارۃً کے بغیر دو دو ملا کر کھانا ناجائز ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دو دو ملا کر کھانے میں دوسروں کا حق سمیٹنے والی بات ہے حالانکہ ایسا کرنا شریعت میں قبیح اور قابل مؤاخذہ جرم ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دو دو ملا کر کھانے میں حرص ٹپکتا ہے جو بری عادات میں سے ہے۔ اس لیے دو دو ملا کر کھجور کھانے سے منع فرمایا۔

دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ ایک یا دو دو بہر صورت کھانا جائز ہے اس لیے کہ اس میں حق تلفی نہیں لیکن کھانے کا انداز ایسا ہو جس سے طبعی حرص نہ ٹپک رہا ہو بلکہ طبیعت و عادت کی وجہ سے کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ دو دو ملا کر کھانا مروت و آداب کے خلاف ہے کیونکہ میزبان کی طرف سے ہر مہمان کو سیر ہو کر کھانے کی اجازت ہے اور یہ ظاہر ہے ایک ایک لیں یا دو دو پیٹ میں تو اتنی ہی جائیں گی جتنی گنجائش ہے اس لیے اس میں حق تلفی تو نہیں بے مروتی ہے جو قابل اجتناب ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کھائے پیٹ بھر کر مگر حرص و حق تلفی قریب نہ آنے پائے ورنہ ایک ایک کھائے۔

نوویؒ نے یہ بھی تصریح کی کہ کسی کام یا عذر کی وجہ سے جلدی جلدی دو دو کھانے میں مضائقہ نہیں۔ فتح الباری میں ہے کہ امام محمدؒ اس حکم کو منسوخ کہتے ہیں اور ناسخ مسند بزار کی ایک روایت ہے جس میں ہے كنت نهيتكم عن القران وانّ الله

وسع علیکم فاقرنوا. میں نے تمہیں کھجوریں دو دو ملا کر کھانے سے منع کیا تھا یقیناً اللہ تعالیٰ نے اب تم پر فراخی فرمادی ہے اب دو دو ملاؤ اور کھاؤ۔ اس سے دوسری علت نہی معلوم ہوئی کہ یہ حکم قلت کی وجہ سے تھا اب وسعت کے بعد اجازت دے دی لیکن یہ اجازت حق تلفی کی صورت میں نہ ہوگی۔ یہ حدیث طبرانی نے بھی روایت کی ہے۔ (عون) الا ان تستأذن اصحابلث. ہاں ساتھی اگر اجازت دے دیں تو پھر کوئی حرج نہیں، ہر ایک اپنی مرضی سے کھا سکتا ہے۔ شعبہؒ کہتے ہیں کہ الا کے بعد والا جملہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے۔ اور یہ ابن عمرؓ کا قول ہے۔

فائدہ: حدیث باب میں آداب معاشرت و مروت کی اصل ہے کہ آپ اس انداز سے کھائیں کہ شرکاء کی حق تلفی، ایذاء رسانی نہ ہو اور یہ حکم کھجور میں منحصر نہیں بلکہ تمام ماکولات کے لیے کھجور کا ذکر تو اس وقت کی عام روزی اور مدینہ منورہ کے لحاظ سے ہے کہ وہاں کھجور بکثرت ہیں۔ تمام چیزوں کو یہ حکم لاگو ہوگا اگر عددی ہے تو تعداد میں دیگر احباب و شرکاء سے نہ بڑھے اور اگر عام غذائیں تو پھر مقدار میں ان سے نہ بڑھے مثلاً روٹی کا نوالہ معتاد انداز سے کریں کہ حریص و لالچی نہ بنیں اور ترتیب و آداب اور دعاؤں کے اہتمام کے ساتھ انہیں کھانا سکھائیں پوری زندگی امن سے گذری گی۔ نیک نام اور اچھا انجام ہوگا۔

(۴۵) بَابٌ فِي الْجَمْعِ بَيْنَ اللَّوْنَيْنِ فِي الْأَكْلِ

دو طرح کے کھانوں کو ملا کر کھانا

(۱۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ.

"حفص بن عمر، ابراہیم بن سعد، ان کے والد، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تر کھجور کے ساتھ ملا کر تناول فرماتے تھے۔"

(۱۰۱) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ نَصِيرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا.

"سعید، ابو اسامہ، ہشام بن عروہ، ان کے والد، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو آدھے تر کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم کھجور کی گرمی کو تربوز کی ٹھنڈک سے اور تربوز کی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی سے توڑتے ہیں۔"

(۱۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مَزْيَدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنِ ابْنَيْ بُسْرٍ السُّلَمِيَّيْنِ قَالَا دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَدَّمْنَا زُبْدًا وَتَمْرًا وَكَانَ يُحِبُّ الزُّبْدَ وَالتَّمْرَ.

"محمد بن وزیر، ولید، حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ سلیم بن عامر، بسر کے دو صاحبزادوں نے جو کہ سلمی کے تھے بیان کیا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مکھن اور کھجوریں پیش کیں اور آپ ﷺ کو مکھن اور کھجور بہت پسندیدہ تھا۔“

تشریح: سابقہ باب میں ایک ہی جنس کھجور دو دو ملا کر کھانے کا حکم بیان فرمایا، اب مختلف پھلوں اور دیگر اشیاء خورد نوش کو ملا کر کھانے کا تذکرہ ہے۔ جس سے دستر خوان پر وسعت اور متعدد چیزوں کے کھانے کا ذکر ہے اور کثرت مطاعم کی اباحت کا ذکر ہے۔ بشرطیکہ اسراف وضیاع نہ ہو اور نام ونمود مقصود نہ ہو۔

حدیث اول: **یأکل القثاء بالرطب. قثاء بکسر القاف ویقال بضم القاف.** ککڑی جو کھیرے کی طرح سلاد کے طور پر کھائی جاتی ہے یہ کھیرے سے قدرے پتلی اور لمبی ہوتی ہے عموماً مثل کمان کے ہوتی ہے۔ رطب تر وتازہ کھجور۔ **کمامر** ان کو ملا کر کھانے کی علت وحکمت اگلی حدیث میں مذکور ہے۔ جس سے قثاء کے لیے بھی سبب معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹھنڈی تاثیر والی اشیاء میں شمار ہوتی ہے اسی طرح دوسرا لفظ خیار اس کا معنی کھیرا ہے **(مصباح اللغات وقاموس الوحید)** کبھی لفظ قثاء کھیرے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان کے الفاظ میں فرق ہے تاثیر میں فرق نہیں۔ عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے: **رأیت النبی ﷺ فی یمینه قثاء وفی شماله رطبا وهو یأکل من ذامرّة ومن ذامرة.** میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ میں ککڑی اور بائیں ہاتھ میں تر کھجور تھی ایک دفعہ اس سے کھاتے ایک مرتبہ اس سے۔

حدیث ثانی: **یأکل البطیخ ویقال الطبیخ لغة.** بطیخ کا معنی عون میں تربوز کیا گیا ہے اور بذل میں خربوزہ چنانچہ لکھتے ہیں **قال بعض العلماء المراد بالبطیخ الاخضر واعتلّ بان فی الاصفر حرارة کما فی الرطب.** بعض علماء نے کہا کہ بطیخ سے مراد ہرا (تربوز) ہے اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ اصفر پیلے (خربوزے) میں تو گرمی ہوتی ہے جیسے کھجور میں۔ اگر بطیخ کا مصداق بھی خربوزہ ہو تو گرم سے گرم ملا تو ہو گیا گرما گرم، حالانکہ حدیث پاک میں جو علت وارد ہے وہ یہ ہے کہ تربوز ٹھنڈا اور کھجور گرم ہے ان کے ملانے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ طبرانی میں حضرت انسؓ سے ہے **کان یأخذ الرطب بیمینه والبطیخ بیسارہ فیأکل الرطب بالبطیخ وکانت احبّ الفاکهة الیه.** آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے کھجور اور بائیں میں تربوز لیتے اور ملا کر کھاتے پھلوں میں سے یہ آپ ﷺ کو بہت پسند تھا۔

ابن حجرؒ نے کہا کہ بطیخ سے مراد اصفر پیلا خربوزہ ہے کیونکہ دوسری ایک حدیث میں خِربِز کا لفظ وارد ہے پھر یہ بھی کہ دیار عرب وحجاز مقدس مین خربوزہ بکثرت پایا جاتا ہی بخلاف اخضر کے۔ خِربِز والی حدیث یہ ہے **عن انسؓ رأیت رسول الله ﷺ یجمع بین الرطب والخربز.** (نسائی بحوالہ عون) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ تر کھجور اور خربوزہ ملا کر تناول فرما رہے تھے۔ لیکن راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ بطیخ کا معنی تربوز ہو کیونکہ حدیث باب میں وارد شدہ علت اس پر بلا تردد واشکال منطبق ہوتی ہے۔ باقی ابن حجرؒ نے جو حدیث پیش کی ہے تو اس میں کوئی بعد وحرج نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تربوز اور خربوزہ دونوں تناول فرمائے ہوں اور حضرت انسؓ نے خربوزہ کھاتے وقت دیکھا اسے نقل کیا جو تربوزہ کی نفی کو ہرگز مستلزم نہیں، اور تربوز کا ٹھنڈی تاثیر والا ہونا مسلم عندالاطباء ہے۔ اور خربوزے کا گرم اثر والا ہونا عندالعوام

متعارف ومجرب ہے۔ مترجمین ابوداؤد نے بھی بطیخ کا معنی تربوز ہی کیا ہے۔ بذل کے حاشیہ میں اس اختلاف کے نقل کرنے کے بعد آخری عبارت یہ ہے وانت خبیر وفی الحاشیة عن ابن القیم المراد به الاخضر وھو بارد رطب. حاشیہ میں ابن قیمؒ سے منقول ہے کہ اس سے مراد ہرا تربوز ہے اور وہ تازہ کھجور کو ٹھنڈا کرنے والا ہے۔

حدیث ثالث: عن ابنی بسر. بسر کے دو بیٹے عبداللہ اور عطیہ سلمی مراد ہیں۔ فقد منا زبدا و تمرا. زبد قفل کے وزن پر ہے زبدہ مکھن، مسکہ۔ آنحضرت ﷺ ان کے امتزاج کو بھی پسند کرتے تھے کیونکہ مکھن ٹھنڈی تاثیر والا کھجور کے ساتھ معتدل بھی ہوتا ہے اور مزہ بھی دیتا ہے۔

فائدہ: اس سے پہلے بات یہ معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ نعمتوں کو ملا کر بیک وقت متعدد چیزیں کھانا کوئی قبیح یا قابل مؤاخذہ نہیں۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ غذا معتدل اپنائی جائے تاکہ ڈاکٹر بھی آرام کر سکیں، ایک دم بالکل گرم یا پھر بالکل ہی ٹھنڈی غذائیں استعمال نہ کی جائیں، کیونکہ اسی غذائی اور موسمی بے اعتدالی کا نتیجہ ہے کہ مریضوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے اور یہ احتیاط توکل کے خلاف نہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اس چیز کی کوئی افادیت یا تاثیر مفیدہ یا مضرہ یقیناً معلوم ہو تو ذکر کرنا درست ہے رجماً بالغیب نہ ہو کہ نیم حکیم خطرۂ جان اور اس سے اشد تر ہے نیم ملا خطرۂ ایمان۔ غذائیں مأکولات ومشروبات حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر رکھ کر استعمال کریں پھر نتیجہ رب تعالیٰ پر۔

ابن حجرؒ نے ایک حدیث نقل کر کے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو ایک برتن میں دودھ اور شہد ملا کر دیئے گئے تو آپ ﷺ نے تناول نہ فرمایا بلکہ یوں فرمایا أدمان فی اناء؟ لآکله ولا احرّمه. آپ ﷺ نے تعجب کیا کہ دو سالن شہد دودھ ملا دیئے میں حرام بھی نہیں کہتا اور کھاتا بھی نہیں۔ شاید کوئی اس سے دو چیزوں کے ملانے کو ممنوع سمجھے اس کا جواب دیا یہ حدیث ایک مجہول راوی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (فتح الباری ۹/۷۱۵)

(۴۶) بَابٌ فِی اسْتِعْمَالِ اٰنِیَةِ اَهْلِ الْکِتٰبِ!

اہل کتاب کے برتنوں کے استعمال کا بیان

(۱۰۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰی وَإِسْمٰعِیْلُ عَنْ بُرْدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ کُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَنُصِیْبُ مِنْ آنِیَةِ الْمُشْرِکِیْنَ وَأَسْقِیَتِهِمْ.

''عثمان بن ابی شیبہ' عبدالاعلیٰ' برد بن سنان' عطاء' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر جہاد کرتے تھے اور ہم لوگوں کو مشرکین کے برتن ملتے تھے تو ہم ان برتنوں سے (پانی وغیرہ) پیا کرتے تھے اور اپنے استعمال میں لاتے تھے تو آنحضرت ﷺ اس پر کوئی اعتراض نہیں فرماتے تھے۔''

(۱۰۴) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَیْبٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ عَنْ أَبِی عُبَیْدِ اللّٰهِ مُسْلِمِ بْنِ

مِشْكَمٍ عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا نُجَاوِرُ أَهْلَ الْكِتَابِ وَهُمْ يَطْبَخُوْنَ فِيْ قُدُوْرِهِمُ الْخِنْزِيْرَ وَيَشْرَبُوْنَ فِيْ آنِيَتِهِمُ الْخَمْرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَكُلُوْا فِيْهَا وَاشْرَبُوْا وَإِنْ لَمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَارْحَضُوْهَا بِالْمَاءِ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا.

''نصر بن عاصم محمد بن شعیب عبداللہ بن علاء ابوعبیداللہ حضرت ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم لوگ اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں اور وہ لوگ اپنی ہانڈیوں میں خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں کو ان کے علاوہ دوسرے برتن مل جائیں تو ان برتنوں میں کھاؤ پیو۔ اور ان کے علاوہ دوسرے برتن نہ ملیں تو تم ان برتنوں کو پانی میں دھولو (پاک کرلو) پھر ان برتنوں میں کھاؤ پیو۔''

تشریح: کفار کے برتنوں کی چند صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر معلوم ہے کہ کافر خنزیر و مردار پکاتے ہیں، شراب پیتے ہیں تو ایسے برتن بغیر مانجے و دھوئے اور صاف کئے استعمال نہیں کر سکتے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ وہ کافر ایسے ہیں جو ناپاک چیزیں استعمال کرتے ہیں اور اسے قابل تعریف گردانتے ہیں جیسے مجوس و ہنود گائے کے پیشاب سے برتن دھونے کو اچھا سمجھتے اور کرتے ہیں تو ان کا حکم بھی پہلے سے مختلف نہیں۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ کفار کے ایسے برتن جن میں وہ اپنی سوکھی چیزیں مثلاً آٹا، چینی وغیرہ رکھتے ہیں اور عموماً ان کے متعلق نجس ہونے کا تاثر نہیں تو ان کا استعمال بغیر دھوئے بھی درست ہے۔

چوتھی صورت: یہ ہے کہ کفار اہل کتاب ہوں بشرطیکہ اپنی مذہبی تعلیمات پر کاربند ہوں، تو ان کے برتن استعمال میں لانا درست ہے لیکن یاد رہے کہ یہ حکم موجودہ یہود و نصاریٰ کا نہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ صاحب کمالین کہتے ہیں آج کل عیسائیوں اور یہودیوں کی اکثریت اہل کتاب نہیں کیونکہ آج کل اکثر یہودی و عیسائی برائے نام ہی اہل کتاب ہیں ان کا ذبیحہ اور نکاح اصلی کتاب جیسا نہیں سمجھا جائے گا۔ (کمالین ۲/۳۴) پہلی حدیث میں رخصت اور روک ٹوک نہ ہونا چوتھی صورت کے لیے ہے اور دوسری حدیث میں باقی صورتوں کی قیود اور حکم ہے۔ سفر ہجرت میں ام معبد کے برتن میں دودھ پینا بھی دلیل ہے کفار کے برتن استعمال کرنے کی **وكثير من الواقعات.**

حدیث اول: فلا يعيب. صحابہؓ کہتے ہیں ہم مال غنیمت میں کفار کے برتن پاتے اور انہیں بلا جھجک استعمال کرتے آپ ﷺ ہمیں منع نہ فرماتے۔ علامہ خطابیؒ کہتے ہیں اس حدیث سے مشرکین کے برتن بلا غسل و صفائی کے استعمال کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور یہ حکم اباحت مفید ہے اگلی حدیث کی قیودات کے ساتھ۔

حدیث ثانی: ان وجدتم غيرها فكلوا فيها. اس سے معلوم ہوا کہ جس حد تک ان کے نحوست بھرے برتنوں سے بچ سکیں بچنا چاہیے۔ بوقت ضرورت بقدر ضرورت صاف کر کے استعمال کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: اس سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کہ ہمارے دیار میں ایک ادارے یا کارخانے میں مسلمانوں کے ساتھ عیسائی، یہودی اور

دیگر غیر مسلم کام کرتے ہیں، اور کارخانے میں اکثر ایک کولر اور ایک گلاس ہوتا ہے، جس سے سب پانی پیتے ہیں ایسے میں مسلمان کیا کریں تو حکم یہی ہے کہ اگر کافر نے استعمال نہیں کیا پھر تو مسلمان کے لیے درست ہے، اگر اسے کافر نے استعمال کیا ہے تو پھر دھوئے بغیر نہیں۔ واللہ اعلم

(۴۷) بَابٌ فِيْ دَوَابِّ الْبَحْرِ

سمندری جانور کے بارے میں احکام

(۱۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَمَّرَ عَلَيْنَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ نَتَلَقّٰى عِيْرًا لِقُرَيْشٍ وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ نَجِدْ لَهُ غَيْرَهُ فَكَانَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً كُنَّا نَمُصُّهَا كَمَا يَمُصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا إِلَى اللَّيْلِ وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهُ بِالْمَاءِ فَنَأْكُلُهُ وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ فَأَتَيْنَاهُ فَإِذَا هُوَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ فَقَالَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ مَيْتَةٌ وَلَا تَحِلُّ لَنَا ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ فَكُلُوْا فَأَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا فَلَمَّا قَدِمْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ هُوَ رِزْقٌ أَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا مِنْهُ فَأَرْسَلْنَا مِنْهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

''عبداللہ بن محمد، زہیر، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو قریش کا ایک قافلہ پکڑنے کے لئے ہم لوگوں پر امیر بنا کر روانہ فرمایا اور آپ نے کھجور کا ایک تھیلہ راستہ کے توشہ کے لئے ساتھ میں دیا اور ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ہمیں کھجور کا ایک ایک دانہ دیتے ہم اس کو اس طریقہ سے چوستے تھے کہ جس طرح کوئی بچہ چوستا ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ پانی پی لیا کرتے وہ ہمارے لئے پورے دن اور رات کے لئے کافی ہوتا اور ہم لوگ اپنی لکڑیوں سے درخت کے پتے جھاڑتے تھے اور پھر اس کو پانی میں بھگو کر کھایا کرتے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ سمندر کے کنارے پر پہنچے تو ہم لوگوں کو ریت کا ایک بڑا ٹیلے جیسا محسوس ہوا جب ہم لوگ اس کے نزدیک آئے تو (درحقیقت) ایک جانور تھا جس کو کہ عنبرہ کہا جاتا ہے (وہ ایک قسم کی مچھلی ہوتی ہے کہ جس کی کھال سے ڈھال تیار کی جاتی ہے) ابوعبیدہ نے کہا یہ تو مردار ہے اور ہمارے لئے حلال نہیں ہے پھر انہوں نے کہا نہیں، ہم لوگ آپ کے فرستادہ ہیں اور راہِ الٰہی میں نکلے ہیں اور تم سخت مجبور ہو گئے ہو تو اس کو کھاؤ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہم لوگ وہاں پر ایک مہینہ تک قیام پذیر رہے اور ہم تین سو افراد تھے سب اسی کو کھاتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ فربہ ہو گئے۔ جب ہم لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وہ رزق تھا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے سمندر سے نکالا، اب تمہارے پاس کچھ گوشت باقی ہے تو ہمیں بھی اس سے کھلاؤ تو ہم نے آپ ﷺ کی خدمت میں اس کا گوشت بھیجا۔''

سمندری جانداروں کی تفصیل اور حکم:

تشریح: سمندری جانوروں کی مختلف اقسام، متعدد نام، متفرق خواص اور منفرد احکام ہیں:

(۱) مچھلی (۲) مینڈک (۳) کچھوا

مچھلی کا حکم: مچھلی باجماع اہل علم حلال ہے اور بغیر ذبح کے کھانا درست ہے کسی مسلمان نے شکار کیا ہو یا کافر مجوسی وغیرہ نے۔

باقی مائی جانوروں کا حکم: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں۔ شوافع نے اس حکم سے مینڈک کو مستثنیٰ کیا ہے۔

ایک قول میں شوافع نے تمساح مگر مچھ اور سلحفات کچھوے کو مستثنیٰ کیا ہے۔ (اشرف التوضیح)۔ مالکیہ نے بحری انسان، بحری کتا، بحری خنزیر کو مستثنیٰ کیا ہے۔ حنابلہ نے علی الاطلاق سمندری جانوروں کو حلال کہا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف مچھلی حلال ہے باقی تمام سمندری جانور حرام ہیں۔

تمہید: حلال وحرام کے متعلق بنیادی طور پر یہ آیات واحادیث ہیں۔

(۱) **قل لا اجد فیما اوحی. الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس او فسقا احل لغیر الله به.** (۱۴۵) آپ ﷺ کہہ دیجئے میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی کی گئی کھانے والوں پر حرام سوائے مردار، دم مسفوح اور خنزیر کے سو، یقیناً یہ ناپاک ہیں یا نافرمانی میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے۔

(۲) **احلّ لکم صید البحر وطعامه متاعالکم وللسیّارة.** (مائدہ ۹۶) تمہارے لیے سمندری شکار حلال کیا گیا اور اس کا کھانا تمہارے لیے سامان ہے اور قافلے کے لیے۔

(۳) **ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث.** (اعراف: ۱۵۷) ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور ان پر خبیث چیزیں حرام ہیں۔

(۴) **نهی رسول الله ﷺ عن اکل کل ذی ناب من السبع وعن کل ذی مخلب من الطیر.** (ابوداؤد ۳۳ باب ماجاء فی اکل السباع) نبی کریم ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں کے کھانے سے منع کیا ہے۔ نصوص بالا حلت وحرمت کے لیے بنیاد ہیں اور انہیں پر مسالک ائمہ کا انحصار واستدلال ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل: (۱) **احل لکم صید البحر.** تمہید میں ذکر کردہ دوسری آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ سمندر کا شکار تمہارے لیے حلال ہے۔ جب شکار حلال ہے تو سمندر میں جو کچھ ہے وہ بھی حلال ہے۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے دراصل دو چیزیں ہیں۔ (۱) سمندری شکار کرنا۔ (۲) سمندری جانوروں کو کھانا۔ آیت بالا سے اتنا ثابت ہے کہ تمہارے لیے سمندری شکار حلال ہے، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جو کچھ شکار کیا جاتا ہے اور سمندر میں ہے وہ

سب کیڑے مکوڑے، سانپ وغیرہ حلال ہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ائمہ ثلاثہ بھی تو مینڈک اور بعض دیگر چیزوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، حالانکہ صید البحر میں تو وہ بھی ہیں ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ صید البحر میں اضافت استغراقی نہیں۔

(۲) **هو الطهور ماء ه والحل ميته.** (ابوداؤد باب الوضوء بماء البحر) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ ہم سمندری سفر کرتے ہیں ہمارے پاس بھرا ہوا میٹھا پانی کم ہوتا ہے اگر وضو کریں تو پیاسے رہیں اگر ہم وضو سمندر کے پانی سے کریں تو کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا میتہ حلال ہے۔ اس میں بھی مطلق ہے کہ سمندری میتہ حلال ہے۔

جواب: آنحضرت ﷺ نے سائل کو پانی کے متعلق جواب کے ساتھ غذا کے لیے بھی جواب دے دیا کیونکہ اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کرنا دشوار ہے کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں کیونکہ میتہ میں اضافت استغراقی نہیں بلکہ معہود ہے اور اس کی تعیین وتصریح دوسری حدیث میں موجود ہے۔ **احلت لنا ميتتان ودمان فاما الميتتان فالجراد والحوت واما الدمان فالطحال والكبد.** (ابن ماجه كتاب الاطعمة باب الكبد والطحال) ہمارے لیے دو میتے اور دو خون حلال کیے گئے میتتان سے مراد ٹڈی اور مچھلی ہے اور دمان سے مراد تلی اور جگر ہے۔ اب الحل میتہ کی مراد صریح حدیث سے متعین ہوگئی کہ اس کا مصداق مچھلی ہی ہے۔

(۳) **كل شيء في البحر مذبوح.** (بخاری ۲ باب قوله تعالى احل لكم صيد البحر) سمندر میں جو کچھ ہے ذبح شدہ ہے اور **ما من دابة في البحر الا ذكّاها الله لبني أدم.** (دار قطني ج ٤ باب الصيد والذبائح) سمندر میں جو بھی جانور ہے تحقیق اللہ تعالیٰ نے اسے اولاد آدم کے لیے پاک وذبح کیا ہے۔ یہ روایتیں بھی تعمیم کے لیے ہیں۔

جواب: اس کا جواب سنن دارقطنی کے اسی باب اور صفحہ میں ان الفاظ کے اندر موجود ہے۔ **ان الله تعالى قد ذبح كل نون في البحر لبني أدم.** (حوالۂ بالا) بیشک اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے لیے ہر مچھلی کو ذبح کر دیا ہے۔ یہ حدیث پہلی تعمیم والی دونوں حدیثوں کے لیے مبین اور مخصص ہوگئی کہ **ما من دابة في البحر** سے مراد **كل نون** ہے اور نون مچھلی ہی کو کہتے ہیں چنانچہ یونس علیہ السلام کے قصے میں ہے **وذاالنون اذ ذهب مغاضبا** (انبياء ۸۷) لفظ نون کا معنی تمام مفسرین کے نزدیک مچھلی ہے۔ جیسے میتتان سے تعیین ہوگئی تھی مذبوح لبنی آدم کی بھی تعیین ہوگئی، پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ بالکل تعمیم کلی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بھی نہیں اس لیے اس کا صحیح محمل مچھلی ہے۔

احناف کے دلائل: (۱) **احلت لنا ميتتان**..... یہ حدیث مچھلی کی حلت کے لیے واضح ہے۔

(۲) **ويحرم عليهم الخبائث** اس سے استدلال اس طرح ہے کہ مچھلی کے علاوہ دیگر مائی جانور خبائث میں سے ہیں۔

(۳) **قال ابن عباسؓ طعامه ميتته الا ما قذرت منها.** (بخاری ج ۲ باب مذکورہ) ابن عباسؓ فرماتے ہیں سمندری طعام سے مقصود اس کے نہ ذبح کیے ہوئے جانور مراد ہیں مگر جس سے آپ نفرت کریں اور گھن محسوس کریں۔ اور تعامل الناس بھی یہی ہے کہ مچھلی کی جملہ اقسام کو کھاتے ہیں باقی جانوروں سے طبیعت میں بھی کراہت محسوس کرتی ہے۔

فائدہ، جھینگے کا حکم: ہمارے دیار میں زمانہ قریب سے جھینگے کے متعلق بحث وتمحیص جاری ہے کہ اس کا کھانا کیسا ہے؟ بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ جھینگا مچھلی نہیں بلکہ یہ ایک مستقل پانی میں رہنے والا جاندار ہے اور اسے عرف میں مچھلی کی نوع میں سے شمار نہیں کیا جاتا، اس لیے اس کا حکم عدم حلت کا ہے۔ اس کا الگ نام ہونا مچھلی نہ ہونے کی دلیل ہے۔ علم حیوانیات کے جدید ماہرین کی تحقیق بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ جدید ماہرین کے نزدیک مچھلی کی تعریف یہ ہے: ''مچھلی کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے اور وہ گلپھڑوں کے ذریعے سے سانس لیتی ہے۔'' اور جھینگے میں یہ دونوں قیدیں نہیں بلکہ جھینگے کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے نہ گلپھڑوں سے سانس لیتا ہے۔ اس لیے یہ مچھلی نہیں اور نہ یہ مچھلی کے حکم میں داخل ہے۔ (دائرة المعارف للبستانی ج ۱۰ ص ۴۰) اس کے برعکس معروف اہل لغت نے جھینگے کو مچھلی شمار کیا ہے چنانچہ ابن درید ؒ نے جمھرة اللغة ۳/ ۴۱۴ میں لکھا ہے: ''واربیان ضرب من السمك'' اور تاج العروس ج ا ص ۱۴۶ میں بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ دمیری ؒ نے (حیوٰۃ الحیوان اردو ۲/ ۱۳۷) میں لکھا ہے ''الروبیان هو سمك صغير جدا احمر'' جھینگا وہ بالکل چھوٹی سی لال مچھلی ہے۔ حضرت تھانوی ؒ (امداد الفتاویٰ ۴/ ۱۰۴) میں تحریر فرماتے ہیں: ''احقر کو اس کے سمک (مچھلی) ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔'' حضرت گنگوہی ؒ نے فتاویٰ محمودیہ (۵/ ۱۰۷، ۱۲۰، ۱۲۳) میں اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ؒ مجموعۃ الفتاویٰ (۲/ ۲۹۷) میں اور مفتی عبدالرحیم لاجپوری ؒ نے فتاویٰ رحیمیہ (۶/ ۲۹۷) میں اور مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے جواہر الفتاویٰ (۱/ ۵۸۴) میں جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ جھینگا مچھلی میں شامل ہے اور مچھلی کی حلت میں بالکل اتفاق اور اجماع ہے اگر قول اول کو راجح قرار دیا جائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حلال ہوگا حنفیہ کے نزدیک نہیں۔ اور شہید ختم نبوت حضرت لدھیانوی ؒ نے آپ کے مسائل (ج ۴/ ۲۵۰) میں بتصریح لکھا ہے حنفیہ کے نزدیک جھینگا مکروہ تحریمی ہے۔ (جواہر اخلاطی)

شیخ الاسلام مدظلہ کی رائے: ولا ينبغي التشديد في مسألة الاربيان عند الافتاء ولا سيما في حالة كون المسألة مجتهدا فيها من اصلها ولا شك انه حلال عند الائمة الثلاثة وان اختلاف الفقهاء يورث التخفيف غير ان الاجتناب عن اكله احوط و اولى. (تکملہ ۳/ ۵۱۴) حضرت فرماتے ہیں جھینگے کے متعلق فتویٰ دینے میں شدت مناسب معلوم نہیں ہوتی خصوصاً جب بنیادی طور پر مسئلہ اجتہادی ہے اور بلاشبہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وہ حلال ہے اور یہ بھی ہے کہ فقہاء کا اختلاف تخفیف وسہولت کا مورث ہے (تو پھر شدت کیوں؟) ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ (موضوع اشتباہ کی وجہ سے) اس سے اجتناب اور بچنا یقیناً مختار اور اولیٰ ہے۔ راقم بھی یہی کہتا ہے کہ لغت کی بجائے حقیقت کو ترجیح دیں اور جھینگے سے اجتناب کریں کھانے کے لیے اور مچھلیاں بہت ہیں۔ اس سے علاج درست ہے۔

شراب چھوڑنے کا آسان طریقہ: اگر شراب میں اس (جھینگا) مچھلی کی ٹانگ ڈال کر شراب کے عادی شخص کو پلائی جائے تو وہ شخص شراب سے نفرت کرنے لگے گا۔ (حیوۃ الحیوان) بندہ کی رائے یہ ہے کہ جھینگے سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

حدیث اول: وامر علينا ابا عبيدة بن الجراح اى جعل اميرا علينا. یعنی ہم پر ابو عبیدہ ؓ کو امیر بنایا یہ سریہ ۸ ہجری میں ساحلی علاقہ کی طرف قریشی قافلوں کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے کے لیے سیدنا ابو عبیدہ بن جراح کی زیر قیادت روانہ ہوا، جس

کوتوشہ اورزادراہ صرف کھجوریں ملیں اوراس پر انتہائی صبر وتحمل سے وقت گذارا۔نوعیت متن حدیث سے واضح ہے۔امام بخاریؒ ابواب المغازی میں مفصل حدیث لائے ہیں۔ ولم نجد له.....ہم نے حضور ﷺ کے پاس اس کے سوا نہ پایا دوسرا نسخہ لنا ہے کہ اپنے لیے ہم نے اس کے سوا نہ پایا۔ کما یمص الصبی ثدی امه. یعنی تھوڑا تھوڑا چوستے تا کہ زیادہ وقت اسی بہلاوے میں گذر جائے اور بھوک کے ستانے سے بچا جا سکے۔ العصی یہ عصا کی جمع ہے لاٹھیاں۔ الخبط ای ورق الشجر. درختوں کے پتے جھاڑتے۔کئی دن اسی کیفیت میں بسر کیے حتیٰ کہ ان مع العسر یسرا کے مسلم اصول کے تحت اللہ تعالیٰ نے ہماری غذا کا انتظام فرمایا۔ فرفع لنا کھیئة الکثیب الضخم. ایک ریت کا ٹیلہ بلند ہوا۔ الکثیب هو ما اجتمع من الرمل. کثیب ٹیلے اور ریت کے مجموعے کو کہتے ہیں۔ فاذا هو دابة. یہ اذا مفاجاتیہ ہے۔ تدعی العنبر. اہل لغت کہتے ہیں العنبر سمکة بحریة کبیرة یتخذ من جلدها الترس. عنبر سمندری بڑی مچھلی ہے جس کی جلد سے ڈھال بنائی جاتی ہے۔اور کہا گیا ہے کہ جو مشک وعنبر ہم خوشبو کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ اسی مچھلی کا فضلہ ہے۔ازہریؒ کہتے ہیں العنبر سمکة تکون بالبحر الاعظم یبلغ طولها خمسین ذراعا. عنبر بحر اعظم میں ایک مچھلی ہے جس کی لمبائی پچاس ہاتھ ہے فقال ابو عبیدة میتة. میتة هذه محذوف کی خبر ہے۔اس وقت نص صریح ان کے سامنے نہ تھی اس لیے اجتہاد کیا پہلے تو رائے مردار اور عدم حلت کی ہوئی لیکن پھر یہی طے ہوا کہ یہ حلال ہے بعد کے واقعات اور آنحضرت ﷺ کی تقریر سے دوسری رائے کا درست و برحق ہونا واضح ہے۔ وقد اضطررتم الیه. ابو عبیدؓ اور ان کے ساتھی خشکی کے میتة کے متعلق تو یقیناً جانتے تھے اور سمندری میتة کے متعلق ان کو معلوم نہ تھا اس میں دو صورتیں ہیں۔

(۱) خشکی کے مردار کی طرح حرام ہو۔(۲) میتة البحر حلال سمندری میتة حلال ہو۔ بہر صورت ان کا استعمال کرنا درست تھا حلال ہونے کی صورت میں تو اشکال ہی نہیں اور حرمت کی صورت میں اضطراری حالت کی وجہ سے ان کو اجازت ہوئی۔

سوال: اس میں اعتراض یہ ہے کہ جب انہوں نے حالت اضطراری کی وجہ سے اجازت سمجھی اور استعمال کیا یہ بھی تو درست نہیں اس لیے کہ (۱) مضطر پیٹ بھر کر کھا نہیں سکتا۔(۲) انہوں نے ذخیرہ کیا اور مدینہ تک ساتھ بھی لائے حالانکہ مجبوری کی صورت میں اتنی اجازت تھی کہ ہلاکت سے بچ جاتے اس طرح مزے سے کھانے کی تو اجازت نہ تھی؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس مچھلی کو اللہ کی طرف سے مہمانی عطاء اور غیبی غذا سمجھا اور اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا قاصد اور اللہ کے راستے کا مجاہد سمجھا اور ان کو یقین تھا کہ ہم اللہ کے راستے اور اس کے دین کی سربلندی اور اعداء دین کی سرکوبی کے لیے یہاں آئیں ہیں، اس لیے یہ ہمارے لیے حلال بلکہ اطیب الحلال ہے۔اس کی تائید ونحن رُسلُ رسول اللهؐ وفی سبیل الله سے ہوتی ہے اور وقد اضطررتم آخر میں مذکور ہے۔ جب حلت کی وجوہ ہیں تو یقیناً سیر ہونا اور ساتھ لے جانا درست بلکہ باعث برکت ہوا اور اس کی برکت میں کیا شبہ ہے جس پر حضور ﷺ بھی رشک وطلب فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کی مہمانی قرار دیں۔(بذل) اس سے ثابت ہوا کہ میتة البحر حلال ہے جسے سمندر باہر پھینک دے نہ کہ مر کر تیرنے

لگے۔ وقد مرّ تفصیله فی السملک الطافی.

(۴۸) بَابٌ فِي الْفَأْرَةِ تَقَعُ فِي السَّمْنِ

چوہا گھی میں گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ أَنَّ فَأْرَةً وَقَعَتْ فِيْ سَمْنٍ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَلْقُوْا مَا حَوْلَهَا وَكُلُوْا.

''مسدد' سفیان' زہری' عبید اللہ' ابن عباس' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک چوہا' گھی میں گر گیا تو آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع کی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا چوہے کے چاروں طرف سے گھی' پھینک کر باقی گھی کھالو۔''

(۱۰۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوْهَا وَمَا حَوْلَهَا وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوْهُ قَالَ الْحَسَنُ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَرُبَّمَا حَدَّثَ بِهِ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''احمد بن صالح' حسن بن علی' عبد الرزاق' معمر' زہری' سعید بن مسیب' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب چوہا گھی میں گر کر مر جائے تو اگر گھی جما ہوا (یعنی بستہ) ہو تو چوہے اور اس کے چاروں طرف کے گھی کو پھینک دو اور اگر گھی پگھلا ہوا ہو تو پھر اس کے قریب نہ جاؤ۔ حسن نے بیان کیا عبد الرزاق نے فرمایا اس حدیث کو زیادہ تر معمر نے زہری کے واسطہ سے عبید اللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (مرفوعاً) روایت کیا ہے۔''

(۱۰۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بُوْذَوَيْهِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ.

''احمد بن صالح' عبد الرزاق' عبد الرحمٰن بن بوذویہ' معمر' زہری' عبید اللہ بن عبد اللہ' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم' حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

تشریح: چوہا گرنے سے گھی کا حکم: (۱) گھی اگر جما ہوا ہے (جیسے ٹھنڈے موسم میں ہوتا ہے) پھر اس میں چوہا گر جائے تو چوہا نکالا جائے اور اس کے اردگرد گھی نکال دیا جائے باقی گھی پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔

(۲) اگر گھی یا تیل پگھلا ہوا ہے اور اس میں چوہا گرا ہے تو اکثر اہل علم بلکہ جمہور کے نزدیک وہ سارا گھی نجس ہے اور اس کا کھانا درست نہیں۔

گھی نکالنے کی مقدار: کتنا گھی نکالا جائے؟

(۱) ایک ہتھیلی کے برابر گھی نکال دیا جائے۔ (۲) اس کی مقدار مقرر نہیں بلکہ بتلا بہ کی صوابدید پر ہے کہ جہاں تک اسے چوہے کے اثرات اور نشانات کا اندازہ ہوا اتنا نکال دے باقی درست ہے۔

دلیل: حدیث اول میں ماحولھا سے مراد جامد گھی کی صورت میں وہی ہوگا جو حصہ چوہے کے اردگرد لگا ہے اور پگھلے ہونے کی صورت میں ماحولھا سے مراد پورا گھی ہے کیونکہ اس میں حد مقرر ہو ہی نہیں سکتی، اور نجاست کے اثرات وذرات فوراً سب گھی میں تحلیل ہوجاتے ہیں اور کسی حصے یا مقدار کو غیر متاثر نہیں کہا جاسکتا جیسے کہ پانی کا حکم ہے صرف اتنا فرق ہے کہ گھی، تیل وغیرہ میں چکناہٹ ہوتی ہے جو نجاست کے اثر کو پھیلنے سے روکنے یا محدود کرنے میں مؤثر نہیں۔ ہاں جامد ہونا مؤثر و مانع ہے اس لیے اس کا حکم الگ ہے حدیث ثانی میں تفصیل بالکل صراحت سے موجود ہے کہ جامد کا حکم الگ ہے اور پگھلے ہوئے مائع کا حکم الگ ہے۔

نجاست گرے گھی سے انتفاع کا حکم: مذکورہ تفصیل سے اتنی بات واضح ہوچکی کہ جس گھی میں چوہا گرے وہ نجس ہے اور دونوں صورتوں کا حکم جدا جدا ذکر ہوا، اب بحث یہ ہے کہ کھانے کہ سوا کسی دوسری چیز اور کام میں اس سے نفع حاصل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اس کے ناپاک ہونے کا حکم اتفاقی ہے لیکن اس سے فائدہ اٹھانے میں اختلاف ہے۔

(۱) امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی اور چیز تیار کرنے میں مثلاً صابن بنانے میں تو اس کا استعمال جائز ہے اسے بیچ نہیں سکتے۔ امام مالکؒ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مسجد کا چراغ روشن نہ کریں۔

دلیل: عمدۃ القاری (ج۲۱ص۱۳۸) میں یہ روایت ہے ان الله تعالى اذا حرم اكل شىء حرّم ثمنه. بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا کھانا حرام کیا ہے اس کی قیمت بھی حرام کی ہے۔ جب اس گھی کا کھانا درست نہیں تو بیچنا اور بیچ کر اس کی قیمت استعمال میں لانا بھی درست نہیں۔

جواب: احنافؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں نجس لعینہ کا حکم بیان ہوا ہے، جو نجس العین ہو اس کا کھانا بھی حرام اور اس کا بیچنا بھی حرام لیکن جس گھی میں چوہا گرا ہے یہ نجس العین نہیں اس لیے یہ استدلال تام نہیں۔

(۲) امام احمدؒ کے نزدیک اس گھی سے کوئی فائدہ بھی حاصل نہیں کرسکتے۔

دلیل: باب کی حدیث ثانی میں ہے وان كان مائعا فلا تقربوه. اگر بہنے والا ہے تو اس کے قریب مت جاؤ سارا نجس ہے اس لیے اکل وانتفاع دونوں درست نہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ عندالجمہور اس سے مراد فلا تقربوه للأكل ہے کہ کھانے کے لیے اس کے قریب مت جاؤ دیگر فوائد حاصل کرنے کی ممانعت نہیں، نیز یہ بھی ہے کہ اگر اسے تسلیم بھی کرلیں تو اس سے مائع اور پگھلے ہوئے کا حکم حاصل ہوگا جامد گھی کے لیے تو پھر بھی اس سے ممانعت ثابت نہیں ہوسکتی۔

(۳) حنفیہ کے نزدیک کھانے کے سوا دیگر فوائد حاصل کرنا جائز ہے۔

دلیل: وان كان السمن مائعا انتفعوا به ولا تأكلوه. اور یہ بھی ہے فاستصبحوا به واذهنوا به. (فتح الباری ج۹ص ۸۳۶) اگر گھی پگھلا ہوا ہوتو اس سے فائدہ حاصل کرو اور کھاؤ نہیں۔ اس سے چراغ جلاؤ اور تیل کی طرح استعمال میں لاؤ ان روایات سے واضح ہوا کہ کھانے کے سوا دوسرے فوائد حاصل کرنا درست ہے۔

حدیث اول: حدثنا مسدد حدثنا سفیان. اس سے سفیان بن عیینہؒ مراد ہیں۔ ان فارة وقعت فی سمن. امام نسائیؒ نے فی سمن جامد زیادہ کیا ہے۔ کتاب الذبائح باب فی الفارۃ میں امام بخاریؒ نے فماتت بڑھایا ہے۔ یعنی چوہا جمے ہوئے گھی میں گرا پھر مر گیا۔ فاخبر النبیؐ خبر سیدہ میمونہؓ نے دی لیکن صیغہ غائب ومجہول کا ذکر کیا، چنانچہ یحییٰ قطانؒ کی روایت میں ہے ان میمونة استفتت. یعنی ام المؤمنین سیدہ میمونہؓ نے مسئلہ دریافت کیا تو اس میں خبر دینے والے کی تعیین و تصریح ہو گئی۔

حدیث ثانی: قال الحسن یہ مصنفؒ کے شیخ حسن بن علی ہیں۔ یعنی جس طرح زہریؒ سے سفیان ابن عیینہ نے روایت کیا ہے اسی طرح زہریؒ سے معمرؒ نے بھی روایت کی ہے۔

حدیث ثالث: عبدالرحمٰن بن بوذویہ۔ اسے ابن عمر بوذویہ صنعانی بھی کہا جاتا ہے۔ قال فی التقریب مقبول. تقریب میں ہے کہ عندالمحدثین مقبول راوی ہے۔

(۴۹) بَابٌ فِي الذُّبَابِ يَقَعُ فِي الطَّعَامِ

اگر مکھی کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

(۱۰۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَامْقُلُوْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً وَإِنَّهُ يَتَّقِي بِجَنَاحِهِ الَّذِي فِيْهِ الدَّاءُ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ.

''احمد بن حنبل، بشر، ابن عجلان، سعید مقبری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کسی شخص کے برتن میں مکھی گر جائے تو اس کو اس میں ڈبو دو کیونکہ اس کے ایک بازو میں مرض ہے اور دوسرے بازو میں شفا ہے اور وہ اس بازو کو (برتن میں) ڈالتی ہے جس میں کہ بیماری ہے اس لئے اس پوری مکھی کو غوطہ دینا چاہئے۔ (یہ حکم اس وقت ہے جب ایسی چیز کو کھانے کا ارادہ ہو اور وہ چیز گرم بھی نہ ہو)۔''

تشریح: حدیث اول: اذا وقع الذباب فی اناء احدکم (وفیھا طعام) اس حال میں کہ برتن میں کھانا ہو کیونکہ خالی برتن میں مکھی بیٹھنے سے نجس نہیں ہوگا اور نہ ہی ڈبونے کا حکم ہے۔ فامقلوہ المقل الغمس. قاموس میں مقل کا معنی ڈبونا ہے۔ امقلوا باب نصر سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی۔ امام شافعیؒ اور خلیفہ مامون

الرشید کا واقعہ بھی اسی طرح ہے جس میں یہ بھی ہے مامون نے کہا آپ نے عمدہ جواب دیا۔ وفی الاخر شِفاء بکسر الشین. یہ لفظ شین کے کسرہ کے ساتھ ہے جس کا معنی تندرستی ہے اور شفاء بفتح الشین کا معنی ہلاکت ہے۔ قران کریم میں دونوں لفظ اپنے اپنے معنی کے لیے موجود ہیں: علی شَفا جرف هارٍ فانهار به في نار جهنم. (توبہ ۹۰۱) وكنتم علی شفا حفرة من النار. (ال عمران ۳۰۱) وننزل من القران ما هو شفاء. (اسراء ۲۸) يخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فيه شفاء للناس. (نحل ۶۹) موعظة من ربكم وشفاء لما في الصدور. (یونس ۵۷) وفي نسخة دواء. ایک نسخے میں شفاء کے بجائے دوا کا لفظ ہے یعنی علاج انه يتقي بجناحه الذي فيه الداء. ابن ملکؒ کہتے ہیں کہ بیماری والے پر کو مقدم کر کے اپنے آپ کو تکلیف یعنی کھانے کی حرارت سے بچاتی ہے اور شرارت دکھاتی ہے۔ فليغمسه كله ای کل الذباب ليتعادل داؤه ودواؤه. پوری مکھی ڈبو دو تاکہ بیماری اور شفا میں توازن ہو جائے۔

مکھی کے مارنے کا حکم: عون میں ہے کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مکھی کو دفع مضرت کے لیے مارنا درست ہے۔ اور کھانے میں ڈبونے سے کھانا ناپاک نہیں ہوتا اسی طرح پانی وغیرہ میں مکھی گر کر مر جائے تو وہ بھی ناپاک نہ ہوگا ہاں اسے نکال کر پھینک دیں کھائیں نہیں اور مکھی کا ڈبونے سے مرنا واضح ہے خصوصاً جب کھانا گرم ہو اور یہ نجس نہیں کیونکہ اگر مکھی مرنے سے کھانا ناپاک ہوتا تو اس کا مطلب ہے کھانا بگاڑنے کے لیے اس کے ڈبونے کا حکم دیا حالانکہ یہ حکم اصلاح کے لیے ہے افساد کے لیے نہیں۔

فائدہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ شہد کی مکھی، بھڑ، مکڑی وغیرہ جن میں دم سائل یعنی بہنے والا خون نہیں ان کے مأکولات یا مشروبات میں گرنے یا مرنے سے ناپاک ہونے کا حکم نہ ہوگا۔

تنبیہ: جمہور اہل علم کے نزدیک پانی میں مکھی گرنے اور مرنے سے پانی ناپاک نہ ہوگا جبکہ امام شافعیؒ سے ایک روایت یہی ہے۔ ان کا قول یہ بھی ہے کہ ماء قلیل نجس ہو جائے گا۔ والاول اظهر. (بذل وعون)

واقعہ: یحییٰ بن معاذؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور بیٹھا ہوا تھا ایک مکھی اس کے منہ پر بیٹھ گئی بار بار اڑانے کے باوجود نہ ہٹی حتیٰ کہ اس کو پریشان کر دیا۔ خلیفہ نے حکم دیا دیکھو دروازے پر کوئی ہے؟ خدام نے بتایا کہ مقاتل بن سلیمانؒ ہے۔ اسے بلوایا جب وہ دربار میں داخل ہوئے تو خلیفہ نے کہا تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کو کیوں پیدا فرمایا؟ سو مقاتل نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے ان کو جابروں اور ظالموں کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے پیدا فرمایا۔ فسكت منصور. منصور چپ ہو رہا۔

(حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۰۴)

(۵۰) بَابٌ فِي اللُّقْمَةِ تَسْقُطُ

کھاتے وقت اگر لقمہ ہاتھ سے چھوٹ جائے؟

(۱۱۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ وَقَالَ إِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ أَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْأَذَى وَلْيَأْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَأَمَرَنَا أَنْ نَسْلُتَ الصَّحْفَةَ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ فِي أَيِّ طَعَامِهِ يُبَارَكُ لَهُ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت، انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ جب کھانے سے فراغت حاصل فرماتے تو آپ اپنی تینوں اُنگلیوں کو چاٹتے اور ارشاد فرماتے جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس پر سے گرد و غبار دور کر کے اس کو کھالے اور اس کو شیطان کیلئے نہ چھوڑے اور آپ نے ہم کو پیالہ یا پلیٹ صاف کرنے کا حکم فرمایا اور آپ فرماتے تھے کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص واقف نہیں ہے کہ اس کے کونسے کھانے میں خیر و برکت ہے۔''

تشریح: حدیث اول: اذا اكل طعاما لعق اصابعه. جب کھانا تناول فرماتے تو انگلیاں چاٹ لیتے۔

کتنی انگلیوں سے کھانا کھائیں؟: تکملہ (باب في استحباب لعق الاصابع) میں ہے ويؤخذ من حديث كعب بن مالكؓ ان السنة الاكل بثلاث اصابع. کہ سنت تین انگلیوں سے کھانا ہے۔ متن یہ ہے رأيت النبي ﷺ يلعق اصابعه الثلاث من الطعام. کعب بن مالکؓ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو تین انگلیوں کو کھانے کے بعد چاٹتے ہوئے دیکھا۔ تین انگلیوں کی ترتیب یہ ہے کہ ابہام، سبابہ (شہادت والی انگلی) اور درمیان والی انگلی کو ملا کر کھائیں۔

انگلیاں چاٹنے کی ترتیب: ويلعق الوسطى ثم التي تليها ثم الابهام. پہلے درمیانی انگلی پھر شہادت والی پھر آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے۔ اور یہی سنت ہے وجہ اس کی واضح ہے کہ زیادہ کھانا درمیان والی بڑی انگلی کو ہی لگا ہوتا ہے۔ قاضی عیاضؒ نے تین سے زائد انگلیوں سے کھانے میں حرص و ہوس کا شائبہ پایا جانے کا اندیشہ لکھا ہے، اس لیے بلا ضرورت اس سے زائد انگلیاں استعمال نہ ہوں۔

تین سے زائد انگلیوں سے کھانا: تین انگلیوں سے کھانے کا مسنون و مستحب ہونا مذکور ہوا۔ تین سے زائد کے ساتھ کھانے کا ثبوت بھی امام زہریؒ کی ایک مرسل روایت سے ملتا ہے۔ جس سے استحباب نہیں تو اباحت یقیناً ثابت ہوگی۔ ان النبیؐ كان اذا اكل اكل بخمس. (فتح الباری ج۹ ص۵۷۷) بلا شبہ نبی ﷺ (کبھی کبھار) جب کھاتے تو پانچ انگلیوں سے کھاتے۔ تکملہ میں یہ تطبیق مذکور ہے کہ یہ اختلاف احوال پر محمول ہے اکثر تو تین انگلیوں سے کھاتے اور احیاناً پانچ سے۔ اور یہ اس وقت ہے جب کھانا ایسا ہو جو تین انگلیوں سے قابو میں نہ آ رہا ہو جیسے چاول خصوصاً جب ان پر رائتہ یا سالن ڈال دیا جائے تو اس میں تین سے زائد انگلیوں کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

انگلیاں چاٹنے میں مصلحت: حدیث باب میں ہے کہ انگلیاں چاٹنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹنا سنت ہے۔ اس میں کئی فوائد ہیں:

(۱) اس کی پہلی مصلحت و حکمت تو الفاظ حدیث لا يدري في اى طعامه يبارك له فيه سے معلوم ہوئی کہ ہوسکتا ہے برکت طعام ان ذرات و اجزاء میں ہو جو انگلیوں پر لگے ہوں چاٹنے سے برکت حاصل ہوگی اور محرومی سے بچ جائیں گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری اور ضیاع نہ ہوگا کہ چاٹنے سے وہ ذرات پیٹ میں چلیں جائیں گے ورنہ وہ بہہ جائیں

گے۔قاضی عیاضؒ نے یوں کہا کہ طعام کی قلیل مقدار کو بھی حقیر و کمتر نہ سمجھا جائے کیونکہ نعمت کی قدر کرنے میں مزید عطاء مضمر ہے۔

(۳) چاٹنے کے بعد ہاتھ صاف کرنے اور پونچھنے سے کپڑے یا جسم پر زیادہ تلویث وآلودگی اور داغ ونشانات نہ ہوں گے۔ اتنی بات ضرور یاد رہے کہ چاٹنا سنت ہے چٹ کرنا سنت نہیں، بقدر ضرورت کھائے یہ نہ ہو کہ میں تو بغیر برتن خالی کیے نہ اٹھوں گا۔

پلیٹ صاف کرنا: اسی طرح جس برتن میں کھانا کھایا اس کا حق ہے کہ اسے صاف کیا جائے اور پلیٹ کو انگلیوں سے اچھی طرح صاف کر لینا اور ذرات طعام کو اس میں نہ چھوڑنا چاہیے۔ہاں اگر صرف تری وغیرہ ہو یا جم جائے تو پھر تکلیف و مضرت کے خوف سے اسے ترک کیا جائے تو خلاف سنت وادب نہ ہوگا۔خود بھی انگلیاں یا برتن چاٹ وصاف کر سکتے ہیں دوسرے کو بھی چٹوا سکتے ہیں چنانچہ اگلے باب میں ہے **حتي يَلعقها او يُلعقها**. یہاں تک کہ خود چاٹے یا کسی اور کو چٹوائے۔ پہلا باب سمع سے لازمی اور دوسرا باب افعال متعدی سے فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ دوسرے کو چٹوائے مثلاً بیوی، بچہ، شاگرد، خادم، حسن عقیدت رکھنے والا کوئی فرد بھی ہو، یا پالتو جانوروں میں سے جو مانوس ہو مثلاً بکری وغیرہ اس میں اتنا ضرور خیال رہے کہ جس کو چٹوایا وہ گھن محسوس نہ کرے بلکہ محبت و برکت سمجھے۔

تنبیہ: کچھ آزاد منش اور (بزعم خود) روشن خیال لوگوں نے یہ نکتہ اعتراض اٹھایا ہے اور بعض تقریبات میں دبی آواز میں یہ سنائی بھی دیتا ہے کہ انگلیاں چاٹنا کوئی پسندیدہ اور مہذب عمل نہیں۔اور ایسا کرنے والوں کو نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اس اعتراض اور طرز عمل کا جواب دیتے ہوئے علامہ خطابیؒ رقمطراز ہیں: ایسے لوگ جن کی عقلوں کو خوشحالی آسودگی اور مزعومہ روشن خیالی نے بگاڑ دیا ہے وہ اس عمل کو قبیح و حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں دو باتیں ہیں اور دونوں کسی طرح بھی قابل حقارت وقباحت نہیں۔(۱) کھانے کے ذرات کو چاٹنا۔(۲) انگلیوں کو منہ میں ڈالنا۔پہلی بات تو یہ ہے کہ جو کھانا ذرات کی صورت میں انگلیوں پر لگا ہے وہ اسی مجموعے سے ہے جو ابھی کھایا جب پورا کھانا محبوب ومرغوب ہے تو اس کے یہ اجزاء بھی قابل قباحت نہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ انگلی منہ میں ڈالنا یہ بھی کوئی قابل مذمت نہیں کیونکہ کلی کرتے وقت انگلی منہ میں ڈالتے ہیں اور اسے کسی ایک نے بھی قبیح نہیں کہا اور نہ ہی اس کو آداب مجلس کے خلاف کہا تو جب کھانا معیوب نہیں منہ میں انگلی ڈالنا معیوب نہیں تو چاٹنے میں ان کا مجموعہ کیونکر معیوب سمجھا گیا؟ **فيا للعجب ولضيعة العقل** حدیث باب اسی پر رد ہے کہ انگلیاں چاٹنا اور کھانے کا برتن صاف کر لینا کوئی معیوب وقابل ملامت نہیں یہ تو محبوب رب کائنات کی سنت ہے اتنا ضرور خیال رہے کہ درمیان اکل وطعام میں نہ چاٹیں اس لیے کہ دوبارہ پھر کھانا لگنا ہے اور اس طرح کرنے سے لعاب کے اثرات دوبارہ کھانے میں جائیں گے اس لیے آخر میں چاٹنا چاہیے۔(تکملہ۴/۲۲)

وليأكلها ولا يدعها للشيطن. حدیث باب میں دوسری چیز ہے گرے ہوئے نوالے کو اٹھالینا۔اس کی تفصیل وحکم اور حکمت یہ ہے کہ اگر کوئی لقمہ گر جائے تو اسے صرف یہ سمجھ کر کہ گر گیا بس نہیں بلکہ اگر اس پر کچھ نہیں لگا لقمہ دسترخوان پر ہی گرا

ہے تو ضرور اٹھالیں اور اگر کچھ مٹی وغیرہ اس پر لگی لیکن وہ صاف اور جدا ہو سکتی ہے تو بھی اٹھائیں اور صاف کر کے کھالیں۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز اس سے لگی ہے جو چھوٹ اور جدا نہیں ہو سکتی یا وہ ایسا گرا کہ کوئی نجس یا مضر چیز لگ گئی تو اسے اٹھا کر نہ کھائے بلکہ کسی جانور بلی، بکری یا پرندے، مرغی، کبوتر کو کھلا دے۔ تا کہ طعام کے ضیاع و ناقدری سے بچے اور اس میں ہرگز ہرگز شرکاء طعام یا (مزعومہ) بلندی مقام کو خاطر میں لاتے ہوئے سنت سید خیر الانام کو ترک نہ کرے اور امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقولہ دل میں لائے "او اترك سنة حبيبى لهؤلاء الحمقاء" کیا بھلا میں ان نادانوں (وایوانوں اور بالاخانوں) کی وجہ سے اپنے محبوب ﷺ کی سنت کو چھوڑ دوں۔ حاشا و کلا. دوسرا جملہ ہے اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اس کا مطلب یہ ہے کہ لقمہ کو چھوڑ دینا یہ اللہ کی نعمت کی ناقدری اور حقارت ہے اور عموماً یہ تکبر و بڑائی کی وجہ سے ہوتا ہے اور تکبر شیطانی عمل ہے اس لیے فرمایا نعمت رحمانی میں عمل شیطانی کو دخل نہ دو۔ (مرقاۃ)

فی ای طعام یبارك له. برکت کا مطلب: برکت کا لغوی معنی ہے بڑھنا، زیادہ ہونا۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ غذا وقوت حاصل ہوگی۔ اس کا انجام تکلیف و مضرت سے سلامتی و نجات کہ کھانا باعث تکلیف نہ ہوگا اور طاعات و اعمال صالحہ پر معین ہوگا۔ (نووی) اور یہ بھی ہے کہ دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کو کافی ہوگا اور تین کا پیٹ بھر جائے گا۔ بذل میں ہے کہ تحصیل برکت کے لیے کوئی یہ نہ کہے کہ سارا طبق کھالوں ایسا نہ ہو کہ برکت اس میں ہو اس لیے کہ برکت پورے طعام میں ہر ایک کے لیے ہے اس لیے جو اس نے کھایا اس میں اس کے لیے برکت تھی جو باقی ہے اس میں باقیوں کے لیے برکت ہوگی۔ ہاں ہاتھوں میں لگے ذرات یا گرے ہوئے لقمے کو ضائع نہ ہونے دے کہ آئی ہوئی برکت اس نے خود ہی ضائع کر دی۔ اس لیے طباق ختم کرنے اور زیادہ کھانے کو اس سے ثابت کرنا عبث ہے۔

(۵۱) بَابٌ فِي الْخَادِمِ يَأْكُلُ مَعَ الْمَوْلٰى

ملازم اور غلام کو ساتھ کھانا کھلانا افضل ہے

(۱۱۱) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامًا ثُمَّ جَائَهُ بِهِ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ لِيَأْكُلَ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوهًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ.

"قعنبی، داؤد، موسیٰ بن یسار، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کے لئے اس کا خادم کھانا بنائے پھر کھانا لے کر حاضر ہو اور وہ خادم (چولہے کی) گرمی اور دھواں اُٹھا چکا ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ اگر کھانا کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک لقمہ یا دو لقمے دے دے۔"

تشریح: حدیث اول: اذا صنع لاحدکم خادمه طعاما. جب تم میں سے کسی ایک کے لیے اس کا خادم و ملازم

کھانا تیار کردے انسان کے لیے جو کھانا گھر میں تیار ہوتا ہے اس کی پہلی صورت ہے کہ یہ کھانا رفیقۂ حیات یا گھر کے افراد میں سے کسی نے پکایا ہے، اس کا حکم واضح ہے کہ خود کھائیں گے اور گھر والے سب کو کھلائیں گے۔ حدیث باب میں اس کی بداہت کی وجہ سے یہ مذکور نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ گھر یا ادارے میں کھانا کسی ملازم و ملازمہ یا خادم و خادمہ نے تیار کیا ہے۔ اس میں کیونکہ پکانے میں اجنبی فرد کی محنت ہے جو عادۃً اس کھانے میں شریک وسہیم نہیں ہوتا۔ اس کا حکم حدیث باب میں مذکور ہے کہ جب اس نے محنت شاقہ برداشت کی، آگ و پیاز کا دھواں، کاٹنے میں چھری کے نشانات اور جلنے کے داغ (احیانًا) اس نے بھگتے تو اسے بھی اس لذیذ کھانے میں شریک کرنا چاہیے۔ **فليقعد معه**. اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اسے اپنے ساتھ بٹھالیا جائے اور یہی اقرب الی السنۃ والتواضع ہے اس میں سوء ادبی اور عار محسوس نہ کرے جیسے متکبرین وجبابرہ کی عادت ہے جب اس نے مشقت اٹھائی تو لذت بھی حاصل کرے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کھانے کے دوران خدمت وتقسیم وغیرہ کی ضرورت ہو تو پھر اس کو باقاعدہ حصہ دیا جائے جسے وہ کام سے فارغ ہو کر اطمینان سے کھا سکے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شرکاء طعام کی کثرت یا کھانے کی قلت کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ کھانا بمشکل ہی پورا ہوگا اور بچے گا نہیں تو اس وقت کم سے کم چکھنے اور چسکی کے لیے اسے ایک آدھ نوالہ یا بوٹی ضرور دیجائے کہ یہی سنت ومروت ہے۔

فان كان الطعام مشفوها اى قليلا. مشفوہ کا معنی ہے قلیل۔ **قيل له مشفوها لكثرة الشفاة (جمع شفة) التى تجتمع على اكله**. مشفوہ بمعنی قلیل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زیادہ ہونٹ اس کے کھانے پر جمع ہوئے۔ لفظی معنی ہوا زیادہ ہونٹ والا، یعنی جس پر کھانے والے زیادہ ہو گئے ہوں۔

فائدہ: یہ پیغمبر اسلام کی ہدایات اور اسلام کی بلند پایہ تعلیمات کی خصوصیات اور باری تعالیٰ کی عنایات ہیں کہ اس میں خادم و مخدوم، مالک و مملوک اور قوی وضعیف اور کمتر و بہتر، بہتر و مہتر ہر ایک کے حقوق کو تحفظ دیا گیا اور ہر موڑ پر عدل وانصاف کو پیش نظر رکھا گیا تاکہ تکبر وعنانیت اور محرومی وحقارت کا کوئی بھی شکار نہ ہو بلکہ مساوات ومدارات ہو پورا معاشرہ نظیر جنت و باغات ہو۔ جس کا اغیار بھی اقرار کیے بغیر نہ رہ سکیں چنانچہ لکھا ہے۔

(۱) مسٹر ایڈورڈ مونٹ پروفیسر السنۂ شرقیہ جنیوا یونیورسٹی کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو اصلاح اخلاق اور سوسائٹی کے متعلق جو کامیابی ملی اس کے اعتبار سے آپ کو انسانیت کا محسن اعظم یقین کرنا پڑتا ہے۔ (بحوالہ مقدمہ تاریخ ہند ۲/ ۳۴۰)

(۲) لندن کا مشہور اخبار نیئر ایسٹ لکھتا ہے: محمد (ﷺ) کی تعلیم وارشاد کی قدر وقیمت اور عظمت وفضیلت کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو ہم فی الحقیقت عقل ودانش سے بیگانہ ہیں۔ (راہ سنت ص ۲۷)

فائدہ: اس باب میں جس طرح گھر والوں اور اہل ادارہ کو اپنے خادم کے لحاظ کا حکم ہے اسی طرح اسی اسلام میں خادم وملازم کی بھی ذمہ داریاں بیان ہیں کہ وہ بھی مکمل عفت ودیانت سے کام کرے سودا سلف لانے میں، کھانا پکانے میں، بقایا رقم لوٹانے میں، یہاں کی چیزیں بلا اجازت ساتھ لے جانے میں انتہائی صداقت وامانت اور حفاظت وحمایت کرے کسی وقت بھی کوتاہی نہ کرے۔ مثلاً اپنے لیے کھانا (بوٹیاں ہی بوٹیاں) بلا اجازت پہلے نہ نکالے ہاں پکانے کی حد تک چکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

واقعہ: بندہ کے مرشد ومربی شیخ الحدیث والتفسیر محی السنہ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر رحمہ اللہ سابق مفتی وشیخ الحدیث دارالعلوم کبیروالا (راقم کی تربیت گاہ) سے یہ واقعہ سنا تھا کہ ایک مرتبہ ایک اللہ والے نے اپنی خانقاہ میں خدام سے کھیر تیار کرنے کو کہا اور کھیر تیار کرنے کے دوران دودھ ابلنے کی وجہ سے جو دیگچے کے کنارے پر لگا وہ ان طالبین تربیت خدام نے انگلیوں سے چاٹ کر کھالیا جب اس کی خبر اس خدا رسیدہ بزرگ کو ملی تو انہوں نے ان کو سزا دی اور دھوپ میں کھڑا کر دیا جب ان کو پسینہ آیا تو اس بزرگ نے شفقت بھرے لہجے میں فرمایا کہ میں تمہارا یہ پسینہ برداشت نہیں کرسکتا لیکن تربیت مقصود ہے جس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اجتماعی تیار ہونے والے کھانے (کھیر) سے تم نے اپنے طور پر کیوں لیا پھر ان کی دلجوئی فرمائی اور تربیت کا بھی حق ادا کر دیا کہ خیانت ہزاروں روپے یا پوری دیگ چھپانے اور کھانے میں نہیں خیانت تو ایک ذرہ کی بھی خیانت ہے۔ ان الله لا یحب الخائنین. بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت وبددیانتی کرنے والوں کو قطعاً پسند نہیں فرماتے اس لیے خیانت سے بچیں ورنہ لوگوں میں بھی مردود اور عنداللہ بھی مبغوض۔ اعاذنا الله منها.

اُكلة او اكلتين: یہ او تنویع کے لیے ہے اور بل کے معنی میں ہے وجہ اس کی واضح ہے کہ وہ بالکل محروم نہ ہو۔ کیونکہ اصول ہے فان مالا یدرك كله لا يترك كله. یقیناً جس کا کل حاصل نہ ہو کچھ تو نہ چھوڑیں۔ اكلة بضم الهمزة ما يؤكل دفعة. جو ایک دفعہ کھایا جائے اسے اکلہ کہتے ہیں یعنی لقمہ اور نوالہ۔ یہ امر استحبابی ہے کہ کھانے تیار کرنے والے کو دیا جائے۔

(۵۲) بَابٌ فِي الْمِنْدِيْلِ

رومال سے ہاتھ خشک کرنے کا بیان

(۱۱۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحَنَّ يَدَهُ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا.

''مسدد' یحییٰ' عطاء' ابن جریج' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنا ہاتھ رومال سے صاف نہ کرے جب تک کہ وہ اپنی اُنگلیوں کو نہ چاٹے یا کسی دوسرے شخص کو اُنگلیاں نہ چٹوائے۔''

(۱۱۳) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَلَا يَمْسَحُ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا.

''نفیلی' ابومعاویہ' ہشام بن عروہ' عبدالرحمٰن بن سعد' ابن کعب' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ تین اُنگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو صاف نہ فرماتے جب تک کہ آپ ﷺ اس کو چاٹ نہ لیتے۔''

تشریح: حدیث اول: فلا يمسحن يده بالمنديل. مندیل اس کی جمع منادیل آتی ہے رومال۔ یہ ندل بمعنی نقل سے مشتق ہے اس کا معنی ہے وہ رومال جو ہاتھ میں رکھا جاتا ہے اور ہاتھ پونچھنے کے لیے ایک دوسرے کی طرف منتقل کیا جاتا

ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ندل بمعنی وسخ (میل) سے مشتق ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس سے ہاتھوں کی تری اور کبھی میل و پسینہ وغیرہ صاف کیا جاتا ہے۔ (انعامات المنعم باب ٦١ فضائل سعد بن معاذ) فتح الباری ۹/۲۰۷ میں ہے کہ امام قفالؒ نے ''محاسن الشریعۃ'' میں لکھا ہے کہ مندیل سے مراد وہ رومال ہے جو کھانے کے بعد ہاتھوں کی تری اور چکناہٹ وغیرہ دور اور صاف کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے (جیسے ہمارے ہاں تولیہ ودستی رومال اور ٹشو معتاد ہیں) اس سے غسل ووضوء کے پانی کو صاف کرنے والا (کندھے پہ رکھا جانے والا) رومال مراد نہیں کیونکہ یہ عام استعمال میں ہے اور تری وغیرہ کی بو وداغ اس پر رہے گا جس سے پاس رکھنے اور سر پہ باندھنے کی منفعت متاثر ہوگی۔ اس کے لیے الگ کپڑا یا رومال ہی موزوں ہے اس حدیث میں کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے اور رومال استعمال کرنے کا جواز مذکور ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ پہلے چاٹ اور دھو لیا جائے تاکہ کھانے کا کوئی جز اور ذرہ ضائع نہ ہو اور نعمت کی ناقدری نہ ہو۔ **حتی یلعقها او یلعقها**. اس کا باب اور صیغہ باب سابق میں گذر چکا ہے۔ اس کا پہلا معنی یہ ہے کہ خود چاٹ لے یا کسی کو چٹائے کما مر۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ او تنویع اور دو قسموں کے حکم کے لیے نہیں بلکہ راوی کی طرف سے شک ہے یعنی آنحضرتؐ نے يَلْعَقُهَا فرمایا یا يُلْعِقُهَا فرمایا اس میں پہلے لفظ کا مطلب بالکل واضح ہے۔ دوسرے کا مطلب یہ ہوگا **ان یلعق الرجل اصابعه فمه**. کہ آدمی خود اپنی انگلیاں اپنے منہ کو چٹائے۔ اس تقریر کے مطابق دونوں الفاظ کی صورت میں چاٹنے والا خود ہی ہوگا۔ **وهذا ادق من الاول**.

حدیث ثانی: **کان یأکل بثلث اصابع**. یہ حدیث تین انگلیوں سے کھانے کے متعلق نص صریح ہے اور یہی معمول بہا ہے۔ امام زہریؒ کی روایت سے اس کی تطبیق قریب ہی گذری ہے۔ چاٹنے کی تفصیل وترتیب وہیں ملاحظہ ہو۔

(۵۳) بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا طَعِمَ

کھانا کھانے کے بعد کی دُعا

(۱۱۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا.

''مسدد' یحیی' ثور' خالد بن معدان' ابوامامہ باہلی سے مروی ہے کہ جب دسترخوان اُٹھایا جاتا تو آنحضرت ﷺ فرماتے' اللہ کا شکر ہے بہت زیادہ صاف ستھرا شکر نہ ایسا شکر جو کہ ایک مرتبہ کافی ہو اور اسے چھوڑ دیا جائے اور اسکی کچھ ضرورت باقی نہ رہے۔ اے ہمارے پروردگار آپ تعریف کے لائق ہیں۔''

(۱۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ هَاشِمِ نِالْوَاسِطِيِّ عَنْ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيْهِ أَوْ غَيْرِهِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنْ مُسْلِمِيْنَ.

''محمد بن علاء' وکیع' سفیان' ابو ہاشم' اسماعیل بن رباح' ان کے والد' کوئی دوسرا شخص' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ..... اللہ کا شکر ہے جس نے کھلایا' پلایا اور ہم کو اطاعت گزاروں میں سے بنایا۔ (یعنی اہل ایمان بنایا)''

(۱۱۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ أَبِیْ أَیُّوْبَ عَنْ أَبِیْ عَقِیْلٍ نِالْقُرَشِیِّ عَنْ أَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ عَنْ أَبِیْ أَیُّوْبَ الْأَنْصَارِیِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا.

''احمد بن صالح' ابن وہب' سعید بن ابی ایوب' ابوعقیل' ابوعبدالرحمٰن' حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ تناول فرماتے یا کچھ نوش فرماتے تو یہ فرماتے اللہ تعالیٰ کے لئے تمام شکر ہے جس نے ہم کو کھلایا' پلایا اور اس کو حلق سے اُتارا اور اس کے لئے نکلنے کا راستہ بنایا۔ (یعنی رفع حاجت کے اخراج کے لئے راستہ بنایا)۔''

تشریح: حدیث اول: کان رسول اللہ اذا رفعت المائدۃ. آنحضرت ﷺ نے ہمیں ہر وقت وحالت اور کام میں وہ طریقہ اور احکام بتائے ہیں جن میں دنیا میں عافیت اور آخرت میں نجات وشفاعت اور جنت وراحت مضمر ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا پنہاں ہے جس طرح کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے، جوتا اتارنے اور بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ (کمامر) اسی طرح کھانے کے بعد کی دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں صرف بتلائی ہی نہیں بلکہ عملاً پڑھا بھی ہے۔ یہی حدیث باب میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ یوں دعاء پڑھتے اور پروردگار کا شکر ادا کرتے۔ اذا رفعت المائدۃ سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ کھانے کے بعد پہلے دسترخوان اٹھایا جائے پھر دعاء پڑھ کر اٹھیں۔

کھانے کے بعد کی منقول دعائیں: نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے متعدد دعائیں منقول ہیں:

(۱) **الحمد لله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین.** جملہ حمد وستائش اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور اپنا مطیع وفرمانبردار مسلمان بنایا۔ اس میں جان اور ایمان دونوں پر شکر وتعریف ہے اس لیے کہ صحتِ جان کے ساتھ ہی آدمی اسلام وایمان پر مداومت کرسکتا ہے اور ایمان واسلام کے ساتھ ہی اس جسم وجان کو راحت ہے ورنہ دوزخ کا ساماں اور اولئك كالانعام کا مصداق ہے۔ اس میں انتہائی عمدہ ترتیب ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے جو اصل ہے پھر پانی کا جو اس کے تابع ہے۔ پھر ان ظاہری نعمتوں کے ساتھ ساتھ باطنی اور معنوی نعمت کا ذکر کیا اس میں بھی وہ جو بنیاد ہے پھر حسن خاتمہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا اور اپنی عاجزی اور کمزوری کی طرف بھی۔ (عون)

(۲) **الحمد لله كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفی ولا مودّع ولا مستغنی عنه ربنا.** اللہ تعالیٰ کا بہت بہت عمدہ وبابرکت شکر ہے جو کفایت والا نہیں یعنی جس کا ہم حق ادا نہیں کرسکتے ہیں نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے بے پرواہی اور استغناء برتا جاسکتا ہے اے ہمارے پروردگار و پالنہار۔ غیر مکفیّ یہ مرمی کی طرح کفی یکفی باب ضرب سے اسم مفعول ہے یعنی مطلب یہ ہے کہ یہ کھانا ہمیشہ اور بعد کے لیے کافی نہیں بلکہ ہم اس کے محتاج ہیں اور جو ہم نے شکر کیا یہ بھی ناقص ہے جو آپ کے مرتبہ اور کمال کے مطابق نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس میں کھانے والا اپنی آئندہ کے لیے محتاجی اور سوال اور اپنے نقص

وکمی کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے عطاء وکمال کا اثبات کرتا ہے۔ ربنا منصوب منادی اور مرفوع مبتداء محذوف کی خبر ہوگا ای یا ربنا او ھو ربنا. یا مجرور لفظ اللہ سے بدل ہوگا۔ (عون وبذل)

(۳) الحمد لله الذی اطعم وسقی وسوّغه وجعل له مخرجا. حمد وثناء اس ذات باصفات کے واسطے ہے جس نے کھلایا پلایا اور اس کا چبانا، نگلنا آسان کیا اور اس کو بعافیت نکالا۔ اس میں نعمت وسہولت اور راحت ونجات دونوں کا ذکر ہے اس لیے کہ کھانا اور اس سے عافیت میں رہنا یعنی تکلیف وایذاء اور بیماری کا سبب نہ بننا سب عنایات ہیں۔

(۴) الحمد لله الذی کفانا وأروانا غیر مکفی ولا مکفور (بخاری) جملہ محامد وشکر اس ذات پاک کے لیے ہے جس نے ہماری کفالت وکفایت کی اور سیراب کیا اس حال میں کہ نہ اس سے لاپرواہی برتی جاسکتی ہے اور نہ ہی ناشکری۔

(۵) الحمد لله ربنا غیر مکفی ولا مودّع ولا مستغنی ربنا. (بخاری) جملہ تعریفیں ایسے اللہ کے لیے ہیں جو ہمارا رب ہے نہ اس سے بے نیازی ہوسکتی ہے نہ جدائی اور نہ ہی بے پرواہی اے ہمارے پروردگار۔

(۶) الحمد لله الذی اطعمنی ھذا ورزقنیه من غیر حول ولا قوة (ترمذی باب الدعوات) حمد وشکر اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے یہ ہمیں کھلایا اور بغیر ہماری ہمت وطاقت کے عطاء کیا۔

(۷) اللھم اطعمتَ وسقیتَ واغنیتَ واقنیتَ وھدیتَ واحییتَ فللک الحمد علی ما اعطیت. (نسائی وفتح الباری) اے اللہ تو نے کھلایا اور پلایا اور اپنے غیر سے مستغنی کیا اور خوش کیا اور ہدایت دی اور زندگی دی (کیا کیا شمار کریں) پس تمام تعریفیں اور تشکر تیرے لیے ہے جو کچھ تو نے عطاء کیا۔ ان دعاؤں میں الحمد کا معنی شکر سے کیا کیونکہ نعمت کے مقابلے میں ہے۔

سوال: ترمذی ثانی کی پہلی حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خوان پر کھانا نہیں کھایا اور مائدہ کا معنی خوان ہی ہے۔

جواب: دراصل لفظ مائدہ کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو کھانے کے لیے بچھائی جائے خواہ کپڑے، چمڑے، چٹائی، لکڑی، پلاسٹک وغیرہ کسی بھی چیز سے ہو اسی طرح لفظ مائدہ سُفرہ اور خوان کے لیے بھی مستعمل ہے۔ ان میں سے خوان کی نفی ہے اور باقی سفرہ وغیرہ کی نفی نہیں اور حدیث باب میں مائدہ سے مراد یہی ہے خوان نہیں کیونکہ خوان لکڑی کے چار پاؤں والے میز کو کہتے ہیں حالانکہ مائدہ کی صرف یہ تعریف نہیں اس لیے خوان خاص ہے جس پر متکبرین وجبابرہ اور آزاد منش کھاتے ہیں اور مائدہ عام ہے جس کی مختلف صورتیں اب بھی پوری امت مسلمہ میں رائج ہیں۔ ہاں اسلامی تعلیمات سے عملاً انحراف کرنے والے میزوں وغیرہ کے عادی ہورہے ہیں۔ اقرب الی السنۃ دستر خوان ہے۔ (عون)

حدیث ثالث: وسوّغه وجعل له مخرجا. اس دعاء میں چار چیزیں مذکور ہیں: کھلانا، پلانا، آسان کرنا، بسہولت سبیلین سے نکالنا۔ اللہ تعالیٰ نے نعمت عطاء کی، پھر دانت چبانے کو دیئے، لعاب نگلنے کے لیے، معدہ تقسیم کرنے کے لیے کہ وہاں سے عمدہ ومفید حصہ جگر کی طرف جاتا ہے جو لحم وشحم اور دم بناتا ہے اور باقی فضلہ آنتوں کے ذریعے سے بسہولت خارج ہو جاتا ہے۔ اب جنان سے شکر، لسان سے ذکر اور ارکان سے عمل لازم ہے۔

(۵۴) بَابٌ فِيْ غَسْلِ الْيَدِ مِنَ الطَّعَامِ

کھانے کے بعد اچھی طرح ہاتھ صاف کرنے کا حکم

(۱۱۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ وَفِيْ يَدِهِ غَمَرٌ وَلَمْ يَغْسِلْهُ فَأَصَابَهُ شَيْءٌ فَلَا يَلُوْمَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ.

''احمد بن یونس، زہیر، سہیل، ان کے والد، حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس شخص کو نیند آ جائے اور اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی ہو اور وہ اس کو نہ دھوئے اور (اسی حالت میں) اس کو نقصان پہنچ جائے تو وہ شخص صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔''

تشریح: حدیث اول: من نام وفي يده غمر ولم يغسله. غمر بفتح الغين والميم اى دسم ووسخ وزهومة من اللحم. (عون) یعنی چکنائی، تری، چربی اور گوشت کی بو۔ فاصابه شيء. جنوں یا حیوانوں میں سے موذی اور زہریلے کیڑے مکوڑوں میں سے کوئی اس تری کے اثر اور بو کی وجہ سے اس طرف آ گیا اور ضرر پہنچایا یا بریانی کا شوقین چوہا آ گیا تو پھر ہاتھ نہ دھونے اور صاف نہ کرنے والا کسی اور کو ملامت نہ کرے اس لیے کہ کوتاہی اور سستی جناب کی ہے۔ قيل من البرص ونحوه لانّ اليد حينئذ اذا وصلت الى شيء من بدنه بعد عرقه فربما اورث ذلك. (عون) کہا گیا ہے کہ اس کو پہنچے برص کی بیماری اس لیے کہ جب پسینے کے بعد چکنائی والا ہاتھ جسم کے کسی حصے کو لگتا ہے تو بسا اوقات اس سے برص کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے چاہئیں کہ اتباع سنت میں دارین کا فائدہ ہے اور ''بركة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده'' گذر چکا ہے۔

فائدہ: وفي يده غمر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسی چیز کھائی جس میں چکنائی وغیرہ نہیں تو پھر ہاتھ دھونا لازمی نہیں۔ اس میں نیند کا ذکر اس لیے فرمایا کہ کھانے کے متصل بعد سو جائیں اور نیند میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ قوی ہے کیونکہ اس میں مدافعت کی صورت نہیں اور بیداری کی حالت میں دفاع کیا جاتا ہے اس لیے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ بیداری میں تری، چربی، سالن کی بو لگائے پھریں کہ بیداری کا ذکر تو ہے نہیں۔ فتامل!

(۵۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ لِرَبِّ الطَّعَامِ

کھانا کھلانے والے شخص کے لئے دُعائے خیر کرنے کا بیان

(۱۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ أَبِيْ خَالِدٍ نِ الدَّالَانِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ، صَنَعَ أَبُو الْهَيْثَمِ بْنُ التَّيِّهَانِ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَا النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ فَلَمَّا فَرَغُوْا قَالَ أَثِيْبُوْا أَخَاكُمْ قَالُوْا يَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا إِثَابَتُهُ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا دُخِلَ بَيْتَهُ فَأُكِلَ طَعَامُهُ وَشُرِبَ شَرَابُهُ فَدَعَوْا لَهُ فَذٰلِكَ إِثَابَتُهُ.

''محمد بن بشار' ابواحمد' سفیان' یزید بن ابی خالد' ایک آدمی' حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ابوالہیثم بن تیہان نے حضرت رسول کریم ﷺ کے لئے کھانا بنایا تو انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی مدعو کیا۔ جب تمام لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم اپنے بھائی کو اس کا معاوضہ ادا کرو۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ ان کا کیا معاوضہ ہے؟ آپ نے فرمایا جب کوئی شخص کسی شخص کے گھر میں داخل ہو اور وہ کھانا کھائے اور پانی پئے پھر اس کے لئے دُعا مانگے تو یہی اس کا معاوضہ ہو گیا۔''

(۱۱۹) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَ إِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَزَيْتٍ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ.

''مخلد بن خالد' عبدالرزاق' معمر' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے وہ روٹی اور زیتون کا تیل لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے وہ تناول فرمایا اس کے بعد فرمایا۔ روزہ رکھنے والے لوگ تمہارے پاس روزہ افطار کریں اور صالحین تمہارا کھانا کھائیں اور تم پر فرشتے رحمت بھیجیں۔''

تشریح: حدیث اول: صنع ابو الهيثم. یہ ابوالہیثم مالک بن تیہان اوسی انصاریؓ ہیں ان کا نام مالک ہے کنیت سے مشہور ہیں۔ بیعت عقبہ، بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ فدعا النبیؐ واصحابه. ترمذی ثانی ابواب الزهد میں ایک دوسرا واقعہ بھی مذکور ہے جس میں آنحضرت ﷺ مع ابی بکرؓ و عمرؓ ان کے پاس از خود تشریف لے گئے تھے......... پھر ان کو ایک غلام بھی دیا جسے صالح بیوی کے کہنے پر ابوالہیثمؓ نے آزاد کر دیا جفاکش اور خوددار اور آنحضرت ﷺ کے جاں نثار تھے رضی اللہ عنہ وارضاہ. فلما فرغوا ای من اکل الطعام. جب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے۔ اثیبوا اخاکم. یہ اثابہ مثل اقامۃ مصدر سے مشتق ہے اس کا معنی ہے بدلہ دینا اور یہ اچھے اور برے دونوں قسم کے بدلے کے لیے استعمال ہوتا ہے یہاں اچھے بدلے کے لیے ہے۔ ای کافئوه وعوّضوه. یعنی اس کو بدلہ دو اور مکافات کرو۔ اس میں صاحب دعوت کی دلجوئی ہے اور کھانے والوں کے لیے دعاء و تشکر کی ترغیب بھی۔ دعاء اگلی حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث ثانی: افطر عند کم الصائمون. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوت افطار کی تھی جس سے افطار کے لیے دعوت واہتمام کا ثبوت ہوگا لیکن اس میں خرافات نہ ہوں مثلاً وصولی کے لیے میز لگا دینا، اخبارات کے لیے تصویر کشی، لالچ کا ہونا وغیرہ بس اللہ کے لیے افطار کرانا چاہیے اخبارات میں شائع کرانے اور ناک بڑھانے کے لیے نہیں۔

صاحب دعوت کے لیے دعاء: اکل طعامکم الابرار وصلّت علیکم الملئکة. اگر افطار پر دعوت ہو تو پھر یہ پڑھیں اَفْطَرَ عِنْدَ كُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ. روزے داروں نے تمہارے پاس افطاری کی تمہاری دعوت نیک و صالح اور ابرار نے کھائی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں نے تمہارے لیے دعاء مغفرت و برکت کی۔ طعامکم الابرار سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دعوت صالح اور نیک لوگوں کی کی جائے فساق و فجار کی

دعوت تعاون علی الفسق کی وجہ سے ناپسندیدہ ہے، اصلاح واعمال کی طرف ترغیب کے لیے ان کو مدعو کرنا مفید ہے۔ یوں بھی دعاء دے سکتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ. ''اے اللہ جس نے مجھے کھلایا اور پلایا تو اسے کھلا اور پلا۔''

مسئلہ: اگر دعوت کھانے والوں کو یہ کلمات یاد نہ ہوں (آئندہ یاد کرنے کی کوشش کریں) تو اپنے الفاظ میں کچھ خیر کے کلمات کہہ دے اس کے لیے ہاتھ اٹھانے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ یہ ثابت نہیں صرف دعاء دینے کا ذکر ہے۔

(۵۶) بَابُ مَا لَمْ يُذْكَرْ تَحْرِيمُهُ

جن حیوانات کی حرمت کا قرآن وحدیث میں تذکرہ نہیں ہے

(۱۲۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ صَبِيحٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ شَرِيكٍ الْمَكِّيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَأْكُلُونَ أَشْيَاءَ وَيَتْرُكُونَ أَشْيَاءَ تَقَذُّرًا فَبَعَثَ اللّٰهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ ﷺ وَأَنْزَلَ كِتَابَهُ وَأَحَلَّ حَلَالَهُ وَحَرَّمَ حَرَامَهُ فَمَا أَحَلَّ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ وَتَلَا قُلْ لَا أَجِدُ فِيمَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

''محمد بن داؤد' محمد بن شریک' عمرو بن دینار' حضرت ابوالشعثاء' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دور جاہلیت کے لوگ بعض اشیاء کھایا کرتے تھے اور بعض اشیاء کو مذموم سمجھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا' اپنی کتاب نازل فرمائی حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دیا لہٰذا اس نے جو حلال قرار دیا ہے وہی حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا ہے وہی حرام ہے اور جس چیز کے بارے میں خاموشی اختیار فرمائی ہے تو وہ معاف ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ: ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ﴾ تلاوت فرمائی۔ یعنی اے محمدؐ آپ فرما دیں جن اشیاء کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے ان میں سے کسی کھانے والے شخص پر کوئی شے حرام نہیں پاتا ہوں سوائے میتہ کے' بہتے ہوئے خون اور خنزیر کے گوشت کے۔ اس لئے کہ وہ نجس ہے اور اس جانور کے جو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے۔''

(۱۲۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَسْلَمَ ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ فَقَالَ أَهْلُهُ إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ هَلْ إِلَّا هٰذَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ هَلْ قُلْتَ غَيْرَ هٰذَا قُلْتُ لَا قَالَ خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ.

''مسدد' یحیٰ' زکریا' عامر' حضرت خارجہ بن صلت تمیمی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ

اسلام ہوئے جب وہ آپ کے پاس سے واپس روانہ ہوئے تو ان کے راستہ میں ایک قوم ملی کہ جن میں ایک پاگل شخص زنجیروں میں بندھا ہوا پڑا تھا اس پاگل شخص کے اولیاء اور ورثاء نے کہا کہ ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا (یعنی حضرت رسول کریم ﷺ) خیر ہی خیر لے کر تشریف لائے ہیں تو کیا تمہارے پاس ایسی کوئی چیز شے (عمل وغیرہ) ہے کہ جس کے ذریعہ اس دیوانے شخص کا علاج کر سکے۔ میں نے سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) پڑھ کر پھونک ماردی اور وہ مریض ٹھیک ہو گیا۔ ان لوگوں نے مجھے ایک سو بکریاں عنایت کیں میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا تم نے سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ (منتر وغیرہ) تو نہیں پڑھا تھا' مسدد نے کسی اور مقام پر کہا کہ آپ نے فرمایا: کیا تم اس نے اس کے علاوہ کچھ کہا (پڑھا) تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا تو تم یہ بکریاں لے لو میری عمر کی قسم ہے لوگ جادو وغیرہ کر کے کھاتے ہیں جو کہ باطل (گناہ) ہے تم نے تو ایک برحق اور سچی شے پڑھ کر پھونک مار کر کھایا ہے۔''

(۱۲۲) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ مَرَّ قَالَ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ مُسَدَّدٍ.

''عبیداللہ بن معاذ' ان کے والد' شعبہ' عبداللہ' شعبی' حضرت خارجہ بن صلت نے اپنے چچا سے بیان کیا (وہ) تین روز تک صبح وشام الحمد شریف پڑھ کر اس پر پھونک مارتے رہے جب الحمد شریف پڑھ کر فارغ ہو جاتے تو تھوک منہ میں جمع کر کے اس پر تھوک دیتے وہ شخص اس طرح ٹھیک ہو گیا جیسے وہ رسی سے کھل گیا ہو تو ان لوگوں نے (معاوضہ میں) بکریاں عنایت کیں یہ شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور حدیث اوّل کی طرح روایت نقل کی۔''

تشریح: حدیث اول: **كان اهل الجاهلية يأكلون اشياء ويتركون اشياء تقذرا.** آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے لوگ اپنی مرضیات وخواہشات پر تھے اور حلال وحرام کے لیے صرف ان کی طبیعت معیار تھی جس چیز کو چاہتے کھا لیتے اور جس کو چاہتے ترک کر دیتے۔ پھر آنحضرت ﷺ کی بعثت ورسالت اور نزول وحی سے حلت وحرمت کا معیار قرآن وحدیث قرار پایا۔

وما سكت عنه فهو عفو. اور جس سے سکوت فرمایا اس میں مؤاخذہ نہ ہوگا۔ یہ ابن عباسؓ کا اثر ہے جس میں انہوں نے آیت قرآنی سے استدلال کر کے حلال وحرام اور معاف شدہ تین احکام اور حالتیں اشیاء کے لیے ذکر کیں۔

اشیاء میں اصل اباحت ہے یا توقف؟: جن چیزوں کے بارے میں حلت وحرمت کے احکام صراحۃً یا اشارۃً قرآن وحدیث میں مذکور وروایت ہیں ان کے لیے تو وہی حکم ہوگا جو دلیل سے ثابت ہے۔ جیسے حلت وحرمت کے احکام، درندوں، پرندوں کے اور دیگر حیوانات کے متعلق گذر چکے ہیں۔ باقی جن سے دلائل ساکت ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے (ردالمحتار ج۳ ص۲۶۷) میں مذاہب یوں لکھے ہیں:

(۱) **المختار الاباحة عند جمهور الحنفية والشافعية.** (ابن ہمام) احناف وشوافع کے نزدیک قول مختار یہ ہے کہ

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اصول بزدوی میں بھی یہی ہے کہ ہمارے اکثر اصحاب اور شوافع کے نزدیک مسکوت عنہ چیزوں میں اصل اباحت وجواز ہے۔ اس پر ابواب الاکراہ کی ایک عبارت سے استدلال کیا ہے: **قال محمدؒ أكل الميتة وشرب الخمر لم يحرما الا بالنهي.** مردار کھانا اور شراب پینا نہیں حرام ہوئے مگر نہی وارده کی وجہ سے۔ یعنی امام محمدؒ نے اصل اباحت کو ٹھہرایا ہے پھر نہی کی وجہ سے حرمت کو لاحق کر کے حرام قطعی کا حکم لگایا۔ یہی قول ابوعلی جبائی، ابو ہاشم اور اصحاب ظواہر کا ہے۔

(۲) بعض احناف وشوافع اور بغداد کے معتزلہ نے اصل حظر وممانعت کو قرار دیا ہے۔

(۳) اشعریہ اور عام اہل حدیث نے اس میں توقف کا قول کیا ہے۔

(۴) عبدالقاہر بغدادی نے کہا ہے **لا يستحق ثوابا ولا عقابا.** مسکوت عنہ کو استعمال کرنے والا ثواب کا حقدار ہے نہ سزا کا شیخ ابومنصور بھی اسی طرف مائل ہوئے ہیں۔

حدیث ثانی وثالث کتاب الطب میں آرہی ہیں۔ جھاڑ پھونک کا حکم اور مفصل بحث وہیں ملاحظہ ہو۔

قدتم كتاب الاطعمة ويليه كتاب الطب.

کتاب الطب

کتاب الطب کا کتاب الاطعمہ سے ربط: ان دونوں کا آپس میں ربط اور مناسبت یہ ہے کہ بیماری اور تکلیف اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب غذاء میں کمی زیادتی ہوتی ہے یا ناقص غذائیں آدمی استعمال کرتا ہے سبب عادی کے طور پر عموماً اس سے بیماریاں جنم لیتی ہیں فی الواقع اور درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبب جزاء وسزاء اور رفع درجات ہوتی ہیں اطعمہ کے ذکر کے بعد اب طب کا ذکر کر کے اشارہ کر دیا ہے کہ احتیاط تو کھانے، پینے میں کرتے رہنا چاہیے ہاں اگر کبھی کوئی تکلیف آئے تو علاج بھی بتائے دیتے ہیں۔ سبب مرض کے بعد اب علاج کا ذکر ہے۔

طب کا معنی اور علم طب کا آغاز: لفظ ''طب'' کا معنی علاج کرنا، روحانی اور جسمانی دونوں قسم کی بیماریوں کے علاج کے لیے یہ استعمال ہوتا ہے، یہ الہامی فن ہے، اس کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے، چنانچہ **''وعلم آدم الاسماء کلھا''** (بقرہ ۳۱) کی تفسیر میں مفسرین نے تصریح کی ہے۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ لکھتے ہیں: **وألھمه معرفة ذوات الاشياء واسمائها وخواصها ومعارفها، واصول العلم، وقوانين الصناعات، وتفاصيل آلاتها وكيفيات استعمالاتها.** (روح ۱/ ۳۵۷) اس میں واضح طور پر موجود ہے کہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے اشیاء کے خواص الہام فرمائے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ علم طب کا آغاز حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرت دی تھی کہ درخت سے اس کا نام پوچھتے وہ درخت اپنا نام اور خواص بتاتا، اس طرح جڑی بوٹیوں کے خواص وفوائد معلوم ہوئے اور طب کی ابتداء ہوئی۔

دیگر اقوال تاریخ میں ملتے ہیں دراصل ان میں کوئی تضاد وتعارض نہیں بلکہ اپنے جزئی مفہوم کے اعتبار سے سب درست ہیں جبکہ اصل آغاز وابتداء آدم سے ہی ہوئی، پھر شیث علیہ السلام کے دور میں سلسلہ چلا، پھر سلیمان علیہ السلام کے دور میں ترقی ہوئی، پھر مرور زمانہ اور تجربات کے ساتھ مزید لکھا جاتا رہا...... اہل یونان کی شہرت زیادہ ہے کہ ''حکیم بقراط'' یونانی تھا جو ابن مریم سے چار سو ساٹھ سال پہلے پیدا ہوا اور ''فن طب'' کو باقاعدہ مرتب کیا اور اس پر کتابیں لکھیں۔

طب قرآنی کا اقرار: ''علی بن حسین بن واقد'' سے ایک عیسائی ''ڈاکٹر ہارون رشید تختیوع'' نے دریافت کیا کہ قرآن پاک میں کوئی طبی حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا پوری طب قرآن کریم نے آیت کے ایک حصے کے صرف دو کلموں میں سمیٹ دی ہے: **كلوا واشربوا ولا تسرفوا** (اعراف ۳۱) کھاؤ اور پیو اور حد سے مت بڑھو۔ پھر حدیث مبارکہ کے متعلق سوال اٹھایا تو اس کے جواب میں یہ حدیث سنادی: **المعدة بيت الداء والحمية رأس كل دواء واعط كل بدن ما عوّدته.** معدہ بیماریوں کا مرکز ہے اور پرہیز ہر علاج کی جڑ ہے اور بدن کو وہ (غذاء) پوری پوری دو جس کی تو نے اسے عادت ڈالی۔ اس پر نصرانی پکار اٹھا ما

ترك كتابكم ولا نبيكم لجالينوس طبا. تمہاری کتاب اور نبی (ﷺ) نے جالینوس کی ساری طب جمع کر دی اس کا کوئی اہم حصہ نہیں چھوڑا۔ (کمالین ج ۲ص ۲۷۸)

فائدہ: ہوسکتا ہے کسی کے دل میں یہ شبہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے نقل شدہ علاج کتب حدیث کے ابواب الطب میں موجود ہیں، ہم نے اسے اختیار کیا لیکن صحت وشفاء نہیں ملی تو پھران کا کیا فائدہ یا اعتماد؟ اس کی تشریح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو جھاڑ پھونک اور علاج کے طریقے منقول ہیں، یہ قوی تریقین اور اس وقت کی طبعیات وتجربات کے مطابق تھے اس لیے ایسا ممکن ہے کہ ہم طریقۂ علاج اپنائیں مگر تندرستی نہ ملے اور یہ کئی وجہ سے ہوسکتا ہے مثلاً یقین واعتماد علی النبی ﷺ وکلامہ میں کمی کی وجہ سے یا غلط تشخیص کی وجہ سے، یا طبائع میں فرق پیدا ہونے کی وجہ سے، یا نسخہ خالص نہ ملنے کی وجہ سے، یا مقدار دواء میں کمی زیادتی کی وجہ سے، یا موسم وموقع نہ ہونے کی وجہ سے، بہر حال مؤثر نہ ہونا کسی سبب عارضی کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ درحقیقت مفید ومؤثر ہیں اور مذکورہ قیود اگر پوری کی جائیں تو اب بھی مؤثر ہیں۔ اور ابن خلدونؒ نے مقدمہ ابن خلدون میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے اور کثیر واقعات ان کے مؤثر ومفید ہونے کے اہل علم کے بارے میں موجود ہیں۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس کتاب میں بیس (۲۰) ابواب اور انچاس (۴۹) احادیث ہیں۔

(۱) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَدَاوٰى

علاج کرنا چاہئے

(۱۲۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ شَرِيْكٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُ وْسِهِمُ الطَّيْرُ فَسَلَّمْتُ ثُمَّ قَعَدْتُ فَجَاءَ الْأَعْرَابُ مِنْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَتَدَاوٰى فَقَالَ تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ نِالْهَرَمُ.

''حفص بن عمر، شعبہ، زیاد، اُسامہ بن شریکؓ سے مروی ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا (اس وقت) صحابہؓ اس طریقہ سے تشریف فرما تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے ہوں (یعنی خاموش سر جھکائے ہوئے تشریف فرما تھے) تو میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا اس دوران دیہاتی لوگ اِدھر اُدھر سے پہنچے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم لوگ دوا علاج کیا کریں (یا نہیں) آپ نے فرمایا تم علاج کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی مرض پیدا نہیں فرمایا کہ جس کیلئے دوا علاج نہ ہو علاوہ ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے (یعنی بڑھاپا دور نہیں ہوسکتا)۔''

تشریح: یعنی آدمی کے لیے جائز ہے کہ علاج کرے اور سبب اختیار کرے یقین مسبب پر رہے۔

حدیث اول: اسامہ بن شریک یہ ثعلبی ہیں پھر آگے اختلاف ہے کہ یہ بنوثعلبہ بن مریم میں سے ہیں یا بنوثعلبہ بن سعد میں سے یا بنوثعلبہ بن بکر بن وائل میں سے ہیں۔ یہ صحابی رسول ہیں اور ان سے کئی احادیث روایت ہیں۔ واصحابه. یہ واو حالیہ ہے

ای والحال اصحابہ. اس حال میں کہ آپ ﷺ کے صحابہ اس حالت مطمئنہ میں تھے۔ کانما علی رؤوسہم الطیر. ھذہ کنایۃ عن السکون والوقار ای صامتون متأدبون مستوون. یہ جملہ صحابۂ کرامؓ کی خاموشی، ادب ومساوات کو بتانے کے لیے ہے اوراطمینان ووقار سے کنایہ ہے۔ لان الطیر لا تکاد تقع الاعلی شیء ساکن. کیونکہ پرندے تو صرف ساکن چیز پر بیٹھتے ہیں۔ فجاء الاعراب. الاعراب جمع مکسر ہے اس لیے جاء وجاءت مذکر ومؤنث دونوں صیغے ہوسکتے ہیں۔ انتداوی ای اذا مرضنا. کیا ہم علاج کریں جب بیار ہوں۔ صحابہ کرام کا مقصد یہ تھا کہ بیماری کا علاج خلاف توکل تو نہیں۔ فقال تداووا. آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم علاج کرو۔ اسامہ بن شریکؓ کی یہ حدیث پھر اس میں تداوَوْا بنیادی حیثیت رکھتا ہے اوراس بناء پر علماء نے علاج کے لیے احکام مستنبط کئے ہیں۔

علاج کا حکم: جمہور اہل علم کے نزدیک یہ امر اباحت وندب کے لیے ہے اور دوا دارو کرنا اور علاج کی کوشش کرنا درست بلکہ مندوب ہے، یہ توکل کے خلاف نہیں، چنانچہ سبب عادی کے طور پر روٹی، پانی اور دیگر مأکولات ومشروبات کو بھوک پیاس کے لیے استعمال کرتے ہیں، اسی طرح تکلیف وبیماری کی صورت میں علاج کرانا بھی درست ہے بلکہ مستحب ہے۔ بعض شوافع اور حنابلہ تو علاج کو واجب قرار دیتے ہیں، اور امر کا صیغہ ہونے کو دلیل بیان کرتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ پہلی بات قوی اور عندالکل معمول بہا ہے کہ علاج کرنا درست ہے آنحضرت ﷺ سید المتوکلین ومعلم التوکل نے بنفس نفیس علاج کروایا اور اسباب عادی کو اختیار کیا۔

فائدہ: فقہاء کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ اسباب فائدہ پہنچانے میں اوران سے نفع ظاہر ہونے میں تین درجہ کے ہیں: (۱) سبب یقینی (۲) سبب ظنی (۳) سبب وہمی۔ سبب یقینی کا حاصل یہ ہے کہ وہ اسباب وآلات جن کے استعمال اور بروئے کار لانے سے عادت وتجربہ یہی ہے کہ نتیجہ اور فائدہ ضرور مرتب ہوتا ہے، مثلاً کھانے سے بھوک مٹنا، پانی سے پیاس بجھنا وغیرہ ایسے اسباب کو اختیار کرنا واجب ہے، اگر کوئی آدمی بھوک کی شدت کی وجہ سے مرجائے کھانا ہوتے ہوئے بھی نہ کھائے تو آثم وعاصی ہوگا۔ دوسرا سبب ظنی یعنی وہ اسباب جن کے اختیار کرنے سے اکثر نفع حاصل ہوجاتا ہے اور کبھی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، جیسے دوائی کھانے سے کبھی صحت مل جاتی ہے اور کبھی نہیں۔ تو علاج سبب ظنی ہے اوراس کا اختیار کرنا سبب یقینی جیسا حکم نہیں رکھتا بلکہ صرف مستحب ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ علاج نہ کرانے والا اگر مرگیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔ تیسرا سبب وہمی یعنی جس سے نتیجے کا حصول موہوم ومتوقع ہے اوراغلب ویقینی نہیں جیسے تعویذ، جھاڑ پھونک وغیرہ اس کا اختیار کرنا جائز ہے۔

خلاصۂ کلام: یہ ہے کہ سبب یقینی کو اختیار کرنا واجب، سبب ظنی کو اختیار کرنا مباح ومستحب اور سبب وہمی کو اختیار کرنا صرف جائز ہے۔

فائدہ: علاج کے متعلق مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند کی تحقیق یہ ہے: ''رہ گیا تداوی (وعلاج) کا مسئلہ تو اس کے فی نفسہ مباح ہونے میں کلام نہیں۔ باقی ہر آدمی پر ہر حال میں کلیۃً واجب ہو یہ صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مرض شدید وخطرناک یا مہلک ہو، اور تداوی پر استطاعت وقدرت میسرہ بھی موجود ہو، تو حسب حیثیت واستطاعت

وقدرت میسرہ عالم اسباب میں ہونے کی وجہ سے شفاء کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم شرع کے اندر اندر علاج کرانا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسرہ نہ ہو یا مرض شدید یا خطرناک ومہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا حکم مؤکد ہے یا مستحب وافضل ہے حسب حال مبتلا بہ اور قیود مذکورہ بالا کے مطابق جو حکم ہو تو ہوسکتا ہے مگر واجب نہ ہوگا۔" (منتخبات نظام الفتاویٰ ۱/۳۵۰) آنحضرت ﷺ کی اتباع اور سنت کی وجہ سے علاج کیا جائے اس پر اجر ملے گا۔

لم یضع داء الا دواء ای خلق له دواء اس جملے میں طب وعلاج اور تداوی کا ثبوت ہے کہ بیماری کی حالت میں علاج کرنا درست ہے مکروہ اور خلاف توکل نہیں۔

قال العینی: فیه اباحة التداوی وجواز الطب وهو ردّ علی الصوفیة ان الولایة لا تتمّ الا اذا رضی بجمیع ما نزل به البلاء ولا یجوز له مداوته وهو خلاف ما اباحه الشرع. (عون) علامہ عینیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث پاک میں طب کا جواز اور علاج کرانے کی اباحت موجود ہے، اور یہ نرے صوفیاء پر رد ہے (جو یہ کہتے ہیں) کہ ولایت تام نہیں ہوتی مگر جب آدمی تمام اترنے والی آزمائشوں اور بلاؤں پر راضی نہ ہو اور اس کا علاج بھی درست نہیں، حالانکہ ان کا یہ قول اباحت شرعیہ کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ سید الانبیاء والاولیاء، محبوب کبریاء نے علاج کروایا ہے دوا استعمال کی ہے صحابہ کو تداوی کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے اور صابر پیغمبر ایوب علی نبینا وعلیہ السلام نے شفاء وصحت کی آرزو خود باری تعالیٰ سے کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے علاج بھی بتایا صحت وتندرستی بھی دی اور نعم سابقہ سے بڑھ کر عطاء بھی کیا۔ ارشاد خداوندی ہے: **وایوب اذ نادی ربه انی مسّنی الضر وانت ارحم الراحمین.** (الانبیاء ۸۳) اور ذرا یاد تو کرو جب ایوب علیہ السلام نے پکارا اپنے رب کو (بہاؤ الحق تے بیڑہ دہک کو نہیں۔ العیاذ باللہ) کہ مجھے تو تکلیف پہنچی ہے اور رحم کرنے والا تو ہی ہے۔ اس کے جواب میں رب تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ چپ رہ علاج اور آرزوئے علاج ولایت کے خلاف ہے، بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ **ارکض برجلك هذا مغتسل بارد وشراب.** (صٓ: ۴۲) فرمایا تو بھی تو (ہاتھ) پاؤں ہلا یہ ٹھنڈا و خوشگوار پانی غسل کے لیے بھی اور پینے کے لیے بھی۔ لیجئے اس میں خارجی اور داخلی دونوں علاجوں کا ذکر بھی ہے اور ان کا مؤثر ہونا بھی، پھر اس پر صحت ونعمت کی عطاء بھی، حالانکہ انبیاء سے بڑا ولی اور قرب خداوندی والا ہے ہی کوئی نہیں اسی طرح شہد میں شفاء ہونا اور اس کا قرآن میں مذکور ہونا صحت وعلاج کے لیے صریح دلیل ہے۔ یہ ساری بات احکام شرعیہ ظاہرہ کے اعتبار سے ہے اور ہم اسی کے مکلف ہیں۔

غیر داء واحد الهرم ای هو الهرم. یہ مبتداء محذوف "ھو" کی خبر اور مرفوع ہے یہ ظاہر ہے اسی طرح مجرور رداء سے بدل یا منصوب اعنی فعل محذوف کا مفعول بھی ہوسکتا ہے۔ (عون) اس سے مراد بڑھاپا اور کبرسنی ہے، بڑھاپے کو بیماری کہا گیا اس وجہ سے کہ بیماری سے عموماً کمزوری واقع ہوتی ہے، اسی طرح بڑھاپا بھی موت کی طرف دھکیل دیتا ہے، بیماری میں صحت کمزور ہو جاتی ہے بڑھاپے میں بھی کمزوری ڈیرہ ڈال دیتی ہے، بیماری میں آدمی کام کاج سے عاجز ہوتا ہے بڑھاپے میں تو پکی چھٹی مل جاتی ہے، بس لاٹھی وتسبیح کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت بالخصوص آخر عمر میں اپنی یاد کی توفیق عطاء فرمائے۔

امین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اسی کے مثل دیگر احادیث: بیماری اور علاج کے متعلق چند مزید حدیثیں جو تقریباً حدیث باب کے ہم معنی ہیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) **ما انزل الله داء الا انزل له شفاء** (بخاری ج۲) اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نہیں اتاری جس کے لیے شفاء نہ اتاری ہو۔

(۲) **ان الله لم ينزل داء الا انزل الله له شفاء فتداووا.** (نسائی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری مگر اس کے لیے شفاء بھی اتاری سوتم علاج کرو۔

(۳) **ان الله حيث خلق الداء خلق الدواء فتداووا.** (فتح الباری ج۱۰ص۱۶۶) یقیناً اللہ تعالیٰ نے جب کوئی بیماری پیدا کی تو دواء بھی پیدا کی سوتم علاج کرو۔

(۴) **تداووا يا عباد الله! فانّ الله لم يضع داء الا وضع له شفاء الا داء واحد الهرم.** (ایضاً) اے اللہ کے بندو! علاج کرو بیشک اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کے لیے دوا اتاری ہے، صرف ایک بیماری مستثنیٰ ہے یعنی بڑھاپا۔ یہ تو ایسا گلے کا ہار ہے جس نے اترنا سیکھا ہی نہیں ''جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا ہے جو جا کے نہ آئے وہ جوانی ہے۔''

(۵) **لكل داء دواء فاذا اصيب دواء الداء براً باذن الله تعالى.** (مسلم) ہر بیماری کے لیے علاج ہے سو جب بیماری کو (صحیح) دوائی پہنچے تو اللہ کے حکم سے صحت یاب ہوتا ہے۔ اس آخری حدیث کے آخری کلمہ نے سب کو مقید کر دیا کہ دواء اسباب کی حد تک ہے درحقیقت صحت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سوال: ان تمام نصوص واحادیث پر یہ اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی بیماریاں لاعلاج ہیں بالخصوص دور حاضر میں تو متعدد لاعلاج امراض موجود ہیں جنہیں طب ومیڈیکل نے لاعلاج بیماریوں کی فہرست میں پرو دیا ہے۔

جواب: اس کا جواب تو خود اطباء وماہرین اور ڈاکٹروں کی عملی زبان اور اخباری بیان واعلان سے واضح ہے کہ ایک بیماری کو لاعلاج قرار دیا جاتا ہے، پھر چند ہی ایام میں کسی کونے سے اس کے علاج تلاش ہونے کی خبریں بھی نمودار ہوتی ہیں، اور پہلے اقرار کو یہ دعویٰ مضمحل کر دیتا ہے، پھر اور بیماری کو لاعلاج کہنے کی کوشش ہوتی ہے، پھر اس کا علاج سامنے آ جاتا ہے۔ اس سے عملاً یہ ثابت ہوا کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں۔ ہاں ہماری نارساں عقل وتجربہ قابل علاج ہے کہ بسا اوقات کسی بیماری کے علاج تک ہم پہنچ نہیں پاتے۔ اس لیے نصوص بالا پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

(۲) بَابٌ فِي الْحِمْيَةِ

پرہیز کرنے کا بیان

(۱۲۴) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوُدَ وَأَبُوْ عَامِرٍ وَهٰذَا لَفْظُ أَبِي عَامِرٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوْبَ عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ بِنْتِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَمَعَهُ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَةٌ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ لِيَأْكُلَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ مَهْ إِنَّكَ نَاقِهٌ حَتّٰى كَفَّ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَتْ وَصَنَعْتُ شَعِيرًا وَسِلْقًا فَجِئْتُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَصِبْ مِنْ هٰذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَكَ.

''ہارون، ابوداؤد، فلیح بن سلیمان، ایوب، یعقوب، حضرت اُمّ منذر رضی اللہ عنہا بنت قیس انصاریہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو بیماری کی وجہ سے کمزور تھے اور ہم لوگوں کے پاس کھجور کے گچھے لٹکے ہوئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر ان کو تناول فرمانے لگے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کھانے کے لئے کھڑے ہوگئے؟ آپ نے ان سے کہنا شروع کیا تم کھانے سے باز آؤ ابھی تم اچھے نہیں ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کھانے سے رک گئے۔ اُمّ منذر کہتی ہیں کہ میں نے جَو اور چقندر پکائے تھے تو میں وہ لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تم اس میں سے کھالو یہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔
(مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ طبیب یا ڈاکٹر جن چیزوں کے استعمال سے روکے ان سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ پرہیز نہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔ ویسے بھی محاورہ ہے کہ: ''پرہیز علاج سے بہتر ہے''۔)''

تشریح: الحمية بكسر الحاء وسكون الميم. باب ضرب سے مستعمل ہے پرہیز کرنا، بچنا۔ پرہیز کی اہمیت کو آیت وضوء میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے: وان كنتم مرضى او على سفر .... فتيمموا صعيدا طيبا. (مائدہ:٦) اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو.......... تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔ اس میں پرہیز کا حکم اور ثبوت ہے کہ اگر پانی کا استعمال تمہیں ضرر پہنچائے تو تم اس سے بچو باقی پاکی تیمم کے ذریعے حاصل کرو۔

عن ام المنذر. یہ سلمیٰ بنت قیس اخت سلیط ہیں جو بنو مازن بن نجار میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی خالہ ہیں اور دونوں قبلوں کی طرف انہوں نے نماز پڑھی ہے۔ قال الطبرانی اسمها سلمىٰ. (بذل)

ومعه ﷺ عليّ ناقه. ناقہ یہ (باب سمع نَقِهَ يَنْقَهُ سے اسم فاعل ہے۔ هو قريب العهد من المرض لم يرجع اليه كمال صحته وقوته. جس نے ابھی بیماری سے صحت پائی ہو لیکن پوری صحت وقوت بحال نہ ہوئی ہو۔ بلکہ کمزوری اور نقاہت کا اثر ہو کہ ہلکی سی بے احتیاطی سے مرض واپس آجائے۔ **دوال** یہ دالیۃ کی جمع ہے بمعنی خوشہ۔ اس سے کھجور کا وہ کچا خوشہ مراد ہے۔ جو کچا ہی کھجور سے کاٹ کر لٹکا دیا جائے پھر پکنے پر کھایا جائے **مَهْ** ای كف عن اكله وانته. یعنی رک اس کے کھانے سے اور باز رہ۔ **مه** یہ مبنی بر سکون اسم فعل بمعنی فعل امر ہے اس روکنے کی علت وہی نقاہت وکمزوری تھی جس کی وجہ سے گرم چیز سے پرہیز کا حکم دیا۔ **حتى كف علي.** حضرت علیؓ بھی رک گئے یہ نہیں کہا کہ کھجور سے کیا ہوتا ہے صحت وبیماری تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے کہ اسباب عادیہ کا اختیار کرنا اور مضرات سے بچنا خلاف توکل نہیں۔ اور پرہیز کرنا بھی چاہیے۔ **سلقًا** بكسر السين وسكون اللام هي نبت يطبخ ويوكل ويسمى بالفارسية جغندر. یہ شلجم جیسی ایک بوٹی ہے جو پکائی جاتی ہے اور کچی بھی کھائی جاتی ہے اسے چقندر کہتے ہیں، ہمارے دیار میں سلاد میں اس کا استعمال

معروف ہے، یہ کھجور کے برعکس ٹھنڈی تاثیر رکھتا ہے۔ حدیث پاک سے پرہیز کی اہمیت اور رطب کی فضیلت معلوم ہوئی اور یہ بھی واضح ہوا کہ طبیب و معالج کا قول اس میں معتبر ہوگا کہ جسے وہ اپنے علم و تجربے کی حد تک مفید بتا رہا ہے یا مضر اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے نہ یہ کہ حدیث دکھاؤ۔ ہاں نتیجہ سپرد خدا۔ **اصب هذا.** یہ (باب افعال) **اصاب یصیب اصابة** سے **اقم** کے مثل فعل امر حاضر ہے **ای ادرك من هذا.** یعنی اس سے لو۔

فائدہ: بذل میں ہے: **والحمية انما هو من الكثير الذى يؤثر البدن وتثقل المعدة اما الحبّة والحبتان فلا حمية لها.** پرہیز کسی چیز کے زیادہ استعمال سے ہے جو بدن پر اثر انداز ہو اور معدے کو بوجھل کر دے صرف ایک دو دانے یا نوالے اس میں پرہیز لازمی نہیں۔

(۳) بَابٌ فِى الْحِجَامَةِ

سینگی لگانے کا بیان

(۱۲۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِى سَلَمَةَ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنْ كَانَ فِى شَىْءٍ مِمَّا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ خَيْرٌ فَالْحِجَامَةُ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، محمد بن عمرو، ابوسلمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں کی تمام دواؤں میں کوئی دوا بہتر ہے تو وہ حجامت یعنی سینگی لگوانا ہے۔''

(۱۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَزِيْرِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِى ابْنَ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِى الْمَوَالِى حَدَّثَنَا فَائِدٌ مَوْلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِى رَافِعٍ عَنْ مَوْلَاهُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِى رَافِعٍ عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمٰى خَادِمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كَانَ أَحَدٌ يَشْتَكِىْ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَجَعًا فِىْ رَأْسِهِ إِلَّا قَالَ احْتَجِمْ وَلَا وَجَعًا فِىْ رِجْلَيْهِ إِلَّا قَالَ اخْضِبْهُمَا.

''محمد بن وزیر، یحییٰ، عبدالرحمٰن بن ابی موال، حضرت فائد جو عبیداللہ بن ابی رافع کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ اپنے مولیٰ سے اور وہ اپنی دادی سے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، وہ روایت کرتی ہیں کہ جو بھی شخص اپنے دردسر کی شکایت لے کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سینگی لگوانے کے لئے فرماتے تھے اور جو شخص خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پاؤں کے درد کی شکایت لے کر حاضر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو فرماتے: ان کو مہندی لگاؤ۔''

تشریح: حدیث اول: **ان كان فى شئ مما تداويتم به خيرٌ فالحجامة.** کان کا اسم خیر مؤخر ہے **مما تداويتم**..... ظرف مستقر شئ کی صفت پھر فی شئ ظرف مستقر کان کی خبر مقدم یہ جملہ فعلیہ شرط **فالحجامة هى مبتداء** محذوف کی خبر ہے، یہ جملہ اسمیہ شرط کی جزاء ہے۔ حجامۃ بکسر الحاء پچھنے لگانا، سینگی لگانا۔ اس میں فاسد مادہ اور خون نکال لیا جاتا ہے، جو مرض و تکلیف کا سبب ہوتا ہے تو آدمی کو راحت پہنچتی ہے۔ اس کے متعلق آگے بھی تین ابواب میں حدیثیں موجود ہیں۔

صحیحین میں ہے: "الشفاء فی ثلاثة فی شرطة محجم او شربة عسل او کیّة بنار وانا انھی امتی عن الکی. (بخاری باب فی الشفاء بثلاث کتاب الطب) تندرستی تین چیزوں میں ہے: پچھنے لگوانا، شہد پینا، آگ سے داغنا لیکن میں اپنی امت کو (حاجت شدیدہ کے بغیر) داغنے سے روکتا ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ہے: ان کان فی شیء من ادویتکم خیر ففی شرطة محجم او شربة عسل او لذغة من النار وما احب ان اکتوی. (بذل عون ومسلم) اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر اور شفاء ہے تو وہ پچھنے لگانے یا شہد پینے میں یا آگ سے داغنے میں۔ شرطة محجم. یہ فعلة کے وزن پر ہے شرط سے مشتق ہے، محجم بکسر المیم وہ آلہ جس میں سینگی کا خون جمع ہوتا ہے۔

بیماریوں کی اقسام اوران کا علاج: ابن قیمؒ نے طب نبوی ص ۳۸ میں ذکر کیا ہے ابوعبداللہ مازریؒ کہتے ہیں کہ بیماریاں دموی ہوتی ہیں یا صفراوی یا بلغمی یا سوداوی پھر اگر بیماری دموی یعنی خون کے فساد و بگاڑ کی وجہ سے ہے تو اس کا علاج فاسد مادہ اور خون کے اخراج سے ہوگا جیسے پچھنے لگوانے میں ذکر کیا۔ اگر بیماری باقی تین اقسام میں سے ہے تو اس کا علاج اسہال اور پیٹ ہلکا کرنے سے ہوگا اس کا ذکر شہد پینے میں ہوا۔ اور یہی طب کی بنیاد و اصل ہیں کہ ان دو طریقوں سے علاج کیا جاتا ہے۔ اور اگر ایسی بیماری بگڑی ہے کہ ان دونوں طریقوں سے قابو میں نہیں آ رہی تو پھر مجبوراً آخری درجہ داغنے کا ہے جو مریض کے لیے شدید تکلیف دہ ہونے کی وجہ سے پسندیدہ نہیں، بحالت مجبوری درست ہے۔ اس طرح داغنے کے متعلق روایات میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ جب پینے اور ملنے والی ادویات موثر نہ ہوں تو پھر آخری درجہ اسی کا ہے۔ یاد رہے کہ پچھنے لگانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں کیونکہ مخصوص رگوں سے فاسد مادہ و خون نکالنا ماہر آدمی کے سوا کوئی نہیں نکال سکتا ہے، اس لیے اس میں احتیاط رہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہ ہر کسی کے لیے بھی مفید علی الاطلاق نہیں بلکہ ان کے لیے فائدہ مند ہے جو گرم ترین علاقوں میں رہتے اور گرم مزاج رکھتے ہیں اور موسم بھی گرم ہو جن کا خون انتہائی گرم ہو۔

ابن قیمؒ لکھتے ہیں: الحجامة فی الازمان الحارة والأمكنة الحارّة والامزجة الحارة التی دم اصحابها فی غاية النضج انفع. (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴) اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ پچھنے لگوانا مذکورہ بالا افراد کو مفید ہے۔ تکملہ (ج ۴ ص ۳۳۵) میں ہے: قال اهل المعرفة: الخطاب بذلك لاهل الحجاز ومن كان فی معناهم (فی الموسم) من اهل البلاد الحارة لان دمائهم رقيقة وتميل الى ظاهر الابدان بجذب الحرارة..... الخ. اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ علاج گرم طبیعت اور گرم علاقے والوں کے لیے مفید ہے، اسی طرح یہ زیادہ عمر کے افراد کے لیے بھی مفید نہیں بلکہ مضرت و کمزوری کا اندیشہ ہے چنانچہ علامہ طبریؒ نے صحیح سند کے ساتھ ابن سیرینؒ سے روایت نقل کی ہے: اذا بلغ الرجل اربعین سنة لم يحتجم. (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۸۶) جب آدمی چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو پچھنے لگوائے کیونکہ اب قوت کا ڈھلان شروع ہے کمزوری کی طرف اس لیے اب مزید خون نکال کر کمزوری نہ ہو۔ اب بھی فاسد خون نکالنے کے طریقے علاج میں مفید سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کی شکل بدل چکی ہے۔ مثلاً خون صاف کرنے والی مشروباتی دوائیاں وغیرہ۔ اور یہ اصول عندالاطباء مسلم ہے کہ فاسد مادہ کو نکال کر ہی مصلح خون پیدا کیا جاسکتا ہے اور یہی اصول سینگی کے علاج سے ماخوذ ہے۔

حدیث ثانی: عن جدته سلمی خادم. یہ نبی کریم ﷺ کی خادمہ تھیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفیہ بنت عبدالمطلب کی خادمہ تھیں۔ لفظ خادم غلام وجاریہ (لڑکے، لڑکی) دونوں پر برابر بولا جاتا ہے اور یہ مذکر ومؤنث کے لیے برابر ہے کبھی خادمہ میں تاء بھی آجاتی ہے۔ وجعًا فی رأسه ..... احتجم..... رجلیه اخضبهما. اخضب یہ باب ضرب سے امر ہے بمعنی رنگنا۔ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں اخضبهما بالحناء. نقل کیا ہے جس میں بالحناء زیادہ اور مصرح ہے یعنی سر میں تکلیف ہو تو سینگی لگاؤ۔ جیسے ہمارے دیار میں ڈسپرین پانی میں حل کر کے لیتے ہیں تاکہ خون کے جامد ذرات پتلے ہو کر روانی میں شامل ہو جائیں اور پاؤں میں جلن اور گرمی کی تکلیف کی وجہ سے مہندی سے رنگو عموماً اس کی ضرورت بھی موسم گرما میں پیش آتی ہے اور یہ سہل وسستا علاج ہے۔ جو لوگ کھجوریں اتارتے اور چنتے ہیں اور گرمی میں آمدورفت پیدل رکھتے ہیں تو ان کو اس تکلیف کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔

مَردوں کے لیے مہندی: قال القاریؒ: والحدیث باطلاقه یشمل الرجال والنساء لکن ینبغی للرجل ان یکتفی باختضاب کفوف الرجل ویجتنب صبغ الاظفار احترازا من التشبه بالنساء ما امکن. (بحوالہ عون)

ملا علی قاریؒ نے کہا: حدیث پاک مطلق اور عام ہے مردوں اور عورتوں کے لیے کہ تکلیف کے وقت پاؤں پر مہندی لگا سکتے ہیں لیکن مردوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ پاؤں کے صرف تلووں پر لگائیں، ناخنوں پر نہ لگائیں عورتوں کی مشابہت سے بچتے ہوئے جتنا بھی ممکن ہو۔ اس سے معلوم ہوا مردوں کو مہندی علاج وضرورت کے وقت صرف پاؤں کے لیے درست ہے اس میں بھی احتیاط اور تشبہ بالنساء سے اجتناب ہو۔ مستورات کے لیے عموماً مہندی لگانا بالخصوص نو بیاہتا دلہن کے لیے پسندیدہ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا مرد وعورت کے ہاتھوں میں فرق ہو یعنی عورت کے ہاتھ مہندی سے رنگے ہوئے ہوں۔

(۴) بَابٌ فِي مَوْضِعِ الْحِجَامَةِ

کس جگہ سینگی لگائی جائے؟

(۱۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ وَكَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ الْأَنْمَارِيِّ قَالَ كَثِيرٌ إِنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَحْتَجِمُ عَلَى هَامَتِهِ وَبَيْنَ كَتِفَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ أَهْرَاقَ مِنْ هٰذِهِ الدِّمَاءِ فَلَا يَضُرُّهُ أَنْ لَا يَتَدَاوٰى بِشَيْءٍ لِشَيْءٍ.

''عبدالرحمٰن، کثیر، ولید، ابن ثوبان، ان کے والد، حضرت ابوکبشہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کی مانگ میں فصد لگواتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں مونڈھوں کے درمیان فصد لگواتے اور آپ ارشاد فرماتے جو شخص ان جگہوں کا خون نکلوائے تو اس شخص کو کسی مرض کے لئے کوئی دوا استعمال نہ کرنا نقصان نہیں پہنچاتے۔''

(۱۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ احْتَجَمَ ثَلَاثًا فِي الْأَخْدَعَيْنِ

وَالْكَاهِلِ قَالَ مَعْمَرٌ احْتَجَمْتُ فَذَهَبَ عَقْلِيْ حَتّٰى كُنْتُ أُلَقَّنُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فِيْ صَلَاتِيْ وَكَانَ احْتَجَمَ عَلٰى هَامَتِهٖ.

''مسلم' جریر' قتادہ' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کے پٹھوں اور دونوں مونڈھوں کے درمیان تین مرتبہ سینگی لگوائی۔ معمر نے بیان کیا کہ میں نے سر کے درمیان سینگی لگوائی تو میری عقل زائل ہوگئی یہاں تک کہ میں لوگوں کے بتلانے سے الحمد شریف پڑھتا۔''

تشریح: اس باب میں سینگی لگانے کے محل کی تعیین ونشاندہی کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ علاج جو بھی ہو درست و برمحل ہوا ایسا نہ ہو کہ چوٹ پاؤں پر اور مرہم ناک پر، دردسر میں اور دوا اسہال، تکلیف آنکھ میں اور نشتر کو کھمیں۔

سینگی لگانے کے محل: باب کی حدیثیں اور بعض دیگر روایات میں جسم کے بعض اعضاء بتائے گئے جہاں سینگی لگانا موزوں و مفید ہوتا ہے۔ دونوں مونڈھوں کے درمیان، سر کی مانگ میں، گردن کے پٹھوں اور دونوں کندھوں کے درمیان۔

حدیث اول: **قال کثیر.** بذل میں ہے یہ مصنفؒ کے شیخ ہیں **انه** اس کا مرجع ابو کبشہ ہے۔ **حدثه** اس فاعل کی ضمیر کا مرجع ابو کبشہ ہے اور مفعول کی ضمیر کا مرجع ثوبان ہے یعنی ثوبان کو ابو کبشہ نے بیان کیا۔ اس کی تصریح ابن ماجہ میں ہے: **قال..... حدثنا الولید بن مسلم حدثنا ابن ثوبان عن ابیه عن ابی کبشة الانماری.**

من اهرق ای اراق. پہلے ہمزہ کو ھاء سے بدلا تو ھرق ہوا پھر شروع میں اور ہمزہ بڑھا دیا اھرق ہوا یہ فعل ماضی ہے بمعنی بہایا۔ پھر مزید علاج کی ضرورت نہیں کیونکہ سبب مرض فاسد خون نکل گیا اب غذا سے صحت بنے گی نہ کہ بگڑے گی۔

حدیث ثانی: **احتجم ثلاثا.** اس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا جگہوں میں سے مختلف اوقات میں مختلف جگہ سے سینگی لگوائی۔ **الا خدعین هما عرقان فی جانب العنق.** یہ گردن کے کنارے دو رگیں ہیں۔ **الکاهل ما بین الکتفین تحت القفا.** دونوں کندھوں کے درمیان گدی کے نیچے۔ **کنت القن فی فاتحة الکتاب.** یعنی سر میں بے محل سینگی کی وجہ سے مجھے مزید تکلیف پہنچی اور ذہن وحافظہ متاثر ہوا جیسے بے جانشتر سے باز وسوج جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے میں سورہ فاتحہ میں بھی بھول جاتا۔

(۵) بَابُ مَتٰى تُسْتَحَبُّ الْحِجَامَةُ

سینگی لگوانا کب مستحب ہے؟

(۱۲۹) حَدَّثَنَا أَبُوْ تَوْبَةَ الرَّبِيْعُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُمَحِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ كَانَ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ.

''ابو توبہ ربیع بن نافع' سعید بن عبدالرحمٰن' سہیل' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے سترھویں' انیسویں اور اکیسویں تاریخ میں سینگی لگوائی تو اس شخص کے لئے ہر ایک مرض سے شفا ہوگی۔''

(١٣٠) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَتْنِي عَمَّتِي كَبْشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ أَبَاهَا كَانَ يَنْهٰى أَهْلَهُ عَنِ الْحِجَامَةِ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَيَزْعَمُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابوبکرہ' ان کی پھوپھی کیسہ بنت حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کو منگل کے روز سینگی لگوانے سے منع کرتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اس میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں خون نکلنے سے انسان تندرست نہیں ہوتا۔''

تشریح: اس میں محل جسد کے بعد وقت بتایا جا رہا ہے کہ کونسا وقت موزوں ہے۔

حدیث اول: من احتجم بسبع عشرة الخ. اس میں اور اگلی حدیث میں تاریخ اور دن بیان ہوئے ہیں۔

سینگی لگوانے کی تاریخ وایام: سترہ، انیس، اکیس یہ تاریخیں ہیں اور دن یہ ہیں جمعرات، جمعہ، ہفتہ اتوار، پیر۔ ابتدائی تاریخوں میں عموماً خون میں جوش وغلبہ ہوتا ہے کہ جسم کے اخلاط اور ملے ہوئے مادوں (خون، سوداء صفراء بلغم) میں ہیجان ہوتا ہے جب کہ مہینے کے آخر میں مطمئن اور ساکن ہوتے ہیں اس لیے درمیان کے اعتدال والے زمانے کو موزوں قرار دیا۔ مزید برآں یہ کہ طبیبوں کے نزدیک دن کے ابتدائی حصے کے بجائے تیسرے یا دوسرے حصے میں پچھنے لگوانا زیادہ نفع مند ہے اور جماع، غسل، خوب سیر ہو، بالکل بھوک کے وقت بھی سینگی نہ لگوائیں۔ مطلب یہ ہے محل تاریخ، دن، وقت، طبیعت کی حالت سب کا لحاظ کرتے ہوئے یہ عمل کریں یقیناً مفید ہوگا۔ یہ تفصیل احتیاطی تدابیر کی حد تک ہے شرعی حکم کے اعتبار سے بلا کراہت کسی بھی تاریخ، دن اور وقت میں یہ علاج کرایا جا سکتا ہے۔ اس کی مثال کھانے کی سی ہے کہ جب کھائیں جائز ہے لیکن شکم سیری پر دگنا کھائیں گے تو علاج کو جائیں گے اس لیے مناسب وقت میں کھانا ہی بہتر ہے وهكذا هنا. من كل داء. یہ عام مخصوص البعض ہے کہ ان تمام بیماریوں سے شفاء ملے گی جو خون کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ دیگر علاج ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی حالانکہ آگے موجود ہیں۔

(٦) بَابٌ فِي قَطْعِ الْعِرْقِ وَمَوْضِعِ الْحَجْمِ

رگ کاٹنے اور سینگی لگانے کی جگہ

(١٣١) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أُبَيٍّ طَبِيبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا.

''محمد بن سلیمان' ابومعاویہ' ابوسفیان' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جانب ایک طبیب بھیجا تو اس حکیم نے ان کی ایک رگ کاٹی (پچھنے لگانے کے لئے)''

(١٣٢) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرَةَ بَكَّارُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَتْنِي عَمَّتِي كَبْشَةُ بِنْتُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّ أَبَاهَا

كَانَ يَنْهٰى أَهْلَهُ عَنِ الْحِجَامَةِ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَيَزْعَمُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ.

''موسیٰ بن اسماعیل، ابوبکرہ، ان کی پھوپھی کیسہ بنت حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے والد اپنے گھر والوں کومنگل کے روز سینگی لگوانے سے منع کرتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے کہ منگل کا دن خون کا دن ہے اس میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں خون نکلنے سے انسان تندرست نہیں ہوتا۔''

(۱۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ احْتَجَمَ عَلٰى وِرْكِهِ مِنْ وَثْءٍ كَانَ بِهِ.

''مسلم بن ابراہیم، ہشام، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے درد کی بناپر اپنے سرین پر سینگی لگوائی۔''

تشریح: حدیث اول: فقطع منه عرقًا. العرق بكسر العين وسكون الراء الا جوف الذی يكون فيه الدم. وہ گول خول نما جس میں خون ہو یعنی رگ۔ دوسرا لفظ عصب ہے غیر الا جوف جو اندر سے خول دار نہیں ہوتا بلکہ ٹھوس ہوتا ہے۔ پٹھا، عرق، عصب، عضم، لحم، شحم وغیرہ جانداروں کے اجزاء واعضاء مہمہ ہیں۔

آپریشن کا ثبوت: انسانی اعضاء اللہ تعالیٰ کا عطیہ وامانت ہیں ان کی حفاظت ضروری ہے ان کو نقصان پہچانا، توڑنا، چیر پھاڑ کرنا ظلم وناجائز ہے، ہاں تحصیل صحت وعلاج کے لیے ہو تو پھر آپریشن درست ہے حدیث باب سے اس کی اصل ملتی ہے۔ ابن رسلانؒ کہتے ہیں کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ علاج میں کم سے کم اور مفید طریقہ اپنایا جائے کہ جسم کو زیادہ نقصان نہ پہنچے اور اگر ہلکی دواء سے علاج ہوسکتا ہے تو سختی اور مہنگی دواء سے بچے، اگر غذاء سے صحت ممکن ہے تو بلا وجہ دواء نہ لے، بسیط سے صحت مل سکتی ہے تو مرکبات سے پرہیز کریں۔ (اپنا بل بڑھانے کے لیے گولیوں کی تھیلی نہ بھردے) اور اگر دواء سے علاج ہوسکے تو فصد نہ کرے، اگر فصد وسینگی سے ہوسکتا ہے تو چیر پھاڑ اور آپریشن نہ کرے۔ (عون)

حدیث ثانی: اخبر تنی عمتی كبشة. موسیٰ بن اسماعیل کی سند میں یہ کبشہ بالباء ہے لیکن درست یہ ہے کہ یہ کیّسة ہے۔ بذل میں ہے کہ کبشہ بالباء والشین ناسخین کی غلطی ہے۔

منگل کو یوم الدم کہنے کی وجہ؟: يوم الثلثاء يوم الدم. منگل کو یوم دم اور خون نہ رکنے والا دن کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے متعلق عون میں ہے کہ قتل ابن أدم اخاه. کہ ابن آدم کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو اسی دن قتل کیا تھا اس لیے اس دن کو یوم الدم کہتے ہیں۔

حدیث ثالث: علی ورکه. ورک یہ کتف کی مثل ہے بفتح الواو وكسر الراء. ما فوق الفخذ کولہا، سرین۔ وثیء، وثی. یہ بغیر ہمزہ کے بھی ہے وہ چوٹ اور رگڑ جس میں ہڈی نہ ٹوٹی ہو۔ (الوثی: وجع يصيب العظم من غير كسر)

(۷) بَابٌ فِي الْكَيِّ

داغ لگانے کا بیان

(۱۳۴) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَيِّ فَاكْتَوَيْنَا فَمَا أَفْلَحْنَ وَلَا أَنْجَحْنَ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت، مطرف، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے داغ لگانے سے منع فرمایا ہم لوگوں نے داغ لگایا لیکن اس سے نہ تو کسی قسم کا کوئی فائدہ ہوا اور نہ ہم کامیاب ہوئے۔''

(۱۳۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوٰى سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ مِنْ رَمِيَّتِهٖ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تیر کے زخم کی بناپر سعد بن معاذ کے داغ لگایا۔''

تشریح: داغنے کے متعلق دو حدیثیں بخاری و مسلم کے حوالے سے گذر چکی ہیں کہ میں داغنے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی امت کو داغنے سے روکتا ہوں۔ باب کی پہلی حدیث میں ممانعت ہے اور یہی حدیث ترمذی و ابن ماجہ میں بتغیر یسیر روایت ہے: ان رسول اللہ ﷺ نھی عن الکی قال فابتلینا فاکتوینا فما افلحنا و لا انجحنا. (ترمذی) نھی رسول اللہ ﷺ فاکتویت فما افلحت (ای الکیّات) و لا انجحت. (ابن ماجہ)

احادیث الکیّ میں تطبیق: باب فی الحجامۃ میں بیماریوں اوران کے علاج کے متعلق جو تفصیل مذکور ہوئی اس کی آخری بات میں بھی اسی تطبیق کی طرف اشارہ موجود ہے۔ داغنے کے متعلق باب کی پہلی حدیث ممانعت پر دال ہے اور دوسری صحت وثبوت پر۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عملی وفعلی حدیث قولی حدیث پر مقدم ہوتی ہے۔

ممانعت کا محمل: کیّ کیونکہ انتہائی تکلیف دہ چیز ہے اور اس میں آگ سے جلانا معذب من النار سے مشابہت رکھتا ہے اس لیے اس کی ممانعت ہے اور اسے اختیار کرنے سے حتی الوسع بچنا ہی نصوص صریحہ واردہ کے مطابق ہے۔ نیز یہ نہی تحریمی نہیں کیونکہ حدیث اول میں ہے نھی النبی ﷺ فاکتوینا. اگر نہی تحریمی ہوتی تو صحابہ کرام قطعاً اس کا ارتکاب واقدام نہ کرتے کہ نہی کا بھی ذکر کریں پھر اس کے خلاف بھی کریں۔

اباحت کا محمل: کوئی ایسی بیماری لاحق ہو (حفظنا اللہ من الامراض الباطنۃ و الظاھرۃ کلّھا) جس کا علاج کسی دوسرے طریقہ سے کارگر نہ ہو اور ماہر و تجربہ کار طبیب کی رائے یہی ہو کہ داغنے سے اچھا ہونے کی امید ہے تو ایسی حاجت شدیدہ میں داغنا درست ہے چنانچہ سیدنا سعد بن معاذؓ کے زخم کو داغنا اسی کی تائید کرتا ہے کہ اس سے خون رسنا بند نہیں ہوتا تھا آنحضرت ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں زیادہ خون نکلنے سے موت نہ واقع ہو جائے اس لیے اسے داغا۔ یہ نہ ہو کہ تھوڑی بہت

تکلیف کی صورت میں داغا جائے۔ نہیں بلکہ پہلے دوسرے علاج کے طریقے اختیار کئے جائیں۔ اسی کی دلیل یہ بھی ہے کہ جس کا ہاتھ یا پاؤں سرقہ وڈکیتی کی وجہ سے کاٹا جائے تو اسے فوراً داغنے کا حکم ہے تا کہ مزید خون نہ نکلے۔

نہی کی احادیث کا جواب: (۱) یہ نہی داغنے کی حرمت وممانعت کی وجہ سے نہیں دراصل عرب میں یہ عقیدہ جڑ پکڑ گیا تھا کہ داغنا ایسا علاج ہے جو بہر حال صحت دیتا ہے اور جو نہ داغے وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا ہے حالانکہ علاج سنت ہے موت وحیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، کسی بھی طریقۂ علاج اور دوائی کے متعلق یہ اعتقاد درست نہیں کہ اسی میں صحت بہر صورت مضمر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے نہی فرما کر اس غلط عقیدہ کی تردید فرمائی نفس کی ّ کی ممانعت مقصود نہ تھی۔

(۲) آپ ﷺ نے عمران بن حصین ؓ کو داغنے سے منع فرمایا اس لیے کہ ان کا زخم ایسا گہرا اور ناسور تھا جس میں داغنے کی افادیت متوقع نہیں تھی اور یہ طے ہے کہ اگر اندیشہ ہو کہ اس سے فائدہ نہ ہوگا تو پھر اجتناب کرنا چاہیے۔

(۳) یہ نہی اس صورت میں ہے کہ جب تکلیف وزخم ایسی جگہ پر ہو کہ داغنے میں زیادہ تکلیف ہوگی یا شکل اور کوئی عضو اپنے عمل سے متاثر ہوگا تو ایسے میں بھی نہ داغنا بہتر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہی والی احادیث نہی تنزیہی پر اور اباحت والی احادیث نفس جواز پر دال ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے داغنے کو ناپسند کیوں کیا: بحوالۂ مسلم حدیث گذری ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں داغنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مریض کو شدید تکلیف ودقت اٹھانی پڑتی ہے کہ جیتے جی آگ سے گرم سلاخ یا...... جسم پر لگائی جائے اس لیے رحمة للعالمین، رؤوف، رحیم پیغمبر ﷺ اسے ناپسند کرتے تھے۔

حدیث اول: فما افلحن. دونوں فعلوں میں ھن کی ضمیر الکیات کی طرف راجع ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ علاج میں دونوں پہلو ہوتے ہیں شفاء وصحت یا کارگر نہ ہونا۔

حدیث ثانی: من رمية بفتح الراء وكسر الميم وتشديد الياء. اس کا معنی ہے وہ شکار جس کو تیر پھینکا اور وہ زخمی ہوا۔ یہاں اس سے مراد زخم ہے جو سیدنا سعد بن معاذ ؓ کو غزوۂ خندق میں پہنچا تھا۔ المعنى الجراحة التى اصابت لسعد بن معاذ من اجل العدو الرامى فى اكحله. (عون)

(۸) بَابٌ فِي السَّعُوطِ

ناک میں دواڈالنے کا بیان

(۱۳۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعَطَ.

''عثمان بن ابی شیبہ' احمد' وہیب' عبداللہ بن طاوس' طاوس' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ناک میں دوا ڈالی ہے۔''

تشریح: حدیث اول: ان رسول الله ﷺ استعط ای القی دواء فی انفه. یعنی آنحضرت ﷺ نے ناک میں دواڈالی۔
سعوط: بفتح السین وہ دواء جو ناک میں ڈالی جائے۔ عون میں اس کے بارے میں لکھا ہے کہ پشت پر لیٹے ہوئے گردن کے نیچے ہلکا تکیہ رکھیں جس سے سر ذرا زیادہ نیچے ہو جائے اور اب اوپر سے دوائی ڈالتے ہیں جو سیدھی دماغ تک پہنچتی ہے جس سے چھینکیں آتی ہیں اور دماغ و سر ہلکا ہو جاتا ہے۔
وجود: وہ دواء جو حلق اور وسط فم میں ڈالی جائے۔
لدود: وہ دواء جو منہ کے ایک طرف ڈالی جائے دائیں یا بائیں۔ اس سے مقصود ناک میں دوائی ڈالنے کا جواز وثبوت ہے۔

(۹) بَابٌ فِي النُّشْرَةِ

نشرہ (شیاطین کے ناموں کے) ایک قسم کے منتر کا بیان

(۱۳۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ مَعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ مُنَبِّهٍ يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ النُّشْرَةِ فَقَالَ هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ.

''احمد بن حنبل، عبدالرزاق، عقیل، وہب بن اُمیہ'' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سے کسی شخص نے نشرہ (جو کہ منتر کی ایک قسم ہے) کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شیطانی کام ہے۔''

تشریح: نشرة بضم النون. یہ زمانہ جاہلیت میں ایک طریقہ علاج تھا جس میں بعض شیطانی ناموں اور مبہم قسم کے الفاظ سے دم کیا جاتا اور اس بیماری کو جادو کا اثر تصور کرتے۔ نشرہ کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ انتشار سے ہے۔ جس کا معنی ہے منتشر ہونا، بے جا ہونا کہ مریض کی عقل بگڑ جاتی اور منتشر ہو جاتی ہے اس لیے اس بیماری اور علاج دونوں کا نام نشرہ ہوا۔ اسے اسی لیے شیطانی عمل قرار دیا کہ یہ صحیح طریقہ علاج پر منحصر نہیں تھی اس کے برعکس صحیح جھاڑ پھونک کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۱۰) بَابٌ فِي التِّرْيَاقِ

تریاق کا بیان

(۱۳۸) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنَا شُرَحْبِيلُ بْنُ يَزِيْدَ الْمُعَافِرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ التَّنُوْخِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا أُبَالِي مَا أَتَيْتُ إِنْ أَنَا شَرِبْتُ تِرْيَاقًا أَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِيْمَةً أَوْ قُلْتُ الشِّعْرَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِي قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا كَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ خَاصَّةً وَقَدْ رَخَّصَ فِيْهِ قَوْمٌ يَعْنِي التِّرْيَاقَ.

''عبیداللہ بن عمر بن میسرہ، عبداللہ بن یزید، سعید بن ابی ایوب، شرحبیل بن یزید، عبدالرحمٰن بن رافع، حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے

مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے میں نے سنا آپ فرماتے تھے کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ پھر جو کچھ بھی کروں اگر میں نے تریاق پی رکھی ہو' تعویذ لٹکا رکھا ہو یا اپنی طرف سے شعر کہوں۔ امام ابوداؤد نے فرمایا یہ حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا (مطلب یہ ہے کہ اگر میں یہ کام کر بھی لوں تو مجھے یہ نقصان نہیں پہنچا سکتے) اور ایک قوم نے تریاق کھانے کی اجازت دی ہے۔''

تشریح: ترياق بكسر التاء وجوّز فتحه وضمه. یہ تاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، عرب میں یہی مشہور ہے، اور ضمہ وفتح بھی جائز ہے۔ ہمارے دیار میں تریاق زیادہ مشہور ومعروف ہے۔ **الترياق هو المختلط بلحوم الا فاعي يطرح منها راسها وذنبها ويستعمل او ساطها فيه.** (بذل) تریاق وہ دواء ہے جو سانپوں کے مرکب سے تیار کی جاتی ہے اور زہر کے لیے مؤثر تصور ہوتی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حیات کے ساتھ شراب بھی ملاتے ہیں۔ (عون) اس کے اجزاء کیونکہ حرام ہیں اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسے بالکل مسترد کر دیا اور نجس اجزاء پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے فرمایا۔ وہ تریاق و معجون اور مرکبات جو پاک اجزاء اور جڑی بوٹیوں سے تیار کیے جاتے ہیں وہ حلال اور ان کا استعمال درست ہے اگرچہ ان کا نام تریاق ہو۔

تمیمۃ: اس کی جمع تمائم ہے مشرکانہ تعویذ گنڈے جو جاہلیت میں مشہور تھے۔ **المراد تمائم الجاهلية مثل الخرزات واظفار السباع وعظامها.** (عون) مراد اس سے وہ جاہلیت والے تعویذ، خرزات درندوں کے ناخن اور ہڈیاں ہیں۔

شعر: شعر گوئی ایک پر تکلف بلکہ اکثر پر تعیش اور فحش قسم کی تمثیلات اور بیہودگی کا نام ہے قرآن کریم میں شعراء وشعر کو قابل مذمت وحقارت آمیز انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اسے بھی ناپسند کیا کیونکہ یہ تکلفات و بیہودہ تشبیہات اور منبع شہوات ہے۔ قرآن کریم میں بھی آنحضرت ﷺ کو شعر کی تعلیم نہ دینے کا ذکر ہے۔ **وما علمناه الشعر وما ينبغي له.** (یٰس: ۶۹) اور ہم نے اسے شعر کی تعلیم نہ دی اور نہ ہی ان کی شان کے مناسب ہے۔ **والشعراء يتبعهم الغاون الم ترانهم في كل واد يهيمون وانهم يقولون مالا يفعلون.** (شعراء: ۲۲) اس میں ہوا پرستی بدمستی اور بدعملی تینوں پہلو بیان کئے اور سب ہی قابل مذمت ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول ہے: **لولا الشعر يزرى للعلماء لكنت اشعر من لبيد.** اگر شعر علماء کی شان کے لائق ہوتے تو میں لبید سے بڑا شاعر ہوتا۔ اس طرح اس حدیث میں تریاق نجس، مشرکانہ تعویذ گنڈے اور فضول شعر وشاعری سے منع کیا اور شدید تہدید وتنبیہ کے انداز میں اسے پیش کیا کہ یہ تو شریعت سے بالکل بیگانگی والی بات ہے۔

شعر کہنے کا حکم: اگر اشعار اور منظم کلام ایسا ہو جس میں بیہودگی بالکل نہ ہو بلکہ توحید، سیرت، مدح صحابہ، اظہار حق ہو تو وہ درست ہے اسی طرح اگر کیف ما اتفق کچھ جملے منظوم منہ سے بلا تکلف نکلیں تو ان میں مضائقہ نہیں چنانچہ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اللهم لا عيش الا عيش الآخرة فاغفر الانصار والمهاجرة

صحابۂ کرام نے کہا:

نحن الذين بايعوا محمدًا   على الجهاد ما بقينا ابدا

حضرت حسانؓ نے کہا:

واحسن منك لم ترقطّ عينى   واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرّا من كل عيب   كأنك قد خلقت كما تشاء

آپ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

انا النبى لا كذب انا ابن عبدالمطلب

حدیث اول: **ما أبالي ما اتيت.** ترکیب: پہلا ما نافیہ اور دوسرا ما موصولہ ہے **ما اتيت اى ما فعلت.** یہ موصول صلہ ابالی کا مفعول ہے پھر جملہ فعلیہ جزاء مقدم۔ مجھے پرواہ نہیں جو میں نے کیا۔ **ان انا شربت الخ.** ان شرطیہ، انا مبتداء تینوں معطوفات مل کر اس کی خبر جملہ اسمیہ شرط۔ شرط اپنی جزاء مقدم سے مل کر جملہ شرطیہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ان تین باتوں میں سے کوئی ایک مجھ سے سرزد ہو تو پھر میں نے شریعت کی پرواہ نہیں کی بلکہ جو جی چاہا کیا جو نہ چاہا نہ کیا شریعت کا کوئی اہتمام نہیں۔ یہ سخت ڈانٹ اور ان چیزوں سے دور رہنے کی انوکھے انداز سے تنبیہ ہے۔

قال ابو داوٗد: هذا كان للنبىؐ خاصة وقد رخص فيه قوم. اس قال سے موصوف مذکورہ احکام کے متعلق وضاحت اور فرق کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب دو طرح بیان کیا گیا ہے۔

(۱) یہ دو الگ جملے اور الگ حکم ہیں تو پہلا جملہ یہ ہے **قال ابو داوٗد هذا (اى الشعر) كان للنبىؐ خاصة.** یعنی شعر گوئی سے منع کرنا یہ آنحضرت کے ساتھ خاص ہے، اور امت کو شعر کہنا درست و جائز ہے، بشرطیکہ بیہودگی اور برائی سے خالی ہوں۔ اور دوسرا جملہ **وقد رخص فيه قوم** ہے یعنی کہ تریاق کے متعلق بعض لوگوں نے رخصت دی ہے قوم نکرہ سے تبعیض سمجھ آ رہی ہے اور قوم سے اشارہ حضرات مالکیہ کی طرف ہے کہ ان کے نزدیک سانپ حلال ہے جب انہوں نے افاعی یعنی سانپوں کو مباح قرار دیا تو ان سے مرکب تریاق بھی جائز ہے۔ شوافع کا قول بھی یہی ہونا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک تداوی بالحرام سوائے شراب کے جائز ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں: **مذهبنا جواز التداوى بجميع النجاسات سوى المسكر.** (المجموع شرح المهذب ج۹ ص ۹۲)

(۲) دوسری تشریح ابن رسلانؒ نے بیان کی ہے اور دونوں جملوں کو ایک ہی مسئلے سے جوڑا ہے اور هذا کا مشار الیہ **النهى عن الترياق** بیان کیا ہے (کتاب کے بین السطور میں یہی درج ہے) یعنی تریاق نہ پینا اور اس سے رکاوٹ و نہی یہ آنحضرتؐ کے ساتھ خاص ہے قوم نے اس کی رخصت دی ہے۔

(۳) بعض نے یہ بھی کہا کہ **هذا** کا مشار الیہ تینوں احکام ہیں یعنی حضور ﷺ کے لیے تریاق (نجس) تمائم و شعر سب حرام ہیں پھر تمائم و شعر تو امت کے لیے درست ہیں اور وہ تریاق جو پاک اجزاء سے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۴) **حضرت مولانا محمد يحيى نور الله مرقده** فرماتے ہیں کہ تینوں کے لیے حکم نسبت کے فرق کے ساتھ برابر

ہے۔ حسنها مباح وقبيحها ممنوع. یعنی تریاق پاک، تمائم صحیح المفہوم اور شعر درست ہوں تو پھر تینوں جائز ہیں اور اگر تریاق محرمات کا مرکب ہے، تمائم شرک کا پلندا ہیں اور اشعار بیہودگی کا مجسمہ ہیں تو تینوں حرام ہیں۔ بلاتحقیق کسی ایک کے لیے مطلق حکم اباحت کا ہے نہ قباحت کا۔ (بذل)

(۱۱) بَابٌ فِي الْأَدْوِيَةِ الْمَكْرُوهَةِ

مکروہ دواؤں کے استعمال کا بیان

(۱۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ.

"محمد بن عبادہ، یزید بن ہارون، اسماعیل بن عیاش، ثعلبہ بن مسلم، ابی عمران، ام درداء، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مرض اور دوا دونوں نازل کئے اور ہر قسم کے مرض کے لئے دوا مقرر فرمائی تو تم لوگ دوا استعمال کرو لیکن حرام شے سے دوا تیار نہ کرو۔"

(۱۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّ طَبِيبًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِي دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَتْلِهَا.

"محمد بن کثیر، سفیان، ابن ابی ذئب، سعید بن خالد، سعید بن مسیب، حضرت عبدالرحمٰن بن عثمانؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک حکیم نے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کے لئے دریافت فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمایا۔"

(۱۴۱) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِيثِ.

"ہارون بن عبداللہ، محمد بن بشر، یونس بن ابی اسحٰق، مجاہد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خبیث دوا کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔"

(۱۴۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَسَا سَمًّا فَسَمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا.

"احمد بن حنبل، ابو معاویہ، اعمش، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص زہر پی لے گا تو وہی زہر قیامت کے دن اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ شخص دوزخ کی آگ میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ پیا کرے گا۔"

(۱۴۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ ذَكَرَ طَارِقُ بْنُ سُوَيْدٍ أَوْ سُوَيْدُ

بْنُ طَارِقٍ سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَقَالَ لَهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّهَا دَوَاءٌ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا وَلٰكِنَّهَا دَاءٌ.

''مسلم بن ابراہیم، شعبہ، علقمہ بن وائل، اپنے والد وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ طارق بن سوید یا سوید بن طارق نے آنحضرت ﷺ سے شراب کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ان کو منع فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ تو ایک دوا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں بلکہ وہ تو بیماری ہے۔''

تشریح: مسئلہ تداوی بالحرام: حرام چیزوں سے علاج کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں:

(۱) اصحاب مالک اور حنابلہ کے نزدیک حرام چیزوں سے علاج مطلقاً حرام ہے۔

(۲) شوافع کے نزدیک محرمات ونجاسات سے علاج کرنا درست ہے سوا اس کے کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔ علامہ نووی شافعی کی عبارت باب سابق میں گذر چکی ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تداوی بالحرام ناجائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقا جائز ہے۔ دیگر احناف کے نزدیک محرمات ونجاسات سے علاج جائز ہے بشرطیکہ طبیب حاذق نے یہی دوا تجویز کی ہو اور اس مرض کی دوسری پاک اور حلال دوا میسر نہ ہو۔ جیسے پیاسے آدمی کے لیے پانی بالکل نہ ملنے کی صورت میں ہمارے نزدیک شراب کی اجازت ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے بشرط مذکور تداوی بالحرام درست ہے، اس طرح احناف کے تین قول ہوئے اور یہی تیسرا قول ہی **مفتی به** ہے۔ اور یہ بھی یادر ہے کہ **فقه حنفی مفتی به** اقوال کا نام ہے۔

ناجائز کہنے والے فقہاء کے دلائل: باب کی تمام حدیثیں ان کی دلیل ہیں ان میں واضح طور پر بیان ہے کہ حرام میں شفاء نہیں **ان الله لم يجعل شفائكم فيما حرم عليكم.** (طحاوی ج۱ ص ۸۳) **ان الله لم يجعل شفائكم في حرام.** (موارد الضمان باب التداوی بالحرام ص ۳۳۹) اللہ تعالیٰ نے حرام میں تمہارے لیے شفاء نہیں رکھی۔ قبیلۂ عرینہ والی حدیث بھی دلیل ہے کیونکہ اس میں لبن و بول دونوں کے پینے کا حکم دیا حالانکہ بول حرام ہے۔

جواب: ان تمام روایات کا جواب یہ ہے کہ یہ اختیار اور عدم اضطرار پر محمول ہیں یعنی اگر بیماری کا علاج کسی دوسرے طریقۂ علاج اور دوائی اور ٹونہ میں ہے تو پھر حرام چیز علاج کے لیے درست نہیں۔ ہاں جب مجبور ہو جائے اور کوئی دوسرا طریقہ علاج کار گر نہ ہو اور ماہر طبیب کی رائے اسی کے لیے ہو تو جائز ہے۔ شہوت ولذت اور مستی کے لیے قطعاً حرام دوائی یا کسی دوسری چیز کے استعمال کی اجازت نہیں۔

حدیث اول: **ان الله انزل الداء والدواء ای خلق الداء وقدر له الدواء.** یعنی بیماری پیدا کی پھر اس کے لیے دواء مقرر کی۔ **لا تتداووا بحرام ای لا يجوز التداوی مما حرم الله تعالیٰ من النجاسات وغيرها.** یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں ناپاک وحرام کی ہیں ان سے علاج جائز نہیں۔

حدیث ثانی: **عن قتلها.** کیونکہ قتل ہی سبب ہے اس کے دوا میں ڈالنے اور کھلانے کا اس لیے قتل ہی پر قدغن لگا دی۔ مینڈک سے اللہ تعالیٰ کی زیادہ تسبیح کرنے والی کوئی چیز نہیں اور یہ بھی ہے کہ اس نے نمرودی آگ بجھانے کے لیے پانی ڈالا تھا۔ (بذل)

مینڈک کی تسبیح: سبحان الله المعبود فی البحار. (خازن ج۳ص۴۰۴) اللہ منزہ و پاک ہے جس کی سمندروں کی تہہ میں عبادت ہوتی ہے۔ کتاب الادب باب

حدیث ثالث: عن الدواء الخبیث. خبیث بمعنی نجس یا بمعنی حرام دونوں صورتوں کا حکم ایک ہے۔ پھر خبث کا ایک مطلب یہ ہے کہ نجس ہو جیسے شراب اور غیر ما کول اللحم کا گوشت۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کا ذائقہ بگڑا ہوا ہو اور طبیعت پر اسے منہ لگانا ہی شاق ہو۔ (عون) دواء خبیث کی تشریح ترمذی شریف میں سم وزہر سے بھی آئی ہے۔

حدیث رابع: من حسا ای شرب وتجرع. گھونٹ گھونٹ کر کے پیا۔ زہر قاتل ہے اس لیے اس کے پینے کی حرمت پر حدیث دلیل ہے۔ خالدا مخلدا فیها ابدا. اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر خودکشی کو حلال سمجھتا تھا تو کافر ہوا اور کفار کی یہی سزا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اسے گناہ اور حرام سمجھتا تھا لیکن جذبات وحالات اور خیالات سے مغلوب ہو کر ایسی حرکت کی تو پھر خلود سے مکث طویل مراد ہوگا کہ لمبی مدت تک یہ سزا بھگتتا رہے گا بالآخر ذرۂ ایمان کی وجہ سے نکالا جائے گا۔ لیکن یہ پریشانی کا حل نہیں بلکہ ہمیشہ کی پشیمانی ہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

وہ گناہ جس سے توبہ نہیں ہوسکتی؟: خودکشی ایسا گھناؤنا گناہ ہے کہ اس سے توبہ بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ توبہ کا موقع ہی نہیں ملتا۔

حدیث خامس: لکنها داء. خطابیؒ کہتے ہیں کہ داء اثم اور گناہ کے لیے آتا ہے یہ تو ایک گناہ بیماری اور ہمیشہ کی مصیبت ہے اس سے واضح ہوا کہ جس طرح اس کا پینا حرام ہے اسی طرح اس سے علاج بھی حرام ہے۔ بذل میں یہ جزئیہ مذکور ہے کہ ایک آدمی کو لقمہ اٹک جائے اور اسے اتارنے اور نگلنے کے لیے شراب کے سوا کچھ پاس نہ ہو تو شراب سے لقمہ اتار سکتا ہے کہ مجبوری ہے۔

(۱۲) بَابٌ فِیْ تَمْرَةِ الْعَجْوَةِ

عجوہ کھجور کی (ایک اعلیٰ قسم) کی فضیلت کا بیان

(۱۴۴) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ سَعْدٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا أَتَانِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَعُودُنِي فَوَضَعَ يَدَهُ بَيْنَ ثَدْيَيَّ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَهَا عَلٰى فُؤَادِي فَقَالَ إِنَّكَ رَجُلٌ مَفْئُودٌ ائْتِ الْحَارِثَ بْنَ كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ يَتَطَبَّبُ فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلْيَجَأْهُنَّ بِنَوَاهُنَّ ثُمَّ لِيَلُدَّكَ بِهِنَّ.

''اسحٰق بن اسماعیل' سفیان' ابن ابی نجیح' مجاہدؒ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بیمار پڑ گیا تو آنحضرت ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میری دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں کی ٹھنڈک میرے دل کو پہنچی پھر آپ نے فرمایا تم دل کے مریض ہو تم قبیلہ ثقیف کے حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ وہ (اس کا) علاج کرتا ہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ مدینہ منورہ کی عجوہ کھجوروں کے سات دانے لے کر ان کو گٹھلی کے ساتھ کوٹ

لے پھران کو مالیدہ بنا کر تمہارے منہ میں ڈالے۔"

(۱۴۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ يَضُرُّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ.

"عثمان بن ابی شیبہ، ابواُسامہ، ہاشم بن ہاشم، حضرت عامر بن سعد اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت عجوہ (مدینے کی اعلیٰ قسم کی کھجور) سے سات عدد کھالیے تو اس شخص کو اس دن جادو اور زہر کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔"

تشریح: العجوة بفتح العين وسكون الجيم هى نوع من التمر الجياد فى المدينة. یہ مدینہ منورہ کی کھجوروں میں سے عمدہ ترین کھجور ہے۔

حدیث اول: انك رجل مفئود. تو دل کی بیماری میں مبتلا ہے، یہ فؤاد سے ہے اور فؤاد دل کے پردے کو کہتے ہیں یہ اسم مفعول ایسے ہے جیسے پیٹ کی بیماری والے کو مطون اور سر میں تکلیف والے کو مرؤس کہتے ہیں۔ حارث بن كلده. ابن حجرؒ نے ابن ابی حاتمؒ کا قول "الاصابة فى تمييز الصحابة" میں نقل کیا ہے کہ یہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ (بذل) اس سے باکردار ذمی کفار طبیبوں سے علاج کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا اور یہ آدمی بنو ثقیف میں سے تھا فتح مکہ کے سال یہ حضرات وہیں تھے۔

سبع تمرات من عجوة المدينة. قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ یہ مدینہ منورہ کی عمدہ کھجوروں میں سے ہے، اس کے درخت کا نام لینہ ہے قرآن کریم میں ہے: ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة. (حشر:۵) جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ یا کھڑا رہنے دیا مدینے کی کھجور کا ذکر ان کی عادت اور فضیلت کی وجہ سے کیا۔ فليجاهن بنو اهن اى فليدقهن. یعنی ان کھجوروں کو گٹھلیوں سمیت کوٹ پیس لے۔ فليدلك. یہ لدود سے ہے بمعنی منہ میں دواء ڈالنا۔

حدیث ثانی: من تصبح اى اكل وقت الصبح على الريق. یعنی جو صبح نہار منہ سات عجوہ کھجور کھالے۔ لم يضره ذلك اليوم سم ولا سحر. خطابیؒ کہتے ہیں یہ تاثیر و برکت آنحضرت ﷺ کی دعاء کی وجہ سے ہے نفس کھجور کی وجہ سے نہیں کھجور میں بھی شفاء و برکت آنحضرت ﷺ کی رحمت و برکت و دعاء کی وجہ سے ہوئی ہے۔

(۱۳) بَابٌ فِي الْعِلَاقِ

بچوں کے حلق دبانے کا بیان

(۱۴۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لِي قَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ مَا تَدْغَرْنَ

أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعَلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ يَعْنِيْ بِالْعُوْدِ الْقُسْطَ.

''مسدد، حامد، سفیان، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ، حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اپنے بچے کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئی جس کا میں نے عذرہ (بیماری) کی وجہ سے حلق دبایا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم کس وجہ سے اس بیماری میں بچوں کا حلق دباتی ہو؟ تم عود ہندی لے لیا کرو کیونکہ اس میں سات (قسم کی) شفا ہے۔ ذات الجنب اس کی وجہ سے جاتا رہتا ہے کہ ناک کے رستہ سے اس کو (مرض) عذرہ میں ڈالا جائے اور اس کو (مرض) ذات الجنب میں لدود بنا کر استعمال کرایا جائے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عود سے مراد قسط ہے۔''

تشریح: العلاق بالحرکات الثلاث والفتح اکثر. یہ عین پر تینوں حرکات کے ساتھ پڑھا جاتا ہے فتح زیادہ مشہور ہے۔ اس کے لیے دوسرا لفظ عذرۃ الصبی ہے۔ العلاق والعذرۃ وھو وجع وورم فی حلق الصبی تدفعه امه (او امرأۃ اجنبیۃ) باصبعھا اوغیرھا (من الخشبۃ الصغیرۃ) علاق اور عذرہ بچے کے گلے کی تکلیف اور ورم وسوجن (یعنی سنگھڑی ہے جسے ماں یا کوئی دوسری عورت انگلی یا ہلکی لکڑی کی مدد سے تالو دبا کر اٹھاتی ہے، اور اس عمل سے یہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ گلے میں خراش ہوتی ہے، ہلکی کھانسی مسلسل لگی رہتی ہے، بچہ معمول کے مطابق کھانا نہیں کھاتا۔ بلکہ چبا چبا کر پھینک دیتا ہے نگل نہیں سکتا۔ اس سے بچے کی صحت بھی گرتی جاتی ہے۔ جسے شفیق ماں جلد ہی بھانپ لیتی ہے۔ یہ زیادہ عمر کے بچوں اور بڑوں کو بھی کبھی کبھار لاحق ہو جاتی ہے عموماً یہ تکلیف بالکل گرم اور جلتی روٹی کھانے سے یا بچے کے گدی کے بل گرنے سے ہوتی ہے۔ دیہاتوں میں اس کا علاج بکثرت تالو دبانے سے ہی کیا جاتا ہے۔ نیز اب ڈاکٹر حضرات بھی روئی پر دوائی لگا کر پتلی سلاخ کی مدد سے حلق میں آہستہ آہستہ مہارت سے مسلتے اور پھیرتے ہیں جس سے یہ تکلیف رفع ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات تکلیف زیادہ اور پرانی ہو تو عورتیں انگلی پر کچھ راکھ لگا کر اسے اٹھاتی ہیں جس سے میلا خون گلے سے نکلتا ہے اور یہی اس بیماری کے رفع اور ختم ہونے کی علامت ہے۔ اس کا نام سقوط اللھاۃ بھی ہے۔ لھاۃ اس سرخ گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو حلق کی طرف منہ کے آخری حصے میں لٹکا ہوتا ہے اردو زبان میں اسے کوا کہتے ہیں۔ عمدۃ القاری باب السعوط میں ہے کہ عذرہ شعری کے نیچے پانچ ستاروں کا نام ہے جب وہ ستارے طلوع ہوتے ہیں تو بچوں کو یہ حلق کی بیماری ہو جاتی ہے اسی مناسبت سے اسے عذرہ کہتے ہیں۔ ھی خمسۃ کواکب وتطلع فی وسط الحر. (عون) یہ پانچ ستارے گرمی کے نصف میں نکلتے ہیں۔

حدیث اول: قد اعلقت علیه. میں اس کا تالو دبا کر علاج کر چکی تھی۔ میں اسے سنگھڑی کا ہاتھ لگا چکی تھی۔ علی متدغرن اولادکن. کیوں تم اپنے بچوں کو تالو دبا کر تکلیف شدید دیتی ہو۔ ایک نسخہ علی ما بھی ہے، پہلے نسخے میں علیٰ کی وجہ سے ما کا الف گرا ہوا ہے جیسے لم تقولون مالا تفعلون اور عم یتساء لون میں گرا ہوا ہے یہ نحوی اصول ہے کہ ما استفہامیہ پر حرف جار داخل ہو تو ما کا الف گر جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں بچوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند

کیا بلکہ بخاری باب الحجامۃ من الداء کتاب الطب میں اس سے صراحۃ منع فرمایا: **لا تعذبوا صبیانکم بالغمز من العذرۃ وعلیکن بالقسط.** اپنے بچوں کو عذرہ بیماری کی وجہ سے تالود با کر تکلیف مت دو اور تم لازم پکڑو عود ہندی کو۔ **علیکن بھذا العود الھندی.** یہ علی بمعنی لازم فعل امر ہے یعنی الزمن. تم عود ہندی کو لازم پکڑو مطلب یہ ہے کہ اس سے علاج کرو جو سہل بھی ہے مفید بھی کیونکہ بچوں کو ستاتی اور رلاتی ہو۔

عود ہندی کسے کہتے ہیں؟: فتح الباری (باب السعوط بالسقط الھندی والبحری کتاب الطب ج ۱۰) میں ہے کہ عود ہندی ایک جڑی بوٹی کا نام ہے جسے اردو میں کوٹ کہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) عود بحری یا قسط بحری یہ سفید ہوتی ہے۔ (۲) عود ہندی یہ سیاہ ہوتی ہے۔

عود ہندی یعنی دوسری قسم کی تاثیر پہلی قسم عود بحری کی بنسبت زیادہ گرم ہوتی ہے، مجموعی طور پر دونوں کی تاثیر گرم اور خشک ہوتی ہے۔ عود بحری کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سمندری راستوں سے عرب پہنچتی ہے، اس لیے اہل عرب اسے عود بحری یعنی براستہ سمندر آنے والی لکڑی کہتے ہیں۔ پھر سب نے اسے عود بحری ہی کہنا شروع کر دیا۔

تنبیہ: عود ہندی ایک معروف لکڑی ہے جسے ہمارے دیار میں ''اگر'' کہتے ہیں یہ خوشبو کے لیے استعمال ہوتی ہے اس کا عطر ''عود'' مشہور ہے۔ حدیث باب میں وہ خوشبودار اور خوشبو میں استعمال ہونے والی لکڑی مراد نہیں، اسی طرح قسط اظفار کے نام سے ایک خوشبو ہے وہ بھی یہاں مراد نہیں حدیث باب میں قسط اور عود ہندی سے مراد وہ جڑی بوٹی ہے جو اوپر ذکر ہوئی۔

عود ہندی کے فوائد: یہ دماغ، گردے، جگر کو تقویت دیتی ہے۔ ریاح کو تحلیل اور خارج کرتی ہے۔ دماغی بیماریوں مثلاً فالج، لقوہ، رعشہ و تھرتھراہٹ کے لیے مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے خارج کرتی ہے۔ زکام کی حالت میں اس کی دھونی بہترین علاج ہے۔ اس کی دھونی سے سحر و جادو کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں۔ نفاس والی عورت اس کی دھونی لے تو رکا ہوا خون جاری ہو جاتا ہے۔ مضر جراثیم کو یہ دور کرتی ہے۔ **فان فیہ سبعۃ اشفیۃ.** اشفیۃ یہ شفاء کی جمع ہے جیسے ادویۃ دواء کی جمع ہے۔ پھر اس کی جمع آشاف آتی ہے یعنی اس میں سات شفاء ہیں۔

سوال: اس میں بیان ہوا کہ یہ سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے حالانکہ اطباء نے اس سے زائد بیماریوں کے لیے شفاء بتلایا ہے؟

جواب: (۱) آنحضرت ﷺ نے وحی سے بتائی گئی سات بیماریوں کی شفاء کا ذکر فرمایا ہے، پھر مزید اطباء نے اپنے تجربے سے معلوم کیا اس لیے کوئی تعارض نہیں۔

(۲) سات اقل عدد اکثر کے لیے نافی نہیں بلکہ سات بتا دیں اس سے زائد کے لیے بھی شفاء ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں سات بیماریوں سے شفاء کا ذکر ہے مزید کی نفی نہیں۔

(۳) سات سے معین و مقرر تعداد مراد نہیں بلکہ اس سے مراد کثرت ہے کہ عود ہندی بہت ساری بیماریوں کا علاج ہے۔

سوال: دوسرا سوال یہ ہے کہ جب سات بیماریوں سے شفاء ہونا بتلایا تو پھر صرف دو کیوں بتلائیں باقی پانچ کیونکر ذکر نہ ہوئیں؟

جواب: (۱) یہ دو کیونکہ مشہور نہ تھیں اس لیے ان کو واضح فرما دیا باقی پانچ بیماریوں سے علاج معروف تھا اس لیے **المشھور**

کالمذکور کے مطابق انہیں ذکر نہیں فرمایا۔

(۲) آپ ﷺ نے سات ہی بتائی ہوں مگر راوی نے دیگر کو بیان نہ کیا ہو ان کی شہرت کی وجہ سے مختصراً دو بتا دیں۔

سبعة کا دوسرا مطلب: یہاں ابن حجرؒ نے یوں بھی تقریر کی ہے کہ اس سے مراد سات بیماریوں سے شفاء نہیں کیونکہ یہ تو بہت ساری بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ سات کے عدد میں علاج کے سات اصول وطریقے بیان فرمائے کیونکہ دواء سات طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔

(۱) دواء کا مساج کیا جاتا ہے۔ (۲) دواء پی جاتی ہے۔ (۳) دواء گرم کر کے اس سے سکائی اور ٹکور کی جاتی ہے۔ (۴) دواء کے چھینٹے مارے جاتے ہیں۔ (۵) دھونی دی جاتی ہے۔ (۶) منہ میں ڈالی جاتی ہے۔ (۷) ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ تو سبعہ میں یہ سات اصولی طریقے دواء کے استعمال کے بتائے گئے ہیں۔

منها ذات الجنب. پہلو کی تکلیف والا۔ ذات الجنب ہر اس درد کو کہتے ہیں جو پہلو میں ہو۔ اکثر یہ گیس و تیزابیت کی وجہ سے ہوتا ہے عود ہندی اس کے لیے مفید ہے دوسری عذرۃ اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

قال ابو داؤد بالعود القسط بضم القاف و سكون السين قسط قست كسط كست. دونوں قاف اور طاء قریب المخرج ہیں اس لیے بدل کر پڑھا جا سکتا ہے۔ جیسے کافور کو قافور اور کشطت کو قشطت پڑھا جا سکتا ہے۔ اس قال میں موصوفؒ نے عود ہندی کی مراد متعین کی ہے۔ طب میں یہ دوسرا قال ابو داؤد ہے۔

(۱۴) بَابٌ فِي الْكُحْلِ

سرمہ لگانے کا بیان

(۱۴۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ وَإِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

''احمد بن یونس، زہیر، عبداللہ، سعید، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ سفید لباس استعمال کیا کرو کیونکہ وہ تم لوگوں کا لباسوں میں سب سے بہترین لباس ہے اور تم اس میں (سفید لباس میں) اپنے مُردوں کو کفن دیا کرو اور تم لوگوں کے لئے اِثمد بہترین سرمہ ہے جو آنکھ کی بینائی میں اضافہ کرتا ہے اور پلک کے بالوں کو اگاتا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **البسوا ثیابکم البیاض.** سفید لباس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صفائی کا اہتمام زیادہ رہتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ فرشتے غزوۂ بدر میں سفید لباس میں ملبوس تھے یہ امر ندب و استحباب کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے۔

اکحالکم. اکحال یہ کحل کی جمع ہے۔ الاثمد بکسر الهمزة والمیم وبینهما الثاء الساکنة. ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ اثمدهو الکحل الاصفهانی. اثمد اصفہانی سرمہ ہے۔ الاثمد حجر معروف اسود یضرب الی الحمرة. (عون) اثمد یہ معروف سرخی مائل سیاہ پتھر ہے جو حجاز مقدس میں ہوتا ہے، اس کی سب سے اعلیٰ قسم اصفہان سے آتی ہے۔ آگے اس کے فوائد ہیں کہ نظر تیز کرتا ہے، پلکوں کو اُگاتا ہے جو درحقیقت آنکھ کی محافظ ہیں۔

ابوداؤد کتاب الصوم ج ا باب الکحل عند النوم. میں حدیث وارد ہے: عن النبی ﷺ انه امر بالاثمد المروّح عند النوم. نبی کریم ﷺ نے راحت زدہ اثمد سرمہ آنکھوں میں سوتے وقت ڈالنے کا حکم دیا۔

سرمہ ڈالنے کا طریقہ: دوسروں والی سلائی سے سرمہ ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں سروں کو سرمہ لگا کر دونوں دائیں آنکھ میں لگائیں، پھر دونوں سرے بائیں آنکھ میں، پھر تیسری اور آخری مرتبہ پہلے ایک سرا بائیں آنکھ میں لگائیں اور دوسرا دائیں میں، اس طرح ابتداء وانتہاء دائیں آنکھ سے ہوگی۔

(۱۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْعَيْنِ

نظر لگ جانے کا بیان

(۱۴۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ.

''احمد بن حنبل، عبدالرزاق، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نظر لگنا برحق ہے۔''

(۱۴۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِينُ.

''عثمان بن ابی شیبہ، جریر، اعمش، ابراہیم، اسود، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دورِ نبوی میں نظر لگانے والے شخص کو حکم ہوتا کہ وہ وضو کرتا پھر جس کو نظر لگی ہوتی وہ اس پانی سے غسل کرتا۔''

تشریح: حدیث اول: قال هذا ما حدثنا ابوهريرة. اس هذا کا مشار الیہ ہمام بن منبہ کا وہ مکتوب وصحیفہ ہے جو انہوں نے اپنے استاد سیدنا ابوہریرہؓ سے حدیثیں سن کر لکھا تھا، احادیث بیان کرتے وقت اکثر ہمام بن منبہؒ یہ الفاظ کہتے چنانچہ انعامات المنعم میں بھی یہ بات مذکور ہے۔

هذا ای هذا الحدیث ما حدثنا ابوهريرة. یہ وہ لکھی ہوئی حدیث ہے جو ہمیں ابوہریرہؓ نے بیان فرمائی۔

العین حق. نظر لگ جانا برحق ہے۔ نظر کا اثر کرنا اور نظر بد لگ جانا اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے سبب عادی کی طرح

یہ بھی ایک سبب ظاہری ہے جو سبب کی حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ مؤثر بالذات اور مؤثر حقیقی ہے۔ نظر لگنے میں ہوتا یہ ہے کہ جب ایک دیکھنے والا حاسدانہ نظر سے دیکھتا ہے اور دیکھی ہوئی چیز پر تعجب کرتا ہے بس یہ دیکھنا اور یہ کیفیت وحیرت بھری نظر زہر کا کام کرتی ہے اور دوسرے کو تکلیف ومصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ افعیٰ (شدید زہریلے سانپ) کی نظر اور دیکھنے سے زہر اس دیکھی ہوئی چیز پر اثر کر جاتی ہے اسی طرح کوئی بعید نہیں کہ دیکھنے والے کی نگاہ کے ساتھ وہ مضر اثرات منتقل ہوں جو منظور پر اثر کریں۔ (بذل) بعض لوگ اس بات کے منکر ہیں کہ نظر لگنا کچھ نہیں العین حق کے الفاظ میں ان کی کھلی تردید فرمادی گئی کہ نظر لگ جانا برحق اور ثابت ہے۔

حدیث ثانی: **فیتوضا ثم یغتسل.** اس حدیث میں نظر کا علاج بتلایا گیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس آدمی یا عورت کی نظر لگی ہے، وہ وضوء کرے اور اس کے وضوء کا پانی کسی برتن میں جمع کرلیا جائے، پھر اس پانی سے جسے نظر لگی ہے نہلائیں ان شاء اللہ نظر کا اثر اور وہ تکلیف جاتی رہے گی۔ اعضاء وضوء کے ساتھ شرمگاہ ومحل استنجاء دھونے کا ذکر بھی ہے، پھر اس سارے پانی سے غسل کرادیں۔ **العائن** دیکھنے والا جس کی نظر لگی، **المعین** دیکھا ہوا جس کو نظر لگی یعنی **المعین الذی اصابه العین.**

جس طرح کسی چیز کے دیکھنے سے نظر لگتی ہے اسی طرح کسی کی صفات اور خوبیاں بیان کرنے اور سننے سے بھی اثر ہو جاتا ہے خواہ دیکھے نہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وان یکادوا الذین کفروا لیزلقونك بابصارهم لما سمعوا الذکر.** (القلم: ۵۱) اس مسئلہ میں سمعوا الذکر کا جملہ مستدل ہے۔ (بذل)

واقعہ: بذل میں مسند احمد سے روایت نقل کی گئی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ سفر پر روانہ ہوئے اور سہل بن حنیفؓ اور دیگر صحابہ بھی ساتھ چلے جب جحفہ کے قریب خرار نامی وادی میں پہنچے تو سہل بن حنیفؓ نے غسل کیا اور یہ حسین ترین آدمی تھے بنو عدی بن کعب کے بھائی عامر بن ربیعہؓ نے ان کی طرف دیکھا کہ وہ غسل کر رہے ہیں کہنے لگے میں نے آج کے دن کی طرح حسین جوان کبھی نہیں دیکھا۔ بس ان کا یہ کہنا تھا کہ **فسقط سهل.** سہل مدہوش ہو کر گر پڑے۔ صحابہ کرام حضور ﷺ کے پاس آئے کہ اب اللہ کے رسول ﷺ سہل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ وہ تو سر نہیں اٹھا سکتے اور نہ انہیں کچھ افاقہ ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں کسی پر شبہ ہے کہ اس کی نظر لگی ہو؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ جی ہاں! دوران غسل عامرؓ نے دیکھا تھا آپ ﷺ نے انہیں بلا کر جھڑکا اور فرمایا تم اپنے بھائی کو کیونکر مارتے ہو جب دیکھا تھا تو اس کو دعاء کیوں نہ دی؟ اس کے بعد فرمایا تم اس کے لیے اپنے ہاتھ، منہ، پاؤں اور داخل ازار سب دھو کر دو انہوں نے یہ سب دھو کر پانی ایک برتن میں جمع کیا پھر یہ پانی سہل کے سر اور دیگر جسم پر ڈالا تو انہیں راحت پہنچی پھر تو وہ ایسے ہو گئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

مسئلہ: بذل میں ہے کہ قاضیؒ نے کہا ہے کہ ایسا آدمی جو حسد وحسرت بھری نظر سے دیکھتا ہو اور اس کی نظر لگتی ہو تو اسے چاہیے کہ گھر بیٹھے اور ایسی جگہوں سے بچے جہاں لوگوں اور نعمتوں کی کثرت ہو تاکہ لوگ اس کے ضرر سے محفوظ رہیں، اور حاکم وقت اسے حکم دے اور تنبیہ کرے کہ عام مجمعوں میں مت داخل ہو۔ اگر وہ نادار ومحتاج ہے تو اس کی بقدر کفایت مدد کرے اور لوگوں کو اس کے ضرر سے بچائے کیونکہ اس کی تکلیف کچی پیاز اور لہسن کھانے والے سے زیادہ سخت ہے۔ اس لیے یہ بھی اجتناب کرے۔

نظر بد سے بچنے کی دعاء: قرآن کریم میں سورۂ کہف کی آیت نمبر ۳۹ کا یہ حصہ نظر سے بچنے کے لیے مفید و مؤثر ہے: ''ماشاء الله لا قوة الا بالله'' دیکھنے والا بھی اس کو پڑھے اور منظور بھی اسے پڑھ لے تو نظر بد لگنے سے محفوظ رہیں گے یا صرف ما شاء الله کہہ لیں تو بھی کافی ہے یا اور کوئی دعائیہ اور برکت والا کلمہ کہہ دیا جائے خواہ اپنی ہی مادری زبان میں کیوں نہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے۔ اسی طرح کوئی چیز لیتے، پہنتے یا تیار کرتے وقت بھی اس کلمے کا اہتمام رہے تو بھی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے۔

(۱۶) بَابٌ فِي الْغَيْلِ

جب عورت بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس سے صحبت نہ کی جائے

(۱۵۰) حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَإِنَّ الْغَيْلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيُدَعْثِرُهُ عَنْ فَرَسِهِ.

''ابوتوبہ، محمد، ان کے والد، حضرت اسماء بنت یزید بن سکن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے سنا آنحضرت ﷺ نے فرماتے تھے تم لوگ اپنی اولاد کو خفیہ طریقہ سے ہلاک نہ کیا کرو کیونکہ دودھ پینے کے ایام میں صحبت کرنا شہسوار کو آلیتا ہے اور اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا بچے کی کمزوری کا باعث ہے)۔''

(۱۵۱) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ جُدَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ قَالَ مَالِكٌ الْغِيلَةُ أَنْ يَمَسَّ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ تُرْضِعُ.

''قعنبی، مالک، محمد بن عبد الرحمٰن، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جدامہ اسدیہ سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرا ارادہ ہوا کہ میں لوگوں کو غیلہ سے منع کروں پھر مجھے یاد آیا کہ روم اور فارس کے لوگ اس طرح اس طرح کرتے ہیں اور ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیلہ کے معنی ہیں رضاعت کے دوران بیوی سے ہمبستری کرنا۔''

تشریح: حدیث اول: لا تقتلوا اولادکم سرًا. غیل کہتے ہیں دودھ پلانے والی یا حاملہ بیوی سے حالت رضاعت و حمل میں جماع کرنا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمانے کے متعلق تردد فرمایا جیسے اگلی حدیث جدامہ میں ہے کہ عرب کی عادات و اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقصان دہ ہے زچہ و بچہ دونوں کے لیے اور رومیوں اور فارسیوں کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مضرت نہیں۔ حدیث اول میں ممانعت اور حدیث ثانی میں عدم ممانعت ہے۔

امام ابوداؤدؒ نے باب میں پہلے حدیث اسماءؓ اور پھر حدیث جدامہؓ لا کر اشارہ اس طرف کیا ہے کہ پہلے منع فرمایا تھا ایسی

حالت میں جماع کرنے سے پھر اجازت دے دی اہل روم و فارس کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے۔ ایسے ہی عون المعبود میں بیان ہوا ہے لیکن سنن ابن ماجہ میں ترتیب اس کے برعکس ہے کہ حدیث جدامہؓ پہلے ہے یعنی تردد ہونا اور حدیث اسماءؓ بعد میں ہے۔

حقیقت یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اولاً تردد تھا پھر شرح صدر ہونے پر منع فرمادیا اور یہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ یہ نقصان یقینی اور حتمی نہیں بلکہ طبائع اور صحت وقوت کے اعتبار سے کبھی ہو بھی سکتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا۔ بذل میں ہے: **ولکن لیس ضررہ علی الغالب بل ھو قلیل یؤثر احیانا فی بعض الامزجۃ فنھی عنہ تنزیھا فعلی ھذا یتفق الحدیثان ولا یبقی بینھما تعارض.** لیکن اس کا نقصان اکثر نہیں ہوتا بلکہ بہت کم بعض مزاجوں کے فرق کی وجہ سے اثر کرتا ہے تو آپ ﷺ نے تنزیہی طور پر منع فرمایا اس تقریر سے دونوں حدیثوں میں اتفاق ہوا اور تعارض رفع ہوا۔ **وھذا الحدیث اصح من حدیث اسماء بنت یزید..... فیکون النھی عنہ اولا ارشاد او کراھۃ لا تحریما.** (حاشیہ عون)

فائدہ: حاملہ اور مرضعہ سے جماع شرعاً جائز ہے اور باب کی حدیثوں میں اس کی مضرت کا اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے دراصل اس میں انسانی فطرت وطبیعت اور خواہش وشہوت کا لحاظ کیا گیا ہے بالکل ممانعت نہیں فرمائی کہ شوہر بدکرداری میں مبتلا ہو یا دیگر راستہ تلاش کرے بلکہ عند الضرورۃ اسے اجازت ہے۔ ہاں بلاضرورت شدید احتیاط کرے تاکہ بچے کی ولادت یا پرورش اور رضاعت باآسانی مکمل ہو سکے، ایسا نہ ہو کہ ایک گود میں ایک پیٹ میں، ماں علالت کی لپیٹ میں، باپ ہسپتال کے گیٹ میں۔

فتأمل واصطبر فان الغیل یدرك الفارس فیدعثرہ. اس کا حاصل یہ ہے کہ بچہ دودھ پینے کی عمر میں ہو اور ماں حاملہ ہو جائے، تو حالت حمل میں دودھ میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے، جس سے بچے کی صحت متأثر ہوتی ہے اور یہ بچپن کی کمزوری بچپن تک جاتی ہے اور اس میں یقیناً اس بنیادی کمزوری کا اثر رہتا ہے جسے حدیث پاک میں مثال سے سمجھایا گیا کہ گھوڑے کی پشت سے سوار پھسل جاتا ہے اور گھڑسواری قوت کی عمدہ دلیل ہے جہاں پر پھسل گیا۔

سنن ابن ماجہ میں اس طرح ہے: **لاتقتلوا اولادکم سرا فوی الذی نفسی بیدہ ان الغیل لیدرك الفارس علی ظھر فرسہ حتی یصرعہ.** (از عون)

حدیث ثانی: حتی ذکرت بصیغۃ المجھول. ان الروم والفارس. سنن ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: **فاذا فارس والروم یغیلون فلا یقتلوا اولادھم.** رومی وفارسی ایسا کرتے ہیں سواپنے بچوں کو نقصان نہیں دیتے۔

اہل فارس وروم کے ذکر کی وجہ: (۱) یہ تعداد میں کثیر تھے۔ (۲) ان کی اولاد اکثر صحت مند و باسلامت ہوتی تھی۔ (۳) طب وحکمت میں ان کا شہرہ تھا۔ **قال مالك.....** یہ مصنفؒ کے شیخ الشیخ ہیں۔

(۱۷) بَابٌ فِی تَعْلِیقِ التَّمَائِمِ

تعویذ ڈالنے کا بیان

(۱۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنِ ابْنِ أَخِي

زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ قَالَتْ قُلْتُ لِمَ تَقُوْلُ هٰذَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِيْ تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلٰى فُلَانٍ الْيَهُوْدِيِّ يَرْقِيْنِيْ فَإِذَا رَقَانِيْ سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّمَا ذَاكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهٖ فَإِذَا رَقَاهَا كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكِ أَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

''محمد بن علاء' ابومعاویہ' اعمش' عمرو بن مرہ' یحییٰ بن جزار' زینب کے بھتیجے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے منتر' گنڈا اور تولہ (جو ایک قسم کا جادو ہوتا ہے دھاگے یا کاغذ میں عورتیں مرد سے محبت کے لئے منتر وغیرہ کرتی ہیں) یہ سب شرک ہے زینب نے کہا یہ تم کیسے کہتے ہو اللہ کی قسم درد کی شدت سے میری آنکھ نکلی جاتی تھی اور میں فلاں یہودی کے پاس دم کرانے کے لئے آتی جاتی تھی تو جب وہ میرے اُوپر دم کرتا تھا تو میرا درد ٹھہر جاتا تھا۔ عبداللہ نے کہا یہ کام تو شیطان ہی کا تھا شیطان اپنے ہاتھ سے آنکھ کو چھوتا تھا جب اس کو دم کیا تو وہ اس سے رک گیا تمہارے لئے تو یہی کافی تھا جیسا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے اے انسانوں کے پروردگار امراض کو رفع فرما اور شفاء عطا فرما آپ ہی شفا عطا فرمانے والے ہیں آپ وہ شفا عطا فرمائیں کہ کسی مرض کو باقی نہ چھوڑیں۔''

(۱۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ.

''مسدد' عبداللہ' مالک' حصین' شعبی' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جھاڑ پھونک اور تعویذ یا تو نظر بد لگے پر کیا جاتا ہے یا زہریلے کیڑے کے ڈسنے پر۔''

تشریح: تمائم یہ تمیمۃ کی جمع ہے بمعنی تعویذ۔ ابواب الطب میں امام ابوداؤدؒ سب سے زیادہ احادیث اسی باب وعنوان کے تحت لائے ہیں، وجہ اس کی بالکل عیاں ہے کہ جھاڑ پھونک، دم درود، منتر اور تعویذ گنڈے کے متعلق بہت بے احتیاطی دور جاہلیت میں پائی جاتی تھی، عین ممکن ہے کہ دور حاضر میں اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس لیے موصوف نے واضح احادیث لا کر سچ اور غلط کو واضح کر دیا ہے۔ راقم کی سعی بھی یہی ہے کہ اس باب میں افراط وتفریط نہ ہو بلکہ قول معتدل اور عمل معتبر سامنے آ سکے تاکہ توھم پرستی، پیر پرستی، شرک میں مستی، جال میں پھنستی سب کی راہیں بند ہوں اور اللہ کے کلام اور اس کے رسول اللہ کے فرمان سے نفع مند ہوں۔

جھاڑ پھونک کی چند قسمیں ہیں: (۱) وہ کلام جس میں شرکیہ الفاظ اور غیر اللہ سے استمداد ہو ایسے کلمات سے دم کرنا اور کرانا حرام ہے۔

(۲) جو مبہم اور غیر واضح الفاظ ہوں جن کا مطلب سمجھ نہ آتا ہو کہ یہ صحیح یہ غلط ان سے دم کرنا مکروہ تحریمی قریب بحکم اول ہے۔

(۳) وہ کلمات جو صحیح المفہوم ہوں لیکن منقول وماثور نہ ہوں تو ان سے دم کرنا مباح اور جائز ہے۔

(۴) وہ آیات، دعائیں اور کلمات جو آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے منقول ہیں ان سے دم کرنا مندوب ہے۔ نتیجتاً یہ دو صورتیں

بنتی ہیں۔

(۱) بالکل کفریہ کلمات یا مشتبہات ومبہمات۔ (۲) صحیح المفہوم اور منقول۔

دلیل: باب کی پہلی حدیث مفصل دلیل ہے کہ شرکیہ کلمات سے جھاڑ پھونک حرام ہے۔ کیونکہ جسے شیطانی عمل کہا گیا ہے وہ رحمانی اور روحانی علاج العیاذ باللہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اسی حدیث کا آخری حصہ دوسرے حکم کی دلیل ہے کہ صحیح اور منقول شدہ کلمات سے دم کرنا درست ہے۔ اگلے باب ۱۸ کی دوسری حدیث میں ہے: لا بأس بالرقی ما لم تکن شرکا. دم کی صحت واباحت کے متعلق یہ مرفوع اور مرکزی حدیث ہے اور اسی حدیث سے مثبت ونافی حدیثوں کے درمیان تطبیق دی جاتی ہے۔ مزید پندرہ احادیث اس کی دلیل ہیں جن کو امام ابوداودؒ نے ان تین ابواب میں ذکر کیا ہے۔

خلاصہ: حاصل یہ ہے کہ اصل بنیاد کلمات ہیں اور انہیں کے مطلب ومفہوم پر حرمت واباحت کا حکم لاگو ہوگا نفس عمل میں کوئی مضائقہ نہیں، کلمات درست ہوں، مقصد بھی جائز ہو، تو بالکل درست ہے۔

تعویذ لکھنا، پہننا، باندھنا؟: اس باب میں دوسرا مسئلہ تعویذ لکھنے اور باندھنے کا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے دم کرنا اور برکت وصحت کی دعاء کرنا ثابت ہے، لیکن تعویذ لکھنا ثابت نہیں۔ ہاں صحابہ کرامؓ اور تابعین سے تعویذ کی کتابت اور گلے میں لٹکانا ثابت ہے اور سلف وخلف میں مقبول ومعمول بہا ہے۔ اس کی ایک قسم تمائم وخرزات وغیرہ ہیں جنہیں احادیث میں شرک کہا گیا ہے جیسا کہ زینب امرأة عبداللہؓ سے روایت ہے یہ بالکل ناجائز ہے اسی طرح مشکوٰۃ شریف میں بھی اس کے متعلق ''التمائم شرك'' کے الفاظ موجود ہیں۔

صحیح تعویذ لکھنے کی دلیل: کان عبداللہ بن عمروؓ یعلمهن من عقل من بنیه ومن لم یعقل کتبه فاعلقه علیه. (باب کیف الرقی حدیث رابع میں ہے) عبداللہ بن عمروؓ یہ کلمات اپنے سمجھدار بچوں کو سکھاتے اور جو عقل وفہم کی عمر کو نہ پہنچے ہوتے تو لکھ کر ان کے گلے میں لٹکاتے۔ یہی حدیث مصنف ابن ابی شیبة ج ۸ ص ۳۹ میں موجود ہے اور وہاں دیگر متعدد روایات ہیں جو تعویذ لکھنے کی صحت پر دال ہیں۔ ولا بأس بالمعاذات اذا کتب فیها القرآن او اسماء الله تعالی ..... ولابأس بان یشدّ الجنب والحائض التعاویذ علی العضد اذا کانت ملفوفة. (ردّ المختار علی الدر المختار المعروف بفتاوی الشامیة ج۵ ص ۲۵۷ : طبع رشیدیہ کوئٹہ) اور تعویذات لکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ان میں قرآن کریم یا اسماء باری تعالیٰ لکھے جائیں (آگے لکھتے ہیں) اور اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ جنبی یا حائضہ کے بازو پر تعویذ باندھا جائے جب کہ وہ مکمل محفوظ اور لپیٹا ہوا ہو (کہ اب بے ادبی کا اندیشہ نہیں)۔ اسی طرح فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۵۲، عینی ج ۱۰ ص ۱۸۴، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند و دیگر محققین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

خلاصہ کلام بزبان شیخ الاسلام: فتبیّن بهذا ان التمائم المحرمة لا علاقة لها بالتعاویذ المکتوبة المشتملة علی آیات من القرآن او شیء من الذکر فانها مباحة عند جماهیر فقهاء الامة. بل استحبّها بعض العلماء اذا کانت بأذکار مأثورة کما نقل عنهم الشوکانی فی النیل. (تکملہ ج ۴ ص ۳۱۸) تفصیل باا

سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ تمائم جو شرک وحرام ہیں ان کا قرآن کریم اور اذکار منقول سے لکھے ہوئے تعویذات سے تعلق نہیں (کہ ان دونوں کا حکم الگ ہے کما مر) سو وہ تو جمہور فقہاء امت کے نزدیک مباح ہیں بلکہ بعض علماء نے اذکار مأثورہ کے تعویذ کو پسندیدہ اور مستحب کہا ہے جیسے قاضی شوکانیؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف میں ان سے نقل کیا ہے۔ تو حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر تعویذات لکھنا، پہننا، باندھنا، لٹکانا درست ومباح ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ان سے انکار کرنا جہالت ہے۔

فائدہ: اس سارے معاملہ میں علت وصحت اور اباحت وقباحت کی بنیاد اعتقاد وتوکل ہے۔ حقیقی معنی میں شفاء من جانب اللہ ہوتی ہے یہ دم کرنا، دواء کھانا، پرہیز کرنا، تعویذ پہننا صرف اور صرف سبب کی حد تک ہے، موثر حقیقی نہیں، اس میں اپنے آپ کو خوب کھنگال لیجئے کہ ہم سبب اختیار کر رہے ہیں یا سب کچھ اسی کو ہی سمجھ رہے ہیں۔ اس استحضار واصلاح کے ساتھ ان شاء اللہ علاج کے مذکورہ بالا جائز طریقے اپنائیں گے، تو حق تعالیٰ شانہ سے بھرپور امید ہے کہ رحمت وشفاء فرمائیں گے، گرفت نہ فرمائیں گے اور اس کا ہمیشہ دھیان رہے کہ ہم علاج کر رہے ہیں یا عقیدہ خراب کر رہے ہیں۔ جسمانی صحت کی دوڑ میں روحانی اور ایمانی کیفیت تو داؤ پر نہیں لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کے نام سے اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھ رہے ہیں یا غیر اللہ کی طرف قدم جم رہے ہیں۔ تو اس میں صحت ونیت دونوں کا درست ہونا لازمی ہے۔

اب بالترتیب احادیث مبارکہ کے کلمات کی تشریح ملاحظہ ہو:

حدیث اول: ان الرقی بضم الراء وفتح القاف. آخر میں الف مقصورہ ہے یہ رقیۃ کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک ہے جو بتوں کے نام پر ہو یا اللہ کی کلام اور حضور ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر غیر اللہ مثلاً بتوں، بزرگوں یا کسی اور کے نام سے ہو۔ **التمائم جمع تمیمۃ کما مر. المراد بہ الخرزات التی تعلقھا النساء فی اعناق الاولاد علی ظنّ انھا تؤثر وتدفع العین.** تمیمہ سے مراد وہ تعویذ ہیں جو عورتیں بچوں کے گلے میں اس گمان سے لٹکاتی تھیں کہ وہ اثر کرتے ہیں اور نظر کو رفع کرتے ہیں۔

قال الخطابیؒ: واما الرقٰی فالمنھی عنہ ھو ما کان منھا بغیر لسان العرب فلا یدری ما ھو ولعلہ قد یدخلہ سحرا أو کفرا واما اذا کان مفھوم المعنی وکان فیہ ذکر اللہ سبحانہ فانہ مستحب متبرّك بہ. (عون) علامہ خطابیؒ کہتے ہیں ممنوعہ تعویذ وہ ہیں جو عربی زبان کے سوا کسی دیگر زبان میں ہوں معلوم نہ ہو کہ ان کا مطلب کیا ہے شاید بے دین عامل اس میں جادو یا کفر ملادے۔ بہر حال جب صحیح المفہوم ہوں (جس کی نشانی یہ ہے) کہ ان میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ برتر وبالا کا ذکر ہو تو وہ قابل برکت مستحب ہے۔

والتِوَلَةَ قال الخطابیؒ: یقال انہ ضرب من السحر. والاصمعی: وھو الذی یحبّب المرأۃ الی زوجھا علامہ خطابیؒ کہتے ہیں یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ اور امام اصمعیؒ کہتے ہیں یہ ایک ٹونہ ہے جس کی وجہ سے بیوی اپنے شوہر کی محبوبہ وپسندیدہ بن جاتی ہے۔ ملاعلی قاریؒ کہتے ہیں: **ھی نوع من السحر.** کہ یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ **شرك.** یہ مشرکین

کے اعمال شنیعہ میں سے ہیں اور غلط اعتقاد اور مؤثر حقیقی سمجھنے کی وجہ سے یہ سب شرک ہیں۔ لِمَ یقول. یہ دراصل لما تھا الف حذف ہوگیا۔ عینی تقذف. میری آنکھ پانی پھینکتی ہے اور درد ہوتا ہے، میل جم جاتی ہے۔ اختلف. یعنی آتی جاتی ہوں۔ اس کی جھاڑ سے میری آنکھ تھم جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس میں تاثیر ہے۔ ابن مسعودؓ نے اس کی وضاحت فرمائی کہ دراصل یہ شرارت شیطانی ہے کیونکہ جسم انسانی میں وہ کسی قدر تصرف کرسکتا ہے کہ وسوسہ ڈال سکتا ہے، بدنظری کراسکتا ہے اور یہ یہودی اس کی اعانت وشرارت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے آپ کو عامل (بلکہ جاہل) کامل ظاہر کرتا ہے حالانکہ یہ کچھ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ تعلیمات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کواپنایا جائے اور منقول دعائیں پڑھی جائیں۔

آنکھوں میں تکلیف کی دعاء: أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَآؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا. ''درد وتکلیف کو لے جا اے لوگوں کے رب، تو ہی شفاء دے کہ تو شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے علاوہ کوئی درنہیں، جو ایسی تندرستی عطاء کرے کہ بیماری نہ رہے۔ آنکھوں کی تکلیف کے علاوہ دیگر دردوں اور بیماریوں میں بھی اس کا پڑھنا مفید ہے۔ آخری لفظ شفاء یہ اشف محذوف کا مفعول ہے اور بعد کا جملہ اس نکرہ کی صفت ہے۔ سُقْمًا بالرفع والفتح

حدیث ثانی: اس میں بھی یہی ہے کہ دم کرنا نظر لگنے سے، بچھو یا بھڑ کے ڈسنے سے ہے۔ لا رقیة میں حصر کلی نہیں کہ اس کے علاوہ دم کرنا درست نہیں بلکہ یہ ایسے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: لا سیف الاذو الفقار. سوائے ذوالفقار کے تو کوئی تلوار ہی نہیں۔ یا جیسے لا فتی الاعلیؓ جوان و بہادر تو صرف علیؓ ہیں۔ اسی طرح ڈسے ہوئے کے لیے سورۂ فاتحہ کا دم بھی شفاء بخش ہے جیسے تفصیلی واقعہ سے ظاہر ہوگا۔

واقعہ: حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا واقعہ ہے کہ جب سند فضیلت وفراغت حاصل کر کے آئے تو گھر میں ایک رسم دیکھی کہ ہفتے میں ایک دن اور ہر ماہ کی گیارہویں رات کو ان کے والد محترم اپنی بھینس کا پورا دودھ گیارہویں والے کے نام پر دیتے تھے۔ مولانا نے جب یہ ریت دیکھی تو کہا ابا جان صدقہ وخیرات تو اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے، غیر اللہ کے نام پر دینا یا ذبح کرنا، بانٹنا یہ سب غلط اور پیٹو ملاؤں کے ڈھونگ ہیں اب آپ ایسا نہ کریں۔ بزرگوار کہنے لگے بیٹا تم ابھی نئے ہو تمہیں صحیح معلومات نہ ہوں گی، اگر یہ ہم نہ دیں تو ہمارا نقصان ہو جائے گا اور گیارہویں والا ناراض ہوگا۔ (خدا کی ناراضگی کی پرواہ ہی نہیں) الغرض مولانا نے کہا اب اس رسم کو توڑنا اور ختم کرنا ہے خواہ نقصان ہی ہو جائے اور غیر اللہ کی ناراضگی سے اللہ تعالیٰ کی رضا بدرجہا بہتر ہے۔ دودھ دینے سے روک دیا ادھر آزمائش شروع کی بھینس کا بچہ بیمار ہوگیا اور گرنے پڑنے لگا تو باپ نے کہا بس تمہیں کہا نہیں تھا تو نیا مولوی ہے ہماری بھینس کا بچہ مرجائے گا۔ لیکن حضرتؒ نے اطمینان سے کہا کہ موت وحیات رب تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے رسم وشرک نہ کریں گے۔ حتیٰ کہ بھینس کا بچہ تڑپنے لگا تو انہوں نے چھری منگوائی کہ اسے ذبح کرتے ہیں۔ (درحقیقت وہ بھینس کے بچے کو نہیں بلکہ اس رسم غلط کو ذبح کرنا چاہتے تھے) جب اسے ذبح کرنے کے لیے سیدھا کیا تو وہ کود کر سیدھا وتندرست کھڑا ہوگیا اسے پتہ چل گیا کہ اب موحد کی چھری سے بچ نہیں سکتا۔ پھر حضرتؒ نے تفصیل بتائی کہ شیطان اس میں حلول کر چکا تھا اور اس میں اتر کر اسے تڑپا رہا تھا اور بیمار دکھا رہا تھا تاکہ یہ رسم جاہلیت جاری رہے لیکن اس موحد ومتبع کی

استقامت کو دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ یہ تو چھری پھیرنے سے بھی نہیں کترا رہا۔ اس طرح یہ رسم بد ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ دیا جانے لگا۔ (مسموعہ از مولانا محمد صادق صاحب جامعہ مدینہ بہاولپور)

(۱۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّقٰى

جھاڑ پھونک کرنے کا بیان

(۱۵۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وابْنُ السَّرْحِ قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ و قَالَ ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ يُوسُفَ بْنِ مُحَمَّدٍ وَقَالَ ابْنُ صَالِحٍ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ أَحْمَدُ وَهُوَ مَرِيْضٌ فَقَالَ اكْشِفِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ ثُمَّ أَخَذَ تُرَابًا مِنْ بُطْحَانَ فَجَعَلَهٗ فِيْ قَدَحٍ ثُمَّ نَفَثَ عَلَيْهِ بِمَاءٍ وَصَبَّهٗ عَلَيْهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ يُوْسُفُ ابْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الصَّوَابُ .

''احمد بن صالح' ابن سرح' ابن وہب' داؤد' عمرو بن یحییٰ' حضرت یوسف بن محمد اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس کے پاس تشریف لے گئے' امام احمد کہتے ہیں کہ جب وہ مریض تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے تمام انسانوں کے پرورش کرنے والے اس بیماری کو ثابت بن قیس سے دُور فرما دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحان کی کچی مٹی لے کر ایک پیالہ میں رکھی اور اس پر پانی پھونک کر ڈال دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی ثابت بن قیس پر ڈال دیا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن سرح یوسف بن محمد نے فرمایا اور یہی صحیح ہے۔''

(۱۵۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا.

''احمد بن صالح' ابن وہب' معاویہ' عبدالرحمٰن' ان کے والد' عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ دورِ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کرتے تھے تو ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ اس سلسلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے منتر میرے سامنے پیش کرو کیونکہ جب تک منتر کے مضمون میں کسی قسم کی شرک کی بات نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔''

(۱۵۶) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْمِصِّيْصِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِيْ حَثْمَةَ عَنِ الشِّفَاءِ بِنْتِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ لِيْ أَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهٖ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيْهَا الْكِتَابَةَ.

''ابراہیم بن مہدی' علی بن مسہر' عبدالعزیز بن عمر' صالح بن کیسان' ابوبکر بن سلیمان' ابن ابی حثمہ' حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ

عنہا سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اس وقت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم حفصہ کو نملہ کا جھاڑ پھونک کیوں نہیں سکھا دیتیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا۔''

(١٥٧) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي قَالَتْ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُولُ مَرَرْنَا بِسَيْلٍ فَدَخَلْتُ فَاغْتَسَلْتُ فِيهِ فَخَرَجْتُ مَحْمُومًا فَنُمِيَ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ مُرُوا أَبَا ثَابِتٍ يَتَعَوَّذُ قَالَتْ فَقُلْتُ فَقَالَ لَا رُقْيَةَ إِلَّا فِي نَفْسٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ لَدْغَةٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ الْحُمَةُ مِنَ الْحَيَّاتِ وَمَا يَلْسَعُ .

''مسدد' عبدالواحد' عثمان' زباب' سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک ندی کے قریب سے گزرا تو اس میں اتر کر غسل کیا۔ جب میں غسل سے فارغ ہوا تو مجھے بخار چڑھ گیا۔ پھر اس بات کی اطلاع رسول کریم ﷺ کو ہوئی آپ نے فرمایا اس کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دو' میں نے عرض کیا میرے سردار! اور اچھے جھاڑ پھونک بھی تو ہیں۔ آپ نے فرمایا جھاڑ پھونک کا (عمل) تین قسم کی آفات (سے بچنے) کے لئے ہوتا ہے ایک نظر بد' دوسرے سانپ کے کاٹنے (سے بچنے) کے لئے۔ تیسرے بچھو کے ڈنک مارنے کے لئے۔''

(١٥٨) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ ح و حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ ذُرَيْحٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ الْعَبَّاسُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ لَمْ يَذْكُرِ الْعَبَّاسُ الْعَيْنَ وَهَذَا لَفْظُ سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ.

''سلیمان بن داؤد' شریک (دوسری سند) عباس' یزید بن ہارون' عباس' شعبی' عباس' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جھاڑ پھونک تو صرف نظر بد کے لئے ہوتا ہے یا زہریلے جانور کے کاٹنے کے لئے یا خون بہنے کے لئے۔ اور یہ سلیمان بن داؤد کے الفاظ ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ سے پہلے دعاء دی پھر دوا کیا: **اخذه ترابا من بطحان**. یہ مدینہ میں واقع ایک وادی کا نام ہے۔ **في قدح**. اس کی جمع اقداح آتی ہے بمعنی پیالہ۔ **ثم نفث عليه**. یہ باب ضرب سے ہے جس میں پھونک مارنے کے ساتھ تھوڑا سا لعاب بھی شامل ہو۔ اس کے قریب دوسرا لفظ بزق ہے کہ اس میں صرف پھونک ماری جائے اس کے ساتھ تھوک شامل نہ ہو۔ اور بصق صرف تھوکنے کے معنی میں آتا ہے اور نفث کا لفظ تفل بمعنی تھوکنے سے کم ہے (لسان العرب) **وصبّه عليه**. یعنی پہلے پیالے میں مٹی ڈالی پھر پانی ملاتے ہوئے اس پر دم کیا کہ پڑھتے جاتے تھے اور پانی ڈالتے اور پھونک مارتے جاتے تھے پھر یہ پانی ملی دم کی ہوئی مٹی مریض پر ڈالی جس میں دم اور دعاء اور آنحضرت ﷺ کی برکت سے اسے تسلی ہوئی اور تشفی بھی۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں **هذا من العلاج السهل الميسر النافع المركب وهي معالجة لطيفة..... اذ كانت موجودة بكل ارض**. (عون) یہ آسان ترین مرکب علاج ہے جو عمدہ علاج ہے پھوڑے، پھنسیوں اور دانوں کے لیے اس لیے کہ ہر جگہ ہر وقت موجود ہے اور مٹی کی برودت وٹھنڈی تاثیر کی وجہ سے رطوبتوں کو ختم کرتی ہے اور زخم جلدی مندمل ہو جاتا ہے۔ (وطال الكلام عليه في عون المعبود) قال ابو داؤد وهو الصواب. موصوف کہتے

ہیں یہ درست ہے۔ امام ابوداؤدؒ سند میں مذکور نام کے متعلق درستگی کا تبصرہ کرر ہے ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ سند میں تیسرے راوی کے متعلق ابن سرح کہتے ہیں یہ یوسف ابن محمد ہیں اور ابن صالح کہتے ہیں کہ محمد بن یوسف ہیں یعنی نام وولدیت میں عکس وفرق ہے۔ آخر میں ہے قال ابن السرح یوسف بن محمد تو امام ابوداؤدؒ نے اس کی تصویب کی کہ ابن صالح کی بجائے ابن سرح کا قول یوسف بن محمد درست ہے۔

حدیث ثانی: کنا نرقی فی الجاھلیة......... اعرضوا علیّ رقاکم. آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے استفسار کیا اور فوراً فتویٰ نہیں جڑ دیا بلکہ تحقیق کے لیے فرمایا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ شرک نہ ہو تو درست ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کمامر التفصیل.

حدیث ثالث: عن الشفا بنت عبدالله. ان کا نام لیلیٰ ہے لیکن شفا زیادہ مشہور ہے۔ یہ عبداللہ بن عبد شمس قرشی عدوی کی صاحبزادی ہیں۔ ہجرت سے پہلے اسلام لائیں اور مہاجرات اوّلیات میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ احیاناً ان کے پاس تشریف لاتے تھے اور قیلولہ فرماتے تھے حضرت عمرؓ رائے میں انہیں اولیت دیتے تھے۔ کانت قدیمة الاسلام. (بذل)

رقیة النملة: بفتح النون وسکون المیم وھی قروح تخرج من الجنب او الجبین. وہ دانے جو پہلو اور پیشانی پر نکلتے ہیں۔ اس کا ایک دم رائج تھا جس کے الفاظ یہ تھے: للعروس تحتفل وتختضب وتکتحل وکل شیء یفتعل غیر ان لا تعصی الرجل. اس کا ترجمہ یہ ہوسکتا ہے کہ شادی کے لیے محفل جماؤ، مہندی لگاؤ سرمہ سجاؤ، سب کیا اور کہا جاسکتا ہے بس میاں کی نافرمانی نہ ہو۔ انه کلام لا یضرّ و لا ینفع. (بذل وعون) یہ مبہم یا مشرکانہ کلام نہیں بلکہ واضح المفہوم ہے جو مفید ہے اور نہ ہی مضر کما علّمتیھا الکتابة. علمت یہ واحد مونث حاضر کا صیغہ ہے زیر میں اشباع کی وجہ سے یاء پیدا ہوئی۔ یعنی جیسے اسے لکھنا سکھایا ویسے ہی اسے وہ دم بھی سکھادو۔ اس میں تعریض و چوٹ فرمائی سیدہ حفصہؓ پر کہ اس نے وہ راز ظاہر کردیا جس کا تفصیلی قصہ سورۃ التحریم کی ابتدائی آیات میں ہے۔

مستورات و بنات کو لکھنا سکھانا: اس جملے سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورتوں اور بچیوں کو لکھنا، پڑھنا سکھانا درست ہے اور بقدر ضرورت انہیں تعلیم دی جائے۔ اور وہ تعلیم دی جائے جس سے علم وعمل اور حیاء میں اضافہ ہو نہ ایسی تعلیم جس سے شرم وحیاء رخصت ہو۔

سوال: حدیث پاک میں ہے: لا تعلموا ھنّ الکتابة. ان کو لکھنا نہ سکھاؤ۔ اس میں تو ممانعت ہے؟

جواب: (ا) فمحمول علی من یخشی فی تعلیمھا الفساد. (بذل) اس سے جواب واضح ہے کہ دراصل مقصود نہ سکھانا نہیں ہے بلکہ فتنہ سے بچانا ہے، اگر لکھنا سکھانے میں چیٹنگ وغیرہ حرکات شنیعہ کا اندیشہ ہو تو پھر انہیں نہ سکھایا جائے، اگر اتنا سکھانا مفید ہو کہ دینی مسائل پڑھ اور سمجھ سکیں تو درست ہے۔ اب اس میں کبھی بے احتیاطی ہوجاتی ہے تو ماں باپ کو رسوائی اٹھانی پڑتی ہے، بسا اوقات یوں بھی ہوتا ہے کہ تعلیم اور زیادہ پڑھا لکھا ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کی زندگی کی ترتیب کے لیے برابر کے تعلیمی معیار کی دھن اور جستجو میں عمر ہی ڈھل جاتی ہے تو یقیناً یہ تعلیم تو مضر بلکہ مہلک ہوئی۔ اس لیے تعلیم حاصل کریں اور

سیکھیں مگر اپنی زندگی مت بگاڑیں عون میں ہے کہ یہ حدیث محمد ابن ابراہیم شامی کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ابن جوزیؒ نے علل متناهیه میں لکھا ہے...... کان یضع الحدیث. کہ مذکورہ راوی حدیثیں گھڑتا تھا۔

حدیث رابع: سهل بن حنیف بالتصغیر. ان کی کنیت ابوثابت ہے۔ بشمول غزوۂ بدر تمام غزوات میں شریک رہے اور غزوۂ احد میں بھگدڑ کے وقت ثابت قدم رہنے والوں میں ایک یہ بھی تھے۔ رضی الله عنه وارضاه فقلت یا سیدی. اس سے معلوم ہوا کہ اپنے سردار کو یا سیدی کہہ سکتے ہیں۔ قال ابو داؤد الحمة من الحیات وما یلسع. امام موصوف اس جملہ میں حمہ کی وضاحت کررہے ہیں کہ اس کا حاصل یہ کہ ڈسا ہوا خواہ سانپ، بچھو یا کسی اور زہریلے کیڑے مکوڑوں سے۔ (اللهم احفظنا من ذی السمّ) لسع اور لدغ دونوں کا معنی ڈسنا ہے۔ اس حدیث میں بھی صحیح دم اور جھاڑ کے درست ہونے کی تصریح ہے۔

حدیث خامس: عین او حمة او دم یرقأ وفی نسخة لا یرقأ. نفس کا معنی نظر لگنا ہے اور دم سے مراد نکسیر ہے۔ ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان میں دم کی تاثیر جلدی اور زیادہ ہوتی ہے اس سے دیگر تکالیف کے لیے دم کی نفی ثابت نہیں۔

(۱۹) بَابُ كَيْفَ الرُّقٰى

جھاڑ پھونک کیسے کی جائے؟

(۱۵۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ يَعْنِىْ لِثَابِتٍ أَلَا أَرْقِيْكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ بَلٰى قَالَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِىْ لَا شَافِىَ إِلَّا أَنْتَ اشْفِهِ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا.

''مسدد' عبدالوارث' عبدالعزیز' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ثابت سے کہا کیا میں تمہارے اوپر وہ جھاڑ پھونک نہ کروں جو کہ نبیؐ کیا کرتے تھے؟ ثابتؒ نے جواب دیا کیوں نہیں' ضرور کرو۔ انسؓ نے اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ...... یعنی اے اللہ' تمام لوگوں کے پالن ہار مرض کے رفع فرمانے والے' شفا عطا فرما۔ آپ ہی شفا دینے والے ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی صحت بخشنے والا نہیں' اس کو ایسا صحت مند بنا دے کہ اس کو کسی قسم کا مرض نہ رہے۔''

(۱۶۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْقَعْنَبِىُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ السُّلَمِىَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِى الْعَاصِ أَنَّهُ أَتَى النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُثْمَانُ وَبِىْ وَجَعٌ قَدْ كَادَ يُهْلِكُنِىْ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْسَحْهُ بِيَمِيْنِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَقُلْ أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ بِىْ فَلَمْ أَزَلْ آمُرُ بِهِ أَهْلِىْ وَغَيْرَهُمْ.

''عبداللہ' مالک' یزید' عمرو' نافع بن جبیر' حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر

ہوئے۔ عثمان کہتے ہیں کہ میرے جسم میں اس قدر درد تھا کہ میری جان پہ بن آئی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا (تمہارے) بدن میں جس جگہ درد ہو رہا ہے اس جگہ تم اپنا دایاں ہاتھ پھیر کر سات مرتبہ یہ پڑھو۔ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کی عزت اور قدرت کی۔ اس شے کی برائی سے جس کو میں پاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے درد کو رفع فرما دیا پھر ہمیشہ میں اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کو اس کے پڑھنے کا کہتا ہوں۔''

(۱۶۱) حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ زِيَادَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا أَوِ اشْتَكَاهُ أَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ فَيَبْرَأَ.

''یزید زیاد محمد بن کعب حضرت فضالہ بن عبیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم لوگوں میں سے جو شخص مریض ہے یا کوئی دوسرا مسلمان بھائی اس سے اپنا مرض بیان کرے تو وہ یہ پڑھے رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ الخ ہمارا پروردگار وہ اللہ ہے جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک ہے۔ اے اللہ تیرا اختیار ہے زمین و آسمان میں جیسے تیری آسمان میں رحمت ہے اسی طرح زمین پر رحمت نازل فرما اور ہمارے گناہوں کی اور غلطیوں کی مغفرت فرما۔ تو پاک ہے لوگوں کا پروردگار ہے اپنی رحمت میں سے رحمت نازل فرما اور اپنی شفاء میں سے شفاء عطا فرما اس تکلیف سے (اگر یہ کلمات کہے جائیں) تو مریض ٹھیک ہو جائے گا۔''

(۱۶۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْفَزَعِ كَلِمَاتٍ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَأَنْ يَحْضُرُوْنِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يُعَلِّمُهُنَّ مَنْ عَقَلَ مِنْ بَنِيْهِ وَمَنْ لَمْ يَعْقِلْ كَتَبَهُ فَأَعْلَقَهُ عَلَيْهِ.

''موسیٰ بن اسماعیل حماد محمد بن اسحق حضرت عمرو بن شعیب ان کے والد ان کے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کو گھبراہٹ کیلئے یہ کلمات سکھاتے تھے: اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ..... یعنی میں اللہ تعالیٰ کے تمام کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اسکے غصہ سے اور اسکے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور ان کے (شیطانوں کے) میرے پاس آنے سے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے صاحبزادوں میں سے جو عقل و شعور کی حد تک پہنچتا اسکو وہ یہ دعا سکھا دیا کرتے تھے اور جو ہوشیار نہ ہوتا اسکے گلے میں یہ دعا تحریر فرما کر لٹکا دیا کرتے تھے۔''

(۱۶۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَثَرَ ضَرْبَةٍ فِي سَاقِ سَلَمَةَ فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ قَالَ أَصَابَتْنِيْ يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ النَّاسُ أُصِيْبَ سَلَمَةُ فَأُتِيَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَفَثَ فِيَّ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ.

''احمد بن ابی سریج مکی حضرت یزید بن ابی عبید سے روایت ہے کہ میں نے سلمہ کی پنڈلی میں چوٹ کا ایک نشان دیکھا تو میں نے

پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے غزوۂ خیبر کے موقع پر یہ چوٹ لگی تھی تو لوگ کہنے لگے کہ سلمہ کو زخم لگ گیا ہے۔ پھر مجھے حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس لائے آپ نے میرے اُوپر تین مرتبہ پھونکا اس روز سے اب تک مجھ کو اس کی شکایت نہیں ہوئی۔''

(۱۶۴) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْإِنْسَانِ إِذَا اشْتَكَى يَقُولُ بِرِيقِهِ ثُمَّ قَالَ بِهِ فِي التُّرَابِ تُرْبَةُ بِرِيقَةِ بَعْضِنَا يُشْفَى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا .

''زہیر' عثمان بن ابی شیبہ' سفیان بن عیینہ' عبدربہ' عمرہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس وقت کوئی بیمار شخص کسی قسم کی شکایت کرتا تھا تو آپ اپنا تھوک لے کر مٹی لگا کر فرماتے ہم لوگوں میں سے بعض کے تھوک کے ساتھ ہماری زمین کی ملی ہوئی مٹی ہے تاکہ (اس کے لگانے سے) ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔''

(۱۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنِي عَامِرٌ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَمِّهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْ فَقَالَ أَهْلُهُ إِنَّا حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هَذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ تُدَاوِيهِ فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ فَأَعْطَ مِائَةَ شَاةٍ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ هَلْ إِلَّا هَذَا وَقَالَ مُسَدَّدٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ هَلْ غَيْرَ هَذَا قُلْتُ لَا قَالَ خُذْهَا فَلَعَمْرِي لَمَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ .

''مسدد' یحییٰ' زکریا' عامر' خارجہ بن صلت نے اپنے چچا سے روایت کیا کہ وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے پھر واپس ہو کر ایک قوم کے پاس آئے جن میں ایک مجنون شخص تھا وہ لوہے سے بندھا ہوا تھا' اس شخص کے رشتہ داروں نے کہا ہم لوگوں نے سنا ہے تم لوگوں میں یہ شخص (یعنی آپ) خیر و برکت لے کر تشریف لائے ہیں تو کیا تم لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز ہے کہ تم جس سے اس شخص کا معالجہ کرو۔ چنانچہ میں نے الحمد شریف پڑھ کا اس پر دم کیا۔ وہ شخص ٹھیک ہو گیا ان لوگوں نے مجھے سو بکریاں دیں۔ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا بس تم نے یہی سورت پڑھی؟ اور مسدد نے ایک دوسرے مقام پر یوں کہا کہ آپ نے فرمایا: کیا تم نے اس سورۃ کے علاوہ کچھ اور پڑھا تھا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں۔ بلکہ صرف یہی سورت پڑھی تھی۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا تم یہ بکریاں لے لو۔ میری زندگی کی قسم! لوگ تو جھوٹے منتروں پر رزق کھاتے ہیں تم نے تو سچے منتر (عمل) پر کھایا۔''

(۱۶۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لُدِغْتُ اللَّيْلَةَ فَلَمْ أَنَمْ حَتَّى أَصْبَحْتُ قَالَ مَاذَا قَالَ عَقْرَبٌ قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ .

''احمد بن یونس' زہیر' سہیل' حضرت ابو صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سنا جو کہ قبیلہ اسلم میں سے تھا' وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک صحابی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آج رات کسی

(کیڑے) نے ڈس لیا ہے تو مجھے تمام رات نیند نہیں آئی۔آپ نے دریافت فرمایا کس چیز نے ڈس لیا ہے عرض کیا بچھو نے۔آپ نے ارشاد فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ پڑھ لیتے: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ ..... یعنی میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کے کلمات کی جو کہ مکمل ہیں تمام مخلوقات کی برائی سے تو تمہیں بچھو نقصان نہ پہنچا تا' ان شاءاللہ۔''

(١٦٧) حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ طَارِقٍ يَعْنِي ابْنَ مَخَاشِنٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَدِيغٍ لَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ قَالَ فَقَالَ لَوْ قَالَ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يُلْدَغْ أَوْ لَمْ يَضُرَّهُ.

''حیوۃ بن شریح' بقیہ' زبیدی' زہری' طارق' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچھو کا ڈسا ہوا ایک شخص لایا گیا۔آپ نے فرمایا اگر وہ (یہ دُعا) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھ لیتا تو اسے کوئی کیڑا نہ ڈستا یا فرمایا کہ وہ اسے نقصان نہ پہنچا سکتا۔''

(١٦٨) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلَقُوْا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا فَنَزَلُوْا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ يَنْفَعُ صَاحِبَنَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ نَعَمْ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرْقِي وَلَكِنِ اسْتَضَفْنَاكُمْ فَأَبَيْتُمْ أَنْ تُضَيِّفُوْنَا مَا أَنَا بِرَاقٍ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لِي جُعْلًا فَجَعَلُوْا لَهُ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ فَأَتَاهُ فَقَرَأَ عَلَيْهِ أُمَّ الْكِتَابِ وَيَتْفُلُ حَتّٰى بَرَأَ كَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ قَالَ فَأَوْفَاهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالُوا اقْتَسِمُوْا فَقَالَ الَّذِي رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَأْتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَسْتَأْمِرَهُ فَغَدَوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتُمْ أَنَّهَا رُقْيَةٌ أَحْسَنْتُمْ اقْتَسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ.

''مسدد' ابوعوانہ' ابوبشر' ابوالمتوکل' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سفر میں چل رہی تھی (تو وہ حضرات) ایک عربی قبیلہ کے پاس ٹھہرے ان میں سے کسی نے کہا کہ ہمارے سردار کو (کسی زہریلے جانور نے) ڈس لیا ہے تو تم لوگوں کے پاس کوئی دوا موجود ہے جس سے ان کو فائدہ ہو جائے۔اس پر ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم میں اس کا دم کرتا ہوں لیکن ہم نے تم لوگوں سے مہمانداری چاہی مگر تم لوگوں نے ہماری مہمانداری نہیں کی میں اب کبھی دم نہیں کروں گا جب تک کہ تم مجھ کو معاوضہ ادا نہ کرو تو ان لوگوں نے اس کے معاوضہ میں بکریوں کا ایک ریوڑ دینا مقرر کیا۔چنانچہ وہ صاحب اس کے پاس گئے اور اس پر الحمد شریف پڑھ کر تھوکنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ ٹھیک ہو گیا گویا قید سے رہا ہو گا۔راوی نے بیان کیا پھر ان لوگوں نے جو اُجرت مقرر کی تھی وہ دے دی۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا اس اُجرت کو تقسیم کر دو۔جس شخص نے دم کیا تھا اس نے کہا ابھی تقسیم نہ کرو جب تک کہ آنحضرت ﷺ کے پاس نہ جائیں اور آپ سے دریافت نہ کریں پھر اگلے دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ بیان کیا۔آپ نے فرمایا تم لوگوں کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی کہ سورۂ فاتحہ ایک عمل ہے۔تم لوگوں نے بہتر کیا ایک حصہ میرا بھی اپنے ساتھ لگاؤ۔(یہ روایت اکثر کتب حدیث میں مروی ہے)۔''

(١٦٩) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح و حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ التَّمِيمِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَقْبَلْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا عَلٰى حَيٍّ مِنَ الْعَرَبِ فَقَالُوْا إِنَّا أُنْبِئْنَا أَنَّكُمْ قَدْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِ هٰذَا الرَّجُلِ بِخَيْرٍ فَهَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رُقْيَةٍ فَإِنَّ عِنْدَنَا مَعْتُوْهًا فِي الْقُيُوْدِ قَالَ فَقُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَجَاءُوْا بِمَعْتُوْهٍ فِي الْقُيُوْدِ قَالَ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً كُلَّمَا خَتَمْتُهَا أَجْمَعُ بُزَاقِي ثُمَّ أَتْفُلُ فَكَأَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ قَالَ فَأَعْطَوْنِي جُعْلًا فَقُلْتُ لَا حَتّٰى أَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلْ فَلَعَمْرِي مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ.

''عبیداللہ بن معاذ' ان کے والد (دوسری سند) ابن بشار' محمد' شعبہ' عبداللہ' شعبی' حضرت خارجہ بن صلت نے اپنے چچا سے روایت کیا کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس سے روانہ ہوئے تو عرب کے ایک قبیلہ کے پاس آئے۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ تم لوگ اس شخص (یعنی حضرت رسول کریم ﷺ) کے پاس سے کچھ خیر لے کر آئے ہو کیا تم لوگوں کے پاس کوئی دوا یا عمل ہے؟ کیونکہ ہمارے یہاں ایک شخص ہے جو مجنون ہو گیا ہے زنجیروں میں بندھا ہوا ہے۔ ہم نے کہا ہمارے پاس (عمل) ہے۔ وہ لوگ اس مجنون شخص کو لے کر آئے جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ راوی نے کہا کہ میں نے اس شخص پر تین روز تک صبح شام سورۂ فاتحہ پڑھی میں تھوک اپنے منہ میں اکٹھا کرتا تھا پھر اس کو تھوک دیتا تھا۔ راوی نے بیان کیا پھر وہ شخص اس طرح سے اچھا ہو گیا کہ جیسے کوئی قید سے رہا کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے اس کے عوض مجھ کو مزدوری دی۔ میں نے کہا میں معاوضہ نہیں لوں گا جب تک کہ آپ سے معلوم نہ کر لوں۔ جب میں نے آپ سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا میری عمر کی قسم لوگ جھوٹا منتر کر کے روٹی کھاتے ہیں تم نے تو سچا عمل کر کے روٹی کھائی۔''

(١٧٠) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ مَرَّ قَالَ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً كُلَّمَا خَتَمَهَا جَمَعَ بُزَاقَهُ ثُمَّ تَفَلَ فَكَأَنَّمَا أُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَأَعْطَوْهُ شَيْئًا فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ مُسَدَّدٍ.

''عبیداللہ بن معاذ' ان کے والد (دوسری سند) ابن بشار' ابن جعفر' شعبہ' عبداللہ' شعبی' حضرت خارجہ بن صلتؓ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس دیوانے شخص پر صبح و شام تین روز تک سورۂ فاتحہ دم کی۔ جب سورۂ فاتحہ پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنا تھوک اکٹھا کر کے اس پر تھوک دیتا پھر وہ شخص ٹھیک ہو گیا کہ وہ رسیوں سے چھوٹ گیا ہو ان لوگوں نے ان کو بکریاں عنایت کیں۔ انہوں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر (واقعہ) عرض کیا اس کے بعد اسی طریقہ پر روایت بیان کی جس طرح کہ مسدد کی روایت میں ہے۔''

(١٧١) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا اشْتَكٰى يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُ عَلَيْهِ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا.

''قعنبی' مالک' ابن شہاب' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بیمار ہوئے تو آپ اپنے دل میں معوذتین پڑھ کر دم فرماتے جب آپ کے مرض (یا درد وغیرہ) میں شدت ہوئی تو میں معوذتین پڑھ کر آپ کے جسم پر آپ ہی

کے ہاتھ مبارک پھیرتی ان کی برکت کی اُمید میں۔"

تشریح: حدیث اول: اس میں شرعی اور اسلامی طریقے کی جھاڑ پھونک اور دم کا ذکر ہے۔ یہی دعاء تھوڑے سے فرق سے پہلے گذری ہے۔

حدیث ثانی: امسحه بیمینك ای موضع الوجع. یعنی جس جگہ تکلیف ہے وہاں ہاتھ رکھو اور یہ کلمات پڑھو صحیح مسلم میں ہے: ضع یدك علی الذی یألم من جسدك. جہاں تجھے درد و تکلیف ہو تو اس جگہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمات پڑھ: بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ مِنْ وَجْعِیْ هٰذَا. "پھر ہاتھ اٹھا کر دوبارہ یہی عمل کرو اور اس طرح یہ عمل طاق یعنی سات مرتبہ کرو۔" (ترمذی)

حدیث ثالث: حوبنا بضم الحاء وسکون الواو الذنب الکبیر. کبیرہ گناہ۔ وقیل بفتح الحاء. پہلے قول کی تائید آیت قرآنی سے ہوتی ہے: ولا تأکلوا اموالهم الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا. (نساء: ۲) اور تم مت کھاؤ ان (یتیموں) کے مالوں کو اپنے اموال سے ملا کر یقیناً یہ تو بہت بڑا گناہ اور عظیم وبال ہے۔ خطایانا. یہ خطیئۃ کی جمع ہے غلطی، گناہ۔ حوب سے کبیرہ اور خطایا سے صغیرہ گناہ مراد ہوں گے یا حوب سے مراد وہ گناہ جو قصداً اور عمداً ہوئے اور خطایا سے مراد وہ گناہ جو بھول کر ہوئے۔ انت رب الطیبین ای الطاهرین من المعاصی. یعنی گناہوں سے پاک رہنے والوں کا رب ہے یہ اضافت عزت وتکریم کے لیے ہے جیسے ربّ هذا البیت اور ربّ محمد. اس سے مراد انبیاء وپیغمبر اور ملائکہ ہیں۔ بطور تخصیص وتشریف ربّ الطیبین فرمایا ورنہ وہ تو ساری کائنات ومخلوقات کا رب ہے۔ انزل. امر از باب افعال۔

حدیث رابع: اس حدیث میں مذکور کلمات پر جملہ اہل علم کا تعامل ہے اور بچوں کے لیے بہترین علاج ہے پڑھ کر دم کریں یا لکھ کر پلائیں یا پہنائیں۔ اور یہی حدیث کتابت تعویذ کی دلیل بین ہے۔ کما مر. بکلمات الله التامة.

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کلمات میں نقص وعیب اور کمی نہیں عام وتام ہیں۔

(۲) کہ پناہ مانگنے والے کے لیے مکمل تحفظ اور شفاء ہیں اور اسے ہر بلا ومصیبت سے بچاتے ہیں۔ من غضبه. یعنی گناہ اور نافرمانیوں پر اس کی گرفت وغضب سے اور فسادی مخلوقات سے پناہ طلب کرتا ہوں۔

حدیث خامس: فی ساق سلمة. یہ سلمہ بن اکوع جان نثار رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فنفث فیّ ثلث نفثات. مجھ پر تین مرتبہ پھونک ماری اور دم کیا۔ اس سے معلوم ہوا عموماً علماء میں یہ طریقہ ہے کہ دم کرتے وقت تین مرتبہ پڑھ کر پھونک مارتے ہیں اس کی اصل یہی حدیث ہے۔ حتی الساعة. یہ حتی کا مجرور ہے۔ (قسطلانی) یہ منصوب اور معطوف ہے جیسے مات الناس حتی الانبیاء. (بذل) پہلا قول سہل ہے۔

حضرت رائے پوریؒ کا قول: راقم نے اپنے محسن حضرت مولانا محمد یحیی مدنی دامت برکاتهم ومتعنا الله بطول حیاته بالعافیة والصحة سے سنا کہ "ایک مرتبہ حضرت رائے پوریؒ کی مجلس میں ایک آدمی آیا جو جھاڑ پھونک کو بزعم خود غلط اور ناجائز سمجھتا تھا اور اس نے (اعتراض کرتے ہوئے) یہ کہا کہ یہ کیا تھو تھو کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا یہ گدھا ہماری مجلس میں کیسے

آ گیا، اسے کون لایا'' بس یہ سننا تھا کہ وہ بگڑ کر کہنے لگے کہ آپ عالم دین ہیں بزرگ ہیں، اتنے بڑے ہو کر ایک انسان اور مسلمان کو گدھا کہہ دیا تہذیب کے خلاف و شریعت کے خلاف ہے اور بہت تپا...... پھر حضرتؒ نے فرمایا اگر ''گدھا'' ایسا لفظ ہے جس نے تجھ میں آگ لگادی تو کیا کلام اللہ اور کلام الرسول میں کوئی تاثیر نہیں۔'' اللہ حضرتؒ کی قبر کو باغ جنت بنائے کہ کیسے سہل مختصر جملہ میں مسئلہ سمجھا دیا۔ تو یہ شوتھو صرف گھڑی ہوئی بدعت و غلط نہیں بلکہ حدیث باب اور دیگر احادیث کثیرہ اس کی اصل اور دلیل ہیں۔ ہاں اس میں حد سے تجاوز نہ ہو جیسا کہ پہلے بھی تنبیہ کی گئی ہے۔

حدیث سادس: تربة ارضنا. یہ مرکب اضافی هذه مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ ارضنا سے مراد ساری زمین ہے اور اسی میں سہولت ہے کہ سب کے لیے آسان ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ کی زمین مراد ہے اس میں حرمت و برکت کی وجہ سے۔ بریقة بعضنا. ریقة بالتاء ریق سے کم اور خفیف ہے۔ امام نوویؒ نے اس کا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ شہادت والی انگلی پر ہلکا سا لعاب لیتے پھر اسے مٹی پر رکھتے کہ کچھ مٹی اس پر لگ جاتی پھر اسے بیمار یا درد والی جگہ پر ملتے اور یہ کلمات پڑھتے تھے۔ **وهذا يدل على انه كان يتفل عند الرقية.** یہاں اس پر دلالت ہے کہ آنحضرت ﷺ دم کرتے وقت تھوڑا سا لعاب پھونک کے ساتھ ملاتے تھے۔

حدیث سابع: عن عمه. اس سے مراد علاقہ بن صحار تمیمی صحابیٔ رسول ہیں۔ انہیں ملطی اور رجمی بھی کہا جاتا ہے **موثق بالحديد.** یعنی مضبوط زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔ **انّا حدثنا بصيغة المجهول.** ہمیں بتایا گیا۔ **صاحبكم هذا.** اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ **الا هذا اى هل قلت الا فاتحة الكتاب.** یعنی تو نے صرف سورۃ فاتحہ ہی پڑھی۔ آپ ﷺ نے یہ پوچھ کر تسلی حاصل کی کہ کوئی ایسا مبہم یا غلط کلمہ تو ساتھ نہیں ملایا تھا جو جاہلیت کے زمانہ سے یاد کیا ہوا ہو۔ **لقد اكلت برقية حق. وفيه دليل على ان الرقية على قسمين حق وباطلة فرقية الحق ما كانت بالكتاب والسنة او غيرها من ذكر الله تعالى وان كانت بغير ذلك مما لا يعرف معناه (او باطل المعنى و كلام الشرك) لا يجوز لا حتمال ان يكون فيها كفر.** (بذل، ابن رسلان) اس میں واضح دلیل ہے کہ دم کی دو قسمیں ہیں برحق جس میں کتاب و سنت یا ذکر اللہ کے کلمات ہوں۔ اور باطل وہ ہے کہ جو اس کے علاوہ ہو یعنی جس کا مطلب سمجھ نہ آتا ہو (یا شرکیہ کلمات ہوں) اس سے جھاڑنا بالکل جائز نہیں کیونکہ اس میں قوی احتمال ہے کہ اس کا مطلب کفریہ و شرکیہ ہو۔ تو **خسر الدنيا والاخرة.** جس کے نتیجے میں دنیا و آخرت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

حدیث ثامن: سابقہ احادیث میں یہ تھا کہ تکلیف آجائے تو یوں دم کرو اور صحت پاؤ اب فرمایا کہ مضرتوں سے بچنے کے لیے پہلے ہی سے ادعیہ ماثورہ کا اہتمام کرو۔

زہریلی چیزوں سے بچنے کی دعا: رات کو عموماً تاریکی میں ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ سانپ، بچھو وغیرہ تاریکی میں ڈس لیتے ہیں تو ان چیزوں سے حفاظت کے لیے یہ دعاء بتائی گئی ہے: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

''جملہ مخلوقات کے شر سے میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اسی طرح سفر میں یا کہیں اتریں، سامان رکھیں یا جوتا رکھیں تو یہ دعاء پڑھیں یقیناً حفاظت ہوگی۔ **لم یضرّك ان شاء الله.** یہ ان شاء اللہ تبریک کے لیے ہے تعلیق کے لیے نہیں۔ سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بچھو کا ڈسا ہوا آدمی ہمارے ساتھیوں میں سے آیا، **فقال رجل یا رسول الله: ارقی له؟ قال: من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلیفعل.** (عون) تو ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول کیا میں اسے دم کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو اپنے بھائی کو جتنا فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہے وہ کرے یعنی دم کرلو۔

حدیث تاسع: حدیث سابق کے مثل ہے۔

حدیث عاشر: ان رهطًا من اصحاب النبیّ. اس سریہ میں تیس صحابہ کرامؓ تھے ابوسعیدؓ کے علاوہ دیگر حضرات کے نام نہیں مل سکے۔ بعض روایات میں ہے: **انه بعث سرّیة علیهم ابو سعید لکن لم اقف علی تعینها.** (بذل عون) ابوسعیدؓ ہی ان کے امیر تھے لیکن سریہ اور قبیلہ کی تعیین نہیں ہوسکی۔ **فقال رجل من القوم.** یہ قائل ابوسعید خدریؓ ہی ہیں اپنے آپ کو مبہم کرلیا۔ **حتی تجعلوا لی جُعلاً بضم الجیم.** جعل اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کام کے عوض میں دیا جائے۔ اجرت، حق الخدمۃ۔ **من این علمتم انها رقیة.** سنن دارقطنی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: **فما یدریك انها رقیة فقال یا رسول الله القی فی رَوعی.** یعنی تجھے کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ دم کے لیے مفید ہے تو کہا کہ: اے اللہ کے رسول میرے قلب میں یہ بات ڈال دی گئی۔ **واضربوا لی معکم بسهم.** میرا حصہ بھی دو۔ یہ ان حضرات کی تطییب خاطر اور تسلی کے لیے فرمایا اور یہ سب تقسیم دم کرنے والے کی رضا سے ہوئی ورنہ ملکیت صرف اسی ایک کی تھی کہ اسی کے عمل کا نتیجہ تھا۔

تعویذات پر اجرت؟: اس سے تعویذ صحیح پر اجرت کی صحت وحلت کا ثبوت ہے۔ اور دم کرنے والے کا مطالبہ بھی موجود ہے۔ اس سے پہلے حدیث سابع میں بغیر مانگے اجرت ملنے اور لینے کا ذکر ہوا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اجرت لینا درست ہے۔ استاذی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ دم کرنے والے کی نیت وطبیعت میں لالچ وطلب نہ ہو ازخود خوش دلی سے دینے والے سے لے سکتے ہیں۔

تعلیم پر اجرت؟: قرآن کریم وحدیث اور دینی تعلیم پر وظیفہ اور حق الخدمت لینے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا موقف حلت کا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے لیکن متاخرین احناف نے "**الضرورات تبیح المحظورات**" کے قاعدہ کے جواز کا فتویٰ ضرورت کی وجہ سے دیا ہے۔ اب جمہور اہل علم کا تعامل صحت وحلت اور جواز پر ہے لیکن تعلیم وتعلم کو صرف دنیا بٹورنے اور کمانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اخلاص سے کام کریں اور صرف ضرورت پوری کرنے کے لیے اجرت ووظیفہ کا حصول واستعمال جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ **(وراجع للتفصیل الی المطوّلات)**

حدیث حادی عشر: یہ بتغیر یسیر حدیث سابع کے مثل ہے اگلی حدیث میں بھی یہی ہے۔

حدیث ثالث عشر: وینفث. نفث، ریق، تفل، بزاق کا فرق حدیث خامس میں گذر چکا ہے۔

کنت اقرا علیه. حاصل یہ ہے کہ گھر میں معمول تھا کہ آنحضرت ﷺ خود ہی اپنے اوپر دم فرماتے جب تکلیف

بڑھ جاتی اور یہ عمل مشکل وثقیل ہوتا تو پھر میں کر دیتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت دم کر سکتی ہے جیسے سابقہ باب میں شفا بنت عبداللہ کا ذکر بھی گذرا ہے۔ رجاء بر کتھا. قرأت و پڑھنے کی مراد ہے یا آنحضرت ﷺ کے دست مبارک کی برکت۔ وکلاھما موجود.

قال الشافعي: لا بأس ان يرقى بكتاب الله وبما يعرف من ذكر الله. (عون) امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کتاب اللہ اور ذکر اللہ سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲۰) بَابٌ فِي السُّمْنَةِ

فربہ کرنے کا بیان

(۱۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ سَيَّارٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَرَادَتْ أُمِّيْ أَنْ تُسَمِّنَنِيْ لِدُخُوْلِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَلَمْ أَقْبَلْ عَلَيْهَا بِشَيْءٍ مِمَّا تُرِيْدُ حَتّٰى أَطْعَمَتْنِي الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ فَسَمِنْتُ عَلَيْهِ كَأَحْسَنِ السِّمَنِ.

''محمد بن یحیٰ، نوح، ابراہیم، محمد بن اسحٰق، ہشام بن عروہ، ان کے والد، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میری والدہ نے چاہا کہ میں فربہ (موٹی) ہو جاؤں کیونکہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا تھا۔ انہوں نے تمام (قسم کی) تدابیر اختیار کر لیں لیکن میں فربہ نہ ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے مجھ کو تازہ کھجور کے ساتھ ککڑی ملا کر کھلانا شروع کر دیا تو میں بہتر طریقہ سے فربہ (یعنی اچھی صحت کی) ہوگئی۔''

تشریح: السمنة بضم السين دواء تسمّن به المرأة. (التهذيب از عون) سمنہ وہ دوا وغذا ہے جس سے عورت صحت مند اور فربہ ہو۔ اس سے قبل علالت و بیماری کی صورت میں صحت کی بحالی کے لیے علاج کا ذکر تھا اس میں موجودہ صحت میں مزید قوت اور فربہ پن کو بڑھانے کا ذکر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بقاء صحت اور ازدیاد صحت وقوت کے لیے اقدام واحتیاط بہتر ہے۔ ہاں بالکل ہی ظاہری قوت وصحت کے پیچھے نہ پڑ جائیں بلکہ اس سے زیادہ محنت قوت ایمانی اور کیفیت روحانی پر صرف ہو کہ جسم تو ایک دن مٹی ہونا ہے ہاں اعمال قبر و آخرت میں کام آئیں گے۔

حدیث اول: ارادت امّی ان تسمّننی لدخولی علی رسول الله ای ان تجعلنی سمینا. یعنی میری مہربان ماں مجھے صحت مند بنانا چاہتی تھی کہ مجھے اپنے گھر جانا تھا۔

وفيه دليل على تسمين المرأة لزوجها قبل التزويج السمن المعتدل دون المفرط ويكون بالاشياء الرخيصة. (بذل) اس میں عورت کے اعتدال کے ساتھ صحت مند بنانے اور قوی ہونے پر دلیل ہے خواہ بے حد مٹاپا نہ ہو کہ حسن وصحت دونوں کے منافی ہے۔ اور یہ مناسب اور کم قیمت روزمرہ استعمال ہونے والی اشیاء ہوں۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ یہ

چیز شوہر کے لیے اور اس کی زندگی کے لیے مفید و معاون اور محبت و کشش کی موجب ہے اور زوجین کی محبت ان کی زندگی کا انمول موتی ہے۔ ورنہ دنیا جہنم ہوتی ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ بچی کی زندگی بنانے کے لیے اپنی بساط کے مطابق وہ طریقے اپنانے چاہیں جس سے ان کی زندگی خوشگوار ہو اور صحت سے کہیں زیادہ عفت وحفاظت کی ضرورت ہے پھر حیاء و حجاب تو زندگی میں رونق پیدا کر دیتے ہیں۔ زندگی سنوارنے کے لیے قیمتی جوڑے اور ڈھیروں جہیز کے بجائے صحت و عفت ملحوظ رہے۔ نتیجہ اللہ کے سپرد۔

وفی الحدیث ویل للمسمنات یوم القیامة ای اللاتی یستعملن السمنة..... لتفتخر بها. (بذل)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود افتخار و اترانا نہ ہو بلکہ صحت پانا ہو ورنہ یہی چیز سبب ہلاکت ہے اگر نیت میں فساد و ریاء اور تکبر آ گیا۔

قدتم کتاب الطب ویلیه کتاب الکهانة
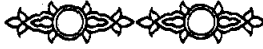
كِتَابُ الْكَهَانَةِ وَالتَّطَيُّرِ

کہانت اور بدفالی کا بیان

یہ طب کا تمہ ہے اس میں ممنوعہ طریقوں کا ذکر ہے الْكَهَانَة یہ کاھن کی جمع ہے ''الكاهن الذی يتعاطى الخبر عن الكائنات فی مستقبل الزمان ويدّعى معرفة الاسرا'' کاہن وہ ہے جو دنیا کی مستقبل کی خبریں دیتا ہو اور پوشیدہ رازوں کی پہچان کا دعویٰ کرتا ہو پھر ان کی دوقسمیں ہیں:

(۱) فمنهم من كان يزعم ان له تبعا من الجن يلقی اليه الاخبار. ان کی ایک قسم وہ ہے جس کا دعویٰ یہ ہے کہ جنات میرے تابع ہیں اور وہ مجھے خبریں پہنچاتے ہیں۔

(۲) ومنهم من كان يزعم انه يعرف الامور بمقدمات اسباب..... (عون) دوسری قسم کا گمان یہ ہے کہ وہ چیزوں کے حالات وواقعات میں جستجو اور غور کر کے معلومات پاتے ہیں۔ پھر الٹی سیدھی لوگوں کو لگاتے ہیں ان کو عراف، نجومی، کاہن کہا جاتا ہے۔ عراف اس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو مسروقہ اور گمشدہ مال کی اطلاع دے۔ (جسے اپنا پتہ نہیں کہ پل میں کیا ہو یا کل کیا ہوگا وہ یہ دعوے کرتا ہے؟)

کہانت کی تاریخ وانتہا: از ہریؒ نے کہا کہ کہانت عرب میں آپ ﷺ کی ولادت وبعثت سے قبل عام تھی اور اس کا چرچا تھا آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ یہ سلسلہ اس وقت مسدود ہوا جب اللہ تعالیٰ نے شہاب ثاقب کے ذریعے جن وشیاطین کا آسمان کے قریب جانا اور فرشتوں سے باتیں چرانا بند کر دیا۔ اس سے ان کی دوکانداری ختم ہوگئی اور یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ آپ ﷺ نے وحی سے معلوم شدہ وہ واقعات وحالات بتلائے جن سے کاہن عاجز تھے۔ پھر بعد میں یہ سلسلہ ستاروں اور دیگر متعدد مزعومات کی بناء پر چھڑ (جاری ہو) گیا جو اب تک مختلف شکلوں میں چلتا آ رہا ہے اور کبھی ستاروں کے ذریعے، کبھی من گھڑت خطوں اور طوطوں کے ذریعے، کبھی منتر ومصنوعی مراقبوں قوم کو بہکایا اور لوٹا جا رہا ہے۔ اور شنید ہے کہ اب اس کے پیشہ ور اپنے آپ کو پروفیسر کے الفاظ سے موسوم کرتے ہیں اور سادہ لوح حضرات ومستورات کو لوٹتے اور نوچتے ہیں۔

اللهم سلمنا واحفظنا من صنيعهم الباطلة

من اتى كاهنا. یہ نجومی، عراف اور اس کی جملہ اقسام کو شامل ہے۔

مسئلہ: مسلم محتسب اور انتظامیہ کا فریضہ ہے کہ ایسے ٹھگوں اور لٹیروں کی تادیب کرے اور ان کو روکے۔ (بذل)

ابواب واحادیث کی تعداد: اس کتاب میں چار (۴) ابواب اور اکیس (۲۱) احادیث ہیں۔

(۱) بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِ الْكُهَّانِ

غیب کی باتیں بتلانیوالے یا پیشین گوئیاں کرنیوالے شخص کے پاس جانے کی ممانعت

(۱۷۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح و حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حَكِيْمٍ نِالْاَثْرَمِ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَتٰى كَاهِنًا قَالَ مُوْسٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ ثُمَّ اتَّفَقَا أَوْ أَتٰى امْرَأَةً قَالَ مُسَدَّدٌ نِامْرَأَتَهٗ حَائِضًا أَوْ أَتٰى امْرَأَةً قَالَ مُسَدَّدٌ امْرَأَتَهٗ فِيْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِءَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد (دوسری سند) مسدد، یحییٰ، حماد، حکیم، ابوتمیمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی کاہن کے پاس آئے۔ موسیٰ نے اپنی روایت میں مزید یہ کہا کہ آپ نے فرمایا پھر اس کی باتوں کو سچا سمجھے یا کسی عورت سے صحبت کرے مسدد نے اپنی روایت میں کہا کہ حیض کی حالت میں بیوی سے صحبت کرے یا بیوی (یا عورت) کے پاخانہ کی جگہ میں جماع کرے تو وہ شخص اس دین سے بری ہو گیا جو کہ حضرت رسول کریم ﷺ پر نازل فرمایا گیا ہے۔''

تشریح: اس حدیث میں (۱) کاہن کے پاس جانا۔ (۲) حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا۔ (۳) اور بیوی سے وطی فی الدبر کرنا۔ تینوں کا گناہ کبیرہ ہونا اور ان سے بچنے کا ذکر ہے۔ ان گناہوں سے بچیں یا پھر اسلام وایمان سے ہاتھ دھوئیں۔ گناہ کبیرہ بھی تب ہیں جب ناجائز اور غلط سمجھتے ہوئے لاپرواہی سے کیا اگر اس حرکت کو درست اور حلال سمجھتا ہے تو پھر یہ کفر ہے اور یہی صورت بیان کی گئی ہے جس میں وعید شدید اور سخت تہدید ہے تاکہ اس سے بچیں۔

مسند احمد میں ہے: **من اتی عرّافا أو کاهنا فصدّقه مما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد.** (عون)
جو کاہن یا عراف ونجومی کے پاس آیا پھر اس کی بات کو سچا جانا یقیناً اس نے آپ ﷺ پر اترے ہوئے دین کا انکار کر دیا۔

حالت حیض میں جماع کا کفارہ: امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا قطعی حرام اور واجب الاجتناب ہے۔ اس پر کفارہ نہیں ہاں گناہ کی معافی اور وبال سے بچنے کے لیے صدقہ کرے پھر اگر حیض کے ابتدائی اوقات وایام میں یہ حرکت کی تو ایک دینار (۱۰۰ روپے) اور اگر آخری مثلاً چھٹے، ساتویں دن (یا عادت کے مطابق جو دن بھی آخری بنتے ہوں) ایسا کیا تو آدھا دینار صدقہ کرنا چاہیے یہ صرف مستحب ومفید ہے واجب وحتمی نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ استغفار وتوبہ بھی ضرور کرے۔

وطی فی الدبر کا حکم: یہ اس سے زیادہ شدید ہے کیونکہ یہ تو مطلقاً موضع نجاست اور حرام ہے۔ ائمہ میں سے کوئی بھی اس کی اباحت کا قائل نہیں امام مالکؒ کی طرف منسوب قول بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ (بذل)

حضرت سہارنپوریؒ نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: **وهذه المسئلة متفق علیها فی جمیع الادیان من الاسلامیین والیهود والنصاری وغیرهم وخالف فیها الروافض فانهم جوّزوا ها ونقلوا جوازها عن ائمتهم وهو**

کذب علی الائمة. اور یہ وطی فی الدبر کی حرمت کا مسئلہ تمام سماوی ادیان میں اتفاقی اور اجماعی ہے مسلمان، یہود، نصاریٰ وغیرہ سب کا ایک ہی قول ہے سوائے روافض کے کہ انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ (جن کا اسلام سے کوئی تعلیم ہی نہیں) اور جائز کہا ہے (ستم بالائے ستم یہ ہے کہ) اسے اپنے ائمہ کی طرف سے نقل کیا ہے حالانکہ یہ ان پر صریح کذب ہے۔

(۲) بَابٌ فِي النُّجُوْمِ

علم نجوم

(۱۷۳) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُسَدَّدُ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اقْتَبَسَ عِلْمًا مِنَ النُّجُوْمِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ زَادَ مَا زَادَ.

''ابوبکر، مسدد، یحییٰ، عبیداللہ بن اخنس، ولید، یوسف، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے کسی قسم کا علم نجوم سیکھا تو اس شخص نے جادو کا ایک راستہ سیکھ لیا پھر اس نے جس قدر (علم نجوم میں) اضافہ کیا اسی قدر (جادو میں) اضافہ کیا۔''

(۱۷۴) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِالْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِيْ إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

''قعنبی، مالک، صالح، عبیداللہ، حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (مقام) حدیبیہ میں اس بارش کے بعد نماز فجر اداء فرمائی جو کہ رات کو ہوگئی تھی۔ آپ نے نمازِ فجر سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف رخ فرما کر متوجہ ہونے کے بعد فرمایا کیا تم کو علم ہے تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور رسول خوب واقف ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بعض بندے بوقت فجر صاحب ایمان ہو گئے اور بعض کافر ہو گئے۔ جس شخص نے تو یہ کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ملی تو وہ شخص مجھ پر ایمان لایا اور ستارے کا انکار کرنے والا ہوا۔ اور جس شخص نے کہا کہ ہمیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ملی تو وہ میرا منکر ہوا اور ستارے پر یقین لایا۔''

تشریح: حدیث اول: من اقتبس علما من النجوم. جس نے علم نجوم حاصل کیا۔ نجوم یہ نجم کی جمع ہے اس کا معنی ہے ستارے۔ یہ باب نصر سے آتا ہے اس کا لفظی معنی ظاہر ہوتا ہے۔ وجہ بالکل ظاہر ہے کہ ستارے بھی غروب شمس کے بعد آہستہ آہستہ نمودار اور ظاہر ہونا شروع ہوتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے سارا آسمان جگمگانے لگتا ہے اور صانع حقیقی کی کیا حسن

صناعت ہے کہ ترتیب اور دھیمی چمک کہ سارا آسمان جگمگ ہے۔ تو ظاہر و نمودار ہونے کی وجہ سے ستاروں کو نجوم کہا جاتا ہے۔

نجومی کی وجہ تسمیہ بھی اس سے سامنے آ چکی کہ وہ بھی بزعم خود آئندہ پیش آنے والی مخفی اور گذشتہ کی پوشیدہ خبروں کو اٹکل و اندازے سے ظاہر کرتے اور بتاتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ سے بے بہرہ لوگ ان کے چنگل میں آ کر اپنی موت و حیات اور دنیا و آخرت دونوں کو داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

علم نجوم کی اقسام و احکام: ستاروں سے علم و معلومات پانا یہ دو طرح سے ہے: (۱) ستاروں اور سیاروں کی مدد سے سمت اور وقت معلوم کرنا اور مسافروں اور بحری راستوں میں چلنے والوں کا رخ متعین کرنا۔ یہ درست اور جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ واقعہ کے آخری رکوع کی ابتدائی آیات میں ستاروں کی قسم کے ساتھ جواب قسم میں قرآن کریم کا ذکر فرمایا ہے جس سے اشارہ ہے کہ تم ستاروں کے ذریعے سمندر و صحراء میں راستہ و جہت معلوم کرتے ہو اور قرآن کریم سے ہدایت و شریعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں حاصل ہوتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ ستاروں سے گھر کی راہ معلوم ہوتی ہے اور قرآن کریم سے جنت کی راہ ملتی ہے۔ اسی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (انعام: ۹۷) اللہ کریم وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے تاریکی میں خشکی اور سمندری راستہ پاؤ۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ ستاروں کے ذریعے سے آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات اور تکوینی امور کے بارے میں معلومات کا دعویٰ کرنا اور حاصل کرنا۔ مثلاً بارش کب ہوگی، تنگی و فقر رہے گا یا جائے گا، آج سے کل بھلا ہوگا یا برا یا آپ پر اس سے پہلے کیا بیتی وغیرہ۔ و کثیر من الواهيات والخرافات اور اس کے لئے ان دعویداروں کا کہنا ہے کہ ہم یہ ستاروں کی رفتار، اجتماع و افتراق سے حاصل کرتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے۔ کیونکہ امور تکوینیہ اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم صرف و صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. (لقمان: ۳۴) ''قیامت بارش، رحم مادر میں کیا ہے، کل کیا ہوگا، موت کب اور کہاں آئے گی یہ صرف و صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور یقیناً وہ جاننے والا باخبر ہے۔''

حکم: فكذا تعلم النجوم والكلام فيه حرام. (بذل) علم نجوم سیکھنا اس میں گفتگو اور دلچسپی لینا حرام اور آخرت کو تباہ کرنے والے ہیں شعبة من السحر. سحر بکسر السین جادو۔

سحر کی تعریف، اقسام و حکم: السحر نوع يستفاد من العلم بخواص الجواهر وبامور حسابية فى مطالع النجوم، فيتخذ من تلك الخواص هيكل على صورة الآدمى ويترصّد وقت مخصوص من المطالع وتقرن به كلمات يتلفظ بها من الكفر والفحش المخالف للشرع ويتوصّل بسببها الى استغاثته بالشياطين ويحصل بين مجموع ذلك بحكم اجراء الله العادة احوال غريبة فى الآدمى المسحور. (احياء العلوم از جمل ج ۱ ص ۸۷) اس کا حاصل یہ ہے کہ جادو میں قسم قسم کی خرافات اور خلاف شرع کام اور کلام سے انسان کو

نقصان پہنچانے کے لیے مختلف اجسام وشیاطین سے مدد لے کر یہ کام کیا جاتا ہے۔
تاج العروس میں مختصر تعریف یہ ہے: السحر بالکسر عمل تقرّب فیه الی الشیطان وبمعونته. جادو ایسا عمل ہے جس میں شیطان کا قرب اور استمداد ہو۔ ایضاً کلّ ما لطف ماخذه ودق فهو سحر. جادو ہر وہ چیز ہے جس کا ماخذ مخفی اور پوشیدہ ہو۔
جادو کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جس میں آنکھوں کو دھوکہ دیا جائے کہ چیز خلاف حقیقت کچھ کی کچھ نظر آئے۔ فرعونی جادوگروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ. (اعراف:۱۱۶) ''سو جب ڈالا انہوں نے، جادو کیا لوگوں کی آنکھوں پر۔''
(۲) یہ کہ کسی چیز کی حقیقت ہی بدل دی جائے مثلاً جانور کو پتھر اور مٹی کو سونا کر دیا جائے۔ امام ابوبکر جصاص رازیؒ، ابن حزم ظاہریؒ، امام راغب اصفہانیؒ اس قسم کا انکار کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر اہل علم کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے۔ (اکثر مفسرین نے اس بحث کو سورۂ بقرہ کی آیت ۱۰۲ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)
سحر کا حکم: علامہ بغویؒ فرماتے ہیں سحر کا وجود اہل سنت کے نزدیک حق ہے لیکن اس پر عمل کرنا کفر ہے۔ شیخ ابو منصورؒ فرماتے ہیں کہ مطلقاً یہ کہنا کہ سحر کفر ہے ٹھیک نہیں بلکہ دیکھنا چاہیے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اگر اس کے اندر کوئی ایسی بات ہو جس سے کسی شرعی بات کی تردید ہوتی ہو تو البتہ (یعنی وہ لازماً) کفر ہے ورنہ کفر نہیں۔ (مظہری) اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً کوئی ایک حکم جادو پر نہیں لگایا جا سکتا ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے۔
(۱) سحر میں جن وشیاطین سے استمداد ہو اور کلمات کفریہ اور ارواح خبیثہ کے ذریعے سے حاصل کیا جائے تو بلاشبہ اس کا مرتکب کافر، زندیق اور بے دین ہے۔
(۲) اگر اس کے لیے ناجائز کام کرنے ہوں مثلاً مردار کھانا، مردار کی ہڈی دانت کے نیچے رکھنا، ناپاک ونجس اور غلاظت میں رہنا، نماز نہ پڑھنا وغیرہ تو اس کا مرتکب فاسق اور گناہ گار ہے یہ سیکھنا، سکھانا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔
(۳) بعض ایسے اعمال والفاظ سے حاصل ہو جو کفر وشرک اور فساق وفجور کا موجب نہ ہوں تو مباح ہے۔
سیکھنے وسکھانے کے متعلق یہ ہے کہ اس کی پہلی ودوسری قسم تو بالکل واجب الاجتناب اور قطعاً منع ہے آخری قسم صحیح غرض سے سیکھنے کی اجازت ہے جبکہ نہ سیکھنا اولیٰ ہے۔ صحیح غرض کا مطلب یہ کہ کسی مسحور کا علاج کرنے کے لیے یا حفظ ما تقدم کے تحت بچاؤ کے لیے فائدہ پہنچائے۔ اور اگر سیکھنے سے مقصود کسی کو ضرر اور گزندی پہنچانا ہو تو یہ بھی حرام وناجائز ہوگا۔
(اللهم احفظنا من السحر واثره ومضرّاته وبعّدنا من مقدّماته وما يتعلق به او متعلّقاته) زاد ما زاد. بمعنی مادام یعنی جتنا آگے بڑھے گا اتنا ہی گناہوں میں لت پت ہوگا جس کا نتیجہ ہلاکت ہے اس میں تہدید وتلمیح ہے اس سے بچنے کی طرف۔
حدیث ثانی: بالحديبية. بیعت الرضوان والے درخت کے پاس کنویں کا نام ہے۔ في اثر السماء ای عقب مطر.

یعنی بارش کے بعد۔ العرب تسمّی المطر سماء لانه من السماء (والعوّ) ینزل. عرب بارش کو آسمان کہتے ہیں اس لیے کہ وہ آسمان و بلندی سے اترتی ہے۔ قالوا الله ورسوله اعلم. یہ صحابہ کرامؓ کی فطانت وحسن ادب پر دال ہے کہ بجائے خود کچھ کہنے کے جواب آپ ﷺ کے سپرد کردیا۔ اصبح من عبادی مؤمن بی و کافر. ان میں سے ہر ایک کی دلیل کے لیے آگے ان کا مقولہ موجود ہے کہ ایک کی نظر اللہ پر اور دوسرے کی نظر غیر اللہ پر گئی اور یہی ایمان و کفر کی دلیل بین ہے۔ بذل میں ہے کہ علامہ قرطبیؒ نے کہا کہ یہاں کافر سے کافر حقیقی ہی مراد ہے جیسے مومن سے مومن کامل مراد ہے۔ اور اس سے وہی مراد ہوگا جس کا عقیدہ یہ ہے کہ بارش ستاروں کی تاثیر سے آتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہیں۔ چنانچہ بعض اہل طبعیات اور منجمین (نجومیوں) کا بھی یہی نظریہ ہے۔ ہاں اگر کوئی ایسا فرد ہے جو یہ اعتقاد نہیں رکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک اور قدرت والا مانتا ہے پھر نادانی اور لاعلمی کی وجہ سے ایسا جملہ کہتا ہے تو پھر کافر نہیں بلکہ خطا کار اور گناہ گار ہے۔ پہلی صورت میں کفر سے مراد شرک وانکار ہوا اور دوسری صورت میں کفر سے مراد کفران نعمت یعنی ناشکری ہے۔ مطرنا بنوء کذا. یہ فعل ماضی مجہول ہے۔ نوء کا معنی ہے بوجھل ہو کر اٹھنا، تھکے ماندے کے مثل اٹھنا قرآن کریم میں ہے: لَتَنُوٓأُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ. (قصص:۷۶) البتہ تھکتے کئی طاقتور مرد۔ النوء النجم مال للغروب. نوء وہ ستارہ ہے جو غروب کے قریب ہو چکا ہو۔ عرب کہتے ہیں کہ مشرق سے ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے اسی وقت مغرب میں یہ غروب ہوتا ہے پہلے کا نام ثاقب اور دوسرے کا نام غارب ہے جسے نوء بھی کہتے ہیں۔ اور ان کا گمان تھا کہ جب نوء یعنی غارب ستارہ غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو اس وقت بارش ہوتی ہے پھر یہ اعتقاد جڑ پکڑ گیا کہ اسی کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ فنهی الشارع عن هذا لقول. تو آنحضرت ﷺ نے اس بات سے منع فرمادیا تاکہ شرک وکفر سے تشبہ والتباس نہ ہو۔

(۳) بَابٌ فِی الْخَطِّ وَزَجْرِ الطَّیْرِ

رمل کی باتوں پر ایمان لانا اور پرندوں کی آواز سے فال لینے کی ممانعت کا بیان

(۱۷۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا حَیَّانُ قَالَ غَیْرُ مُسَدَّدٍ حَیَّانُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ قَبِیْصَةَ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ الْعِیَافَةُ وَالطِّیَرَةُ وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ الطَّرْقُ الزَّجْرُ وَالْعِیَافَةُ الْخَطُّ.

''مسدد' یحیی' عوف' حیان' حضرت قطن بن قبیصہ اپنے والد حضرت قبیصہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عیافت' بدفالی اور طرق بت پرستی کی ایک قسم ہے۔ طرق پرندے اڑانے کو کہتے ہیں جبکہ عیافت زمین پر لکیر کھینچنے کو کہتے ہیں۔''

(۱۷۶) حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ عَوْفٌ الْعِیَافَةُ زَجْرُ الطَّیْرِ وَالطَّرْقُ الْخَطُّ یُخَطُّ فِی الْأَرْضِ.

''ابن بشار' حضرت محمد بن جعفر نے بیان کیا کہ عیافت سے مراد پرندوں کو ڈانٹ (ڈپٹ) کر اڑانا جبکہ طرق سے مراد وہ لائنیں ہیں

جو کہ زمین پر کھینچی جاتی ہیں۔''

تشریح: طبع شدہ ابوداؤد شریف میں **باب فی النجوم** کے تحت چار احادیث ہیں اور بذل دعون میں حدثنا مسدد سے یہ دوسرا باب لکھا گیا ہے۔ اسی کے مطابق یہاں بھی دو باب مذکور ہیں اور اسی نسخے کی طرف حاشیہ میں ہے۔ پھر ان دو حدیثوں میں نجوم و کہانت کے متعلق ذکر نہیں اس لیے یہ عنوان ثانی یہاں موزوں ہے۔

حدیث اول: عن ابیہ. قطنؒ اپنے باپ ابو بشر قبیصہ بن مخارق ہلالی بصری صحابی رسول سے نقل کرتے ہیں **بکسر العین زجر الطیر للتفاول**'' پرندہ اڑانا فال لینے کے لیے۔ عرب میں عادت تھی کہ کسی کام کے لیے نکلتے یا ارادہ کرتے تو درخت پر بیٹھے پرندے کو جا کر اڑاتے اگر وہ دائیں جانب اڑ جاتا یا بائیں وغیرہ تو ہر ایک سمت کے لیے اپنے باطل گمان جمار کھے تھے کہ اس طرف گیا تو کام کرنا چاہیے، سفر پر جانا چاہیے اور اگر اس طرف گیا تو نہ کرنا چاہے یہ سب موہوم و غیر مفید اور ممنوع ہے۔ دوسرا طریقہ یہ بھی تھا کہ ان کے ناموں کے ذریعے بھی اپنی قسمت معلوم کرتے مثلاً عقاب سے سزا و عقاب اور غراب و کوے سے غربت اور ہدہد سے ہدایت وغیرہ لیتے۔ چنانچہ لبید کا قول ہے:

لعمرك ما تری الطوارق بالحصی ولا زاجرات الطیر ما الله صانع

''تیری زندگی کی قسم تو کنکریاں پھینک کر کیا دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی پرندے اڑایا کر سب کچھ کرنے والا اللہ ہے۔''

عیافہ اور طیرہ میں فرق: عیافہ کے ساتھ دوسرا لفظ طیرۃ بھی اسی معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ عیافۃ صرف پرندوں کے ذریعے فال لینے کا نام ہے اور طیرۃ عام ہے پرندے، حیوانات یا دیگر اشیاء سے فال لینا طیرۃ سب کو شامل ہے اور عیافۃ صرف پرندوں سے فال نکلوانے کے لیے خاص ہے۔ **الطیرۃ.** فال لینا۔ **التطیّر بالسوانح والبوارح من الطیر والظباء وغیرهما.** بائیں جانب اور دائیں جانب سے آنے والے پرندوں، ہرنوں وغیرہ سے فال لینا۔ سوانح یہ سانح کی جمع ہے بمعنی بائیں سمت سے آنے والا۔ اس سے عرب بد فال لیتے تھے اور بارح بمعنی دائیں طرف سے آنے والا اس سے نیک شگون لیتے تھے۔ شریعت مطہرہ نے اس سے منع فرمایا اور اسے باطل قرار دیا چنانچہ اب بھی بعض لوگوں کا گمان ہے کہ کوا بولے تو سمجھتے ہیں مہمان آئے گا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

الطرق بفتح الطاء وسکون الراء. الضرب بالحصی الذی یفعله النساء. یعنی کنکریاں پھینکنا اور اس سے فال لینا عورتیں اس طرح کیا کرتی تھیں۔ **وقیل الطرق الخط فی الرمل.** کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ریت پر لکیریں کھینچ کر قسمت طلب کرنا۔ یہ بھی ایک طریقہ رائج تھا جس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا اور فرمایا یہ تو کہانت و کفر ہے اور بالکل حرام ہے اس سے عقیدے کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔

حدیث ثانی: بخطّ فی الارض. ریت اور نرم زمین پر خط و لکیریں کھینچتے ہیں پھر اس سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ امام حربیؒ کہتے ہیں کہ تین خط کھینچتے پھر جو یا گٹھلی اس پر ڈالتے۔ امام ابن اثیرؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خط کا طریقہ یہ ہے کہ ضرورت مند آدمی نجومی و عامل کے پاس آتا اور اسے اس کی خرچی اور نذرانہ دے دیتا۔ وہ اس سے لے کر کہتا تم بیٹھو میں خط کھینچتا

ہوں اور چرخے کا تکلہ لے کر اس سے نرم جگہ پر بہت ساری لکیریں لگا دیتا پھر واپس آ کر پہلی لکیر سے دو، دو خط چھوڑ کر مٹانا شروع کرتا اور اس کے ساتھ ایک بچہ ہوتا جو سامنے یہ کہتا جاتا "ابنی عیان اسرعا البیان" اس طرح آخر تک پہنچتا اگر دو لکیریں بچ جاتیں تو وہ کامیابی کا فیصلہ دیتا اگر ایک بچ جاتی تو یہ مقصد میں ناکامی اور رسوائی کا حکم لگاتا۔ (عون) اس طرح قوم کا مال وعقیدہ دونوں برباد کر دیتا۔ اللهم احفظنا منها.

(۴) بَابٌ فِي الطِّيَرَةِ وَالْخَطِّ

بُری فال لینا اور رمل کرنے کا بیان

(۱۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ ثَلَاثًا وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلٰكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ.

"محمد بن کثیر، سفیان، سلمہ، عیسیٰ، زر بن حبیش، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا بری فال لینا شرک ہے اور (ہم لوگوں میں سے) ہر ایک شخص کو کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آ ہی جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ توکل کرنے کی وجہ سے اس کو رفع فرما دیتے ہیں۔"

(۱۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ الْحَجَّاجِ الصَّوَّافِ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ.

"مسدد، یحییٰ، حجاج، یحییٰ، ہلال، عطاء بن یسار، حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگوں میں کئی لوگ ہیں جو کہ خط کھینچتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی تھے وہ خط کھینچتے تھے پھر جس شخص کا خط ان کے مطابق رہا تو درست ہے۔"

(۱۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ مَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا قَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰى مُصِحٍّ قَالَ فَرَاجَعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ أَلَيْسَ قَدْ حَدَّثَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ قَالَ لَمْ أُحَدِّثْكُمُوهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَدْ حَدَّثَ بِهِ وَمَا سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ نَسِيَ حَدِيثًا قَطُّ غَيْرَهُ.

"محمد، حسن، عبدالرزاق، معمر، زہری، ابوسلمہ، ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا نہ کسی شخص کو دوسرے کی بیماری لگتی

ہے اور نہ ماہِ صفر منحوس ہے اور نہ ہی کسی میت کی کھوپڑی میں سے اُلو کی صورت نکلتی ہے تو ایک دیہاتی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر ان اُونٹوں کو کیا ہو جاتا ہے جو ہرن کی طرح (بہت زیادہ چاق و چوبند اور صحت مند) صحرا میں پھرتے ہیں اور جب ان میں کوئی خارش زدہ اُونٹ گھس جاتا ہے تو ان کو بھی وہ خارش دار کر دیتا ہے۔ تو آپ نے اس شخص سے فرمایا تو پہلے اُونٹ کو کس نے خارش میں مبتلا کیا؟ زہری نے بیان کیا ایک شخص نے مجھ سے (بروایت حضرت ابو ہریرۃؓ) بیان کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مریض اُونٹ کو تندرست اُونٹوں کے گھاٹ پر پانی پلانے کے لئے نہ لایا جائے۔ پھر وہ شخص ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور کہا کہ کیا آپ نے یہ روایت نقل نہیں کی نہ تو ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے اور نہ ماہ صفر منحوس ہے اور ہامہ یعنی اُلو کچھ نہیں ہے۔ ابو ہریرۃؓ نے فرمایا میں نے یہ روایت بیان نہیں کی' ابو سلمہؓ کہتے ہیں کہ ابو ہریرۃؓ نے خود اس روایت کو بیان فرمایا تھا اور میں نے ان کو اس حدیث کے علاوہ کبھی بھولتے ہوئے نہیں سنا۔''

(۱۸۰) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ.

''قعنبی' عبدالعزیز' علاء' ان کے والد' ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا نہ تو عدویٰ ہے (یعنی ایک کا مرض دوسرے کو لگ جانا) اور نہ ہامہ ہے (یعنی کسی جگہ اُلو بولنا یا مرنے والے کی جانور کی صورت میں رُوح دُنیا میں آنا) اور نہ نوء ہے اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے (جس کو لوگ منحوس سمجھتے ہیں)۔''

(۱۸۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ حَدَّثَنِي الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا غُولَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكُمْ أَشْهَبُ قَالَ سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ قَوْلِهِ لَا صَفَرَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوا يُحِلُّونَ صَفَرَ يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا صَفَرَ.

''محمد بن عبدالرحیم' سعید بن حکم' یحییٰ' ابن عجلان' قعقاع' عبیداللہ' زید بن اسلم' ابو صالح' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بھوت (وغیرہ) نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ حدیث حارث بن مسکین کو پڑھ کر سنائی گئی اور میں وہاں موجود تھا کہ اشہب نے خبر دی۔ فرمایا کہ امام مالک سے لَا صَفَرَ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا دورِ جاہلیت میں لوگ کبھی صفر کے مہینہ کو حلال بنا لیتے تھے اور کبھی صفر کے مہینہ کو محرم کا مہینہ بنا کر حرام کر لیتے تھے اور محرم کو حلال بنا لیتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفر کا مہینہ کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔''

(۱۸۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ وَالْفَأْلُ الصَّالِحُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ.

''مسلم بن ابراہیم' ہشام' قتادہ' انسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ایک شخص کا مرض دوسرے شخص کو نہیں لگتا اور بری فال لینا بے اصل چیز ہے اور مجھے اچھی فال پسند ہے اور نیک فال کا مطلب اچھی بات ہے (یعنی کوئی کام کرتے ہوئے کسی کے منہ سے اچھی بات

سن کر قیاس کر لیا جائے کہ ان شاء اللہ میرا شروع کیا ہوا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو یہ جائز ہے)۔''

(۱۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ قَالَ قُلْتُ لِمُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ قَوْلُهُ هَام قَالَ كَانَتِ الْجَاهِلِيَّةُ تَقُوْلُ لَيْسَ أَحَدٌ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ إِلَّا خَرَجَ مِنْ قَبْرِهِ هَامَةٌ قُلْتُ فَقَوْلُهُ صَفَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَّ أَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ يَسْتَشْئِمُوْنَ بِصَفَرٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَفَرَ قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَدْ سَمِعْنَا مَنْ يَقُوْلُ هُوَ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ هُوَ يُعْدِيْ فَقَالَ لَا صَفَرَ.

''محمد بن مصفی' حضرت بقیہ سے روایت ہے کہ محمد بن راشد سے میں نے دریافت کیا کہ یہ ارشادِ نبوی ہے ''ہام'' نہیں ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا زمانۂ جاہلیت میں لوگ کہتے تھے کہ جس شخص کا انتقال ہو جاتا ہے پھر وہ شخص قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اس کی کھوپڑی قبر میں سے نکل کر باہر آ جاتی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا صفر کے کیا معنی ہیں؟ انہوں نے فرمایا زمانۂ جاہلیت کے لوگ صفر کو منحوس خیال کرتے تھے اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا صفر کچھ نہیں ہے محمد بن راشد نے بیان کیا بعض حضرات سے میں نے سنا وہ کہتے تھے کہ صفر پیٹ میں ایک درد کا نام ہے۔ اہل عرب کہتے تھے کہ وہ درد ایک شخص سے دوسرے کو لگ جاتا ہے آپ نے فرمایا صفر کچھ نہیں ہے۔''

(۱۸۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ كَلِمَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَقَالَ أَخَذْنَا فَأْلَكَ مِنْ فِيْكَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' وہیب' سہیل' ایک شخص' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک بات سنی جو کہ آپ کو اچھی معلوم ہوئی آپ نے فرمایا ہم نے تمہاری فال تمہارے منہ سے سن لی (یعنی اس کا بہتر انجام ہوگا)''

(۱۸۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ يَقُوْلُ النَّاسُ الصَّفَرُ وَجَعٌ يَأْخُذُ فِي الْبَطْنِ قُلْتُ فَمَا الْهَامَةُ قَالَ يَقُوْلُ النَّاسُ الْهَامَةُ الَّتِيْ تَصْرُخُ هَامَةُ النَّاسِ وَلَيْسَتْ بِهَامَةِ الْإِنْسَانِ إِنَّمَا هِيَ دَابَّةٌ.

''یحییٰ' ابوعاصم' ابن جریج' حضرت عطاء سے روایت ہے کہ لوگ کہتے تھے صفر ایک درد ہوتا ہے جو کہ پیٹ میں ہوتا ہے۔ ابن جریج نے کہا پھر میں نے دریافت کیا ہامہ کیا ہے؟ عطاء نے کہا' لوگ کہتے تھے کہ ہامہ جو کہ ایک جانور ہے اور جو بولتا ہے وہ انسانوں کی کھوپڑی ہوتی ہے حالانکہ وہ آدمی کی کھوپڑی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ایک جانور ہوتا ہے۔''

(۱۸۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ أَحْمَدُ الْقُرَشِيُّ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ.

''احمد بن حنبل' ابوبکر' وکیع' سفیان' حبیب' عروہ' احمد قرشی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے شگون لینے کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا اس کی بہترین اقسام میں فال ہے اور شگون کسی مسلمان کو (کام سے) نہ روکے اور تم لوگوں میں سے جب کوئی ایسی شے دیکھے جو کہ اس کو بری لگتی ہے تو وہ یہ کہے: اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِيْ بِالْحَسَنَاتِ یعنی اے اللہ! آپ کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں

پہنچا سکتا اور آپ کے علاوہ کوئی برائیوں کو ہٹا نہیں سکتا اور برائی سے باز رہنے کی طاقت نیکی کرنے کی قوت صرف آپ ہی کی توفیق سے ہے۔''

(۱۸۷) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَتَطَيَّرُ مِنْ شَيْءٍ وَكَانَ إِذَا بَعَثَ عَامِلًا سَأَلَ عَنِ اسْمِهِ فَإِذَا أَعْجَبَهُ اسْمُهُ فَرِحَ بِهِ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهُ رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَإِذَا دَخَلَ قَرْيَةً سَأَلَ عَنِ اسْمِهَا فَإِنْ أَعْجَبَهُ اسْمُهَا فَرِحَ وَرُئِيَ بِشْرُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ وَإِنْ كَرِهَ اسْمَهَا رُئِيَ كَرَاهِيَةُ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ.

''مسلم بن ابراہیم' ہشام' قتادہ' عبداللہ بن بریدہ' اپنے والد بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ کسی شے میں بری فال نہیں لیتے تھے اور جب آپ کسی کو عامل (حکمران) بنا کر روانہ فرماتے تو آپ اس کا نام معلوم فرماتے اگر آپ کو اس کا نام اچھا لگتا تو آپ اس سے خوش ہوتے اور وہ مسرت آپ کے چہرۂ انور پر معلوم ہوتی اور اگر آپ کو اس کا نام ناگوار لگتا تو اس کے رنج کے آثار آپ کے چہرۂ انور سے نظر آتے اور جب آپ کسی بستی میں داخل ہوتے تو آپ اس بستی کا نام معلوم فرماتے اگر اس بستی کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ خوش ہوتے اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی معلوم ہوتی اور اس کا نام برا ہوتا تو آپ کو رنج ہوتا اور رنج کے آثار آپ کے چہرۂ انور پر معلوم ہوتے۔''

(۱۸۸) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنِي يَحْيٰى أَنَّ الْحَضْرَمِيَّ بْنَ لَاحِقٍ حَدَّثَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُولُ لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَإِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِي شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابان' یحییٰ' حضرمی' سعید بن مسیب' حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ ہامہ ہے اور نہ عدویٰ ہے اور نہ نحوست (کوئی چیز) ہے اگر نحوست (اور بدشگونی) ہوتی تو تین اشیاء میں ہوتی: ایک تو گھوڑے میں' دوسرے عورت میں' تیسرے گھر میں۔''

(۱۸۹) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُرِئَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكَ ابْنُ الْقَاسِمِ قَالَ سُئِلَ مَالِكٌ عَنِ الشُّؤْمِ فِي الْفَرَسِ وَالدَّارِ قَالَ كَمْ مِنْ دَارٍ سَكَنَهَا نَاسٌ فَهَلَكُوا ثُمَّ سَكَنَهَا آخَرُونَ فَهَلَكُوا فَهٰذَا تَفْسِيرُهُ فِيمَا نَرٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''قعنبی' مالک' ابن شہاب' حمزہ' سالم' عبداللہ' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نحوست تین اشیاء میں ہوتی ہے ایک تو گھر میں' دوسرے عورت میں' تیسرے گھوڑے میں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ گھوڑے اور گھر میں نحوست ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا چند گھر ایسے ہیں جن میں لوگ آباد ہوئے پھر ان کا انتقال ہو گیا اور دوسرے لوگ آباد ہوئے ان کا بھی انتقال ہو گیا تو مکان کی نحوست یہی ہے۔ واللہ اعلم''

(۱۹۰) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ وَعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَحِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ فَرْوَةَ بْنَ مُسَيْكٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرْضٌ عِنْدَنَا يُقَالُ لَهَا أَرْضُ أَبْيَنَ هِيَ أَرْضُ رِيفِنَا وَمِيرَتِنَا وَ وَبَاءُ هَا دَائِمَةٌ أَوْ قَالَ وَبَاؤُهَا شَدِيدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ دَعْهَا عَنْكَ فَإِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ.

''مخلد' عباس' عبدالرزاق' معمر' یحییٰ' ایک شخص حضرت فروہ بن مسیک سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین موجود ہے جس کو ابین کہا جاتا ہے اور وہ زمین ہم لوگوں کے کھیت کی ہے اور وہ غلہ کی جگہ ہے ہمیشہ وہاں پر آفت رہتی ہے یا راوی نے کہا اس کی وبا شدید ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس زمین میں رہنا چھوڑ دو۔ وباء کے علاقہ میں رہنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔''

(۱۹۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا كُنَّا فِي دَارٍ كَثِيرٌ فِيهَا عَدَدُنَا وَكَثِيرٌ فِيهَا أَمْوَالُنَا فَتَحَوَّلْنَا إِلَى دَارٍ أُخْرَى فَقَلَّ فِيهَا عَدَدُنَا وَقَلَّتْ فِيهَا أَمْوَالُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَرُوهَا ذَمِيمَةً.

''حسن' بشر' عکرمہ' اسحٰق بن عبداللہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ ایک مکان میں تھے جس میں ہماری تعداد بھی بہت تھی اور مال بھی کافی تھا پھر ہم لوگ اس جگہ سے دوسرے گھر میں آئے تو اس میں ہم لوگوں کا مال بھی کم ہو گیا اور ہمارے آدمی بھی کم ہو گئے (مر گئے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی برے حال کے ساتھ اس مکان کو چھوڑ دو۔''

(۱۹۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ مَجْذُومٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِي الْقَصْعَةِ وَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَيْهِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' یونس بن محمد' مفضل بن فضالہ' حبیب' محمد بن منکدر' حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایک کوڑھی شخص کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ پلیٹ میں رکھ دیا اور فرمایا: اللہ کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے (کھاتے ہیں)۔''

تشریح: حدیث اول: الطیرۃ شرك. زمانہ جاہلیت میں پرندوں کے ذریعے بدشگونی لیتے تھے جس کا حق اور حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور نرا شرک ہے۔ کیونکہ جلب منفعت اور دفع مضرت صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتا ہے۔ وما منّا..... الا ای وما منا احد الا من قد یعتریه الطیرة ویسبق الی قلبه الکراهة. اور نہیں ہم میں سے کوئی ایک مگر جس پر یہ کیفیت بلا سوچے طاری ہوتی ہے اور دل پر ناگواری آتی ہے، لیکن اس سے اللہ تعالیٰ توکل لے جاتے (اور سلب کر لیتے) ہیں۔ ثلاثا کے بعد کی عبارت ابن مسعودؓ کا مقولہ ہے۔ (عون)

حدیث ثانی: کان نبی من الانبیاء. ان کی تعیین میں دو قول ہیں: (۱) یہ دانیال علیہ السلام تھے۔ (۲) ادریس علیہ السلام تھے۔

وہ امر الھی. یا علم لدنی کے ذریعے سے خط کھینچتے اور انہی پیغمبر و رسول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و شر پر مطلع کر دیا جاتا تھا۔ اب جس کا خط ان کے خط کے موافق ہو تو پھر وہ درست ہے لیکن ایسے کہاں؟ کیونکہ اب کس کے لیے بذریعہ وحی خفی یا جلی اطلاع ملنے کا ثبوت ہے، بلکہ کوئی اس کا دعویدار ہے تو دجال و کذاب ہے کیونکہ ختم نبوت کے ساتھ نزول وحی بھی ختم۔

حدیث ثالث: لا عدویٰ. یعنی ایک بیمار آدمی کے قرب اور ساتھ بیٹھنے یا کھانے یا پس خوردہ پینے سے دوسرے کی طرف بیماری کا تجاوز کرنا اور دوسرے کو بیماری لگنا۔ اس کو تعدیہ امراض (ایک سے دوسرے کو بیماری لگنا) بھی کہا جاتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ عام تھا کہ لوگ بیمار کے پاس بیٹھتے نہ بٹھاتے کہ بیماری ہمارے طرف منتقل ہو جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی یکسر تردید فرمائی کہ ایسا نہیں ہے کہ ایک بیماری از خود سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو یا تاثیر بیماری میں ہے، یہ نہیں موہوم و باطل نظریہ ہے۔

امراض کا متعدی ہونا؟: اس باب میں احادیث مختلف ہیں کہ بیماریوں میں تعدی اور تجاوز ہے یا نہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف وہم ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں اور بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگتی آگے دلیل ملاحظہ کیجئے۔

(۱) باب کی تیسری، پانچویں، چھٹی، بارہویں اور آخری حدیث میں اس کی نفی موجود ہے اور سب اصحاب صحاح ستہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ آخری حدیث تو ہے بھی فعلی کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جذام والے کو ساتھ ایک ہی پلیٹ میں کھانے کے لیے ہاتھ پکڑ کر شامل کیا اور فرمایا: "کل ثقةً بالله و توکّلا علیه" اللہ تعالیٰ پر توکل و بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ زیر بحث حدیث میں صراحت ہے کہ فمن اعدی الاوّل پہلے کو خارش کی بیماری کس نے لگائی؟

(۲) بعض روایات میں اس کا ثبوت مذکور ہے چنانچہ: فرّ من المجذوم کما تفر من الاسد. (بخاری) مجذوم (کوڑھ کی بیماری والے) سے اس طرح بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔

کتاب الطب سنن ابن ماجہ میں ہے: لا تدیموا النظر الی المجذومین. کہ جذام والے پر زیادہ دیر نظر مت لگاؤ۔ لا یورد ممرّض علی مصحّ. (فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۹۸) من سمع بأرض فلا یقدم علیه. (ایضاً) جو کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سنے تو وہاں مت جائے۔ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیماریوں میں تعدی ہے۔

تعارض کا حل: اصولی طور پر علماءؒ متعارض احادیث کے مابین رفع تعارض کے تین طریقے ہیں:

(۱) نسخ و تنسیخ (۲) ترجیح (۳) تطبیق

یعنی دونوں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے۔ یا سند، متن، مفہوم، مثبت، نافی ہونے میں کسی ایک کو ترجیح دے دی جائے۔ یا پھر مختلف حالات و صور پر محمول کر کے تطبیق دی جائے۔

نسخ و تنسیخ: اصحاب مالکؒ میں سے عیسیٰ بن دینار نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اور مجذوم سے فرار والی روایت کو لا عدویٰ سے منسوخ قرار دیا ہے۔

ترجیح: بعض اہل علم نے لاعدوی نافی حدیث کو مثبت فرار وغیرہ والی احادیث پر ترجیح دی ہے کہ تعدیہ امراض نہ ہونا راجح ہے۔
حاشیہ بذل میں ہے: **لكن الاحاديث الصحيحة تدل على ان العدوى ليس بشيء.** صحیح وصریح احادیث سے ثابت ہے کہ عدویٰ کچھ نہیں۔

تطبیق: اکثر اہل علم نے دونوں احادیث میں تطبیق کی بھرپور کوشش کی ہے پھر اس کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱) جن احادیث مبارکہ میں فرار اور بچنے کا حکم ہے یہ استحباب واحتیاط پر مبنی ہیں یعنی احتیاطاً بچنا چاہیے اور جن میں نفی ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھانے کا ذکر ہے اس میں جواز بیان کرنا مقصود ہے یعنی احتیاطاً بچو لیکن بالکل غلط بھی مت سمجھو۔

(۲) زمانہ جاہلیت میں یہ اعتقاد جڑ پکڑ گیا تھا کہ جذام اور دیگر بعض بیماریوں میں یقیناً وحتماً تعدیہ ہے اور یہ ضرور دوسرے کو لگ جاتی ہیں اور یہ ان کی ذاتی تاثیر ہے۔ تو آنحضرت ﷺ نے **لا عدوی** فرما کر اس باطل نظریہ اور خیالات کی اصلاح فرمائی کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں کہ امراض بالذات اور اپنی تاثیر کی وجہ سے متعدی ہوں اور دوسروں کو لگیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر اس کی اصلاح کے بعد فرمایا کہ ظاہراً ایک سبب کی حد تک ایک مرض دوسرے کے مرض کا سبب ہو سکتی ہے۔ تو **لا عدوی** میں نفسی سبب حقیقی اور تاثیر ذاتی کی ہوئی، حدیث فرار میں اثبات سبب ظاہری کا ہوا اور دونوں میں بین فرق ہے۔ (ابن صلاح وبیہقی)

(۳) تطبیق کی ایک عمدہ توجیہ یہ بھی ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ امراض میں تعدیہ نہیں اور یقیناً نہیں۔ ہاں اگر کوئی ضعیف الایمان اور کمزور عقیدے والا ہو تو اسے توہمات سے بچنے کے لیے بیمار کے پاس زیادہ ٹھہرنے اور کثرت آمد ورفت سے اجتناب واحتیاط کرنی چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو تکلیف لاحق ہو اور یہ اپنے کچے عقیدے کی وجہ سے تعدیہ کا قائل بن جائے اور مزید عقیدہ سبوتاژ ہو جائے تو اسے اس کمزوری کی وجہ سے بچنا چاہیے نہ کہ حقیقتاً امراض میں تعدیہ ہے۔ (ابن حجرؒ)

ولا صفر: یہ باب **سمع** سے خالی ہونے کا معنی دیتا ہے۔ صفر اسلامی مہینوں میں سے دوسرا مہینہ ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ امم سابقہ میں محرم تین محترم مہینوں میں سے آخری مہینہ تھا۔ رجب بھی محترم ہے لیکن وہ منھا ہے ذوالقعدہ، ذی الحج، محرم تینوں اکٹھے ہیں اشھر حرم کل چار ہیں۔ **اشھر حرم** میں چونکہ جنگیں نہیں ہوتی تھیں تو جیسے ہی صفر کا مہینہ شروع ہوتا تو قبائل لڑنے کے لیے میدانوں میں اتر پڑتے **وصفرت بيوتهم**. اور ان کے گھر خالی ہو جاتے اس لیے اس کو صفر کہا جانے لگا۔ (شرح المعلقات)

اس جملے کی تشریح: اس میں متعدد اقوال ہیں:

(۱) صفر سے مراد صفر کا مہینہ ہے اور نفی سے مقصود یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو منحوس گردانتے اور اس میں معاملات معاہدات اور عقد ونکاح سے گریز کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے دیار میں بھی اب یہ دفن شدہ رسم بد بیدار ہوگئی ہے کہ صفر میں لوگ شادیاں نہیں کرتے بلکہ اس کے آخری بدھ چوری والی عید کے نام سے خوشی مناتے ہیں ستم بالائے ستم یہ ہے کہ بعض نے اس پر ایک موضوع حدیث بھی پیش کی ہے...... اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفر کے آخری بدھ کو غسل صحت فرمایا وغیرہ۔ تو آنحضرت ﷺ نے اس کی ممانعت اور تردید فرمائی کہ صفر میں کوئی نحوست نہیں یہ بھی اللہ کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے اور بس۔

(۲) لوگوں کے خیال کے مطابق اس سے مراد وہ سانپ ہے جو آدمی کے پیٹ میں ہوتا ہے جس کا نام صفر ہے اور جب اسے بھوک لگتی ہے تو آدمی کو اندر ہی اندر کاٹتا ہے۔تو آپ ﷺ نے اس کی نفی فرمائی کہ کوئی صفر نامی سانپ نہیں یہ سب توہمات وخرافات ہیں۔(بذل)

(۳) اس سے مراد یہ ہے کہ عرب جنگجو اور لڑاکا قوم ہے جب تین ماہ مسلسل (ذیقعدہ، ذی الحج، محرم) وہ لڑائی سے نہ رک سکتے تو ذی الحج کے آخر سے لڑائیاں شروع کر دیتے اور کہتے اس سال صفر پہلے آ گیا ہے اور محرم کو حلال سمجھتے پھر صفر کا احترام کرتے۔ان کا مقصد صرف چار کا عدد پورا کرنا ہوتا تھا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ محرم ہی احترام والا مہینہ ہے۔ **لا صفر**. یعنی صفر مقدم نہیں۔ **اِنَّمَا النَّسِیٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ**. (توبۃ:۳۷) میں یہی ذکر ہے۔

ولا هامة: بالميم المشدد. کھوپڑی۔اس کے مطلب میں بھی چند اقوال ہیں: (۱) اگر کوئی آدمی قتل ہو جائے تو اس کی ہڈیوں سے ایک پرندہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ صدا دیتا ہے: ''**اسقونی اسقونی**'' یعنی مجھے پلاؤ، مجھے پلاؤ۔جب اس کا قاتل مر جاتا ہے تو یہ پرندہ خود بخود غائب ہو جاتا ہے۔(۲) بعض کہتے ہیں کہ خود مقتول کی روح ایک پرندے کا روپ دھار لیتی ہے۔(۳) **هامة** بوم اور الو کا نام ہے یہ وہ پرندہ ہے جو سوکھے درخت کے کھوکھلے تنے میں ہوتا ہے اور رات کو چلاتا ہے۔لوگوں میں مشہور تھا کہ یہ جس گھر پر بیٹھ جائے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے اور اجڑ جاتا ہے یا اس گھر کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔ **وهذا كلّه من الخرافات**. تو آپ ﷺ نے **لاهامة** فرما کر یکسر ان سب کی نفی فرما دی کہ وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے، وہی روتا ہے جو دور خدا ہوتا ہے۔

في الرمل كانها الظباء. ریگستانی ہرن جیسے خوبصورت اونٹ ہوتے ہیں پھر ایک خارشی اونٹ کی وجہ سے سب بدشکل اور خارشی ہو جاتے ہیں۔اس کا بلیغ مسکت جواب فرمایا کہ ''**فمن اجرب الاول**'' کہ اگر تعدیہ امراض ہی سبب حقیقی اور موثر بالذات ہے تو پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش لگائی۔ پتہ چلا جس طرح پہلے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے لاحق ہوئی باقیوں کا بھی وہی حال ہے۔

وما سمعت اباهريرةؓ نسي حديثا قط غيره. سیدنا ابو ہریرہؓ نے اولاً حدیث **لا عدوى**..... اور **لا يوردن**..... دونوں بیان فرمائیں پھر **لا عدوى** والی حدیث کے یاد نہ ہونے کا اظہار کیا۔

اس پر امام زہریؒ نے ابوسلمہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ حافظ الحدیث صحابی رسول اور معلم مدینہ کو اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں بھولی۔یعنی پوری زندگی میں صرف یہ ایک حدیث نسیان ہوئی۔علامہ قسطلانیؒ نے اس کی وجہ کی طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے: **لعل هذا من الاحاديث التى سمعها قبل بسط رداء ه ثم ضمه اليه عند فراغ النبیؐ من مقالته**. (**كما فى انعامات المنعم باب فضل ابى هريرةؓ**) ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی اس دعا اور عطاء برکت سے پہلے کی ہو سموعۃ کیونکہ اس واقعہ کے بعد تو تصریح ہے کہ ان کو کوئی حدیث نہیں بھولی۔(عون)

سوال: جب ابو ہریرہؓ کو یہ حدیث یاد نہ رہی اور بھول گئی تو پھر یہ قابل التفات وترجیح نہ رہی تو دوسری حدیث کو راجح ہونا

چاہیے تھا جس میں امراض کے متعدی ہونے کا ثبوت ہے؟

جواب: علامہ نوویؒ نے اس کا خوب جواب دیا ہے کہ یہ سوال قابل التفات واعتناء نہیں کیونکہ حدیث **لاعدوی**...... کا ثبوت وانحصار صرف ابوہریرہؓ پر نہیں بلکہ یہ حدیث امام مسلمؒ نے سائب بن یزید، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے نقل کی ہے اس لیے اس کے ثبوت اور صحت میں کوئی فرق نہیں۔

فحدثنی رجل عن ابی هریرةؓ. یہ حارث بن ابی ذباب ہیں **كما وقع التصريح به في رواية الطحاوي.** (۳۷۵/۲)

حدیث رابع: كما مرّ مطرنا بنوء كذا.

حدیث خامس: لاغول. بضم الغين وسكون اللام. یہ جنات اور شیاطین کی ایک قسم ہے جس کے بارے میں لوگوں میں یہ خیال پایا جاتا تھا کہ جنوں کی ایک قسم ہے جو انسان پر سفر پر اثر انداز ہوتے ہیں کہ کبھی راستہ بھلا دیتے ہیں، کبھی ہلاک کر دیتے ہیں اور ان کی صورتیں مختلف حالات میں بدلتی رہتی ہیں۔ یعنی ان میں **اضلال عن الطريق** اور اہلاک کی تاثیر ہوتی ہے۔ شارع علیہ السلام نے اس کی نفی فرمادی کہ سفر وحضر، ہلاکت وحفاظت، بھٹکنا وہدایت سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت ہیں **لا اثر فيه لشیء أخر.**

فائدہ: یاد رہے کہ اس میں جنات کے وجود کی نفی نہیں کہ جن نہیں ہیں بلکہ اس میں جنات کے متعلق لوگوں کے اس وہم باطل کی نفی ہے۔ **لاغول ای انّها لا تستطيع ان تضلّ احدًا.** (عون) غول نہیں یعنی بلا شبہ یہ طاقت نہیں رکھتے کہ کسی کو راستہ بھلا سکیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے: "**لاغول ولكن السعالی والسعالی سحرة الجن**" جب جنات کے گھیرنے کا اندیشہ ہو تو اذان یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جلدی کرو۔ اذان اور یاد الٰہی ان کو دفع کرنے والی ہے۔ تو اس میں غول کے اثر کی نفی ہوئی جنات کے وجود کی نفی ہرگز نہیں۔

قال ابوداود قرئ على الحارث......... اس میں امام موصوفؒ نے **لا صفر** کا مطلب بقول امام مالکؒ نقل کیا ہے۔ علامہ نوویؒ کا کہنا ہے کہ اس سے زیادہ صحیح وہ دو قول ہیں جو پہلے لاصفر حدیث ثالث کے تحت گذر چکے ہیں۔ جسے مطرف، ابن وهب، ابن حبیب، ابوعبیدۃ کثیر من العلماء نے اختیار کیا ہے۔ **لا صفر ای لا یؤخر المحرم الى صفر.** یا یوں کہیں **لا صفر مقدم على المحرم. والثاني اقرب.**

حدیث سادس: يعجبني الفال الصالح. اچھی فال اور نیک امید مجھے پسند ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اور بھلی توقع ہے **الكلمة الحسنة.** (یعنی کوئی کام کرتے ہوئے کسی کے منہ سے اچھی بات سن کر قیاس کرلیا جائے کہ ان شاء اللہ میرا شروع کیا ہوا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو یہ جائز ہے) علامہ کرمانیؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فطرت میں اچھائی اور عمدگی کی محبت رکھی ہے اور یہ انسان کو بھاتی ہے مثلاً **الماء الصافي، المنظر الانيق.** یعنی خالص پانی، دلکش منظر اسی طرح اچھا کلمہ بھی پسند ہے جس میں دعا ہو، تسلی ہو، خیر خواہی ہو، الفت ہو، شفقت ورافت ہو جیسے کسی کو **يا راشد، يا نجيح، يا سالم،**

یا صالح کہہ دیا جائے۔

حدیث سابع: اس میں بھی انہیں خیالات فاسدہ کا ذکر ہے جن کا ابطال و اضمحلال پہلے گذر چکا ہے۔

یستشئمون ای یتشائمون. یعنی وہ ماہ صفر سے بدفالی لیتے ہیں۔

حدیث ثامن: اخذنا فألك من فيك. ای قد اخذنا فالك الحسن ايها المتكلم من فيك. ہم نے اخذ کی تیری اچھی فال تیرے منہ سے یعنی اے متکلم اگر چہ تو ہم سے مخاطب نہیں تو ہم نے تیری اچھی فال تیرے منہ سے لے لی۔ (بذل) اس میں فال اور نیک شگون کو پسند کرنا اور اس کو اچھا سمجھنا مذکور ہے نیک فال قابل مدح ہے اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ سے امید ہے اور اللہ تعالیٰ سے پر امید ہونا محبوب ہے اور بدفالی اور بدشگونی میں اللہ تعالیٰ سے ناامیدی اور مایوسی ہے جو کہ ممنوع ہے۔

فال وطیرہ میں فرق: الفال ضد الطيرة ويستعمل في الخير والشر. (عون) فال کا لفظ طیرة کی ضد ہے اور بھلائی و برائی دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ طیرۃ صرف بدشگونی کے لیے ہے۔ تو فال عام اور طیرہ خاص ہوا۔

حدیث تاسع: اس میں صفر وھامۃ کے متعلق لوگوں کا خیال اور تاثر مذکور ہے جس کی تشریح ابھی گذری ہے۔ انما هي دابّة ای البوم. یعنی الو۔

حدیث عاشر: قال احمد القرشي. منذریؒ کہتے ہیں احمد الجہنی بھی کہا گیا ہے ابوالقاسم دمشقی کہتے ہیں اس کی صحبت ثابت نہیں۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ اس نے ابن عباسؓ سے سنا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے ابن حبانؒ نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

لا حول ولا قوة الا بك ای بقدرتك وتوفيقك. (بذل) پوری عبارت یوں ہوگی: لاحول عن السيّئة ولا قوة على الحسنة الا بقدرتك وتوفيقك. برائی سے بچنے اور بھلائی کے حاصل کرنے کی قوت نہیں مگر ساتھ تیری توفیق خیر رفیق اور قدرت کے۔

حدیث حادی عشر: فاذا اعجبه اسمه فرح. آپ ﷺ کو نام صحیح المعنی اور اچھا لگتا تو خوشی ظاہر ہوتی اور مہمل و نامناسب معنی والا نام ہوتا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اس کی وجہ عون میں یہ ہے کہ آپ ﷺ اچھے مطلب والا نام نہ ہونے کی وجہ سے کراہت کا اظہار کرتے نہ یہ کہ بدشگونی کی وجہ سے۔ لا تشاوما وتطيّر اباسمه بل لانتفاء التفاؤل. نہ بدفالی اور بدشگونی کی وجہ سے بلکہ اچھا نام اور نیک فال نہ ہونے کی وجہ سے۔ محی السنۃؒ کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ اپنی اولاد کے اچھے نام رکھو اور عرب کے غلط دستور کو چھوڑ و (اور عجم کے بدھے ناموں کو ترک کردو)

عرب کی عادت: عرب میں یہ بات عام تھی کہ اپنے بچوں کے نام برے رکھتے تھے مثلاً کلب، اسد، ذئب، فہد، حرب اور اپنے غلاموں اور نوکروں کے نام اچھے رکھتے مثلاً فتح، راشد، حامد، محمود وغیرہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ ایسا کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ غلاموں کو ہم بلاتے ہیں اپنے لیے تو ان کے نام بھی اچھے رکھتے ہیں اور بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے رکھتے ہیں۔ یہ عجیب

منطق ہے کہ دشمنی کسی سے اور نام اپنے بچوں کے برے جو محض نری عقل کے بچاری ہوتے ہیں وہ ایسے ہی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔
اچھا نام رکھنا: اولاد کے حقوق ضروریہ میں سے ہے کہ ان کا نام اچھا رکھا جائے، ساتویں دن عقیقہ کیا جائے، سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے، اس کی پرورش اور تربیت نیک کی جائے۔ جب بولنے لگے تو کلمہ طیبہ اور اللہ کا نام یاد کرایا جائے......... کیونکہ برے نام کا برا اثر پڑتا ہے مثلاً کسی کا نام خسار رکھ دیا جائے پھر اتفاق سے اسے نقصان پہنچا اور خسارہ اٹھانا پڑا تو لوگ پھر اس سے بدشگونی لیتے ہیں- اسے اپنی مجلس میں نہیں بیٹھنے دیتے وغیرہ۔ اس لیے سعید، مسعود، سلمان، اور انبیاء کرام علیہ السلام وصحابہ کرامؓ کے مبارک اسماء میں سے نام رکھنے چاہئیں۔
واقعہ: سعید ابن میسب تابعیؒ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ کہا جمرة (انگارہ) فرمایا کس کا بیٹا ہے؟ قال شهاب (جلانے والا ستارہ) کہا کس قبیلہ سے؟ جواب دیا: (حرافة (جلا ہوا) پوچھا کہاں رہتے ہو؟ کہا حرة النار میں، پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا ذات لظىٰ میں، سب جواب وہ دیئے جن میں آگ ہی ٹپک رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: **ادرك اهلك فقد احتقوا فكان كما قال عمرؓ.** "گھر والوں کو پاؤ وہ جل چکے سو ایسے ہی ہوا جیسے امیر المومنینؓ نے فرمایا۔" (عون) یہ نتیجہ ہے برے ناموں کا آپ ﷺ نے متعدد صحابہؓ کے نام تبدیل فرمائے چنانچہ اپنے نواسے کا نام حرب کے بجائے حسن رکھا اور عبداللہ بن سلام کا نام عبداللہ حضور ﷺ نے رکھا پہلا نام ان کا حصین تھا۔ جگہ کا نام بھی بدلا کہ یثرب سے مدینہ فرمایا۔ کتاب الادب باب ۶۸، ۶۹ میں اچھا نام رکھنے اور برا نام بدلنے کا تفصیلی ذکر ہے۔
حدیث ثانی عشر: **ففي الفرس والمرأة باپار.** بالفرض اگر بدشگونی ہوتی تو بدکنے والے سرکش گھوڑے میں، زبان دراز عورت میں، تنگ گھر میں ہوتی۔ آپ ﷺ نے اس میں بدشگونی کی تفصیل اور استثناء کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بدشگونی منع اور غلط ہے لیکن اگر کسی چیز سے مسلسل تکلیف اور مذمت وملامت اور محرومی مل رہی ہو تو اس سے جدائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ بدشگونی تو ہے نہیں تو بندہ تکلیف میں ہی مجبور رہے حدیث پاک میں ہے: **لا عدوى ولا طيرة وانما الشؤم في ثلاثة المرأة والفرس باپار.** (بخاری ومسلم) امراض میں تعدی اور بدشگونی نہیں نحوست تو بدزبان عورت، سرکش گھوڑے اور تنگ گھر میں ہے۔
عورت، گھر اور گھوڑے میں شوم کا مطلب: (۱) عورت کی نحوست ومصیبت کا مطلب بانجھ ہونا اور بچہ نہ جننا، گھوڑا جو میدان میں کام نہ دے، گھر جس کا پڑوسی برا ہو۔ (ابن حجرؒ)
(۲) ابن عمرؓ نے فرمایا منحوس عورت کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اپنی شادی سے پہلے آشنا بنایا پھر شادی کے بعد اسی کی طرف مائل ہوئی، گھوڑا جو تنگ کرنے والا ہو، گھر جو مسجد سے اتنا دور ہو کہ اذان واقامت سنائی نہ دیتی ہو۔ اگر ان تینوں میں مذکورہ باتیں پائی جائیں تو یہ مشئوم ہیں اگر یہ چیزیں ان میں نہ ہوں تو باعث برکت ہیں۔ (عون وقال سنده ضعيف)
(۳) اس کا مطلب ہے کہ وہ عورت جو شوہر سے صحبت کرنے میں کترائے اور ناپسند کرے، گھر جس میں رہنے کو جی نہ چاہے، گھوڑا اور خادم جس پر دل نہ ٹھکے۔ بس یہی ان کی شومی ونحوست ہے۔

مسئلہ: نهاية میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس میں امر اصلاحی فرمایا کہ عورت، گھر، گھوڑا (سواری) كفلت و كراهت اور عدم الفت واکتاہٹ کا سبب ہوں تو بیوی کو طلاق دیکر اور گھر اور گھوڑے کو بیچ کر چھٹکارا پائے روز کے رونے سے ایک دن کا رونا اچھا ہے۔ (عون)

حدیث پاک میں ہے: من سعادة ابن ادم المرأة الصالحة والمسكن الصالح (اى الواسع وخير الجار) المركب الصالح ومن شقوة ابن ادم المراة السوء والمسكن السوء والمركب السوء. (مجمع الزوائد ٤/٢٧٢) نیک بیوی، کشادہ گھر، اچھی سواری آدمی کی سعادت مندی ہے، بدزبان بیوی، تنگ گھر بری سواری شقاوت ہے۔

حدیث ثالث عشر: الشؤم في الدار والمرأة والفرس.

سوال: پہلی حدیث میں نحوست کی نفی تھی اس میں اثبات ہے؟

جواب: ان الطيرة بمعنى الشؤم الذاتي والنحوسة الخليفة منتفية..... وامّا الشوم بمعنى ما يلحق من المضارّ احيانا منها فغير منفي..... فالحاصل ان النفي والاثبات راجعان الي شيئين لا الى شئى واحد فلا تعارض. (بذل) اس عبارت میں اس سوال کا خوب جواب دیا گیا ہے۔ اور اثبات ونفی کے دو الگ محمل واحتمال بیان ہوئے ہیں جس سے تعارض رفع ہو جاتا ہے۔ اور دونوں حدیثوں کا مفہوم منطبق اور صحیح ہو جاتا ہے۔ (ترجمہ) بلا شبہ بدشگونی حقیقی معنی میں نحوست اور پیدائشی بدفالی اس کی پہلی حدیث میں نفی ہے..... شوم کا معنی کہ کبھی سبب طاری اور عارض کی حد تک تکلیف لاحق ہونا کبھی کبھار ایسا ہوسکتا ہے سو اس کی نفی نہیں اور زیر بحث حدیث میں اسی کا اثبات ہے۔

خلاصہ کلام: یہ ہوا کہ نفی اور اثبات کے دو الگ محمل ہیں نفی سے مقصود حقیقی معنی میں ذاتی طور پر منحوس ہونے کی تردید ہے، اور اثبات کا مطلب سبب کی حد تک کبھی مضرت لاحق ہونے کا ثبوت ہے، اس لیے تعارض نہ رہا تعارض اس وقت ہوتا کہ شئی واحد کی نفی اور اسی کا اثبات ہوتا۔

قال ابو داود..... كم من دار سكهنا قوم فهلكوا..... اس کا حاصل یہ ہے کہ بہت سارے گھر صفائی ستھرائی نہ ہونے کی وجہ سے اور بے جا محل وقوع کی وجہ سے یا جنات کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے ایسے ہیں جن کے رہائشی ہلاک ہو گئے یعنی ان میں امن وحفاظت نہ ہونا یہی ان کی نحوست ہے۔

حدیث رابع عشر: ارض ابين. یعنی اس زمین کا نام ابین ہے جیسے عوالی مدینہ ایک زمین کا نام ہے۔ شراج الحرّة. ريفنا ميرتنا. ریف کھیتی، میرۃ غلہ۔ انها وبئة اى كثيرة الوباء. یعنی وہاں وباء بہت پھیلتی ہے۔ وَبِئَةٌ بسكون الباء وفي نسخة وبيئة. وباء کا مطلب ہے طاعون یا ایسی بیماری جو عام ہو اور سب کو لپیٹ میں لئے ہوئے ہو۔ (اللهم احفظنا من الامراض البدنية والقلبية الظاهرة والباطنة) دعها عنك. فرمایا اگر وہ اتنی آلودہ اور کثیف ہوا والی ہے تو اسے چھوڑ دو ارض الله واسعة. (رمز۱۰) اللہ کی زمین وسیع ہے۔ خطابیؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم بدشگونی کے طور پر نہ تھا بلکہ طب وحکمت کی بنیاد پر تھا اس لیے کہ صحت سقم کی بنیاد ظاہری اسباب کی حد تک آب وہوا اور ماحول سے ہے۔ اس لیے

آنحضرتؐ نے فرمایا وہاں سے منتقل ہو جاؤ۔

طبی اصول: ان الستصلاح الهواء من اعون الاشياء على صحة الابدان وفساد الهواء من اسرع الاشياء الى الاسقام عندالاطباء. اطبّاء کے نزدیک اچھی آب وہوا صحت کے لیے سب سے بڑی معاون ہے اور آلودگی بہت جلد بیماریوں کی طرف دھکیلنے والی ہے۔ (بذل) اور یاد رہے وكل ذلك باذن الله تعالىٰ و مشيئته ولا حول ولا قوة الا بالله. یہ سب کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فان من القرف التلف اى ملابسة الداء ومداناة المرض هلاكة النفس. یعنی قصداً بیماریوں کے ساتھ لگنا اور قرب رکھنا نفس کو ہلاک کرنا ہے۔

حدیث خامس عشر: ذروها ذميمة فعيلة بمعنی مذمومة یعنی مذمومہ کے معنی میں ہے ملامت و مذمت کی ہوئی، مذمت والی۔ یہ بھی اصلاحی طبی اور حفاظتی حکم ہے کہ اگر تمہارے دل میں وہم بیٹھ گیا ہے کہ یہ جانی و مالی نقصان جگہ بدلنے اور یہاں آنے سے ہوا ہے تو اس کا علاج یہی ہے کہ جگہ بدل لو جہاں کی آب و ہوا موافق اور اطمینان بخش ہو وہاں چلے جاؤ اس سے وہ وہم رفع ہو جائے گا۔ اگر چہ یہ صرف وہم ہی تھا۔ درحقیقت مضرت و منفعت اور ہلاکت و حفاظت من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اسے بھی بدشگونی پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک وہم ناشی کا علاج ہے۔ یہ دو حدیثیں باب الطيرة من وارد کیں حالانکہ ان میں اس کا ذکر نہیں اس لیے کہ ظاہراً کسی کو شبہ ہو سکتا تھا ان میں بھی بدفالی ہے۔ اس لیے ان کو ذکر کر کے اصلاح اور تردید کر دی۔

حدیث سادس عشر: یہ آخری حدیث ایسی ہے جو تعلیم و توکل پر منحصر ہے اور باب کی پہلی حدیث میں بھی توکل جاننے کا ذکر تھا اس میں حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ أخذ بيد مجذوم. ارد بیلیؒ کہتے ہیں جس مجذوم کو حضور ﷺ یا حضرت عمرؓ نے ساتھ پیالے میں کھلایا تھا وہ معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ تھے۔ اُءُ کُلُ تھا امر از نصر۔ ثِقَةٌ مثل عِدَةٌ کے ہے اصل میں وِثْقٌ تھا بمعنی اعتماد و بھروسہ کرنا۔ اس پر تفصیلی بحث باب کی پہلی حدیث میں ہو چکی ہے۔

قدتم كتاب الكهانة ويلية كتاب العتق
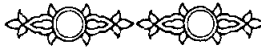
کِتَابُ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کا بیان

ماقبل سے ربط: اس کی ماقبل سے مناسبت یہ ہوسکتی ہے کہ طب میں جسمانی مرض کا ذکر تھا اور عتق میں غلامی کی مرض کا ذکر ہے کہ بیماری صحت کے مقابلے میں مرض وعیب ہے اور غلامی حریت کے مقابلے میں دھبہ وعیب ہے اور صحت وحریت دونوں مطلوب ومقصود ہیں اور بیماری وغلامی دونوں قابل نجات ہیں۔

عتق بکسر العین باب ضرب کا مصدر ہے بمعنی آزاد ہونا۔ باب کرم سے بمعنی قدیم ہونا، پرانا ہونا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ولیطوفوا بالبیت العتیق.** (حج:۲۹) اور وہ طواف کریں قدیم گھر کا۔ باب افعال سے بمعنی آزاد کرنا اسی طرح عتیق کے معنی خوش منظر، کریم، عمدہ، آزاد کردہ غلام کے بھی آتے ہیں۔

ازہریؒ نے کہا ہے کہ یہ **عتق الفرس** اور **عتق الفرخ** سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب گھوڑا سبقت کر جائے اور پرندہ اڑ جائے یہ اڑنا اور سبقت جس طرح آزادی ہے اسی طرح غلام بھی عتق سے چھٹکارا پاتا ہے اور اپنی مرضی سے چلتا پھرتا ہے قید غلامی اٹھ گئی۔

عتق واعتاق کا معنی: ان کا معنی ہے **ازالۃ الملک.** غلام سے مالک کا اپنے ملک کو زائل کرنا اور آزاد کردینا۔ عتق کا ایک معنی قوت بھی ہے کہ گھوڑا قوت سے ہی دوڑ میں سبقت لے جاتا ہے اور پرندے کا بچہ غذا سے قوت پاکر اڑنے لگتا ہے اور غلام میں آزدی سے شہادت، ولایت، قضا وفیصلہ کی قوت آجاتی ہے۔ اور کعبہ شریف میں بھی قوت ہے کہ ہر حملہ آور اسے منہدم کرنے والا خود کالعدم اور نیست و نابود اور نشان عبرت بن جاتا ہے۔ دوزخ سے آزادی اور چھٹکارے کی وجہ سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا لقب عتیق ہے۔

اس میں چند الفاظ استعمال ہوتے ہیں: معتق (اسم فاعل) بمعنی آزاد کرنے والا، معتق (اسم مفعول) بمعنی آزاد کیا ہوا۔ عتق (مصدر) بمعنی نفس آزادی۔ مکاتب، مدبر، مجور، ام ولدان سب کی وضاحت آئندہ ابواب میں آرہی ہے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس کتاب میں سولہ (۱۶) ابواب اور تینتالیس (۴۳) احادیث ہیں۔

(۱) بَابٌ فِي الْمُكَاتَبِ يُؤَدِّي بَعْضَ كِتَابَتِهِ فَيَعْجِزُ أَوْ يَمُوتُ

مکاتب اپنے بدل مکاتبت میں سے کچھ ادا کر دے

پھر وہ عاجز ہو جائے یا مر جائے

(۱۹۳) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَدْرٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عُتْبَةَ إِسْمٰعِيْلُ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُكَاتَبُ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْ مُكَاتَبَتِهٖ دِرْهَمٌ.

''ہارون' ابو بدر' ابو عتبہ' اسمٰعیل بن عیاش' سلیمان بن سلیم' حضرت عمرو بن شعیب' اپنے والد' اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مکاتب غلام ہے جب تک کہ تحریر کردہ میں سے ایک درہم تک بھی اس کے ذمہ باقی ہے۔''

(۱۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ أَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلٰى مِائَةِ أُوْقِيَّةٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ أَوَاقٍ فَهُوَ عَبْدٌ وَأَيُّمَا عَبْدٍ كَاتَبَ عَلٰى مِائَةِ دِيْنَارٍ فَأَدَّاهَا إِلَّا عَشْرَةَ دَنَانِيْرَ فَهُوَ عَبْدٌ.

''محمد بن مثنیٰ' ہمام' عباس' حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد' اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس غلام نے ایک سو اوقیہ پر مکاتبت کی پھر اس نے تمام مطالبہ ادا کر دیا لیکن دس اوقیہ باقی رہے تو وہ غلام ہی ہے یعنی آزاد نہ ہوگا۔''

(۱۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَبْهَانَ مُكَاتَبِ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ سَلَمَةَ تَقُوْلُ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَ لِإِحْدَاكُنَّ مُكَاتَبٌ فَكَانَ عِنْدَهٗ مَا يُؤَدِّيْ فَلْتَحْتَجِبْ مِنْهُ.

''مسدد بن مسرہد' سفیان' زہری' حضرت نبہان سے روایت ہے جو اُمّ سلمہ کا مکاتب تھا کہ میں نے اُمّ سلمہؓ سے سنا کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں سے فرماتے تھے جب کسی شخص کے پاس کوئی مکاتب ہو اور اس مکاتب کے پاس اتنا مال موجود ہو جس سے بدل مکاتبت دے سکتا ہے تو اس سے اس کے مالک کو پردہ کرنا چاہیے۔''

تشریح: حدیث اول: المکاتب عبد. یہ باب مفاعلہ سے اسم مفعول ہے بمعنی وہ غلام جس سے مولیٰ نے کچھ رقم اور عوض طے کر لیا ہو کہ اسے ادا کرنے پر تم آزاد ہو۔ مولیٰ کے لیے مکاتب (اسم فاعل) یعنی بدل کتابت طے کرنے والا، اور غلام کے لیے مکاتَب (اسم مفعول) یعنی بدل کتابت طے کیا ہوا استعمال ہوتا ہے۔ بدل کتابت اس چیز کو کہتے ہیں جو ان کے درمیان قرار پائی مثلاً رقم کپڑا یا کوئی اور جنس۔ آپ ﷺ نے اس میں ایسے غلام کے لیے ہدایت فرمائی ہے کہ مولیٰ نے جب اتنا احسان کیا ہے کہ کچھ عوض میں آزاد کرنے کا کہہ دیا ہے تو اب غلام کو چاہیے کہ اس کا پورا پورا حق ادا کر دے اور جب تک ایک پائی بھی

بدل کتابت کی باقی ہے غلام رہے گا۔

قال ابوداود قالوا لیس هو عباس الحریری. امام موصوفؒ کا یہ قول ابن رسلانؒ کے نسخے میں ہے۔ مطبوعہ مصر، مدینہ احمدیہ کانفور وغیرہ میں نہیں ہے۔ بصورت صحت نسخہ موصوفؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی کمزور نہیں بلکہ یہ عباس اور ہے ابن ارسلان کے نسخے کی وجہ سے ہم نے اس کی تشریح کر دی ورنہ ہمارے دیار کے متداول نسخوں میں یہ قال ابواؤد نہیں ہے اس لیے متن وترجمہ میں نہیں لکھا۔''

حدیث ثانی: **علی مائة او قیة.** اس کی جمع اواقی، اواق آتی ہے۔ چالیس درہم کو اوقیہ کہتے ہیں درہم چاندی کے سکّے اور دینار سونے کے سکے کو کہتے ہیں۔ **فهو عبد.** یعنی جب تک مکمل طے شدہ مال ادا نہ کرے گا تو غلام ہوگا مکمل ادائیگی سے آزادی ملے گی۔

حدیث ثالث: **فلتحتجب منه.**

مسئلہ: کسی مملوک غلام کی مالکہ اور سیدہ کو اپنے غلام سے حجاب کا حکم نہیں اسی طرح کسی مالک وسید کی لونڈی اس سے پردہ نہ کرے گی۔ ہاں اگر غلام آزاد ہو گیا تو اب سابقہ مالکہ کو اس سے پردہ کرنا ہوگا۔ آپ ﷺ نے امہات المومنین ازواج مطہراتؓ سے فرمایا اور سیدہ ام سلمہؓ نے نقل کیا کہ حضور ﷺ نے ایسے مکاتب سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے جس کے پاس بدل کتابت کی مقدار جمع ہو چکی ہو کہ بس اب پہنچانا ہے اور خلاصی وآزادی۔ کیونکہ یہ آزادی کے قریب پہنچ چکا ہے اس لیے حفظ ما تقدم کے تحت امر ارشاد فرمایا کہ چاہیے کہ تم اس سے پردہ کرلو۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اگر اس کے پاس بدل کتابت کا انتظام نہیں ہوا یا کچھ ابھی ادا کرنا ہے تو اس وقت تک وہ غلام ہے جب تک پورا بدل کتابت ادا نہیں کر لیتا۔ اور یہی حاصل ہے باب کی تینوں احادیث کا۔ اوپر جو غلام کا اپنی مالکہ سے پردہ نہ کرنے کا حکم گذرا ہے یہ شوافع کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام سے مالکہ کو پردہ کرنا چاہیے کیونکہ فتنے کا خوف ہے ہاں کام کاج بتایا جا سکتا ہے۔ علامہ قاضی خانؒ نے تصریح کی ہے کہ آزاد مالکہ کا غلام اگر اقرباء میں سے نہ ہو تو وہ اجنبی اور واجب الاحتجاب ہے۔ لیکن اس میں اتنی شدت نہیں جتنی عام اجانب کے لیے ہے کیونکہ بار بار آمد ورفت اور کام کاج کی ضرورت رہتی ہے اس لیے احتیاط رہے اور اس سے کام بھی لیا جائے۔ (بذل)

مکاتب کا آزاد ہونا: اس میں اختلاف ہے کہ مکاتب غلام کب آزاد ہوگا۔

(۱) جب تک بدل کتابت کا کچھ حصہ باقی رہے گا تب تک وہ غلام رہے گا اگرچہ کچھ حصہ ادا بھی کر چکا ہو۔ حضرت عمرؓ، زیدؓ، ابن عمرؓ، عائشہ، ام سلمہؓ، جماعت تابعین اور امام مالکؒ، شافعیؒ، اسحٰقؒ اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے۔

(۲) جتنی مقدار بدل کتابت ادا کرے گا اسی کے بقدر آزاد ہوگا مثلاً ایک چوتھائی ادا کر دیا تو ربع آزاد، نصف ادا کر لیا تو آدھا آزاد یہ قول حضرت علیؓ کا ہے۔

(۳) جب نصف بدل کتابت ادا کر دیا تو اب غلامی اس سے منتفی ہوگئی اور باقی ادا کرنا لازم ہے اب رقیت کی طرف نہ

لوٹے گا۔ یہ حضرت عمرؓ اور ابراہیم نخعی کا قول ہے اور حضرت علیؓ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے۔

(۴) جب بدل کتابت میں سے اتنا ادا کر دیا جتنی اس کی قیمت ہے تو آزاد تصور ہوگا خواہ طے شدہ معاہدہ کتابت کے مطابق کچھ حصہ باقی ہو لیکن عام قیمت کے بقدر ادا کر دیا تو حریت ثابت ہوگئی باقی بدل کتابت ادا کرے گا اور چھٹکارا۔

(۵) جب بدل کتابت سے ثلث ارباع یعنی تین چوتھائی ادا کر دی تو اب یہ آزاد ہوگا خواہ ایک چوتھائی ادا کرنے سے عاجز بھی آ جائے۔ یہ قول ابو الخطابؒ قاضی اور ابوبکر عبد العزیز کا ہے۔

(۶) اگر مکاتب غلام بدل کتابت کی مقدار کا مالک ہو گیا تو آزاد ہوگا اور ادا کر کے چھٹکارا حاصل ہوگا۔ (عون)

خلاصہ مذاہب: اس کا حاصل دو قول ہی بنتے ہیں: (۱) قول اول جو جمہور اہل علم وائمہ کا ہے۔

(۲) باقی سب اقوال کا حاصل یہی ہے کہ بدل کتابت کے حصص ادا کرنے سے غلام کے بعض اجزاء وحصص بھی آزاد ہوتے جائیں گے۔

جمہور کے دلائل: (۱) باب کی تینوں احادیث اس باب کی دلیل ہیں کہ آزادی کا تحقق مکمل بدل کتابت کی ادائیگی ہی پر موقوف ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ غلام کے اجزاء تقسیم وتجزی کو قبول نہیں کرتے۔

(۲) **"انّ ابن عمرؓ کاتب غلامًا علی الف دینار فادی الیه تسعمائة دینارا و عجز عن مائة فردہ ابن عمر فی الرق.** (عون) عبد اللہ بن عمرؓ نے غلام سے ایک ہزار دینار بدل کتابت طے کیا اس نے نوسو ادا کر دیئے ایک سو نہ دے سکا تو انہوں نے اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا یعنی حکم سابق باقی رکھا۔ اگلے باب میں بھی یہی بیان ہے کہ مکاتب کو بیچا جا سکتا ہے اس کا مطلب ہے کہ وہ آزاد نہیں ہوا اور نہ **"بیع الحرّ باطل"** مسلم ہے۔ احادیث آتیہ بھی جمہور کی دلیل ہیں۔

دیگر حضرات کے دلائل: دلیل (۱): عن النبیؐ انه قال اذا اصاب المکاتب حدا او میراثا ورث بحساب ما عتق منه ویودی المکاتب بحصّة ما ادی دیة حرّ وما بقی دیة عبد. (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن) (بذل)

جب مکاتب وراثت یا کسی حد شرعی کو پائے تو ان دونوں میں جتنا بدل کتابت ادا کر چکا اتنی مقدار آزادی والا معاملہ ہوگا اور وراثت لے کر بدل کتابت میں ادا کرے گا اسی طرح جتنا آزاد ہو چکا اتنی دیت آزاد احرار والی ادا کرے گا اور باقی رقیت وغلامی والی۔ اس سے معلوم ہوا بقدر ادائیگی آزادی ملے گی۔

جواب: (۱) یہ حدیث باب کی صریح احادیث سے منسوخ ہے۔ (کوکب الدری)

(۲) ملا علی قاریؒ کہتے ہیں موقوف ومعلق آزادی متحقق ہوگی اگر باقی ادا کر دیا تو فبھا ورنہ غلامی بحال۔ اس لیے روایت سے استدلال نام نہیں۔

دلیل (۲): باب کی تیسری حدیث سے بھی ان حضرات نے استدلال کیا ہے کہ ابھی اس نے مکمل بدل کتابت ادا نہیں کیا اور اپنے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوا کہ ام سلمہؓ کو پردے کا حکم دیا تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ کچھ آزاد ہو چکا۔

جواب (۱): اس کا جواب احادیث کی تشریح سے واضح ہے کہ پردہ کرنے کا حکم آزاد ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حفظ ما تقدم کے

تحت تھا۔

(۲) امام شافعیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ امہات المومنین ازواج مطہرات کی خصوصیت تھی اوران کی بلندی مرتبت کی وجہ سے باوجود آزاد نہ ہونے کے پہلے ہی حکم دیا یہ ان کی خصوصیت ہے۔

(۳) اذا کان عندهم ما یؤدون وهذا لانهم بملك الاداء قد شارفوا العتق وقوی سبب الاجنبية بينهم و بين ساداتهم واحتجاب النساء عن عبید هن احوط......... (عون) جب مکاتب غلاموں کے پاس اتنی مالیت جمع ہو کہ بدل کتابت ادا کر سکیں تو اب مستورات کو ان سے پردے کا حکم ہے کیونکہ بدل کتابت پر قدرت پانے سے ان کو آزادی کے خواب دکھائی دینے لگے اور اجنبیت کا سبب قوی ہو چکا اگر چہ متحقق نہیں ہوا اور خواتین کا اپنے غلام سے پردہ زیادہ مناسب ومحتاط تر راستہ ہے۔(یاد رہے کہ نوکر، ڈرائیور، چوکیدار، پہرے دار، مالی وغیرہ سب سے پردے کا اہتمام ضروری ہے ورنہ انجام بدضروری ہے) اللهم ابق الحياء فينا واجعل لنا الحجاب لينا.

(۲) بَابٌ فِيْ بَيْعِ الْمُكَاتَبِ إِذَا فُسِخَتِ الْمُكَاتَبَةُ

جب کتابت کا عقد فسخ ہو جائے تو مکاتب کو فروخت کرنا جائز ہے

(۱۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ بَرِيْرَةَ جَائَتْ عَائِشَةَ تَسْتَعِيْنُهَا فِي كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى أَهْلِكِ فَإِنْ أَحَبُّوْا أَنْ أَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِأَهْلِهَا فَأَبَوْا وَقَالُوْا إِنْ شَائَتْ أَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ وَيَكُوْنُ لَنَا وَلَاؤُكِ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَاعِيْ فَأَعْتِقِيْ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهُ وَإِنْ شَرَطَهُ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.

''قتیبہ' عبداللہ بن مسلمہ' لیث' ابن شہاب' عروہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ بریرہؓ ان کے پاس بدل کتابت کے سلسلہ میں مدد حاصل کرنے کے لئے آئیں۔انہوں نے اپنے بدل کتابت میں سے کچھ ادا نہیں کیا تھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم اپنے مالکوں سے جا کر دریافت کرو اگر انہیں یہ منظور ہو کہ تمہاری ساری بدل کتابت کو ادا کر کے تمہاری ولاء میں حاصل کرلوں تو میں (ایسا) کرتی ہوں۔ چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مالکوں سے جا کر یہ بات کہی۔انہوں نے ولاء ادا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا اگر عائشہ رضی اللہ عنہا کو مجھے اللہ کے لئے دینا منظور ہو تو دے دیں لیکن تمہاری ولاء ہم ہی لیں گے۔عائشہؓ نے یہ بات خدمت نبوی میں عرض کی تو آپ نے ان سے فرمایا بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دو کیونکہ ولاء اسی کی

ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس قسم کی شرائط لگاتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں ہے۔ جو شخص کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو اس کی وہ شرط درست نہیں ہوگی اگرچہ وہ ایسی شرط سو مرتبہ لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ صحیح اور مضبوط ہے۔''

(۱۹۷) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ بَرِيرَةُ لِتَسْتَعِينَ فِي كِتَابَتِهَا فَقَالَتْ إِنِّي كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُوقِيَّةٌ فَأَعِينِينِي فَقَالَتْ إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا عَدَّةً وَاحِدَةً وَأُعْتِقَكِ وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ إِلَى أَهْلِهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَ الزُّهْرِيِّ زَادَ فِي كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِهِ مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُولُ أَحَدُهُمْ أَعْتِقْ يَا فُلَانُ وَالْوَلَاءُ لِي إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.

''موسیٰ بن اسماعیل، وہیب، ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ بریرہؓ اپنی ادائیگی (بابت بدل مکاتبت) میں امداد حاصل کرنے کیلئے آئیں اور انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ ادائیگی پر مکاتبت طے کی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی ادا کروں گی تو اس سلسلہ میں میری مدد کریں۔ عائشہؓ نے فرمایا اگر تمہارے لوگوں کو منظور ہو تو میں تم کو ایک ہی مرتبہ میں تمام دے دیتی ہوں اور میں تم کو آزاد کر دیتی ہوں، اور میں تمہاری ولاء وصول کروں گی تو پھر بریرہؓ اپنے لوگوں کے پاس آئیں اور پھر حدیث کو آخر تک بیان کیا جس طرح کہ اُوپر مذکور ہے۔ البتہ اس قدر اضافہ کیا کہ نبیؐ نے یہ بھی فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ دوسرے شخص سے کہتے ہیں کہ تم آزاد کر دو اور ولاء ہماری ہوگی حالانکہ ولاء اسی کی ہے جو آزاد کرے۔''

(۱۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَقَعَتْ جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُصْطَلِقِ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ أَوِ ابْنِ عَمٍّ لَهُ فَكَاتَبَتْ عَلَى نَفْسِهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً مَلَّاحَةً تَأْخُذُهَا الْعَيْنُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَجَاءَتْ تَسْأَلُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي كِتَابَتِهَا فَلَمَّا قَامَتْ عَلَى الْبَابِ فَرَأَيْتُهَا كَرِهْتُ مَكَانَهَا وَعَرَفْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَرَى مِنْهَا مِثْلَ الَّذِي رَأَيْتُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَا جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ وَإِنَّمَا كَانَ مِنْ أَمْرِي مَا لَا يَخْفَى عَلَيْكَ وَإِنِّي وَقَعْتُ فِي سَهْمِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَإِنِّي كَاتَبْتُ عَلَى نَفْسِي فَجِئْتُكَ أَسْأَلُكَ فِي كِتَابَتِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَهَلْ لَكِ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أُؤَدِّي عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَأَتَزَوَّجُكِ قَالَتْ قَدْ فَعَلْتُ قَالَتْ فَتَسَامَعَ تَعْنِي النَّاسَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَزَوَّجَ جُوَيْرِيَةَ فَأَرْسَلُوا مَا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ السَّبْيِ فَأَعْتَقُوهُمْ وَقَالُوا أَصْهَارُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا أُعْتِقَ فِي سَبَبِهَا مِائَةُ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ بَنِي الْمُصْطَلِقِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا حُجَّةٌ فِي أَنَّ الْوَلِيَّ هُوَ يُزَوِّجُ نَفْسَهُ.

''عبدالعزیز بن یحییٰ، محمد بن سلمہ، ابن اسحٰق، محمد بن جعفر، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جویریہ بنت حارث بن مطلق، ثابت بن قیس بن شماس یا ان کے چچازاد بھائی کے حصہ میں آئیں (یعنی وہ جہاد میں گرفتار ہو گئیں) انہوں نے بدل کتابت کا

معاملہ کرلیا۔ جویریہؓ ایک حسین وجمیل خاتون تھیں ہر ایک کی ان پر نگاہ پڑتی تھی۔ عائشہؓ نے کہا جویریہؓ نبیؐ کی خدمت میں اپنا بدل کتابت طلب کرنے کیلئے حاضر ہوئیں (یعنی آپ کچھ مدد فرمائیں تو وہ روپیہ بدل کتابت کا ادا کرکے آزادی حاصل کرلیں) جب وہ دروازہ پر کھڑی ہوئیں تو میں نے ان کو دیکھ کر ان کا آنا ناگوار خیال کیا (ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو دیکھیں اور آپ ان سے نکاح کرنے کیلئے رغبت کریں) میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ ان کی وہی شے دیکھیں گے جو میں نے دیکھی ہے۔ اس وقت اس نے کہا یارسول اللہ میں جویریہ ہوں حارث کی لڑکی اور میری جو پہلے حالت تھی آپ اس سے واقف ہیں (یعنی میں ایک مالدار شخص کی لڑکی ہوں) اور میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آگئی تو میں نے خود کو مکاتب بنالیا ہے اور میں آپ کی خدمت اقدس میں اپنا بدل کتابت مانگنے کیلئے حاضر ہوئی ہوں) تو آپ نے ارشاد فرمایا میں تم سے اس سے زیادہ عمدہ بات کہتا ہوں۔ جویریہؓ نے کہا وہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا میں تمہارا بدل مکاتبت ادا کرکے تم سے نکاح کرلیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے کہا میں (منظور) کر چکی (یعنی میں نے خود کو آپ کے نکاح میں) دے دیا۔ عائشہؓ نے فرمایا لوگوں نے جب سنا کہ نبیؐ نے حضرت جویریہ سے نکاح کرلیا تو قبیلہ بنی المصطلق نے جس قدر گرفتار شدہ لوگ تھے ان تمام کو رہا کر دیا۔ اس خیال سے کہ یہ لوگ آنحضرتؐ کے سسرال والے ہیں۔ تو ہم لوگوں نے کوئی خاتون اس قدر بابرکت نہیں دیکھی کہ جس کی وجہ سے اس کی قوم کو اس قدر نفع پہنچا ہو جیسے کہ حضرت جویریہ تھیں کہ ان کی وجہ سے قبیلہ بنی مصطلق کے ایک سو قیدی رہا ہو گئے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ولی خود اپنا نکاح کرسکتا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **ان بریرة**. یہ انصار کی قوم میں سے کسی کی کنیز تھیں۔ **الی اهلك ای اولیائك وساداتك**. یعنی اپنے مالک وسرداروں کے پاس جاؤ۔

ان اقضی عنك كتابتك بان اشتريك ببدل كتابتك. میں ادا کروں تیرے بدل کتابت کو یعنی تجھے بدل کتابت کے عوض خرید لوں کہ جتنا انہوں نے بدل کتابت طے کیا ہے میں وہی قیمت سمجھ کر ادا کر دیتی ہوں، پھر جب آزاد میں کروں گی تو ولاء میرے لیے ہوگا۔ **فانما الولاء لمن اعتق**. ولاء سے مراد وہ رقم، ساز وسامان اور اشیاء ہیں جو غلام نے ترکہ چھوڑا ہو اور اس کا وارث کوئی نہ ہو، تو یہ بچا کچھا مال ولاء کہلاتا ہے اور اس صورت میں یہ آزاد کرنے والے محسن کو ملتا ہے۔

وان شرطه مائة مرة. مطلب یہ ہے کہ جب ایک چیز کا ثبوت اور وجود ہی نہیں تو وہ بار بار کہنے سے تو ثابت نہ ہوگی مثلاً ایک آدمی دن کے بارہ بجے کڑکتی دھوپ میں شور مچانے لگے کہ رات ہے، رات ہے تو وہ سو دفعہ نہیں ہزار نہیں بے شمار مرتبہ کہے تو بھی اس کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ رات ہی نہیں تو کہنے سے کیا ہوگا۔ ہاں چلاتے چلاتے شام ہوگئی، پھر رات آگئی تو وہ الگ بات ہے لیکن اس کے چلانے کی وجہ سے نہیں آئی بلکہ اپنے میعاد و وقت مقرر کی وجہ سے آئی۔ بعینہٖ اسی طرح بے جا شرط کہنے سے مشروط نہ ہوگی اور لازمی شرائط عدم ذکر کے باوجود معتبر ہوں گی جیسے مبیعہ کا صحیح سالم ہونا یقیناً موجود ہوتا ہے خواہ لمبی تقریر نہ کی ہو۔

سوال: اس تردید پر ایک مشکل ترین سمجھا جانے والا اعتراض وارد ہوتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ بریرۃؓ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے بدل کتابت کی ادائیگی میں معاونت چاہی تو ام المومنین نے فرمایا کہ بدل کتابت میں ادا کروا دوں گی لیکن پوچھ کر آؤ کہ

ولاء میرا ہوگا۔ اس کے مالکوں نے سیدہ عائشہؓ سے کہا کہ ثواب کمائے تو کمالے ورنہ ولاء ہم لیں گے۔ ان کا کہنا درست تھا کیونکہ بریرہؓ کو مکاتبہ انہوں نے بنایا تھا اور بدل کتابت کی ادائیگی کی صورت میں انہیں کی آزاد کردہ باندی سمجھی جاتیں۔ پھر ان کی اس صحیح شرط کی تردید کیونکر فرمائی؟

جواب: اس کا جواب **اقضی عنك كتابتك** کی تشریح میں موجود ہے۔ امی عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ میں بدل کتابت کے عوض تجھے خرید لیتی ہوں پھر میرے ملک میں آنے کی بعد تو آزاد ہوگی تو ولاء میرا۔

حضرت عائشہؓ نے صرف ادائیگی کا قصد نہیں فرمایا بلکہ بطور خرید کے فرمایا اور اس کا قرینہ **ولم تكن قضت من كتابتها شيئا** ہے۔ کیونکہ جب کچھ بھی ادا نہیں کیا تو کنیز ہوئی اور اسے خریدنا درست تھا لیکن ان مالکوں نے یہ سمجھ لیا کہ بدل کتابت میں معاونت کر کے ولاء کی حقدار بننا چاہتی ہیں جو صرف ثواب کی چیز ہے۔ حالانکہ سیدہ عائشہؓ کا قصد خریدنے کا تھا ذکر مکاتبت کی وجہ سے **اقضی عنك كتابتك** فرمایا **اشتری** نہ کہا۔ اس لیے آپ ﷺ کی تنبیہ بالکل بجا و درست ہے۔ **فتأمل وفوق كل ذی فهم فيهم.**

حدیث ثانی: **علی تسع اواق فی كل عام اوقية.** اس میں اختلاف ہے کہ بریرہؓ کا بدل کتابت کتنا تھا۔ اس حدیث میں تو اوقیہ کا ذکر ہے اور ایک روایت میں پانچ اوقیہ کا ذکر ہے پھر ہر اوقیہ کی ادائیگی کی مدت ایک سال ہے تو مجموعی ادائیگی کا وقت ۹ سال یا ۵ سال بنتا ہے۔ اب نو اوقیہ یا پانچ اوقیہ میں اختلاف کا حل یہ ہے کہ اصل میں بدل کتابت نو اوقیہ طے پایا جن میں سے چار اوقیہ ادا ہو چکے تھے باقی پانچ کے لیے سیدہ عائشہؓ سے بات کی تھی۔ باقی حدیث کا یہ جملہ کہ اس کا کچھ حصہ بھی ادا نہیں کیا تو اس سے مراد باقی ماندہ پانچ اوقیہ ہیں کہ ان باقی ماندہ میں سے کچھ ادا نہیں ہوا تھا۔

فقالت ان احب اهلك (ای ساداتك) ان اعدها عدة واحدة واعتقك. یہ عبارت بھی جواب سابق کا قرینہ ہے کہ اگر وہ تیرے مالک راضی ہوں تو میں یکمشت ادا کر کے تجھے آزاد کروں۔ یہ کہنا کہ میں آزاد کروں گی اس بات کی دلیل ہے کہ خرید کر پھر آزاد کروں جب آزاد میں نے کرنا ہے تو ولاء بھی میرا ہوگا۔

سوال: دوسرا سوال یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے: **قال لعائشة واشترطی لهم الولاء.** اور خریدنے کے ساتھ ولاء کی شرط لگانا شرط فاسد اور زائد علی العقد ہے جو درست نہیں پھر آپ ﷺ نے ایسی شرط فاسد کا حکم اور اجازت کیسے مرحمت فرمائی؟

جواب: (۱) ابن حزمؒ نے کہا کہ پہلے غیر معتق یعنی آزاد نہ کرنے والے کے لیے ولاء کی شرط لگانا درست تھا اور اسی دوران سیدہ عائشہؓ کو شرط لگانے کا حکم دیا پھر آپ ﷺ کے مذکورہ خطبے سے آئندہ کے لیے یہ حکم منسوخ ہوگیا تو یہ شرط فاسد پہلے نہ تھی اس واقعہ کے بعد ہوئی اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔

(۲) علامہ خطابیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ ولاء کی مثال آزاد کرنے والے کے لیے ایسی ہے جیسے ثابت النسب کی وراثت۔ جس کا نسب ثابت ہو اب خواہ اس میں کوئی بھی شرط وقید لگائی جائے اس کا اعتبار نہ ہوگا اور نہ ہی یہ شرط لگانا مضر اور موثر ہوگا۔ تو یہ ایک غیر موثر اور زائد کلام ہوگا جس کا عقد پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ **وكثير من الاجوبة فی البذل وراجع للتفصيل بالعدل.**

مکاتب کی بیع: اس میں مسئلہ یہ ہے کہ کیا مکاتب غلام یا کنیز کو بیچ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مکاتب غلام اور باندی راضی ہوں تو انہیں بیچا جا سکتا ہے۔ یہ امام محمدؒ اور امام بخاریؒ کا قول ہے دلیل حدیث بریرہؓ ہے کہ ان کی رضا پر حضرت عائشہؓ نے خریدنے کا ارادہ کیا اور امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: باب بیع المکاتب اذا رضی.

(۲) مکاتب کو صرف اس وقت بیچنا جائز ہے جب وہ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز کی بیع درست ہے ورنہ مکا میں آزادی کی بوآنا شروع ہو چکی ہے اور وہ طے شدہ عقد کتابت کو پورا کرنا چاہتا ہے اور کر سکتا ہے تو پھر اسے بیچنا کیسے صحیح ہوگا۔

حدیث ثالث: وکانت امرأة ملاحة ای ذات بهجة وحسن. حسین وجمیل اور پرکشش تھیں۔ یہ حارث بن مصطلق کی بیٹی ہیں جو بنو مصطلق کے سردار تھے اور یہ قید ہونے سے پہلے اپنے چچازاد مسافع یا سافع بن صفوان کے عقد میں تھیں ان کا نام برّۃ تھا۔ آپ ﷺ نے جویریۃ رکھا جب ان کا آپ ﷺ سے عقد ہوا تو اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا تھا اور یہ چھ سال آپ ﷺ کے پاس رہیں۔ اور ۵۶ھ میں بعمر ستر سال ربیع الاول میں وفات پائی۔ والی مدینہ مروان نے نماز جنازہ پڑھائی جنت البقیع میں مدفون ہوئیں اور یہی عقد ان کی قوم کی رہائی کا سبب ہوا۔ رضی اللہ عنہا وارضاها.

ثابت بن قیس بن شماس. یہ انصار کے خطیب اور کبار صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔ قد فعلت. اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثیبہ اپنا عقد بلا ولی کر سکتی ہے۔ مائة اهل بیت. اس میں اشارہ ہے کہ سو خاندان تھے سو افراد نہیں کیونکہ بنو مصطلق کے قیدیوں کی تعداد چھ سے سات سو تھی۔

قال ابوداود هذا حجة فی ان الولی هو یزوّج نفسه. امام موصوفؒ نے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ اس کے ولی تھے کیونکہ اصول ہے: السلطان ولیّ من لاولی له. جس کا ولی نہ ہو تو سلطان اس کا ولی ہے تو آپ ﷺ کو یہ حق تھا (وایضاً) آپ ﷺ اس کے آزاد کرنے والے تھے اور مولیٰ عتاقہ اپنی آزاد کردہ کا ولی ہوتا ہے۔ تو بدووُ جوہ آپ ﷺ ان کے ولی ہوئے پھر اپنے سے ہی عقد فرمایا تو ثابت ہو گیا کہ ولی اپنے آپ سے بھی متولیۃ کا نکاح کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے حقوق ومہر ادا کرے مزید براں یہ ثابت ہوا کہ ثیبہ عورت کو اپنے حق میں قبول کرنے کی ولایت اور حق ہے۔ کیونکہ سیدہ جویریہؓ نے فرمایا: قد فعلت ای قبلت. کہ میں کر چکی یعنی قبول کیا۔ اس سے عورت کی عبارت سے انعقاد نکاح کی صحت بھی ثابت ہوئی جو احنافؒ کا مسلک ہے۔

(۳) بَابٌ فِي الْعِتْقِ عَلَى الشَّرْطِ

کوئی شرط لگا کر آزاد کرنے کا بیان

(۱۹۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوكًا لِأُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ أُعْتِقُكَ وَأَشْتَرِطُ عَلَيْكَ أَنْ تَخْدُمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتَ فَقُلْتُ وَإِنْ لَمْ تَشْتَرِطِي عَلَيَّ

مَا فَارَقْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِشْتُ فَأَعْتَقَتْنِي وَاشْتَرَطَتْ عَلَيَّ.

''مسدد بن مسرہد' عبدالوارث' سعید بن جمہان' حضرت سفینہ سے روایت ہے کہ میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا غلام تھا انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس شرط پر تم کو آزاد کرتی ہوں کہ تم تمام زندگی آنحضرتؐ کی خدمت کرو گے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو میں نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھ سے یہ شرط نہ بھی طے کرتیں تو میں پھر بھی تمام زندگی آنحضرت ﷺ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوتا پھر حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہی شرط لگا کر مجھے آزاد فرما دیا۔''

تشریح: ابن تیمیہؒ نے منتقی میں یوں باب قائم کیا ہے: **من اعتق عبد او شرط علیه خدمة** غلام بشرط خدمت آزاد کیا۔

حدیث اول: **واشترط علی**. علامہ خطابیؒ کہتے ہیں **هذا وعد عبّر عنه باسم شرط**. یہ وعدہ ہے جسے شرط کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اکثر فقہاء کرام کے نزدیک آزاد کرنے کے بعد شرط لگانا درست نہیں۔ اس لیے کہ شرط ملک میں نہیں اور آزاد سے منافع کا مالک کوئی نہیں ہوسکتا الا یہ کہ اجارۃ اور مزدوری وحق الخدمت طے ہو۔

(۴) بَابٌ فِيْمَنْ أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوْكٍ

جو شخص غلام میں سے کچھ حصہ آزاد کر دے؟

(۲۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ بِالْمَعْنٰى أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ قَالَ أَبُو الْوَلِيْدِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَيْسَ لِلّٰهِ شَرِيْكٌ زَادَ ابْنُ كَثِيْرٍ فِي حَدِيْثِهِ فَأَجَازَ النَّبِيُّ ﷺ عِتْقَهُ.

''ابوالولید' ہمام (دوسری سند) محمد بن کثیر' ہمام' قتادہ' حضرت ابوالملیح نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی غلام میں سے اس کے ایک حصے کو آزاد کر دیا پھر آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا ہے کہ پھر آنحضرت ﷺ نے اس غلام کے آزاد کر دینے کی رخصت عطاء فرمائی۔''

تشریح: حدیث اول: **اعتق شقصا له**. شقصاً و شقیصاً دونوں کے معنی حصہ کے ہیں۔

مسند احمد میں ہے: **هو حر کله لیس لله شریك**. علامہ طیبیؒ شارح مشکوٰۃ کہتے ہیں سید اور غلام اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہونے میں برابر ہیں الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر رزق و تصرف میں برتری دی ہے اور مالک و مملوک کی صورت سی پیش آئی جب مولیٰ نے اپنے غلام کے کچھ حصے کو آزاد کر دیا تو یہی آزادی سرایت کر گئی اس کے کل میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے ہی نہیں کہ اس کا بندہ آدھا آزاد ہو اور کچھ غلامی میں۔ پھر اس مالک نے اپنی مرضی سے ہی تو آزاد کیا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اب سارے کو ہی آزاد کر دے۔

باقی رہا مالک کا حق تو اس کی دو صورتیں ہیں: دیکھا جائے گا کہ غلام کے پاس مال ہے یا نہیں؟ اگر مال ہے تو نصف کا عوض ادا کرے گا اور اگر مال نہیں تو کما کر دے گا۔ کیونکہ آزادی مل چکی ہے تو مولیٰ کو بالکل خالی ہاتھ تو خیر باد نہ کہے۔ اس میں ترغیب ہے مولیٰ کو کہ اللہ کا شریک کوئی نہیں تو احسان کرنا ہے تو پورا کر کہ سب ہی آزاد کردے۔ یہ تفصیل اس وقت ہے جب غلام ایک ہی مولیٰ کے ملک میں ہو پھر کچھ حصہ ازاد کرے، لیکن اگر دو یا زیادہ حصے دار ہوں تو اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

(۵) بَابُ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا مِّنْ مَّمْلُوكٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ

جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے

(۲۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ مِنْ غُلَامٍ فَأَجَازَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِتْقَهُ وَغَرَّمَهُ بَقِيَّةَ ثَمَنِهِ.

''محمد بن کثیر، ہمام، قتادہ، نضر بن انس، بشیر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا حصہ (مشترک غلام سے) آزاد کردیا تو آنحضرت ﷺ نے اس غلام کی آزادی کو جائز قرار دے دیا اور غلام کی باقی آدھی قیمت کو اس کے ذمہ ڈال دیا (کہ وہ دوسرے حصہ دار کو ادا کردے)۔''

(۲۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ.

''محمد بن مثنیٰ، محمد بن جعفر (دوسری سند) احمد بن علی بن سوید، روح، شعبہ، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایسے غلام (یا باندی) کو آزاد کردے کہ جس میں دوسرا شخص بھی شریک (حصہ دار) ہے تو اس شخص پر اس غلام کا آزاد کرانا ضروری ہوگیا اور یہ سوید کے الفاظ ہیں۔''

(۲۰۳) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ نَصِيبًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ عَتَقَ مِنْ مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُثَنَّى النَّضْرَ بْنَ أَنَسٍ وَهٰذَا لَفْظُ ابْنِ سُوَيْدٍ.

''ابن مثنیٰ، معاذ بن ہشام، ان کے والد (دوسری سند) احمد بن علی بن سوید، روح، ہشام بن ابو عبداللہ، حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردیا تو وہ پورا غلام آزاد ہوگیا اس شخص کے مال میں سے اگر وہ (آزاد کرنے والا) مال دار شخص ہے۔ ابن مثنیٰ نے نضر بن انس کا نام نہیں لیا اور یہ الفاظ ابن سوید کے ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: فاجاز النبیؐ عتقہ وغرّمہ بقیۃ ثمنہ. اگر ایک غلام مشترک ہو پھر ایک حصے دار نے اپنا حصہ آزاد کردیا اب اس صورت میں باقی نصف اور دوسرے شریک کا کیا ہوگا/ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک مالک نے اپنا

حصہ آزاد کر دیا تو آزاد کرنے والے کو دیکھا جائے گا کہ فراخ دست یعنی کھاتا پیتا ہے یا تنگدست؟

(۱) اگر آزاد کرنے والا موسرِ و مالدار ہے تو دوسرے حصے دار کو اختیار ہے چاہے تو وہ بھی اپنا حصہ آزاد کر دے اور ولاء دونوں کے درمیان مشترک ہوگا کیونکہ دونوں نے آزاد کیا ہے کیونکہ "الو الاء لمن اعتق" ولاء آزاد کرنے والے کو ملتا ہے خواہ ایک ہو یا دو ہوں۔

(۲) اگر چاہے تو غلام سے کمائی کروائے اور اس کمائی اور آمدن سے ایک حصہ وصول کر لے جو غلام کی آدھی قیمت ہو۔ غلام جب کما کر دے دے گا تو اس وقت وہ مکمل آزاد ہوگا اور ولاء دونوں کے مابین مشترک ہوگا۔

(۳) اگر چاہے تو اپنے حصے کی آدھی قیمت کی ضمان آزاد کرنے والے سے وصول کر لے وہ آزاد کرنے والا آدھی قیمت کی ضمان ادا کر دے پھر غلام سے کمائی کروا کر اس سے وصول کرے اب ولاء صرف پہلے کرنے والے کو ملے گا کیونکہ دوسرے شریک نے اپنے حصے کی ضمان وصول کر لی۔ یعنی دوسرے حصے دار کے لیے تین صورتیں ہیں آزاد کرے، غلام سے کموائے، اپنے شریک سے ضمان لے لے۔

(۴) اگر آزاد کرنے والا معسر و تنگدست ہے تو پھر شریک کے لیے یہ ہے کہ اپنے حصے کو معاف ہی کر دے۔

(۵) اگر معاف نہیں کر سکتا تو غلام سے کمائی کروا کر اپنے حصے کی قیمت وصول کر لے۔ اس طرح چوتھی اور پانچویں دونوں صورتوں میں ولاء مشترک ہوگا۔ **هذا التفصيل عند ابی حنيفةؒ.**

فائدہ: امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کا حاصل یہ ہے کہ آزادی تجزی اور حصص کو قبول کرتی ہے اور تقسیم ہو سکتی ہے۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ معتق آزاد کرنے والے کو موسر و مالدار ہونا سعایہ اور غلام سے کمائی کرانے سے مانع نہیں بہر صورت غلام سے اپنی باقی ماندہ نصف قیمت کے لیے وہ کمائی طلب کر سکتا ہے۔ (عون، بذل)

باقی نصف کب آزاد ہوگا؟: امام صاحبؒ کے نزدیک ایک مالک نے جو اپنا حصہ آزاد کر دیا وہ تو آزاد ہوا اب باقی نصف اس وقت آزاد ہوگا جب دوسرا حصے دار آزاد کرے یا پہلے آزاد کرنے والے سے ضمان لے یا جب غلام کما کر باقی آدھی قیمت ادا کر دے۔

صاحبینؒ کا مسلک: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہی مذکورہ بالا تفصیل ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اگر معتق موسر ہو یعنی آزاد کرنے والا فراخ دست ہو، تو اس صورت میں دوسرا حصے دار ضمان لے گا غلام سے کمائی نہیں کرا سکتا۔ امام صاحبؒ کے نزدیک بہر صورت کمائی کرانا درست ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک غلامی تقسیم و تجزی کو قبول نہیں کرتی بلکہ جب پہلے مولیٰ نے اپنا حصہ آزاد کیا تو سب آزاد ہو چکا اور دوسرے شریک کو آدھی قیمت ادا کرنی ہوگی مذکورہ صورتوں میں سے کسی بھی صورت سے۔ اور امام احمدؒ سفیان ثوری، امام اسحٰق بن راہویہؒ، کا مذہب کے مطابق ہے۔

جبکہ امام بخاریؒ کا میلان امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی طرف ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں: **انه يصير كالمكاتب.** کہ اب یہ

غلام مکاتب کے مثل ہوا۔

ائمہ ثلاثہ کا مسلک: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر معتق موسر ہے تو شریک ثانی ضمان لے گا اگر معسر ہے تو پھر کمائی کرانا نہیں بلکہ بس جتنا آزاد ہوا بہتر باقی جیسے دوسرا شریک تصرف کرے اس کی مرضی نافذ ہوگی۔ (بذل)

احادیث وارده فی الباب امام اعظمؒ کے مسلک کو ترجیح دیتی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا باقی ثمن کی ادائیگی ہوگی۔

بذل میں ہے: وقول الامام الطف والحجة له ما في الروايات من ذكر السعايه.........

خلاصہ: تفصیل بالا کا حاصل یہ ہے کہ شریک ثانی کے لیے اعتاق، استسعا، تضمین یہ تین پہلو ہیں جسے چاہے اختیار کرے جیسے تنازع فعلین رفع کرنے کی تین صورتیں تھیں۔ اضمار، اظہار، حذف۔

حدیث ثانی، فعلیہ خلاصہ: اس کا مطلب یہی ہے کہ غلام کی جان چھڑاؤ اور شریک ثانی کو بھی نقصان سے بچاؤ۔ کیونکہ غلام میں نصف حریت آ گئی تو رقیت ضعیف ہوگئی بس اب اس کا حاصل یہی ہے کہ دوسرے مالک کا کھاتا پورا کر دو اور آزاد۔

حدیث ثالث: عتق من ما له ان كان له مال. اس میں یہی بیان ہے کہ موسر کے مال سے ضمان لی جائے گی۔ ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ یہ بات طے ہے کہ ضمان صرف خوشحال معتق سے وصول کی جائے گی۔

آزاد کب ہوگا؟: یہ ابھی گذرا کہ جمہور کے نزدیک بروقت آزاد ہوگا ادائیگی بعد میں ہوگی۔ امام صاحبؒ کے نزدیک جتنا حصہ آزاد کیا وہ ہو چکا باقی ادائیگی کے وقت ہوگا۔ امام شافعیؒ سے ایک روایت اور مالکیہ سے مشہور یہ بھی ہے جیسے امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ ان کا دوسرا قول اوپر گذر چکا ہے۔ (بذل) پھر اگر دوسرے مالک نے قیمت وصول کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ ہوگا پہلے مالک کو ضمان یا غلام کو کما کر نہ دینا پڑے گا۔

(٦) بَابُ مَنْ ذَكَرَ السِّعَايَةَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

غلام آزاد کرنے والا اگر غریب ہے تو غلام سے مزدوری کرائی جائے گی

(۲۰۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ يَعْنِي الْعَطَّارَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيْصًا فِيْ مَمْلُوْكِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُعْتِقَهُ كُلَّهُ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ وَإِلَّا اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوْقٍ عَلَيْهِ.

"مسلم بن ابراہیم' ابان' قتادہ' نضر بن انس' بشیر' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اپنا حصہ آزاد کر دیا جو کہ مشترک غلام میں تھا تو اس شخص کے ذمہ پورا غلام آزاد کرنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ مالدار ہو۔ اگر اس شخص کے پاس مال نہیں ہے تو غلام پر مشقت ڈالے بغیر محنت کرائی جائے گی۔"

(۲۰۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ أَوْ شَقِيصًا لَهُ فِي مَمْلُوكٍ فَخَلَاصُهُ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ لِصَاحِبِهِ فِي قِيمَتِهِ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

''نصر بن علی، یزید (دوسری سند) علی بن عبداللہ، محمد بن بشر، سعید، قتادہ، نضر بن انس، بشیر، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مشترک غلام سے اپنا حصہ آزاد کردے تو اس شخص کے ذمہ اپنے مال سے اس غلام کو آزاد کرانا ضروری ہے بشرطیکہ وہ مالدار ہو اور اگر آزاد کرنے والا شخص مالدار نہ ہو تو اس غلام کی درمیانی قیمت مقرر کرلی جائے تو پھر دیگر شرکاء کے حصہ کے بقدر غلام ملازمت اور محنت کرے لیکن اس پر زبردستی نہ کی جائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ پھر غلام سے بغیر مشقت محنت کرائی جائے۔''

(۲۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَاهُ رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ لَمْ يَذْكُرِ السِّعَايَةَ وَرَوَاهُ جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ وَمُوسَى بْنُ خَلَفٍ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِإِسْنَادِ يَزِيدَ ابْنِ زُرَيْعٍ وَمَعْنَاهُ وَذَكَرَا فِيهِ السِّعَايَةَ.

''محمد بن بشار، یحییٰ بن ابی عدی، حضرت سعید سے اسی طرح روایت ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو روح بن عبادہ نے سعید بن ابی عروبہ سے روایت کیا ہے اور راوی نے سعایہ کا نام ذکر نہیں کیا۔ جریر اور موسیٰ بن خلف نے قتادہ سے یزید کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس روایت میں سعایہ کا بھی ذکر کیا ہے۔''

تشریح: سابقہ باب کی پہلی حدیث میں غلام سے محنت اور کمائی کا ذکر ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ سعایۃ اور کمائی کا قول مرفوع ہے یا موقوف؟ پھر آخری حدیث میں شریک اول معتق کے مال سے ادائیگی کا ذکر ہے۔ اس لیے مستقل باب قائم کیا گیا ہے اور اس میں مفصل روایات جمع کی گئی ہیں۔

اس باب میں وارد شدہ جملہ روایات کا حاصل یہی ہے کہ غلام سے باقی نصف قیمت کے لیے محنت وکمائی کرانی ہوگی اس طرح کہ اس پر بہت زیادہ جبر وتشدد اور زیادتی نہ ہو آزاد کرنے والے پہلے اولیٰ کے تنگدست ہونے کی صورت میں جیسا کہ امام اعظمؒ کا قول گذرا ہے۔

حدیث اول: قال ابو داود فی حدیثهما جمیعا فاستسعی غیر مشقوق علیه. امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ نصر بن علی (جو موصوف کے پہلے شیخ ہیں) اور علی بن عبداللہ (جو تحویل کے بعد مذکور ہیں) دونوں کی حدیث میں سعایۃ اور محنت کا ذکر ہے اور یہ دونوں سعید ابن ابی عروبۃ سے نقل کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ سعایۃ کا ذکر قتادہؓ کی روایت میں موجود ہے اور دو راوی اسے روایت کررہے ہیں اور حدیث مرفوع ہے۔

حدیث ثالث: قال ابو داود رواہ روح بن عبادۃ عن سعید عن ابی عروبۃ..... اس کا حاصل یہ ہے کہ روح بن عبادۃ نے سعایہ کا ذکر نہیں کیا اور جریر بن حازم اور موسیٰ بن خلف دونوں نے سعایۃ کا ذکر کیا ہے۔

قال الخطابیؒ: اضطرب سعید ابن ابی عروبة فی السعایة مرة یذکرها ومرة لم یذکرها فدل علی انها لیست من متن الحدیث عنده وانما هو من کلام ابی قتادة. (بذل، عون) خطابی نے کہا کہ سعید ابن ابی عروبۃ سعایۃ کے ذکر اور عدم ذکر میں مضطرب ہیں کبھی ذکر کرتے ہیں کبھی نہیں اس سے معلوم ہوا یہ قتادہ کا کلام ہے حدیث کا متن نہیں۔ اس کے بجائے، ابن عمرؓ کی حدیث (اگلے باب میں آرہی ہے) جو زیادہ واضح اور صحیح وصریح ہے۔ (والکلام الطویل فی المطولات)

(۷) بَابٌ فِیْ مَنْ رَوٰی اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّهٗ مَالٌ لَّا یُسْتَسْعٰی!

جن حضرات کے نزدیک مال نہ ہونے کے باوجود (غلام سے) مزدوری نہ کرائی جائے انکی دلیل

(۲۰۷) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِیُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِیْ مَمْلُوْكٍ أُقِیْمَ عَلَیْهِ قِیْمَةُ الْعَدْلِ فَأَعْطٰی شُرَكَائَهٗ حِصَصَهُمْ وَأُعْتِقَ عَلَیْهِ الْعَبْدُ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

"قعنبی، مالک، نافع، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کردے تو اس غلام کی قیمت لگائی جائے گی اور وہ ہر حصہ دار کو اس کے حصہ کے مطابق دے گا اور غلام اس پر آزاد ہو جائے گا اور اگر اس شخص کے پاس مال موجود نہیں ہے تو اس غلام میں سے جس قدر آزاد ہوا ہے اسی قدر حصہ آزاد ہوگا (باقی بدستور غلام رہے گا)"

(۲۰۸) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِیْلُ عَنْ أَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ قَالَ وَكَانَ نَافِعٌ رُبَّمَا قَالَ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ وَرُبَّمَا لَمْ یَقُلْهُ.

"مؤمل، اسماعیل، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے ایوب نے بیان کیا کہ نافع نے کبھی اس کو فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ کے الفاظ سے بیان کیا ہے اور کبھی بیان نہیں کیا۔"

(۲۰۹) حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَیُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ أَیُّوْبُ فَلَا أَدْرِیْ هُوَ فِی الْحَدِیْثِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَوْ شَیْءٌ قَالَهٗ نَافِعٌ وَإِلَّا عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ.

"سلیمان بن داؤد، حماد، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح روایت ہے۔ ایوب نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ (یہ جملہ) حدیث میں داخل ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا نافع کا قول ہے۔ (یعنی اس روایت میں راوی کو اشتباہ ہوگیا)۔"

(۲۱۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ أَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا مِنْ مَمْلُوْكٍ لَهٗ فَعَلَیْهِ عِتْقُهٗ كُلِّهٖ إِنْ كَانَ لَهٗ مَا یَبْلُغُ ثَمَنَهٗ وَإِنْ لَمْ یَكُنْ لَهٗ مَالٌ عَتَقَ نَصِیْبُهٗ.

''ابراہیم' عیسیٰ' عبیداللہ' نافع' ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے مال سے اسکو بالکل آزاد کر دے اگر اس شخص کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ غلام کی قیمت ادا کر سکے اور اگر آزاد کرنے والا شخص مالدار نہ ہو تو اس غلام میں سے اسی قدر آزاد ہوگا (اور باقیوں کو اپنے حصوں کا اختیار حاصل ہے خواہ اس کو غلام رکھیں یا آزاد کر دیں)۔''

(۲۱۱) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُوْسٰى.

''مخلد بن خالد' یزید بن ہارون' یحییٰ بن سعید' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی روایت کی طرح روایت ہے۔''

(۲۱۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَى مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ انْتَهٰى حَدِيْثُهُ إِلٰى وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ عَلٰى مَعْنَاهُ.

''عبداللہ بن محمد بن اسماء' جویریہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس طرح یہ حدیث روایت ہے جیسا کہ اُوپر مذکور ہے لیکن اس روایت میں یہ جملہ: ''وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ'' مذکور نہیں ہے بلکہ روایت: وَأُعْتِقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ پر ختم ہوگئی ہے۔''

(۲۱۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِيْ عَبْدٍ عَتَقَ مِنْهُ مَا بَقِيَ فِيْ مَالِهِ إِذَا كَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ.

''حسن بن علی' عبدالرزاق' معمر' زہری' سالم' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دے تو جس قدر حصہ باقی رہا وہ بھی آزاد ہوگا اگر اسکے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ غلام کی قیمت ادا کر سکے تو اسکے مال میں سے آزاد ہو جائے گا۔''

(۲۱۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الْعَبْدُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا نَصِيْبَهُ فَإِنْ كَانَ مُوْسِرًا يُقَوَّمُ عَلَيْهِ قِيْمَةٌ لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ ثُمَّ يُعْتَقُ.

''احمد بن حنبل' سفیان' عمرو' سالم نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جب کوئی غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے ایک شخص اپنے حصہ کو آزاد کر دے تو اگر آزاد کرنے والا شخص مالدار ہو تو اس غلام کی واجبی قیمت مقرر کی جائے گی نہ بہت کم اور نہ بہت زیادہ۔ پھر وہ غلام اس شخص کی جانب سے آزاد ہو جائے گا (یعنی واجبی قیمت دوسرے حصہ دار کو ادا کرے گا)''

(۲۱۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ الْعَنْبَرِيِّ عَنِ ابْنِ التَّلِبِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهُ مِنْ مَمْلُوْكٍ فَلَمْ يُضَمِّنْهُ النَّبِيُّ قَالَ أَحْمَدُ إِنَّمَا هُوَ بِالتَّاءِ يَعْنِي التَّلِبَ وَكَانَ شُعْبَةُ أَلْثَغَ لَمْ يُبَيِّنِ التَّاءَ مِنَ الثَّاءِ.

''احمد بن حنبل' محمد بن جعفر' شعبہ' خالد' ابوبشر' حضرت ابن التلب' اپنے والد تلب بن ثعلبہ بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک

شخص نے غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو باقی قیمت کا آپ ﷺ نے اس کو ضمان نہیں دلوایا۔ امام احمد نے فرمایا ان صحابی کا نام تلب ہے (ت سے) نہ کہ ثلب (ث سے) اور اس حدیث کے راوی شعبہ توتلے تھے یعنی ان کی زبان سے تاء ادا نہیں ہوتی وہ ت کو ث کہتے تھے۔"

تشریح: بعض نسخوں میں اس باب کا عنوان دوسرا بھی پایا جاتا ہے لیکن مجتبائی، نسخہ احمدیہ کے متن میں، مطبوعہ مدینہ میں مذکورہ عنوان موجود ہے اور منذری والے نسخے میں بھی یہی ہے اور یہ صواب و درست ہے۔ (عون)

حدیث اول: **واعتق علیه العبد.** امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ کے نزدیک یہی ہے کہ آزاد کرنے والا معسر و تنگدست ہے تو غلام پر سعایہ نہیں بس اس کا باقی حصہ غلام رہے گا۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ معتق موسر کی صورت میں ضمان اور معتق معسر کی صورت میں سعایہ حتمی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، اوزاعی، لیث، اسحٰق، ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک غلام باقی ماندہ حصے کے لیے کمائے گا اس دوران وہ مثل مکاتب کے ہوگا۔ جیسے نصف قیمت ادا کرے گا مکمل آزاد۔ (بذل)

اس کی تفصیلی پانچ صورتیں پہلے گذر چکی ہیں یہ حدیث ائمہ ثلاثہ اور صاحبین یعنی جمہور کی دلیل ہے۔ امام صاحب کی دلیل باب سابق میں گذر چکی ہے۔

حدیث ثانی: **وربما یقلہ.** ابن رسلانؒ کہتے ہیں کہ بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ **فقد عتق منه ما عتق.** یہ نافعؒ کا قول ہے اور مرفوع حدیث نہیں لیکن یہ بات ضعیف ہے کیونکہ قاضیؒ اور ابن دقیق العیدؒ نے صاف کہا ہے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے۔ اس لیے مالک اور عبیداللہ عمری نے اسے موصولاً نقل کیا ہے۔ (بذل)

حدیث ثالث: **قال ایوب فلا ادری.......** اس میں بھی تردید مذکور ہے لیکن اس کا صحیح اور مرفوع ہونا مالک وعبیداللہ کی روایت سے ذکر ہو چکا اور یہ دونوں نافع سے نقل وروایت میں ایوبؒ کی بنسبت اثبت وثقہ ہیں۔

حدیث رابع: **وان لم یکن له ما عتق نصیبه.** جب آزاد کرنے والا معسر ہے تو پھر غلام باقی حصے میں غلام ہی رہے گا اور شریک ثانی کو اعتاق وسعایہ میں اختیار ہوگا ضمان یہاں ممکن نہیں۔

حدیث ثامن: بمعنی ابرهیم بن موسیٰ. یعنی چوتھی حدیث کی طرح یہ بھی ہے۔

حدیث ثامن: لا وکس ولا شطط. کمی ہو نہ زیادتی یعنی یہ نہیں کہ معتق موسر ہے تو شریک ثانی کوشش کرے جتنا لے سکتا ہے ہتھیا لے نہیں انصاف کی ساتھ جو قیمت ہے وہ وصول کر سکتا ہے۔ اس صورت میں ولاء معتق اول کا ہوگا۔

حدیث تاسع: **فلم یضمّنه النبیؐ.** اس سے یہ استدلال تام نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے معتق کو ضامن قرار نہیں دیا تو اس سے کسی صورت میں بھی ضمان نہ لی جائے گی بلکہ یہ صورت معتق معسر کی ہے جس میں ضمان نہیں لی جاسکتی اور صورت حال آپؐ کے علم میں تھی اس لیے ضمان کا فیصلہ نہیں فرمایا۔ مطلقاً ضمان کی نفی اس سے ثابت نہیں۔ دوسرا یہ بھی کہا گیا ہے کہ شرکاء نے ضمان نہ لی ہو کیونکہ ان کو اعتاق، سعایہ، ضمان میں اختیار رہتا ہے۔ بہرکیف اس سے مطلقاً ضمان کی نفی ثابت نہ ہوگی۔ (بذل)

قال احمد انما هو بالتاء یعنی التلب........ یہ تلب تاء کے فتحہ لام کے کسرہ اور باء مشدد کے ساتھ ہے۔ ان کا

نام ملقام ہے یعنی ملقام بن تلب بن ثعلبۃ۔ اصابہ میں ہے کہ یہ تلب صحابی رسول ہیں آپ ﷺ نے ان کے لیے تین مرتبہ مغفرت طلب فرمائی اور بخشش کی دعاء کی۔ امام احمد بن حنبلؒ نے واضح کر دیا کہ یہ تلب کا لفظ تاء کے ساتھ ہے۔ شعبہ بن حجاجؒ ادائیگی میں تاء وثاء میں فرق واضح نہ کر سکتے تھے اس لیے ان کی زبانی سن کر اسے کوئی ثاء نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ ان کے توتلے پن کی وجہ سے ہے کہ وہ بعض حروف تاء، سین، راء واضح نہ کر سکتے تھے۔

(۸) بَابٌ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ

جو رشتہ دار کسی محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا

(۲۱۶) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ.

"مسلم، موسیٰ بن اسماعیل، حماد، قتادہ، حسن، حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص رشتہ دار محرم کا مالک ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

(۲۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ.

"محمد بن سلیمان، عبدالوہاب، سعید، قتادہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص رشتہ دار محرم کا مالک ہو جائے تو وہ آزاد ہو گیا۔"

(۲۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ.

"محمد بن سلیمان، عبدالوہاب، سعید، قتادہ، حضرت حسن سے روایت ہے کہ جو شخص رشتہ دار محرم کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہو جائے گا۔"

(۲۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَالْحَسَنِ مِثْلَهُ.

"ابوبکر بن ابی شیبہ، ابواسامہ، سعید، حضرت قتادہ، حضرت جابر بن زیدؓ اور حضرت حسن بصری سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔"

تشریح: اوپر یہ بیان تھا کہ اگر شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو دوسرے کا حصہ بھی آزادی کے قریب ہو جاتا ہے شریک ثانی کو آزاد ہی کرنا پڑتا ہے۔ ہاں وہ اپنا حق وصول کر سکتا ہے سعایہ یا ضمان سے۔ اگر اعتاق کو اختیار کرے تو بہت عمدہ۔ اب ذکر ہے کہ نیت وارادہ اور اپنا حق وصول کیے بغیر قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے از خود آزاد ہو جائے گا کوئی اختیار بھی نہیں اور وصولی بھی نہیں۔

حدیث اول: من ملك ذا رحم محرم. رحم یہ را کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے بمعنی رشتہ دار، محرم یہ ذا کی صفت ہے۔ ذا مضاف، رحم مضاف الیہ، مرکب اضافی موصوف، محرم صفت۔ دستور کے مطابق محرم صفت منصوب ہونی چاہیے کیونکہ ذا مفعول کی صفت ہے، رحم مضاف الیہ کی صفت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جر جوار ہے یعنی مضاف الیہ مجرور قریب ہونے کی وجہ سے محرم کو بھی مجرور پڑھا گیا۔ جیسے بَيْتُ ضَبٍّ خَرِبٍ اور مَاءُ شَنٍّ بَارِدٍ. اس میں خرب اور بارد خبر ہیں لیکن مضاف الیہ مجرور کے قرب اور پڑوس کی وجہ سے مجرور پڑھے جاتے ہیں۔

ذی رحم محرم کی تعریف: المحرم لا یحل نکاحھا من الاقارب علی التابید کالام والاخت والعمّة والبنت والاب والاخ والعم والابن. (بذل) محرم سے وہ رشتہ دار مراد ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو جیسے ماں، بہن، پھوپھی، بیٹی یا مردوں میں سے باپ، بھائی، چچا، تایا، بیٹا وغیرہ۔ سالی یا بہنوئی سے نکاح جائز نہیں جب تک ایک بہن عقد میں ہو لیکن یہ حرمت تابیدی نہیں اگر ان کا نکاح طلاق یا وفات سے ختم ہو جائے تو پھر یہ حرمت اٹھ جائے گی اور سالی سے نکاح درست ہوگا، اسی طرح بہنوئی سے بھی۔ علم میراث میں ذوی الارحام ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جو عورت کی طرف سے رشتہ دار ہوں۔

اس میں دو قیدیں ہیں: (۱) قرابت۔ (۲) حرمت۔ قرابت وحرمت دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے جیسے بہن کہ قرابت بھی ہے اور نکاح کی حرمت بھی۔ قرابت ہو حرمت نہ ہو جیسے چچا زاد۔ حرمت ہو قرابت نہ ہو جیسے رضاعی بہن بھائی۔ آخری دونوں کے لیے آزادی ثابت نہ ہوگی آزادی صرف اسی صورت میں متحقق ہوگی جس میں قرابت وحرمت دونوں ہوں۔ (بذل) یہ آزاد ہوں گے اور ولاء معتق کے لیے ہوگا۔ فھو حرّ. اگر کوئی آدمی اپنے ذی رحم محرم قریبی رشتہ دار کا مالک ہو گیا تو وہ آزاد ہوگا یا..........؟ اس میں اختلاف ہے۔

جمہور کا مسلک: ابن اثیرؒ کہتے ہیں اکثر اہل علم صحابہ، تابعین اور امام ابوحنیفہؒ، امام احمد کے نزدیک قریبی رشتے دار ملک میں آتے ہی آزاد ہو جائیں گے مرد ہو یا عورت۔ ھکذا قال النوویؒ.

شوافع کا مسلک: امام شافعیؒ اور بعض صحابہ وتابعین اس طرف گئے ہیں کہ اقرباء میں سے اولاد اور ماں باپ میں سے کوئی ہو تو وہ آزاد ہوگا دیگر محارم آزاد نہ ہوں گے۔

مالکیہؒ کا مسلک: امام مالکؒ اس طرف گئے ہیں کہ اولاد، ماں باپ، بھائی بہنیں آزاد ہوں گے باقی نہیں۔

احناف کی دلیل: باب کی چاروں احادیث ذی رحم محرم کے آزاد ہونے پر صریح دلیل ہیں۔ اور ابن حزمؒ، عبدالحقؒ ابن القطانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

علامہ بیہقیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث باب حامد بن سلمة کے تفرد اور حسنؒ کے سمرة بن جندبؓ سے عدم سماع کی وجہ سے ضعیف ہے کہ حسنؒ نے سمرةؓ سے صرف حدیث عقیقہ سنی ہے۔ عون المعبود میں بھی پانچ وجوہ سے اسے معلول قرار دیا گیا ہے اور ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری ج ۵ ص ۱۰۳ میں اس کی تضعیف پر طویل کلام کیا ہے لیکن تین محدثین اور اہل فن ناقدین

نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔اس لیے یہ دلیل ہے۔

دیگر حضرات کی دلیل: لا یجزی ولد عن ابیه الا ان یجده مملوکا فیشتریه فیعتقه. (مسلم از عون) ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بیٹا اپنے باپ کے احسانات وعطایا کا بدلہ نہیں دے سکتا مگر یہ کہ باپ کو غلام پائے سوائے خرید لے پھر اسے آزاد کر دے۔ اس میں ہے خرید کر پھر آزاد کرے اگر خریدتے ہی آزاد ہو جاتا تو پھر فیعتقه کہنے کی حاجت نہ تھی۔

جواب: یہ عادۃً فرمایا گیا ہے کہ خریدے پھر آزاد کرے یعنی بیٹے کی نیت ہی خریدنے سے اپنے باپ کی آزادی کی ہوتا کہ ان کا حق بقدر الوسعت ادا ہو سکے، اگر یہ نیت نہ کرے تو آزاد جب ہی ہو جائے گا جیسے حدیث سابق کا حاصل ہے پھر اس میں یہ بھی نہیں کہ خرید کر پھر اپنے اختیار سے آزاد کرے یا حالت رقیت میں رکھے بلکہ یہاں تو آزادی طے ہے صرف یہ اپنی نیت صالحہ کی وجہ سے کسی حد تک اپنے باپ کے حق کو ادا کرنے والا بن جائے گا اور یہ بھی ہے کہ یہ حدیث خارج از بحث والباب ہے کیونکہ اس میں آزادی محارم کی بحث نہیں بلکہ حقوق باپین کا بیان ہے جس کی صورت خرید کر آزاد کرنا بتائی گئی ہے، نہ یہ کہ اس کے آزاد نہ کرنے سے آزاد ہی نہ ہوگا۔ والله تعالی اعلم وعلمه اتم.

حدیث ثانی: ذا رحم محرم. اسے محرم اور مُحرم دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔مطلب ایک ہے وہ قرابت والے رشتہ دار جن کا نکاح علی التابید حرام ہو۔ والاول مشهور.

(۹) بَابٌ فِيْ عِتْقِ أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ

اُمّ ولد اپنے آقا کے انتقال کے بعد آزاد ہو جائے گی

(۲۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ خَطَّابِ بْنِ صَالِحٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أُمِّهٖ عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ مَعْقِلٍ امْرَأَةٍ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ غَيْلَانَ قَالَتْ قَدِمَ بِيْ عَمِّيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَاعَنِيْ مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِيْ أَبِي الْيُسْرِ بْنِ عَمْرٍو فَوَلَدْتُ لَهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحُبَابِ ثُمَّ هَلَكَ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ الْآنَ وَاللّٰهِ تُبَاعِيْنَ فِيْ دَيْنِهٖ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ مِنْ خَارِجَةِ قَيْسِ غَيْلَانَ قَدِمَ بِيْ عَمِّي الْمَدِيْنَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَبَاعَنِيْ مِنَ الْحُبَابِ بْنِ عَمْرٍو أَخِيْ أَبِي الْيُسْرِ بْنِ عَمْرٍو فَوَلَدْتُ لَهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْحُبَابِ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ الْآنَ وَاللّٰهِ تُبَاعِيْنَ فِيْ دَيْنِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وَلِيُّ الْحُبَابِ قِيْلَ أَخُوْهُ أَبُو الْيُسْرِ بْنُ عَمْرٍو فَبَعَثَ إِلَيْهِ فَقَالَ أَعْتِقُوْهَا فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِرَقِيْقٍ قَدِمَ عَلَيَّ فَأْتُوْنِيْ أُعَوِّضْكُمْ مِنْهَا قَالَتْ فَأَعْتَقُوْنِيْ وَقَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقِيْقٌ فَعَوَّضَهُمْ مِنِّيْ غُلَامًا.

''عبداللہ بن محمد' محمد بن سلمہ' محمد بن اسحٰق' خطاب بن صالح' ان کی والدہ' سلامہ بنت معقل سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی خارجہ قیس غیلان

کی ایک خاتون تھیں (وہ کہتی ہیں) دورِ جاہلیت میں مجھے میرے چچا لے کر آئے اور مجھے حباب بن عمر جو ابوالیسر بن عمر کے بھائی تھے ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میرے پیٹ سے حباب کا ایک بیٹا عبدالرحمٰن پیدا ہوا۔ اس کے بعد حباب کا انتقال ہو گیا۔ ان کی اہلیہ نے کہا اللہ کی قسم تم حباب کے قرض کے عوض فروخت کی جاؤ گی۔ میں یہ بات سن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں خارجہ قیس غیلان کی ایک عورت ہوں میرے چچا دورِ جاہلیت میں مجھ کو مدینہ منورہ میں لے کر آیا اور اس نے مجھے ابوالیسر بن عمرو کے بھائی خارجہ قیس غیلان، حباب بن عمرو کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میرے پیٹ سے حباب کے ایک لڑکے عبدالرحمٰن کی ولادت ہوئی۔ اب حباب کی بیوی کہتی ہیں کہ تمہیں اس قرض کے بدلے فروخت کیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا حباب کا وارث کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کے بھائی ابوالیسر بن عمر (وارث ہیں)۔ آپ نے ان سے کہلوایا کہ تم سلامہ کو آزاد کر دو جب تم سنو کہ میرے پاس، غلام باندی آئے ہیں تو تم میرے پاس آ جانا میں تم کو اس کا معاوضہ دوں گا۔ سلامہ نے بیان کیا یہ بات سن کر ان لوگوں نے مجھ کو آزاد کر دیا۔ پھر آپ کی خدمت میں غلام باندی آئے تو آپ نے میرے معاوضہ میں ان کو ایک غلام عطا فرمایا۔''

(۲۲۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بِعْنَا أُمَّهَاتِ الْأَوْلَادِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ نَهَانَا فَانْتَهَيْنَا.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، قیس، عطاء، جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم اُمّ ولد (یعنی اس باندی کو جس کے یہاں ہمارے نطفہ سے اولاد ہو) کو دورِ نبوی میں اور ابوبکر صدیقؓ کے دور میں فروخت کیا کرتے تھے پھر جب عمر فاروقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ہمیں اس سے منع فرما دیا (اور ہم رک گئے (ام ولد کی خرید و فروخت بند کر دی))''

تشریح: ام ولد کی تعریف: اس کا لفظی معنی ہے بچے کی ماں۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ وہ کنیز جو اپنے مولیٰ کا بچہ جنے پھر مولیٰ اس کا اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے اور میری لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔ اس لونڈی کو ام ولد یعنی اپنے مولیٰ کے بچے کی ماں کہتے ہیں۔

ام ولد کا فروخت کرنا: یہ بات تو واضح ہے کہ جب تک مولیٰ زندہ ہے ام ولد اسی کے پاس رہے گی۔ جمہور اہل علم کے نزدیک ام ولد اپنے مولیٰ کی وفات کے بعد آزاد ہوگی ورثاء میں بطور ترکہ تقسیم نہ ہوگی اور نہ ہی قرض خواہوں کے لیے بقدر نصیبہم کما کر دینے کی مکلف ہوگی خواہ مولیٰ مقروض ہو یا معسر۔ **وهذا مذهب جمهور الصحابة والتابعين والفقهاء.** (عون)

بشر مریسی اور بعض ظاہریہ کے نزدیک ام ولد کی بیع مولیٰ کی موت کے بعد جائز ہے۔ **ولا يعتنى بهذا القول احد.** حضرت علیؓ سے بھی اس میں اختلاف روایت ہے لیکن طیبی اور اشعۃ اللمعات میں ان کی طرف اس نسبت کی تردید کی گئی ہے۔ (حاشیہ ابوداؤد)

جمہور کے دلائل: (۱) **ايما امرأة ولدت من سيدها فهي حرة بعد موته.** (ابن ماجہ از بذل) جس لونڈی نے اپنے سردار سے بچہ جنا سو وہ اس کی موت کے بعد آزاد ہوگی۔

(۲) باب کی حدیث اول میں ہے **فاعتقوها** تم اسے آزاد چھوڑ دو۔

(۳) آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد ماریہ قبطیہ کنیز چھوڑی اور یہ فرمان بھی ہے: **نحن لا نورث ما ترکنا صدقة.** ہم انبیاء کی جماعت وارث نہیں بناتے جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اس اصول کے مطابق اگر ام ولد آزاد نہ ہوتی تو ماریہ قبطیہؓ کو بیچ کر ان کے ثمن کو صدقہ میں صرف کیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ام ولد مولیٰ کے انتقال کے بعد آزاد ہے۔

(۴) آزادی اور غلامی میں اولاد پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو ماں کا ہوتا ہے۔ جب یہ بچہ آزاد ہے تو اس کی ماں کیوں آزاد نہ ہوگی۔ مزید براں یہ کہ ماں بیٹا میں تفریق منع ہے اور لونڈی کو بیچنے یا ترکہ میں تقسیم کرنے یا قرض خواہوں کے حوالے کرنے میں یقیناً تفریق ہے جو کہ ممنوع ہے اس لیے ام ولد کو آزاد ہی سمجھا جائے گا حدیث ثانی سے جواز بیع کا ثبوت ظاہر ہو رہا ہے اس کا جواب وہیں موجود ہے۔

حدیث اول: یہ سلامہ بنت معقل کا واقعہ ہے جو حباب بن عمرو کی ام ولد یعنی حباب کے بیٹے عبدالرحمٰن کی ماں ہے، حباب کے انتقال کے بعد اس کی بیوی نے اس کی ام ولد سلامہ سے کہا کہ تم اپنے مولیٰ کے قرض کے عوض فروخت کی جاؤ گی .... اس پر وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آزادی پائی۔

فقال: اعتقوها. اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ ام ولد صرف موت مولیٰ سے آزاد نہ ہوگی، لیکن یہ مطلب درست نہیں چنانچہ امام بیہقیؒ کہتے ہیں: **ان المراد باعتقوها خلّوا سبیلها.** کہ تم اسے آزاد کرو۔ اس سے مراد اس کی راہ خالی کرنا اور آزادی نافذ کرنا ہے کہ جب مولی کی موت کے بعد یہ آزاد ہے تو اسے تم جانے دو نہ یہ کہ اس کے بیچنے کے پروگرام بناؤ اور یہی مطلب دیگر نصوص واردہ سے موافق وغیر متعارض ہے۔

فائتوانی اعوّضکم. سو تم میرے پاس آؤ میں تمہیں اس کا عوض اور بدلہ دوں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اب اسے آزاد کر دو میں تمہیں اس کا بدل دوں گا تو یہ اعتاق بالبدل ہو گیا۔ نہیں بلکہ یہ تو آزاد ہے اسے جانے دو باقی تمہیں میں اپنی طرف سے عطیہ بایں معنی عوض دوں گا کہ اس کی آزادی سے جو خلا ہوا وہ پُر ہو جائے گا۔ پھر غلام دیا بھی جیسے متن میں آگے مذکور ہے۔

حدیث ثانی: فلما کان عمرؓ نهانا فانتهینا.

سوال: آپ ﷺ اور خلافت ابی بکرؓ میں ام ولد کیسے فروخت ہوتی رہیں حالانکہ تفصیل بالا سے ان کا آزاد ہونا ثابت ہے۔ پھر ان کا بیچنا کیسے جائز تھا اور حضرت عمرؓ نے کیوں روکا؟

جواب: (۱) اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے عہد میں ابتداءً ایسا تھا پھر منع کر دیا گیا۔

(۲) ام ولد کی خرید و فروخت نادر و قلیل تھی اور اس کی اطلاع آپ ﷺ تک نہ پہنچی۔

(۳) حضرت ابو بکرؓ کو بھی اس کی اطلاع بدو وجہ نہ ہوئی ایک تو ان کی مدت خلافت تھوڑی ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ وہ بھی مرتدین سے معرکہ آرائی اور مسلمانوں کے فلاحی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے فارغ نہ ہوئے۔ بہر صورت یہ ام ولد کی خرید

وفروخت کے جواز پر دلیل نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی تقریر وتثبیت نہیں پھر حضرت عمرؓ کا فیصلہ اور اس پر اجماع صحابہ جمہور کے مسلک کے صحیح ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

(۱۰) بَابٌ فِيْ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

مدبر کو فروخت کرنے کا بیان

(۲۲۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ وَإِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ مِنْهُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَبِيعَ بِسَبْعِ مِائَةٍ أَوْ بِتِسْعِ مِائَةٍ.

''احمد بن حنبل، ہشیم، عبدالملک بن ابی سلیمان، عطاء، اسماعیل، سلمہ بن کھیل، عطاء، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنے انتقال کے بعد اپنے غلام کو آزاد کیا اور اس شخص کے پاس اس غلام کے علاوہ اور مال نہیں تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کے فروخت کرنے کا حکم فرمایا تو وہ غلام سات سو یا نو سو میں فروخت ہوا۔''

(۲۲۳) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا زَادَ وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ أَنْتَ أَحَقُّ بِثَمَنِهِ وَاللّٰهُ أَغْنٰى عَنْهُ.

''جعفر بن مسافر، بشر بن بکر، اوزاعی، عطاء بن ابی رباح، حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہ حدیث روایت ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تم اس غلام کی قیمت لینے کے زیادہ حقدار ہو اور اللہ تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔''

(۲۲۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو مَذْكُورٍ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ يُقَالُ لَهُ يَعْقُوبُ عَنْ دُبُرٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَدَعَا بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ النَّحَّامِ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فَقِيرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلٰى عِيَالِهِ فَإِنْ كَانَ فِيهَا فَضْلٌ فَعَلٰى ذِي قَرَابَتِهِ أَوْ قَالَ عَلٰى ذِي رَحِمِهِ فَإِنْ كَانَ فَضْلًا فَهَاهُنَا وَهَاهُنَا.

''احمد بن حنبل، اسماعیل، ایوب، ابوزبیر، جابرؓ سے روایت ہے کہ انصار میں ایک شخص تھا جس کو ابومذکور کہا جاتا تھا اس شخص نے اپنے مدبر غلام جس کو یعقوب کہتے تھے آزاد کیا اور اس شخص کے پاس اسکے علاوہ اور کچھ مال نہیں تھا تو نبیؐ نے اس غلام کو طلب فرمایا اور فرمایا کون شخص اس غلام کو خریدنا چاہتا ہے؟ تو اسے نعیم بن عبداللہ بن نحام نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ پھر آپ نے وہ درہم اس انصاری کو عنایت فرما دیئے اور فرمایا: جب تم لوگوں میں کوئی محتاج ہو (یعنی آزاد کرنے والا شخص) تو اس کو اپنے آپ سے شروع کرنا چاہئے پھر جو اپنے سے فاضل رہے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور اپنے اہل وعیال سے جو بچ جائے تو اپنے دوسرے خاندان کے لوگوں پر خرچ کرے (راوی کو شک ہے کہ آپ نے ذی رحم فرمایا) اور رشتہ داروں سے جو بچ جائے تو اس کو اس طرح اور اس

طرح کرو۔"

تشریح: بر باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

تعریف: المدبر هو الذی علّق سیده عتقه علی موته. مدبر وہ غلام ہے جس کی آزادی کو مولیٰ نے اپنی موت سے معلق کر دیا ہو کہ جب میں مروں گا تو تو آزاد۔

لان الموت دبر الحیاة. کیونکہ موت زندگی کے بعد ہے یعنی موت کے بعد آزادی کا وعدہ کیا ہوا۔ دوسری وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ مدبر یہ تدبیر سے ہے کہ اس کے مولیٰ نے تدبیر اور غور فکر کیا زندگی میں اس کے غلام رکھنے اور خدمت لینے کے لیے اور مرنے کے بعد اس کو آزاد کرنے کے لیے یعنی مدبر وزیرک مولیٰ نے اپنی دنیا وآخرت دونوں کو سوچا ہے کہ یہاں استخدام وہاں انعام یعنی دنیا کے لیے خدمت لی اور آخرت کے لیے احسان وآزاد کر کے ثواب کما لیا۔ (عون)

مدبر غلام کی بیع ؟: اس مسئلہ کی تفصیل سے قبل مدبر کی تقسیم بطور تمہید ملاحظہ ہو:

مدبر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مدبر مطلق (۲) مدبر مقید۔

مدبر مطلق: تو یہ ہے کہ مولیٰ اپنے غلام سے کہے کہ میری موت کے بعد تو آزاد ہے۔ انت حر یوم أموت، اذامت فانت حر دبر تلث وغیرہ۔

مدبر مقید: وہ ہے جس کے لیے کوئی قید یا شرط لگائی ہو مثلاً ان انا مت من مرضی هذا او سفری هذا فانت حر. مولی کہے کہ اگر میں جس مرض میں مبتلا ہوں اس میں مر گیا یا جس سفر میں ہوں اسی سفر میں مر گیا تو آزاد ہے۔ یا مولی اور کوئی اس قسم کی شرط لگائے کہ اگر میں بیس سال تک مر گیا تو آزاد ہے۔

مدبر مطلق کا حکم: مطلق مدبر کا حکم یہ ہے کہ مولیٰ کی زندگی میں اسے بیچ نہیں سکتے، ہبہ نہیں کر سکتے البتہ خدمت لے سکتے ہیں، اجرت پر دیا جا سکتا ہے۔ اگر مدبر وہ باندی ہے تو اس سے وطی کرنا درست ہے اس کے لیے یہ احکام تو مالک کی زندگی میں ہیں جب مرے گا تو یہ آزاد ہوگا یعنی مدبر بنانے کے بعد مولیٰ کی زندگی میں مدبر کو حریت کا حق حاصل ہو جائے گا اور مرتے ہی حقیقت حریت ثابت ہو جائے گی۔

فائدہ: یہ آزادی اگر مولیٰ موسر ہے تو ثلث مال میں سے متحقق ہوگی تا کہ ورثاء کے حصص میں کمی نہ آئے اور اگر مولیٰ فقیر مرا ہے تو پھر ایک تہائی بالکل مفت آزاد اور دو تہائی کی قیمت کما کر ورثاء کو دے گا مثلاً بارہ سو اس کی قیمت ہے تو آٹھ سو کما کر دے گا۔ یہ اس وقت ہے جب مولیٰ نے تو کہ میں صرف یہی غلام ہی چھوڑا ہو اس کے علاوہ اور مال نہ ہو۔ اگر مولیٰ پر اتنا قرض ہے کہ اس کے جمیع مال کو گھیرے ہوئے ہے تو پھر مدبر غلام اپنی پوری قیمت یعنی بارہ سو ہی کما کر دے گا۔ (عینی از عون)

مدبر مقید کا حکم: وہ مدبر غلام جس کی آزادی کسی شرط سے مقید و معلق ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شرط وقید پائی گئی تو وہ آزاد ہوگا ورنہ نہیں اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے۔ یہ تفصیل بتصریح علامہ عینی عند الاحناف ہے۔

احناف و مالکیہ کا مسلک: صاحب تلویح کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، مالکؒ اہل کوفہ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ مدبر

کی بیع کی مولیٰ کو اجازت نہیں اور بذل میں چھ کبار صحابہ (حضرت عمرؓ، عثمانؓ، زیدؓ، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ) اور اکیس تابعین وتبع تابعین (مثلاً قاضی شریحؒ، ابن میسبؒ، ابن سیرینؒ) کا یہی قول نقل کیا گیا ہے اس لیے امام صاحبؒ نے فرمایا:

لولا قول هٰؤلاء الاجلّة لقلت بجواز بيع المدبر.

شوافع وحنابلہ کا مسلک: امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابوثورؒ، امام اسحٰق، اہل ظاہر کے نزدیک مدبر کی بیع مطلقاً جائز ہے۔

امام قسطلانیؒ: لکھتے ہیں کہ مدبر کی بیع میں اختلاف ہے پہلا مذہب مطلقاً جواز کا ہے یہ امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول ہے دوسرا مذہب مطلقاً منع اور عدم جواز کا ہے۔ یہ احناف (ومالکیہ) کا ذہب ہے۔ اس میں دو مرجوح مذہب اور بھی مذکور ہیں۔

عون میں ہے: وقال ابو حنيفة ومالك وجمهور العلماء والسلف من الحجاز بين والشاميين والكوفيين رحمهم الله تعالى لا يجوز بيع المدبر.........

جمہور کی دلیل: (۱) **قال المدبر لا يباع ولا يوهب وهو حرّ من ثلث المال اخرجه الدار قطني.** (بذل)

ابن عمرؓ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مدبر نہ بیچا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے اور وہ ایک تہائی مال سے آزاد ہوگا۔

(۲) **ان رسول اللهؐ نهى عن بيع المدبر.** (عون) ابوسعید خدریؓ اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے مدبر کے بیچنے سے روکا۔

شوافع کی دلیل: باب کی حدیث ان کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے مدبر کے بیچنے کا حکم دیا۔

جواب: علامہ زیلعیؒ نے حدیث باب کے دو جواب دیئے ہیں:

(۱) یہ حدیث مدبر مقید پر محمول ہے اور مدبر مقید کی بیع ہمارے نزدیک بھی جائز ہے ہاں اگر وہ حضرات اسے مدبر مطلق ثابت کر دیں تو پھر دلیل بن سکے گی لیکن وہ اسے ثابت ہی نہیں کر سکتے۔

(۲) اس بیع سے مراد بیع الرقبہ نہیں بلکہ غلام کے منافع خدمت وغیرہ مراد ہیں اس کی دلیل دارقطنی کی یہ عبارت ہے:......

انّما اذن في بيع خدمته. یہ تو صرف اس کی خدمت کی بیع کی اجازت ہے۔

تنبیہ: بذل کے حاشیہ میں بحوالہ فتاویٰ شامیہ درج ہے کہ اگر شافعی قاضی اور جج نے مدبر کی تدبیر کے بطلان کا فیصلہ کیا تو اس کا مدبر ہونا باطل ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث باب میں آپ ﷺ کے فیصلے سے تدبیر باطل ہو چکی تو پھر فروخت کرنا جائز ہوا۔

(۳) تیسرا جواب یہ بھی ہے کہ مدبر کو بیچنا اس کی زندگی میں تھا جو اس کی تدبیر کو باطل کرنا ہے۔ اس لیے یہ حجت تام اور مفید کلام نہیں۔ (بذل)

حدیث اول: **ان رجلا.** یہ ابومذکور عدوی انصاریؓ ہیں اور غلام کا نام یعقوب ہے۔

او بتسع مائة. عون میں ہے کہ صرف اس حدیث میں سات سو اور نو سو تردد سے ذکر ہے ورنہ بخاریؒ اور اسماعیلیؒ کی روایت میں آٹھ سو بالیقین مذکور ہے۔

حدیث ثانی: والله اغنی عنه ای غنیّ عنه وعن جمیع المخلوقات. اللہ تعالیٰ جملہ مخلوقات سے بے پرواہ اور غنی ذات ہے کیونکہ احسان کرنے والا یہی ہے تو بوقت ضرورت زیادہ حقدار بھی یہی ہوگا۔

حدیث ثالث: نعیم بن عبدالله بن القحام. یہ درست نعیم بن عبداللہ النحام ہے النحال ولدیت نہیں بلکہ صفت ہے۔ وان کان فضلافها هنا وههنا. یعنی اللہ کا دیا ہوا ہر سمت میں خرچ کریں۔ گنجائش کم ہونے کی صورت میں ترتیب مذکور سے خرچ کریں۔

(۱۱) بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ عَبِيدًا لَهُ لَمْ يَبْلُغْهُمُ الثُّلُثُ

جو شخص اپنے غلاموں کو آزاد کردے اگر وہ غلام تہائی مال سے زیادہ ہوں تو کیا حکم ہے؟

(۲۲۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ أَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا ثُمَّ دَعَاهُمْ فَجَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً.

''سلیمان بن حرب' حماد' ایوب' ابوقلابہ' ابومہلب' عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے انتقال کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کردیا اور اس شخص کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کچھ مال نہیں تھا۔ جب نبیؐ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے اس آزاد کرنے والے شخص کو سخت سست فرمایا اور آپ نے ان غلاموں کو طلب فرمایا اور ان کے تین حصے کئے اور ان کے درمیان قرعہ اندازی کی پھر آپ نے ان غلاموں سے دو غلاموں کو آزاد کردیا اور چار غلاموں کو غلام ہی رہنے دیا۔''

(۲۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَلَمْ يَقُلْ فَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا.

''ابوکامل' عبدالعزیز بن مختار' خالد' حضرت ابوقلابہ سے اسی طریقہ سے روایت ہے اس روایت میں اس طرح مذکور نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو سخت سست کہا۔''

(۲۲۷) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ الطَّحَّانُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي زَيْدٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ بِمَعْنَاهُ وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ شَهِدْتُهُ قَبْلَ أَنْ يُدْفَنَ لَمْ يُدْفَنْ فِي مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ.

''وہب بن بقیہ' خالد' ابوقلابہ' حضرت ابوزید سے روایت ہے ایک انصاری نے اپنے چھ غلاموں کو آزاد کردیا پھر یہی حدیث بیان کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص کے جنازے پر اس کی تدفین سے قبل میں موجود ہوتا تو یہ شخص مسلمانوں کی قبروں میں نہ دفنایا جاتا۔''

(۲۲۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَتِيقٍ وَأَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ

رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ أَعْبُدٍ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً.

''مسدد، حماد بن زید، یحییٰ، ایوب، محمد بن سیرین، حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنے انتقال کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر ڈالا اور اس شخص کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی اور مال نہیں تھا پھر اس بات کی خبر آنحضرت ﷺ کو ملی تو آپ نے ان غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو ان غلاموں میں سے دو کو آزاد کر دیا اور چار غلاموں کو غلام ہی رہنے دیا۔''

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ مال و مملوک میں ایسی نیکی اور تصرف ممنوع ہے جس سے ورثاء و پسماندگان کو مشقت ومحرومی ہو۔ انسان ایسا ہرگز نہ کرے۔ عبد یہ حر کی ضد ہے اس کی جمع عبید، عباد، عبدان، اعباد، اعبدۃ وغیرہ آتی ہیں۔ غلام

حدیث اول: **فجزّأهم (ای قسّمهم) ثلاثة اجزاء.** ایک آدمی نے جب چھ کے چھ غلام آزاد کر دیئے حالانکہ اس کی مالیت موروثہ ومتوارثہ صرف یہی تھی تو آپ ﷺ نے ورثاء کو محروم کرنے کی وجہ سے اسے تنبیہ فرمائی پھر چھ میں سے ایک تہائی یعنی دو کو آزاد قرار دیا اور چار کو غلام برقرار رکھا اس لیے کہ یہ اعتاق مثل وصیت کے ہو گیا جو صرف ثلث مال میں نافذ ہوتی ہے۔

احناف کا مسلک: حنفیہ کے نزدیک اگر متعدد غلاموں کو مولیٰ آزاد کرے اور وہ ثلث مال تک نہ پہنچتے ہوں تو پھر ان میں سے ہر ایک غلام کی تہائی آزاد ہوگی اور باقی دو ثلث کے برابر کما کر قیمت کی ادائیگی کریں گے، اس طرح ورثاء محرومی سے بچیں گے اور غلام بھی آزادی پائیں گے۔ امام شافعیؒ نخعیؒ، قاضی شریحؒ، حسنؒ، ابن مسیبؒ کا بھی یہی قول ہے۔

ائمہ ثلاثہ کا مسلک: امام شافعیؒ، مالکؒ، احمدؒ (بقول نوویؒ جمہور) کا مسلک یہ ہے کہ غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی جن کے نام قرعہ نکلا وہ مکمل آزاد ہوں گے اور باقی حسب سابق غلام رہیں گے۔

دلیل: ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث باب ہے جو بالکل صریح ہے کہ آپ ﷺ نے قرعہ ڈالا۔

قال النوویؒ: **فأعتق اثنين وارق اربعة صريح بالرد على ابن حنيفة.** (ازعون) علامہ نوویؒ نے اس دلیل کو پیش کر کے خوب شد ومد کے ساتھ احناف کی تردید فرمائی ہے۔

جواب: اس کا واضح سا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ ابتداء اسلام کا ہے جو یقیناً منسوخ ہے جیسے قمار وغیرہ منسوخ وممنوع ہوئے تو اس کی ممانعت بھی آئی۔ اس کے لیے قرینہ یہ ہے کہ قرعہ سے تعیین اس وقت ہوتی ہے جب اشتراک فی الکل ہو، تعیین علی الانفراد نہ ہو بلکہ کسی چیز کے متعدد حقدار ہوں مگر کسی کا حق وحصہ طے نہ پا رہا ہو۔ جبکہ متکلم فیہ بحث ومسئلہ میں ہر ایک غلام عتق کا محل ہے اور کہنے والے اور وصیت کرنے والے کی وصیت کے وقت اس کا حکم لاگو ہو گیا کیونکہ اس نے یہ تو نہیں کہا کہ تم میں سے دو آزاد ہیں پھر دو کی تعیین کے لیے قرعہ ڈالا جائے کہ آزادی والا کلام کن دو غلاموں کے حق میں مؤثر ہوا اس کی قرعہ سے تعیین ہو سکے گی۔ حالانکہ یہاں تو عتق سرایت کر چکا اب اسے ثلث تک محدود تو کیا جا سکتا ہے بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ **هذا ما بدا لی والله اعلم بالصواب.**

اعتق ستة اعبد. صحیح مسلم میں ہے: **ان رجلا اوصی عند موته فاعتق ستة مملوكين.**

علامہ قرطبیؒ: کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بیماری کے ایام کا ہے۔ دونوں روایات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ لفظ اوصیٰ میں

وسعت ہو کہ اعتق کے معنی کو بھی متضمن ہو۔ **فقال له قولا شديدًا اى اغلظ بالوعيد و الذم.** یعنی وعید و مذمت کرنا عطائے ربانی سے محرومی کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث ثانی: كما مر

حدیث ثالث: بمعناه اى بمعنى الحديث المتقدم. سابقہ حدیث کے ہم معنیٰ۔

لم يدفن في مقابر المسلمين. یہ مجہول کا صیغہ ہے۔ سنن نسائی میں ہے: **ولقت هممت أن لا اصلى عليه.** البتہ میں نے ارادہ کیا کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھاؤں۔ امام نوویؒ کہتے ہیں **عدم شركت فى الجنازه** اور **عدم تدفين فى مقابر المسلمين** بعد والوں کے لیے تنبیہ ہے کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے ورنہ اس پر جنازہ پڑھنا درست تھا چنانچہ بعض صحابہ موجود رہے۔ (از عون)

حدیث رابع: اعتق ستة اعبد عند موته. اس سے حدیث اول کی تصریح ثابت ہوگئی کہ واقعہ مرض بلکہ مرض الموت کا ہے۔

(۱۲) بَابٌ فِيمَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ

جو شخص اپنے دولت مند غلام کو آزاد کرے تو اس کے مال کا مالک کون ہوگا؟

(۲۲۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُ الْعَبْدِ لَهُ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ السَّيِّدُ.

''احمد بن صالح، ابن وہب، ابن لہیعہ، لیث، عبید اللہ، بکیر، رافع، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے مالدار غلام کو آزاد کیا تو وہ مالک کا حق ہے مگر یہ کہ مالک شرط کر لے۔''

تشریح: من اعتق عبد اوله مال فمال العبد له. جس مولیٰ نے غلام کو اس حال میں آزاد کیا کہ اس غلام کے پاس مال ہے تو وہ مال اسی غلام کا ہے۔

(۱) آخری **له** کا مرجع **العبد** ہو جو قریب ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب ایک سردار نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور آزادی ملتے وقت غلام کے قبضے میں مال تھا تو یہ مال احسان و عطاء کے طور پر اسی غلام کا ہو جائے گا۔ مگر مولیٰ شرط لگائے اور استثناء کرے کہ تجھے آزاد کر رہا ہوں مگر تیرے قبضے والا مال تیرا نہ ہوگا بلکہ میرا ہوگا تو مال غلام کا ہوا تھا استثناء کی وجہ سے مولیٰ کا ہوگا۔ اس کی تائید مسند احمد کی ایک روایت سے ہوتی ہے: **من اعتق عبدا و له مال فالمال للعبد.** (بذل) جس نے غلام کو آزاد کیا اس حال میں کہ اس کے قبضے میں مال تھا تو وہ مقبوضہ مال غلام کا ہوگا۔ امام مالکؒ، حسنؒ، اہل مدینہ، امام شافعیؒ کا قول قدیم یہی ہے۔

(۲) اس کی دوسری تشریح مرجع بدلنے سے ہے جو عند الجمہور مقبول وراجح ہے کہ "له" کی ضمیر کا مرجع "من" ہو جس کا مصداق معتق ومولیٰ ہے۔ لفظاً من لفظاً اگرچہ بعید ہے لیکن معناً زیادہ مفید ہے کیونکہ غلام ایام رقیت میں جو کچھ کماتا ہے وہ مولیٰ کا ہی ہوتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آزادی ملتے وقت غلام کے پاس جو مال ہوگا وہ مالک ومولیٰ کا ہوگا۔ ہاں اگر مولیٰ شرط لگائے یا استثناء کردے کہ اس مال کا حق تو میرا بنتا ہے لیکن عطیۃً وھبۃً تجھے دیتا ہوں تو اب بصورت استثناء غلام کو مولیٰ کی عطا سے مال ملے گا۔ یہ شوافع کا قول جدید وصحیح، احناف اور جمہور اہل علم کا مذہب اور مقبول مطلب ہے۔

اس کی تائید ان روایات سے ہوتی ہے: (۱) من باع عبدا وله مال فماله للبائع. جس نے غلام کو آزاد کیا اس حال میں کہ اس کے پاس مال ہے تو وہ مال بائع وسابق مولیٰ کا ہوگا۔

(۲) **من اعتق عبدا فما للذی اعتقه.** جس نے غلام کو آزاد کیا کہ اس کے پاس مال ہے تو یہ مال اس کا ہوگا جس نے آزاد کیا۔

(۳) غلام اور مال دونوں مولیٰ کے ملک میں تھے غلام آزاد ہوا مال حسب سابق مولیٰ کا ہی رہے گا۔ (بذل)

فالمال للعبد. اشعة اللمعات میں ہے: اضافة المال الی العبد لیست باعتبارا لملك بل باعتبار الید والقبضة. (عون) حدیث مبارک میں مال کی نسبت غلام کی طرف صرف قبضہ اور ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ ملک میں ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ مملوک کسی شئی کا مالک نہیں ہوتا۔

ہدایہ میں ہے: لا ملك للملوك. صاحب فتح القدیر ابن الھمامؒ نے بھی جمہور کا یہی مسلک بتایا ہے اور قول اول ظاہریہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (عون) نسائی شریف میں یہ روایت اس طرح ہے: "**من اعتق عبدا وله مال فماله له الا ان یستثنیه**" جس نے غلام کو آزاد کیا اس حال میں کہ اس کے پاس مال ہے سو وہ مال اسی کا ہوگا مگر وہ اسے مستثنیٰ کرلے۔

(۱۳) بَابٌ فِیْ عِتْقِ وَلَدِ الزِّنَا

زنا سے پیدا شدہ باندی غلام آزاد کرنے کا حکم

(۲۳۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَلَدُ الزِّنَا شَرُّ الثَّلَاثَةِ و قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ لَأَنْ أُمَتِّعَ بِسَوْطٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُعْتِقَ وَلَدَ زِنْيَةٍ.

"ابراہیم بن موسیٰ، جریر، سہیل بن ابی صالح، ان کے والد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا زنا (کرنے سے پیدا ہوا) بچہ تینوں میں سب سے بُرا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں راہِ الٰہی میں ایک اور کوڑا دے دوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ میں زنا کے بچہ کو آزاد کروں۔"

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ انسان وہ نیکی کرے جس میں زیادہ سے زیادہ خیر و بھلائی اور نیکی کی توقع ہو نہ یہ کہ

برائی کی راہیں کھلنے کا اندیشہ ہو یا اجر کم ہو۔

حدیث اول: ولد الزنا شرّ الثلثة.

شر الثلثة کی وجوہ: (۱) تین میں سے برا یا برائی کا مجموعہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اصل، نسب، ولادت تینوں کے اعتبار سے برا ہے نطفہ بدکردار کا، نسب عیار کا، رحم مزینہ مردار کا، تو حاصل بھی برائی کا مجموعہ ہوا۔

(۲) تین میں سے برا اس لیے کہا گیا کہ زانی و مزینہ پر تو حد جاری ہوگئی اور تطہیر ہو چکی لیکن اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس کا کسی کو پتہ نہیں اس لیے تین میں کا برا کہا جس کا انجام معلوم نہیں۔

(۳) تین میں کا برا اس لیے کہا گیا کہ وہ دونوں تو اپنی عادت خبیثہ اور حرکت شنیعہ و عمل قبیح کو بھلا چکے یہ اب بھی اس کا چرچا کرتا ہے تو یہ ان میں سے بدتر ہوا۔

(۴) تین میں کا برا اس میں صورت میں ہے کہ یہ بھی اپنے ماں باپ جیسا بدترین فعل کرے اور اس کا مرتکب ہو تو یہ ان سے بدتر ہے، بداصل ہے، بدنسل ہے، بدعمل ہے، حیاء و عقل سے پیدل ہے۔ اس مذمت و شناعت کا سبب اس کا برا عمل ہے۔

(۵) شر الثلثة تین میں کا برا اس وجہ سے کہا گیا کہ ایک واقعہ ایسا ہی پیش آیا تو اس کا نام تین میں کا بدتر ہو گیا کہ اس نے دو قدم بڑھ کر ناحق قتل کا ارتکاب کیا۔

غلط طریقہ اور بے حیائی سے پیدا شدہ بچہ یا بچی اگر مذکور بالا اعمال قبیحہ کا مرتکب اور عادی ہو تو یقیناً قابل مذمت و نفرت ہے اور اگر صالحہ باحیاء و باکردار اور متقی و پرہیزگار ہے تو پھر قابل ملامت نہیں کیونکہ درحقیقت اس کا قصور نہیں۔ ہاں اگر ہوش سنبھالنے کے بعد اس میں بھی وہی حرکات و عادات نمودار ہوں تو شئی دیگر است۔

یہ بات مسلم ہے کہ ماں باپ کے احوال و افعال اور طوار و اعمال کا بچے پر قوی اثر ہوتا ہے چنانچہ قصہ مریم میں ہے: "ما کان ابوك امر اسوءٍ وما كانت امك بغيا." (مریم:۲۸) تیرا باپ برا تھا نہ ماں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ماں باپ کا اولاد پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

ولد الزنا کی امامت: فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ غلط طریقے سے پیدا شدہ بچہ بڑا ہو کر امامت نہ کر سکے گا اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ اور آزاد کرنے کی ممانعت حدیث باب میں موجود ہے۔

ولد الزنا کے آزاد کرنے سے ممانعت کی وجہ: بذل میں اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کی طبیعت و عادت میں خباثت ہے اور آزاد کرنے سے مزید چھوٹ مل جائے گی اب تک مصروف و مملوک اور ماتحت ہونے کی وجہ سے کچھ بچا ہوا ہے کہ اتنا موقع میسر نہیں ہوتا آزاد ہونے کے بعد تو پھر شتر بے مہار کی مثل ہوگا چنانچہ یہ آزاد کرنا اعانت علی الاثم والفحش ہے جو منع ہے لان امتع. یہ واحد متکلم باب تفصیل سے ہے لام تاکید اور ان ناصبہ ہے البتہ یہ کہ میں فائدہ پہنچاؤں ایک چابک کے ذریعے ایک سوار کو جو جہاد، حج یا دیگر کسی مبارک سفر پر روانہ ہو یہ حرامی کو آزاد کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اس قلیل عمل میں ثواب کثیر ہے جبکہ اسے آزاد کرنے میں شر کا دروازہ کھولنا ہے باوجود زیادہ خرچ کے مرجوح ہے زیادہ خرچ کو نہیں ثواب و اجر کو دیکھنا ہے۔ ولد

زنية. فاحشہ وطائفہ کا بچہ اس کے برعکس حلالی بچے کے لیے کہا جاتا ہے ولد رشدة صحیح راہ بقید نکاح والی کا بچہ۔ زنية بفتح الزاء وكسرها والفتح افصح. (بذل) یہ زاء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے فتحہ فصیح اور زیادہ موزوں ومشہور ہے۔
فائدہ: وكان ابن عمر اذا قيل ولد الزنا شر الثلثة قال بل هو خير الثلثة. (عون) ابن عمرؓ کا تین میں سے بہتر کہنا اس پر محمول ہوگا کہ یہ سلجھا ہوا صالحہ ہو ماں باپ کی ریت پر نہ ہو تو قابل مذمت نہ ہوگا۔

(۱۴) بَابٌ فِيْ ثَوَابِ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کے ثواب کا بیان

(۲۳۱) حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ مُحَمَّدٍ نِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ أَبِيْ عَبْلَةَ عَنِ الْغَرِيْفِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ قَالَ أَتَيْنَا وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فَقُلْنَا لَهُ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا لَيْسَ فِيْهِ زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ فَغَضِبَ وَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَقْرَأُ وَمُصْحَفُهُ مُعَلَّقٌ فِيْ بَيْتِهِ فَيَزِيْدُ وَيَنْقُصُ قُلْنَا إِنَّمَا أَرَدْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَاحِبٍ لَنَا أَوْجَبَ يَعْنِي النَّارَ بِالْقَتْلِ فَقَالَ أَعْتِقُوْا عَنْهُ يُعْتِقِ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِنْهُ عُضْوًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ.

''عیسیٰ بن محمد ، ضمرہ بن ابی عبلہ، عریف بن دیلمی سے روایت ہے ہم لوگ واثلہ بن اسقعؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے کہا ہم لوگوں سے ایسی روایت بیان کرو کہ جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہو۔ واثلہؓ کو یہ بات سن کر غصہ آ گیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص قرآن پڑھے جبکہ اسکے گھر میں مصحف موجود ہو پھر بھی وہ زیادتی اور کمی کرتا ہے (یعنی ایسا تو سہواً ہو ہی جاتا ہے) ہم لوگوں نے (یہ سن کر) کہا کہ ہم نے تو تم سے اس حدیث کے سننے کا قصد کیا تھا جو آپؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ اس پر واثلہؓ نے بیان کیا کہ ہم خدمت نبوی میں اپنے ایک ساتھی کیلئے حاضر ہوئے اس ساتھی نے اپنے اُوپر جہنم کو لازمی قرار دے لیا تھا قتل کر دینے کی وجہ سے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی طرف سے (غلام) آزاد کر دو۔ اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر ایک جوڑ کے بدلے میں اسکا ہر ایک جوڑ (عضو) جہنم سے آزاد کر دیگا۔''

تشریح: اس باب میں اعتاق وآزاد کرنے کے فوائد بیان ہو رہے ہیں جو دنیا وآخرت دونوں کو محتوی ہیں۔
حدیث اول، **مصحفه معلّق فی بیته**: اس سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کی حفاظت اور ادب کیا جائے جس کا بہترین طریقہ اوپر لٹکانا ہے کہ اس پر کچھ رکھا نہ جائے گا اور سب سے اونچا رہے گا بجائے اس کے کہ میز کرسی وغیرہ پر رکھا جائے۔ ہاں محفوظ الماری یا طاقچے میں رکھنا درست ہے کیونکہ صورت مذکورہ میں حفظ وادب موجود ہے اور یہی مطلوب ومقصود ہے۔ فیزید وینقص. واثلہؓ خفا ہوئے کہ قرآن کریم موجود ہوتے ہوئے کون کمی زیادتی کرے گا۔ حالانکہ ان حضرات کا مقصد حدیث پاک سننا اور اسی کے متعلق احتیاطی پہلو کا ذکر کرنا تھا کہ صرف متن حدیث بتایئے اپنی رائے اور اجتہاد کو اس میں خلط مت کیجئے۔
اتينا رسول اللّٰہ فی صاحب لنا..... دوسری روایت میں ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں بنو

سلیم کی ایک جماعت آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ایک نے اپنے اوپر جہنم لازم کردی ہے ارتکاب قتل ناحق یا خودکشی کی وجہ سے اب کیا کریں؟

اعتقوا عنه. تم بھی اس کی طرف سے غلام آزاد کر کے جہنم سے خلاصی کا سامان کرلو۔

خطابیؒ کا اعجوبہ: كان بعض اهل العلم يستحبّ ان يكون العبد المعتق غير خصيّ لئلا يكون ناقص العضو ليكون المعتق قد نال الموعود فى عتق اعضائه كلها من النار. (عون) يعتق الله بكل عضو منه عضوا منه من النار. اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس جنایت کرنے والے گناہ گار کے ایک ایک عضو کو آگ سے بچائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مومن بندے کو آزادی دلانا کتنا بڑا اجر رکھتا ہے کہ آزاد کرنے والا عذاب جہنم سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اس میں یہ تفصیل ضرور ہے کہ مقتول کے اولیاء کا حق ادا کیا جائے اور قتل سے جو دیت لازم ہوئی ہے اسے پورا کیا جائے۔ اگر اسے خودکشی پر محمول کیا جائے تو پھر ادائیگی حقوق کی قید نہ ہوگی۔ باقی یہ سوال کہ مقتول پر ظلم وزیادتی حقوق العباد میں سے ہے وہ کیسے معاف ہوگی؟ اس کا تفصیلی جواب انعامات المنعم جلد دوم باب نمبر ۱۹۰ میں ملاحظہ ہو۔

(۱۵) بَابُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ

کس قسم کا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟

(۲۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِيْ نَجِيحٍ السُّلَمِيِّ قَالَ حَاصَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بِقَصْرِ الطَّائِفِ قَالَ مُعَاذٌ سَمِعْتُ أَبِيْ يَقُوْلُ بِقَصْرِ الطَّائِفِ بِحِصْنِ الطَّائِفِ كُلَّ ذٰلِكَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَهُ دَرَجَةٌ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ أَيُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ أَعْتَقَ رَجُلًا مُسْلِمًا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهِ عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرِّرِهِ مِنَ النَّارِ وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ وِقَاءَ كُلِّ عَظْمٍ مِنْ عِظَامِهَا عَظْمًا مِنْ عِظَامِ مُحَرِّرِهَا مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''محمد بن مثنیٰ' معاذ' ان کے والد' قتادہ' سالم' معدان' حضرت ابونجیح سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگوں نے قلعہ طائف کا گھیراؤ کیا' یا (کہا) طائف کے محل کا گھیراؤ کیا حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اپنے والد سے قلعہ طائف کی بجائے قصر طائف سنا ہے تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے اللہ کے راستہ میں تیر مارا تو اس کو ایک درجہ نصیب ہوگا۔ پھر اخیر حدیث تک بیان کیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص کسی مسلمان مرد کو آزاد کرے تو اس شخص کی ہر ایک ہڈی کے عوض اللہ تعالیٰ آزاد کرنے والے شخص کی ہڈی کو دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ اور جو عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے تو اللہ

تعالیٰ عورت کی ہر ایک ہڈی کے عوض اس کی آزاد کرنے والی عورت کی ہر ہڈی کو قیامت کے دن آگ سے محفوظ رکھے گا۔"

(۲۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ أَنَّهُ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً كَانَتْ فِدَاءَهُ مِنَ النَّارِ.

"عبد الوہاب، بقیہ، صفوان، سلیم، شرحبیل بن السمط سے روایت ہے کہ انہوں نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو تو انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جس شخص نے ایک مسلمان شخص کی گردن کو آزاد کیا تو اس شخص کے لئے جہنم سے آزادی کا سبب بن جائے گی (یعنی اللہ تعالیٰ اسے اسکے عوض دوزخ سے نجات عطا فرما دے گا)"

(۲۳۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ أَنَّهُ قَالَ لِكَعْبِ بْنِ مُرَّةَ أَوْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ حَدِّثْنَا حَدِيثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى مُعَاذٍ إِلَى قَوْلِهِ وَأَيُّمَا امْرِءٍ أَعْتَقَ مُسْلِمًا وَأَيُّمَا امْرَأَةٍ أَعْتَقَتِ امْرَأَةً مُسْلِمَةً زَادَ وَأَيُّمَا رَجُلٍ أَعْتَقَ امْرَأَتَيْنِ مُسْلِمَتَيْنِ إِلَّا كَانَتَا فِكَاكَهُ مِنَ النَّارِ يُجْزِءُ مَكَانَ كُلِّ عَظْمَيْنِ مِنْهُمَا عَظْمٌ مِنْ عِظَامِهِ.

"حفص بن عمر، شعبہ، عمرو، سالم، حضرت شرحبیل بن سمط نے کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب سے کہا کہ آپ ہمیں وہ حدیث سنائیے جو آپ نے نبی سے سنی ہو تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت جیسی روایت بیان فرمائی یہاں تک کہ یہ بیان کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جو مرد کسی مسلمان مرد کو آزاد کرے یا جو عورت کسی مسلمان عورت کو آزاد کرے تو قیامت کے روز اس کی ہر ایک ہڈی اس کی ہر ایک ہڈی کو جہنم سے بچانے والی ہو جائے گی اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جو مرد دو مسلمان خواتین کو آزاد کرے تو وہ اس کو دوزخ سے آزاد کرا دیں گی ان دونوں خواتین کی دو دو ہڈیوں کے عوض آزاد کرنے والے کی ایک ہڈی آزاد ہوگی (اسلئے کہ دو عورتیں ایک مرد کے مساوی ہوتی ہیں)"

تشریح: ابھی گذرا کہ غلام کو خلاصی دلانا اپنے آپ کو دوزخ سے چھٹکارا دلانے والا کثیر الاجر عمل ہے۔ اب اسی کی مزید تفصیل وتعیین کی جا رہی ہے کہ غلام اور باندی کیسی آزاد کرانی چاہیے؟ باب کی جملہ احادیث میں مسلم ومسلمۃ اور مومن ومومنہ کی قید مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ صالح وباعمل کو آزاد کرایا جائے تاکہ بھلائی اور نیکی میں اعانت ہو۔

حدیث اول: **عن ابی نجیح بفتح النون و کسر الجیم.** ان کا نام عمرو بن عبسۃ سلمی ہے۔

اعتق رجلا مسلما. اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مومنہ اور مومن کو آزاد کرنا بنسبت کافر کے آزاد کرانے کے زیادہ ثواب رکھتا ہے اگرچہ نفس اجر اور ادائیگی کفارہ تو کافر کے آزاد کرنے سے بھی حاصل ہو جائے گا لیکن رتبہ مومن وصالح کے برابر نہیں۔ (عون) سیاق حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرد غلام کو اور عورت باندی کو آزاد کرائے اسی طرح جو ناحق قید میں ہوں ان کو رہا کرانے میں بھی اللہ تعالیٰ سے اجر کثیر کی قوی امید ہے۔ **جاعل وقاء کل عظم. الوقاء (بکسر الواو) ما**

یصون الشئی ویستره مایؤذیه. (بذل) وقاء ہر وہ چیز جو تحفظ وستر اور بچاؤ کا ذریعہ ہو جیسے مشکیزے کا منہ باندھنے کا تسمہ۔

وفیه ان الافضل للرجل ان یعتق رجلا وللمرأة امرأة وفیه انه یستحب ان لا یکون العبد المعتق خصیًا ولا ناقص الاعضاء (بذل) اس سے ثابت ہوا کہ مرد غلام اور عورت باندی کو آزاد کرائے اور اس میں اس پر بھی دلالت ہے کہ غلام اور باندی صحیح وسالم اور تام الاعضاء ہوں۔

حدیث ثانی: حدثنا حدیثا. یہ امر کا صیغہ ہے ہمیں بیان کیجئے نہ یہ کہ بیان کیا ہم کو۔ کانت فداء من النار. کافر کا آزاد کرنا؟ ابھی گذرا کہ کافر کو آزاد کرانے میں مومن ومومنہ کے برابر اجر نہیں لیکن فی نفسہ اس کو آزاد کرانا درست ومباح ہے اس پر بھی اجر ملے گا مگر کم۔ ہاں اگر اندیشہ ہو کہ آزادی پانے پر دوبارہ دار الحرب بھاگ جائے گا، دین اسلام سے پھر جائے گا، غارت گری اور فسق وفجور میں مبتلا ہوگا، باندی بے حیائی میں ملوث ہو جائے گی تو ان کا آزاد کرانا مکروہ ہے اگر امور بالا کا ظن غالب ہو تو پھر ان کو آزاد کرانا حرام ہے لان التعاون علی الحرام حرام. (بذل) کیونکہ حرام کاموں میں پر مدد کرنا ہے اور یہ قطعاً حرام ہے۔

حدیث ثالث: او مرّة بن کعب. کعب بن مرۃ صحیح وراجح ہے۔ (بذل) عتق امرأتین مسلمتین. کیونکہ یہ نیکی اور ثواب والا عمل ہے اس میں زیادتی کثرت اجر کا سبب ہے جو مطلوب مومن ہے اس لیے ایک قید احترازی نہیں کہ بس ایک آزاد کرا دیا تو بس۔ نہیں بقدر وسعت وہمت زیادہ ثواب کمانے کی تگ ودو ضروری ہے۔ نہ معلوم کون سی ادا پسند آجائے اور بیڑا پار ہو جائے۔

اللهم اغفرلنا ولوالدینا وارحمهما کما ربینی صغیرا.

(۱۶) بَابٌ فِیْ فَضْلِ الْعِتْقِ فِی الصِّحَّةِ

تندرستی کی حالت میں غلام' باندی آزاد کرنے کا بیان

(۲۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ أَبِيْ حَبِيْبَةَ الطَّائِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الَّذِيْ يَعْتِقُ عِنْدَ الْمَوْتِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِيْ إِذَا شَبِعَ.

''محمد بن کثیر' سفیان' ابواسحٰق' ابوحبیبہ' حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص انتقال کے وقت غلام' باندی آزاد کرتا ہے تو اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنا پیٹ بھر جانے کے بعد دوسرے شخص کو (کھانا وغیرہ) دے۔''

تشریح: اس باب میں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ ہمیں اپنی آخرت کے لیے صحت وجوانی میں ہی کچھ ذخیرہ کرنا چاہیے نہ یہ کہ سب کچھ گذر گیا اب آخری لمحات ہیں، پھر صدقہ اور عطیہ وہبہ ہو رہا ہے یہ تو ایسے ہے کہ جیسے لومڑی انگور تک نہ پہنچ سکی تو کہہ دیا ''انگور کھٹے ہیں''، ہم بھی جب موت کے مناظر دیکھ چکے، زندگی سے امید نہ رہی ان کے استعمال کی قوت نہ رہی تو اب صدقہ

ہورہا ہے اگرچہ اس پر بھی ثواب کی امید ہے اور ضرور ملے گا لیکن اتنا نہیں جتنا صحت و جوانی میں خرچ کرنے کا ملتا ہے۔ در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

حدیث اول: مثل الذی یعتق عند الموت..... اس کی مثال ایسی ہے جیسی سیر ہوکر بچا کھچا صدقہ کردیا۔ اصل تو یہ ہے خود صبر کرتے بھوک برداشت کرتے اور بھوکے کو کھلاتے، پلاتے، پہناتے۔ صحابہ کرامؓ کا یہی عمل تھا کہ خود تو خاک وخون میں لت پت پیاسے مگر پانی اپنے دوسرے بھائی کو دینے کا اشارہ کرتے ہیں، اپنے بچوں کو بھلا کے سلاتے ہیں مہمان کو کھلاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے بھی جنت ورضاء کے مژدے سنائے ہیں: اللهم اعطنا نبذة من ایثارهم. جب آدمی صحت و جوانی میں ہو مال کی ضرورت بھی ہو طبیعت میں طمع بھی ہو تب خرچ کرے تو پھر ہے اصل صدقہ۔ ورنہ بچا ہوا چارہ تو چوپایہ بھی چھوڑ کر چلا جاتا ہے پھر اس میں ورثاء کی محرومی اور مضرت کا اندیشہ بھی ہے۔ سنن بیہقی میں یہ الفاظ ہیں: "مثل الذی یتصدق عند موته او یعتق کالذی یهدی اذا شبع" (عون)

واقعہ: قال ابو یزید البسطامی: ما غلبنی احد الا واحدا من اهل بلخ قدم علینا فقال یا ابا یزید ماحدّ الزهد عندکم؟ قلت اذا وجدنا اکلنا واذا فقدنا صبرنا فقال تفعل هذا کلاب بلخ قلت فما حدّ الزهد عندکم؟ فقال اذا فقدنا صبرنا واذا وجدنا آثرنا. (درۃ الناصحین) ابو یزید بسطامیؒ کہتے ہیں مجھ پر کبھی کوئی غالب نہیں آیا سوائے ایک بلخی آدمی کے وہ ہمارے پاس آیا تو کہا: اے ابو یزید تمہارے ہاں دنیا سے بے رغبتی اور زہد کی کیا تعریف معیار ہے؟ میں نے جواب میں کہا جب ہم کچھ پالیں تو کھالیں، اور جب نہ پائیں تو صبر کرلیں۔ تعجب سے اس نے کہا یہ تو بلخ کے کتے بھی کرتے ہیں۔ میں نے کہا سو تم بتاؤ تمہارے ہاں زھد کا کیا معار ہے؟ اس نے کہا جب نہ پایا تو صبر کیا اور جب ہم نے پایا تو قربان کیا۔ اللہ اکبر یہ ہے فکر آخرت اور دنیا سے بے رخی۔ جس پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون. (یونس:۶۲) "آگاہ رہو بلاشبہ اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف وغم نہ ہوگا۔" یاد رہے کہ اس کا مطلب ترغیب دینا ہے کہ ہم صحت و جوانی میں بقدر وسعت اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کریں تاکہ آخرت کے لیے کچھ ذخیرہ ہوسکے۔ نہ یہ کہ بڑھاپے اور بیماری میں خرچ ہی نہ کریں بلکہ بڑھاپے و بیماری میں کرنا درست ہے بشرطیکہ ورثاء کو گزند نہ پہنچائیں۔

قد تم کتاب العتق ویلیه کتاب الحروف والقراءت
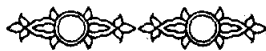
كِتَابُ الْحُرُوفِ وَالْقِرَاءَ تِ

حروف اور قرأت کے بیان میں

ماقبل سے ربط و مناسبت: اس کی ماقبل سے مناسبت یہ ہے کہ کتاب العتق میں غلامی سے نجات کا ذکر ہے اور اس میں قرآن پڑھنے پڑھانے والوں کے لیے دوزخ سے نجات کا ذکر ہے کہ تعلیم قرآن اور قراءۃ فرقان سے جہنم سے خلاصی اور رضائے رحمان حاصل ہوگی۔ اگر کتاب العتق کو کتاب الطب کا تتمہ اور حصہ سمجھا جائے تو اس کی کتاب الطب سے بھی مناسبت ظاہر ہے کہ طب میں جسمانی علاج و شفاء کا ذکر تھا اس میں روحانی شفاء کا ذکر ہے پہلے قالب کے علاج کا ذکر تھا اور قلوب کی جلا کا ذکر ہے۔

اس کتاب میں امام ابوداؤدؒ چند احادیث قرآن کریم کے متعلق لائے ہیں جن میں بعض قرأتیں شان نزول، تفسیر آیت، کلمہ کا مطلب وغیرہ بیان ہیں یہ بالکل مختصر سا مجموعہ ہے۔ جبکہ امام بخاریؒ تو تفصیل سے اپنی شرائط کے مطابق کتاب التفسیر میں (۵۴۸) احادیث اور (۵۸۰) آثار و اقوال ہیں، یہ بھی ایک نمونہ سا ہے۔

درحقیقت تمام فنی علوم قرآن وحدیث کی خدمت اور تفہیم کے لیے ہیں۔ اور ان سب کی تعلیم سے مقصود قرآن وحدیث کو سمجھنا اور ان میں تبحر اور وثوق پیدا کرنا ہے ان میں سے بالخصوص علم تجوید اور قراءت قرآن کریم کی نقد اور بلا واسطہ خدمت ہے اور یہ دونوں ہی قرآن کریم کے حروف وکلمات اور جمل کی ادائیگی اور مختلف حالتوں سے پڑھنے کے متعلق ہیں۔ احادیث قراءت کی تشریح سے پہلے ہم دونوں علوم تجوید وقراءت اور اصحاب قراءت یعنی قراء عشرہ کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ اس کتاب کے سمجھنے اور مقصود تک پہنچنے کے لیے معاونت اور سہولت ہو اور ہم شرح صدر سے پڑھ سکیں۔ **فالله ولی التوفیق وبیده ازمة التحقیق.**

ابواب واحادیث کی تعداد: اس میں ابواب نہیں صرف ایک ہی عنوان سے چالیس (۴۰) احادیث مذکور ہیں۔

علم تجوید وقراءۃ کی تعریف اور قراء عشرہ کا مختصر تعارف

علم تجوید: تجوید یہ باب تفعیل کا مصدر ہے جو جودت اور جیادت وجید سے مشتق ہے اس کا معنی ہے: "**الاتیان بالجید.**" کھرا کرنا، عمدہ کرنا۔

اصطلاح میں تجوید کہتے ہیں: "**التجوید عبارة اخراج كل حرف من مخرجه، واعطاء حقه من الصفات مكملا**"، علم تجوید نام ہے ہر حرف کو اپنے مخرج سے صحیح نکالنا اور پوری پوری صفات سے ادا کرنا۔

موضوع: علم تجوید کا موضوع حروف تہجی اور کلمات قرآنیہ ہیں۔

غرض وغایت: اس علم کی غرض قرآن کریم کو صحیح پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوش نودی حاصل کرنا کیونکہ غلط پڑھ کر اس کا حصول نہیں ہوسکتا۔

حکم: علم تجوید کا حاصل کرنا یعنی قرآن پاک صحیح پڑھنا، سیکھنا ہر مرد وعورت پر فرض عین ہے۔ ہاں کتابی صورت میں اس علم کا پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ورتل القرآن ترتیلا'' اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف اور صحیح پڑھیے:

علامہ جزری فرماتے ہیں:

والاخذ بالتجوید حتم لازمٌ من لم یجود القرآن آثمٌ

''تجوید سیکھنا حتمی وضروری ہے جو قرآن درست نہیں پڑھتا گناہ گار ہوتا ہے۔''

ماخذ: علم تجوید کا ماخذ قرآن پاک ہے۔

علم قراءۃ: قراءت یہ باب فتح کا مصدر ہے اس کا معنی ہے پڑھنا پھر انواع کے اعتبار سے اس کی جمع قراءات آتی ہے اس کا معنی ہے متعدد طریقوں سے پڑھنا۔

تعریف: علم قراءت اس علم کو کہتے ہیں جس نے کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور قراءت کا اختلاف معلوم ہو جو آپ ﷺ سے وسماع کی بناء پر ہے اپنی رائے کی بناء پر نہیں۔

اس کا موضوع: قرآن مجید کے کلمات ہیں۔ کیونکہ اس علم میں ان کلمات ہی کے تلفظ کے حالات واختلاف سے بحث ہوتی ہے۔

اس کی غرض وغایت: یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید تبدیلی اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے اور ائمہ کی سب قراءتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں۔

اس کے واضع: قراءت کے ائمہ ہیں۔ کیونکہ اس کو انہی حضرات نے مرتب کیا ہے اور بعض کے قول پر ابو عمر حفص بن عمر دوریؒ ہیں۔

اس کا ماخذ: اور سہارا ائمہ کی ان صحیح اور متواتر نقلوں سے ہے جو ان کو آپ ﷺ سے پہنچی ہیں۔ پس یہ کسی کا ایجاد کیا ہوا نہیں ہے۔

حکم: اس کا سیکھنا اور سکھانا واجب علی الکفایۃ ہے۔ پس اگر ایک بھی نہیں سیکھے گا تو سب کے سب گناہ گار ہوں گے۔

☆ اختلاف کی نسبت اگر پورے امام کی طرف ہو تو قراءت ہے اور اگر راوی کی طرف تو روایت ہے اور اگر راوی کے شاگرد کی طرف ہو تو طریق۔ پس راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں۔ برابر ہے کہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو۔ غرض اس کے سلسلے میں داخل ہو۔ جیسے دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا ابن کثیر کی قراءت ہے۔ اور قالونؒ کی روایت ہے، نافع سے اور ابو عدی کا طریقہ ہے ابن سیف سے۔ جس کو انہوں نے ازرق کے ذریعے ورشؒ سے نقل کیا ہے۔

☆ جو اختلاف اماموں اور راویوں اور شاگردوں سے اس طرح منقول ہو کہ اس میں اختیار نہ دیا ہو کہ اس طرح بھی پڑھ

سکتے ہیں اور دوسری طرح بھی اس کو اختلاف واجب کہتے ہیں۔

☆ اور جس میں ناقلین نے اختیار دیا ہو وہ اختلاف جائز ہے۔ اول کی مثال وہی بسم اللہ بھی ہوسکتی ہے جو ابھی بیان ہوئی۔ کیوں کہ مذکورین نے اس کے پڑھنے میں اختیار نہیں دیا، بلکہ صرف پڑھنا ضروری ہے۔ جمع الجمع میں اس قسم کے تمام اختلافات کا پڑھنا ضروری ہے۔ اور ثانی کی مثال الرحیم، العالمین وغیرہ کی وقفی وجوہ ہیں۔

قراء عشرہ کے مختصر حالات: (۱) حضرت امام نافع مدنی ؒ: آپ کا اسم مبارک نافع اور کنیت اور ابوعبدالرحمٰن اور ابوالحسن اور ابورویم ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام عبدالرحمٰن اور دادا کا نام ابونعیم ہے آپ جعونہ بن شعون بن لیثی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور حمزہؓ بن عبدالمطلب کے حلیف تھے اصل کے اعتبار سے آپ عالم اور نبی ﷺ کی احادیث پر مضبوطی کے ساتھ عامل تھے نیز دارالہجرۃ مدینہ طیبہ کے امام تھے۔ ابوجعفرؒ کے بعد آپ کی امامت پر اجماع تھا۔ آپ دوسرے طبقہ میں سے ہیں صحابہؓ میں سے طفیل اور ابن ابی انیسؓ کی زیارت کی ہے اس لیے آپ تابعی ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نافع کی قرأۃ سنت اور پسندیدہ ہے۔

اسحٰق مسیبیؒ نے عرض کیا کہ آپ کا چہرہ کیسا اچھا ہے اور اعضاء کی بناوٹ کس قدر خوب صورت ہے فرمایا ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ نبی ﷺ نے مجھ سے خواب میں مصافحہ فرمایا ہے ستر تابعین سے قرآن پڑھا، انہی میں سے امام ابوجعفر یزید بن قعقاعؒ بھی ہیں۔ جو قرأت کے آٹھویں امام اور حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ نافع خود کہتے ہیں کہ جب میں ابوجعفر یزیدؒ سے پڑھتا تھا اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔ دوسرے شیخ شیبہ بن نصاح اور تیسرے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج ہیں۔ ان تینوں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابی بن کعب سے ان دونوں نے نبی ﷺ سے پڑھا اور آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور انہوں نے رب جلیل سے یا لوح محفوظ سے حاصل کیا۔

آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ قرآن شریف پڑھتے تھے یا بات کرتے تھے تو منہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ کسی نے دریافت کیا اے ابوعبدالرحمٰن جب آپ پڑھانے اور پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو کیا خوشبو لگا کر بیٹھتے ہیں؟ فرمایا نہ تو میں خوشبو لگاتا ہوں اور نہ خوشبو کے نزدیک ہی جاتا ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ میرے منہ میں (یعنی منہ سے منہ ملا کر) قرآن شریف پڑھ رہے ہیں- اس وقت سے میرے منہ سے خوشبو آتی ہے۔

دیکھو قرآن مجید کی مخلصانہ خدمت پر دنیا میں بھی کیسے اعزاز نصیب ہوتے ہیں جن کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ہیچ ہے۔ پھر آخرت کی سلطنت کا تو کہنا ہی کیا۔ آپ نے مدینہ طیبہ ہی کے اندر ۱۶۷ھ میں تقریباً ننانوے (۹۹) سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ آپ کا مرقد مسجد نبوی کے قریب جنت البقیع میں ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

آپ کے راوی بہت ہیں اور سب معتبر ہیں۔ جیسے اسماعیل، سیبی، اصمعیؒ، ابی خلید، ابن جمازؒ، امام مالک بن انسؒ، ابو عمر بن العلاءؒ، وغیرہ مگر چونکہ حضرت دانیؒ وشاطبیؒ نے ان میں سے دو مشہور راویوں (سیدنا قالونؒ وسیدنا ورشؒ) کی روایتیں بیان فرمائی ہیں- اور روئے زمین پر ان کی یہی دو روایتیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ اور پہلے راوی سیدنا قالونؒ ہیں۔

تلمیذ (۱) سیدنا قالونؒ: آپ کا نام عیسیٰ بن مینار ہے۔آپ مدنی زرقی اور زہرین کے آزاد کردہ غلام اور نحو کے معلم تھے۔ آپ کی کنیت ابوموسیٰ اور لقب قالون ہے۔منقول ہے کہ آپ کا یہ لقب امام نافعؒ نے آپ کی قراءۃ کے عمدہ ہونے کی بنا پر مقرر فرمایا تھا۔کیونکہ قالون رومی زبان میں عمدہ چیز کو کہتے ہیں۔آپ نے بلا واسطہ حضرت امام نافعؒ سے پڑھا ہے۔اوران کی سند نبی ﷺ تک پہلے بیان ہو چکی ہے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ کانوں سے بہرے تھے مگر یہ کرامت تھی کہ قرآن مجید سننے میں ذرا بھی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی،آپ نے ۲۲۵ھ میں مدینہ منورہ میں عمر سو سال میں وفات پائی۔

تلمیذ (۲) سیدنا ورشؒ: آپ کا اسم مبارک عثمان اور کنیت ابوسعید ہے۔آپ کے باپ ماجد کا نام سعید ہے اور آپ کا لقب ورش ہے۔آپ کا وطن مالوف مصر ہے۔۱۱۰ھ میں آپ کی ولادت مصر میں ہوئی۔بڑے ہوئے تو امام نافع سے پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ ''زاد ھا اللہ تشریفا و تعظیما.'' آئے خود فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو دیکھا کہ طلباء کی کثرت کی وجہ سے کوئی آدمی امام نافعؒ سے پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اگر کسی خوش نصیب کو موقع ملتا ہے تو وہ بھی تیس آیات سے زیادہ نہیں۔بعض بزرگوں کی سفارش سے آپ کی خدمت میں لے جایا گیا۔انہوں نے عرض کیا کہ یہ مصر سے صرف آپ کے پاس آیا ہے۔حاجی اور تاجر نہیں ہے۔حضرت امام (نافعؒ) نے فرمایا کہ آپ دیکھ تو رہے ہیں کہ مہاجرین وانصار کی اولاد کی تعلیم کی وجہ سے کتنا عدیم الفرصت ہوں۔جب زیادہ اصرار کیا گیا تو رات کو مسجد نبوی ''متعنا اللہ ببر کاتہ'' میں رہنے کا حکم دیا۔تہجد کے وقت جب آپ مسجد مبارک میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ وہ مصری کہاں ہے۔میں حاضر ہی تھا۔پس آپ نے مجھے پڑھنے کا حکم فرمایا۔جب میں تیس آیات پڑھ چکا تو خاموش ہو جانے کا اشارہ فرمایا طلباء کے حلقے میں سے ایک نوجوان نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے معلم وقت میں سے دس آیات کی مقدار اس کو ہبہ کرتا ہوں۔پھر ایک اور آدمی نے دس آیات کا وقت ہبہ کیا۔جس پر حضرت نے مجھے مزید بیس آیتیں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی،غرض میں نے پچاس آیات روزانہ پڑھیں۔اور اسی طرح تمام قرآن مجید کئی مرتبہ آپ سے پڑھا چونکہ آپ کی آواز نہایت ہی اچھی تھی۔

اس لیے امام نافعؒ نے آپ کو ''ورشان'' کا لقب عطا فرمایا۔کثرت استعمال کی وجہ سے الف،نون حذف ہو کر ورش رہ گیا۔(اور بعض نے آپ کے لقب کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ آپ کا رنگ بہت سفید تھا۔حضرت دانیؒ کی تیسیر میں یہی ہے) عموماً تحقیق وترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے تھے تو سننے والا ملول نہ ہوتا تھا۔آپ فربہ جسم،پست قد اور بہت زیادہ سفید رنگ تھے ۱۵۵ھ میں مصر واپس گئے۔وہاں آپ بالاتفاق رئیس القراء اور عربیت وتجوید کے امام تھے۔۱۹۷ھ میں مصر ہی میں وفات پائی۔رحمۃ اللہ علیہ۔(شرح سبعہ)

سند: ماسبق میں معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت نافعؒ سے بلا واسطہ پڑھا ہے اور حضرت امام موصوفؒ نے ستر تابعین سے قرآن مجید پڑھا ہے۔انہی میں سے امام ابوجعفر یزید بن قعقاع بھی ہیں۔جو قراءۃ کے آٹھویں امام اور حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔اور دوسرے شیخ شیبہ بن نصاح اور تیسرے عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج ہیں۔ان تینوں نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابی بن کعبؓ سے اور ان دونوں حضرات نے حضرت خاتم الانبیاء سرور دو عالم ﷺ سے اور آپؐ نے بواسطہ حضرت

جبرائیل علیہ السلام رب جلیل وقدیر سے یا لوح محفوظ سے حاصل کیا۔

(۲) حضرت امام ابن کثیر مکیؒ: آپ کا اسم مبارک عبداللہ اور ابن کثیر کنیت ہے اور آپ مکہ کے رہنے والے ہیں جو اکثر علماء کے نزدیک سب مقامات سے اشرف ہے۔ آپ بڑے درجے کے تابعی ہیں حضرت معاویہؓ کے زمانے میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ تک عراق میں رہے پھر مکہ میں واپس آ گئے۔ جب حضرت عثمانؓ نے زید بن ثابتؓ اور قریش مکہ کی ایک جماعت سے آٹھ مصاحف لکھوائے اور ان کو سات شہروں میں تقسیم کرایا اور ایک مصحف اپنے لیے رکھا جس کو امام کہتے ہیں۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن سائبؓ کو ایک مصحف دے کر بھیجا اور فرمایا کہ لوگوں کو اسی کے موافق پڑھاؤ۔ چنانچہ آپ مکہ تشریف لائے اور اکثر مصنفین کے بیان کے مطابق امام موصوفؒ نے انہی سے قرآن مجید پڑھا۔ آپ نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جیسے ابوایوب انصاریؓ انس بن زبیرؓ آپ مکہ میں عطر کی تجارت کرتے تھے اس لیے آپ کو داری (عطار) کہتے تھے۔ آپ ان اہل فارس کی اولاد میں سے ہیں جن کو کسریٰ نے کشتیوں میں سوار کر کے یمن کی طرف بھیجا تھا۔ آپ حدیث کے بھی امام تھے اور آپ کے جلیل القدر ہونے ہی کی بناء پر ابوعمرو خلیل بن احمد، سفیان بن عیینہ اور امام شافعیؒ جیسے بڑے بڑے امام بھی آپ سے قراءت نقل کرتے ہیں۔ آپ نے مشہور مفسر مجاہدؒ اور ابن سائبؓ صحابی مذکور سے پڑھا اور مجاہد اور درباسؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے حضرت ابیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے اور ان سائبؓ نے حضرت ابیؓ سے اور حضرت ابیؓ و حضرت زید بن ثابتؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا۔ آپ نے ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ۱۲۰ھ میں مکہ ہی میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے بہت راویوں میں سے دو راوی بہت مشہور ہیں۔

(۱) بزیؒ (۲) قنبلؒ۔

تلمیذ (۱) سیدنا بزیؒ: آپ کا اسم گرامی احمد اور کنیت ابوالحسن ہے اور باپ ماجد کا نام محمد ہے۔ بزی کے ساتھ آپ مشہور ہیں۔ آپ کے پردادا کی کنیت ابوبزہ تھی، اسی نسبت سے آپ کو بزی کہا جاتا ہے۔ آپ مکہ کے رہنے والے ہیں۔ چالیس برس تک مسجد حرام مکہ کے امام و مؤذن رہے۔ اور اپنے زمانے کے مسلم شیخ القراء تھے۔ آپ نے حضرت عکرمہؒ سے اور انہوں نے سیدنا اسماعیل عبداللہ قسطؒ اور سیدنا شبل بن عبادؒ سے اور ان دونوں نے امام ابن کثیر سے پڑھا۔ ۱۷۰ھ میں آپ پیدا ہوئے اور دانیؒ اور علی قاریؒ کے قول پر ۲۴۰ھ میں اور نشر کی رو سے ۲۵۰ھ میں مکہ میں ستر یا اسی سال کی عمر میں وفات پائی (رحمۃ اللہ علیہ)

تلمیذ (۲) سیدنا قنبلؒ: آپ کا اسم مبارک محمد اور کنیت ابوعمرو اور لقب قنبل ہے۔ آپ بھی مکی ہیں اور (قبیلہ کے لحاظ سے) مخزومی ہیں۔ کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک گھرانا تھا جو قنابلہ کے نام سے مشہور تھا (اور آپ بھی انہی میں سے ہیں) آپ نے حضرت قواس سے اور انہوں نے حضرت ابوالاخریط سے اور انہوں نے سیدنا اسماعیلؒ اور سیدنا شبلؒ سے اور ان دونوں نے امام ابن کثیرؒ سے قراءۃ پڑھی۔ آپ حجاز کے شیخ القراء تھے۔ ۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۹۱ھ میں چھانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) حضرت امام ابوعمرو بصریؒ: صحیح قول کے بنا پر آپ کا اسم مبارک زبان ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام علاء اور دادا کا

عمار ہے۔آپ کے دادا عمار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔قراء میں سے صرف آپ ہی ایسے ہیں جن کے خالص عربی ہونے پر اجماع ہے۔اسی وجہ سے علامہ شاطبیؒ نے فرمایا:

واما الامام المازنی صریحهم　　　ابو عمرو البصری فبابه العلاء

آپ کو مازنی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ گیارہویں پشت میں آپ کے دادا کا نام زمان ہے۔آپ خلیفہ عبدالملک کے زمانے میں ۶۸ھ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں آپ کی پرورش ہوئی۔آپ عادل،معتبر،زاہد،نیک امور میں مال خرچ کرنے والے،قراءۃ،نحو،لغت،تاریخ،انساب،اشعار ان چھ علموں میں ماہر تھے اس کے باوجود خود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید میں ایک حرف بھی نقل کے بغیر اپنی رائے سے نہیں پڑھا۔آپ کی قراءۃ دل نشیں اور تکلف سے بالاتر تھی۔جب مدینہ تشریف لے گئے تو لوگ آپ سے پڑھنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور جس نے آپ سے فیض حاصل نہ کیا ہو اہل مدینہ اس کو قاری نہیں شمار کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوعمرو بصری کی قراءۃ بہت پسند ہے۔آپ کے شیخ حسن بصریؒ نے آپ کے گرد طلباء کا اژدہام دیکھا تو تعجب سے فرمایا''لا الٰہ الا اللہ'' کیا علماء باب بن گئے اور جس عزت کی بنیاد علم پر نہ رکھی گئی ہو اس کا انجام ذلت ہے۔اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے ایک ہزار مسائل پوچھے تو آپ نے ہر مسئلہ کا جدا جدا جواب دیا اور ہر مسئلہ پر زمانہ جاہلیت کے شعراء کے کلام سے دلائل پیش کئے۔جب آپ بصرہ میں پوشیدہ تھے تو فرزدق شاعر عیادت کے لیے آئے اور چند اشعار پڑھے جن میں سے پہلا شعر یہ تھا:

ما زلت افتح ابوابا واغلقها　　　حتی رایت ابا عمرو بن عمار

امام نشرؒ نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر قراءتیں مختلف ہوگئی ہیں آپ جس امام کی قراءۃ کا مجھے امر فرمائیں گے میں اسی قراءۃ میں پڑھ لیا کروں گا،تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوعمرو بن العلاء کی قراءۃ پڑھا کرو۔آپ نے اہل حجاز واہل بصرہ کی ایک جماعت سے قرآن مجید پڑھا۔مکہ والوں میں سے یہ سات ہیں۔

(۱)امام مجاہدؒ　(۲)سعید بن جبیرؒ　(۳)حضرت عکرمہ بن خالدؒ

(۴)عطاء بن ابی رباحؒ　(۵)امام ابن کثیرؒ　(۶)امام محمد بن عبدالرحمٰن بن محیصؒ

(۷)حمید بن قیس الاعرجؒ اور مدینہ والوں میں سے تین ہیں۔

(۱)ابوجعفر یزید بن قعقاع القاریؒ(۲)یزید بن رومانؒ(۳)امام شیبہ بن نصاح اور بصرہ والوں میں سے امام حسن بن ابی الحسن بصریؒ اور یحییٰ بن یعمرؒ وغیرہ حضرات ہیں۔ان میں سے امام مجاہدؒ نے بواسطہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ سے اور امام ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن سائبؓ صحابہ رسول اللہ ﷺ سے اور ابوجعفر یزید بن قعقاع القاریؒ نے بواسطہ حضرت ابوہریرہ،حضرت ابن عباس حضرت عبداللہ بن عیاش،حضرت ابوربیعہؓ سے اور ان سب حضرات نے حضرت ابی بن

کعبؓ سے پڑھا ہے۔ اسی طرح باقی حضرات میں سے بعض نے بواسطہ تابعین کے اور بعض بلاواسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۔ سے پڑھا۔ آپ نے بعمر چھیاسی سال منصور کی خلافت کے زمانے میں ۱۵۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی ۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار ان راویوں میں ہے جنہوں نے قراءات نقل کی ہیں اور سب معتبر ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یحییٰ بن مبارک یزیدی ہیں ان کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ ابو العتاہیہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے حافظہ سے ایک ہزار اوراق لکھتے تھے اور یہ سب وہ تھا جو آپ نے ابوعمرو سے حاصل کیا تھا اور جو خلیل سے سیکھا تھا وہ اس کے علاوہ تھا۔ آپ کو یزیدی اس لیے کہتے ہیں کہ مہدی کے ماموں یزید بن منصور کے ہم نشین تھے اور ان کے صاحبزادوں کے استاد بھی تھے۔ آپ نے بعمر چوہتر سال ۲۰۲ھ میں وفات پائی ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

تلمیذ (۱) ابوعمر حفص دوری ازدی: یہ نابینا تھے ۱۵۰ھ میں اپنے وطن دور میں پیدا ہوئے۔ یہ ایک بستی ہے جو بغداد کے قریب مشرقی جانب میں ہے اسی نسبت سے آپ کو دوری کہتے ہیں قراءت میں آپ ہی نے سب سے پہلے کتاب لکھی۔ آپ کی وفات بعمر چھیانوے سال ۲۴۶ھ میں ہوئی ۔ رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ (۲) ابوشعیب صالح بن زیاد سوسی: آپ کا پیدائشی وطن سوس ہے جو اہواز کے علاقہ میں ہے پھر آپ نے رقہ میں (جو ربیعہ کی سرزمین میں فرات کے کنارہ پر آباد تھا) سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ اپنے پیدائشی وطن سوس ہی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ آپ کی وفات محرم الحرام ۲۶۱ھ میں تقریباً بعمر نوے سال رقہ میں ہوئی ۔ رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں راویوں نے سیدنا یزیدی کے ذریعہ امام ابوعمرو بصری سے قراءۃ نقل کی ہیں۔

(۴) حضرت امام ابن عامر شامی: آپ کا اسم مبارک عبداللہ اور کنیت ابن عامر ہے اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہیں آپ کو یحصبی بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ قبیلہ یحصب سے تعلق رکھتے تھے جو یمن میں تھا آپ دمشق کے رہنے والے ہیں جو ملک شام کا دارالخلافہ تھا ایک قول کی بنا پر آپ حضور سرور کائنات فخر موجودات خاتم الانبیاء ﷺ کی وفات سے دو سال پہلے ۸ ہجری میں اور دوسرے قول پر ۲۱ ہجری میں قریہ جابیہ میں پیدا ہوئے اور شام کی فتح کے بعد دمشق میں مقیم ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر نو ۹ سال تھی۔

آپ تابعی اور قراءۃ وحدیث کے امام تھے خود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو ان سے پوچھا کہ آپ نے اپنے اس ہاتھ سے نبی کریم ﷺ سے بیعت کی ہے انہوں نے فرمایا ہاں پس میں نے ان کا ہاتھ چوم لیا آپ نسب کی رو سے خالص عرب اور ان کے فصیح لوگوں میں سے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (ثانی عمرؓ) نے جن کی پرہیزگاری اور بزرگی اور عدالت پر تمام امت کا اجماع ہے دمشق میں جو ملک شام کا صدر مقام اور دارالخلافہ اور تابعین کی کان اور علماء کے قافلوں کے اترنے کا مقام تھا جو ہر ایک جانب سے آتے تھے جس کی جامع مسجد دنیا کے عجائب میں سے ایک عجیب عمارت ہے تین بڑے بڑے عہدوں پر آپ کو فائز کر رکھا تھا یعنی آپ یہاں کے خطیب بھی تھے اور قرآت کے شیخ بھی اور شہر کے قاضی بھی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز باوجود امیر المومنین ہونے کے ان کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔

سند: آپ کا حافظہ، امانت، علم اور دینی کمال بہت مشہور تھے۔ آپ نے بلا خلاف امام ابی ہاشم، مغیرہ بنانی شہاب عبداللہ بن عمرو ابن المغیرہ مخزومی سے اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید پڑھا ہے اور حضرت امام دانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول کی رو سے تو آپ نے حضرت ابوالدرداء عویمر بن زید بن قیس رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا ہے صاحب نشر فرماتے ہیں کہ دانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ روایت کہ امام ابن عامر نے حضرت ابو درداء سے بھی پڑھا ہے ہمیں صحت کے ساتھ پہنچی ہے اور آپ کے ایک شاگرد ذماری کے بیان کے مطابق آپ نے خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا ہے اور ایک قول کے مطابق حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا ہے۔ ان تینوں حضرات (حضرت عثمان، حضرت واثلہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم) نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا آپ سند کی رو سے قراء سبعہ میں سب سے اعلیٰ ہیں اسی لیے آپ سے قراءۃ کا علم حاصل کرنے کے لیے مشرق و مغرب ہر جانب سے ایک مخلوق آتی رہتی تھی اور آپ کے حلقۂ درس میں چار سو تو خلفاء ہی ہوتے تھے جو قراءۃ میں آپ کے نائب ہوتے تھے۔ نیز آپ کی قراءۃ شام کے علاوہ تمام اسلامی شہروں میں بھی شائع تھی۔ آپ کی وفات دس محرم الحرام ۱۱۸ھ کو دمشق میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ (۱) ہشامؒ: یہ آپ کا اسم مبارک ہے اور کنیت ابوالولید ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام عمار ہے۔ آپ سلمی ہیں۔ تبع تابعین میں سے ہیں۔ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے میں دمشق کے قاضی، مفتی، محدث قراءۃ کے استاذ اعلیٰ اور خطیب تھے۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ آپ بات کے نہایت سچے اور بڑی شان والے اور بہت بڑے فصیح اور واسع الروایت تھے۔ امام بخاریؒ نے بھی اپنی صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔ امام عبدانؒ فرماتے ہیں کہ (آپ کی فصاحت کا حال یہ تھا کہ) میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا کہ میں نے بیس سال سے کوئی خطبہ بھی ایسا نہیں دیا کہ جس کی تیاری پہلے سے کی ہو۔ آپ نے ۲۴۵ھ یا ۲۴۴ھ میں بانوے یا اکانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے شیوخ چار ہیں۔ (۱) ابوالعباس صدقۂ بن خالد (۲) امام ابومحمد سوید بن عبدالعزیز (۳) ابوالضحاک عراک بن خالد مری تابعی (۴) امام ابوسلیمان ایوب بن تمیم تمیمی۔

یہ چاروں حضرات دمشق کے رہنے والے ہیں۔ ان سب نے یحییٰ بن حارث ذماری سے اور انہوں نے حضرت امام ابن عامر شامیؒ سے پڑھا اور ان کی سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہلے بیان ہو چکی ہے۔

تلمیذ (۲) امام ابن ذکوان: آپ کا اسم مبارک عبداللہ اور باپ ماجد کا احمد اور دادا کا ذکوان ہے۔ اسی نسبت سے آپ کی کنیت ابن ذکوان ہے۔ آپ قرشی ہیں اور دمشق کے رہنے والے ہیں آپ شام میں شیخ القراءۃ اور جامع اموی کے امام تھے۔ امام ایوب ابن تمیم کے بعد بالاتفاق رئیس القراء آپ ہی تھے۔ امام حافظ ابوزرعہ دمشقوی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عراق، حجاز، شام، مصر اور خراسان میں سیدنا ابن ذکوان کے زمانے میں ان سے زیادہ ماہر قراءۃ اور اچھا پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔

(۵) حضرت امام عاصمؒ: آپ کا اسم مبارک عاصم اور کنیت ابوبکر ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ اسدی ہیں۔ آپ بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ بڑے فصیح، متقی، فاضل، تجوید داں اور خوش الحان تھے اور اس بارے میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ قرآن

مجید نہایت عمدگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پچاس سال کے قریب کوفہ میں قراءت کی مسند پر قائم رہے آپ قرآن وحدیث، نحو، لغت، اور فقہ کے امام تھے۔ آپ تابعی بھی تھے۔ حضرت حارث بن حسان کی صحبت پائی تھی۔ نیز عابد تھے نماز کثرت پڑھتے تھے جمعہ کے دن عصر تک جامع مسجد ہی میں رہتے تھے۔

سند: آپ نے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن الیاس شیبانی سے قرآن مجید پڑھا۔ اور یہ تینوں حضرات کوفی اور بڑے درجہ کے تابعی ہیں۔ ان تینوں بزرگوں نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے اور ان پانچوں نے نبی کریم ﷺ سے پڑھا۔ آپ نے مروان کی خلافت کے آخر زمانہ میں کوفہ یا ساوہ میں ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ابوبکر کہتے ہیں کہ وفات کے وقت "ثم ردّوه الی اللہ....." بار بار پڑھتے تھے آپ کے بے شمار راویوں میں مفضل، حماد اور ابوحنیفہ بھی ہیں۔ مگر اس وقت روئے زمین پر آپ کے راویوں میں سے ابوبکر شعبہ بن عیاش اور حفص صرف دو راویوں کی روایتیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ اور امام حفص کی روایت تو اتنی عام ہے کہ ایک ہزار حفاظ میں سے نوسو ننانوے کو صرف یہی ایک روایت یاد ہے اور ایسا کوئی بھی نہ نکلے گا جسے یہ روایت یاد نہ ہو اور دوسری یاد ہو ہم سب قرآن کریم روایت حفص ہی میں پڑھتے ہیں: "ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء"۔ والله الموفق والمعين.

تلمیذ (۱) ابوبکر شعبہ بن عیاش: آپ کا اسم گرامی شعبہ اور کنیت ابوبکر ہے۔ آپ بھی اپنے وقت کے امام اور بڑے عالم اور حدیث کے حافظ تھے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ابوبکر حفص سے زیادہ ثقہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ صدوق صالح صاحب قرآن وصاحب سنت تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں کیا، تیس سال سے ہر روز ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔ حضرت ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ سنت پر عمل کرنے والا نہیں دیکھا۔ احمسی کہتے ہیں کہ آپ سے بہتر نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ستر سال عبادت میں مصروف رہے ان میں سے چالیس سال اور ایک روایت پر پچاس سال تک آپ کے لیے بستر نہیں بچھایا گیا۔ اور ایک عرصہ میں رات کے وقت زمین سے پیٹھ نہیں لگائی۔ چوبیس ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی ہمشیرہ رونے لگیں آپ نے فرمایا روتی کیوں ہو؟ مکان کے اس گوشہ کی طرف دیکھو میں نے اس میں اٹھارہ ہزار قرآن مجید ختم کئے ہیں۔ اور اپنے صاحبزادہ سے فرمایا: بیٹا! اس گوشہ میں اللہ کی نافرمانی ہرگز نہ کرنا ۹۴ھ یا ۹۵ھ میں پیدا ہوئے جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ میں اٹھانوے یا ننانوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ نے امام عاصم سے تین مرتبہ قرآن مجید پڑھا۔ پہلی مرتبہ پانچ پانچ آیات پڑھ کر تین سال میں ختم کیا۔ سخت گرمی اور (شدید) بارش ہوتی تب بھی سبق کا ناغہ نہیں کرتے تھے۔ بسا اوقات پانی میں سے گذر کر جانا پڑتا تھا اور پانی کمر تک یا اس سے بھی اوپر تک آجاتا تھا۔

تلمیذ (۲) حفص: آپ ابوعمر یا ابوعمرو حفص بن سلیمان الاسدی البزاز الکوفی ہیں۔ آپ کو غاضری بھی کہا جاتا ہے جو غاضرۃ بن الملک بن ثعلبہ کی طرف نسبت ہے کما فی لب اللباب، بعض علماء کے قول پر آپ کے دادا کا نام مغیرہ ہے، امام عاصم کے بلاواسطہ شاگرد راوی اور آپ کے ربیب ہیں، ابوبکر سے زیادہ حافظہ والے ہیں اپنے زمانہ میں سب سے بڑے قاری ومقری وعالم وثقہ سید القراء والفقہاء صاحب سنت عابد ومحدث تھے آپ عاصم بن النجود، عاصم احول، عبدالملک بن عمیر، لیث بن ابی سلیم اور ابواسحٰق سبیعی وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے ابوشعیب صالح بن محمد القواس، حفص بن غیاث، علی بن عیاش، علی بن حجر، ہشام بن عمار اور محمد بن

حرب خولانی وغیرہم روایت کرتے ہیں ۹۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور صحیح قول کی بناء پر ۱۸۰ھ میں بعمر نوے (۹۰) برس کوفہ ہی میں وفات پائی۔ (عنایات، طبقات، اثمار التکمیل)

امام حفصؒ کے زیادہ تر مروج ہونے کا سبب: اس کی اصل وجہ تو خداداد مقبولیت وشہرت ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شہروں میں زیادہ تر لوگ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور وہ حضرت حفصؒ کے رفیق درس اور شریک تجارت تھے اس لیے مقلدین نے روایت بھی امام صاحب کے رفیق یعنی حضرت حفصؒ کی اختیار کرلی پھر سہولت وآسانی کے لیے اور فتنۂ اختلاف سے بچنے کے لیے تمام اصحاب مذاہب نے اسی کے موافق اعراب ونقطے لگا کر اسی روایت کو اختیار کیا۔ واللہ اعلم

(۶) حضرت امام حمزہ کوفیؒ: آپ کا اسم مبارک حمزہ اور کنیت ابوعمارۃ بن حبیب بن اسماعیل ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ تیمی ہیں۔ کیونکہ آپ خود یا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی قبیلہ تیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ تابعین میں سے ہیں۔ حد درجہ کے زاہد اور پرہیزگار تھے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ عبادت، زہد، فضل، دین، تقویٰ، میں بہترین بندوں میں سے تھے۔ آپ کے شیخ امام اعمشؒ آپ کو دیکھ کر فرماتے کہ "یہ قرآن مجید کے عالم ہیں۔" اور آیت "وبشر المخبتین" پڑھتے۔ امام حمزہؒ فرماتے ہیں کہ "میں نے کتاب اللہ کا ایک حرف بھی نقل کے بغیر نہیں پڑھا۔" آپ پڑھانے کی تنخواہ نہیں لیتے تھے حتیٰ کہ گرمی کے دنوں میں بھی شاگردوں کے ہاتھ سے پانی تک پینا گوارہ نہیں تھا۔ آپ کا ذریعہ معاش یہ تھا کہ کوفہ سے زیتون لے جاکر حلوان میں اور وہاں سے پنیر اور اخروٹ لاکر کوفہ میں فروخت کرتے تھے امام شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں پہنچا تو امام سفیان ثوریؒ اور شریک بن عبداللہ کو دیکھا کہ امام حمزہ کے سامنے بیٹھے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا: "کاش اس کے ساتھ تیسرا میں بھی ہوتا۔" امام حمزہؒ خود فرماتے ہیں کہ "میں نے حضور سرور کائنات فخر دوعالم تاجدار مدینہ، خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک ہزار حدیثیں سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔

آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب پڑھا کر فارغ ہوجاتے تو چار رکعتیں پڑھتے۔ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے درمیان بھی نماز پڑھتے تھے۔ اور رات کا اکثر حصہ بیدار رہ کر گذارتے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کو جس وقت بھی کوئی دیکھتا پڑھاتے ہی ہوتے تھے۔ نیز روایت ہے کہ ہر مہینے میں اٹھائیس یا ستائیس یا پچیس قرآن مجید ترتیل کے ساتھ ختم کرتے تھے۔

ترتیل کے معنی ہیں مخارج اور صفات کی رعایت رکھتے ہوئے حروف کو خوبصورتی کے ساتھ اداء کرنا۔ اور ہمزوں کو تحقیق (سختی) کے ساتھ پڑھنا اور مدات وحرکات وسکنات وتشدید اور غنہ کو پورے طور پر اداء کرنا۔ اور یہ بھی لحاظ رکھنا کہ اعتدال کی حد سے باہر نہ ہوجائے۔ امام حمزہؒ خود فرماتے ہیں کہ زلفوں میں معمول سے زیادہ خم پیدا ہوجائے تو وہ "قطط" الجھے ہوئے بال کہلاتے ہیں اور پسندیدہ نہیں رہتے۔ اور سفیدی حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہے تو اس کا نام مرض برص ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جو قراءۃ مدات وغنا کی مقدار میں اعتدال کی حد سے باہر ہوجائے وہ کامل قراءۃ نہیں بلکہ ناقص اور لحن ہے۔"

یہاں سے ان دوستوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو لہجہ کو مزےدار اور خوش گوار بنانے کے شوق میں مست ہوکر غنہ اور اخفاء اور الفاظ کو حد سے زیادہ بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور جگہ جگہ سکتہ کرتے ہیں اور بلاوجہ اپنے اوپر مشقت ڈالتے ہیں اور ان کو چند کلمات پڑھنے کے بعد جابجا سانس بھی لینا پڑتا ہے جس سے تلاوت کا حسن بالکل جاتا رہتا ہے اور ایسے اکثر حضرات ایک مجلس میں ایک دو رکوع سے زیادہ نہیں پڑھ سکتے۔ ایسے خود ساختہ تکلفات کے باعث ہم نے کلام الٰہی کی تلاوت کو ایک پہاڑ بنالیا ہے اللہ تعالیٰ پناہ

دے۔ہم نے قرآن مجید کو غلط اور تجوید کے خلاف پڑھنے کو بھی تفریح کا سامان قرار دے دیا ہے اور سننے والوں کا مذاق بھی اس قدر بگڑ گیا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی تلاوت کو پسند کرتے ہیں۔

دوستو! اللہ تعالیٰ کے کلام کا اسی کو خوش کرنے کی نیت سے پڑھو۔ اور جس قدر ہو سکے عمدہ سے عمدہ لہجوں میں پڑھو اور آواز کو نفیس اور عمدہ بنانے کی کوشش کرو لیکن تجوید کی حدود سے ذرا بھی باہر نہ جاؤ۔

ایک مرتبہ امام حمزہؒ نے خواب میں دیکھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مرحبا فرمایا اور ان کے لیے کرسی بچھائی اور ان کی تعظیم کی اور ان کو حکم فرمایا کہ قرآن کی تلاوت کرو۔ اور ترتیل کے ذریعہ اس کو خوب روشن اور ظاہر کر کے پڑھو۔ اور چند موقعوں میں جس طرح آپ نے پڑھا تھا حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس کے علاوہ دوسری طرح بتایا اور انہیں میں سے "وَاَنَّا اخْتَرْتُكَ" بھی ہے۔ جس کو آپ نے "وَاَنَا اخْتَرْتُكَ" پڑھا۔ اور رب تعالیٰ نے "وَاَنَّا اِخْتَرْتُكَ" پڑھنے کا حکم دیا۔ اور "تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ" (یٰسٓ : ۵) بھی ہے۔ جس کو آپ نے رفع سے پڑھا اور رب تعالیٰ نے نصب سے پڑھنے کا حکم دیا۔ آپ کوفہ کے دوسرے قاری ہیں۔ امام عاصمؒ اور اعمشؒ کے بعد کوفہ میں سب سے بڑے امام القراءات تھے۔ آپ قراءۃ کے علاوہ علم فرائض (علم میراث) میں بھی ماہر تھے۔ اسی باعث آپ کو "فرضی" بھی کہا جاتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے موصوف سے فرمایا کہ بلاشبہ آپ دو چیزوں میں ہم پر غالب اور فائق ہیں۔ ان میں ہم آپ کی برابری نہیں کر سکتے۔ ایک علم قراءۃ، دوسرا علم فرائض۔ (از نشر ص ۱۶۶)

آپ عبدالملک کے زمانے میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۶ھ میں بعمر چھہتر سال منصور یا مہدی کے زمانے میں حلوان میں وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے بہت سے راویوں میں سے صرف دو راویوں کی روایتیں بہت مشہور ہیں۔ اس وقت روئے زمین پر وہی پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں اور وہ راوی یہ ہیں۔ (۱) خلف (۲) خلاد۔

تلمیذ خلف: آپ کا اسم مبارک خلف اور کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام ہشام بزار ہے۔ آپ نے دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور تیرھویں سال حدیث کی سماعت شروع کی۔ خود فرماتے ہیں کہ "مجھے عربیت میں ایک مشکل پیش آئی۔ تو میں نے اس کے لیے اسی ہزار درہم خرچ کیے حتیٰ کہ اس کو حل کر لیا" صاحب نشر فرماتے ہیں کہ "آپ بہت بڑے امام، عالم، ثقہ، زاہد اور بہت عبادت گذار تھے۔" آپ امام سلیم کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی شیوخ سے پڑھا۔ آپ کے ثقہ اور صدوق ہونے ہی کی وجہ سے امام مسلمؒ اپنی صحیح میں اور امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں اور ان کے علاوہ اور حضرات علماء ان سے حدیث روایت کرتے ہیں آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ "آپ نے امام نافعؒ کی قراءۃ اسحٰق مسیبی سے اور امام عاصمؒ کی یحیٰی سے پڑھی۔ از خود بھی دسویں قراءۃ اختیار کی۔" صاحب سنت، ثقہ، مامون اور حدیث میں بھی مقدم تھے۔ آپ نے بغداد میں جمادی الثانی ۲۲۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ (۲) خلادؒ: آپ کا اسم مبارک خلاد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام ایک قول کی بناء پر خالد اور دوسرے قول کی رو سے خلید تھا۔ صاحب نشر فرماتے ہیں کہ آپ قراءۃ میں امام اور ثقہ، عارف، محقق، مجود اور قوی الحافظہ تھے۔ حضرت دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرت سلیمؒ کے ثقہ ہونے کی بناء پر ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں آپ سے ایک ایک حدیث منقول ہے۔ آپ کی وفات کوفہ میں ۲۲۰ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

ان دونوں حضرات نے حضرت امام ابوعیسیٰ بن عیسیٰ حنفی سے قراءت پڑھیں۔ ان کے حالات میں صاحب نشر فرماتے ہیں

کہ ''آپ قرآت میں امام اور ضابط اور ماہر تھے۔ قراءۃ حمزہ کے اختلافات میں ''اضبط و احفظ'' تھے۔ اور امام حمزہؒ کے تلامذہ میں سے سب سے زیادہ قوی الحافظہ اوران کے خواص میں سے تھے۔ قراءۃ میں آپ امام حمزہ کے نائب بنے۔ امام یحییٰ بن عبدالملک فرماتے ہیں کہ ''ہم امام حمزہ کے روبرو قراءۃ پڑھتے ہوتے اور سلیم تشریف لے آتے، تو امام حمزہؒ ہم سے فرماتے کہ مؤدب اور ہوشیار ہوکر اور جم کر بیٹھو کہ سلیم آ گئے ہیں'' خود فرماتے ہیں کہ ''میں نے امام حمزہؒ سے دس مرتبہ قرآن مجید پڑھا۔'' صاحب نشر کے بیان کے مطابق ۱۸۸ھ یا ۱۸۷ھ میں بعمر اڑسٹھ یا ستر سٹھ سال کوفہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

سند: حضرت سُلیم نے امام حمزہؒ سے اور انہوں نے امام اسحٰق عمرو بن عبداللہ سبیعیؒ اور حضرت ابوعبداللہ جعفر الصادقؒ بن حضرت محمد باقرؒ ابن حضرت زین العابدینؒ بن حضرت حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ آٹھ شیوخ کرام سے قرآن مجید پڑھا۔ اور ابو اسحٰق نے ابوعبدالرحمٰن سلمی اور زر بن حبیش سے پڑھا ہے۔ اوران کی سند نبی کریم ﷺ تک قراءۃ عاصم بروایت ابوبکر میں بیان ہو چکی ہے وہاں پھر دیکھ لیں۔ اور حضرت ابوعبداللہ جعفرؒ نے اپنے باپ ماجد حضرت محمد باقرؒ سے اور انہوں نے اپنے باپ حضرت زین العابدینؒ سے اور انہوں نے حضرت حسینؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ ماجد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور انہوں نے حضور پرنور سرور دو عالم شفیع المذنبین حضرت محمد ﷺ (اور آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اور انہوں نے لوح محفوظ یا رب جلیل وقدیر سے) حاصل کیا۔ (از نشر)

(۷) امام کسائیؒ: آپ قراءت کے ساتویں امام ہیں آپ کا اسم مبارک علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام حمزہ بن قیس بہمن ابن فیروز ہے۔ آپ اصلاً فارسی ہیں۔ بنی اسد کے آزاد کردہ غلام اور تبع تابعین میں سے ہیں۔ ابوبکر بن انباری فرماتے ہیں کہ آپ پر نحو، لغت کی امامت اور قراء کا طبقہ دونوں چیزیں منتہی ہوتی ہیں۔ آپ کے پاس شاگردوں کا بہت مجمع ہوتا تھا اس لیے کوفہ کے منبر پر بیٹھ کر پڑھاتے تھے پس آپ پڑھتے جاتے تھے اور تلامذہ مصاحف میں قراءت لکھتے جاتے تھے۔ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں ''کہ میں نے اپنی آنکھوں سے امام کسائیؒ سے زیادہ عمدہ پڑھنے والا نہیں دیکھا۔ آپ امام محمد بن حسن شیبانی صاحبؒ امام ابی حنیفہؒ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ نے پہلے امام خلیل بن احمد نحوی سے نحو پڑھی۔ پھر ان کی تحریک پر نجد و تہامہ جا کر اعراب میں رہے اور عربیت کا اتنا ذخیرہ جمع کیا کہ جس کے لکھنے میں سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے۔ واپسی پر بغداد میں قیام کر کے پہلے ہارون الرشید کو، پھر اس کے بیٹے کو پڑھایا۔ بڑے بڑے ائمہ آپ کے شاگرد ہیں، معانی القرآن، کتاب النحو، کتاب نوادر کبیر وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔ سیبویہ سے مناظرے ہوتے تھے اور یزیدی سے اکثر ہم نشینی رہتی تھی۔ آپ کو کسائی اس لیے کہتے ہیں کہ کسائی کے معنی ہیں کمبل والا، اور موصوف نے حج کے لیے کمبل کا احرام استعمال کیا تھا۔ یا اس لیے کہ یہ امام حمزہؒ کی مجلس میں کمبل اوڑھ کر بیٹھتے تھے۔ پس امام حمزہؒ فرمایا کرتے تھے کہ اس کمبل والے کو میرے پاس لاؤ۔ اور ممکن ہے کہ دونوں وجوہ ہوں۔

آپ کے شیوخ: آپ نے امام حمزہؒ سے چار مرتبہ قرآن مجید پڑھا اور عیسیٰ بن عمر اور طلحہ بن مصرف سے بھی پڑھا، ان دونوں نے ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے علقمہ بن قیس سے اور علقمہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا۔

دانیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی قراءۃ کا ماخذ (اور سرچشمہ امام) حمزہ (کی قراءۃ) ہے۔ اوران کی قراءۃ کی سند قراءۃ حمزہ میں بیان ہو چکی ہے۔ وہاں دیکھ لیں آپ نے ۱۸۹ھ میں بعمر ستر سال علاقہ ''رَےْ'' کے ایک قریہ رینویہ میں ہارون الرشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ۔ امام محمدؒ بھی وہیں مدفون ہیں۔ اسی لیے ہارون نے کہا تھا کہ ہم نے یہاں قرآن اور علم

فقہ دونوں چیزوں کو دفن کیا ہے۔ آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں:

تلمیذ (۱) ابوالحارث: یہ لیث بن خالد مروزی ہیں۔ آپ قابل اعتماد ضابط، صالح محقق اور قراءت کے ماہر اور کسائی کے بزرگ ترین شاگردوں میں سے ہیں- آپ نے بغداد میں ۲۴۰ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۲) دُوری: یہ وہی دوری ہیں جو امام ابوعمرو بصریؒ کے راوی ہیں اور ان کی وفات وہاں بیان ہو چکی ہے۔ پس یہ ابوعمروؒ کے بھی روای ہیں اور کسائی کے بھی۔

☆ یہ سات قراءات متواترہ کے مشہور ترین قراء ہیں جو ''قراء سبعہ'' سے مشہور ہیں

(۸) سیدنا امام ابوجعفرؒ: آپ قراءت کے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کا اسم مبارک یزین بن قعقاع اور کنیت ابوجعفر ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ مخزومی ہیں۔ آپ کا وطن مالوف مدینۃ الرسول ﷺ ہے۔ آپ ابوالحارث مخزومی کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ آپ تابعی تھے۔ کیونکہ آپ حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور آپ کے لیے دعا بھی فرمائی نیز حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ نے نماز پڑھی اور واقعۂ حرہ جو ۶۳ھ میں رونما ہوا تھا اس سے پہلے آپ لوگوں میں بہت بڑے قاری شمار ہوتے تھے اور مدینہ طیبہ و مسجد نبوی میں علم قراءۃ کی سرداری آپ ہی کی طرف منتہی ہوتی تھی اور اس فن کے سب سے بڑے امام آپ ہی تھے۔ آپ امام نافعؒ کے گرامی قدر شیوخ میں سے ہیں۔

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابوجعفرؒ ثقہ اور قراءۃ میں اہل مدینہ کے امام تھے۔ ابن مجاہد ابوالزناد سے نقل فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ابوجعفرؒ سے زیادہ عمدہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابوجعفرؒ صالح انسان تھے۔ امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کے سینے اور دل کے درمیان قرآن مجید کے ورق کی مانند ایک چیز دیکھی اس سے حاضرین نے بلاشک جان لیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔ پھر خواب میں آپ سے ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ میرے شاگردوں کو اور ان تمام لوگوں کو جو میری قراءۃ پڑھتے ہیں خوش خبری سنادو کہ حق تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان کے بارے میں میری دعاء قبول فرمائی۔ اور اس بات کا امر کردو کہ وہ حسب استطاعت رات کے درمیانی حصہ میں کچھ رکعتیں (تہجد کی نیت سے) پڑھ لیا کریں۔ موصوف نے ۱۲۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے شیوخ: آپ نے اپنے مولیٰ عبداللہ بن عیاش مخزومی اور عبداللہ بن عباس ہاشمی اور ابو ہریرہؓ سے ان سب نے ابوالمنذر ابی بن کعبؓ سے پڑھا اور ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ نے زید بن ثابتؓ سے علم قراءۃ حاصل کیا اور ایک روایت کی رو سے آپ نے خود حضرت زید بن ثابتؓ سے بھی اخذ کیا ہے۔ اور زید بن ثابتؓ اور ابیؓ نے نبی ﷺ سے پڑھا ہے آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں۔

تلمیذ (۱) عیسیٰ بن وردانؒ: یہ مدنی ہیں جو اپنے زمانے میں قراءۃ کے سردار، ضابط اور محقق تھے۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

تلمیذ (۲) ابن جمازؒ: ان کا نام سلیمان بن سلیمان بن مسلم زہری ہے اور کنیت ابوالربیع ہے۔ نیز شیخ القراء ضابط و ماہر تھے۔ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۹) سیدنا امام یعقوبؒ: آپ کا اسم مبارک یعقوب اور کنیت ابومحمد ہے اور باپ ماجد کا نام اسحٰق ہے۔ قبیلہ کے لحاظ سے آپ

حضرمی ہیں۔ آپ کا وطن مبارک بصرہ ہے۔ امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ امام کبیر، ثقہ، عالم اور صالح تھے۔ امام ابوعمرو بصریؒ کے بعد قراءۃ کے بارے میں سرداری آپ ہی پر منتہی ہوتی تھی۔ آپ برسوں بصرہ کی جامع مسجد کے امام رہے ہیں۔ ابوحازم سجستانی فرماتے ہیں کہ قراءۃ کے اختلافات اور ان کی توجیہات و مذاہب نیز نحو کے مسائل میں آپ فائق الاقران تھے امام دانیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوعمروؒ کے بعد عام بصریین صرف انہی کی قراءۃ پڑھتے تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ میں نے اپنے شفیق استاذ طاہر بن غلبون کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بصرہ کی جامع مسجد کے امام صاحب صرف انہی کی قراءۃ پڑھتے تھے۔ نیز اپنے شیخ خاقانیؒ سے اور وہ شیخ محمد بن محمد بن عبداللہ اصبہانی سے روایت فرماتے ہیں کہ اس وقت تک بصرۂ جامع کے تمام ائمہ قراءۃ یعقوب پر ہی قائم ہیں اور ہم نے بھی (اپنے زمانے میں) اسی طرح پایا ہے موصوف نے بعمر اٹھاسی سال ۲۰۵ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے شیوخ: آپ نے امام ابوالمنذر سلام بن سلیمان مزنیؒ اور امام ابواشہب جعفر بن حیان عطاردیؒ سے پڑھا ہے۔ پھر ان میں امام سلام نے امام عاصم کوفیؒ اور امام ابوعمرو بصریؒ سے پڑھا ہے اور ان کی سند ان کی قراءۃ میں بیان ہو چکی ہے اور بعض کے قول پر آپ نے امام ابوعمرو بصریؒ سے بلا واسطہ بھی پڑھا ہے اور امام ابواشہب نے ابورجاء عمران بن ملحان عطاردی سے اور انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے پڑھا ہے۔ اس کے بارے میں امام نشر فرماتے ہیں: "**وهذا سند في غاية الصحة والعلوية**" انتہائی صحیح اور عالی سند ہے۔ آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں۔

تلمیذ (۱) رویس: امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ قراءۃ میں امام اور ماہر اور ضابط اور مشہور تھے۔ آپ نے بصرہ میں ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ (۲) روحؒ: امام نشر فرماتے ہیں کہ آپ بہت بڑے استاذ قراءۃ ثقہ ضابط اور امام یعقوبؒ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے مشہور اور ان میں سب سے زیادہ قابل استاذ تھے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ان سے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔ آپ کی وفات ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰) سیدنا امام خلفؒ: آپ قراءۃ کے دسویں امام ہیں۔ جو قراءۃ کے چھٹے امام حمزہؒ کے راوی ہیں۔ آپ امام ثقہ تھے صاحب نشر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی اختیار کردہ قراءۃ کو تلاش کیا تو تمام کلمات میں کوفیینؒ بلکہ ابوبکرؒ حمزہؒ اور کسائیؒ کے موافق پایا سوائے وحرم (انبیاء ع ۷) کے کہ اس کو انہوں نے حفصؒ کی طرح وَحَرٰمٌ پڑھا ہے آپ کے حالات اور آپ کی نبی ﷺ تک سند چھٹے امام حمزہ کوفی کے بیان میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کے بھی دو راوی مشہور ہیں۔

تلمیذ (۱) سیدنا اسحٰق: آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کے باپ ماجد ابراہیم ابوعثمان بن عبداللہ مروزی ہیں۔ امام نشرؒ فرماتے ہیں کہ آپ قراءۃ میں ثقہ اور ضابط اور ماہر تھے صرف خلفؒ کی اختیار کی ہوئی قراءۃ پڑھتے تھے آپ نے ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

تلمیذ (۲) سیدنا ادریس: آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کے باپ ماجد کا نام عبدالکریم حداد ہے آپ بھی امام ماہر قوی الحافظہ اور ثقہ تھے۔ امام دارقطنیؒ سے آپ کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ثقہ بلکہ اس سے بھی ایک درجہ اوپر یعنی بہت ہی قابل اعتماد تھے۔ آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۲۳۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ النُّفَيْلِيُّ حدثنا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ ح وَ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمٍ حدثنا يحيى بْنُ سَعِيْد

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى.

''عبداللہ بن محمد' حاتم بن اسمٰعیل (دوسری سند) نصر بن عاصم' یحییٰ بن سعید' جعفر بن محمد' ان کے والد' حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس طریقہ سے تلاوت فرمائی: ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى﴾ (یعنی واتَّخِذُوْا' صیغہ امر کے ساتھ)''

حدیث اول: واتخذوا من مقام ابراهيم. اس لفظ میں قراءت کے امام نافع اور شامی نے خاء کے فتحہ کے ساتھ فعل ماضی کا صیغہ پڑھا ہے۔ باقی قراء نے خاء کے کسرہ کے ساتھ امر حاضر کا صیغہ پڑھا ہے۔ ہم یہی دوسری قراءت پڑھتے ہیں۔ اس طرح اس فعل امر کا عطف ہوگا اذ جعلنا سے پہلے محذوف اذكروا پر۔ یاد کرو...... اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ کے لیے اپناؤ (بقرہ: ۱۲۵)

مقام ابراہیم: (۱) اس کا مصداق پورا حرم ہے۔ (۲) مشاعر حج جیسے عرفہ، مزدلفہ، رمی اور ساری زیارات جو اعمال حج میں سے ہیں۔ (۳) وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کی تھی۔ یہی مشہور و راجح ہے۔ نماز سے مراد طواف کے بعد کی دو رکعتیں ہیں۔

انما امروا بالصلاة عنده ولم يؤمروا بمسحه وتقبيله. (عون) صرف نماز پڑھنے کا حکم ہے چومنے چاٹنے اور بوسہ دینے کا ذکر نہیں اس لیے اتنا ہی عمل کیا جائے جتنا مامور بہ ہے۔

(۷ ۲۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَرَأَ فَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَرْحَمُ اللّٰهُ فُلَانًا كَائِنْ مِنْ آيَةٍ أَذْكَرَنِيْهَا اللَّيْلَةَ كُنْتُ قَدْ أُسْقِطْتُهَا.

''موسیٰ بن اسمٰعیل' حماد' ہشام بن عروہ' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص (نماز پڑھنے کے لئے) رات کو اُٹھا اور وہ بلند آواز سے قرآن کریم پڑھنے لگا۔ جب صبح ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس شخص پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کتنی ہی (ایسی) آیاتِ کریمہ تھیں جو کہ اس شخص نے رات میں مجھ کو یاد دلائیں میں ان آیات کریمہ کو بھول گیا تھا۔''

حدیث ثانی: ان رجلا قام من الليل. اس رجل سے مراد بذل ج ۲ ص ۲۸۷ میں ہے کہ عبداللہ بن یزید انصاریؓ ہیں جبکہ حدیث باب کے تحت بذل ج ۵ میں عباد بن بشر انصاریؓ کا نام مذکور ہے۔ والقول الثانی لیس بسدید.

يرحم الله فلانا. یہ دعاء اسی قراءت کرنے والے کے لیے ہے۔ **كائن من آية اى كم من آية.** (بذل) عون میں ہے: کأیّ میں ایک لغت کأین اور دوسری کائن ہے اور کائن یہ قائم کے وزن پر ہے۔ کتنی آیات

قد اسقطتها. یہ اتفاقی واقعہ ہے کہ فی الحال آپ ﷺ کے ذہن وحافظہ سے وہ آیت بھول چکی تھی جو کہ یاد آ گئی اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل نسیاً منسیاً بھول چکے تھے جیسا کہ منسوخہ آیات بھلادی جاتیں ہیں۔

اس حدیث سے موصوف کا مقصد لفظ کائن میں قراءتیں واضح کرنا ہے کہ ابن کثیرؒ کے نزدیک کائن ہے اور باقی قراء کے نزدیک کأین ہے، ایسے ہی ہم پڑھتے ہیں۔

قاضی عیاضؒ: نے کہا کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کو نسیان ہوسکتا ہے جس میں تبلیغ و تعلیم نہ ہو۔ **قال القاضي عياض جمهور المحققين على جواز النسيان عليه ابتداء فيما ليس طريقه البلاغ.** (بذل)

(۲۳۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ حَدَّثَنَا مِقْسَمٌ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ فِيْ قَطِيْفَةٍ بَنِيْ حَمْرَاءَ فُقِدَتْ يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ يَغُلَّ مَفْتُوْحَةُ الْيَاءِ.

''قتیبہ بن سعید، عبدالواحد، خصیف، مقسم، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّغُلَّ﴾ یعنی یہ بات نبی کی شایانِ شان نہیں کہ وہ مالِ غنیمت میں سے خیانت کرے۔ ایک لال رنگ کی چادر کے سلسلہ میں نازل ہوئی جو کہ غزوۂ بدر کے دن گم ہوگئی تھی تو بعض لوگوں نے کہا ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ چادر لے لی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔''

حدیث ثالث: اس حدیث میں مقصود سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۱ کا شان نزول اور یغل کی قراءت بیان کرنا ہے، جس کا حاصل آپ ﷺ کی صفائی اور مال غنیمت میں سے تقسیم سے قبل کچھ لینے پر وعید وممانعت ہے۔ یہ شان نزول بقول ابن عباسؓ وعکرمہؒ اور مقسم ہے۔

کلبیؒ ومقاتلؒ: کا کہنا ہے کہ اس کا شان نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھ گھاٹی پر تعینات ساتھیوں میں سے بعض نے کہا کہ اگر غنیمت سے کوئی چیز آپ ﷺ نے لے لی تو وہ آپ ﷺ کی ہوگی اور تقسیم نہ ہوگی اس لیے مورچہ چھوڑ دیا......... پھر جب آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے گھاٹی کیونکر چھوڑی تو کہنے لگے باقیوں نے چھوڑ دیا تو ہم بھی چھوڑ آئے۔ فقال بل ظننتم ان نغلّ ولا نقسم. بلکہ تمہارا خیال ہوا کہ ہم اس سے کچھ رکھ لیں گے اور تقسیم نہ کریں گے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (عون)

دوسرا شان نزول: ربط کے اعتبار سے موزوں ہے اگرچہ مفہوماً بعید ہے، پہلا شان نزول صحیح وصریح ہے اور مشہور ہے نتیجہ دونوں سے آپ ﷺ کی صفائی ہے۔

یَغُلّ یہ فعل مضارع معروف از باب نصر ہے۔ ابن کثیر، اہل بصرہ، عاصمؒ نے ایسے پڑھا ہے۔ دیگر قراء **یُغَل** فعل مضارع مجہول پڑھتے ہیں ہم پہلی قراءت پڑھتے ہیں امام ابوداؤدؒ نے اپنے قول سے اسی کو بیان کیا ہے۔

(۲۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْهَرَمِ. قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ وَالْبَخَلُ بِفَتْحِ الْبَا وَالْخَاءِ.

''محمد بن عیسیٰ، معتمر، ان کے والد، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے پروردگار! میں کنجوسی اور بڑھاپے سے پناہ مانگتا ہوں۔ ابوداؤد نے کہا: باء اور خا دونوں فتح کے ساتھ ہیں''

حدیث رابع: اس سے مقصود سورۃ النساء کی آیت ۳۷ میں مذکورہ لفظ بخل کی قراءت بیان کرنا ہے۔

الذین یبخلون ویأمرون الناس بالبخل. (نساء: ۳۷) جو خود بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو کنجوسی کا حکم دیتے ہیں۔ اس سے تو آپ ﷺ نے بھی پناہ مانگی ہے۔

بخل میں چار قراءتیں ہیں: (۱) بُخل مثل قُفل (۲) بُخُل مثل عُنُق (۳) بَخْل مثل نجم (۴) بَخَل مثل جَبَل **قال المفسرون قرأ الجمهور بضم الباء وسکون الخاء.** مفسرین نے کہا ہے کہ جمہور قراء نے باء کے ضمہ اور خاء کے سکون کے ساتھ بُخل پڑھا

ہے۔اور یہی ہم پڑھتے ہیں۔(عون)

قال ابو داؤد البخل (مثل جبل) بفتح الباء والخاء امام حمزہؒ وکسائیؒ کی یہی قراءت ہے جمہور کی بات گذر چکی۔

شح اور بخل کی تعریف: شح کہتے ہیں: "الحرص علی تحصیل ما لیس عندك" یعنی غیر موجود کی لالچ وہوس یہ شح ہے۔ **اور بخل کہتے ہیں:** "الامتناع من اخراج ما عندك" اپنے پاس موجود کو خرچ کرنے سے رکنا یہ کنجوسی ہے۔ان کے برعکس اسراف وتبذیر ہے۔ یہ تینوں قبیح وحرام ہیں اوراعتدال وسخاوت محمود ومطلوب ہے۔(انعامات منعم) دعاء میں بخل اور بڑھاپے کو ساتھ ذکر کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بڑھاپے میں بخل مزید شدید ہو جاتا ہے کیونکہ مال وعمر کی حرص بڑھ جاتی ہے۔ اللھم اعذنا منھا ومن القبائح کلھا.

(۲۴۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُنْتَفِقِ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ لَا تَحْسَبَنَّ.

''قتیبہ بن سعید'یحیٰ بن سلیم'اسماعیل'عاصم'حضرت لقیط بن صبرہ سے روایت ہے کہ میں قبیلہ بنی المنتفق کی جانب سے یا بنی المنتفق کے وفد میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ پھرانہوں نے حدیث بیان فرمائی۔حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: لا تَحْسِبَنَّ سین کے زیر سے فرمایااوراس کے زبر یعنی لَا تَحْسَبَنَّ نہیں فرمایا۔''

حدیث خامس: اس سے مقصود سورۂ آل عمران کی آیت ۱۶۹ کے پہلے کلمے کی قراءت بیان کرنا ہے کہ لا تحسبن بکسرالسین ہے اور یہی جمہور قراء کی قراءت ہے اور لا تحسبن بفتح السین یہ ابن عامر، عاصمؒ،حمزہؒ کی قراءت ہے۔ہم سین کے فتحہ والی قراءت پڑھتے ہیں۔ یہ لفظ سورۂ آل عمران میں یہاں سے آیت ۱۸۸ تک متعدد بار آیا ہے۔ وفد بنومنتفق والی مفصل روایت مکمل سنن ابی داؤد جلداول باب فی الاستنثار کتاب الطھارۃ میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔

(۲۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَحِقَ الْمُسْلِمُوْنَ رَجُلًا فِي غُنَيْمَةٍ لَهُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَتَلُوْهُ وَأَخَذُوْا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ.

''محمد بن عیسیٰ'سفیان'عمرو بن دینار'عطاء'ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی کچھ بکریاں لئے ہوئے تھا کہ وہاں پر مسلمان پہنچ گئے اس شخص نے کہا السلام علیکم (لیکن) مسلمانوں نے اس شخص کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لے گئے اس پر یہ آیت: ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى﴾ یعنی تم لوگوں کو جو شخص سلام کرے تو تم یہ نہ کہو تم مسلمان نہیں ہو تم دُنیا کے مال وسامان کے یعنی اس غنیمت کے خواہش مند ہو یعنی آپ نے ﴿تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ﴾ کے الفاظ بھی پڑھے (اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت مال موجود ہے تم پہلے ایسے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اب ہوشیار رہو)''

حدیث سادس: اس سے مقصود سورۃ النساء کی آیت ۹۴ پارہ ۵ میں واقع لفظ السلم کی قراءت کا اختلاف بیان کرنا ہے۔شان نزول بھی مذکور ہے۔ لحق المسلمون رجلا........ فنزلت غنیمۃ یہ غنم کی تصغیر ہے۔

سبب نزول: (۱) پہلا شان نزول حدیث میں مذکور واقعہ ہے اور یہ عامر بن اضبط اشجعی (مقتول) کا واقعہ ہے۔بعض نے مقتول کا نام

محلم بن جثامہ یا غالب بن کنود بھی ذکر کیا ہے۔(بذل)

(۲) دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک سریہ بنوضمرہ کی طرف بھیجا اس کے امیر حضرت اسامہ بن زیدؓ مقرر ہوئے جب یہ اس قبیلے کے پاس پہنچے تو وہ بھاگ گئے ان میں سے ایک آدمی ''مرداس بن نہیک'' مسلمان ہو چکا تھا وہ اسلام و مسلمانوں کے بھروسے پر نہ بھاگا بلکہ مسلمانوں کو دیکھ کر خوش ہوا اور کہا: ''السلام علیکم اشهد ان لا اله الا الله وان محمد الرسول الله'' لیکن مسلمانوں نے اسے صرف جان بچانے کا بہانہ قرار دے کر قتل کر دیا۔ ''فشد علیه اسامة فقتله'' اس پر اسامہ حملہ آور ہوئے سو اس کو قتل کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسامہؓ سے واپسی پر استفسار کے دوران یہ فرمایا تھا: ''هلا شققت عن قلبه فنظرت الیه؟ روح المعانی میں اسی آیت کے تحت ایک اور واقعہ بھی مذکور ہے۔

تحیۃ الجاھلیہ: آیت مبارکہ کے اس حصے میں جاہلیت کے طریقۂ ادب واحترام اور سلام وکلام کی ممانعت کی طرف اشارہ ہے کہ علیک سلیک کا اسلامی طریقہ اپناؤ اغیار و کفار کے طریقے چھوڑ دو مثلاً انعم صاحباً، حیاک اللہ، شب بخیر، صبح بخیر...... وغیرہ

تحیۃ الاسلام: السلام علیکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسلام مسلمان کو سلام سکھاتا ہے۔

السلم میں قراءتیں: امام حمزہؒ، نافعؒ، ابن عمرؓ، خلفؒ اور اہل شام نے اسے لام پر مد کے بغیر پڑھا ہے۔ اَلسَّلَمَ دیگر قراء نے السلم سین کے فتح اور لام پر کھڑے زبر (الف) کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابان بن زید نے عاصم سے السِّلْم بکسر السین وسکون اللام پڑھا ہے امام ابوداؤد نے اَلسَّلَم والی قراءت بالالف کو لیا ہے اور یہی ہم پڑھتے ہیں۔ سین کے کسرہ اور لام ساکن کے ساتھ یہ لفظ دوسری جگہ یا ایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة میں مذکور ہے۔(بقرہ:۲۰۸)

وهو الاستلام والانقیاد والطاعة. اس کا مطلب سپردگی، فرمانبرداری اور اطاعت گذاری ہے۔ یعنی وہ آدمی مطیع ومنقاد ہوا۔

فائدہ: آپ ﷺ جب کوئی سریہ روانہ فرماتے تو انہیں یہ ارشاد فرماتے کہ جب تم کوئی مسجد دیکھو یا مؤذن کی آواز سنو تو کسی کو قتل نہ کرو۔'' وکان رسول اللهؐ اذا بعث جیشا او سریة یقول لهم اذا رأیتم مسجدا او سمعتم مؤذنا فلا تقتلوا احدا.

(رواہ ابوداؤد، ترمذی، از عون)

(۲۴۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ وَهُوَ أَشْبَعُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَلَمْ يَقُلْ سَعِيدٌ كَانَ يَقْرَأُ.

''سعید بن منصور، ابوالزناد (دوسری سند) محمد بن سلیمان انباری، حجاج بن محمد اور ابوالزناد ان کے والد خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ (را کے پیش کے ساتھ) تلاوت فرماتے تھے (یعنی پہلے آیت کریمہ ﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ تک کا حصہ آپ پر نازل ہوا تھا۔ جب یہ حکم لوگوں پر گراں گزرا تو غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ (لفظ غیر کے زبر یا پیش کے ساتھ) نازل ہوا۔''

حدیث سابع: وهو اشبع. یعنی دوسرے شیخ محمد بن سلیمان انباری کی حدیث پہلے شیخ سعید بن منصور سے زیادہ تام ہے۔ غیر اولی الضرر. سورۃ النساء آیت ۹۵ کا حصہ ہے اس میں دو قراءتیں ہیں:

(۱) نافعؒ، ابن عامرؒ، کسائیؒ نے غیر کی راء پر فتح پڑھا ہے اس وقت ترکیب میں یہ القاعدون سے مستثنٰی یا حال ہوگا اور مستثنٰی اور حال دونوں منصوبات میں سے ہیں۔

(۲) باقی قراء نے اسے رفع کے ساتھ پڑھا ہے اس وقت مرفوع مرکب اضافی القاعدون کی صفت ہوگا یا بدل۔

(۳) بیضاوی میں ایک شاذ قراءت یہ بھی درج ہے کہ غیر کی راء پر کسرہ پڑھیں گے اس وقت یہ المؤمنین کی صفت ہوگا۔(عون)

ولم یقل سعید کان یقرأ. اس میں دونوں اساتذہ کی روایت میں فرق کو واضح کر دیا کہ محمد بن سلیمان کی روایت میں **عن النبیؐ کان یقرا** ہے جبکہ سعید بن منصور کی روایت میں **عن النبیؐ غیر اولی الضرر** ہے۔(بذل)

ضرر کا مطلب بیماری، معذوری اور ہر وہ چیز ہے جو شرکت جہاد سے مانع ہو۔ یہ آیت ابن ام مکتوم نابینا صحابیؓ کے استفسار پر اتری جب انہوں نے کہا: **لا یستوی القاعدون من المؤمنین والمجاهدون فی سبیل الله.... کیف من لا یستطیع الجهاد من المؤمنین.** کہ جو مؤمن جہاد نہیں کر سکتے ان کے لیے کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ نازل فرما کر معذوروں اور مجبوروں کو مستثنٰی کر دیا۔ **(والتفصیل فی التفسیر لابن کثیر)**

(۲۴۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَرَأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ.

''عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن علاء، عبد اللہ بن مبارک، یونس، ابوعلی، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ پیش کے ساتھ تلاوت فرمایا (یعنی العینُ میں نون کے پیش کے ساتھ نہ کہ زبر کے ساتھ)۔''

حدیث ثامن: والعین بالعین. یہ سورہ مائدہ آیت ۴۵ کا حصہ ہے اس میں تین معروف قراءتیں ہیں۔

تمہید: ان قراءتوں میں رفع اور نصب پڑھنے کی بنیاد یہ ہے کہ ترکیب کے اعتبار سے ''العین، الانف، الاذن، السن، الجروح'' ان کا عطف ہے انّ کے اسم ''النفس'' پر اس میں دو اعتبار ہیں اگر اس کے لفظ کو دیکھیں تو یہ منصوب اور انّ مشبہ بالفعل کا اسم ہے۔ اور محل کے اعتبار سے یہ مرفوع ہے۔ کیونکہ مبتداء کی جگہ واقع ہے اس لیے کہ حروف مشبہ بالفعل کا اسم وخبر درحقیقت مبتداء خبر ہوتے ہیں۔ اب جن قراء نے منصوب پڑھا وہ ''النفس'' کے لفظ پر عطف ڈالتے ہیں اور جنہوں نے مرفوع پڑھا ہے وہ اس کے محل پر عطف ڈالتے ہیں بعض نے کچھ میں باعتبار لفظ منصوب اور دیگر میں باعتبار محل مرفوع پڑھا وجہ اس کی یہی ہے۔

(۱) امام کسائیؒ نے العین سے آخر تک مرفوع پڑھا ہے یعنی محل پر عطف کا اعتبار کیا ہے۔

(۲) ابن کثیرؒ، ابن عامرؒ، ابوجعفرؒ، عمروؒ نے صرف ایک الجروح کو رفع سے پڑھا ہے۔

(۳) باقی قراء نے سب میں نصب کے ساتھ پڑھا ہے لفظ پر عطف کے اعتبار سے۔ اس آیت مبارکہ میں قتل، زخم اور دیگر جسمانی جنایات کا حکم قصاص بیان کیا گیا ہے۔

(۲۴۴) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ.

''نصر بن علی، ان کے والد، عبد اللہ بن مبارک، یونس، علی، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾ نون کے پیش کے ساتھ پڑھی۔"

حدیث تاسع: وكتبنا عليهم اى فرضنا. ہم نے ان پر فرض کیا اور لازم کیا۔

اس سے فقہاء اور اہل اصول نے استدلال کیا ہے کہ اگر سابقہ امم کے بارے میں کچھ نقل کیا گیا اور نسخ وممانعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے لیے مشروع اور قابل عمل ہوگا۔

(۲۴۵) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ سَعْدٍ الْعَوْفِيِّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ فَقَالَ مِنْ ضُعْفٍ قَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ كَمَا قَرَأْتَهَا عَلَيَّ فَأَخَذَ عَلَيَّ كَمَا أَخَذْتُ عَلَيْكَ.

"نفیلی، زہیر، فضیل، حضرت عطیہ بن سعد عوفی سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے آیت: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ﴾ میں (ض پر زبر) پڑھا۔ انہوں نے مِنْ ضُعْفٍ (ض پر پیش دے کر پڑھا) (پھر فرمایا) میں نے بھی آنحضرت ﷺ کے سامنے اسی طرح پڑھا تھا جس طرح تم نے میرے سامنے پڑھا ہے۔ آپ نے بھی اسی طرح میری گرفت کی جس طرح پر میں نے تمہاری گرفت کی۔"

حدیث عاشر: فاخذ على كما اخذت عليك. عطیہ بن سعد عوفیؒ نے جب ابن عمرؓ کے سامنے من ضَعْفٍ ضاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا تو ابن عمرؓ نے نکیر فرمائی پھر حوالہ دیا کہ آپ ﷺ نے مجھے ایسے ٹوکا تھا میں نے تمہیں روکا یعنی یہ قراءت مرفوع ہوئی کہ من ضُعف ضاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھو۔ **لان الضم لغة قريش والفتح لغة تميم.** (بذل) اس تردید کی دلیل یہ ہے کہ پیش سے پڑھنا قریش کی لغت ہے اور قرآن کریم اسی کے مطابق اترا ہے اور زبر کے ساتھ یہ بنوتمیم کی لغت ہے اس لیے نکیر واصلاح فرمائی۔ بہر دو صورت معنی کمزوری ہے اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ اس کا معنی ہوتا ہے دوگنا، اس کی جمع اضعاف آتی ہے اور پہلے کی جمع ضعفاء ہے۔

یہ سورۃ الروم کی آیت ۵۴ ہے۔ اس میں یہ لفظ تین مرتبہ (دو دفعہ مجرور مضاف الیہ اور ایک دفعہ میں منصوب مفعول) آیا ہے۔ ابوبکرؒ، حمزہؒ نے تینوں جگہ ضاد کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے نیز حفصؒ نے عاصم سے ایسے ہی نقل کیا پھر اسے ترک کر کے ضمہ کو اختیار کیا ہے۔ دیگر قراء نے اسے ضاد کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ **والضم اقوى فى القراءة.** (عون)

آیت میں مذکور تین کمزوریوں سے مراد (۱) ماء مھین اور نطفہ حقیرہ سے پیدائش۔ (۲) بچپن کی بے بسی اور بے کسی۔ (۳) بڑھاپے کی کمزوری اور کسمپرسی۔ ضعف یہ قوت کی ضد ہے۔ یہ تینوں باری تعالیٰ کی قدرت سے ہیں ابن آدم کے بس میں تسلیم ورضا کے سوا کچھ نہیں۔

(۲۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْقُطَعِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ عَنْ هَارُونَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ ضُعْفٍ.

"محمد بن یحییٰ، عبید، ہارون، عبداللہ بن جابر، عطیہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پیش کے ساتھ) مِنْ ضُعْفٍ پڑھا)"

حدیث ۱۱: كما مرّ الآن.

(۲۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَسْلَمَ الْمِنْقَرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ قَالَ

أُبَیّ بْنُ کَعْبٍ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا.

''محمد بن کثیر' سفیان' اسلم' عبداللہ' ان کے والد' حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح پڑھا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا﴾ ''

حدیث۱۲: اس میں سورۂ یونس کی آیت ۵۸ کے لفظ "فلیفرحوا" کے متعلق قرائتیں مذکور ہیں اس میں قراءت متواترہ تو "فلیفرحوا" غائب کے صیغے کے ساتھ ہے، اس صورت میں ھم ضمیر فاعل کا مرجع مؤمن لوگ اور الناس ہوگا۔

امام یعقوبؒ نے روایت ابیؓ کے مطابق "فلتفرحوا" مخاطب کے صیغے کے ساتھ پڑھا ہے یہ قراءت مشہورہ یا شاذہ ہے متواترہ نہیں۔ **ای فلتفرحوا یا اصحاب محمد و متبیعھم ھو خیر مما یجمع الکفار.** اے محمدؐ کے صحابہ وپیروکار خوشی حاصل کرو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل کفار کی جمع کردہ مردار دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔

نیز "فبذلك فافرحوا" امر حاضر کے صیغہ کے ساتھ بھی ایک قراءت بذل میں مذکور ہے جو ابیؓ کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

(۲۴۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْأَجْلَحِ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزٰی عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أُبَیٍّ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَرَأَ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِمَّا تَجْمَعُوْنَ.

''محمد بن عبداللہ' مغیرہ' ابن مبارک' اجلح' عبداللہ' ان کے والد حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ اپنے والد سے اور وہ حضرت اُبی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آیت کریمہ ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ﴾ پڑھی۔''

حدیث۱۳: اس میں سابقہ آیت کے آخری صیغے کے متعلق قراء کا اختلاف ذکر کرنا مقصود ہے۔ اس کی بنیاد بھی غائب ومخاطب پر ہے۔ ابن عامرؒ نے "مما تجمعون" مخاطب کے صیغے کے ساتھ اور باقی قراء نے "یجمعون" غائب کا صیغہ پڑھا ہے۔

(۲۴۹) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ إِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ثابت' شہر بن حوشب' حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ پر تلاوت فرمایا: إِنَّهٗ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ ''

حدیث۱۴: اس میں سورۂ ھود کی آیت ۴۶ کے جملے "انه عمل غیر صالح" کی قراءت بیان کرنا مقصود ہے۔

ترکیب: (۱) انّ حرف از حروف مشبہ بالفعل، ہ ضمیر اس کا اسم، عمل موصوف، غیر صالح مرکب اضافی صفت، موصوف صفت سے مل کر ان کی خبر۔ ان اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

(۲) ان حرف مشبہ بالفعل، ہ ضمیر اس کا اسم، عمل فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب، ہو ضمیر مستتر اس کا فاعل، غیر صالح منصوب مرکب اضافی عمل کا مفعول، عمل فعل اپنے فاعل ومفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ان کی خبر۔ جملہ اسمیہ خبریہ۔

اب اختلاف قراءت سمجھئے: امام ابو یعقوب کسائیؒ نے عمل فعل ماضی اور غیر منصوب مفعول پڑھا ہے۔ غیر صالح اور برے عمل کا مصداق شرک ہے۔ باقی قراء نے **عمل بفتح المیم و رفع اللام** مصدر مرفوع اور موصوف پڑھا ہے۔ اور غیر کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ ہم یہی قراءت پڑھتے ہیں۔ اس صورت میں انه کا مرجع نوح علیہ السلام کا سوال ہوگا کہ بیشک یہ کافر کے لیے دعا

مغفرت کرنا اچھا عمل نہیں، یا اس کا مرجع ان کا بیٹا کنعان ہوگا پھر عمل سے پہلے ذو معنوی طور پر مقدر ہوگا بلاشبہ وہ (تیرا بیٹا) برے عمل والا ہے۔ (بذل وعون)

(۲۵۰) حَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ سَلَمَةَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَقَالَتْ قَرَأَهَا إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَرَوَاهُ هَارُوْنُ النَّحْوِيُّ وَمُوْسَى بْنُ خَلَفٍ عَنْ ثَابِتٍ كَمَا قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ.

''ابوکامل' عبدالعزیز' ثابت' حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ اس آیت کریمہ کو کس طریقہ پر تلاوت فرماتے تھے: ﴿إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ﴾ انہوں نے فرمایا کہ آپ اس طرح پڑھتے تھے: ﴿إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ﴾ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ہارون' نحوی' موسیٰ بن خلف نے ثابت سے اس روایت کو اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس طرح عبدالعزیز نے روایت کیا ہے۔''

حدیث ۱۵: اس میں بھی اسی کی تفصیل ہے اور آپ ﷺ کی قراءت فعل ماضی والی ہے دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ دعاء کے آداب میں سے ہے کہ آدمی ابتداء اپنے آپ، ماں باپ اور مسلمانوں سے کرے چنانچہ آیت کریمہ میں دعاء ابراہیمی اس کی مثال ہے: رب اجعلنی مقیم الصلوٰة..... ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب. (ابراہیم:۴۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ باوجود محتاج الی اللہ ہونے کے نہ مانگنا اظہار استغناء ہے حالانکہ احتیاج اور آہ وزاری اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اس لیے آپ ﷺ پہلے دعاء اپنے لیے فرماتے۔

(۲۵۱) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا بَدَأَ بِنَفْسِهِ وَقَالَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى مُوْسٰى لَوْ صَبَرَ لَرَأٰى مِنْ صَاحِبِهِ الْعَجَبَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّيْ طَوَّلَهَا حَمْزَةُ.

''ابراہیم بن موسیٰ' عیسیٰ' حمزہ زیات' ابواسحٰق' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس' حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب دُعا مانگتے تو آپ پہلے اپنے لئے دُعا فرماتے اور فرماتے ہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور موسیٰ پر (رحمت ہو) اگر وہ صبر سے کام لیتے تو وہ بہت زیادہ عجیب وغریب باتیں دیکھتے لیکن انہوں نے تو یہ فرما دیا: ﴿إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ﴾ اس آیت کریمہ میں حمزہ نے تشدید کے ساتھ مِنْ لَّدُنِّيْ پڑھا (یہی مشہور قراءت ہے)''

حدیث ۱۶: لو صبر لرأی من صاحبه (ای الخضر العجب. اس سے سورۂ کہف میں آیت ۷۶ کی قراءت شاذہ کا ذکر ہے۔

فلا تصاحبني. اس میں ایک قرأت یہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں تاء مضموم صاد کے بعد الف حاء کسرہ کے ساتھ باء ساکن۔ عیسیٰؒ ویعقوبؒ نے فلا تصْحَبنِي. باب سمع سے فعل مضارع پڑھا ہے۔ اعرجؒ نے فلا تُصْحِبَنّي نون مشدد کے ساتھ پڑھا ہے۔ آخری دونوں قراءتیں قراءت سبعہ میں سے نہیں۔ (بذل)

من لدني عذرا. اس میں متعدد قراءتیں مذکور ہیں۔ (۱) لَدُنّي دال پر ضمہ نون مشدد۔ (۲) نافعؒ نے لدني دال پر ضمہ نون مکسور بلا تشدید پڑھا ہے۔ (۳) ابوبکرؒ نے لَدْنِيْ دال ساکن مائل بضمہ یعنی اشمام کے ساتھ نون مکسور غیر مشدد پڑھا۔ مذکورین کے علاوہ دیگر جملہ قراء نے پہلی قراءت دال مضموم نون مشدد کے ساتھ پڑھا ہے یہی ہم پڑھتے ہیں۔ (بذل)

(۲۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَارِيَةِ الْعَبْدِیُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِی إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ قَرَأَهَا قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّیْ وَثَقَّلَهَا.

''محمد بن عبدالرحمٰن، اُمیہ بن خالد، ابوالجاریہ، شعبہ، ابواسحٰق، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت اُبی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مِنْ لَّدُنِّیْ کے نون کو تشدید کے ساتھ تلاوت فرمایا۔ (مشہور قراءت بھی اسی طریقہ پر ہے)''

حدیث ۱۷: من لدنی وثقلها. یعنی نون مشدد وثقیل پڑھا۔

(۲۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُوْدِ الْمِصِّيْصِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِيْنَارٍ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ عَنْ مِصْدَعٍ أَبِیْ يَحْيٰی قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ أَقْرَأَنِیْ أُبَیُّ بْنُ كَعْبٍ كَمَا أَقْرَأَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ مُخَفَّفَةً.

''محمد بن مسعود، عبدالصمد، عبدالوارث، محمد بن دینار، سعید بن اوس، حضرت مصدع ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے اس طرح پڑھایا ہے جس طرح آنحضرت ﷺ نے ان کو پڑھایا آیت کریمہ میں: ﴿فِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ﴾ تخفیف کے ساتھ (مشہور قراءت بھی اسی طرح ہے)''

حدیث ۱۸: فی عین حمئة مخففة. اس سے مقصود سورۂ کہف کی (آیت ۸۴) کے کلمے کی قراءت بیان کرنا ہے۔ لفظ حمئة میں ابن عباسؓ، نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابوعمروؒ، حفصؒ نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ حمئة۔

ابن عامرؒ، ابوبکرؒ، حمزہؒ، کسائی نے الف کے ساتھ حامية پڑھا ہے۔ حمئة کا معنی سیاہ مٹی اور حامية کا معنی گرم ہے۔

(۲۵۴) حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ أَخْبَرَنَا هَارُوْنُ أَخْبَرَنِیْ أَبَانُ بْنُ تَغْلِبَ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ عِلِّيِّيْنَ لَيُشْرِفُ عَلٰی أَهْلِ الْجَنَّةِ فَتُضِیْءُ الْجَنَّةُ لِوَجْهِهٖ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ قَالَ وَهٰكَذَا جَاءَ الْحَدِيْثُ دُرِّیٌّ مَرْفُوْعَةُ الدَّالِ لَا تُهْمَزُ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمِنْهُمْ وَأَنْعَمَا.

''یحییٰ بن فضل، وہیب، ہارون، ابان، عطیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا البتہ (مقام) علیین کے لوگوں میں سے ایک شخص اہل جنت کو جھانکے گا تو اس کے چہرے کی وجہ سے جنت اس طرح روشن ہوگی کہ جس طرح چمکتا ہوا موتی۔ راوی نے کہا اس حدیث میں لفظ دُرّی دال کے پیش کے ساتھ دُرِّیٌّ ہے۔ دال کے زبر اور ہمزہ کے ساتھ یعنی دَرِیْءٌ نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی انہی حضرات میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی بہتر ہیں۔''

حدیث ۱۹: ان الرجل من اهل عليين. علیین یہ علو سے مشتق ہے بلندی والا۔

قال الراغب: عليون اسم اشرف الجنان كما ان السجين اسم شرّ النيران. (بذل)

امام راغب اصفہانیؒ نے کہا ہے کہ علیین جنت کے بزرگ ترین اور برتر مقام کا نام ہے جیسا کہ سجین جہنم کے بدترین حصے کا نام ہے۔ اس سے معلوم ہوا علیین اسم مکان ہے۔ علیین والے وہ حضرات ہیں کہ ان کے جھانکنے اور باہر دیکھنے سے جنت میں اجالا اور روشنی ہو جائے گی۔

ليشرف على اهل الجنة. یہ باب افعال سے مضارع معروف ہے۔ **كانها كوكب درى.** ان کے چہرے کو موتی کی طرف منسوب کرنا اور یہ کہنا اس کی چمک، خوبصورتی اور صفائی کی وجہ سے ہے۔

لفظ درّی میں متعدد قراءتیں ہیں یہ سورۂ نور آیت ۳۵ میں موجود ہے۔

(۱) امام کسائیؒ اور ابوعمروؒ نے دری دال کے زیر اور آخر میں مد و ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ **فمن كسر الدال، فهو فعيل من الدرأ، وهو الدفع لان الكوكب يدفع الشياطين من السماء، وشبهه بحالة الدفع، لان يكون في تلك الحالة اضوأ و انور، وقيل درئ اى طالع يقال درا النجم اذا طلع وارتفع.** (عون)

اس کے معنی میں دو قول ہیں: (۱) یہ لفظ درأ بمعنی دفع سے مشتق ہو تو معنی ہوگا آسمان سے احکام چرانے والے شیطانوں کو دفع کرنے والا ستارہ اور اس وقت دیگر ستاروں کی بنسبت اس کی چمک زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) یہ درا بمعنی طلع وظہر سے مشتق ہو تو بھی معنی ظاہر ہے کہ یہ چمک دار اور طلوع ہوتا ہے۔

(۳) ابوبکر حمزہؒ نے دری دال پر ضمہ را مکسو مشدد ہمزہ اور مد کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۴) باقی قراء نے دری دال پر ضمہ اور یائے مشدد کے ساتھ پڑھا ہے ہمزہ اور مد نہیں۔ ہم یہی آخری قراءت پڑھتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے بھی اثناء حدیث اسی قراءت کو بتلایا ہے کہ ہمزہ کے بغیر پڑھا ہے۔

وان ابا بكر وعمر لمنهم وانعما. اى زاد فى الحسن والفضل والانعام. ابوبکر وعمرؓ اہل علیین میں سے ہیں اللہ تعالیٰ اور نعمت وعزت دے۔

(۲۵۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سَبْرَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُسَيْكٍ الْغُطَيْفِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنَا عَنْ سَبَإٍ مَا هُوَ أَرْضٌ أَوِ امْرَأَةٌ فَقَالَ لَيْسَ بِأَرْضٍ وَلَا امْرَأَةٍ وَلٰكِنَّهُ رَجُلٌ وَلَدَ عَشَرَةً مِنَ الْعَرَبِ فَتَيَامَنَ سِتَّةٌ وَتَشَاءَمَ أَرْبَعَةٌ قَالَ عُثْمَانُ الْغَطَفَانِيُّ مَكَانَ الْغُطَيْفِيِّ وَقَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ.

''عثمان بن ابی شیبہ، ہارون، ابواُسامہ، حسن، ابوسبرہ، فروہ بن مسیک غطیفی سے روایت ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا پھر حدیث بیان کی، اسکے بعد کہا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ! سبا جو کہ آیت: ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾ میں ہے، یہ کسی خاتون کا نام ہے یا کسی مُلک کا؟ آپ نے فرمایا نہ تو یہ کسی خاتون کا نام ہے اور نہ مُلک کا نام ہے۔ سبا ایک شخص کا نام ہے جس کے عرب میں دس بیٹے پیدا ہوئے جن میں سے چھ بیٹوں نے یمن میں رہائش اختیار کر لی اور چار بیٹے ملک شام جا کر رہنے لگے (پھر ہوتے ہوتے انکی اولاد میں اضافہ ہوگیا اور سبا کی ایک قوم ہوگئی) عثمان نے کہا اس روایت میں عثمان نے بجائے غطیفی کے غطفانی کہا ہے اور حَدَّثَنِي کے بجائے حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ کہا ہے۔''

حدیث ۲۰ پس منظر: امام ترمذیؒ یہ حدیث سورۃ سباء کی تفسیر (جلد دوم) میں لائے ہیں۔ فروہ بن مسیک غطیفی یا غطفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا میں نے پوچھا کیا میں اپنی قوم کے باقی ماندہ لوگوں سے قتال نہ کروں؟ سو آپ ﷺ نے مجھے ان سے قتال اور لڑائی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر جب میں واپس نکلا تو میرے بارے میں پوچھا۔ وہ غطیفی کیا ہوا، کہاں ہے؟ صحابہ نے خبر دی کہ میں جا چکا آپ ﷺ نے میرے پیچھے واپس بلانے کے لیے بھیجا، میں واپس آیا تو آپ ﷺ جانثار صحابہ میں جلوہ افروز تھے۔ فرمایا: قوم کو دین اسلام کی دعوت دو جو ان میں سے اسلام لائے تو اس کی بات کو قبول کر اور جو تسلیم نہ کرے سو جلدی مت کرنا یہاں تک کہ وہ اپنا مدعا تجھے بیان کر دے۔

اور سباء کے بارہ میں اترا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ تو ایک آدمی نے لفظ سباء کے متعلق دریافت کیا یہ ملک وعلاقے کا نام ہے یا عورت (کیونکہ بظاہر مؤنث لگتا ہے) تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی ..... فتیا من ستة ای سکن منهم فی الیمن۔ یعنی ان میں سے چھ یمن کے رہائشی ہوئے۔ وتشائم اربعة ای سکن فی الشام۔ چار ملک شام میں مقیم ہوئے۔ اربعة، ستة یہ فاعل ہیں۔ (عون) سباء یہ یشجب بن یعرب بن قحطان کا بیٹا ہے۔

سباء کی اولاد کے نام: یمن میں قیام پذیر ہونے والے چھ یہ ہیں: ازد، اشعریون، حمیر، کندہ، مذحج، انمار۔ ایک صحابی نے پوچھا انمار کون ہیں؟ فرمایا خثعم وبجیلہ قبیلے اسی سے ہیں یہ یمن میں مأرب نامی جگہ میں رہتے تھے۔ شام کے باشندے یہ ہیں لخم، جذام، غسان، عاملہ۔ (خازن فی تفسیر سورة السباء)

لفظ سباء کی قراءتیں: یہ لفظ سورۃ النمل آیت ۲۲ اور سورۃ السباء آیت ۱۵ میں ہے اس میں مختلف قراءتیں ہیں: (۱) بزی، ابو عمرو نے ابن کثیر سے ہمزہ کے فتح کے ساتھ غیر منصرف پڑھا ہے قبیلے کا علم اور تانیث کی وجہ سے۔ دونوں جگہوں میں انہوں نے غیر منصرف پڑھا ہے۔

(۲) قنبل نے دونوں جگہوں میں وقف کی وجہ سے ہمزہ کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔

(۳) باقی قراء نے کسرہ اور تنوین کے ساتھ پڑھا ہے دونوں جگہوں میں۔ اور یہی ہم پڑھتے ہیں یہ قراءتیں ذکر کرنے کے بعد بذل میں ہے کہ حدیث میں تفصیلی قصہ موجود ہے اور قراءتیں اور یہ مذکور نہیں کہ آپ ﷺ نے کیسے پڑھا ہے۔ کتب قراءت میں مذکور ہونے کی وجہ سے یہاں درج کر دیں۔

(۲۵۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَإِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَبُوْ مَعْمَرٍ الْهُذَلِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِسْمٰعِيْلُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً فَذَكَرَ حَدِيْثَ الْوَحْيِ قَالَ فَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ

''احمد بن عبدۃ، اسماعیل، ابو معمر، سفیان، عمرو، عکرمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وحی کی حدیث کو بیان کیا تو فرمایا یہی وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ میں ہے۔ (یعنی انہوں نے راء اور غین کے ساتھ پڑھا ہے لیکن زیادہ تر قراء نے زاء اور عین کے ساتھ پڑھا ہے مشہور قراءت اسی طرح ہے)۔''

حدیث ۲۱: اس میں سورۂ سباء آیت ۲۳ کے لفظ ''حتی اذا فزع عن قلوبهم'' کی قراءت کا ذکر ہے۔

''فزّع'' میں تین قراءتیں ہیں: (۱) فاء کے ضمہ اور زاء مشدد کے کسرہ کے ساتھ باب تفعیل سے ماضی مجہول کا صیغہ پڑھا جائے یہ جمہور کی قراءت ہے اور ہم یہی پڑھتے ہیں۔

(۲) فاء اور زاء مشدد دونوں پر فتح ماضی معروف کا صیغہ۔ یہ ابن عامرؒ اور یعقوبؒ کی قراءت ہے۔ یہی دو قراءتیں مشہور ہیں۔

(۳) ابوذر نے مستملی، کشمیہنی سے ''فُرِّغ'' فاء پر پیش اور راء کے نیچے زیر اور غین کے ساتھ ماضی مجہول کا صیغہ نقل کیا ہے۔ مگر یہ قراءت قراءات متواترہ میں سے نہیں اور نہ ہی مرفوعاً مروی ہے باقی مشہور قراءتیں پہلی دو ہیں۔ (بذل)

تفسیر: یہاں تک کہ ان کے قلوب سے گھبراہٹ زائل ہو ..... پھر کہتے ہیں تمہارے پروردگار اور پالنہار نے کیا فرمایا: اس کا مصداق کون ہیں جن سے گھبراہٹ دور ہوگی، پھر کہیں گے۔

(۱) مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا تعلق ملائکہ سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب ان کو فرائض اور اپنے کام سپرد کیے جاتے ہیں تو کلام الٰہی کی وجہ سے ان پر فزع کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بات مکمل ہو، پھر اللہ تعالیٰ ان سے اس گھبراہٹ کو دور فرما دیتے ہیں تو وہ باہم پوچھتے ہیں کیا احکام و پیغام ملے تو وہ کہتے ہیں برحق اور سچ فرمایا پہلے اس کی تصدیق کرتے ہیں، پھر تعمیل پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اپنے مالک کے احکام پر خود کو شرح صدر نہ ہو تو اس پر عمل کرنے میں الجھن رہتی ہے۔

(۲) تفسیر مدارک التنزیل میں ہے کہ اس کا مصداق میدان محشر میں شفاعت کرنے والے اور جس کے لیے (مغفرت ونجات کی) سفارش کی جائے گی ہیں کہ جب اذن الٰہی سے وہ سفارش کریں گے اور گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو اب یہ آپس میں کہیں گے کہ رب تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ سفارش قبول ہوئی یا مردود، مغفرت اور نجات ملی یا...... واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۲۵۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَذْكُرُ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ بَلٰى قَدْ جَاءَتْكِ آيَاتِي فَكَذَّبْتِ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتِ وَكُنْتِ مِنَ الْكَافِرِينَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هٰذَا مُرْسَلٌ الرَّبِيعُ لَمْ يُدْرِكْ أُمَّ سَلَمَةَ.

''محمد بن رافع، اسحق بن سلیمان، ابوجعفر، ربیع بن انس، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا اہلیہ محترمہ حضرت رسول کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ آیت کریمہ ﴿بَلٰى قَدْ جَاءَتْكِ آيَاتِي فَكَذَّبْتِ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتِ وَكُنْتِ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ تلاوت فرماتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اس لئے کہ ربیع نے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔''

حدیث ۲۲: اس میں سورۂ زمر کی آیت ۵۹ میں موجود **فَكَذَّبْتِ؟ وَاسْتَكْبَرْتِ، وَكُنْتِ** ضمیر خطاب کی قراءت کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ واحد مذکر مخاطب کی ضمیر اور صیغے ہیں یا واحد مؤنث کے؟

اس کی بنیاد لفظ نفس ہے جو ''ان تقول نفس یحسرتی'' دو آیات پہلے لفظاً مذکور ہے۔ اگر نفس کو مؤنث قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے اور قرآن کریم میں ایسے ہی استعمال ہوا ہے کہ تینوں تقول واحد مؤنث غائب کے صیغے ہیں اور ھی ضمیر راجع الی النفس ہے۔ اور ''کل نفس ذائقة الموت، ان النفس لامّارة، بالنفس اللوامة، ایتها النفس المطمئنة'' میں خبر اور صفت کا مؤنث ہونا اس کی دلیل ہیں ہے، امام مبرد نحویؒ کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں نفس کا استعمال اکثر مؤنث آیا ہے۔ (بذل)

علامہ آلوسی بغدادیؒ نے روح المعانی میں کہا ہے: **لان المراد بالنفس الآمی وان لفظها مؤنث سماعی.** (عون) کہ لفظ نفس مؤنث سماعی ہے اور بمعنی آدمی ہونے کے معنوی طور پر مذکر ہے۔

قال البیضاویؒ: وتذکیر الخطاب علی المعنی. بیضاویؒ نے کہا ہے کہ مذکر معنی کی بناء پر ہے۔

اس تفصیل سے قراءت میں اختلاف کی وجہ بخوبی سمجھ آچکی اب قراءت ملاحظہ ہو۔

(۱) عبد بن حمید نے اپنی تخریج میں امام عاصم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کاف اور تا ضمیر پر زبر پڑھی ہے۔ (آدمی مذکر معنی کی وجہ سے) ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔

(۲) ابن یعمرؒ، جحدریؒ، ابوحیوۃؒ، زعفرانیؒ، ابن مقسمؒ، مسعود بن صالح شافعی نقلا عن ابن کثیر چاروں جگہ واحد مؤنث حاضر کی ضمیر کسرہ کے ساتھ پڑھی ہے۔ (لفظ نفس کے مؤنث ہونے کی وجہ سے) اور محمد بن عیسیٰ کی مختار قراءت بھی یہی ہے۔

قال ابو داؤد هذا مرسل، الربیع لم یدرك ام سلمة. امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ ربیعؒ نے ام سلمہؓ کو نہیں پایا۔ موصوف نے اس قال میں حدیث کا مرسل ہونا واضح کردیا۔

(۲۵۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ لَمْ أَفْهَمْهُ جَيِّدًا عَنْ صَفْوَانَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ ابْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقْرَأُ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ.

''احمد بن حنبل، احمد بن عبدہ، سفیان، عمرو، عطاء، صفوان بن یعلی نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبیؐ سے میں نے سنا۔ آپؐ منبر پر وَنَادَوْا يَامٰلِكُ پڑھتے تھے۔ (مطلب یہ ہے کہ سورۂ زخرف کی آیت کریمہ کے جزو یا مالک کو ترخیم کے بغیر پڑھتے تھے اور جو حضرات سے پڑھتے تھے صرف اس طریقہ سے پڑھتے تھے وَنَادَوْا يَامَالِ ک کو حذف کر کے)۔''

حدیث۲۳: قال ابن حنبل لم افهم جيدا عن صفوان. امام احمدؒ واضح کررہے ہیں کہ مجھے تیقن و تحقیق اور مکمل شرح صدر نہیں سفیان سے۔ کیونکہ کبھی عمر سے نقل کرتے ہیں کبھی اس کے علاوہ عطاء یا دیگر سے اس لیے فہم کامل نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث عن سفیان عن عمرو عن عطاء بلا ریب صحاح ستہ میں مروی ہے اس میں تردد نہیں۔

نادوا یا مالك. یہ سورۂ زخرف کی آیت ۷۷ کا پہلا جملہ ہے یہاں مالک منادی میں قراءت کا ذکر ہے کہ اس میں مالک کے ساتھ کاف آپ ﷺ نے پڑھا ہے یعنی منادی میں ترخیم کرکے کاف کو حذف نہیں کیا۔ قراءۃ متواترہ یہی ہے اور ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔

قاضی بیضاویؒ نے کہا ہے کہ "یامال" ترخیم (کاف کے حذف) کے ساتھ پڑھا گیا ہے پھر مال کی لام پر زیر حرکت اصلی کی وجہ سے اور پیش منادی معرفہ کی وجہ سے دونوں حرکتیں پڑھی جاتی ہیں۔ حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، امام اعمشؒ نے قراءت غیر متواترہ میں ایسے پڑھا ہے۔ (بذل وروح المعانی)

(۲۵۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَقْرَأَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ.

''نصر بن علی، ابواحمد، اسرائیل، اسحٰق، حضرت عبدالرحمٰن بن یزید، حضرت عبداللہ بن یزیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھے إِنِّي أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ پڑھایا (مذکورہ آیت کریمہ کی مشہور قراءت اس طریقہ سے ہے: إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ)۔''

حدیث۲۴: اس میں سورۃ الذاریات کی آیت ۵۸ کی قراءت بیان کرنا مقصود ہے۔

ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين. یہ قرأت متواترہ ہے۔

ترکیب: اس میں ان کا اسم لفظ اللہ ہے، ھو ضمیر فصل ہے، الرزاق موصوف ذوالقوۃ مرکب اضافی موصوف المتین صفت، موصوف صفت سے مل کر الرزاق کی صفت، وہ ان کی خبر ہے۔ (۲) یا الرزاق خبر اول ذوالقوۃ المتین مرکب توصیفی خبر ثانی۔ ان دونوں صورتوں میں المتین مرفوع ہے۔ (۳) المتین مجرور ''القوۃ'' کی صفت بھی ہوسکتا ہے اس وقت یہ مجرور ہوگا۔ ہم المتین کو مرفوع والی قراءت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یہ امام اعمش کی قراءت ہے۔ (عون)

دوسری قراءت جو حدیث میں مذکور ہے یہ قراءت متواترہ سے خارج ہے۔ اس قراءت میں ان کا اسم ''ی'' ضمیر متکلم ہے، انا ضمیر فصل ہے، باقی ماسبق کے مثل ہے۔

(۲۶۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَؤُهَا فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ يَعْنِي مُثَقَّلًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ مَضْمُومَةُ الْمِيمِ مَفْتُوحَةُ الدَّالِ مَكْسُورَةُ الْكَافِ.

''حفص بن عمر' شعبہ' ابواسحٰق' اسود' عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ تلاوت فرمایا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ مدکر میں میم پر پیش ہے اور دال پر زبر اور کاف پر زیر ہے۔ (مذکورہ جملہ پارہ: ۲۷ کا ہے مطلب یہ ہے کہ آپ نے لفظ مدکر کو دال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے اگرچہ بعض قراء نے بجائے دال کے ذال پڑھا ہے)۔''

حدیث ۲۵: کان یقرأها۔ ها ضمیر مؤنث کا مرجع معہود ذہنی آیت فهل من مدکر ہے۔ اس حدیث میں سورۃ القمر میں متعدد بار مذکور لفظ مدکر کی توضیح کی گئی ہے کہ یہ لفظ مدکر دال مشدد کے ساتھ ہے مذکر ذال کے ساتھ نہیں۔ امام ابوداؤدؒ نے حرکات بالکل واضح کردی ہیں۔

تعلیل: یہ باب افتعال سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ دراصل ''مذتکر'' تھا افتعال کے قوانین میں سے دال، ذال، زاء والے قاعدے کے مطابق افتعال کی تاء کو دال کردیا مذدکر ہوا پھر ذال کو دال کردیا تو ''مددکر'' ہوگیا پھر دال کو دال میں مدغم کیا تو ''مدّکر'' ہوا اس کے حروف اصلی ذ،ک،ر ہیں بمعنی نصیحت حاصل کرنے والا۔

(۲۶۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى النَّحْوِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَؤُهَا فَرُوحٌ وَرَيْحَانٌ.

''مسلم بن ابراہیم' ہارون نحوی' بدیل' عبداللہ بن شقیق' حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ راء کے پیش کے ساتھ تلاوت فرماتے ہوئے سنا۔ (یعقوب کی قراءت میں راء پر پیش ہے اور دیگر قراء کرام راء پر زبر پڑھتے ہیں)۔''

حدیث ۲۶: یقرأها فروح وریحان. اس ضمیر ها کا مرجع هذه الآیة ہے۔ (بذل)

روح میں قراءت متواترہ راء کے فتحہ کے ساتھ ہے جیسے ہم پڑھتے ہیں۔ دوسری قراءت راء کے ضمہ کے ساتھ ہے جیسے روایت میں موجود ہے اور یہ قراءت متواترہ سے خارج ہے۔ ابن عباسؓ، قتادہؒ، ضحاکؒ، اشعثؒ.........دیگر بہت سارے حضرات کی یہ قراءت ہے۔ یہ سورۂ واقعہ کی آیت ۸۹ ہے۔

حسنؒ کہتے ہیں روح کا معنی رحمت ہے۔ ریحان معروف خوشبودار بوٹی ہے۔ امام خلیلؒ نے کہا ہے کہ ''هو کل بقلة طیبة'' کہ ہر اچھی خوشبودار سبزی ہے۔

(۲۶۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الذِّمَارِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ أَيَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ.

''احمد بن صالح' عبدالملک' سفیان' محمد بن منکدر' جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ اس طرح تلاوت فرماتے تھے ﴿أَيَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ﴾۔ (مذکورہ آیت کی مشہور قراءت يَحْسَبُ ہے یعنی الف کے بغیر مذکورہ آیت پارہ ۳۰ کی ہے)''

حدیث ۲۷: ایحسب ان ماله اخلده. سورۂ ہمزہ کی اس آیت میں ایک قراءت ہمزہ استفہام کے بغیر ہے۔ اسے درّ منثور میں علامہ سیوطیؒ نے ابن حبانؒ، حاکمؒ، ابن مردویہؒ، خطیبؒ کے حوالہ سے جابر بن عبداللہ عن النبیؐ نقل کیا ہے یعنی ہمزہ کے بغیر اور سین کے کسرہ کے ساتھ اکثر قراء نے ''یحسب'' پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء عاصمؒ، شامیؒ، حمزہؒ نے سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ (غیث

النفع فی القراءات السبع ازعون)

تیسری قراءت ہمزہ استفہام کے ساتھ "ایحسب" ہے۔ابوداؤدشریف کے تمام نسخوں میں ایسے ہی ہے مگر اس کا ذکر تجوید وقراءت کی کتابوں میں نہیں۔صرف منذریؒ کے نسخہ میں حرف استفہام کے بغیر "یحسب" ہے۔(بذل) اس حدیث سے اصل مقصود سین کے فتحہ اور کسرہ کے اختلاف کو بیان کرنا ہے۔ہمزہ استفہام کے وجود وعدم سے بحث مقصود نہیں اگرچہ وہ بھی اب ذکر ہو چکا۔تین قراءتیں ذکر ہوئیں (۱) ہمزہ کے بغیر سین پر زبر کے ساتھ۔(۲) ہمزہ کے بغیر سین کے زیر کے ساتھ۔(۳) ہمزہ کے ساتھ۔

فائدہ: اس سے سورۃ البلد کی آیت ۵ "ایحسب ان لن یقدر علیه احد" کو نہ ملایا جائے کیونکہ وہاں تو حرف استفہام ہے۔شاید بعض کو شبہ ہوا اور انہوں نے سورۂ ہمزہ میں بھی اسے موجود قرار دیا حالانکہ حمزہ زیر بحث نہیں۔

(۲۶۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَمَّنْ أَقْرَأَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَلَا يُوثَقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ.

"حفص بن عمر، شعبہ، خالد، ابوقلابہ نے اس شخص سے سنا کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا تھا۔ آیت کریمہ: ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذَّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ وَّلَا يُوْثَقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ﴾ (مطلب یہ ہے کہ آپ نے مجہول کے صیغہ کے ساتھ اور ذال اور ثاء پر زبر پڑھا ہے)۔"

حدیث ۲۸: اس میں سورۃ الفجر کی دو آیات کی قراءت کا ذکر کرنا مقصود ہے: لا یعذب، لا یوثق.

(۱) ذال اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ فعل مضارع مجہول کا صیغہ پڑھیں۔علامہ بغویؒ نے کہا کہ امام کسائیؒ، یعقوبؒ نے مجہول پڑھا ہے۔ابن سیرینؒ، ابن ابی اسحٰقؒ، حیوۃؒ نے بھی ایسے ہی پڑھا ہے۔

(۲) دیگر قراء نے ذال اور ثاء کے کسرہ کے ساتھ معروف پڑھا اور یہی ہم پڑھتے ہیں:

"وثاقة" (۱) ابوجعفرؒ، شیبہؒ، نافعؒ نے واؤ کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یہ قراءت متواترہ سے خارج ہے۔

(۲) جمہور قراء نے واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے، ہم بھی فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔(بذل)

(۲۶۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَنْبَأَنِي مَنْ أَقْرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَنْ أَقْرَأَهُ مَنْ أَقْرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذَّبُ.

"محمد بن عبید، حماد، خالد حذاء، حضرت ابوقلابہؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا کہ جس کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا تھا: ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذَّبُ﴾۔(یہ آیت کا جملہ سورۂ فجر پارہ نمبر ۳۰ کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس جملہ کو مضارع مجہول کے ساتھ تلاوت فرمایا ہے)۔"

حدیث ۲۹: انبأنی من أقرأه النبیؐ. مجھے خبر دی اس صحابی رسول نے جسے نبی ﷺ نے پڑھایا۔یعنی ابوقلابہ کا استاد صحابی ہے۔(انبأنی) من اقراہ من أقرأه النبیؐ. مجھے خبر دی اس تابعی نے جسے اس صحابیؓ نے پڑھایا جس کو نبی ﷺ نے پڑھایا۔اس تقدیر میں ابوقلابہ کا استاد تابعی ہوگا۔اس طرح صحابی اور ابوقلابہ کے درمیان پہلی صورت میں فاصلہ نہ ہوگا اور دوسری صورت میں ابوقلابہ اور صحابی کے درمیان تابعی کا واسطہ ہوگا۔(عون) قراءت کما مر.

(۲۶۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدٍ

الطَّائِيّ عَنْ عطِيَّة الْعَوْفِيّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيّ قَالَ حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حدِيْثًا ذَكَرَ فِيْهِ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَالَ فقَالَ جِبْرَائِيْلَ وَمِيكَائِيْلُ.

''عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن علاء، محمد بن ابی عبیدہ، ان کے والد، اعمش، طائی، عطیہ عوفی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث بیان فرمائی جس میں حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کا تذکرہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جبرائیل اور میکائیل۔''

حدیث ۳۰: اس میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۹۷، ۹۸ اور سورۃ التحریم کی آیت ۴ میں موجود لفظ ''جبریل'' کی قراءت بیان کی گئی ہیں۔ یہ کلمات ابوداؤد کے کچھ نسخوں میں جبرائیل ومیکائیل اور بعض نسخوں میں جبریل ومیکال وارد ہیں۔ (عون) یہ کیونکہ غیر عربی الفاظ ہیں تو ان میں دیگر عجمی ناموں کی طرح عرب نے بہت تصرف کیا ہے اور متعدد قرائتیں مذکور ہیں۔ چنانچہ علامہ خفاجیؒ بیضاوی کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ان میں تیرہ لغات ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور ''جِبْرِيْل'' بروزن ''قِنْدِيْل'' ہے بیضاوی میں یہ بھی ہے کہ جبریل میں آٹھ لغات ہیں۔ چار مشہور اور چار شاذ ہیں۔

اختلاف قراءت ولغات میں فیصلہ اور راجح جاننے کے لیے سیدنا عثمانؓ کا مقولہ یاد رہے جو انہوں نے قرآن کریم جمع کرنے والے حضرات صحابہ سے فرمایا تھا: ''فاذا اختلفتم فی شیء فاکتبوہ بلغة قریش'' سو جب تمہیں کسی شئی میں اختلاف ہو تو قریش کی لغت کے مطابق لکھو۔ بذل میں ہے ''فاذا اختلفت الروایات فالمرجع فی ذلك الی اصله وقاعدته الی لغة قریش لانه (ﷺ) قرشی.

لفظ جبریل میں قراءت: (۱) جبریل مثل قندیل۔ ابوعمروؒ، نافعؒ، ابن عامرؒ، حفص عن العاصم کی یہ قراءت ہے وهی لغة الحجاز اور یہی اہل حجاز کی لغت ہے۔ ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔ علامہ خفاجیؒ نے اسے اشہر وافصح کہا ہے، اس کی دلیل شاعر رسول حضرت حسان ابن ثابتؓ کے کلام میں بھی موجود ہے:

وجبریل رسول الله فینا   روح القدس لیس له الکفاء

(مسلم ج۲/ ۳۰۱ باب فضائل حسانؓ ایضا انعامات المنعم اول باب ۱۷)

(ترجمہ) ''ہم میں اللہ تعالیٰ کے قاصد جبریل ہیں جن کا لقب روح القدس ہے ان کے ہم پلہ (تم میں) کوئی نہیں۔''

(۲) جبریل بفتح الجیم مثل شمویل۔ یہ ابن کثیرؒ اور حسنؒ کی قراءت ہے۔

فائدہ: امام فراءؒ نے اس کی تضعیف کی کوشش کی ہے اس لیے کہ فَعْلِيْل عرب میں کوئی وزن نہیں لیکن صاحب عون نے ان کی تردید کی ہے کہ عجمی الفاظ جب عربی میں منتقل ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ وزن بھی کبھی ملحق ہو جاتا ہے چنانچہ شمویل بروزن فعلیل مستعمل ہے۔

(۳) جبرئیل مثل سَلْسَبِيْل. یہ حمزہؒ اور کسائیؒ کی قراءت ہے اور بنو تمیم اور قیس کی لغت ہے۔ (۴) جبرئیل مثل جَحْمَرِش. یہ عاصم کوفی سے مروی ہے۔ بیضاویؒ کی تصریح کے مطابق چار مشہور قراءتیں یہی ہیں۔ (۵) جَبْرَئِلُّ لام مشدد کے ساتھ۔ (۶) جبرائل الف اور ہمزہ موجود ہوں بغیر یاء کے اور ہمزہ کسرہ کے ساتھ ہو۔ یہ عکرمہ کی قراءت ہے۔ (۷) جبرائیل اس میں ہمزہ کے بعد یاء بھی ہے۔ (۸) جبرائیل الف کے بعد دو یاء ہمزہ کے بغیر۔ (۹) جبرال صرف الف ہو ہمزہ اور یاء نہ ہو۔ (۱۰) جبرایل یہ طلحہ بن

مصرف کی قراءت ہے۔ (۱۱) جبرین جیم اور نون کے فتحہ کے ساتھ۔ (۱۲) جبرین جیم میں کسرہ کے ساتھ۔ (۱۳) جبرائین۔

یہ جملہ قراءتیں عون المعبود سے مرقوم ہیں جبکہ میکال کی تفصیل اگلی حدیث میں ہے۔

(۲۶۶) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَازِمٍ قَالَ ذُكِرَ كَيْفَ قِرَائَةُ جِبْرَائِيْلَ وَمِيكَائِيْلَ عِنْدَ الْأَعْمَشِ فَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ نِ الطَّائِيِّ عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الصُّوْرِ فَقَالَ عَنْ يَمِيْنِهٖ جِبْرَائِيْلُ وَعَنْ يَسَارِهٖ مِيكَائِيْلُ.

''زید بن اخزم' بشر بن عمر' حضرت محمد بن حازم سے روایت ہے کہ اعمش کے سامنے تذکرہ ہوا کہ جبریل اور میکائیل کی قراءت کس طرح ہے؟ انہوں نے حضرت سعد طائی سے حدیث بیان کی انہوں نے حضرت عطیہ عوفی سے سنا' انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرشتہ کا تذکرہ فرمایا جو صور لئے ہوئے کھڑا ہے تو آپ نے فرمایا ان کے دائیں جانب جبرائیل ہے اور بائیں جانب میکائیل ہے۔''

حدیث ۳۱: **صاحب الصور**. اس سے اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں۔ دوسری جگہ اس کی تصریح ہے۔

عن ابی سعید ن الخدریؓ قال قال رسول اللہؐ: اسرافیل صاحب الصور وجبریل عن یمینه ومیکائیل عن یساره وهو بینهما. ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اسرافیل صور و بینگی والا فرشتہ ہے۔ (پھونکتے وقت) اس کے دائیں طرف جبریل اور بائیں طرف میکائیل اور وہ ان دو کے درمیان ہوگا۔ **وعن یساره میکائل.**

میکال میں قراءتیں: بیضاویؒ کہتے ہیں۔ نافع نے اسے میکائل مثل میکاعل پڑھا ہے۔ ابوعمروؒ، یعقوبؒ، عاصمؒ نے بروایت حفص میکال یا ئکل (رسم الخط کے فرق کے ساتھ) پڑھا ہے مثل میعاد کے اور ہم یہی قراءت پڑھتے ہیں۔ باقی قراء نے میکائیل ہمزہ کے بعد یاء بڑھائی ہے۔ **وقرء میکئل کمیکعل ومیکئیل کمیکعیل ومیکاء ل.** (عون) **وقیل آخر. قال خلف: هو ابن هشام البغدادی له اختیاراة فی القراء ت، ما اعیانی جبریل ومیکائل، ای لکثرة القراء ة فیهما.** (عون)

فائدہ: علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے مطالعے کے دوران پڑھا ہے کہ جبرئیل کا نام عبدالجلیل اور کنیت ابوالفتوح ہے، میکائیل کا نام عبدالرزاق اور کنیت ابوالغنائم ہے، اسرافیل کا نام عبدالخالق اور کنیت ابوالمنافع ہے، عزرائیل کا نام عبدالجبار اور کنیت ابو یحییٰ ہے۔ یہ سریانی زبان کے الفاظ ہیں جن کا معنی ہے مرد خدا، بندۂ خدا۔ (عمدۃ القاری ج ا ص ۲۷ حقانیہ ملتان)

(۲۶۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ مَعْمَرٌ وَرُبَّمَا ذَكَرَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَقْرَئُوْنَ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَأَوَّلُ مَنْ قَرَأَهَا مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ مَرْوَانُ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ وَالزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ.

''احمد بن حنبل' عبدالرزاق' حضرت معمر سے روایت ہے کہ کبھی کبھی ابن مسیّب فرمایا کرتے تھے حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تلاوت فرماتے تھے اور ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ سب سے پہلے مروان نے پڑھا (اور باقی قراء کی قراءت لفظ مَلِكِ سے ہے) امام ابوداؤد فرماتے ہیں زہری بواسطہ انس رضی اللہ عنہ زہری بواسطہ سالم' ان کے والد کی حدیث کے بہ سند مرسل زیادہ صحیح ہے۔''

حدیث ۳۲: یہ حدیث ابن مسیّبؒ کے مراسیل میں سے ہے۔ اگر سعید بن مسیّب کا ذکر نہ ہو تو پھر یہ امام زہریؒ کی مرسل ہوگی۔ بہر دو

صورت حدیث مرسل ہے۔

تنبیہ: ظاہر کلام سے یہ معلوم ہورہا ہے کہ مَلِكِ يوم الدين (میم کے بعد الف کے بغیر) سب سے پہلے مروان والی مدینہ نے پڑھا ہے اور اس سے پہلے یہ قراءت خلفاء راشدین و دیگر حضرات نے نہیں پڑھی۔ لیکن یہ صرف وہم ہے بذل میں اس کی عمدہ ترین توجیہ وتطبیق اور صورت غیر متنازعہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مالك میں قراءت کا اختلاف تو پہلے سے معلوم تھا اور پڑھتے بھی ہوں گے۔ ہاں امراء میں سے باجماعت نماز میں سب سے پہلے یہ قراءت مروان نے پڑھی ہے۔ اس لیے یہ حیرت وتعجب کی بات نہیں کہ مروان نے یہ کیا کردیا۔ ابن کثیرؒ نے کہا ہے کہ مروان اس صحیح قراءت سے بھی واقف تھا لیکن ابن مسیب اور زہریؒ کو یہ نہ پہنچی تو یہ توجیہ بھی مقبول ودرست ہے لیکن پہلی بات تو ان کے عدم علم کو مستلزم نہیں۔

یہ دونوں قراءتیں یعنی "مع الالف، بلاالف" درست ہیں چنانچہ عون میں ہے: **وكلاهما صحيح متواتر في السبع.**

لفظ مالک میں قراءتیں: (۱) **غيث النفع في القراءات السبع** میں ہے کہ امام عاصمؒ علیؒ نے "**مالك**" الف کے ساتھ اور باقی قراء نے "**مَلِك**" بغیر الف کے پڑھا ہے۔

(۲) علامہ بغویؒ نے کہا کہ عاصمؒ، کسائیؒ، یعقوبؒ نے الف کے ساتھ اور دیگر نے الف کے بغیر پڑھا۔ **وكلاهما صحيحة حسنة، قال قوم معناهما واحد مثل فارهين فرهين، حاذرين حذرين.** (عون)

(۳) بعض نے لام کے کسرہ میں اشباع کرکے "**مليك**" اور نافعؒ نے کاف کے کسرہ میں اشباع کرکے "**ملكي**" **يوم الدين** بھی پڑھا ہے۔ ہم مالک یعنی الف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہی خلف کی مختار قراءت ہے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے علاوہ عشرہ مبشرہ، صحابہ کی ایک جماعت جن میں ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ معاذ بن جبلؓ سرفہرست ہیں اور تابعین میں سے قتادہؒ واعمشؒ وغیرہ حضرات کی بھی قراءت الف کے ساتھ ہے۔ (بذل)

(۲۶۸) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ أَوْ كَلِمَةً غَيْرَهَا قِرَاءَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ يُقَطِّعُ قِرَاءَتَهُ آيَةً آيَةً.

"سعید بن یحییٰ، ان کے والد، ابن جریج، عبداللہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ سورۂ فاتحہ اس طریقہ سے تلاوت فرماتے تھے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ایک آیت: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ دوسری آیت ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ تیسری آیت: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ چوتھی آیت (الخ) (یعنی آپ ہر ایک آیت کریمہ کو علیحدہ علیحدہ تلاوت فرماتے تھے ایک دوسرے سے نہیں ملاتے تھے)"

حدیث ۳۳: انها ذكرت او كلمة غيرها. یعنی اس میں تردد ہے کہ "ذکرت" کا لفظ ہے یا اس کے علاوہ "وصفت" وغیرہ کہا ہے۔ یہ شک ابن جریج یا اس سے نیچے کے راویوں کو ہے کہ ابن ابی ملیکہ نے ذکرت کہا یا کوئی اور کلمہ۔ (بذل وعون)

يقطع قرأته آية آية. ترمذی میں اس سے صحیح وصریح روایت ہے: **عن ابن ابی مليكةؒ عن ام سلمةؓ قالت كان رسول اللهﷺ يقطع قرأته يقرأ الحمد لله رب العالمين ثم يقف الرحمن الرحيم ثم يقف......** سورۂ فاتحہ کی ایک ایک آیت وقف کے ساتھ جدا جدا تلاوت فرماتے اور یہی مستحب ومسنون ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قراءت وقف کے ساتھ ہو۔

انما ذکر هذا الحديث فی کتاب القرائت لان الوقف والقطع داخلتان فی القراء ت او باعتبار **مالك يوم الدين** .... اس عبارت میں حدیث کی کتاب سے مناسبت بیان ہوئی ہے۔ (بذل)

(۲۶۹) **حَدَّثَنَا عُثْمَانُ** بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى حِمَارٍ وَالشَّمْسُ عِنْدَ غُرُوبِهَا فَقَالَ هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَغْرُبُ هَذِهِ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَامِيَةٍ.

''عبید اللہ بن عمر، عثمان بن ابی شیبہ، یزید بن ہارون، سفیان بن حسین، حکم، ابراہیم ان کے والد، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے ہمراہ ایک گدھے پر سوار تھا اسی وقت سورج غروب ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ یہ کس جگہ غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) خوب (اچھی طرح) واقف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَامِيَةٍ (حَمِئَةٍ) کی بجائے حَامِيَة پڑھا۔ یہ (سورج) ایک گرم چشمہ میں (جاکر) غروب ہوتا ہے۔''

حدیث ۳۴: فانها تغرب فی عين حامية. (کہف ۸۶) اس میں قراءتیں حدیث نمبر ۱۸ میں گذر چکی ہیں۔ وہاں صرف قراءت اور پڑھنے کا ذکر ہے اور یہاں ابوذرؓ کا واقعہ بھی ہے نیز وہاں حمئة والی قراءت اور یہاں دوسری حامة والی قراءت مذکور ہے۔

(۲۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءٍ أَنَّ مَوْلًى لِابْنِ الْأَسْقَعِ رَجُلَ صِدْقٍ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَهُمْ فِي صُفَّةِ الْمُهَاجِرِينَ فَسَأَلَهُ إِنْسَانٌ أَيُّ آيَةٍ فِي الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ.

''محمد بن عیسیٰ، حجاج، ابن جریج، عمر بن عطاء، مولیٰ ابن اسقع، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس صفہ مہاجرین میں تشریف لائے آپ سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ قرآن کی کونسی آیت کریمہ سب سے زیادہ بڑی ہے؟ (یعنی مرتبہ اور اثر کے اعتبار سے کون بڑی آیت ہے؟) حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ (الا ھو پر وقف نہیں فرمایا بلکہ ملا کر پڑھا ہے)''

حدیث ۳۵: فی صفة المهاجرين وهی موضع مظلل فی مسجد المدينة تنزله فقراء المهاجرين. (بذل) صفہ مسجد نبوی میں وہ سایہ دار چبوترہ ہے جہاں فقراء و مہاجرین اترتے اور رہتے تھے۔ آج کل مسجد کے سامنے دائیں طرف حجرۂ فاطمہ کے پاس باب جبریل سے اندر چبوترہ اسی نام سے موسوم و موجود ہے۔

فائدۂ مہمہ: اگر کوئی آدمی اس چبوترے پر اب بھی بیٹھ کر چالیس احادیث حفظاً یا نظراً پڑھ لے تو اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم سے نسبت حاصل ہو جائے گی اور اس مکان کی برکت کے ساتھ ساتھ مکینوں کی نسبت بھی مل جائے گی۔

فسأله انسان. بذل میں ہے **لم اقف علی اسمه.** اس دریافت کرنے والے کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

امام ابوداؤدؒ باب ماجاء فی آیۃ الکرسی کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں یہ حدیث لائے ہیں۔

یا ابا المنذر ایّ آية معك من كتاب الله عزوجل معك اعظم ؟ اس میں یہ تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے ابی ابن کعبؓ سے پوچھا لیکن آپ ﷺ سے کس نے سوال کیا اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ **ای آية فی القرآن اعظم فيه ای ثوابها اكثر.** اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ عظمت والی آیت ثواب کے اعتبار سے وہ آیت الکرسی ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت: قالؐ ما قرأت هذه الآية فی دار الا حجرتها الشياطين ثلاثين يوما ولا يدخلها ساحر ولا ساحرة اربعين ليلة، يا علی علّمها ولدك واهلك وجيرانك فما نزلت آية اعظم منها، من قرأ آية الكرسی فی دبر كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت، ولا يواظب عليها صديق او عابد.
(روح البیان) "نہیں پڑھی جاتی آیت الکرسی کسی گھر میں مگر شیاطین اس سے دور ہو جاتے ہیں اور کتراتے ہیں تیس دن اور اس میں کوئی جادوگر مرد و عورت چالیس دن تک داخل نہیں ہو سکتے، اے علیؓ اپنی اولاد اور گھر والوں اور پڑوسیوں کو سکھاؤ اس سے زیادہ عظمت، برکت، حفاظت اور ثواب والی آیت نازل نہیں ہوئی جو اسے فرض نماز کے بعد پڑھتا ہے اس کے جنت میں داخلے سے صرف موت مانع ہے۔ اس پر صدیق عبادت گذار ہی دوام اور پابندی اختیار کرتے ہیں۔

اس آیت میں کیونکہ صفات باری تعالیٰ (جمال، جلال، سلبیہ وثبوتیہ) سب موجود ہیں اس لیے یہ سب سے زیادہ برکت و ثواب والی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم کی بعض آیات یا سورتیں دوسرے بعض سے فضیلت میں زیادہ ہیں جبکہ ابوالحسن اسفرائنیؒ، ابوبکر باقلانیؒ وغیرہ کا یہ کہنا ہے کہ آیات قرآنی میں تفضیل نہیں کیونکہ اس سے مفضولیت وتنقیص لازم آتی ہے۔ لکن هذا القول بمعزل عن التحقيق والخلاف نقل القاضی. (بذل)

القیوم میں قراءتیں: امام بغویؒ نے کہا ہے کہ عمرو ابن مسعود نے القیام پڑھا ہے اور علقمہ نے القیم پڑھا ہے۔ یہ دونوں قراءتیں غیر متواترہ ہیں۔ (بذل)

تعلیل: روح المعانی میں ہے کہ القیوم مبالغہ کا صیغہ ہے اس کی اصل قَيْوُوْمٌ بروزن فَيْعُوْلٌ ہے۔ یاء اور واؤ جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن تھا واؤ کو یاء سے بدلا پھر یاء کو یاء میں مدغم کر دیا تو قیوم ہوا۔ اسے فعول کے وزن پر ماننا درست نہیں کیونکہ یہ اجوف واوی ہے اور فعول کے وزن پر قووم ہوگا جو کسی نے بھی نہیں کہا۔ القائم بھی پڑھا گیا ہے۔ (عون)

(۲-۱) حَدَّثَنَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ قَرَأَ هَيْتَ لَكَ فَقَالَ شَقِيقٌ إِنَّا نَقْرَؤُهَا هِيْتُ لَكَ يَعْنِي فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَقْرَؤُهَا كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ.

"ابومعمر، عبدالوارث، شیبان، اعمش، حضرت شقیق کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے سورۂ یوسف میں: ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ پڑھا۔ شقیق نے بیان کیا کہ ہم لوگ تو اسے ﴿هِيْتُ لَكَ﴾ پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا مجھ کو جس طرح سکھایا گیا مجھے وہی پسند ہے۔"

حدیث ۳۶: قرأ هيت لك یہ سورۃ یوسف آیت ۲۳ میں ہے:

(۱) ھاء پر فتحہ، یاء ساکن، تاء پر فتحہ "هَيْتَ لَكَ" یہ قراءت متواترہ ہے۔ طبریؒ کہتے ہیں آپ ﷺ کی یہی قراءت ہے اور اہل کوفہ نے ایسے ہی پڑھا ہے، ہم بھی یہی پڑھتے ہیں۔ (۲) ہاء کے کسرہ کے ساتھ اور تاء پر فتحہ یعنی "هِيْتَ لَكَ" یہ اہل مدینہ اور اہل شام کی قراءت ہے یہی حضرت علیؓ، ابورجاءؒ، یحییٰؒ، عکرمہؒ وغیرہ کی قراءت ہے۔ (۳) ہاء کے فتحہ اور تاء پر ضمہ کے ساتھ "هَيْتُ لَكَ" ابن کثیرؒ نے ایسے ہی پڑھا ہے۔ (۴) ہاء کے کسرہ کے ساتھ پھر ہمزہ ساکنہ اور تاء پر ضمہ "هِئْتُ لَكَ" سلمیؒ اور قتادہؒ نے یوں پڑھا ہے ای "تهيأتُ لك" لیکن ابوعمرو اور کسائی نے اس پر نکیر کی ہے اور یہ کہا ہے کہ عرب میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں یہ اسم فعل بمعنی "هلم" اور تعال کے ہے ہِیَ آؤ۔

ابوعبیدہؒ کہتے ہیں یہ اہل حوران کی لغت ہے جو حجاز والوں کی لغت میں مل گئی وقال عكرمة ايضا بالحورانية. هلم مزید

یہ بھی کہ عرب اسے تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث نہیں پڑھتے بس یہ اسی حال میں پڑھا جاتا ہے۔ ابن مسعودؓ کی قراءت "ھَیْتَ لَکَ" ہے جسے وہ راجح سمجھتے اور پڑھتے تھے۔

(۲۷۲) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قِيلَ لِعَبْدِ اللهِ إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَءُونَ هٰذِهِ الْآيَةَ وَقَالَتْ هِيْتَ لَكَ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ كَمَا عُلِّمْتُ أَحَبُّ إِلَيَّ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ.

"ہناد، ابو معاویہ، اعمش، حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ کچھ لوگ وَقَالَتْ هِيْتَ لَكَ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ جس طریقہ سے مجھے سکھایا گیا اور مجھے یہی پسندیدہ ہے۔"

حدیث ۳۷: وقالت هَيْتَ لك قراءت ابن مسعودؓ ثانیاً مذکور ہے۔

(۲۷۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا هِشَامُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ.

"احمد بن صالح، ابن وہب (دوسری سند) سلیمان بن داؤد، ابن وہب، ہشام، زید بن اسلم، حضرت عطاء بن یسار، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے یہ فرمایا: ﴿ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾۔ (یعنی آپ نے لفظ تُغْفَرْ کو تاء کے ساتھ واحد مؤنث غائب مضارع مجہول سے پڑھا ہے اور مشہور قراءت نغفر (مضارع، جمع متکلم) یعنی نون کے ساتھ ہے)۔"

حدیث ۳۸: اس میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۵۸ میں واقع جملہ "حطّة نغفر لكم" کی قراءت بیان ہے۔ حطة۔ یہ مثل جلسة فِعْلَةٌ کے وزن پر ہے۔

ترکیب: (۱) حطة مرفوع مبتداء محذوف مسألتنا. کی خبر ہے۔ یہ جملہ اسمیہ مقولہ اور نغفر لكم .... جملہ فعلیہ جواب امر ہے۔ (۲) یہ منصوب ہے اور قولوا کا مفعول ہے یا مفعول مطلق ہوگا فعل محذوف کا حُطَّ عنا ذنوبنا حطة ہمارے گناہ معاف کر معاف کرنا۔ پہلی ترکیب ہماری قراءت کے مطابق ہے۔

قراءتیں: حدیث پاک میں نغفر لکم فعل کی قراءت بیان کی گئی ہے۔

(۱) یہ فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب کا صیغہ "تُغْفَرْ لكم" ہو اس وقت معنی ہوگا تم کہو ہمارا سوال گناہوں کی معافی ہے تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ یہ ابن عامرؒ کی قراءت ہے۔ اور حدیث میں یہی بیان ہے۔

(۲) فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب کا صیغہ "يُغْفَرْ" ہو اس وقت بھی سابقہ معنی ہوگا یہ نافعؒ کی قراءت ہے۔ ان دونوں قراءتوں میں واحد مذکر اور واحد مؤنث دونوں کا صیغہ پڑھا جا رہا ہے کیونکہ نائب فاعل خطیٰکم جمع مکسر ہے جس کے لیے فعل مذکر و مونث دونوں لائے جاسکتے ہیں قام الرجال اور قامت الرجال

(۳) یہ فعل مضارع معروف از باب ضرب جمع متکلم کا صیغہ "نَغْفِرْ" ہو یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔ اور ہم یہی پڑھتے ہیں اس صورت میں فاعل نحن ضمیر بارز اور خطایاکم مفعول بہ ہوگا۔

(۲۷۴) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ .

''جعفر، ابن ابی فدیک، ہشیم نے اپنی سند سے اسی طرح روایت کیا ہے۔''

حدیث ۳۹: کما مر الآن.

(۲۷۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أُنْزِلَ الْوَحْيُ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ فَقَرَأَ عَلَيْنَا سُورَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ يَعْنِي مُخَفَّفَةً حَتَّى أَتَى عَلَى هَذِهِ الْآيَاتِ .

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ہشام بن عروہ، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ آپ نے ہم کو پڑھ کر سنایا: سُوْرَةٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا یعنی فَرَضْنَا میں راء کی تخفیف کے ساتھ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ آپ نے یہ تخفیف راء تلاوت فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ ان آیاتِ کریمہ پر پہنچے۔''

حدیث ۴۰: یہ سورۃ النور کی پہلی آیت ہے۔ (۱) فرضنٰها کو ابوکثیرؒ اور ابن عمرؓ نے ''فَرَّضْنٰها'' راء مشدد کے ساتھ باب تفعیل سے پڑھا ہے۔

(۲) باقی قراء نے ''فَرَضْنٰها'' راء کو تخفیف کے ساتھ باب ضرب سے پڑھا ہے۔ ہم یہی قراءت پڑھتے ہیں۔ ابوعلیؒ کہتے ہیں ھاء ضمیر سے پہلی مضاف محذوف ہے یعنی فرضنا فرائضها اس کے احکام ہم نے فرض کیے۔

ضاد کی ادائیگی میں تفصیل: حرف ضاد کی ادائیگی میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ ظاء کے قریب ہے دال کے قریب نہیں، ضاد زیادہ تر صفات و ادائیگی میں ظاء کے مشابہ ہے اس لیے اسے ظاء کے مماثل پڑھا جائے، درج ذیل عبارت میں یہی بیان ہے۔

فائدہ: واما اخراج الضاد من مخرجها فعسير لا يقدر عليه العوام........ ان الضاد والظاء متشابهة فى السمع، والضاد لا تفترق عن الظاء الا باختلاف المخرج وزيادة الاستطالة فى الضاد........ وقال فخر الدين الرازى فى التفسير المسئلة العاشرة: المختار عندنا ان اشتباه الضاد بالظاء لا يبطل الصلاة........ وقد طال النزاع فى هذه المسئلة قديما وحديثا........ وقال جماعة من الائمة من لم يقدر على اخراج الضاد من مخرجها، فله ان يقرأ الضاد مشابهة بالظاء لان الضاد تشارك الظاء فى صفاتها كلها، ويزيد عليها بالاستطالة........ ولا يقرأ الضاد مشابهة بالدال ابدا، وهذا قول شيخنا السيد نذير الدهلوى والقنوجى. والتحقيق فى هذا الباب ان قرأة الدال مكان الضاد تبطل بها الصلوة قطعا لفساد المعنى. واما قرأة الظاء مكان الضاد لا تفسد بها الصلوة اصلا لمشاركة الظاء بالضاد، واما من سعى واجتهد فى اداء الظاء من مخرجها ولم يقدر عليه، فقرأ بين الدال والضاد بحيث لم ينطق بالدال الخالص، لا تفسد صلوته ايضا وهذا اختيار بعض شيوخنا المحققين وهو الصواب. والله اعلم (عون المعبود بلفظه)

قد تم كتاب الحروف ويليه كتاب الحمام واللباس
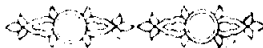
کِتَابُ الْحَمَّامِ

نہانے کے بیان میں

یہ ''کتاب اللباس'' کا ابتدائیہ اور تمہید ہے۔ حمام یہ مذکر ومؤنث دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ **هی الحمام، هو الحمام.** تانیث اغلب ہے اس کی جمع حمامات آتی ہے۔ حمام گرمابہ، نہانے کی جگہ۔ پہلے زمانے میں سرائے اور حمام ہوتے تھے جن میں لوگ مجتمع ہو کر برہنہ نہاتے، گاتے اور خوش ہوتے اسلام نے اس کی اصلاح فرمائی یہ عمل عورتوں کے لیے تو منع ہے کیونکہ عریانی اور مردوں سے اختلاط ہوتا ہے جو سمِّ قاتل ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عورتیں بھی جاتیں تھی اور مردوں کی طرح بے لباس ہو کر نہاتیں تھیں، آپ ﷺ نے اس میں اصلاح وممانعت فرمائی کہ مرد تو چادر کے ساتھ نہائیں یہ اصلاح ہوئی اور عورتیں نہ آئیں یہ ممانعت ہوئی۔ غالباً یہ صورت سوئمنگ پول اور سمندروں اور نہروں پر پیش آتی ہو اس لیے اس میں احتیاط واجتناب ہو مردوں سے اختلاط تو بالکل نہ ہو اور الگ بھی کپڑوں کے بغیر نہ ہو پھر جسم پر کپڑے بھی دبیز ہوں کہ بھیگنے کے باوجود بھی ستر وحجاب رہے۔ **هذا ما بدالی والله اعلم.**

ابواب واحادیث کی تعداد: یہ کتاب صرف تین (۳) ابواب اور گیارہ (۱۱) احادیث پر مشتمل ہے۔

(۲۷۶) **حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ أَبِي عُذْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ دُخُولِ الْحَمَّامَاتِ ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ أَنْ يَدْخُلُوهَا فِي الْمَيَازِرِ.**

''موسیٰ بن اسمٰعیل، حماد، عبید اللہ بن شداد، ابی عذرہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حمام میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے مردوں کو تہبند باندھ کر حمام میں داخل ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔''

(۲۷۷) **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلَ نِسْوَةٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ مِمَّنْ أَنْتُنَّ قُلْنَ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ قَالَتْ لَعَلَّكُنَّ مِنَ الْكُورَةِ الَّتِي تَدْخُلُ نِسَاؤُهَا الْحَمَّامَاتِ قُلْنَ نَعَمْ قَالَتْ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَخْلَعُ ثِيَابَهَا فِي غَيْرِ بَيْتِهَا إِلَّا هَتَكَتْ مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ أَبُو دَاوُدَ هَذَا حَدِيثُ جَرِيرٍ وَهُوَ أَتَمُّ وَلَمْ يَذْكُرْ جَرِيرٌ أَبَا الْمَلِيحِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.**

''محمد بن قدامہ، جریر (دوسری سند) محمد بن مثنی، محمد بن جعفر، شعبہ، منصور، سالم، حضرت ابوالملیح سے روایت ہے کہ اہلِ شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت فرمایا تم کہاں کی رہنے والی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ملک شام کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (میرا خیال ہے کہ) شاید تم اس علاقہ کی باشندہ ہو جہاں خواتین بھی حمام میں (غسل کرنے کے لئے) جاتی ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آگاہ رہو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو عورت اپنے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے کسی اور جگہ اتارتی ہے تو وہ

عورت اپنے پردہ کو پھاڑتی (یعنی ختم کرتی ہے) جو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ جریر کی حدیث ہے جو کہ زیادہ مکمل ہے اور جریر نے ابوالملیح کو بیان نہیں کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"

(۸۔۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا سَتُفْتَحُ لَكُمْ أَرْضُ الْعَجَمِ وَسَتَجِدُونَ فِيهَا بُيُوتًا يُقَالُ لَهَا الْحَمَّامَاتُ فَلَا يَدْخُلَنَّهَا الرِّجَالُ إِلَّا بِالْأُزُرِ وَامْنَعُوهَا النِّسَاءَ إِلَّا مَرِيضَةً أَوْ نُفَسَاءَ.

"احمد بن یونس' زہیر' عبدالرحمن بن زیاد' عبدالرحمن بن رافع' عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی نے ارشاد فرمایا تم لوگوں کیلئے عنقریب عجم کی سرزمین فتح ہو جائیں گی اور تمہیں اس میں وہ مکانات ملیں گے جن کو حمام کہا جاتا ہے تو اس میں مرد تہبند کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اور خواتین کو بھی داخل ہونے سے روکو سوائے مریض یا نفاس والی عورت کے۔ (یعنی جس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہو یا بیمار عورت کو یا کسی دوسری ضرورت شرعی کی بنا پر کوئی عورت حمام میں داخل ہونا چاہے وہ داخل ہو سکتی ہے۔)"

تشریح: حدیث اول: عن ابی عذرة. قيل ان ابا عذرة ادرك رسول الله. قال ابوبكر بن حازم الحافظ لا يعرف هذا الحديث الا من هذا الوجه وابو عذرة غير مشهور واحاديث الحمام كلها معلولة. (عون) **يقال جزم بصحبته مسلم.** (بذل) ابوعذرہؓ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو پایا ہے ابوبکرؒ کہتے ہیں یہ حدیث صرف اسی طریق سے ہے اور ابوعذرہ غیر مشہور ہیں۔ امام مسلمؒ نے ابوعذرہ کے صحابی ہونے پر یقین کیا ہے۔

نهى عن دخول الحمامات. پہلے پہل تو بدنظمی، بے حجابی اور عریانی کی وجہ سے منع فرمایا پھر مردوں کے لیے ازار (وہ چادر جو ناف تک باندھی جائے اور گھٹنوں یا ان سے نیچے تک ہو) کے ساتھ اجازت دی کیونکہ مقصود برہنہ ہونے سے روکنا تھا غسل سے نہیں۔ عورتوں کے لیے کیونکہ ستر مشکل ہے اور پورا جسم قابل ستر ہے اس لیے ان کے حق میں نہی بحالہا ہے۔ ہاں اگر ایسی ضرورت پیش آئے کہ ایسی اجتماعی جگہ پر نہانا ناگزیر ہو تو مکمل لباس کے ساتھ نہا سکتی ہیں اور یہ عمدہ صورت ہے کہ ایک وقت مقررہ تک مردوں کو دور کر دیا جائے کہ یہ نہا کر فارغ ہو سکیں یہ بھی درست ہے۔ (بذل)

اب اس کی ضرورت چنداں نہیں کہ ہر گھر میں پانی کا اچھا انتظام موجود ہے، تفریح اوقات میں ضرورت ہو تو مذکورہ احتیاط پر عمل کریں۔ **بالميازر.** یہ منزر کی جمع ہے جیسے مِفْوَدٌ کی جمع مقاود ہے۔

حدیث ثانی: قلن نعم. یہ اسی دور جاہلیت کی عادت سابقہ کا ذکر ہے یہ مستورات کورۃ نامی شہر سے آئی تھیں۔ وفی رواية ابن ماجة من اهل حمص وهو بلدة من الشام. (عون) **تخلع ثيابها فى غير بيتها** حمام پر تو اس کا بالکل اہتمام نہیں ہوتا اور دوسرے کے گھر میں عدم ستر اور پردے کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا چاہیے کہ حیاء و عزت اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس لیے اپنے گھر سے باہر انخلاع ثیاب ممنوع و قبیح ہے۔ ایسا کرنے والی نے اپنے اور رب تعالیٰ کے درمیان معاصی اور گناہوں کے پردے کو تار تار کر دیا۔ **المراد بالستر ستر معاصى العبد.** پردے سے مراد بندے کے گناہوں کا پردہ ہے کہ یہ حرکت کرے جو آڑ تھی وہ ختم ہو گئی۔ **اللهم احفظنا منه.** ہاں اگر کسی تقریب میں شرکت کے لیے اپنے عزیز یا عزیزہ کے گھر میں گئے ہوئے ہیں جیسا کہ عموماً سفر میں ایسا ہوتا ہے اور لباس بدلنے، پہننے کی حاجت پیش آئے تو اس کی ممانعت نہیں اور نہ ہی حدیث میں اس کی ممانعت ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اپنے گھر کی طرح پردہ موجود ہے۔ اگر عورتیں ہی صرف ایک کمرے میں ہیں اور لباس پہننا، بدلنا ہے تو کپڑا

ضرور لپیٹا جائے کیونکہ برہنہ ہونا عورتوں کے سامنے بھی منع ہے کہ اس سے آہستہ آہستہ حیاء متاثر ہوتی ہے جو عورت کا جوہر ہے۔حیاء کے بغیر عورت صرف فضول چھلکے کی طرح ہے جو گلی میں پھینکے بغیر کسی کام کا نہیں۔ **اللھم داومنا علی الحیاء والحجاب.**

قال ابو داؤد ھذا حدیث جریر. جریرؒ نے اگرچہ ابوالملیحؒ کا ذکر نہیں کیا صحیح یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اور سیدہ عائشہؓ اور جریر کے درمیان ابوالملیحؒ ہے۔

حدیث ثالث: انھا ستفتح لکم ارض العجم. انھا میں ضمیر قصہ ہے۔ الا بالأزر. یہ ازار کی جمع ہے اس میں تصریح ہے کہ بلا ضرورت شدیدہ عورتوں کے لیے اجتماعی جگہ پہ نہانا درست نہیں۔ تفصیل حدیث اول میں گذر چکی ہے۔

الا مریضة او نفساء ان کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ انہیں خوب طہارت وصفائی کی ضرورت ہوتی ہے اور گھر میں معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آتی اور اسے عذر قرار دیا گیا۔ دورِ حاضر میں **الحمد لله** تمام گھروں میں غسل ونہانے کا انتظام یقیناً موجود ہوتا ہے۔ اس لیے اب ان کو بھی نہ جانا چاہیے۔

ومن کان یؤمن بالله والیوم الاخر من ذکور امتی فلا یدخل الا بمئزر ومن کانت تؤمن بالله والیوم الاخر من اناث امتی فلا تدخل الحمام. مؤمن مرد ازار کے ساتھ داخل ہوسکتا ہے اور مؤمنہ عورت کے لیے منع ہے۔ **قال بعضھم بئس البیت بیت الحمام یبدی العورات ویذھب الحیاء.** (عون) حمام تو بری جگہ ہے کہ ستر ظاہر کرتا ہے اور حیاء رخصت کرتا ہے۔ دورِ حاضر میں "بیوٹی پارلر" بھی کسی قدر انہیں حمامات کا عکس اور بدلی ہوئی صورت ہے اس لیے ان سے اجتناب کیا جائے۔

(۱) بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّعَرِّيْ

ننگے ہونے کی ممانعت

(۲۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُاللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ الْعَرْزَمِيِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ يَعْلَى اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ بِلَا إِزَارٍ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ ﷺ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ.

"ابن نفیل، زہیر، عبدالملک، سلیمان العرزمی، عطاء، یعلی سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ایک شخص کو تہبند کے بغیر میدان میں غسل کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت حیا والا ہے۔ پردہ پوش کرنے والا اور پردہ پوش اور شرم وحیا کو عزیز رکھتا ہے تو تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو ستر پوشی کرے۔ (یعنی اگر غسل کرنے کی جگہ پر بے پردگی ہو تو پردہ کر کے غسل کرے اور اگر بے پردگی نہ ہو تو برہنہ ہو کر غسل کرنا درست ہے)۔"

(۲۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ الْأَوَّلُ أَتَمُّ.

"محمد بن احمد بن ابی خلف، اسود بن عامر، ابوبکر بن عیاش، عبدالملک بن ابی سلیمان، عطاء، صفوان بن یعلی، حضرت یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پہلی حدیث بہت مکمل ہے۔"

(۲۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَرْهَدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ جَرْهَدٌ هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ قَالَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا وَفَخِذِيْ مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ.

''عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابی النضر، زرعہ بن حضرت عبدالرحمٰن بن جرہد اوران کے والد سے روایت ہے کہ جرہد جو کہ اصحاب صفہ میں سے تھے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف فرما تھے اور (اس وقت) میری ران (غلطی سے) کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ ران ستر ہے (یعنی اس کو چھپاؤ)۔''

(۲۸۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أُخْبِرْتُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَكْشِفْ فَخِذَكَ وَلَا تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا الْحَدِيْثُ فِيْهِ نَكَارَةٌ.

''علی بن سہل، حجاج، ابن جریج، حبیب بن ابی ثابت، عاصم، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نہ تو اپنی ران کھولو اور نہ ہی کسی زندہ یا مردہ شخص کی ران دیکھو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نکارت ہے۔''

تشریح: باب سابق میں تو خاص حمام کے متعلق حکم واحتیاط اور گناہ سے اجتناب کا ذکر تھا، اب مطلقاً ہر ایسی صورت کا ذکر ہے جس میں آدمی کا ستر کوئی دوسرا دیکھے خواہ کھلی جگہ کی وجہ سے یا ناقص کپڑے کی وجہ سے یا دھوتی کی وجہ سے ہو۔

حدیث اول: ان الله حيي ستير.

حیاء کی تعریف: الحياء تغير يعتري المرأ من خوف ما يعاب عليه شرعا او عرفا. حیاء وہ حالت ہے جو آدمی پر شرعی یا عرفی عیب وملامت کے خوف سے طاری ہوتی ہے۔ اس کی ابتداء یہ ہے کہ آدمی پر مذمت وقباحت کا خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر میں نے ایسا کیا تو برائی ہوگی، بدنامی ہوگی یہ چیز پیدا ہونا حیاء کی ابتداء ہے، پھر اس سے ڈرتے ہوئے بندہ اس قبیح اور بے حیائی والی حرکت سے بچتا ہے یہ حیاء کی انتہاء ہے، یعنی خوف کرنا پھر ایسا کام چھوڑ نا یہ دونوں حیاء میں داخل ہیں۔ لیکن یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خوف ممکن نہیں اس لیے یہاں صرف ترک فعل مراد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اسے چھوڑنے کا فرماتے ہیں **مبدأ الحياء الخوف ومنتهاه ترك الفعل.** (بذل) حیاء کی ابتداء خوف اور انتہاء ترک ہے۔ اسی طرح غصے کی ابتداء وانتہاء ہے۔ **مقدمة الغضب هي غليان دم القلب وشهوة الانتقام وغايته انزال العقاب بالمغضوب عليه.** (بذل) غصے کی ابتداء تو خون کا جوش مارنا اور جذبۂ انتقام بھڑکنا ہے اور اس کی انتہاء جس پر غصہ ہو اس پر سزا نافذ کرنا ہے۔

ستير. باپردہ چھپانے والا۔ **مستور عن العيون في الدنيا.** دنیا میں آنکھوں سے اوجھل۔

فاذا اغتسل احدكم فليستتر. یعنی تم میں سے کوئی جب غسل کرے تو پردہ کرے۔

غسل میں چادر کا حکم: غسل کرتے وقت لنگی اور چادر استعمال کرنے نہ کرنے میں تفصیل ہے۔

(۱) اگر ایسی جگہ پر غسل کرتا ہے کہ اردگرد آڑ و پردہ نہیں اور لوگ بھی موجود ہیں یا راہ گذر ہے کہ آمدورفت جاری ہے تو دھوتی، کپڑا وغیرہ استعمال کرنا واجب ہے۔ (۲) اگر ایسی جگہ غسل کر رہا ہے کہ آڑ و پردہ تو نہیں لیکن کھلی جگہ یا دور دراز نہر وتالاب ہے جہاں لوگ نہیں دیکھتے تو چادر استعمال کرنا مستحب ہے۔ (۳) اگر غسل خانے میں غسل کرتا ہے جہاں دیواروں کے ذریعے مکمل پردہ ہے تو چادر استعمال کرنا افضل ہے **فان كان خاليا جاز الغسل مكشوف العورة والتستر افضل وبه جزم ابن قدامة** (بذل)

برہنہ غسل جائز ہے اور کپڑا استعمال کرنا افضل ہے۔ جواز کے لیے دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے صحیح مسلم میں پڑھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تالاب میں بغیر کپڑے کے غسل کیا۔

ابن ابی لیلیٰؒ نے برہنہ غسل کرنے میں جمہور سے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے مراسیل ابوداؤد میں سے **"لا تغتسلوا في الصحراء"** دلیل پیش کی ہے کہ صحراء میں مت نہاؤ۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ جب لوگ ہوں تو ایسا نہ کرے بالکل اکیلا ہو تو حرج نہیں۔ (تفصیل کے لیے انعامات المنعم باب ۳۵ فضائل موسیٰ) آپ ﷺ نے اس شخص کو کھلی جگہ میں برہنہ غسل کرتے دیکھا تو اپنی عادت حمیدہ اور اخلاق رفیعہ کی وجہ سے برسرِ عام اسے برا بھلا نہ کہا اور رسوا نہیں کیا بلکہ عمومی انداز سے نشانہ بنائے بغیر اجتماعی طور پر بات سمجھا دی۔

حیی یہ فعیل بمعنی فاعل اور ستّیر بمعنی فاعل کے ہے اور حیّ ایک یاء کے ساتھ نہیں کیونکہ اس کا معنی تو حیاۃ زندگی ہوتا ہے۔

حدیث ثانی: کما مر.

حدیث ثالث: عن زرعة بن عبدالرحمن بن جرهد. زرعۃ بن مسلم بن جرہد بھی کہا گیا ہے یہ جرہد اسلمی مدنی ہیں اور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔

مسئلة الفخذ عورة ام لا: مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے جسے چھپانا اور ڈھانکنا ضروری ہے **الا عند الحاجة.**

جمہور ائمہ کا مسلک: ائمہ اربعہ اور جملہ تابعین کا یہی قول ہے کہ ران ستر اور عورت ہے اسے چھپانا ضروری ہے اور دکھانا ظاہر کرنا حرام اور گناہ ہے۔

جمہور کے دلائل: (۱) حدیث باب جمہور کی صریح دلیل ہے۔ (۲) حدیث ثالث بھی فخذ کے عورت ہونے پر صریح ہے۔

(۳) **مر رسول اللهؐ على معمر وفخذاه مكشوفتان فقال يا معمر غطّ فخذاك فان الفخذين عورة.** (عون) نبی ﷺ معمر کے پاس سے گذرے کہ ان کی رانیں کھلی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے فرمایا اے معمر رانیں ڈھانپ لو بلا شبہ یہ عورت ہے۔

بعض ائمہ کا مسلک: امام مالکؒ کی ایک مرجوح روایت اور ابن ابی ذئب، داؤد ظاہری، اصطخری، ابن حزم کے نزدیک ران عورت نہیں ہے۔

بعض ائمہ کی دلیل: ان رسول الله ﷺ كان جالسا كاشفا عن فخذه او ساقيه فاستأذن ابوبكر..... ثم استأذن عثمان فأرخى عليه ثيابه. (مسلم وانعامات المنعم باب ۴۲ فضائل عثمان)

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فخذ عورت نہیں ورنہ آپ ﷺ اسے پہلے ہی ڈھانپ لیتے۔

جواب: (۱) **انه انكشف فخذه بغير اختياره وعلمه وقصده وارادته.** (بذل) یہ کھلنا بلا ارادہ اور انجانے میں تھا اس لیے یہ حجت نہیں نیز صریح روایات اس کے عورت ہونے پر گذر چکی ہیں۔

(۲) یہ دلیل حجت تام نہیں کیونکہ اس میں **فخذيه او ساقيه** تردد کے ساتھ ہے دوسرے احتمال کے قوی ہونے میں یہ بھی جمہور کی دلیل ہوگی۔ اس لیے ران قابل ستر ہے اور اب یہی معمول بہا ہے۔

حدیث ثالث: ولا تنظر الى فخذ حيّ ولا ميّت. اس سے معلوم ہوا یہ حکم موت کے واقع ہونے کے بعد بھی زندوں کے

لیے باقی رہتا ہے اگر چہ وہ شخص مر چکا اور مکلّف نہ رہا مگر اوپر والے تو زندہ اور مکلّف ہیں اس لیے غسل، تکفین وتدفین میں اس کا ضرور خیال رہے اور غسل دیتے وقت میت پر اتنا دبیز کپڑا ڈالیں کہ جسم کا پورا ستر ہو جائے۔

قال ابوداؤد هذا الحديث فيه نكارة. اس سے نکارت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حبیب اور عاصم بن ضمرہ کے درمیان انقطاع ہے اس لیے اس میں نکارت آ گئی۔

لیکن اس کا جواب ابن رسلانؒ نے دیا ہے کہ اس میں نکارت نہیں اور نہ ہی یہ منکر حدیث ہے اس لیے کہ ابوحاتم نے کہا ہے کہ بیچ میں حسن بن ذکوان کا واسطہ ہے اور بزارؒ نے کہا ہے عمرو بن خالد کا واسطہ ہے اس لیے صحیح ہے منکر نہیں ورجاله ثقاة کیونکہ اس کے جملہ راوی ثقہ ہیں۔ (بذل)

(۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّعَرِّيْ

برہنہ ہو کر چلنے کا بیان

(۲۸۳) حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدِ نِالْأُمَوِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ حَمَلْتُ حَجَرًا ثَقِيْلًا فَبَيْنَا أَمْشِيْ فَسَقَطَ عَنِّيْ ثَوْبِيْ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُذْ عَلَيْكَ ثَوْبَكَ وَلَا تَمْشُوْا عُرَاةً.

''اسمٰعیل بن ابراہیم، یحیٰ بن سعید، عثمان بن حکیم، ابوامامہ، حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک وزن دار پتھر اُٹھا کر جا رہا تھا کہ (اتفاقاً) میرا تہبند گر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا کپڑا اُٹھا کر باندھ لو اور برہنہ ہو کر نہ چلا کرو۔''

(۲۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبِيْ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى نَحْوَهُ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَيَنَّهَا أَحَدٌ فَلَا يَرَيَنَّهَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ اللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَا مِنْهُ مِنَ النَّاسِ.

''عبداللہ بن مسلمہ، ان کے والد (دوسری سند) ابن بشار، یحیٰ، حضرت بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا معاویہ قشیری سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ اپنی ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟ آپ نے فرمایا اپنی ستر تمام سے چھپاؤ علاوہ اپنی بیوی یا باندی کے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جب لوگ ملے جلے ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے یہ ہو سکے کہ کوئی تمہاری ستر نہ دیکھے تو چاہئے کہ تمہارا ستر کوئی نہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں سے جب کوئی شخص گھر میں تنہا ہو؟ آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ شرم وحیا کرنا چاہئے۔''

(۲۸۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدِ نِالْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عُرْيَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عُرْيَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِيْ ثَوْبٍ.

''عبدالرحمن بن عبدالرحیم' ابن ابی فدیک' ضحاک بن عثمان' زید بن اسلم' عبدالرحمن' حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی مرد دوسرے مرد کی ستر نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کی ستر دیکھے اور نہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں (چادر یا لحاف وغیرہ میں) لپٹے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں لپٹے۔''

(٢٨٦) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ ح و حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنَ الطُّفَاوَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُفْضِيَنَّ رَجُلٌ إِلٰى رَجُلٍ وَلَا امْرَأَةٌ إِلٰى امْرَأَةٍ إِلَّا وَلَدًا أَوْ وَالِدًا قَالَ فَذَكَرَ الثَّالِثَةَ فَنَسِيتُهَا.

''ابراہیم بن موسیٰ' ابن علیہ' جریری' ابی نضرہ' طفارہ کا ایک شخص (طفارہ ایک قبیلہ کا نام ہے) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ مل کر (ایک ہی کپڑے) میں نہ لیٹے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ مل کر لیٹے البتہ اپنے نابالغ بچے کے ساتھ یا والد اور والدہ اپنے بچے کے ساتھ۔''

تشریح: یہ دونوں باب باہم ستر کھلنے کے متعلق آئے ہیں عنوان کے اعتبار سے یہ متحد ہیں حقیقت کے اعتبار سے جدا ہیں اس لیے تکرار نہیں وجہ فرق یہ ہے کہ ستر کھلنا دو قسم پر ہے:

(۱) قصداً اور ارادۃً جیسے غسل وغیرہ کے وقت اس کا ذکر سابق باب میں ہوا۔

(۲) اتفاقاً اور بلا ارادہ ستر کھلنا مثلاً ہوا کی وجہ سے، سواری کی رفتار کی وجہ سے یا خیال نہ جانے کی وجہ سے اور اس کا ذکر اس باب لاحق میں ہے۔ اس لیے تکرار نہیں بلکہ دونوں کی افادیت جدا ہے۔

حدیث اول: ولا تمشوا عراة. بتلا بہ ایک اور خاص واقعہ کی وجہ سے اولاً ''خذ علیك ثوبك'' مفرد صیغہ فرمایا یعنی اپنا کپڑا اسدھار میں خطاب ایک کو ہے، پھر کوئی اسے حکم خاص نہ سمجھ لے آخر میں جمع کا صیغہ فرما کر سب کو روک دیا کہ واجب الستر اعضاء کھول کر مت چلو۔

حدیث ثانی: عوراتنا ماناتی منها وما نذر. عورات یہ عورۃ کی جمع ہے بمعنی ستر یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا واجب ہو۔ صحابی نے سوال کیا کہ ناف سے گھٹنوں تک جو چھپانا لازم ہے کیا اس سب حصے کا چھپانا حتمی ہے۔ یا اس میں بعض عضو کھول سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوی و باندی کے سوا سب کے لیے سب کو چھپانا لازم ہے اور اس کا کوئی عضو یا حصہ کھولنے کی اجازت نہیں۔ اذا کان القوم بعضهم فی بعض. اس میں دو احتمال ہیں: (۱) اس سے مراد رشتہ داروں کو دیکھنا ہو مثلاً باپ، دادا، بیٹا، پوتا وغیرہ۔

(۲) اس سے مراد جنس ہو کہ مرد اپنے مثل دیگر مردوں کو دیکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ اور اسی طرح عورتیں آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ سکتی ہیں یا نہیں؟ تو آپ ﷺ نے اس سے بھی بچنے کو فرمایا۔ اذا کان احدنا خالیًا. جب تنہا آدمی ہو پھر تو کپڑے اتار سکتا ہے، ستر کھول سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اگرچہ بندے نہیں دیکھ رہے اللہ تو دیکھ رہا ہے اس سے بھی بچیں۔

باقی یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو لباس ہونا نہ ہونا مساوی ہے کیونکہ وہ تو ظاہر و باطن اور مکشوف و مستور سب کو دیکھتا ہے لیکن ہم جس کے مکلف ہیں اسے پورا کریں اور باوجود اکیلے اور تنہا ہونے کے بھی بالکل کپڑے نہ اتاریں۔

خلوت میں ستر کا حکم: شارح اقناع نے اکیلا ہونے کی صورت میں جسم ڈھانپنے کو مستحب و مندوب کہا ہے جبکہ علامہ ابن عابدین

شامیؒ نے اپنے فتاویٰ ج ص ۲۹۷ میں تنہائی میں بھی واجب کہا ہے اور علامہ نوویؒ کہتے ہیں: الاصح الوجوب. صحیح تر وجوب ہے۔(بذل)ابن بطالؒ نے بھی ندب پر محمول کیا ہے۔ والوجوب اولیٰ۔

باقی جسم کو دیکھنا: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے مرد کے باقی جسم کو دیکھنا جائز ہے۔ ہاں مرد حسین کی طرف فتنہ کے خوف سے دیکھنا حرام ہے الا یہ کہ طبی یا تعلیمی ضرورت پیش آئے۔

میاں بیوی کا ایک دوسرے کے اعضاء کو تو دیکھنا درست ہے سوائے شرمگاہ کے۔ کما صرح به النوریؒ:

اما الزوجان فلكل واحد منهما النظر الى عورة صاحبه جميعا الا الفرج ففيه ثلاثة اوجه.... اصحهما انه مكروه لكل واحد منهما النظر الى فرج صاحبه من غير حاجة وليس بحرام، والثاني انه حرام عليهما، والثالث انه حرام على الرجل مكروه للمرأة والنظر الى باطن فرجها اشد كراهة او تحريما. (مسلم ج ۱ ص ۱۵۴)

فائدہ: (بذل) باقی رہا غلام (نوکر، ڈرائیور، چوکیدار، خانسامہ) سو وہ تو اپنی مالکہ سے اجنبی ہے اس سے پردہ ایسے واجب ہے جیسے دیگر اجنبیوں سے اور اسے اپنی مالکہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔ اپنے غلام سے پردے کی تفصیل کتاب العتق باب (۱) میں گذر چکی ہے۔

حدیث ثالث: ولا المرأة الى عرية المرأة. عریۃ میں تین لغات ہیں: عِرْيَة، عُرْيَة، عُرَيّة. (نووی) نہ کوئی مرد دیکھے دوسرے مرد کے ستر کی طرف اور نہ کوئی عورت دیکھے دوسری عورت کے ستر کی طرف ایسا کرنا حرام، گناہ کبیرہ ہے۔ لا يفضى الرجل الى الرجل..... اى لا يضطجعان فى ثوب واحد متجردين. جیسے ایک دوسرے کے ستر کی طرف دیکھنا منع ہے اسی طرح مس کرنا اور چھونا بھی حرام ہے کہ ایک ہی کپڑے (لحاف، کمبل، چادر) میں برہنہ ایک ساتھ نہ لیٹیں۔ پھر مس الجسم بالجسم. یعنی جسم کا جسم سے لگنا اور چھونا اگر ایسے اعضاء اور حصے کا ہے جو ستر ہیں تو پھر مکروہ تحریمی (قریب بحرام) ہے۔ اور اگر جسم کے اس حصے کا چھونا ہے جو ستر میں داخل نہیں مثلاً بازو، سینہ، پنڈلی تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ حالت امن واطمینان کا حکم ہے اگر غلبہ شہوت اور فتنے کا اندیشہ ہے تو پھر بہر دوصورت مکروہ تحریمی ہے۔ (بذل)

نفس وشیطان کے اوچھے ہتھکنڈوں سے کوئی بھی یقیناً اپنے آپ کو محفوظ نہیں کہہ سکتا اس لیے اس سے حد درجہ اجتناب رہے ورنہ خسر الدنيا والآخرة بلکہ اب نظر تو کجا صرف بات کرنا بھی موجب فتنہ بن جاتا ہے کہ انسانی قالب میں درندگی ملبوس و مستور ہے اور تھوڑی سی غفلت سے عفت وجنت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

قال الطيبيؒ: لا يجوز ان يضطجع رجلان فى ثوب واحد متجردين وكذا المرأتان ومن فعل يعزر. طیبیؒ کہتے ہیں دو مرد یا دو عورتیں ایک ساتھ برہنہ نہ لیٹیں جس نے یہ حرکت کی اسے تعزیراً سزا دی جائے گی۔

حدیث رابع: لا يفضين رجل الى رجل یہ باب افعال سے مضارع منفی تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے۔ الا الى والد او ولد. دوسرے نسخہ میں ہے "الا والدا او ولدا. یعنی الی حرف جار کے بغیر مستثنیٰ منصوب ہوں گے۔ ہاں ماں باپ کے لیے بچے اور بچی کے لیے درست ہے کیونکہ سونے اور بچے کو سردیوں میں کپڑا وغیرہ اوڑھانے کی ضرورت پیش آتی ہے یہ درست ہے قربت اور بعض کے بعض کا حصہ ہونے کی وجہ سے اور صغر سنی اور بچپنے کی وجہ سے۔ سیانے اور بڑے بچوں اور بچیوں کے لیے یہ بھی منع ہے۔

اذا کان الولد صغیرا فلا باس للمرأة ان یضاجعها ویفضی الیهما لشدة احتیاجه فی النوم الی والده لما یحتاج الیه غطاؤه ونحوه. (بذل) جب بچہ یا بچی چھوٹے ہوں تو ماں باپ کو اپنے پاس سلانے میں مضائقہ نہیں کیونکہ اس میں ضرورت ہے بچے کو کپڑا اوڑھانے کی اور ڈرنے وغیرہ سے بچانے کی فنسیتها. اس کے متعلق بذل میں ہے: ویحتمل ان یکون الوالدة او الجد او مافی معناهما. تیسری بھولی ہوئی قسم میں احتمال ہے کہ ماں دادا یا ایسے ہی دیگر قریبی رشتہ دار کا ذکر ہو۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم. قد تم کتاب الحمام ویلیه کتاب اللباس
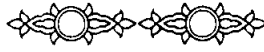
کتاب اللباس

لباس و پوشاک کے بیان میں

ماقبل سے ربط: اس سے پہلے کتاب الحمام میں صفائی کا ذکر تھا کہ آدمی حمام میں داخل ہوکر میل کچیل دور کرتا ہے، پھر صاف کپڑے پہنتا ہے تو پہلے غسل وصفائی کا ذکر تھا اب صاف ستھرا لباس پہننے کا ذکر ہے پھر کتاب الحمام دراصل تمہید تھی کتاب اللباس کی کہ کپڑے بلاوجہ اور بے جامت اتارو بلکہ ستر چھپاؤ لباس میں رہو۔ کتاب اللباس کا اصل ربط **کتاب القراءت والحروف** سے ہے کہ جس طرح الفاظ معانی کے لیے بمنزلہ لباس کے ہیں کہ حروف میں معانی مستور و پوشیدہ ہوتے ہیں تو جب مصنفؒ لباس کی ایک قسم معانی لباس حروف سے فارغ ہوئے تو اب لباس کی دوسری قسم کا آغاز کیا یعنی پہلے لباس معانی کا ذکر تھا اب لباس انسانی کا ذکر ہے۔ واللہ اعلم

اللباس: لباس مصدر بمعنی ملبوس جیسے کتاب مصدر بمعنی مکتوب، لُبس ولباس باب سمع سے پہننا، اور باب ضرب سے معنی ہوتا ہے ملانا، خلط ملط کرنا۔ قرآن کریم میں ہے: **لا تلبسوا الحق بالباطل.** (بقرہ۴۲) سچ کو جھوٹ کے ساتھ اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔ **یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا.** (اعراف۲۶) اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا ہے۔

لباس کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے پوشاک کے دو مقصد صراحۃً ونصاً بیان فرمائے ہیں: (۱) ستر چھپانا (۲) زینت حاصل کرنا۔

ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے ستر کو چھپائے اور مباح ہے کہ زینت وخوبصورتی حاصل کرے۔ ظاہری ستر کے لیے لباس اور باطنی بیہودگی کے ستر کے لیے حیاء ہے، کہ شرم وحیاء کی وجہ سے آدمی فحش گوئی اور بدخوئی سے بچتا ہے اور ظاہری لباس کی وجہ ظاہری ستر حاصل کرتا ہے اگر لباس ہو حیاء نہ ہو تو بھی باطنی طور پر برہنہ ہے اور حیاء ہو لباس ساترہ نہ ہو تو ظاہراً عاری ہے۔ بقول کسے!

اذا انت لم تلبس لباس التقی عریت وان واری القمیص قمیص

''جب تو نے تقویٰ کا لباس نہیں پہنا تو برہنہ ہے اگرچہ کپڑے پر کپڑے پہن لے۔''

''**ولباس التقوی ذلك خير**'' کہ تقویٰ والا لباس سب سے بہتر ہے۔ یہ دونوں لفظ ایک ہی آیت میں ہیں جس سے ظاہر و باطن دونوں کی حفاظت وستر کا حکم ہے۔

پوشاک کی تعریف: **الحلة (بضم الحاء) هي ثوبان ازار ورداء برد او غيره.** پوشاک دو کپڑے ہیں جسد اسفل میں باندھنے کی چادر اور اوپر کے حصے پر اوڑھنے کی چادر، چادریں ہوں یا اس کے علاوہ شلوار قمیص۔

وجہ تسمیہ: **سميت بذلك لان احدهما يحل على الآخر.** (عون) اس کو حلّہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے پر اترتے اور گھل مل جاتے ہیں اور یہ حلول سے مشتق ہے۔

لباس کا حکم: اس کی چند صورتیں ہیں ہر ایک کا حکم جدا ہے: (۱) اتنا لباس کہ جس سے آدمی ستر چھپا سکے فرض ہے۔ (۲) اتنا لباس کہ جس سے مرد کا جسم پنڈلی تک چھپ جائے اور بدن کا اوپر کا حصہ ہاتھوں اور چہرے کے سوا ڈھانپ لے یہ سنت ہے۔ جبکہ عورت کے

لیے ہتھیلیوں، قدم اور چہرے کے سوا باقی پورا جسم چھپانا ضروری ہے الا یہ کہ گھر کے کام کاج میں محارم کی موجودگی میں کچھ کلائی یا دیگر بعض حصے کھل جائیں تو مضائقہ نہیں۔ (۳) اس سے زائد لباس مستحب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار ہو استکبار نہ ہو۔ (۴) عیدین اور دیگر مباح خوشی کے مواقع اور تقریبات میں خوبصورتی اور زیب و زینت کے لیے اچھا لباس پہننا مباح ہے۔ (۵) تکبر، بڑائی اور اترانے کے لیے اور نمود و نمائش کے لیے ہو تو مکروہ اور قریب بحرام ہے۔

قیمتی لباس: لباس کتنا مہنگا اور سستا پہننا چاہیے اور کتنی رقم کا خریدنا چاہیے؟ شریعت میں لباس کا حکم وحدود اور نوعیت بیان کی گئی ہے لیکن قیمت بیان نہیں فرمائی گئی ہے۔ بلکہ یہ مفوض الی الناس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے جتنی استطاعت حلال کمائی سے دی ہے وہ اس کے لیے مباح، بلکہ بہتر ہے۔ کہ کم قیمت لینے میں بخل و کنجوسی کا شائبہ ہے آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "**یری علیك اثر نعمته**" اس کی عطاء کردہ نعمت کا تجھ پر اثر نمایاں ہونا چاہیے۔ **مالك بن نضلة** کو یہ حکم دیا تھا آگے باب ۱۴ میں آ رہا ہے۔ اس لیے ہر ایک بقدر استطاعت لباس خرید اور پہن سکتا ہے، بشرطیکہ اس میں کفار و فساق، فاحشات و عاریات سے مشابہت اور میل نہ ہو۔

پرانا کپڑا: ایک سوٹ، ٹوپی، دوپٹہ، چادر، جلباب اسکارف، برقعہ، کب تک استعمال کیا جائے اور اس کے پرانا ہونے کا حکم کب لاگو ہوگا؟ اس کے لیے راقم کو بجز ایک حوالہ کے کچھ نہیں مل سکا وہی پیش خدمت ہے امید ہے کہ مسئلہ واضح ہو جائے گا حضرت تھانویؒ نے آداب لباس میں تحریر فرمایا ہے: "بہتر یہ ہے کہ جب تک کپڑے میں پیوند نہ لگ جائے اسے پرانا نہ سمجھے۔" (تعلیم الدین)

(یہ کتاب مکمل تسہیل و ترجمہ کے ساتھ مکتبہ المقیت شائع کر چکا ہے)

پرتپاک لباس کے متعلق احتیاط: **فی الهندية عن السراجية لبس الثياب الجميلة مباح اذا لم يتكبر و تفسيره ان يكون معها كما كان قبلها.** (فتاویٰ شامیہ) فتاویٰ عالمگیری میں سراجیہ سے منقول ہے کہ خوبصورت کپڑے پہننا بالکل جائز ہے جبکہ تکبر نہ ہو اس کی وضاحت یہ ہے کہ ایسے کپڑے پہن کر خود پسندی اور بڑائی نہیں آتی بلکہ پہلے کی طرح طبیعت میں یکسانیت ہے تو یہ تکبر نہ ہونے کی نشانی ہے۔ **ان لبس لباس الزينة غير مذموم والمراد الزينة التي لم تخالف الشرع وهذا ان صح القصد بان لم يقصد الفخر ولا العجب بها.** (صاوی اعراف) کی آیت سے حاصل ہوا کہ زیب و زینت اور خوبصورتی والا لباس پہننا قابل مذمت نہیں اور زینت و آرائش سے مراد ہے کہ شریعت کے خلاف نہ ہو اس کی دلیل یہ ہے کہ نیت درست ہو فخر و ریا نہ ہو۔ ان عبارات سے واضح ہوا کہ قصور کپڑے کا نہیں بلکہ قصور فساد نیت کا ہے اس لیے نیت و عمل درست کریں جیسے کپڑے اللہ تعالیٰ نے دیئے بالکل شرح صدر سے پہنیں کوئی ممانعت نہیں بس شریعت کا پاس رہے اور نیت صاف رہے۔

لباس کے آداب: جب بھی کپڑا پہنا جائے تو دائیں طرف سے پہنیں مثلاً پہلے دائیں آستین، دایاں پاؤں داخل کریں پہن کر دعاء پڑھیں۔ شلوار بیٹھ کر پہنیں کہ اس میں زیادہ ستر و حفاظت ہے۔ **وعليك ان تتسرول قاعدا وتعتم قائما.** (مرقاۃ ج ۸ ص ۱۴۸: رشیدیہ) ملا علی قاریؒ نے صاحب مدخل سے نقل کیا ہے کہ شلوار بیٹھ کر پہن اور عمامہ کھڑے ہو کر باندھ۔

ابواب و احادیث کی تعداد: اس کتاب میں چھیالیس (۴۶) ابواب اور ایک سو پینتیس (۱۳۵) احادیث ہیں۔

(۱) بَابُ مَاجَاءَ فِي اللِّبَاسِ

پہلا باب پوشاک کے بیان میں

(۲۸۷) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ إِمَّا قَمِيصًا أَوْ عِمَامَةً ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ كَسَوْتَنِيهِ أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِهِ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ قَالَ أَبُو نَضْرَةَ فَكَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبِسَ أَحَدُهُمْ ثَوْبًا جَدِيدًا قِيلَ لَهُ تُبْلِي وَيُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالَى .

''عمرو، ابن مبارک، جریری، ابونضرہ، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ جب نیا کپڑا زیب تن فرماتے تو آپ اس کپڑے کا نام لیتے جو اس کپڑے کا نام ہوتا قمیص یا عمامہ (وغیرہ) پھر آپ فرماتے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ یعنی اے اللہ تمام تعریف۔ آپ کیلئے ہے آپ نے مجھ کو یہ لباس پہنایا میں آپ سے اس لباس کی خیر و برکت مانگتا ہوں اور جس مقصد کیلئے یہ لباس بنایا گیا ہے اسکی بھی خیر مانگتا ہوں اور میں آپ سے اس لباس کی برائی اور اسکی برائی سے کہ جس کیلئے یہ لباس تیار کیا گیا پناہ مانگتا ہوں۔ ابونضرہ نے کہا آپ کے اصحاب میں سے جب کوئی صحابی نیا لباس پہنتا تو لوگ ان سے کہتے اللہ کرے تم اس لباس کو (پہن کر) پرانا کرو اور تمہیں دوسرا (اس سے بہتر) لباس پہننا نصیب ہو۔''

☆ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ نَحْوَهُ .

''مسدد، عیسیٰ بن یونس، جریری سے اسی طریقہ پر روایت ہے۔''

(۲۸۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ أَبَا سَعِيدٍ وَحَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ قَالَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''مسلم بن ابراہیم، محمد بن دینار، جریری سے اسی طرح روایت ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس روایت میں عبدالوہاب نے ابوسعید کو بیان نہیں فرمایا اور حماد بن سلمہ نے اس روایت کو جریری ابوالعلاء کے واسطہ سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔''

(۲۸۹) حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي مَرْحُومٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ طَعَامًا ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنِي هٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ وَمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي هٰذَا الثَّوْبَ وَرَزَقَنِيهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِنِّي وَلَا قُوَّةٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ .

''نصیر بن فرج، عبداللہ، سعید، ابومرحوم، سہل بن معاذ، ان کے والد حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَطْعَمَنِي وَلَا قُوَّةٍ)) یعنی اللہ ہی کے لئے تمام قسم کی خوبیاں ہیں جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری قوت و طاقت کے بغیر مجھے یہ رزق پہنچایا تو اس شخص کے اگلے پچھلے تمام گناہ کی مغفرت کر دی

جاتی ہے اور جس شخص نے نیا لباس پہن کر یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ وَلَا قُوَّةِ یعنی تمام خوبی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جس نے مجھے یہ لباس پہنایا اور میری محنت وطاقت کے بغیر مجھے یہ لباس عطا فرمایا تو اس شخص کے اگلے پچھلے تمام گناہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''

تشریح: حدیث اول: سماہ باسمہ. یعنی کرتہ، عمامہ، ٹوپی، تہہ بند جو بھی کپڑا اسل کر تیار ہوتا تو اولاً اس کا نام لیتے یہ ٹوپی ہے۔ یوں ارشاد فرماتے: کسانی اللہ ھذہ العمامة، اعطانی اللہ ھذا القمیص. اللہ تعالیٰ نے یہ پگڑی پہنائی، رب تعالیٰ نے یہ قمیص مرحمت فرمائی۔

کپڑا پہننے کی دعاء: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِہٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ. اے اللہ! جملہ محامد تیرے لیے مختص ہیں محض اپنے کرم سے یہ کپڑا تو نے مجھے پہنایا میں آپ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے بنایا گیا اس کی اچھائی کا سوال کرتا ہوں اور تیری ذات وصفات سے اس کی برائی اور جس کے لیے تیار کیا گیا اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

کسوتنیہ اس کا مرجع وہی کپڑا ہوگا جو پہنا جا رہا ہے کہ کرتہ، عمامہ، برقعہ، جلباب۔ من خیرہ یعنی اس کا مقصد ستر چھپانا، گرمی سے بچانا، گرد وغبار سے، آلودگی سے بچانا، زینت ہونا وغیرہ کپڑے کے فوائد وبھلائیاں ہیں۔ وخیر ما صنع له. یعنی اس کا استعمال طاعت وعبادت میں ہو یہ تخصیص بعد از تعمیم ہے پہلے اس کی خیر طلب ہو چکی پھر مقصودی طور پر اس کی طلب کہ جس کے لیے تیار ہوا ہے اس کا استعمال بھی درست رہے ایسا نہ ہو کہ کپڑا بنوایا تو ستر وحیاء کے لیے اور بنا دیا اس نے بے حیائی کے لیے کہ خلاف مقصد استعمال ہونے لگا بجائے چھپانے کے پھنسانے کا، نظر اٹھانے کا سبب بن جائے۔ وشر ما صنع له ای استعماله فی معصیة اللہ ومخالفة امرہ وھو الخیلاء والفخر. یعنی اس کا استعمال نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی میں نہ مثلاً تکبر، فخر وغیرہ۔

قال القاری ناقلا عن میرك: خیر الثوب بقاؤہ ونقاؤہ وکونه ملبوسا للضرورة والحاجة والحیاء والحجاب "وخیر ما صنع له" ھی الضرورات التی من اجلھا یصنع اللباس من الحر والبرد وستر العورة والمراد سوال الخیر ان یکون مبلغا الی المطلوب من العون علی العبادة والطاعة لمولاہ وفی الشر عکس ھذہ المذکورات کونه حراما ونجسا وسببا للمعاصی والافتخار و العجب والضرر وعدم القناعة. (از عون)

اوپر مذکورہ دعاء کپڑے پہننے والے کے پڑھنے کے لیے ہے اب دیکھنے والا کیا کہے؟ اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

نیا کپڑا پہننے والے کو دعاء دینا: جب کوئی آدمی کسی کو دیکھے کہ نیا کپڑا پہنا ہے تو یوں دعاء دے تُبْلِیْ وَیُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالٰی. ابلاء باب افعال سے ہے بمعنی پرانا کرے یعنی آخر تک اس سے خوب نفع اٹھائے اور اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل دے اس میں صحت وسلامتی، طول حیات اور مزید نعمت لباس ملنے کی دعاء ہے ''پتر ھنڈھا مانڑ'' ساری مدجیویں تے پڑھا تھیویں'' یہ تعلیمات اسلامی ہیں کہ فخر سے بچاتی ہیں، حسد سے جان چھڑاتی ہیں، ہدایت پہ لاتی ہیں، نتیجہ وثمرہ جنت پہنچاتی ہیں، ہر بھلے مانس اور فطرت سلیمہ کو خوب پسند آتی ہیں، کفریہ وطاغوتی قوتیں اس سے تلملاتی ہیں۔

حدیث رابع: اس میں لباس کے ساتھ کھانے کی دعا بھی مذکور ہے کیونکہ کھانا، پہننا قریب قریب اور لازم وملزوم اور حاجات ضروریہ

میں سے ہیں اس لیے ان کا ذکر ایک ہی حدیث میں مجتمع ہے۔ باب سے دوسرے حصے کی مناسبت واضح ہے۔ کھانے کے متعلق سات ادعیہ کتاب الاطعمہ باب ۱۷ میں مفصلاً گذر چکی ہیں۔ غفر له ما تقدم من ذنبه. صغیرہ کا معاف ہونا اور کبیرہ سے توبہ کی توفیق ملنا مقصود ہے۔

وما تأخر. اس کے دو مطلب ہیں (۱) اگر آئندہ بھی کوئی گناہ سرزد ہوا تو معاف کر دیا جائے گا۔ (۲) آئندہ گناہوں سے حفاظت ہوگی جو مغفرت سے مقدم ہے کیونکہ ایک ہے سرزد ہونے کے بعد معاف کرنا دوسرا ہے پہلے ہی سے بچائے رکھنا۔

امت محمدیہ پر کرم وعطاء: اللہ اکبر! یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم کہ چھوٹے سے عمل پر اتنا بڑا اجر ملنا جو یقیناً حبیب کبریاءؐ کی بدولت اور شان محبوبیت کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبؐ کی اداؤں کی مکمل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

(۲) بَابٌ فِيْمَا يُدْعٰى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيْدًا

نیا لباس پہننے والے کے لئے کیا دُعا پڑھی جائے؟

(۲۹۰) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ الْجَرَّاحِ الْأَذْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيْدِ ابْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِكِسْوَةٍ فِيْهَا خَمِيْصَةٌ صَغِيْرَةٌ فَقَالَ مَنْ تَرَوْنَ أَحَقُّ بِهٰذِهٖ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِأُمِّ خَالِدٍ فَأُتِيَ بِهَا فَأَلْبَسَهَا إِيَّاهَا ثُمَّ قَالَ أَبْلِيْ وَأَخْلِقِيْ مَرَّتَيْنِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَلَمٍ فِي الْخَمِيْصَةِ أَحْمَرَ أَوْ أَصْفَرَ وَيَقُوْلُ سَنَاهْ سَنَاهْ يَا أُمَّ خَالِدٍ وَسَنَاهْ فِيْ كَلَامِ الْحَبَشَةِ الْحَسَنُ.

''اسحق بن جراح، ابوالنضر، اسحق بن سعید، انکے والد، ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص سے روایت ہے کہ نبیؐ کی خدمت میں چند اقسام کے کپڑے آئے ان کپڑوں میں ایک چھوٹی اُونی دھاری دار کالے رنگ کی چادر تھی تو آپ نے فرمایا۔ تم لوگ اس کا زیادہ مستحق کس کو سمجھتے ہو؟ لوگ اس بات کو سن کر خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اُمّ خالد کو لاؤ وہ آپ کی خدمت میں لائی گئیں وہ چادر آپ نے اس کو پہنا دی پھر دو مرتبہ فرمایا: اس چادر کو پرانا کرو پھاڑو (یعنی پہن کر پرانی کرو بطور دُعا کے فرمایا) اور آپ چادر کے لال اور زرد رنگ کے نقوش کو ملاحظہ فرماتے جاتے تھے سناہ سناہ اے اُمّ خالد! حبشی زبان میں سناہ عمدہ اور بہتر کو کہا جاتا ہے (یعنی بہت خوبصورت لگ رہی ہے)۔''

تشریح: سابقہ احادیث میں کپڑا خود پہننے کی دعاء مذکور ہوئی اور دوسرے کو دعاء دینا طبعاً وطرداً ذکر ہوا اب مستقلاً دوسرے کو دعاء دینے کا ذکر ہے۔ فيها خميصة اى سوداء معلمة او كساء مربع له علمان. یعنی نقش ونگار والا سیاہ دوپٹہ یا چکور بیل بوٹیوں والی اوڑھنی۔ ائتونی بام خالد. یہ حضرت خالد بن زبیرؓ کی والدہ ہیں ان کا نام اَمَہ (بفتح الالف والميم المخففة) یہ خالد بن سعید بن عاص بن امیہ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام امیمہ ہے۔ امیمہ نے اپنے شوہر خالد بن سعید کے ساتھ حبشہ ہجرت کی اور وہیں اسے جنا پھر اپنے والد کے ساتھ مدینہ آئیں۔ (بذل) فاتی بها. پھر اسے لایا گیا۔

بخاری کی روایت میں ہے: قدمت من ارض الحبشة وانا جويرية فكسانى رسول اللهؐ خميصة لها اعلام. میں حبشہ سے آئی میں کم سن تھی تو آپ ﷺ نے مجھے اوڑھنی پہنائی جس میں نقش ونگار تھے۔ اس پر یہ اشکال نہیں ہوسکتا کہ بچی کہ کنیت

کیسے؟ فان العرب تکنی الصغار تفاؤلا. (بذل) اس لیے کہ عرب کم عمروں کی کنیت نیک فالی کی وجہ سے رکھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابا عمیر ما فعل النغیر. کنیت کی مفصل بحث کتاب الادب باب ۷۴، ۷۸ میں آ رہی ہے۔

ام خالد کی وجہ ترجیح: فهي اشد حاجة اليها لانها قدمت من الهجرة واكراما لا بيها لسبقه في الاسلام. (بذل) ان کی حاجت اور تقدم فی الاسلام کی وجہ سے ان کے والد کے اکرام کے لیے اسے پہنایا پھر چھوٹی تھیں اور وہ کپڑا بھی قدرے چھوٹا تھا جو انہیں کے مناسب تھا۔ ابلي واخلقي. یہ باب افعال سے امر حاضر کے صیغے ہیں۔ اس میں طول عمر اور صحت کی دعاء ہے خوب پہن اور پرانا کر پھر اللہ تعالیٰ اور دے۔ سناه في كلام الحبشة الحسن. سنا بمعنی خوب یہ حبشی زبان کا لفظ ہے کیونکہ یہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں تو اس کی تطییب خاطر کے لیے یہ لفظ ارشاد فرمایا۔ لفظ سنا میں چار لغات ہیں: سَنَه، سَنَّاهُ، سَنَاه، سَنَا. اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے عجمی الفاظ کا احیانا تلفظ فرمایا ہے اگرچہ صرف چند ہی الفاظ ہوں گے۔ جیسے سناه، كخ، سور.

(۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقَمِيصِ

قمیص کا بیان

(۲۹۱) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبُّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْقَمِيصَ.

''ابراہیم بن موسیٰ، فضل بن موسیٰ، عبدالمؤمن بن خالد، عبداللہ بن بریدہ، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کپڑوں میں قمیص بہت پسندیدہ تھا۔''

(۲۹۲) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ كَانَتْ يَدُكُمِّ قَمِيصِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ.

''اسحٰق بن ابراہیم، معاذ بن ہشام، ان کے والد، بدیل بن میسرۃ، شہر بن حوشب، حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین پہنچے تک تھیں۔''

تشریح: حدیث اول: كان احب الثياب. (۱) احب اسم تفضیل مرکب اضافی اپنے متعلق سے مل کر کان کا اسم اور مرفوع ہے القمیص یہ خبر ہے۔ (۲) احب منصوب خبر مقدم اور القمیص مرفوع اسم مؤخر ہے۔ یہ اسم تفضیل من کے ساتھ استعمال ہو رہا ہے یعنی احب من الثياب. ثیاب ثوب کی جمع ہے لفظی معنی ہے کپڑا۔ الثوب هو اسم لما يستتر به الشخص نفسه مخيطا كان او غيره (عون) ثوب نام ہے اس کپڑے کا جس سے انسان اپنا جسم چھپائے خواہ سلا ہوا ہو یا بغیر سلائی کے ہو۔ مثلاً ازار ورداء (باندھنے اور اوڑھنے والی چادریں) یا قمیص، کرتہ، شلوار وغیرہ۔ ''المقیص'' اس کی جمع اقمصة، قمص، قمصان آتی ہے بمعنی کرتہ، نوزائیدہ بچے کے اوپر کی جھلی، دل کا غلاف و پردہ، داخل ہونا۔ ''القمیص'' اسم لما يلبس من المخيط الذي له كمّان وجيب. (عون) قمیص اس سلے ہوئے کپڑے کا نام ہے جس میں دو آستین اور گلا ہو۔ (وهو المعروف في ديارنا)

وجہ تسمیہ: والظاهر انه سمی قميصا لان الآدمی ينقمص اى يدخل فيه ليستتر به. (بذل) بظاہر اس نام کی وجہ یہی ہے

کہ آدمی اس میں داخل ہوتا ہے کہ ستر حاصل کرے۔
قمیص کے پسندیدہ ہونے کی وجہ: اس کے پسندیدہ ہونے کی بالاتفاق وجہ یہ ہے کہ اس میں ستر و پردہ زیادہ ہے۔ **اقرب الی الحیاء** ہے، تواضع ہے، کم خرچ ہے، پہننے میں سہل ہے کہ ازار ورداء کو روکنا اور باندھنا اور ہوا میں اڑنے سے سنبھالنا نسبتاً مشکل کام ہے نیز اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے اور زیادہ کپڑا اصرف ہوتا ہے وغیرہ۔ تو اس میں زیادہ فوائد ہیں۔

حدیث ثانی: کانت یدکم رسول اللہ الی الرسغ. ترمذی کی روایت میں ہے: **کان کمّ ید رسول اللہ.** رُسغ سین کے ساتھ ہے ایک لغت اس میں صاد کی بھی ہے لیکن **معنا ھما واحد** کہ دونوں کا معنی ایک ہے۔ **وھو مفصل ما بین الکف والساعد.** کلائی اور ہتھیلی کے درمیان کا جوڑ یعنی پہنچا۔ **والحدیث یدل علی ان السنۃ فی الاکمام ان لا تجاوز الرسغ.** حدیث پاک صراحۃ دلالت کر رہی ہے کہ آستینیں پہنچے تک ہوں۔

علامہ ابن قیم جوزیؒ: کہتے ہیں لمبی اور وسیع آستینیں نہ آپ ﷺ نے پہنی ہیں اور نہ صحابہ کرامؓ نے بلکہ یہ خلاف سنت اور متکبرین سے مشابہت کی وجہ سے جائز ہی نہیں۔ (عون) قمیص کی آستین پہنچے تک مسنون ہے اور جبہ وغیرہ کی آستین انگلیوں کی جڑوں اور ابتداء تک ثابت ہے۔ بعض روایات سے رسغ سے نیچے آستین کا ہونا بیان جواز کے لیے تھا کہ آپ ﷺ کی قمیصوں میں سے بعض کی آستین لمبی تھی اس طرح دونوں حدیثوں میں مطابقت ہوگی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہنچنے تک آستین افضل و مسنون ہو اور اس سے نیچے مفضول و جائز ہو۔ (بذل وعون) ایک جواب یہ بھی ہے کہ پہنچے تک آستین والی قمیص کا جو ذکر ہے یہ سفر میں استعمال ہونے والی قمیص ہے اور جو گھر میں پہنتے تھے اس کی آستینیں انگلیوں تک تھیں۔

(۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْأَقْبِيَةِ

قبا کا بیان

(۲۹۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى أَنَّ اللَّيْثَ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَنَّهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهُ لِي قَالَ فَدَعَوْتُهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ هَذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ مَخْرَمَةُ ثُمَّ اتَّفَقَا قَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ قَالَ قُتَيْبَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُسَمِّهِ.

''قتیبہ بن سعید' یزید' لیث' حضرت عبداللہ' مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے لوگوں کو قبا ئیں تقسیم فرمائیں اور آپ نے مخرمہ رضی اللہ عنہ کو کچھ عنایت نہ فرمایا' تو مجھ سے مخرمہؓ نے کہا اے میرے بیٹے! تم میرے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں چلو۔ میں ان کے ساتھ گیا انہوں نے وہاں پر پہنچ کر کہا کہ تم اندر چلے جاؤ اور میرا نام لے کر آنحضرت ﷺ کو بلا کر لے آؤ۔ حضرت مسور نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بلایا' آپ ان ہی قباؤں میں سے ایک قبا زیب تن فرمائے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں نے یہ قبا تمہارے لئے رکھ رکھی تھی۔ مسور کہتے ہیں کہ انہوں نے قبا کو دیکھا۔ ابن موہب نے یہ اضافہ کیا کہ مخرمہ نے قبا کو دیکھا پھر دونوں کے الفاظ ایک جیسے ہیں کہ حضرت مخرمہ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا آپ

نے فرمایا مخرمہ رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے۔''

تشریح: حدیث اول: **قسم رسول اللہؐ اقبیة**. اقبیۃ یہ قباء کی جمع ہے بمعنی قبہ، چوغہ۔ القباء بفتح القاف قبو سے مشتق ہے بمعنی ملانا۔ (عون) **فقال مخرمةؓ بابنیّ انطلق بنا**. مخرمہؓ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے غزوۂ حنین میں شریک رہے انتقال ۵۴ھ میں ہوا آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس وقت نابینا تھے جیسا کہ انطلق بنا کے جملے سے وہم ہو سکتا ہے اس لیے کہ بچے کو ساتھ لے جانا اس لیے تھا تا کہ آپ ﷺ کو گھر سے بلانے اور ملاقات میں سہولت رہے اور یہ الفاظ حدیث سے نمایاں ہے یہ جملہ اس وقت نابینا ہونے کو مستلزم نہیں۔ **کما لا یخفی علی ارباب العلم.**

قال: رضی مخرمة. (۱) نبی ﷺ نے دریافت کیا کہ مخرمہ خوش ہوا؟ (۲) آپ ﷺ نے خبر دی کہ مخرمہ راضی ہو چکا۔ (۳) مخرمہ نے جبہ لے کر کہا مخرمہ خوش ہو گیا۔ اس میں یہ تینوں احتمال ہیں پہلے دو میں قال کی ضمیر کا مرجع آپ ﷺ اور آخری صورت میں مرجع مخرمہؓ ہیں۔ **لم یسمه** قتیبہؒ نے ابن ابی ملیکہ کا نام ذکر نہیں کیا اور ابن موھب نے نام ذکر کیا ہے یہ عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہؒ ہیں۔ (بذل) بخاری شریف میں یہ روایت قدرے مفصل ہے اور اس کے آخر میں ہے "**وکان فی خلقه شدة**" اس میں مخرمہ کے جلدی سے بچے کو لے کرانے کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ صحابی رسول اور مؤمن تھے صرف ان کی طبیعت میں تیزی اور شدت تھی جس کی وجہ سے جلدی ہی اپنے کو حصہ نہ ملنے پر آپہنچے۔

(۵) بَابٌ فِیْ لُبْسِ الشُّهْرَةِ

شہرت حاصل کرنے کیلئے لباس پہننے کا بیان

(۲۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ ح وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ یَعْنِی ابْنَ عِیْسٰی عَنْ شَرِیْكٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِیْ زُرْعَةَ عَنِ الْمُهَاجِرِ الشَّامِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فِیْ حَدِیْثِ شَرِیْكٍ یَرْفَعُهُ قَالَ مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَوْبًا مِثْلَهُ زَادَ عَنْ أَبِیْ عَوَانَةَ ثُمَّ تُلَهَّبُ فِیْهِ النَّارُ.

''محمد بن عیسیٰ' ابوعوانہ (دوسری سند) محمد بن عیسیٰ' شریک' عثمان' ابوزرعہ' مہاجر' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے شہرت (یا نام ونمود) کے لئے لباس پہنا (استعمال کیا) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اسی قسم کا لباس پہنائے گا کہ ابن عوانہ نے یہ اضافہ کیا کہ پھر اس لباس میں آگ بھڑکے گی۔''

(۲۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ.

''مسدد' ابوعوانہ کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلت ورسوائی کا لباس پہنائیں گے۔''

(۲۹۶) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ ثَابِتٍ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِیَّةَ عَنْ أَبِیْ مُنِیْبٍ الْجُرَشِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابونضر' عبدالرحمن بن ثابت' حسان بن عطیہ' ابومنیب' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ شخص ان (ہی) میں سے ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **من لبس ثوب شهرة.** اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی رنگ برنگے فاخرانہ پرناپاک کپڑے اس لیے پہنتا ہے کہ لوگ واہ واہ کریں، لوگوں میں اس کی وجہ سے ممتاز ومشہور ہو، اترانا اور اکڑ ہو یا پھر سستے، گھٹیا، پراگندہ کپڑے پہن کر اپنی مصنوعی بزرگی اور زہد باور کرانا مقصود ہو یا ایسی حالت ولباس سے کسی کو دھوکہ دینا مقصود ہو یہ سب ممنوع ومضر ہیں جس سے دنیا وآخرت دونوں خراب ہوتے ہیں۔ ابن رسلان'' کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے اسی لباس کے برعکس سزا دیں گے کہ تحقیر وتذلیل اور رسوائی ہوگی، ثوب ذلت یہی ہے پھر اس میں آگ لگا دینا تو انتہاء عقاب ہے۔

حدیث ثالث: **من تشبه بقوم فهو منهم.** اس میں بڑی اصل اور بنیاد ہے اور کئی مسائل کا حل ہے کہ ہمیں مباح چیزوں کے استعمال واختیار کرنے میں اغیار وکفار کی مشابہت سے بچنا ہے۔ جس طرح بیٹھ کر کھانے میں ادب واحترام ہے اور کھڑے ہو کر کھانا خلاف سنت اور بے اکرامی ہے اسی طرح چوپاؤں کے ساتھ مشابہت بھی ہے اس لیے ہمیں ہر عمل میں احتیاط برتنی ہے کہ تشبہ **بالكفار والفجار** اور **بالفاسقات والفاحشات** نہ ہو ورنہ انجام قابل عبرت ہوگا۔ اسی طرح اگر صدق نیت کے ساتھ صلحاء وابرار کے ساتھ مشابہت کی کوشش کی تو پھر انہیں کے ساتھ بھلا انجام ہوگا۔ اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟ یہی تشبہ واقتداء کی جہد مسلسل ہے جس پر کامیابی وسرفرازی کی قوی امید ہے۔

احب الصالحين ولست منهم لعل الله يرزقني صلاحا

اسی تشبہ کا کرشمہ ہے کہ فرعونی ساحر کافر آئے اور مؤمن وشہید ہو کر رب سے جا ملے، ابومحذورہؓ نے اذان میں نقل کی تو اللہ تعالیٰ نے اصل کر دیا۔ **والله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم.** اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔

لباس کے لیے **اصول ومعیار:** ہمیں کیسا لباس پہننا چاہیے؟ اس کے لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ جن کپڑوں کی احادیث میں مذمت وممانعت آئی ہے ان سے تو پرہیز کریں ان کے لیے یہی معیار ہے۔ دیگر ملبوسات کے لیے یہی معیار ہے۔ دیگر ملبوسات کے لیے حکم یہ ہے کہ جو صلحاء وصالحات کا لباس ہے وہی یا اس کے قریب قریب کو اپنانا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **واتبع سبيل من اناب الى.** جس نے میری طرف انابت ورجوع کیا اس کی پیروی کرو۔ اس سے علماء نے یہ اصل بیان کی ہے کہ نیک لوگوں کے لباس جیسا لباس پہنو اور فاحشات وعاریات اور فجار وبدکردار لوگوں کے لباس اور ان کی بود وباش اپنانے سے بچتے رہو۔ (الدر)

(٥) بَابٌ فِي لُبْسِ الصُّوفِ وَالشَّعَرِ

کھال اور بالوں کا لباس پہننے کا بیان

(٢٩٧) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ وَحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ وَ قَالَ حُسَيْنٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ لُقْمَانَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ اسْتَكْسَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَكَسَانِي خَيْشَتَيْنِ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَكْسَى أَصْحَابِي

''یزید بن خالد بن یزید بن عبداللہ' حسین بن علی' ابن ابی زائدہ' ان کے والد' مصعب' صفیہ' حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ باہر نکلے تو آپ ﷺ پر کالے بالوں سے بنی ہوئی خوبصورت چادر تھی کہ جس میں حسین (راوی) نے دوسری حدیث حضرت عتبہ بن سلمی سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے پہننے کے لئے کپڑا مانگا تو آپ ﷺ نے مجھ کو کتان کے دو کپڑے پہنا دیئے (ان کپڑوں کے پہننے کے بعد) جب میں اپنے آپ کو دیکھتا تو میں خود کو دیگر رفقاء سے لباس میں بہتر اور اچھا دیکھتا۔''

(۲۹۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ قَالَ لِي أَبِي يَا بُنَيَّ لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَصَابَتْنَا السَّمَاءُ حَسِبْتَ أَنَّ رِيحَنَا رِيحُ الضَّأْنِ.

''عمرو بن عون' ابوعوانہ' قتادہ' حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اے میرے بیٹے! اگر تم ہم لوگوں کو حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دیکھتے اور بارش ہوئی ہوتی تو تم یہ سمجھتے (خیال کرتے) کہ ہم لوگوں میں سے بکریوں اور بھیڑوں کی بو آرہی ہے۔''

(۲۹۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ زَاذَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ مَلِكَ ذِي يَزَنَ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حُلَّةً أَخَذَهَا بِثَلَاثَةٍ وَثَلَاثِينَ بَعِيرًا أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ نَاقَةً فَقَبِلَهَا.

''عمرو بن عون' عمارہ' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ذی یزن کے بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے کپڑے کا ایک جوڑ اتحفتاً بھیجا جو کہ اس نے تینتیس اُونٹ یا اُونٹنیاں دے کر خریدا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔''

(۳۰۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى حُلَّةً بِبِضْعَةٍ وَعِشْرِينَ قَلُوصًا فَأَهْدَاهَا إِلَى ذِي يَزَنَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' علی بن زید' اسحٰق بن حضرت عبداللہ بن حارث سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کپڑے کا ایک جوڑا بیس سے زائد اُونٹنیاں دے کر خریدا پھر وہ ذی یزن بادشاہ کو تحفۃً بھیج دیا (تا کہ ان کے تحفے کا بدلہ ہو جائے) آپ تحفہ قبول فرماتے اور اس کا بدلہ ضرور دیتے)''

(۳۰۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَ حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَعْنَى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِالْيَمَنِ وَكِسَاءً مِنَ الَّتِي يُسَمُّونَهَا الْمُلَبَّدَةَ فَأَقْسَمَتْ بِاللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قُبِضَ فِي هٰذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد (دوسری سند) موسیٰ' سلیمان' حمید' حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے موٹے کپڑے کا ایک تہبند نکالا جو کہ یمن میں بنتا تھا اور ایک کمبل جس کو ملبدہ کہتے تھے وہ نکالا پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قسم کھائی کہ آنحضرت ﷺ کا وصال ان ہی دو کپڑوں میں ہوا۔''

(۳۰۲) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو ثَوْرٍ الْكَلْبِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ بْنِ الْقَاسِمِ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا خَرَجَتِ الْحَرُورِيَّةُ أَتَيْتُ عَلِيًّا فَقَالَ ائْتِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَلَبِسْتُ أَحْسَنَ مَا يَكُونُ مِنْ حُلَلِ الْيَمَنِ قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَجُلًا جَمِيلًا جَهِيرًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَتَيْتُهُمْ فَقَالُوا مَرْحَبًا

بِلَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا هٰذِهِ الْحُلَّةُ قَالَ مَا تَعِيبُوْنَ عَلَيَّ لَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحْسَنَ مَا يَكُوْنُ مِنَ الْحُلَلِ.

''ابراہیم بن خالد، عمر بن یونس، عکرمہ، ابوزمیل، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حروری لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کیا تو میں ان کے پاس گیا۔ انہوں نے فرمایا تم اس قوم کے پاس جاؤ۔ میں یمن کا اعلیٰ سے اعلیٰ لباس پہن کران کے پاس گیا اور راویٔ حدیث ابوزمیل نے بیان کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک خوبصورت اور باوجاہت شخص تھے۔ انہوں نے بیان کیا جب میں خارجیوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا خوش آمدید! اے ابن عباس یہ تم نے کیسا لباس پہن رکھا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم لوگ مجھ کو کیا طعنہ دے رہے ہو۔ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ کو عمدہ سے عمدہ لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: وعليه مرط مرحّل من شعر اسود. مرط بکسر المیم وسکون الراء وہ چادر جس میں کجاووں کی تصویریں بنی ہوتیں یہ کبھی اون کی ہوتی، کبھی بالوں کی، کبھی سوتی، کبھی سوت وریشم کی مخلوط۔ کیونکہ یہ غیر ذی روح کی شکلیں تھیں اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔ صوف بھیڑ کے جسم سے مونڈے اور کاٹے ہوئے بال اور اون، شعر بکری کے بال۔ چنانچہ ہمارے ہاں بھی گرم شالیں اور چادریں اسی کی ہی بنتی ہیں۔ بعضوں پر تو بھیڑ کی تصویر بھی لگی رہتی ہے جو علامت ہے کہ یہ اون سے تیار شدہ ہے اگر ایسا کوئی کپڑا پاس آئے تو فوراً ہی تصویر کو مٹانا اور مدہم بلکہ کالعدم کرنا چاہیے۔

حدیث ثانی: استکست ای طلبت الکسوة منه. یعنی میں نے آپ ﷺ سے کپڑا طلب کیا۔ خیشتین. یہ خیشة کی تثنیہ ہے الخیش هی ثیاب فی نسجها رقة وخیوطها غلاظ. خیش وہ کپڑے ہیں جن کی بناوٹ باریک اور دھاگے موٹے اور سخت ہوں۔

وانا اکسیٰ اصحابی ای احسنهم کسوة. یعنی میں اپنے ساتھیوں میں زیادہ حسین کپڑوں والا تھا۔ یہ بالکل سادے سے اون کے تھے لیکن چونکہ زمانہ عسرت کا تھا اس لیے انہوں نے ان کو ہی عمدہ سمجھا اس میں قناعت وشکر دونوں موجود ہیں اور اس وقت کی تنگی کا بھی ذکر ہے آج ہم ہیں کہ بیسیوں جوڑے پھر بھی نت نئے نقش ونگار کے درپے ہیں اچھا لباس تو ضرورت بھی ہے اور مقصود ومباح بھی لیکن حرص وہوس کا تو علاج نہیں۔

حدیث ثالث: ان ریحنا ریح الضأن. ابوموسیٰ اشعریؓ اپنے بیٹے ابو بردہ کو اپنے پہلے زمانے کی حالت سنا رہے ہیں کہ ہمارا لباس کیسا تھا کہ جب ہم پر بارش آتی اور کپڑے گیلے ہو جاتے تو اکثر بھیڑوں جیسی بو آتی کیونکہ اکثروں کے لباس اون ہی کے ہوتے پھر وہ بھی ترقی یافتہ دور کی مشینوں سے بنے ہوئے نہ تھے بلکہ خود ہی گھروں میں اون دھو کر صاف کر کے بن لیتے جس سے مکمل اثر نہ جاتا اور گیلے ہونے پر بو سی اٹھنے لگتی۔ اگرچہ اب تو اون سے نہایت نفیس اور قیمتی پشمینے اور شالیں بنتی ہیں اور اپنے حسن وحرارت میں بے مثال ہیں۔

حدیث رابع: ان ملك ذی یزن. یزن بفتح الثلثة دراصل یزان تھا یہ حمیر قبیلے کی ایک شاخ ہے وزن فعل اور علم کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ ذو یزن یہ حمیر کا بادشاہ تھا جس نے اس وادی کو آباد کیا تھا۔

''حلة'' دو کپڑوں اور پوشاک کو کہتے ہیں۔ اس نے تینتیس (۳۳) اونٹ یا اونٹنیوں کے بدلے خرید کر بھیجا۔ ''فقبلها'' آپ ﷺ نے اسے قبول فرمالیا اور هل جزاء الاحسان الا الاحسان. کا عملی نمونہ بن کر دکھایا کہ تقریباً اتنی یا اس کے قریب

قیمت کا جوڑا خرید فرما کر اسے ہدیہ بھیجا۔

حدیث خامس: اس میں بھی اسی کا ذکر ہے۔ عوض اهدیته و کان مسلما. (بذل) یعنی آپ ﷺ نے اس کے ہدیہ کے بدلے قیمتی پوشاک بھیجی اور وہ مسلمان تھا۔

حدیث سادس: یسمونها الملبدة. ملبدۃ یہ تلبید باب تفعیل سے اسم مفعول ہے۔(۱) اس کا معنی ہے پیوند لگا کپڑا ملبدۃ بمعنی مرقعہ ہوا۔(۲) موٹا کپڑا جو مختلف ٹکڑے ملا کر ایک دوسرے پر سی کے بنایا گیا ہو اور اب موٹا ہو کر لبد کے مثل ہو گیا ہو۔ ملبدۃ بمعنی غلیظ اور تہہ بتہہ کپڑے کے ہوا۔ (نووی، بذل) دونوں معنی کا حاصل یہ ہے کہ یہ معمولی سا کپڑا تھا اور اسی لباس میں ہی آپ ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے۔

حدیث سابع: لما خرجت الحروریة. حروراء کوفہ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے وہ خوارج جنہوں نے حضرت علیؓ سے بغاوت کی تھی وہ اسی کی طرف منسوب ہیں یعنی خارجی اور حروری کا مصداق ایک گروہ ہے۔

فائدہ: اہل السنۃ والجماعۃ یعنی اہل حق مسلمانوں کے مقابلے میں بنیادی طور پر چھ فرقے ہیں: (۱) روافض (۲) خوارج (۳) جبریہ (۴) قدریہ (۵) جہمیہ (۶) مرجئہ۔ پھر ان میں سے ہر ایک کسی باطل نظریہ کا حامل ہے مثلاً: روافض شیخین اور دیگر کئی صحابہ کے متعلق باطل نظریات رکھتے ہیں۔ خارجی گناہوں کی وجہ سے اہل قبلہ کی تکفیر کرتے ہیں۔ جبریہ بندے کو صرف مجبور محض سمجھتے ہیں۔ قدریہ بندے کو مختار و قادر لکل شئی سمجھتے ہیں۔ جہمیہ ایمان کو صرف دل سے جوڑتے ہیں عذاب قبر، منکر نکیر کے سوال، حوض کوثر، ملک الموت کے انکاری ہیں۔ مرجئہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسم و مکان کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا، ایمان کے بعد گناہ نقصان نہیں دیتے نماز روزہ واجبات کی ادائیگی کی حاجت نہیں۔ عورتوں کو باغیچے کے پھول کی مانند سمجھتے ہیں جسے جب چاہا توڑ لیا حیاء وحجاب اور نکاح کی قید کے قائل نہیں۔ و کثیر من الخرافات و السیئات. (کمالین ج۲ ص ۳۵۳) اس کی مزید تفصیل کمالین، شرح وقایہ، شرح مواقف میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ماهذه الحلة؟ خارجیوں کی فہم و فہمائش کے لیے امیر المؤمنینؓ نے ابن عباسؓ کو بھیجا کہ ان کے شبہات کو دور کریں یہ عمدہ پوشاک میں ملبوس ہو کر گئے تو انہوں نے آؤ بھگت تو کی لیکن ساتھ ہی اعتراض اٹھایا کہ دین سنت و سادگی کا سبق دیتا ہے آپ یہ مہنگا اور خوبصورت جوڑا زیب تن کر آئے؟ یہ بھی حبر امت اور مفسر قرآن اور عالم و عامل بالسنۃ تھے فوراً فرمایا جو آپ سے ثابت ہو وہ قابل حیرت و تعجب کیوں؟ اور معروف ہے "الناس باللباس"

آپ ﷺ کا لباس: سابقہ احادیث میں دو قسم کے لباسوں کا آپ ﷺ کے پاس واستعمال میں ہونا مذکور ہے۔ (۱) بالکل معمولی اور پیوند زدہ لباس۔ (۲) منقش و دھاری دار خوبصورت لباس۔ اس میں امت کے لیے سہولت و سنت اور اباحت کا ثبوت ہے کہ حلال کمائی سے جیسا لباس میسر ہو وہ موافق سنت ہے اور اس میں مضائقہ نہیں۔ ہاں نبی ﷺ نے اکثر و بیشتر معمولی لباس ہی پہنا ہے اور [illegible]ۃ من الدین. کہ سادگی دین کا حصہ ہے فرمایا ہے اور احیاناً جمعہ، عیدین وغیرہ میں عمدہ اور قیمتی لباس بھی استعمال فرمایا ہے۔

[illegible]شاک کی وجوہ: قیمتی اور حسین پوشاک آپ ﷺ نے کئی مصالح دینیہ کی وجہ سے زیب تن فرمائی۔ (۱) ہدیہ بھیجنے والے کی [illegible]ورخوش دلی کی وجہ سے۔ (۲) قیمتی لباس کا جواز بیان کرنے کی وجہ سے۔ (۳) [illegible] وفود کی آمد و استقبال کی وجہ سے اکثر [illegible]بارک یہی تھا کہ جب بھی قیمتی چیز ملبوسات، ماکولات، مراکب میں سے ہدیہ آتی تو آپ ﷺ دوسروں کو ہدیہ ہی فرما دیتے

یا ایک آدھ مرتبہ دینے والی کی تطییب خاطر کے لیے پہن کر دیتے۔

غیر مسلم سے ہدیہ لینا؟: کفار مشرکین سے ہدیہ لینا آپ ﷺ سے ثابت اور مباح ہے کہ آپ ﷺ نے مقوقس، ابن العلماء، اکیدر دومۃ الجندل سے ہدایا قبول فرمائے تھے اگر مصلحۃ نہ لینا بہتر ہو تو اجتناب کرنا چاہیے اور اس کی کفار سے کوئی تخصیص نہیں بلکہ جس سے بھی فتنے اور تعلّی کا اندیشہ ہو اس سے ہدیہ نہ لیا جائے کہ آج ہدیہ دیا کل رعب جھاڑنے لگے کہ "ہمارے ٹکڑوں پہ پلتے ہو، یہ ہم نے ہی تو دیا ہے۔" وغیرہ استغناء کے ساتھ ہدیہ قبول کرنا درست اور آپ ﷺ کی سنت ہے۔ (انعامات المنعم اول باب ۳)

(۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْخَزِّ

خز (ایک قسم کے ریشمی کپڑے) کے استعمال کا بیان

(۳۰۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ نِ الْأَنْمَاطِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيُّ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا بِبُخَارٰى عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ عَلَيْهِ عِمَامَةُ خَزٍّ سَوْدَاءُ فَقَالَ كَسَانِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا لَفْظُ عُثْمَانَ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِهِ.

"عثمان بن محمد، عبدالرحمٰن بن عبداللہ (دوسری سند) احمد بن عبدالرحمٰن، ان کے والد، عبداللہ بن سعد، حضرت سعد بن عثمان سے روایت ہے کہ میں نے بخارا میں ایک شخص کو دیکھا جو سفید خچر پر سوار تھا اور کالے رنگ کا ریشمی عمامہ باندھے ہوئے تھا اس نے کہا مجھے یہ عمامہ آنحضرت ﷺ نے پہنایا ہے یہ الفاظ عثمان کے ہیں۔ ("خز" ایک قسم کا کپڑا ہے جس میں ریشم اور اُون ملے ہوئے ہوتے ہیں)۔"

(۳۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَطِيَّةُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ وَاللّٰهِ يَمِينٌ أُخْرٰى مَا كَذَبَنِي أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْخَزَّ وَالْحَرِيرَ وَذَكَرَ كَلَامًا قَالَ يُمْسَخُ مِنْهُمْ آخَرُونَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

"عبدالوہاب، بشر بن بکر، عبدالرحمٰن، عطیہ بن قیس، حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک نے بتایا کہ اللہ کی قسم! پھر دوسری قسم کہ انہوں نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری اُمت میں اس قسم کے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ خز اور ریشم کو جائز بنالیں گے پھر اور کچھ بیان فرمایا اس کے بعد ارشاد فرمایا ان لوگوں میں بعض لوگ بندر بن جائیں گے بعض لوگ قیامت تک خنزیر بن جائیں گے۔"

تشریح: یہ باب دراصل تمہید ہے اگلے باب کے لیے جس میں خالص ریشم کا ذکر ہے۔

خز کی تعریف: (۱) خز یہ دراصل خزز بروزن عمر ہے خزز کا معنی ہے نر خرگوش اور اس کی اون سے بنے ہوئے کپڑے کو خز کہتے ہیں کیونکہ یہ انتہائی ملائم لچکدار ہوتا ہے کہ بالکل ریشم کا سا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) خز وہ کپڑا ہے جو اون اور ابریشم سے مل کر بنتا ہے اور ابریشم یہ ریشم کی ایک قسم ہے۔

(۳) ابن العربیؒ کہتے ہیں خز وہ کپڑا ہے جس کا سدیٰ یالحمۃ میں سے ایک ریشم کا ہو، سدی تانا جوطول ولمبائی میں ہو، لحمۃ بانا جوعرض وچوڑائی میں ہو۔ تانا، بانا یعنی طول وعرض۔ خلاصہ یہ ہے کہ خز خالص ریشمی کپڑا نہیں ہوتا بلکہ مخلوط یا اون سے بنتا ہے جس کا پہننا بلاکراہت جائز ہے۔ کبار صحابہ کرامؓ نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ امام مالکؒ سے جب خز کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا **لا بأس به** کہ اس میں مضائقہ نہیں۔

حدیث اول: **رایت رجلا.** اس سے مراد خراسان کے امیر عبداللہ بن خازم سلمی ہیں ان کی صحابیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ **قال البخاریؒ: ابن خازم ما اری ادرك النبیؐ.** امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ابن خازم نے نبی ﷺ کو نہیں پایا۔ (بذل) اس میں خز اور مخلوط لباس کے جواز کا ذکر ہے۔

حدیث ثانی: **یستحلون الخز والحریر.** یہ وعید ہے اس میں ریشم کی حرمت ہے خز وحریر دونوں اکٹھے کیسے ذکر ہوئے؟

رفع تعارض: حدیث اول سے خز کا مباح ہونا اور حدیث ثانی سے حرام ہونا ثابت ہورہا ہے جو یقیناً تعارض ہے اس کا حل

(۱) پہلی حدیث سے خز اور مخلوط ریشمی اور اونی لباس کی حلت ثابت ہے اور دوسری حدیث سے خالص حریر وریشم کی حرمت کا ذکر ہے اس لیے تعارض نہیں اور دوسری حدیث میں خز کا لفظ توطیہ وتمہید کے لیے ہے اصل حرمت اور ذکر حریر کا ہے۔

(۲) حدیث ثانی اس مخلوط خز پر محمول ہے جس کا تانا اور لمبائی ریشم کی اور بانا اور عرض اون یا روئی وغیرہ کی ہو تو حریر کی اکثریت کی وجہ سے یہ بھی حرام ہے۔ پہلی حدیث میں اس کے جواز کا ذکر ہے جس میں تانا اون یا روئی کا اور بانا ریشم کا ہو یہ درست ہے۔ کیونکہ حکم کی بنیاد تانا وطول پر ہوتی ہے جو بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۳) خز سے مراد اگر ریشمی لباس لیں تو حرام ہے جیسے حدیث ثانی میں ہے اور اگر اس سے مراد خرگوش کی اون سے بنا ہوا ملائم کپڑا لیں تو پھر حلال ہے کیونکہ لفظ خز کے معنی میں دونوں آتے ہیں اس لیے دونوں کا حکم دو حدیثوں میں مذکور ہے آگے **باب ماجاء فی لبس الحریر.** کا عنوان قائم کرنا دلیل بین ہے کہ خز اور حریر ایک نہیں اور نہ ہی ان کا حکم ایک ہے بلکہ خز ایک مفہوم کے اعتبار سے درست ہے اور خالص یا تانا ریشمی ہونے کی صورت میں منع ہے۔ سنن ابوداؤد کے ایک نسخے میں اس کے بعد درج ہے کہ بیس سے زائد صحابہؓ نے خز کو زیب تن فرمایا۔ **یمسخ منهم آخرین.** اس سے ثابت ہوا کہ اس امت میں بھی قرب قیامت میں شکلیں مسخ ہوں گی۔ **اللهم احفظنا من الخسف والمسخ.**

(۷) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ

ریشم پہننے کا بیان

(۳۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَأٰى حُلَّةَ سِيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ تُبَاعُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهٖ فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوُفُوْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ ثُمَّ جَاءَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطٰى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيْهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيْ حُلَّةِ عُطَارِدَ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّيْ لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا

فَكَسَاهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی لباس فروخت ہوتا ہوا دیکھا تو انہوں نے خدمت نبوی میں عرض کیا کاش آپ اس کو خرید لیتے اور اس کو آپ جمعہ اور جس دن آپ کی خدمت میں وفود حاضر ہوتے ہیں اس دن پہن لیا کرتے۔ (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا اس لباس کو وہ شخص پہنے گا جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ پھر اسی قسم کے کچھ جوڑے آپ کے پاس آئے آپ نے اس میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جوڑا عنایت فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ لباس مجھے پہنا رہے ہیں حالانکہ آپ نے پہلے تو عطارد (نامی شخص) کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو وہ شخص پہنے گا جس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے یہ جوڑا تمہیں پہننے کے لئے نہیں دیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی (یعنی عثمان بن حکم) کو دے دیا۔''

(٣٠٦) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ حُلَّةُ إِسْتَبْرَقٍ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ بِجُبَّةِ دِيبَاجٍ وَقَالَ تَبِيعُهَا وَتُصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ.

''احمد بن صالح' ابن وہب' یونس' عمرو بن حارث' ابن شہاب' سالم' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث روایت ہے اس روایت میں اس طرح ہے کہ وہ جوڑا استبرق کا تھا (استبرق ریشمی کپڑا ہوتا ہے) پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو ریشم کا جبہ بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرلو۔''

(٣٠٧) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ إِلَى عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَا كَانَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا أُصْبُعَيْنِ وَثَلَاثَةً وَأَرْبَعَةً.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' عاصم احول' حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن فرقد کو تحریر فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا لیکن اس قدر اس قدر دو انگلی یا تین یا چار انگلی کے برابر۔''

(٣٠٨) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أُهْدِيَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ سِيَرَاءَ فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَأَتَيْتُهُ فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ وَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا وَأَمَرَنِي فَأَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي.

''سلیمان' شعبہ' ابی عون' ابوصالح' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص نے ایک ریشمی دھاری دار لباس بھیجا تو آپ نے وہ لباس میرے پاس بھیجا میں اس کو پہن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے چہرۂ مبارک کو غصہ میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ لباس تمہارے پہننے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ پھر آپ نے مجھے حکم فرمایا میں نے (وہ لباس) اپنی عورتوں کو تقسیم کر دیا۔''

تشریح: ریشمی لباس: ریشم کے استعمال کے متعلق چند مسائل ہیں۔

(۱) خالص ریشم جسے حدیث پاک میں حریر مُصْمَتْ کہا گیا ہے بالاتفاق مردوں کے لیے حرام اور منع ہے اضطراری بیماری اور مجبوری کی حالت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے مثلاً کسی کو خارش ہو کہ اس کے پہننے سے افاقہ کا یقین ہو۔

(۲) میدان جنگ میں امام شافعیؒ، احمدؒ، صاحبینؒ کے نزدیک مکمل خالص ریشم پہننا جائز ہے کہ تلوار کے مقابلہ میں پروف اور آڑ کا

فائدہ دیتا ہے کہ اس سے تلوار پھسل جاتی ہے۔امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ایسی حالت میں بالکل خالص نہیں بلکہ ملاوٹ والا ریشم استعمال کیا جائے خواہ ریشم زیادہ ہی کیوں نہ ہو لیکن بالکل خالص سے احتراز ہی ہے۔
اس کے متعلق صاحب اعلاء السنن رقمطراز ہیں: **فقول ابی حنیفةؒ فی الباب اورع واحوط وقولهما اوسع واقوی وأضبط.** (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۳۴۸ حظر واباحة باب لبس الحریر لمعذور)

(۳) ایسا کپڑا جس کا تانا اور طول ریشم کا ہو اور بانا اور عرض سوتی وغیرہ ہو تو اس کا استعمال بھی جائز نہیں للاکثر حکم الکل کے تحت یہ بھی ریشم کے زمرے میں شمار ہوگا۔

(۴) اگر تانا اور طول سوتی اور بانا اور عرض ریشمی ہو تو یہ پہننا جائز ہے۔(ہدایہ)

(۵) ریشمی بچھونا، تکیہ، نمدہ، بستر امام ابوحنیفہؒ اور ابن ماجشون مالکیؒ اور بعض شوافع کے نزدیک جائز ہے جبکہ اکثر مالکیہ، شوافع، صاحبین کے نزدیک مردوں کے لیے ریشمی بچھونا استعمال کرنا جائز نہیں۔(بذل باب الحریر للنساء)

ریشمی پردے: بذل کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ پردوں کا حکم بھی بستر و بچھونے کے مثل ہے **واما اللبس: فمجمع علیه بان لبس الذهب والحریر (الخالص) لا یجوز للرجال واما سوی اللبس فقال ابو حنیفة لا بأس بافتراش الحریر والدیباج والنوم علیها وکذا الوسائد والمرافق والبسط والستور من الدیباج والحریر اذا لم یکن فیها تماثیل وقال ابو یوسف ومحمد یکره جمیع ذلك.** (بذل) بہرحال ریشم کا پہننا سو وہ بالاجماع مردوں کے لیے جائز نہیں اور پہننے کے سوا دیگر استعمال میں امام صاحبؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں کہ بستر، تکیہ، پردہ وغیرہ میں استعمال ہو اس پر بیٹھیں اور سوئیں جبکہ صاحبینؒ ان سب کو مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔اسی کے مطابق دعوت قبول کرنے کے موانعات میں سے کتاب الاطعمہ باب (۱) ولیمہ کی بحث میں ریشمی بچھونوں کا ذکر گذر چکا ہے اس عبارت سے اس میں توسیع معلوم ہوتی ہے اس تفصیل کے مطابق آئندہ چند ابواب میں احادیث مذکور ہیں جن سے خلاصہ کے طور پر یہی مسائل حاصل ہوتے ہیں۔باب کی جملہ حدیثوں میں ریشم کی حرمت مذکور ہے اور مردوں کے لیے یہ حکم قطعی ہے۔

حدیث اول: حلة سیراء. حلة مضاف سیراء مضاف الیہ ہے جیسے ''حلة سندس'' اور ''حلة استبرق'' کہا جاتا ہے بعض محدثین نے ''حلة'' تنوین کے ساتھ موصوف اور ''سیراء'' کو صفت کہا ہے، لیکن اضافت زیادہ قوی ہے **لانه قال سیبویه لم تأت فعلاء صفة.** اس لیے کہ سیبویہ نے کہا ہے کہ فعلاء کے وزن پر صفت کا صیغہ نہیں آتا۔(عون) **هی برود یخالطها حریر، قیل انها حریر محض.** بعض کہتے ہیں کہ ''حلة سیراء'' کا مطلب ہے وہ چوغہ جس میں ریشمی دھاگے ملے ہوئے ہوں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ خالص ریشم کا ہوتا تھا۔اس کی دلیل صحیح مسلم کی روایت میں ''حلة من استبرق'' اور ''حلة من حریر'' کے الفاظ ہیں پھر آپ ﷺ کا تنبیہ فرمانا اور نہ لینا یہ بھی دلیل ہے کہ وہ ریشمی تھا۔

عند باب المسجد تباع. یہ حلہ عطارد تمیمی کا تھا جو اسے کسریٰ نے دیا تھا اور اب وہ اسے فروخت کر رہا تھا یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔(عون، در) **لا خلاق له فی الآخرة.** یعنی نافرمانی کے ارتکاب اور حرام کے استعمال کی وجہ سے آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا پھر اگر کافر ہو تو بالکل محرومی ہوگی اور مؤمن فاسق وعاصی ہو تو جنتی ریشم سے محروم ہوگا جو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ **وقد قلت فی حلة عطارد.** پھر جب آپ ﷺ نے ریشم کی پوشاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی تو انہوں نے یہ سمجھ کر

کہ مجھے پہننے کے لیے دی ہے پوچھا کہ اس وقت تو آپ نے نہیں خریدا اور اب مجھے دے دیا؟ تو وضاحت ہوئی کہ سب کچھ پہننے کے لیے نہیں ہوتا دیگر استعمال یا دوسروں کے دینے کے لیے بھی ہوسکتا ہے۔ **اخاله مشرك بمكة.** یہ ان کا اخیافی یعنی ماں شریک بھائی عثمان ابن حکیم تھا جبکہ ان کا حقیقی بھائی زید بن خطاب ان سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ (بذل)

حدیث ثانی: تبیعها. یہ باب ضرب سے فعل مضارع کا مخاطب کا صیغہ ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ پہننے کے سوا دوسری ضرورت میں صرف کرلو جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اسے بیچو اور پھر ضرورت کے مطابق نقدی خرچ کرو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدیہ کی ہوئی چیز کو بعینہٖ استعمال کرنا ضروری نہیں بلکہ اپنی ضرورت کے مطابق اس میں تغیر وتبدل کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ عوام میں معروف مقولہ ہے "**الهديه لاتهدى**" مگر یہ نص نہیں۔

حدیث ثالث: الى عتبة بن فرقد. یہ مشہور صحابی رسول اور موصل، آذربائیجان اور بعض دیگر علاقوں کے والی مقرر ہوئے تھے۔ عموماً عہدے کی وجہ سے اندیشہ ہوتا ہے کہ قیمتی لباس اور آرائش کی طرف میلان نہ ہو جائے اس لیے امیر المؤمنینؓ نے پہلے ہی حفظ ما تقدم کے طور پر ان کو متنبہ فرمایا۔ **هكذا وهكذا.** یعنی چار انگلیوں کے برابر ایک کپڑے میں جائز ہے خواہ پیوند نما لگائیں یا دھاگہ نما یا صرف آستین یا گلے وغیرہ کسی حصے میں ہو چار انگشت سے ذرہ برابر بھی زائد نہ ہو ورنہ حرام ہوگا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے درمیان اور شہادت والی دو انگلیوں کو ملا کر اشارہ فرمایا دو یہ، پھر دو مزید کی تو کل مقدار چار انگشت خالص ریشم مردوں، بچوں کے لیے مباح ہے۔ جواز کی یہ مقدار بالاتفاق ہے۔ "درسلور مذاہب رواست"

حدیث رابع: فاطرتها اى شققتها وقسمتها. یعنی میں نے اس کے حصے کر کے عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔ نسائی سے مراد مطلقاً عورتیں ہیں بیویاں نہیں کیونکہ اس وقت تک ان کے عقد میں صرف سیدہ فاطمہ بنت محمد تھیں۔ بذل وعون میں ہے کہ یہ فواطم اربعہ میں اوڑھنی کے طور پر بانٹ دیا گیا۔ (۱) فاطمہ بنت محمدؐ (۲) فاطمہ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ ہیں (۳) فاطمہ بنت حمزہؓ (۴) فاطمہ بنت شیبہ یہ عقیل بن ابی طالب کی زوجہ تھیں۔

ریشم کی حرمت کی عقلی وجہ: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ امام غزالیؒ نے اس کی وجہ تحریر کی ہے کہ ریشم میں لچک اور للچائی کی سی کیفیت ہے جو مرد کی شجاعت وحمیت کے منافی ہے اس لیے منع فرمایا "**بان فى الحرير خنوثة لا تليق بشهامة الرجل**" حضرت تھانویؒ نے مصالح عقلیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہایت عیش پسندی (جو کبر وخود پسندی کی موجب ہو) پسند نہیں اور سونے اور حریر میں یہ دونوں ہیں پھر تفاخر بھی اس میں ہے اس لیے اسے منع کیا گیا اور مردوں وعورتوں میں امتیاز بھی مقصود ہے اس لیے سونا اور ریشم مردوں کے لیے منع اور مستورات کے لیے مباح فرمایا جبکہ آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

(۹) بَابُ مَنْ كَرِهَهُ

ریشمی لباس پہننے کی ممانعت

(۳۰۹) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَعَنْ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْقِرَائَةِ فِي الرُّكُوعِ.

''قعنبی' مالک' نافع' ابراہیم بن عبداللہ' ان کے والد' حضرت علیؓ بن ابی طالب سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے قسی (کپڑے) اور کسم (زعفران) کے رنگ کے کپڑے پہننے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور قرآن کریم رکوع کی حالت میں پڑھنے سے منع فرمایا۔''

(۳۱۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْمَرْوَزِيَّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا قَالَ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ.

''احمد بن محمد' عبدالرزاق' معمر' زہری' ابراہیم بن عبداللہ' ان کے والد' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریقہ سے فرمایا ہے اس روایت میں اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع اور سجدہ میں قرآن کریم پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔''

(۳۱۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بِهٰذَا زَادَ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' محمد بن عمرو' حضرت ابراہیم بن عبداللہ سے یہی روایت ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہیں منع کیا۔''

(۳۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ مَلِكَ الرُّومِ أَهْدَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتُقَةً مِنْ سُنْدُسٍ فَلَبِسَهَا فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يَدَيْهِ تَذَبْذَبَانِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى جَعْفَرٍ فَلَبِسَهَا ثُمَّ جَائَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا قَالَ فَمَا أَصْنَعُ بِهَا قَالَ أَرْسِلْ بِهَا إِلَى أَخِيكَ النَّجَاشِيِّ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' علی بن زید' حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ روم کے بادشاہ نے نبیؐ کو سندس (یعنی باریک اور نفیس ریشمی لباس) کا ایک چوغہ بھیجا۔ آپ نے اس کو پہن لیا۔ انسؓ نے فرمایا میں آپ کے ہاتھوں کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ ہل رہے تھے پھر آپ نے وہ کپڑا حضرت جعفر بن ابی طالب کو بھیجا۔ جعفرؓ وہ کپڑا پہن کر نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو وہ (چوغہ) پہننے کیلئے نہیں دیا تھا انہوں نے کہا پھر میں اس کا کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے بھائی نجاشی (حبش کے بادشاہ) کے ہاں بھجوا دو۔''

(۳۱۳) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا أَرْكَبُ الْأُرْجُوَانَ وَلَا أَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ وَلَا أَلْبَسُ الْقَمِيصَ الْمُكَفَّفَ بِالْحَرِيرِ قَالَ وَأَوْمَأَ الْحَسَنُ إِلَى جَيْبِ قَمِيصِهِ قَالَ وَقَالَ أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ أَلَا وَطِيبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ قَالَ سَعِيدٌ أُرَاهُ قَالَ إِنَّمَا حَمَلُوا قَوْلَهُ فِي طِيبِ النِّسَاءِ عَلَى أَنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا فَلْتَطَّيَّبْ بِمَا شَاءَتْ.

''مخلد بن خالد' روح' سعید' قتادہ' حسن' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ارغوانی رنگ کی زین پر سوار نہیں ہوتا' نہ ہی میں زعفران کے رنگ کا لباس پہنتا ہوں اور نہ میں وہ کرتہ پہنتا ہوں جس پر ریشم لگا ہوا ہو اور حسن نے اپنی قمیص کے گریبان کی طرف اشارہ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے (مزید) فرمایا۔ مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ نہیں' صرف خوشبو ہے اور خواتین کی خوشبو رنگین ہے بو والی نہیں (جیسے کہ مہندی اور زعفران وغیرہ کہ ان میں اس قدر خوشبو نہیں کہ وہ باعث فساد بن سکے) سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خواتین باہر نکلیں لیکن اگر وہ اپنے گھر میں شوہر کے پاس (جائے) تو دل چاہے تو خوشبو لگا لے (اس میں گناہ نہیں)''

(۳۱۴) حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبِ نِالْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فُضَالَةَ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسِ نِالْقِتْبَانِيِّ عَنْ أَبِي الْحُصَيْنِ يَعْنِي الْهَيْثَمَ بْنَ شَفِيٍّ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِيْ يُكْنٰى أَبَا عَامِرٍ رَجُلٌ مِنَ الْمَعَافِرِ لِنُصَلِّيَ بِإِيْلِيَاءَ وَكَانَ قَاصُّهُمْ رَجُلٌ مِنَ الْأَزْدِ يُقَالُ لَهُ أَبُوْ رَيْحَانَةَ مِنَ الصَّحَابَةِ قَالَ أَبُو الْحُصَيْنِ فَسَبَقَنِيْ صَاحِبِيْ إِلَى الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَدِفْتُهُ فَجَلَسْتُ إِلٰى جَنْبِهِ فَسَأَلَنِيْ هَلْ أَدْرَكْتَ قَصَصَ أَبِيْ رَيْحَانَةَ قُلْتُ لَا قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ عَشْرٍ عَنِ الْوَشْرِ وَالْوَشْمِ وَالنَّتْفِ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ وَأَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِيْ أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ أَوْ يَجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ حَرِيْرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ وَعَنِ النُّهْبٰى وَرُكُوْبِ النُّمُوْرِ وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ إِلَّا لِذِيْ سُلْطَانٍ.

''یزید بن خالد' مفضل' عیاش بن عباس' حضرت ابوحصین' یعنی ہیثم بن شفی سے روایت ہے کہ میں اپنے ایک ساتھی کہ جس کی کنیت ابوعامر تھی اور جو قبیلہ معافر کے تھے اس کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھنے کے لئے نکلا اس وقت بیت المقدس کے لوگوں کے واعظ قبیلہ ازد کے ابوریحانہ تھے جو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے۔ ابوالحصین نے بیان کیا کہ میرا ساتھی مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گیا۔ پھر میں بھی پہنچ گیا اور اس کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابوریحانہ کے وعظ کا کچھ حصہ سنا؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا کہ میں نے ابوریحانہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبیؐ سے سنا ہے آپ نے منع فرمایا ہے دس چیزوں سے: (۱) دانتوں کو رگڑ کر باریک کرنے سے' (۲) نیلا گودنے سے (۳) (زیب و زینت کے لئے داڑھی یا سر کے بال) اُکھاڑنے سے (۴) اور بغیر کپڑے (وغیرہ کی آڑ) کے دو مردوں کے ایک ساتھ سونے سے (۵) ایک عورت کا دوسری عورت کے ساتھ ننگا لیٹنے سے (۶) (آپ نے منع فرمایا) کہ کوئی مرد اپنے کپڑے کے نیچے عجمی لوگوں کی طرح ریشم لگائے (۸،۷) اور لوٹ مار کرنے سے منع فرمایا (۹) درندوں کے چمڑوں پر سوار ہونے سے (۱۰) اور بادشاہ کے علاوہ کسی دوسرے کو انگوٹھی پہننے سے۔''

(۳۱۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نُهِيَ عَنْ مَيَاثِرِ الْأُرْجُوَانِ.

''یحییٰ بن حبیب' روح' ہشام' محمد' عبیدہ' حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے سرخ زین پوشوں کی ممانعت بیان فرمائی ہے (جبکہ وہ ریشمی ہو)''

(۳۱۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ هُبَيْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَالْمِيْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ.

''حفص بن عمر' مسلم بن ابی ابراہیم' شعبہ' ابواسحٰق' ہبیرہ' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی سے اور قسی کے پہننے سے اور لال رنگ کے زین پوشوں سے منع فرمایا ہے۔''

(۳۱۷) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابِ نِالزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ خَمِيْصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَنَظَرَ إِلٰى أَعْلَامِهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اذْهَبُوْا بِخَمِيْصَتِيْ هٰذِهٖ إِلٰى أَبِيْ جَهْمٍ فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِيْ آنِفًا فِيْ صَلَاتِيْ وَأْتُوْنِيْ بِأَنْبِجَانِيَّتِهٖ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ أَبُوْ جَهْمِ بْنُ حُذَيْفَةَ مِنْ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابراہیم بن سعد' ابن شہاب' زہری' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک چادر میں نماز ادا فرمائی کہ جس میں نقش بنے ہوئے تھے اور آپ انہیں دیکھتے رہے۔ پھر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد ...

فرمایا یہ چادر ابوجہم کو دے دو مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں اس چادر کے نقش ونگار کا خیال رہا اور تم لوگ مجھے ایک سادہ (قسم کی) چادر لاکر دے دو (یعنی ایسی چادر دے دو) جس میں نقش ونگار نہ ہوں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابوجہم بن حذیفہ بنو عدی بن کعب میں سے ہیں۔''

تشریح: اس باب میں چند ایسے کپڑوں کے پہننے کی کراہت کا ذکر ہے جو ریشم، تشبہ یا کسی دوسری وجہ سے منع اور ناپسندیدہ ہیں اور اس سے ان حضرات کو تقویت ملتی ہے۔ جو ریشم کے بالکلیہ ممنوع ہونے کے قائل ہیں چنانچہ ابن بطالؒ نے کہا ہے کہ ایک جماعت نے توریشم کو مطلقاً سب کے لیے حرام قرار دیا ہے اور مردوں وعورتوں کا فرق بھی نہیں کیا یہ حضرت علیؓ، ابن عمرؓ، حذیفہؓ، ابوموسیٰؓ، ابن زبیرؓ اسی طرح تابعین میں سے حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ سے منقول ہے۔ (عون) جمہور کا مسلک گذر چکا ہے کہ مردوں کے لیے محدود مغلوب ریشم جائز ہے، چار انگشت سے زائد یا غالب وخالص ریشم مردوں کے لیے قطعاً ممنوع ہے، عورتوں کے لیے جائز ہے۔

حدیث اول: نهى عن لبس القسيّ. محدثین کے ہاں قاف کے کسرہ اور اہل مصر کے ہاں قاف کے فتحہ کے ساتھ مستعمل ہے سین مشدد مکسور آخر میں یاء نسبت۔ یہ مصر میں عریش وغرماء کے درمیان واقع قس نامی ساحلی قصبہ کی طرف منسوب ہے اور یہ کپڑا وہیں سے بن کر آتا تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ابوبردہؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ قسیہ کیا ہے؟ تو جواب میں انہوں نے فرمایا کہ یہ ہمارے پاس مصروشام سے کپڑا آتا تھا جس میں پسلیوں کی طرح ریشم کے دھاگوں کی دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ (باب لبس القسی) اس کے منع ہونے کی وجہ یہی ہے کہ دھاریاں کثیر اور غالب ہوتی ہوں گی۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ قس دراصل قز تھا اور قزیہ کہتے تھے پھر زاء کو سین سے بدل کر قس کہہ دیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دراصل قز ریشم کا کیڑا اسی سے ہو پھر قز سے قس استعمال ہونے لگا۔

عن لبس المعصفر. زعفران سے رنگا ہوا کپڑا احناف، شوافع، حنابلہ کے نزدیک ممنوع ہے بلکہ اس رنگ کا استعمال کپڑوں اور جسم دونوں میں ممنوع ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مردوں کے لیے اس کا استعمال کپڑوں میں جائز ہے اور جسم میں منع ہے۔ (کشف) حدیث میں ممانعت مصرح ہے اس لیے یہ منع ہے اور یہی راجح ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کے لیے بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

عن تختمّ الذهب. سونے کی انگوٹھی: ائمہ اربعہ کے نزدیک سونے کی انگوٹھی مردوں کے لیے ناجائز ہے۔ صرف ابن حزم اور اسحٰق بن راہویہ کا شاذ قول اس کے مباح ہونے کا ہے ورنہ بالاجماع یہ حرام ہے۔ (کشف) ریشم وسونے کی ممانعت اس امت کے صرف مردوں کے لیے ہے۔

عن القراءة فى الركوع. پہلے تین حکم صرف مردوں کے لیے تھے یہ حکم مردوعورت دونوں کے لیے ہے کیونکہ رکوع وسجود تسبیحات کے لیے ہیں حدیث مبارکہ میں ہے: **نهيت ان اقرأ القرآن راكعا او ساجدا و اما الركوع فعظموا فيه الرب واما السجود فاجتهدوا فى الدعاء**'' (مسلم وعون) مجھے رکوع سجدے میں تلاوت سے منع کیا گیا رکوع میں **سبحان ربی العظیم**. اور عظمت ہو اور سجدے میں دعاء اور آہ وزاری ہو۔

حدیث ثانی: اس میں سجدے کی تصریح ہے۔

حدیث ثالث: رکوع، سجدہ میں تلاوت سے نماز کا حکم: **ومذهبنا معشر الحنفية ان القراءة فى الركوع والسجود سواء كان فاتحة او غيرها تكره ولا تبطل صلوته.** (بذل) عند الاحناف رکوع سجدہ میں قراءت وتلاوت سے نماز مکروہ ہے

باطل نہیں ہوتی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر رکوع، سجدہ میں تلاوت کر لی خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوگا۔

لا اقول نهاکم. اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ یہ حکم حضرت علیؓ کے ساتھ مختص ہے لیکن یہ بات بدیہی البطلان ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ کے اس قول سے مقصود ہرگز یہ نہیں کہ تم کو مکلف قرار نہیں دیا بلکہ غایت احتیاط کی وجہ سے جو صیغہ میں نے سنا وہی بعینہٖ نقل کیا ہے اس کو بدل کر بصیغہ مخاطب نہیں فرمایا۔ **والجواب ان النهی لیس بمختص بعلیؓ بل یعم جمیع الناس.** (عون)

حدیث رابع: **مستقة من سندس.** وہ پوستین جس کی آستین لمبی ہوں مستقۃ یہ فارسی لفظ مشتہ سے معرب ہے اس کی جمع مساتق **مُستَقة** سے مراد؟: یہ لفظ پوستین کے لیے آتا ہے پھر مشکل یہ ہے کہ پوستینیں ریشم کی نہیں ہوتیں اس لیے اس میں تاویل کرتے ہیں یہ ایسی پوستین تھی جس کی آستینوں کے کناروں پر ریشم لگا اور مڑا ہوا تھا۔ اب ہمارے دیار میں بھی بعض پوستینوں کے کنارے پر دوسرے رنگ کی پٹی خوبصورتی کے لیے لگائی جاتی ہے تو یہ بھی اسی انداز کی ہوگی۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ یہ کھلا جبہ اور چوغہ تھا پھر تاویل کی ضرورت نہیں کہ جبہ ریشمی ہوتا تھا پھر وسعت میں مشابہت کی وجہ سے اسے مستقۃ اور پوستین کہا گیا۔ اکثر محدثین نے پہلے قول کو لیا ہے۔ (بذل وعون)

ریشم کی اقسام: ریشم کے لیے حریر، استبرق، سندس، دیباج کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ حریر سب سے زیادہ ریشم کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ سب کو شامل ہے، استبرق باریک ریشم اور سندس موٹے ریشم کے لیے بولا جاتا ہے۔ **فلبسها.**

سوال: اس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے زیب تن فرمایا جبکہ ساتھ ہی ممانعت وحرمت مذکور ہے؟

جواب: (۱) یہ پہننا اس کی حرمت سے پہلے تھا۔ (۲) یہ خالص یا اکثر ریشم نہ تھا بلکہ صرف آستینوں کے کناروں پر ریشم تھا اس کا پہننا جائز ہے۔ آپ ﷺ نے احتیاط کی وجہ سے اسے بھی ترک کر دیا اور اسی کا حکم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا۔ **تذبذبان.** ہل رہی تھیں، حرکت کر رہی تھیں۔ **الی اخیك النجاشی.** یہاں اخوت ایمانی مراد ہے چونکہ اصحمہ شاہ حبشہ نجاشیؒ نے ہجرت کے دوران ان پر عنایات کی تھیں تو **هل جزاء الاحسان الا الاحسان.** کی تعلیم فرمائی۔ یہ بھی مسلمان ہو چکا تھا اس لیے یہ دلیل ہے کہ یہ خالص یا اکثر ریشمی نہ تھا کیونکہ ریشم کی حرمت کا حکم تو سب مسلمانوں کے لیے مساوی ہے۔

حدیث خامس: **لا ارکب الارُجوان.**

ارجوان کا مصداق: یہ ہمزہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی ہے سرخ لباس، صوف احمر، لال اون۔ ارجوان ایک پھل دار درخت کو بھی کہتے ہیں۔ ارجوان (مثل زعفران) سرخ رنگ کو بھی کہتے ہیں یعنی اس میں سرخی ہو خواہ پھول میں ہو یا سوٹ میں ہو یا رنگت میں ہو۔ اس سے مراد میاثرۃ جمع میثرۃ بمعنی سرخ گدی ہے جو زین کے اوپر ڈالتے ہیں اسے سرخ زین پوش بھی کہتے ہیں۔

میثرہ سے ممانعت کی وجوہ: (۱) اس کی ممانعت کی واضح ترین وجہ یہ ہے کہ یہ اکثر ریشمی برائے تفاخر ہوتی ہے اس لیے منع فرما دیا۔ (۲) گہرا سرخ رنگ ہونے کی وجہ سے منع فرمایا اس صورت میں نہی تنزیہی ہوگی۔

سرخ کپڑوں کا مردوں کے لیے استعمال کا حکم: احادیث میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض احادیث میں آپ ﷺ کے حلۃ حمراء زیب تن فرمانے کا ذکر ہے اور دوسری بعض روایات میں حمرۃ سے کراہت ونہی کا بھی ذکر ہے اس لیے علماء میں اختلاف ہوا ہے۔ احناف کا راجح ترین اور اوفق بالعمل قول سرخ کپڑے کی کراہت تنزیہی کا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے ہاں

اتنا شدید سرخ کہ بالکل ہی لال ہو تو اس سے تشبہ بالنساء کی وجہ سے مردوں کو احتراز کرنا چاہیے یہ بھی رنگت کی وجہ سے نہیں بلکہ شدت ومشابہت کی وجہ سے ہے۔

حضرت گنگوہیؒ رقمطراز ہیں: "والحمرة والصفرة.... فالفتوىٰ علی جوازهما مطلقا لكن التقوى غير ذلك.

(کشف) سرخ و پیلے رنگوں کے جواز پر فتویٰ ہے اجتناب میں تقویٰ ہے۔ باب فی الحمرة میں آگے دونوں قسم کی روایات موجود ہیں۔ جن میں تطبیق با آسانی یہی ہوسکتی ہے کہ اس سے مراد کراہت تنزیہی ہے جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بلا کراہت مباح ہے۔

حلۃ حمراء والی روایت کا جواب: یہ ہے کہ وہ بالکل سرخ نہ تھا بلکہ لال دھاریاں تھیں جو بالاتفاق جائز ہے اور جہاں ممانعت ہے وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے اس لیے تعارض نہ رہا۔ (كما صرحناه في انعامات المنعم باب ۲۳ في حلية النبيؐ)

ولا البس القميص المعصفر. حضرت گنگوہیؒ لکھتے ہیں: ان المزعفر والمعصفر ممنوع عند الرجال مطلقا. زعفرانی کپڑا مطلقاً مردوں کے لیے منع ہے۔ المكفف بالحرير. ایسی قمیص کا نہ پہننا غایت احتیاط اور تنزہ کی وجہ سے تھا ورنہ گذرا ہے کہ چار انگشت کے برابر ریشم کپڑے میں بلا کراہت جائز ہے۔ مکفف بالحریر وہ قمیص ہے جس کے دامن آستینوں اور گلے پر کام کیا گیا ہو یہ کام اگر ریشمی دھاگے سے اتنا زیادہ ہو کہ جمع کرنے سے چار انگلیوں کی مقدار سے بڑھ جائے تو ممنوع ہے اور اگر خالص ریشمی دھاگہ نہ ہو یا چار انگشت سے مجموعہ کم ہو تو درست ہے۔ ہمارے ہاں کڑھائی اکثر خالص ریشمی دھاگے سے نہیں ہوتی بلکہ سوتی یا مخلوط وملاوٹی دھاگے سے ہوتی ہے۔

طيب الرجال ريح لا لون له. مردوں کے لیے رنگ ہے خوشبو منع پسندیدہ ہے اور عورتوں کے لیے خوشبو اور مہک منع ہے فتنے کی وجہ سے اور رنگت بہتر ہے۔ اس سے خوشبو کے استعمال کا استحباب بھی معلوم ہوا بالخصوص اجتماعات، جمعہ، عیدین، تقریبات وغیرہ میں تاکہ مجلس کا ماحول معطر رہے راحت پہنچے اور ایذاء نہ ہو۔ فلتطيب بما شاء ت. یہ تخصیص واحتیاط ہر وقت ضروری نہیں بلکہ صرف خروج کے وقت منع ہے باقی گھر میں اور شوہر کی موجودگی میں عمدہ خوشبو عمدگی کا سبب ہے۔

حدیث سادس: ابو عامر عبداللہ بن جابر بن حجر ازدی ہیں۔ لنصلي بايلياء یہ کیمیاء کے وزن پر اس شہر کا نام ہے جس میں بیت المقدس واقع ہے اور وہ فلسطین میں واقع ہے۔ قاص کا معنی واعظ ہے یہ فضلاء وزہاد میں سے تھے۔ واختلف في اسمه فقيل شمعون.

نهى رسول اللهؐ عن عشر: (۱) وشر دانتوں کو باریک کرانا جس سے ہلکا سا خلا معلوم ہو اور باوجود بڑھاپے کے دوشیزہ لگیں۔ واشر باریک کرنے والا موشورہ جس کے دانت رگڑے اور باریک کیے گئے۔ (۲) وشم گوندوانا جسم کے کسی حصے پر سوئی یا کسی آلے سے نشان و ہلکے سوراخوں میں نیل وغیرہ بھر کرنا، لکھوانا یا بیل بوٹے یا پھول بنوانا۔ (۳) نتف سفید بال نوچنا خواہ سر میں ہوں یا داڑھی میں ہوں۔ (۴) مکامعہ بلا لباس برہنہ دو مردوں کا ایک چادر میں لیٹنا۔ لباس پہنا ہو تو پھر لیٹنا جائز ہے بشرطیکہ خوف شر نہ ہو۔ (۵) یہی حکم باہم عورتوں کے لیے ہے۔ (۶) کپڑوں کے اندر مثل بنیان یا دیگر چیزوں کے ریشمی کپڑا پہننا جو جہلاء کا طریقہ تھا۔ یہ ممانعت صرف ریشم کی وجہ سے ہے۔ (۷) پہننے کے بجائے ریشمی کپڑا یا ریشمی رومال کندھے پر رکھنا۔ (۸) بلا اجازت دوسرے کی چیز اٹھانا، چھیننا اور استعمال کرنا۔ (۹) چیتے کی کھال (سے بنی ہوئی زین) پر سوار ہونا۔ (۱۰) انگوٹھی پہننا یہ کراہت تنزیہی ہوگی یا بلا ضرورت پہننا خلاف زہد وسادگی پر محمول کیا جائے گا۔ ركوب النمور اى ركوب جلود النمور. یعنی چیتے کے چمڑے پر سوار

ہونا نمور یہ نمر کی جمع ہے۔ چیتے کے چمڑے پر سوار ہونے کی ممانعت کی وجہ فخر و تکبر ہو سکتی ہے ورنہ عندالاحناف دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے۔ ہاں امام شافعیؒ کے نزدیک دباغت ورنگنے سے بھی پاک نہیں ہوتی۔

حدیث سابع: کما مر.

حدیث ثامن: عن خاتم الذهب. اس کا حکم مستقل قریب کتاب الخاتم میں آرہا ہے۔

حدیث تاسع: فی خمیصة. هي ثوب خز او صوف معلم. مخلوط یا سوتی منقش کپڑا۔ قيل لا تسمى خميصة الا ان تكون سوداء معلمة. اس سے واضح ہوا سیاہ کڑھائی والا کپڑا خمیصہ کہلاتا ہے یہ قدیم طرز کا لباس تھا۔

کڑھائی والے سوٹ کا حکم: قال ابن رسلان: لبس المعلم من الثياب لا حرج فيه وانما كان ردهٗ زهدا منه. (بذل) منقش اور کام کیا ہوا سوٹ پہننا درست ہے آپ ﷺ نے بے رغبتی کی وجہ سے واپس کیا حرمت کی وجہ سے نہیں۔ وأتوني بانبجانية. انبجانية كساء غليظ لا علم لها. یہ موٹا سادہ کپڑا ہوتا تھا جس میں نقش ونگار نہ ہوتے۔ ابوجہم نے کیونکہ ہدیہ بھیجا تھا اس لیے آپؐ نے فرمایا یہ منقش دے کر سادہ لے آؤ تا کہ اس کا دل نہ ٹوٹے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرا ہدیہ رد فرما دیا۔

(۱۰) بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْعَلَمِ وَخَيْطِ الْحَرِيْرِ

کپڑے پر اگر ریشمی نقوش ہوں یا کپڑا ریشم سے سلا ہوا ہو تو وہ ممنوع نہیں

(۳۱۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ أَبُوْ عُمَرَ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي السُّوْقِ اشْتَرَى ثَوْبًا شَامِيًّا فَرَأَى فِيْهِ خَيْطًا أَحْمَرَ فَرَدَّهُ فَأَتَيْتُ أَسْمَاءَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ يَا جَارِيَةُ نَاوِلِيْنِيْ جُبَّةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَخْرَجَتْ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ مَكْفُوْفَةَ الْجَيْبِ وَالْكُمَّيْنِ وَالْفَرْجَيْنِ بِالدِّيْبَاجِ.

''مسدد، عیسیٰ بن یونس، مغیرہ، عبداللہ، ابوعمرو سے جو کہ اسماء بنت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا انہوں نے بازار میں (ملک) شام کا تیار کردہ ایک کپڑا خریدا اس میں لال رنگ کا ایک دھاگہ (ریشمی) دیکھا تو انہوں نے وہ کپڑا واپس کر دیا۔ پھر میں اسماء بنت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ تم مجھے نبی کا جبہ شریف لا کر دے دو وہ لے کر آگئیں تو وہ جبہ شریف طیالسہ کا بنا ہوا تھا کہ جس کے گریبان اور آستینوں اور اس کے آگے پیچھے ریشم لگا ہوا تھا۔''

(۳۱۹) حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا خُصَيْفٌ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ الْمُصْمَتِ مِنَ الْحَرِيْرِ فَأَمَّا الْعَلَمُ مِنَ الْحَرِيْرِ وَسَدَى الثَّوْبِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ.

''ابن نفیل، زہیر، خصیف، عکرمہ، حضرت ابن عباسؓ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے سے منع فرمایا ہے جو کہ صرف ریشم کا بنا ہوا ہو بلکہ نقش ونگار والا اور جس کپڑے کا صرف ریشم کا تانا ہو تو اس کے استعمال میں کسی قسم کا حرج نہیں ہے۔''

تشریح: گذشتہ مباحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ خالص ریشم صرف چار انگشت کے علاوہ مردوں کے لیے جائز نہیں چار انگشت کے برابر یا چند تار اور دھاگے درست ہیں اب بطور تخصیص یہ باب قائم کیا۔

حدیث اول: فاخرجت له جبة طيالسة. اس سے واضح ہوا کہ تبرکات اور ثیاب صالحین اور بقایا جات کو محفوظ رکھنا درست ہے۔ طیالسۃ یہ طیلسان کی جمع ہے۔ والفرجین ان سے مراد جبے کے وہ کھلے حصے ہیں جو تقریباً گھٹنے کے برابر اور پیچھے دامن میں ہوتے ہیں تاکہ چلنے اور بیٹھنے میں آسانی ہو شیروانی میں بھی یہ انداز ہوتا ہے۔ تو آستین گلا اور کچھ کناروں پر ریشم کے چند دھاگوں کا ہونا درست ہے بشرطیکہ چار انگشت سے نہ بڑھیں اور اس میں اتنے ہی ہوں گے۔

حدیث ثانی: اس میں تصریح ہے کہ حریر مصمت اور خالص منع ہے باقی میں مضائقہ نہیں۔

(۱۱) بَابُ فِي لُبْسِ الْحَرِيْرِ لِعُذْرٍ

بوجہ عذر ریشمی کپڑا پہننا جائز ہے

(۳۲۰) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عِيْسٰى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَلِلزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِي قُمُصِ الْحَرِيْرِ فِي السَّفَرِ مِنْ حِكَّةٍ كَانَتْ بِهِمَا.

''نفیلی، عیسیٰ بن یونس، سعید، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ اور حضرت زبیر بن العوام کو سفر کی حالت میں خارش ہو جانے کی وجہ سے ریشمی قمیص کے پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔''

تشریح: اس مسئلے پر ریشم کے لباس کے متعلق ابتدائی بحث میں لکھا جا چکا ہے یہ اس کی دلیل ہے کہ عذر و مجبوری میں درست ہے۔

(۱۲) بَابٌ فِي الْحَرِيْرِ لِلنِّسَاءِ

خواتین کے لئے خالص ریشمی لباس پہننا جائز ہے

(۳۲۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي أَفْلَحَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْرٍ يَعْنِي الْغَافِقِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُوْلُ إِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ أَخَذَ حَرِيْرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِيْنِهِ وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِي.

''قتیبہ بن سعید لیث، یزید، ابو افلح، عبداللہ بن زریر، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریشمی کپڑا لے کر اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور اپنے بائیں ہاتھ میں سونا رکھا اور ارشاد فرمایا: یہ دونوں اشیاء میری اُمت کے مردوں کے لئے حرام ہیں۔''

(۳۲۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَكَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدِ نِ الْحِمْصِيَّانِ قَالَا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ رَأٰى عَلٰى أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ بُرْدًا سِيَرَاءَ قَالَ وَالسِّيَرَاءُ الْمُضَلَّعُ بِالْقَزِّ.

''عمرو بن عثمان، کثیر بن عبید، بقیہ، زبیدی، حضرت زہری فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ نے ان سے بیان کیا۔ کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادی اُمّ کلثومؓ کو ریشمی نقش و نگار والی چادر پہنے ہوئے دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ السیراء ریشم کی دھاریوں کو

کہتے ہیں۔"

(۴۲۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو احمد يعني الزُّبَيْرِيَّ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَنْزِعُهُ عَنِ الْغِلْمَانِ وَنَتْرُكُهُ عَلَى الْجَوَارِيِ قَالَ مِسْعَرٌ فَسَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ دِينَارٍ عَنْهُ فَلَمْ يَعْرِفْهُ.

"نصر بن علیؒ، ابواحمدؒ، معرؒ، عبدالملک بن میسرہؒ، عمرو بن دینارؒ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ لڑکوں سے ریشمی کپڑا چھین لیا کرتے اور لڑکیوں کو پہنا دیا کرتے۔ معر کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس حدیث کو نہیں پہچانا (اس لئے یہ ضعیف حدیث ہوئی)"

تشریح: اس باب میں وہ دلائل ذکر ہیں جو مسائل ریشم کی بحث کے آغاز میں گذرے ہیں دلائل کو منطبق کرتے جائیے اور پڑھتے جائیے۔

(۱۳) بَابٌ فِي لُبْسِ الْحِبَرَةِ

حبرہ (ایک قسم کے یمنی نقش ونگار والے) کپڑے کے پہننے کا بیان

(۴۲۴) حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدِ نِ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْنَا لِأَنَسٍ يَعْنِي ابْنَ مَالِكٍ أَيُّ اللِّبَاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ أَوْ أَعْجَبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْحِبَرَةُ.

"ہدبہ بن خالدؒ، ہمامؒ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس بہت پسند تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا لباس بہت اچھا لگتا تھا؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یمنی چادر"

تشریح: حدیث اول: الحبرة بكسر الحاء. ابن بطالؒ کہتے ہیں حبرہ یمنی کپڑوں میں سے ہے جو سوتی ہوتے تھے۔ قرطبیؒ کہتے ہیں اسے حبرۃ کہتے ہیں اس لیے کہ یہ خوبصورتی اور زینت کا سبب ہوتا تھا۔ سميت حبرة لانها تحبر اى تزين والتحبير التزيين والتحسين. (فتح الباری) اعجب بمعنی احب پسندیدہ ہے۔

حبرہ کے پسند کی وجوہ: اس میں حد سے زیادہ زینت وآرائش نہیں ہوتی، میل برداشت کرتا ہے، ہلکا پھلکا ہوتا ہے، اس میں سادگی ہے۔

برون آور سر از برد یمانی کہ روئے تست صبح زندگانی

اب تو یمانی کپڑوں سے سر باہر لا کہ زندگی کی نئی صبح ہو چکی (جامی)

(۱۴) بَابٌ فِي الْبَيَاضِ

سفید لباس کی فضیلت

(۴۲۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَإِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ.

''احمد بن یونس' زہیر' عبداللہ' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ سفید لباس پہنا کرو کیونکہ تم لوگوں کے لباس میں وہ ایک عمدہ لباس ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی میں کفن دیا کرو اور تم لوگوں کے لئے عمدہ سرمہ اثمد ہے اس لئے کہ وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور پلکوں کے بال اُگاتا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: البسوا من ثیابکم البیض. اب اصل لباس اور نفس ثوب کی بحث سے فارغ ہو کر انواع والوں کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔ سفید لباس میں صفائی زیادہ ہے خوبصورتی بھی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی تحسین میں فرمایا: ''فانها من خير ثيابكم'' آپ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (بذل) اثمد سرمہ کی فضیلت بھی واضح ہے۔ بذل میں ترمذی کے حوالے سے لکھا ہے: **يكتحل منها كل ليلة ثلثة في هذه وثلثة في هذه**. جس کے پاس سرمہ دانی ہو ہر رات سونے سے پہلے سرمہ ڈالے تین (سلائی) اس آنکھ میں اور تین اس آنکھ میں۔

سرمہ ڈالنے کا مسنون طریقہ: حدیث بالا سے تین تین سلائیوں کی تعداد واضح ہے طریقہ اس کا یہ ہے کہ سلائی دوسروں والی ہو تو دونوں سروں کو سرمہ لگا کر پہلے دائیں آنکھ میں ڈال دیں پھر دوسری مرتبہ بائیں آنکھ میں اس طرح ہر ایک میں دو سلائیاں سرمہ ہو گیا پھر تیسری مرتبہ پہلے ایک طرف بائیں آنکھ میں لگائے پھر دائیں میں اس طرح ابتداء وانتہاء دائیں آنکھ سے ہوگی۔ اور ہر کام میں دائیں ہاتھ، دائیں قدم، دائیں آستین، دائیں پائچے پہننا اور ڈالنا مسنون ہے۔ **الاخذو الاعطاء باليد اليمنى**. (كما ذكرنا في كتاب الطب باب ۱۴)

(۱۵) بَابٌ فِيْ غَسْلِ الثَّوْبِ وَفِي الْخُلْقَانِ

پرانے کپڑوں کا دھونا اور صاف ستھرا رہنا

(۳۲۶) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِيْنٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ وَكِيْعٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ نَحْوَهُ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَرَأَى رَجُلًا شَعِثًا قَدْ تَفَرَّقَ شَعْرُهُ فَقَالَ أَمَا كَانَ يَجِدُ هٰذَا مَا يُسَكِّنُ بِهِ شَعْرَهُ وَرَأَى رَجُلًا آخَرَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ فَقَالَ أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَاءً يَغْسِلُ بِهِ ثَوْبَهُ.

''نفیلی' مسکین' اوزاعی (دوسری سند) عثمان بن ابی شیبہ' اوزاعی' حسان بن عطیہ' محمد بن منکدر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کے پاس حضرت رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے ایک شخص کو پراگندہ حالت میں دیکھا کہ اس شخص کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا یہ شخص سر کو صاف ستھرا کرنے کے لئے کوئی شے نہیں پاتا جس سے کہ اپنا سر آراستہ کرے اور آپ نے ایک میلے کچیلے کپڑے والے کو دیکھ کر فرمایا کیا اس شخص کو پانی نہیں میسر آتا جس سے وہ اپنا کپڑا دھوئے یعنی پاک صاف کرے۔''

(۳۲۷) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبٍ دُوْنٍ فَقَالَ أَلَكَ مَالٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ مِنْ أَيِّ الْمَالِ قَالَ قَدْ آتَانِي اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْغَنَمِ وَالْخَيْلِ وَالرَّقِيْقِ قَالَ فَإِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ.

"نفیلی، زہیر، ابواسحق، حضرت ابوالاحوص نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور (اس وقت) میرے کپڑے میلے کچیلے تھے تو آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا تمہارے پاس کس قسم کا مال موجود ہے؟ تو میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے بکریاں اور گھوڑے اور باندی اور غلام سب کچھ دے رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب تمہیں مال عنایت فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر اور اس کی عزت تمہارے جسم پر نظر آنی چاہئے۔"

تشریح: خلقان خاء کے ضمہ کے ساتھ خلق کی جمع ہے بمعنی پرانا، بوسیدہ، کہنہ کپڑا۔

حدیث اول: **اما کان هذا یجد**. ہمزہ استفہام اور ما نافیہ ہے۔ یسکّن باب تفعیل سے ہے جس سے بال سنبھل جائیں اور مجتمع ہوں اسی طرح بہت ہی میلے کچیلے والے کے متعلق فرمایا کہ کیا یہ کپڑے دھونے کی ہمت نہیں پاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صفائی ستھرائی کا اہتمام رہے بالکل بدحال نہ ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری اور بندوں کی ایذاء وحق تلفی ہے، سادگی مطلوب ہے کہ عجز وانکساری وتواضع ہو تکبر وبڑائی نہ ہو لیکن بالکل بدحال رہنا بھی منع ہے سادگی اپنائیں پراگندگی سے کترائیں۔ جو بھی اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسے صاف ستھرا رکھیں نظافت وطہارت کے ساتھ استعمال میں لائیں اعتدال مطلوب ہے۔

حدیث ثانی: **عن ابیه**. یہ ابوالاحوص کے والد مالک بن نضلہ یا مالک بن عوف بن نضلہ کا قصہ ہے۔ (بذل) **وفی ثوب دون** بمعنی گھٹیا۔ لفظ دون اضداد میں سے ہے شریف وخسیس دونوں معنی آتے ہیں۔ **اتانی ای اعطانی**. مجھے عطاء فرمایا۔ **فلیر اثر نعمة الله علیك**. یہ فعل امر غائب مجہول کا صیغہ ہے دراصل **فلیری** تھا، **والتعلیل ظاهر**.

سوال: اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہاں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر نعمت باری تعالیٰ کا اثر نظر آنا چاہیے یعنی عمدہ اور خوبصورت پوشاک بحیثیت خود پہننی چاہیے لیکن کتاب الادب کے دوسرے باب میں روایت آرہی ہے۔ **ومن ترك لبس جمال وهو یقدر علیه........ کساه الله حلة الکرامة**" جس نے قدرت ووسعت کے باوجود خوبصورت کپڑے ترک کیے اللہ تعالیٰ اسے عزت وتکریم کا جنتی جوڑا پہنائیں گے۔

جواب: اس کا جواب بالتصریح راقم کو نہیں مل سکا اتنا ذہن میں آتا ہے کہ حدیث باب میں جو تنبیہ فرمائی وہ مخاطب کی حالت اور نہ خرچ کرنے کی عادت غیر محمودہ کی وجہ سے ہے کہ یہ کیا انداز ہے اللہ تعالیٰ نے دیا تو کنجوسی کیوں؟ اور آئندہ آنے والی حدیث میں عمومی حکم ہے کہ زیادہ عمدگی اور خوب سے خوب تر کی ہوس اور روش قابل تعریف واقتداء نہیں۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو ابوسلام حبشی نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو سنائی کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے وارد ہونے والے لوگ وہ ہوں گے جو پراگندہ حال، بکھرے بال، سوکھی کھال والے ہوں گے نازونعم میں پلنے والیوں سے نکاح نہ کیا ہوگا ان کے لیے دروازے نہ کھلتے ہوں گے۔ (ترمذی) اس کا دوسرا جواب کتاب الادب باب (۲) میں آرہا ہے۔

ہمارے مشائخ اور لباس: اس سے معلوم ہوا کہ عمدہ اور سادہ دونوں لباس محبوب ہیں چنانچہ قوی حدیثوں میں آپ ﷺ کا عمل بھی یہی منقول ہے کہ سادگی کے ساتھ کبھی کبھار خوبصورت حلہ بھی زیب تن فرمالیتے اگرچہ اکثر عادت سادگی کی تھی۔ ہمارے اکابر

میں سے قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انتہائی سادہ لوح تھے آپ بیتی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے والد مولانا محمد یحیٰ نور اللہ مرقدہ کا مزاج بھی سادہ تھا یہی شنید ہے اور حضرت اقدس گنگوہی، اور ان کے خلیفہ حضرت سہارنپوری، حضرت تھانویؒ نور اللہ مراقدھم صاف شفاف اور لطیف لباس پہنتے تھے اس طرح ہمارے اکابر میں آپ ﷺ کے دونوں قول وعمل مجتمع تھے اور اتباع سنت کا عکس۔ بالفاظ دیگر اکابرین دیوبند کا معنی ہے سنت نبوی کے پابند اور احکام ربانی پر کار بند۔ **اعلی اللہ درجاتھم فی الدنیا والآخرۃ والحقنا اللہ بھم.**

(۱۶) بَابٌ فِي الْمَصْبُوْغِ بِالصُّفْرَةِ

زرد رنگ کے استعمال کا بیان

(۳۲۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصْبُغُ لِحْيَتَهُ بِالصُّفْرَةِ حَتّٰى تَمْتَلِئَ ثِيَابُهُ مِنَ الصُّفْرَةِ فَقِيْلَ لَهُ لِمَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْهَا وَقَدْ كَانَ يَصْبُغُ ثِيَابَهُ كُلَّهَا حَتّٰى عِمَامَتَهُ.

''عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز بن محمد، زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اپنی داڑھی زرد رنگ سے رنگا کرتے تھے یہاں تک کہ انکے تمام کپڑے زرد رنگ سے بھر جایا کرتے تھے۔ آپ سے کسی شخص نے کہا کہ آپ زرد رنگ سے داڑھی کو کیوں رنگتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نبیؐ کو اس میں رنگتے ہوئے دیکھا ہے اور نبیؐ کو اس سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں تھی اور بے شک آپ اس سے اپنے تمام کپڑے رنگتے تھے یہاں تک کہ اپنی پگڑی مبارک کو بھی۔''

تشریح: پہلے ان کپڑوں کا ذکر تھا جن کا رنگ اصلی سفید یا دیگر ہو۔ اب ان کپڑوں کا ذکر ہے جن کو رنگا جائے۔ بعض نسخوں میں باب فی المصبوغ بالصفرۃ ہے جیسے بین السطور لکھا بھی ہے اور یہ موزوں ہے کیونکہ حدیث پاک میں پیلے رنگ کا ہی ذکر ہے۔ پھر چار رنگوں کو (پیلا، سبز، سرخ، سیاہ) مسلسل ایک ایک باب میں ذکر کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ رنگ آپ ﷺ سے ثابت ہیں بہ نسبت دوسرے رنگوں کے انہیں اختیار کرنا اولیٰ ہوگا۔ سب سے زیادہ افضلیت سفید پوشاک کی گذر چکی ہے اور لال رنگ کا حکم پہلے گذر چکا ہے آگے بھی اس کے متعلق دو باب آرہے ہیں یہ رنگنا اس کے قریب قریب ہوتا جیسے ہم نیل لگاتے ہیں۔

حدیث اول: **ان ابن عمرؓ کان یصبغ لحیتہ بالصفرۃ.** اتباع سنت کے پرتو ابن عمرؓ پیلے رنگ کو آپ ﷺ کی پسند کی وجہ سے اختیار کرتے تھے اگرچہ ذکر ثیاب کا ہے نفس صفرۃ کے ذکر سے داڑھی کے رنگنے کے لیے استدلال کیا ہے اور داڑھی کو بلا عذر سیاہ رنگ کے علاوہ دیگر رنگوں سے رنگنا مستحب ہے پھر اصفر، ازرق، بسنتی اور گیرو دو رنگ ہیں بالکل پیلا یہ نسوانی رنگ ہے اور نیلا آسمانی یہ مردانہ اور صوفیانہ رنگ ہے۔ ابن عمرؓ نے پھر استدلال کے طور پر ذکر کیا ہے ''**کان یصبغ بھا ثیابہ**'' کہ آپ ﷺ اسی رنگ سے اپنے کپڑے رنگواتے تھے۔ اس ترجمہ کے مطابق کان کی ضمیر کا مرجع آپ ﷺ ہیں اور یہی اظہر ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کا مرجع ابن عمرؓ کو قرار دیا ہے جس میں صرف ان کا عمل تصور ہوگا استدلال اور اتباع کا ذکر نہ ہوگا۔ تاہم یہ احتمال ضعیف ہے۔

(١٧) بَابٌ فِي الْخُضْرَةِ

سبز رنگ کا بیان

(٣٢٩) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ حَدَّثَنَا إِيَادٌ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ.

''احمد بن یونس، عبید اللہ، ایاد، حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرے رنگ کی دو چادریں تھیں۔''

تشریح: بردین اخضرین دو بڑی چادریں رداء وازار جیسے احرام میں دو چادریں استعمال کرتے ہیں عمومی لباس میں بھی ایسا ہی رواج تھا یہ رنگ نظر کے لئے مفید اور اہل جنت کے لباس والا رنگ ہے۔ پھر متبادر یہی ہے کہ یہ خالص سبز تھا اور یہ احتمال بھی ہے کہ سبز دھاریاں تھیں۔ (عون)

(١٨) بَابٌ فِي الْحُمْرَةِ

لال رنگ کے بارے میں

(٣٣٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةٍ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ وَعَلَيَّ رَيْطَةٌ مُضَرَّجَةٌ بِالْعُصْفُرِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الرَّيْطَةُ عَلَيْكَ فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ فَأَتَيْتُ أَهْلِي وَهُمْ يَسْجُرُونَ تَنُّورًا لَهُمْ فَقَذَفْتُهَا فِيهِ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ مَا فَعَلَتِ الرَّيْطَةُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَلَا كَسَوْتَهَا بَعْضَ أَهْلِكَ فَإِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ لِلنِّسَاءِ.

''مسدد، عیسیٰ بن یونس، ہشام، عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے انہوں نے انکے دادا سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ نبیؐ کے ساتھ ایک گھاٹی سے نیچے اُترے آپ نے میری طرف دیکھا میں اس وقت ایک شال اوڑھے ہوئے تھا جو کہ گیروے رنگ میں رنگی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا تم نے کس قسم کی چادر اوڑھ رکھی ہے؟ میں آپ کے فرمانے سے سمجھ گیا کہ آپ کو (یہ شال اوڑھنا) ناگوار ہوا ہے۔ میں گھر میں آیا تو دیکھا کہ گھر والے تندور بھڑکا رہے تھے۔ میں نے وہ شال اس تندور میں پھینک دی پھر میں دوسرے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا عبد اللہ! چادر کا کیا ہوا؟ تو میں نے آپ کو بتا دیا۔ آپ نے فرمایا: تم نے وہ چادر اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہیں پہنا دی؟ اس لئے کہ خواتین کو یہ رنگ پہننا کچھ بُرا نہیں۔''

(٣٣١) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ الْغَازِ الْمُضَرَّجَةُ الَّتِي لَيْسَتْ بِمُشَبَّعَةٍ وَلَا الْمُوَرَّدَةِ.

''عمرو بن عثمان، ولید، ہشام بن الغاز سے روایت ہے کہ مضرجہ کے معنی ہیں کہ نہ بالکل شوخ سرخ اور نہ بالکل گلابی بلکہ بین بین ہو۔''

(۳۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ شُفْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَآنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ عَلِيِّ نِ اللُّؤْلُؤِيُّ أُرَاهُ وَعَلَيَّ ثَوْبٌ مَصْبُوْغٌ بِعُصْفُرٍ مُوَرَّدٌ فَقَالَ مَا هٰذَا فَانْطَلَقْتُ فَأَحْرَقْتُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ فَقُلْتُ أَحْرَقْتُهُ قَالَ أَفَلَا كَسَوْتَهُ بَعْضَ أَهْلِكَ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ ثَوْرٌ عَنْ خَالِدٍ فَقَالَ مُوَرَّدٌ وَطَاوٗسٌ قَالَ مُعَصْفَرٌ.

''محمد بن عثمان' اسماعیل' شرحبیل' شفعہ' عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے دیکھا ابوعلی نے بیان کیا کہ اس حالت میں کہ میرے اُوپر گیروا رنگ کا کپڑا (لباس) تھا تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ لباس تمہارے لئے نامناسب ہے) تو میں وہاں سے چل دیا اور میں نے وہ کپڑا آگ میں جلا دیا۔ پھر مجھ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے (لباس) کا کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے وہ کپڑا جلا دیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے وہ کپڑا اپنی کسی اہلیہ کو کیوں نہ پہننے کے لئے دے دیا؟ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ثور نے بواسطہ خالد' مُوَرَّد اور طاؤس نے لفظ مُعَصْفَر روایت کیا ہے۔''

(۳۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُزَابَةَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي يَحْيٰى عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ عَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''محمد بن خزابہ' اسحٰق' اسرائیل' ابویحییٰ' مجاہد' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس پر لال رنگ کے دو کپڑے تھے۔ اس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔''

(۳۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى رَوَاحِلِنَا وَعَلَى إِبِلِنَا أَكْسِيَةً فِيْهَا خُيُوْطُ عِهْنٍ حُمْرٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا أَرٰى هٰذِهِ الْحُمْرَةَ قَدْ عَلَتْكُمْ فَقُمْنَا سِرَاعًا لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى نَفَرَ بَعْضُ إِبِلِنَا فَأَخَذْنَا الْأَكْسِيَةَ فَنَزَعْنَاهَا عَنْهَا.

''محمد بن علاء' ابواسامہ' ولید' محمد بن عمرو' بنوحارثہ کا ایک شخص' حضرت رافع بن خدیج ؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہم لوگ سفر کے لئے نکلے تو آنحضرت ﷺ نے ہمارے اُونٹوں کے پالانوں کی زین پوشوں کی جانب دیکھا ان میں لال اُون کی دھاریاں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں نہیں دیکھتا کہ تم لوگوں پر سرخی غالب آنے لگی ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے جلدی کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہم لوگوں کے جلدی اُٹھنے کی وجہ سے بعض اُونٹ بوکھلا کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر ہم نے ان اُونٹوں سے کپڑے اُتار لئے۔''

(۳۳۵) حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفِ نِ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ ابْنُ عَوْفِ نِ الطَّائِيُّ وَقَرَأْتُ فِيْ أَصْلِ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ضَمْضَمٌ يَعْنِي ابْنَ زُرْعَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ حُرَيْثِ بْنِ الْأَبَحِّ السَّلِيْحِيِّ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ قَالَتْ كُنْتُ يَوْمًا عِنْدَ زَيْنَبَ امْرَأَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْبُغُ ثِيَابًا لَهَا بِمَغْرَةٍ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَلَمَّا رَأَى الْمَغْرَةَ رَجَعَ فَلَمَّا رَأَتْ ذٰلِكَ زَيْنَبُ عَلِمَتْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَدْ كَرِهَ مَا فَعَلَتْ فَأَخَذَتْ فَغَسَلَتْ ثِيَابَهَا وَوَارَتْ كُلَّ حُمْرَةٍ ثُمَّ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَجَعَ فَاطَّلَعَ فَلَمَّا لَمْ يَرَ شَيْئًا دَخَلَ.

''ابن عوف' محمد بن اسماعیل' ان کے والد' ضمضم' شریح' حبیب بن عبید' حضرت حریث بن ابح سلیحی سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی اسد کی

ایک خاتون نے بیان کیا کہ ایک دن میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور ہم ان کے کپڑے سرخ (رنگ) میں رنگ رہی تھیں ہم اسی کیفیت میں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کو دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ جب حضرت زینبؓ یہ (منظر) دیکھا تو وہ سمجھ گئیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کام کو مذموم خیال فرمایا چنانچہ وہ اُٹھیں اور انہوں نے اپنے کپڑے دھوڈالے اور انہوں نے کپڑے کی سرخی کو غائب کر دیا۔ اس کے بعد پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے آپ نے پھر جھانک کر دیکھا جب آپ نے کچھ نہیں پایا تو آپ اندر (گھر میں) تشریف لے آئے۔''

تشریح: ابھی قریب ہی اس کی تفصیل گذری ہے۔

حدیث اول: وعلی ریطة. اسے رائطہ بھی کہتے ہیں اس کی جمع ریط اور ریاط آتی ہے ہر باریک سوتی یا اونی کپڑا جسے دہرا نہ کیا گیا ہو۔ کل ثوب رقیق لین. ہر نرم اور باریک کپڑا ریطہ ہے۔ یہ عصفر کے رنگ میں رنگا ہوا تھا جو ممنوع ہے اس لیے کراہت کا اظہار فرمایا اور اس جانثار وحبدار یار نے بھی بلا تاویل وپس وپیش جلا دیا مگر جلدی میں پوچھ نہ سکے کہ کسی عورت کے لیے درست ہے یا نہیں؟ اور آپ ﷺ کی کراہت کی تاب نہ لاتے ہوئے فوراً اس سے خلاصی پائی جس سے اللہ کے رسولؐ کو نا گواری ہوئی تھی۔

حدیث ثانی: مشبعة. گہرا اور تیز رنگ۔ موردة. ہلکا گلابی رنگ۔ یہ حدیث کثیر الاختلاف ہے جس سے استدلال واحتجاج مشکل ہے۔

حدیث ثالث: مورّد اور معصفر قریب قریب ہیں ثانی واضح ومصرح ہے۔

حدیث رابع: یہ روایت ابو یحیٰی قتات کی وجہ سے ضعیف ہے منذریؒ نے کہا ہے: لا یحتج بحدیثه. اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑ سکتے یہ عبدالرحمٰن بن دینار یا زاذن، عمران، زیاد، یزید کوفی ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ (عون)

حدیث خامس: قد علتکم. ای غلبتکم. آپ ﷺ نے یہ جملہ سد ذرائع کے طور پر فرمایا ایسا نہ ہو کہ اونٹوں سے یہ رنگ تمہارے لباس کی طرف منتقل ہو جائے اس لیے فرمایا سرخی اور آرائش تمہاری سادگی پر غالب ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پھر اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ غزوہ کے لیے سفر تھا یا سفر حج؟ بصورت ثانی یہ بات بھی ثابت ہوگی کہ عازم حج مسافر کو آرائش وزینت ترک کرنی چاہیے جو آزاد منش افراد کی عادات میں سے ہے۔ (ابن رسلان، بذل)

حدیث سادس، سوال: اس پر اشکال یہ ہے کہ یہ رنگ مستورات کے لیے بالاتفاق درست ومباح ہیں پھر آپ ﷺ کا اظہار کراہت چہ معنی دارد؟

جواب: حدیث پاک میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ آپ ﷺ اس رنگ کی وجہ سے داخل نہیں ہوئے بلکہ یہ ان کا استنباط اور ذاتی رائے ہے کہ آپ ﷺ ہو سکتا ہے اسی وجہ سے لوٹ گئے ہوں اس لیے اشکال نہیں پھر کس وجہ سے لوٹے؟ تو ہو سکتا ہے باوجود اباحت وعدم کراہت کے زہد وسادگی کی تعلیم کی غرض سے لوٹے ہوں یا گھر میں مستورات کے کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے واپس ہوئے ہوں جب تصریح نہیں تو وہ احتمال راجح ہوگا جس میں تعارض نہ ہو۔ (بذل)

وجہ ترجیح: اس کی دلیل آگے (باب فی تطویل الجمعۃ کتاب الترجل میں) وائل بن حجرؓ کی حدیث آرہی ہے۔ یہ آپ ﷺ کے پاس آئے ان کے بال لمبے تھے جب یہ سامنے تھے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذباب ذباب'' کراہت کا اظہار فرمایا۔ وائلؓ کہتے ہیں میں لوٹا

اور بال کاٹ کرآیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میری مرادتم نہ تھے بہر حال تم نے درست کیا یہ درمیانے بال زیادہ لمبے بالوں سے بہتر ہیں صفائی ستھرائی اور سنبھالنے میں سہولت رہتی ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک صحابیؓ آپ ﷺ کی مراد کے خلاف سمجھے اور اس پر عمل بھی کر آئے۔ وفی الحدیث دلیل علی ان بعض الصحابة (احیانًا) قد یغلط فهم مراد رسول اللّٰہ. (بذل)

(۱۹) بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ

لال رنگ کی رخصت واجازت

(۳۳۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ وَرَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ.

''حفص بن عمر، شعبہ، ابواسحٰق، حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے بال مبارک کانوں کی لو تک رہتے تھے اور آپ کو میں نے لال رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے دیکھا (اور) میں نے کسی شخص کو اس قدر حسین وجمیل کبھی نہیں دیکھا۔''

(۳۳۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى يَخْطُبُ عَلٰى بَغْلَةٍ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ أَحْمَرُ وَعَلِيٌّ أَمَامَهُ يُعَبِّرُ عَنْهُ.

''مسدد، ابومعاویہ، ہلال بن عامر، ان کے والد عامرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کو میں نے منٰی میں خچر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو آپ کے اُوپر لال رنگ کی چادر تھی اور (اس وقت) علی کرم اللہ وجہہ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کو آواز پہنچا رہے تھے (یعنی آپ جو ارشاد فرما رہے تھے وہ لوگوں تک اپنی آواز میں بلند آواز سے پہنچا رہے تھے)''

تشریح: حضرت براءؓ کی یہ حدیث انعامات المنعم اول باب ۲۳ حلیة میں مفصل گذری ہے۔

حدیث اول: فی حلة حمراء. ابن قیمؒ نے کہا ہے کہ ان سے غلطی سرزد ہوئی جس کی وجہ سے انہوں نے خالص گہرا سرخ رنگ سمجھا ہے بلکہ یہ پوشاک بنی ہوئی سرخ دھاریوں والی تھی۔

ائمہ ثلثہ کا استدلال: حلة حمراء سے ان حضرات نے دلیل پکڑی ہے کہ سرخ لباس درست ومباح ہے حنفیہ کی طرف سے ایک جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ یہ محض سرخ رنگ نہ تھا بلکہ سرخ دھاریوں والی پوشاک تھی جیسے ابن قیمؒ نے کہا۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ بتقدیر تسلیم یہ بیان جواز پر محمول ہوگی آپ ﷺ نے یہ اس لیے زیب تن فرمایا تا کہ اس رنگ کو حرام نہ سمجھیں احتیاطًا وکراہت بحالها ہے۔ (عون)

آپ کی زلفیں مبارک: شعر یبلغ شحمة اذنیه. شحمة الاذن هی اللین من الاذن فی اسفلها وهو معلق القرط منها. (عون) کانوں کی لو وہ کان کے نیچے کا نرم حصہ ہے یعنی جہاں بالی لٹکائی جاتی ہے۔

(۱) وفرہ: وہ بال جو کانوں کی لو تک ہوں جیسے حدیث باب میں ہے۔

(۲) لمہ: وہ بال جو کانوں کی لو سے متجاوز ذرا بڑھے ہوئے ہوں۔

(۳) جمہ: وہ بال جو منکبین اور کندھوں تک ہوں۔ یہ تینوں سنت وثابت ہیں اور ان میں سے جس کو جو اپنائے درست ہے اور یہ

حالت وقت کے اختلاف کے اعتبار سے ہوتی تھی مثلاً جب آپ ﷺ بال درست کرواتے تو کانوں کی لوتک کرالیتے پھر چند دن تک حجامت نہ ہوتی تو بڑھ کر نیچے ہو جاتے پھر اگر جہادی و دینی مصروفیات کی بناء پر دیر تک بالوں کی اصلاح کا وقت میسر نہ آتا تو زلفیں منکبین و کندھوں تک پہنچ جاتیں اس طرح کسی بھی حدیث میں تعارض نہ رہے گا۔

فرشتوں کی ایک جماعت کی تسبیح ہے: سبحان من زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب. (مبسوط ج۲۶ ص۷۲) منزہ و پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں سے اور مستورات کو مینڈھیوں سے زینت بخشی۔ یہ خام خیالی اور عقل و حیاء سے کورے پن کی علامت ہے کہ اللہ جل وعلا کی ترتیب کے سوا میں حسن سمجھتی اور سمجھتے ہیں۔ **فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله.** (روم: ۳۰) اللہ تعالیٰ کی تخلیق و ترتیب میں تغیر نہیں ہمیں اپنی فطری، دینی اور ثقافتی اقدار کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ ہم نے فرحت کو نہیں سنت کو دیکھا ہے خواہ خوشی تو اس کے برعکس میں ہے مگر رب تعالیٰ کی خوشی اسی میں ہے۔

حدیث ثانی: عليه برد احمر. ایک نسخے میں رداء احمر بھی ہے یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

يعبّر عنه. سیدنا حضرت علیؓ آپ سے سن کر صوت رفیع کے ساتھ مجمع کو بات پہنچا رہے تھے۔ ان احادیث سے سرخ پوشاک کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے جس کا جواب ابھی گذرا ہے۔ اس باب میں ایک اور کمزور روایت پیش کی جاتی ہے "ان الشيطان يحب الحمرة واياكم والحمرة" (عون) اخرجه الحاكم في الكنى..... قال الشوكاني ضعيف لا يصلح للحجية. یہ ضعیف اور نا قابل احتجاج ہے محض سرخ پوشاک کی کراہت کے لیے پہلے احادیث گذر چکی ہیں۔

(۲۰) بَابٌ فِي السَّوَادِ

کالے رنگ کے استعمال کرنے کا بیان

(۳۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَبَغْتُ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ بُرْدَةً سَوْدَاءَ فَلَبِسَهَا فَلَمَّا عَرِقَ فِيهَا وَجَدَ رِيحَ الصُّوفِ فَقَذَفَهَا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَكَانَ يُعْجِبُهُ الرِّيحُ الطَّيِّبُ.

"محمد بن کثیر، ہمام، قتادہ، مطرف، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میں نے ایک کالی چادر کو رنگ دیا تو آپ نے اس کو پہنا پھر جب آپ کو اس چادر میں پسینہ آیا اور اُون کی بو محسوس ہونے لگی تو آپ نے اس چادر کو (ایک طرف) ڈال دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ کو خوشبو پسندیدہ تھی۔"

تشریح: بردة سوداء. یہ مرکب توصیفی منصوب، صبغت فعل معروف بصیغہ واحد متکلم کا مفعول ہوگا اور اگر صبغت مجہول پڑھیں تو یہ مرفوع نائب فاعل ہوگا۔ (عون) اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ کالے رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے اور آپ ﷺ سے سیاہ لباس، چادر اور عمامہ ثابت ہے۔ (در) وفي الحديث جواز لبس السواد وهو متفق عليه. (بذل) والحديث يدل على مشروعية لبس السواد وانه لا كراهية فيه. (عون) ہمارے دیار میں کسی حد تک سیاہ رنگ کو سیاہ دل روافض نے اپنی پہچان اور ٹریڈ مارک بنالیا ہے بالخصوص محرم الحرام کے مہینے میں اس لیے ان کی مشابہت سے بچتے ہوئے اگر کالے رنگ کا کپڑا، عمامہ، دوپٹہ وغیرہ استعمال کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

واقعہ: معروف خطیب مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ ایک مرتبہ محرم کے مہینے میں ایک بدظن رافضی سے ملاقات ہوئی جس نے کالے کپڑے نہ پہنے تھے تو میں نے کہا: ''او جی کالے کپڑے نہیں پائے۔'' تو اس نے جواب دیا: ''چھڈو مولوی جی دل کالے ہوڑیں چاھیدے نے۔'' یعنی کالے کپڑوں میں کیا رکھا ہے بغض صحابہ سے دل کالا ہو گیا بس۔ استغفر اللہ. راقم اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ اگر اس بدمذہبی اور عقائد باطلہ سے توبہ نہ کی تو پھر کل یہ سیاہی بوتھے شریف تک سرایت کر جائے گی یعنی منہ تک چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "وتسوّد وجوه" (آل عمران:۱۰۶) بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ اللهم احفظنا من عقائدهم ومكائدهم

(۲۱) بَابٌ فِي الْهُدْبِ

کپڑے کا کنارا استعمال کرنے کا بیان

(۳۳۹) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْقُرَشِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ أَبِي خِدَاشٍ عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ جَابِرٍ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُحْتَبٍ بِشَمْلَةٍ وَقَدْ وَقَعَ هُدْبُهَا عَلَى قَدَمَيْهِ.

''عبید اللہ، حماد بن سلمہ، یونس، عبیدہ، ابوتمیمہ، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ ایک کپڑا (اپنے بدن مبارک پر) لپیٹے ہوئے احتباء کی حالت میں تشریف فرما تھے اور اس کا کنارہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں پر پڑا ہوا تھا۔''

تشریح: حدیث اول: وقع هدبها بضم الهاء وبضمتين. ہاء پر ضمہ یا ہاء و دال دونوں پر ضمہ پڑھیں پھر یہ ضابطہ ہے کہ ہر وہ کلمہ جس کے پہلے دونوں حرف مضموم ہوں تو ان میں سے دوسرے کو تخفیف کے لیے ساکن پڑھنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اصل میں دونوں کے ضمہ کے ساتھ تھا پھر تخفیف کے لیے دوسرے کو ساکن پڑھا اب ہاء پر ضمہ اور دال ساکن ہو گی۔ اس کا واحد هُدْبَةٌ اور جمع هُدْبٌ بحذف التاء اور اهد اب آتی ہے بمعنی پلکیں، جھالر، پھندنے، کپڑے کے دونوں سرے جو چھوڑ دیئے جاتے ہیں رومال، شال، پشمینہ، آنچل، دوپٹہ وغیرہ میں اور دامن پر بھی اس کے قریب قریب ہلکی جھالر نما لیس بھی لگائی جاتی ہے۔ کبھی یہ دھاگے کھلے چھوڑے جاتے ہیں اور کبھی انہیں باہم جوڑ کر گرھیں لگائی جاتیں ہیں جس سے ٹکری نما ہو جاتے ہیں اور یہ کپڑے کی لمبائی میں ہوتے ہیں چاروں طرف نہیں ہوتے ان کا استعمال درست ہے۔

هو محتبي. یہ احتباء کا اسم فاعل ہے جو حبو سے مشتق ہے حبوة عرب کی کرسی سے معروف ہے۔ حبوة اس بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ آدمی اکڑوں بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے لپیٹ کر ملا لے یا دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے ہی بیٹھ کر رومال یا کسی دیگر کپڑے کو کمر اور گھٹنوں کے اردگرد بل دے دے یہ بیٹھک ''عرب کی کرسی'' سے موسوم ہے۔ اس سے کپڑوں میں جھالر کا ثبوت ملا۔ والحديث يدل على مشروعية استعمال الثوب المهدب. (عون) نیز اس میں بڑی چادر اور حبوة میں بیٹھنے کا ثبوت بھی ہوا۔

(۲۲) بَابٌ فِي الْعَمَائِمِ

عمامہ کے استعمال کرنے کا بیان

(۳۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ.

''ابوالولید، مسلم بن ابراہیم، موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جس سال مکّہ معظمہ فتح کر کے مکّہ معظمہ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے (سر مبارک) اُوپر کالے رنگ کا عمامہ (بندھا ہوا) تھا۔''

(۳۴۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُسَاوِرِ نِ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ.

''حسن بن علی، ابواسامہ، مساور، جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ کو منبر پر دیکھا اور آپ پر کالے رنگ کا عمامہ تھا اور اس کے دونوں کنارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔''

(۳۴۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ نِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْعَسْقَلَانِيُّ عَنْ أَبِي جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ رُكَانَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رُكَانَةَ صَارَعَ النَّبِيَّ ﷺ فَصَرَعَهُ النَّبِيُّ ﷺ قَالَ رُكَانَةُ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ.

''قتیبہ بن سعید، محمد، ابوحسن، ابوجعفر، ان کے والد، حضرت محمد بن علی بن رُکانہ سے روایت ہے کہ حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑی آپ نے حضرت رُکانہ کو (کشتی میں) پچھاڑ دیا حضرت رُکانہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ ارشاد فرماتے تھے ہم لوگوں اور کفار و مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عماموں کا ہے۔''

(۳۴۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْغَطَفَانِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ خَرَّبُوذَ حَدَّثَنِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ يَقُولُ عَمَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَسَدَلَهَا بَيْنَ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي.

''محمد بن اسماعیل، عثمان، سلیمان بن خربوذ، شیخ مدنی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے میرے (سر پر) عمامہ باندھا تو آپ ﷺ نے عمامہ کا شملہ میرے آگے اور پیچھے کی جانب (یعنی دونوں جانب) لٹکا دیا۔''

تشریح: حدیث اول: علیه عمامة سوداء. عمائم جمع ہے عمامۃ بکسر العین کی۔ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ عصامؒ نے اسے عمامہ بفتح العین بروزن غمامۃ کی جمع کہا ہے یہ غلط ہے۔ عمامة بروزن غمامة هو سهو من قلم العلامة. (عون) نسائی میں اتنے الفاظ زیادہ ہیں "بغیر احرام و کان علی رأسه المغفر" آپ ﷺ پر کالی پگڑی تھی احرام میں نہ تھے اور سر پر خود تھا ہو سکتا ہے کہ خود عمامہ کے اوپر ہو۔ (بذل)

حدیث ثانی: رأیت النبیؐ علی المنبر. مسلم میں یوم الجمعة کے الفاظ کا اضافہ ہے کہ آپ ﷺ کو منبر پر بروز جمعہ دیکھا۔
حدیث ثالث: ان رکانة. رکانہؓ یہ رکانۃ بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف عرب کا جانا پہچانا پہلوان تھا۔ آپ ﷺ کو ایک دن مکہ کی بطحاء، پہاڑیوں اور وادیوں میں بکریاں چراتا ہوا ملا اور آپ ﷺ کی دعوت پر اس نے کشتی کا ارادہ کرلیا آپ ﷺ بھی آمادہ ہوگئے اور کشتی ہوئی تو باوجود اس کی پھرتی و تجربہ کاری اور کشتی میں مہارت کے آپ ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا، پھر دوسری مرتبہ، پھر تیسری مرتبہ تین مرتبہ کی کوشش کے باوجود یہ ہارتا ہی رہا بالآخر اس نے کہا: اے محمد ﷺ آج سے پہلے کبھی کسی نے مجھے پچھاڑا ہے نہ میرا پہلو زمین پر لگا سکا ہے ظاہر قوت و تجربہ کے اعتبار سے آپ بھی ایسے نہیں آپ کے ساتھ کوئی طاقت معلوم ہوتی ہے پھر اسلام لے آیا دوسری روایت میں آتا ہے اس نے کہا: ربك الذی اعزك وخذلنی اللات والعزیٰ. تیرے رب نے تجھے عزت و فتح بخشی اور مجھے میرے دیوتاؤں لات وعزی نے رسوا کردیا۔ نیز یہ بھی ہے کہ اس سے یہ طے ہوا تھا کہ جیتنے والا ہر بار ایک بکری لے گا آپ ﷺ نے تین بکریاں اس سے وصول کرلیں آخر میں یہ کہنے لگا ایک بکری کے بارے میں گھر والوں سے کہوں گا کہ بھیڑیا لے گیا اور ایک کے بارے میں بہانہ کروں گا کہ لنگڑی لنجی ہوگئی تھی لیکن تیسری کے بارے میں کیا کہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہم تمہیں دو مصیبتوں میں مبتلا نہیں کرتے کہ پچھاڑیں بھی اور بکریاں بھی لیں پھر آپ ﷺ نے بکریاں واپس فرمادیں کہ مقصود ہدایت تھی ہدیہ نہیں۔

صارع باب مفعالہ سے ہے جس کا معنی ہے کشتی کرنے والے دونوں نے ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کی پھر فصرعہ میں آپ ﷺ کے پچھاڑنے کی کوشش کی پھر فصرعہ میں آپ ﷺ کے پچھاڑ دینے کو ثابت کردیا کوشش دونوں کی تھی لیکن فتح آپ ﷺ کو ہوئی۔ (عون) بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس قلانس قلنسوة. کی جمع ہے بمعنی ٹوپی۔ عمامہ اور ٹوپی: ابن قیمؒ کہتے ہیں آپ ﷺ سے مختلف اوقات و حالات اور واقعات میں تین چیزیں ثابت ہیں۔ (۱) ٹوپی پر پگڑی بندھی ہوئی ہو۔ (۲) صرف سر پر پگڑی باندھی ہوئی ہو۔ (۳) فقط ٹوپی پہنی ہو۔ (عون) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی تین ٹوپیاں تھیں۔ (بذل) اس لیے تینوں درست مباح اور ثابت شدہ ہیں تاہم پہلے قول پر عام تعامل ہے لہٰذا اسے ہی اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے نیز عمامہ باندھنا سنت مستمرہ ومتداولہ ہے اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھنا سنت ہے عمامہ باندھنے سے حلم و بردباری میں اضافہ ہوتا ہے چنانچہ طبرانی وبیہقی میں مرفوع حدیث ہے "اعتمّوا تزدادوا حلما" (صححه الحاكم وضعفه البخاري) پگڑی باندھو کہ حوصلے اور بردباری میں اضافہ ہوگا۔

حدیث رابع: خَرَّبُوذ پر زبر راء مشدد پر بھی زبر یا پیش (عون)

حدیث رابع: فسدلها من بين يدى (اى على صدرى) ومن خلفى (اى بين كتفى) ایک کنارہ سینے پر سامنے اور ایک دونوں کندھوں کے درمیان پیچھے چھوڑا۔ والحديث ضعيف فالاولى ان يرسل طرف العمامة..... بين الكتفين كما يدلّ عليه حديث عمرو بن حويرثؓ. اس سے زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ شملہ پشت کی جانب دونوں کندھوں کے درمیان ہو جیسے عمرو بن حویرث کی حدیث دلالت کررہی ہے۔

پگڑی کی مقدار: پگڑی کی مقدار کیا تھی؟ اس موضوع پر بعض مستقل رسالے تصنیف کیے گئے ہیں اور ممکنہ طور پر علماء کے اقوال جمع کیے گئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے متعلق ابن حجرؒ کی یہ عبارت قول فیصل اور حرف آخر ہے چنانچہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے: "لم يثبت

في طولها وعرضها شيء" آپؐ سے پگڑی کے طول وعرض اور مقدار میں کسی صحیح حدیث سے کچھ ثابت نہیں۔طبرانی کی جس روایت میں سبع ذراع یعنی سات ہاتھ کا ذکر ہے۔تو بیجوریؒ نے حافظ ابن حجرؒ سے اس کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔علامہ جزریؒ کہتے ہیں میں نے سیَر کی کتابوں میں جستجو کی مگر مجھے آپ ﷺ کے عمامہ مبارک کی مقدار نہیں ملی۔(عون) بعض علماء کے اقوال اس کے بارے میں ملتے ہیں جوزعم وامکان کی بنیاد پر ذکر کیے جاتے ہیں۔چنانچہ ملاعلی قاریؒ شارح مشکوٰۃ نے کتاب اللباس میں علامہ نوویؒ کے حوالہ سے لکھاہے کہ آپ ﷺ کی دو پگڑیاں تھیں چھوٹی کی مقدار سات ذراع اور بڑی کی مقدار بارہ ہاتھ تھی۔ **عرف الشذی کتاب اللباس باب فی العمائم.** میں ہے کہ عموماً آپ ﷺ کی پگڑی کی مقدار عام حالات میں تین شرعی ذراع، نمازوں میں سات ذراع، جمعہ وعیدین میں بارہ ذراع ہوتی تھی۔

عمامہ کی مقدار کیا ہونی چاہیے؟: مذکورہ تفصیل سے واضح ہو چکا کہ اس باب میں کوئی صحیح صریح حدیث وارد نہیں اس لیے عرف وعادتِ اہل علم کے اعتبار سے جو رائج ہو اسے ہی اپنانا چاہیے مقدار جو بھی ہو نیت سنت واتباع کی ہو۔ہمارے ہاں اکثر چھوٹی پگڑی اڑھائی یا تین گز، متوسط پانچ گز، بڑی سات گز معتاد ہے۔شنید ہے کہ بعض خوانین بارہ بارہ گز کی پگڑی باندھتے ہیں بظاہر اس میں مبالغہ ہے اور یہ نادر بھی ہے اعتدال ملحوظ ومعمول رہے۔

عمامہ کے رنگ: آپ ﷺ کی پگڑیوں کے رنگ صحاح ستہ میں سیاہ، سفید، زرد، سرخ اور بیہقی میں سبز ملتے ہیں لیکن گہرا زرد یا لال رنگ کی احادیث میں ممانعت وارد ہونے کی وجہ سے نہیں پہننا چاہیے جیسے لباس احمر کے باب میں گذر چکا ہے۔

شملہ کی مقدار: ابن حریث کی حدیث میں مصرح ہے کہ دونوں کندھوں کے درمیان پشت پر پگڑی کے دونوں سرے چھوڑے ہوئے تھے اور یہی اقرب الی السنۃ ہے۔اسی طرح اکثر روایات میں بین کتفیہ کے الفاظ ہیں اور یہ بھی آتا ہے کہ ایک پیچھے اور ایک سامنے یا شملہ دائیں طرف لٹکایا ہوا ہوتا "**وکلاهما ضعيفان**" اسی طرح ایک شملہ پیچھے لٹکانے کا ذکر بھی ملتا ہے بہتر وافضل پہلا طریقہ ہے جو عمرو بن حریث کی حدیث میں ہے اور اس باب میں یہ صحیح حدیث ہے۔شملہ کی مقدار کے متعلق چار انگلیوں کے بقدر، ایک بالشت، ایک ہاتھ کے اقوال ملتے ہیں اکثر معمول بھا ایک ہاتھ والی مقدار ہے۔اشعۃ اللمعات میں شاہ جیؒ نے تصریح کی ہے کہ شملہ اتنا لمبا نہ ہو کہ نصف ظہر سے تجاوز کر جائے اور نصف ظہر سے اگر شملہ بڑھا ہوا ہو تو وہ اسبال محرم میں آتا ہے جس طرح چادر میں اسبال ہے اسی طرح پگڑی اور قمیص میں بھی اسبال ہوتا ہے آگے اٹھائیسویں باب میں اس کا ذکر آ رہا ہے۔

تنبیہ: مقاصد حسنہ میں سخاویؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے "**صلوة بعمامة تعدل بخمس وعشرين او ركعتان بعمامة افضل من سبعين ركعة بغيرها**" پگڑی کے ساتھ نماز پچیس گنا زیادہ اجر والی ہوتی ہے، پگڑی کے ساتھ دو رکعتیں بغیر پگڑی کے پڑھی ہوئی ستر (۷۰) رکعات سے بہتر ہیں یہ بے اصل اور غیر ثابت ہیں پگڑی اور نماز میں ثواب کے بڑھنے اور گھٹنے کا کوئی تعلق نہیں پگڑی لباس کی سنت ہے اور لباس کا حصہ ہے نماز کی سنتوں میں کسی نے پگڑی کو شمار نہیں کیا۔نماز کا ثواب اس کے ارکان، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، آداب پھر سب سے بڑھ کر خشوع وخضوع اور اخلاص سے متعلق ہے جماعت کے اہتمام سے ہے خواہ پگڑی ہو یا ٹوپی وغیرہ سے سر ڈھنکا ہوا ہو۔جو عوام میں مشہور ہے کہ پگڑی سے زیادہ ثواب ملتا ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔اس موضوع پر ابن جعفر کتانیؒ متوفی ۱۳۴۵ھ کی تالیف "**الدعامه لمعرفة احكام سنة العمامة**" لاجواب اور قابل مطالعہ کتاب ہے کہ ایک ایک فصل میں ہر عنوان پر مفصل بحث کی ہے۔

(۲۳) بَابٌ فِيْ لِبْسَةِ الصَّمَّاءِ

بطور صماء کپڑا لپیٹنا منع ہے

(۳۴۴) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ مُفْضِيًا بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَيَلْبَسُ ثَوْبَهُ وَأَحَدُ جَانِبَيْهِ خَارِجٌ وَيُلْقِي ثَوْبَهُ عَلَى عَاتِقِهِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' جریر' اعمش' ابوصالح' ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے دو طریقہ سے کپڑا پہننے سے منع فرمایا ایک تو بطور احتباء کے کہ جس سے اسکی شرم گاہ آسمان تک (یعنی بالکل) کھل جائے دوسرے اس طرح کہ آدمی ایک کپڑا پورے بدن پر لپیٹ لے لیکن ایک طرف سے بدن کھلا ہوا ہو پھر (وہ شخص) اس کپڑے کو مونڈھے پر ڈالے (اس لئے کہ اس طرح کرنے سے آدمی کی شرم گاہ کھل جائے گی)''

(۳۴۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الْاِحْتِبَاءِ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ابوزبیر' حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے صماء سے اور ایک کپڑے کے احتباء سے منع فرمایا''

تشریح: حدیث اول: ان یحتبی الرجل مفضیا بفرجه الی السماء. احتباء اور حبوے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بڑی چادر لپیٹ لے پھر اس طرح (اکڑوں) بیٹھے کہ سرینیں زمین پر ٹکی ہوئی ہوں اور گھٹنے اٹھے ہوئے ہوں اور ستر کھلا رہے اس ہیئت سے کپڑا پہننے اور بیٹھنے دونوں سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں ستر کھلنا ارتکاب حرام ہے۔

(۱) لبسہ صماء کی پہلی صورت کہ آدمی ایک ہی چادر اوڑھ لے پھر بلا التفات اس کا ایک حصہ کندھے پر ڈال دے جس سے ایک طرف کا ستر کھل جائے یہ بھی حرام وممنوع ہے۔ یہ تشریح فقہاء نے بیان کی ہے۔ (عون)

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایک ہی کپڑا ایسا لپیٹ لے کہ ہاتھ پاؤں سب اس میں چھپ اور پھنس جائیں جیسے سردیوں میں بہت سارے لوگ ایسا کر لیتے ہیں بالکل آلتی پالتی مار کر لپٹ جانا یہ بھی منع ہے کہ آدمی کسی درندے یا موذی چیز سے بچاؤ کے لیے ہاتھ نہیں نکال سکتا اس صورت میں یہ الصخرۃ الصماء جیسا ہوگا بمعنی سخت، مضبوط کہ آدمی پر بالکل کپڑا چسپاں ہو جاتا ہے کہ اعضاء نکالنے کی کیا مجال۔ اہل لغت نے یہ تشریح بیان کی ہے، اس میں مشقت وعسرت کی وجہ سے ایسا کرنا مکروہ ہوگا جبکہ پہلی تشریح کی صورت میں ستر کھلنے کی وجہ سے حرام ہوگا۔ کما صرحنا.

حدیث ثانی: اس میں وہی دو صورتیں مذکور ہیں صرف ترتیب برعکس ہے نیز اس میں فی ثوب واحد کی تصریح ہے جو پہلے مطلب کی تائید کرتی ہے۔

(۲۴) بَابٌ فِیْ حَلِّ الْاَزْرَارِ
قمیص کے گریبان کھلے رہنے کا بیان

(۳۴۶) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عُرْوَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ ابْنُ قُشَيْرٍ أَبُو مَهَلٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعْنَاهُ وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقُ الْأَزْرَارِ قَالَ فَبَايَعْتُهُ ثُمَّ أَدْخَلْتُ يَدَيَّ فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا رَأَيْتُ مُعَاوِيَةَ وَلَا ابْنَهُ قَطُّ إِلَّا مُطْلِقَيْ أَزْرَارِهِمَا فِي شِتَاءٍ وَلَا حَرٍّ وَلَا يُزَرِّرَانِ أَزْرَارَهُمَا أَبَدًا.

''نفیلی، احمد بن یونس، زہیر، عروہ، حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد حضرت قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوم مزینہ کی جماعت کے ساتھ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی (یعنی اسلام پر بیعت کی) اور آپ ﷺ کی قمیص کا گریبان کھلا ہوا تھا تو میں نے آپ ﷺ کے قمیص کے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈالا اور میں نے مُہر نبوت کو چھو لیا۔ عروہ نے بیان کیا میں نے ان کا گریبان کھلا ہوا دیکھا چاہے سردی ہو یا گرمی (وہ دونوں) کبھی قمیص میں گھنڈی (بٹن) نہیں لگاتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: ان قمیصہ لمطلق الازرار. ازار بروزن افعال جمع ہے زرّ بکسر الزاء کی بمعنی گھنڈی۔ مسلم شریف میں ہم نے پڑھا ''کزر الحجلة'' مہر نبوت مسہری کی گھنڈی کی طرح تھی۔ عرب کی یہ عادت تھی کہ کرتے اور قمیص گریبان کشادہ رکھتے اور اسے بند کرنے کے لیے دو بٹے ہوئے دھاگے ہوتے جن کے سروں پر گھنڈی بنی ہوتی (جیسے آج کل جبے میں یہی ہوتا ہے اور گھنڈی گاؤتکیوں میں بھی بنی ہوتی ہے) پھر کبھی اسے کھلا چھوڑ دیتے کبھی باندھ لیتے۔ معاویہ اپنے والد قرۃ بن ایاسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا قبیلہ مزینہ کے وفد میں آپ ﷺ کے پاس اور آپ کی قمیص کی گھنڈیاں کھلی اور لٹکی ہوئی تھیں۔ بیعت اسلام کے بعد میں نے فرط محبت میں مہر نبوت کو چھوا پھر یہ ادا ایسی پسند آئی کہ پوری زندگی قرۃؓ نے اپنی قمیص کا گلا کھلا رکھا پھر ان کے بیٹے معاویہ اور پوتے ایاس ابن معاویہ بھی ایسا ہی کرتے خواہ موسم گرما ہو یا سرما حالانکہ سردی سے بچنے کے لیے بند کرنے کی حاجت پیش آتی ہے لیکن انہوں نے سنت کو حاجت پر ترجیح دی اور یہ بھی محبت کا ایک انداز ہے۔ یہ طریقہ والد قرہ بیٹے معاویہ پوتے ایاس ابن معاویہ تینوں کا ہے عروہ صرف آخر الذکر دو کا ذکر کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے دیکھا ہی ان میں دو کو تھا اپنے شیخ معاویہ اور شیخ کے متبع بیٹے ایاس کو اس لیے انہوں نے صرف ان دو کا واقعہ ذکر کیا۔

گریبان کے بٹن بند کرنے کا حکم: آپ ﷺ کی عادت مبارکہ اکثر گریبان بند رکھنے کی تھی اور کبھی کبھار کھلا بھی رکھتے اس لیے اکثری عمل بند کرنے کا ہے کبھی کبھار فخر وتکبر کے بجائے اتباع کی نیت سے کھلا بھی رکھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب ﷺ کی ہر ادا محبوب ہے جس کی پیروی ہم سے مطلوب ہے۔ وهذا الحكم مخصوص بالرجال.

(۲۵) بَابٌ فِي التَّقَنُّعِ

کپڑے سے سر ڈھانپنے کا بیان

(۷ ۳۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ بَيْنَا نَحْنُ جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ قَالَ قَائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا مُتَقَنِّعًا فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَ فَأُذِنَ لَهُ فَدَخَلَ.

''محمد بن داؤد' عبدالرزاق' معمر' زہری' عروہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک وقت کی گرمی کے موسم میں بوقت دوپہر اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اپنا سر ڈھانپ کر ایسے وقت میں تشریف لا رہے ہیں کہ (عموماً) تشریف نہیں لاتے تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپ نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اجازت دی آپ اندر تشریف لائے۔''

تشریح: حدیث اول: مقبلا مقنعا. تقنع باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی تستر، ڈھانپنا۔ آدمی پگڑی، لنگی، اجرک، صافہ اس طرح سر پر رکھے کہ سر اور منہ ڈھانپ لے اسے ''تقنع'' کہتے ہیں یہ کبھی دھوپ سے بچنے کے لیے اور کبھی اختفاء اور منہ چھپانے کے لیے ہوتا ہے اور یہ دونوں مطلب حدیث باب پر منطبق ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے دوپہر دھوپ کا وقت تھا اور مخالفت عروج پر تھی اختفاء کی بھی ضرورت تھی اس لیے گرمی سے بچاؤ ہوا اور اختفاء بھی۔ یہ واقعہ قیام مکہ قبل از ہجرت کا ہے بلکہ ہجرت کے ابتدائیے میں سے ہے اور واقعہ ہجرت معروف ہے کہ ہم سورۃ الانفال آیت ۱۳۰ اور سورۃ التوبۃ آیت ۴۰ اور دیگر کئی مواضع میں پڑھ چکے ہیں۔

حاصل کلام: حدیث باب سے سر ڈھانپنے کا ثبوت ملتا ہے اور ایسا کرنا درست ہے حدیث پاک میں اس واقعہ کے علاوہ دیگر مواقع میں بھی تقنع کا ذکر حضور ﷺ سے ملتا ہے اور ایسا کرنا درست ہے حدیث پاک میں اس کی اصل ہے اور یہ انبیاء کا طریقہ ہے۔ اب ہم میں ایک اور رواج بھی جگہ پا رہا ہے کہ گرمی سے بچنے اور تقنع کے لیے کتاب اور کاپی سے مدد لیتے ہیں حالانکہ یہ تو پڑھنے کے لیے ہیں...... اوڑھنی اور دوپٹہ گلے میں لٹکانے یا سیف میں سجانے کے لیے تو نہیں بلکہ ستر وحجاب اور حیاء کے لیے ہیں قرآن کریم میں ''یدنین علیهن من جلابیبهن'' ہے ''یرفعن کراستها و کتابها علی الرأس'' تو نہیں ہے لہٰذا اس سے احتراز کیا جائے پورا دوپٹہ اور اسکارف اوڑھنے سے دھوپ اور بے حجابی دونوں سے بچ سکتے ہیں۔

(۲۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي إِسْبَالِ الْإِزَارِ

تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا بیان

(۳۴۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ أَبِي غِفَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ وَأَبُو تَمِيمَةَ اسْمُهُ طَرِيفُ بْنُ مُجَالِدٍ عَنْ

أَبِی جُرَیّ جَابِرِ بْنِ سُلَیْمٍ قَالَ رَأَیْتُ رَجُلًا یَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْیِهٖ لَا یَقُوْلُ شَیْئًا إِلَّا صَدَرُوْا عَنْهُ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَرَّتَیْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَیْكَ السَّلَامُ فَإِنَّ عَلَیْكَ السَّلَامُ تَحِیَّةُ الْمَیِّتِ قُلِ السَّلَامُ عَلَیْكَ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْ إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهٗ كَشَفَهٗ عَنْكَ وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهٗ أَنْبَتَهَا لَكَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ أَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهٗ رَدَّهَا عَلَیْكَ قَالَ قُلْتُ اعْهَدْ إِلَیَّ قَالَ لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَبْتُ بَعْدَهٗ حُرًّا وَلَا عَبْدًا وَلَا بَعِیْرًا وَلَا شَاةً قَالَ وَلَا تَحْقِرَنَّ شَیْئًا مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَأَنْ تُكَلِّمَ أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَیْهِ وَجْهُكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَارْفَعْ إِزَارَكَ إِلٰی نِصْفِ السَّاقِ فَإِنْ أَبَیْتَ فَإِلَی الْكَعْبَیْنِ وَإِیَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمَخِیْلَةَ وَإِنِ امْرُؤٌ شَتَمَكَ وَعَیَّرَكَ بِمَا یَعْلَمُ فِیْكَ فَلَا تُعَیِّرْهُ بِمَا تَعْلَمُ فِیْهِ فَإِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَیْهِ.

"مسدد، یحییٰ، ابوغفار، ابوتمیمہ، طریف بن خالد، ابوجری جابر بن سلیمؓ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ جو بھی گفتگو کرتے ہیں لوگ اس گفتگو کو قبول کر لیتے ہیں میں نے لوگوں سے معلوم کیا یہ کون شخص ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ نبیؐ ہیں میں جب آپ کے قریب گیا تو میں نے عَلَیْكَ السَّلَامُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دومرتبہ کہا۔ آپ نے فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو اس لئے کہ اس طرح تو مُردوں کو سلام کیا جاتا ہے بلکہ تم کہو السلام علیک۔ میں نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ضرور میں اس اللہ کا فرستادہ ہوں جب تم کو کبھی تکلیف پہنچ جائے پھر تم اس کو یاد کرو یعنی اس سے دُعا مانگو تو تمہاری تکلیف کو دور کر دے گا۔ اور تم پر جس سال قحط پڑ جائے پھر تم اس سے دُعا مانگو تو وہ تمہارے لئے اناج اور (تمہارے جانوروں کے لئے) گھاس پیدا کر دے گا۔ اور جب تم کسی جنگل میں ہو پھر تمہاری اُونٹنی گم ہو جائے اور تم اس سے دُعا مانگو تو وہ تمہاری سواری تمہیں لوٹا دے گا۔ میں نے عرض کیا مجھ کو نصیحت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کسی شخص کو گالی نہ دینا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس دن سے میں نے کسی شخص کو گالی نہیں دی نہ کسی آزاد شخص کو نہ کسی غلام کو نہ اُونٹ کو اور نہ بکری کو۔ پھر آپ نے فرمایا نیکی کی کسی بات کو کمتر نہ سمجھو اور اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے بات کیا کرو کیونکہ یہ بھی نیکی کا کام ہے۔ اور اپنے تہبند کو آدھی پنڈلی تک اُونچا رکھا کرو اگر یہ نہ ہو سکے تو ٹخنوں تک (رکھ لو) اور تم تہبند نیچے لٹکانے سے بچتے رہو کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور وہ شخص تمہارے عیب سے واقف ہے اور وہ عیب بیان کرے تو تم اس شخص کے جس عیب سے واقف ہو اس کو بیان نہ کرو اس لئے کہ اس شخص کے کہنے کا گناہ اسی شخص کے سر ہوگا۔"

(۳۴۹) حَدَّثَنَا النُّفَیْلِیُّ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَقَالَ أَبُوْبَكْرٍ إِنَّ أَحَدَ جَانِبَیْ إِزَارِیْ یَسْتَرْخِیْ إِنِّیْ لَأَتَعَاهَدُ ذٰلِكَ مِنْهُ قَالَ لَسْتَ مِمَّنْ یَفْعَلُهٗ خُیَلَاءَ.

"نفیلی، زہیر، موسیٰ بن عقبہ، حضرت سالم بن عبداللہ، اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے لٹکائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے تہبند کا ایک کونا لٹکتا رہتا ہے اِلّا یہ کہ میں اس کا ہر وقت خیال کروں آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے اس طرح کرتے ہیں (یعنی کپڑا لٹکاتے ہیں)"

(۳۵۰) حَدَّثَنَا مُوْسٰی بْنُ إِسْمٰعِیْلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ أَبِیْ جَعْفَرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا رَجُلٌ

يُصَلِّيْ مُسْبِلًا إِزَارَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ قَالَ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابان' یحییٰ' ابوجعفر' عطاء بن یسار' ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا جاؤ تم وضو کر کے آؤ وہ شخص چلا گیا اور (دوبارہ) وضو کر لیا۔ پھر وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ پھر وضو کر کے آؤ۔ اور اس شخص نے پھر وضو کر لیا۔ پھر وہ شخص آیا تو آپ نے اس شخص سے فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ اس شخص کو یہی حکم فرماتے ہیں کہ وضو کر کے آؤ۔ پھر آپ خاموشی اختیار فرما لیتے ہیں۔ (آخر آپ کا مقصد کیا ہے) آپ نے فرمایا وہ شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو تہبند یا (پاجامہ وغیرہ) لٹکا کر نماز پڑھے۔''

(۳۵۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَأَعَادَهَا ثَلَاثًا قُلْتُ مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَابُوْا وَخَسِرُوْا فَقَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ أَوِ الْفَاجِرِ.

''حفص بن عمر' شعبہ' علی بن مدرک' ابوزرعہ' خرشہ بن حر' حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین اشخاص سے گفتگو نہیں فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف رحمت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور نہ ان کو گناہوں سے پاک فرمائیں گے اور ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں جو کہ برباد ہو گئے اور خسارہ میں پڑ گئے۔ آپ نے پھر تین مرتبہ یہی فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون لوگ ہیں جو برباد ہو گئے اور خسارہ میں پڑ گئے۔ آپ نے فرمایا ایک تو تہبند لٹکانے والا شخص' دوسرے احسان (کر کے) جتلانے والا' تیسرے جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان فروخت کرنے والا۔''

(۳۵۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ قَالَ الْمَنَّانُ الَّذِيْ لَا يُعْطِيْ شَيْئًا إِلَّا مَنَّهُ.

''مسدد' یحییٰ' سفیان' اعمش' سلیمان' خرشہ' حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح ارشاد فرمایا لیکن پہلی روایت اس سے (زیادہ) مکمل ہے اور احسان جتانے والا وہ شخص ہے کہ احسان جتلائے بغیر کچھ بھی نہ دے۔''

(۳۵۳) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ يَعْنِيْ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ بِشْرٍ التَّغْلِبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ وَكَانَ جَلِيْسًا لِأَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ كَانَ بِدِمَشْقَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ وَكَانَ رَجُلًا مُتَوَحِّدًا قَلَّمَا يُجَالِسُ النَّاسَ إِنَّمَا هُوَ صَلَاةٌ فَإِذَا فَرَغَ فَإِنَّمَا هُوَ تَسْبِيْحٌ وَتَكْبِيْرٌ حَتّٰى يَأْتِيَ أَهْلَهُ فَمَرَّ بِنَا وَنَحْنُ عِنْدَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَقَدِمَتْ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَجَلَسَ فِي الْمَجْلِسِ الَّذِيْ يَجْلِسُ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ إِلٰى جَنْبِهِ لَوْ رَأَيْتَنَا حِيْنَ الْتَقَيْنَا نَحْنُ وَالْعَدُوُّ فَحَمَلَ فُلَانٌ فَطَعَنَ فَقَالَ خُذْهَا مِنِّيْ وَأَنَا الْغُلَامُ الْغِفَارِيُّ كَيْفَ تَرٰى فِيْ قَوْلِهِ قَالَ مَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ بَطَلَ أَجْرُهُ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ آخَرُ فَقَالَ مَا أَرٰى بِذٰلِكَ بَأْسًا فَتَنَازَعَا حَتّٰى سَمِعَ رَسُوْلُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْجَرَ وَيُحْمَدَ فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ سُرَّ بِذٰلِكَ وَجَعَلَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَيْهِ وَيَقُولُ أَنْتَ سَمِعْتَ ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَمَا زَالَ يُعِيدُ عَلَيْهِ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُولُ لَيَبْرُكَنَّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ قَالَ فَمَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمُنْفِقُ عَلَى الْخَيْلِ كَالْبَاسِطِ يَدَهُ بِالصَّدَقَةِ لَا يَقْبِضُهَا ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَيْمٌ نِ الْأَسَدِيُّ لَوْلَا طُولُ جُمَّتِهِ وَإِسْبَالُ إِزَارِهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ خُرَيْمًا فَعَجِلَ فَأَخَذَ شَفْرَةً فَقَطَعَ بِهَا جُمَّتَهُ إِلٰى أُذُنَيْهِ وَرَفَعَ إِزَارَهُ إِلٰى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ ثُمَّ مَرَّ بِنَا يَوْمًا آخَرَ فَقَالَ لَهُ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةً تَنْفَعُنَا وَلَا تَضُرُّكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّكُمْ قَادِمُونَ عَلٰى إِخْوَانِكُمْ فَأَصْلِحُوا رِحَالَكُمْ وَأَصْلِحُوا لِبَاسَكُمْ حَتّٰى تَكُونُوا كَأَنَّكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ فَإِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَتّٰى تَكُونُوا كَالشَّامَةِ فِي النَّاسِ.

''ہارون بن عبداللہ، ابوعامر، ہشام، حضرت قیس بن نصر سے روایت ہے کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا اور وہ ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ہم نشیں تھے۔ انہوں نے بیان کیا آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دمشق میں ایک شخص تھا جنہیں ابن الحنظلیہ کہا جاتا تھا۔ وہ خلوت پسند تھے اور وہ لوگوں میں کم بیٹھا کرتے تھے (یعنی گوشہ نشین شخص تھے) اکثر و بیشتر وہ نماز میں مشغول رہتے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوتے تو تسبیح و تکبیر میں مشغول ہو جاتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں چلے جاتے۔ ایک دن وہ شخص ہم لوگوں کے پاس سے گزرے۔ ہم لوگ ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ہمیں کوئی ایسی بات بتائیں کہ جو ہم لوگوں کو نفع بخشے اور آپ کو کوئی نقصان نہ ہو۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے جہاد کے لئے ایک چھوٹے لشکر کو روانہ فرمایا جب وہ لشکر واپس آیا تو اس لشکر میں سے ایک شخص آیا اور اسی جگہ پر بیٹھ گیا جہاں رسول کریم ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ وہ شخص اپنے قریب والے شخص سے کہنے لگا کاش تم نے ہم کو دیکھا ہوتا جب ہم دشمن سے مقابلہ کے لئے کھڑے تھے ہم لوگوں میں سے فلاں شخص نے نیزہ اُٹھا کر دشمن کے مارا۔ اور (مارتے وقت) یہ کہا یہ مار (چوٹ) میری طرف سے لے۔ میں قبیلہ غفار کا بیٹا ہوں۔ تم اس کے کہنے کو کیا خیال کرتے ہو؟ اس شخص نے کہا میری رائے میں تو اس شخص کا اجر ضائع ہو گیا یہ بات ایک دوسرے شخص نے بھی سنی تو اس نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر دونوں اشخاص نے جھگڑا کیا یہاں تک کہ (یہ بات) حضرت رسول کریم ﷺ نے سن لی اور آپ نے فرمایا اس میں کیا برائی ہے؟ اگر اس شخص کو ثواب بھی مل جائے اور لوگ اس شخص کی تعریف بھی کریں۔ بشر تغلبی نے بیان کیا میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ یہ بات سن کر خوش ہو گئے اور وہ اپنا سر اس شخص کی طرف اُٹھا کر دریافت فرمانے لگے کہ کیا آپ نے یہ بات خود حضرت رسول کریم ﷺ سے سنی ہے؟ وہ کہنے لگا ہاں۔ پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ متعدد مرتبہ یہی دریافت کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید وہ ان کے گھٹنوں پر بیٹھ جائیں گے۔ بشر تغلبی کہتے ہیں کہ ایک روز پھر اس شخص کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کوئی ایسی بات ہم کو سنا دو کہ جس میں ہمارا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ نے فرمایا ہم لوگوں میں سے جو شخص اپنا روپیہ گھوڑوں کے پالنے پر خرچ کرے (بہ نیت جہاد) تو اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص برابر صدقہ کے لئے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہوا اور کبھی اپنا ہاتھ بند نہ کرے (یعنی مسلسل صدقے دیئے جا رہا ہو) پھر ایک روز وہ شخص ہمارے پاس سے گزرے حضرت ابودرداءؓ نے ان سے کہا کہ کوئی

ایسی بات سنائیں جس میں ہماری بھلائی ہو اور اس میں (بیان کرنے میں) آپ کو نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا خریم اسدی کیا اچھا شخص ہے اگر اس کے پٹھے (مراد سر کے بال) بڑھے ہوئے نہ ہوتے اور اس کا تہبند نیچے نہ ہوتا۔ یہ خبر خریم کو پہنچی تو انہوں نے جلدی سے اس تہبند کو آدھی پنڈلی تک اُونچا کر دیا۔ پھر ایک روز اس شخص کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ حضرت ابودرداءؓ نے ان سے کہا کہ آپ کوئی ایسی بات سنائیں کہ جس میں ہم لوگوں کا نفع ہو اور آپ کا نقصان نہ ہو۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ (سفر سے واپسی میں) فرماتے تھے تم لوگ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچنے والے ہو تم اپنی سواریوں کو ٹھیک کرلو اور اپنے کپڑوں کو صاف ستھرا کرلو تاکہ تم لوگوں میں تل کی طرح بن جاؤ (کہ تم کو ہر ایک آدمی دیکھ کر شناخت کر لے) اللہ تعالیٰ فحش بات کہنے اور فحش بات سننے کو پسند نہیں فرماتے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابونعیم نے ہشام کے واسطہ سے آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں میں تل کی طرح سے ہو جاؤ گے۔"

تشریح: یہ تو ذکر تھا سر پر زائد کپڑا رکھنے اور ڈھانپنے کا اب حکم بیان ہو رہا ہے اس کے برعکس جانب اسفل کا کہ ٹخنے چھپا سکتے ہیں یا نہیں بالفاظ دیگر ازار سے گلی میں جھاڑو لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: تہہ بند، دھوتی، پائنچے اتنے نیچے لٹکائے جائیں کہ ٹخنے چھپ جائیں بلکہ جوتی کی ایڑی بھی محفوظ رہے اور یہ از راہ تکبر قصداً ہو تو مردوں کے لیے یہ گناہ ہے اور مکروہ تحریمی (قریب بحرام) ہے۔ موجب فسق اور اس پر سخت وعید ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی لاپرواہی، غفلت اور بے التفاتی کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو یہ پہلی صورت سے خفیف مکروہ تنزیہی ہے جبکہ بچنا اس سے بھی ضرور چاہیے کہ بری عادت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراھیۃ میں ہے: اسبال الرجل ازاره اسفل من الكعبين ان لم يكن للخيلاء ففيه كراهة تنزيهة. آدمی کا بلا تکبر چادر ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اس میں مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: بلا قصد و اختیار اتفاقاً کسی وقت تہہ بند یا پائنچے لٹک جائیں تو اس میں رخصت ہے گرفت نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اسبال ازار اگر از راہ تکبر ہے تو حرام ہے، لاعلمی اور بے توجہی کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، بلا قصد بوجہ عذر ہے تو مباح ہے۔ (الدر) جملہ احادیث سے یہی تفصیل مفہوم ہوتی ہے جو لکھ دی گئی کہ ممانعت تکبر و فخر کی صورت میں ہے اور جن احادیث میں مطلقاً بلا قید لفظ ہیں تو وہ بھی مفید بالخیلاء والفخر پر محمول ہوں گے۔ اب احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث اول: **عن ابی جری جابر بن سليم.** جابر بن سلیمؓ اسلام میں داخل ہونے سے ذرا پہلے کا اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں جب وہ پہلی بار مدینے آئے کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ صرف ایک ہی شخص کی اطاعت و پیروی ہو رہی ہے اسی سے ہدایت و فیصلے لیے جاتے ہیں اور بالکل بعینہٖ اسی کے حکم کے مطابق بجا آوری ہو رہی ہے...... میں حیرت زدہ ہوا اور ششدر رہ گیا کہ یہ کونسی شخصیت ہیں؟ میں اس کیفیت و حیرت کی تاب نہ لا سکا اور کہہ اٹھا کہ "من هذا؟" تفصیل قصہ متن و ترجمہ سے واضح ہے۔

يصدر الناس. صدور بمعنی واپس آنا یہ وُرود کی ضد ہے وارد ہونا واپس ہونا۔ "**يومئذ يصدر الناس اشتاتا**"

قلت: عليك السلام يا رسول الله. آپ ﷺ نے آغاز ہی اصلاح اور خیر کی اطلاع سے فرمایا کہ علیک مقدم مت کہو۔ یہ تو زمانۂ جاہلیت میں مردوں پر سلام کے لیے بعض بھلے مانس افراد میں رائج تھا۔ اسلام میں زندوں اور مردوں کے لیے طریقۂ سلام ایک ہے کہ "**السلام عليكم ورحمة الله وبركاته**" زندوں کے لیے ہے اور "**السلام عليكم يا اهل القبور**........ **السلام**

علیکم اهل دار قوم مؤمنین "مُردوں کے لیے ہے۔ (عون) علامہ خطابیؒ نے تنبیہ کی ہے کہ اس سے وہم نہ کیا جائے کہ اب بھی میت کے لیے طریقۂ سلام علیک یا علیکم کے مقدم کرنے کے ساتھ ہے اس لیے کہ آپ ﷺ نے اس جملے میں طریقۂ سابقہ کی حکایت کی ہے آئندہ کے لیے حکم نہیں دیا کہ تم بھی ایسے ہی سلام کیا کرو۔ (عون)

نکتہ: یہاں ایک عمدہ نکتہ عون میں مکتوب ہے کہ ایک ہے دعاء اور دوسرا ہے مدعولہ جس کے لیے دعاء کی گئی پھر بھلائی اور خیر و سلامتی کی دعاء ہے اور بددعاء بھی۔ نیک دعاء میں دعاء مقدم ہوتی ہے اور مدعولہ مؤخر جیسے: **سلام علیه یوم ولد ویوم یموت، والسلام علیّ یوم ولدت، سلام علیکم بما صبرتم، رحمة الله و برکاته علیکم اهل البیت** ان دعاؤں میں یحییٰ، عیسیٰ، (صبر کرنے والے) جنتی، اہل بیت کا ذکر بعد میں ہے اور دعائیہ کلمات پہلے ہیں۔

اور بددعاء میں مدعولہ پہلے اور کلمات بعد میں ہوتے ہیں جیسے: **وان علیك لعنتی، وعلیهم غضب ولهم عذاب شدید، علیهم دائرة السوء.** وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی مطلوب کو محبوب رکھتا ہے اور اس کا ذکر بھی پہلے چاہتا ہے اور برائی کوئی قابل محبت نہیں بلکہ قابل نفرت ہے پھر اس میں پہلے سے تعیین بھی ہو جاتی ہے کہ یہ سزا کس کے لیے ہے جو ابھی ذکر ہوتی ہے۔

وارفع ازارك ای نصف الساق. یہی افضل واولیٰ ہے کہ تہہ بند، پائچے نصف پنڈلی تک ہوں یا پھر ٹخنوں سے ذرا اوپر اس سے نیچے ممنوع ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے مستورات کو ٹخنے ڈھانکنے کا حکم ہے کہ آزاد عورت کے لیے ٹخنے ستر میں داخل ہیں۔ اب تو شاید بہہ رہی ہے گنگا الٹی۔ اگر توبہ نہ کی تو قیامت کے دن بھی اوندھے منہ الٹا چلنا پڑے گا۔ "**افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی امن یمشی سویا علی صراط مستقیم.**" (ملک:۲۲) جب آج ہم حکم شریعت کے برعکس چلیں گے تو کل قیامت کے دن تلک بتلک الٹا اور اوندھے منہ چلایا جائے گا جہاں کوئی سہارا دینے والا بھی نہ ہوگا مرد ٹخنے ظاہر کر کے اور مستورات ٹخنے چھپا کر چلیں۔

حدیث ثانی: لم ینظر الله الیه یوم القیامة. ارتکاب کبیرہ اور تکبر کی وجہ سے ایسے بندے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور نظر رحمت و شفقت نہ فرمائیں گے عدالتی کارروائی اور پیشی حساب و کتاب تو ضرور ہوگا۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کے متعلق ذکر ہے جو قرآن کریم کے بدلے ثمن اور ہدایت کے بدلے ضلالت کو ترجیح دیتے ہیں "**لا یکلمهم الله ولا ینظر الیهم یوم القیامة ولا یزکیهم**" (آل عمران:۷۷) ان سے بات کریں گے نہ ان کی طرف شفقت کی نظر فرمائیں گے نہ انہیں گناہوں سے پاک اور معاف کریں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی ایک صورت ہے "**اللهم ارض عنا وارضانا**" سیدنا حضرت ابوبکرؓ کی چادر اتفاقاً بلا قصد سرک جاتی تھی اس لیے انہیں بھی فکر ہوئی تو آپ ﷺ نے تسلی دی کہ تم جانثاروں میں سے ہو متکبروں اور جباروں میں سے نہیں۔

حدیث ثالث: اذهب فتوضأ. وضوء کا حکم اس لیے دیا کہ وضوء کرنے سے گناہ جھڑ جاتے ہیں یہ آدمی تہہ بند لٹکا کر گناہ کا مرتکب ہوا تھا اس کے مٹانے کے لیے وضو کا حکم فرمایا۔

علامہ طیبیؒ کہتے ہیں اس میں راز یہ ہے کہ وضوء سے طہارت ظاہری حاصل ہوتی ہے اور طہارت ظاہری باطنی کا سبب ہے اس لیے حکم دیا پھر آدمی اس پر غور کرے گا کہ مجھے کیونکر یہ حکم دیا اس طرح اس فعل قبیح کی شناعت اس کے دل میں بیٹھے گی اور اس سے باز آ جائے گا۔

لا یقبل صلوة رجل مسبل. یہ آدمی حالت نماز میں کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے اس لیے اس کی نماز درجۂ قبولیت نہ پائے گی

اگر چہ سر سے فریضہ اتر جائے گا لیکن ثواب نہ ملے گا پھر یہ نماز میں قہقہہ مارنے کے مشابہ ہے کہ نماز میں قہقہہ مار کر اور کھلکھلا کر ہنسنا معصیت ہے اسی طرح تہہ بند اور پائنچے قصداً وتکبراً لٹکانا معصیت ہے تو حکم ہوا کہ وضوء کرے دوسری وجہ ابھی ذکر ہوئی۔

ثم سکتّ عنه. تاء مشدد ہے لام کلمہ کی تاء میں تاء ضمیر مخاطب مدغم ہے۔ صیغہ واحد مذکر مخاطب۔

حدیث رابع: اس میں تکرار و تاکید کے ساتھ تینوں اعمال قبیحہ اور گناہ کبیرہ کی شناعت واضح کی گئی ہے۔ سودا بیچتے ہوئے یہ کہے بخدا سو روپے میں تو خرید ہے اس سے گاہک اعتماد و دھوکہ میں پڑ جاتا ہے یا گاہک کو پھنسانے کے لیے کہے خدا کی قسم ابھی ایک گاہک اس کے پانچ سو دے رہا تھا میں نے نہیں دیا چلو تم لے جاؤ وغیرہ بہت ساری ممنوعہ صورتیں مروج ہیں۔

واقعہ: ان ابلیس کان یریٰ فی الزمن الاول فقال له رجل یا ابا مرّ فکیف اصنع حتی اکون مثلك......... فقال ابلیس ان اردت ان تکون مثلی فتهاون بالصلوة ولاتبال من الحلف صادقا او کاذبا......... فقال الرجل لا ادع الصلوة ولا احلف یمیناً قط. (درۃ الناصحین) پہلے زمانے میں شیطان نظر آتا تھا تو ایک آدمی نے اسے کہا اے ابو مر! میں کیسا عمل کروں کہ تیرے جیسا بن جاؤں......... ابلیس نے کہا میرے جیسا (بدبخت) بننا چاہتا ہے (تو مشکل نہیں) نماز میں سستی کر اور جھوٹی قسمیں اٹھاتا رہ......... تو آدمی نے کہا میں کبھی بھی نماز میں سستی نہیں کروں گا اور نہ ہی قسم اٹھاؤں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل انسان کو شیطان کے قریب کر دیتا ہے حالانکہ پیش رحمٰن کے سامنے ہونا ہے اس لیے اس سے ہر حال میں بچیں۔

حدیث خامس: کما مر.

حدیث سادس: اس حدیث میں سہل بن حنظلیہؓ کی مختلف نصائح کا مجموعہ مذکور ہے جو ابو الدرداءؓ کے دریافت کرنے پر راہ چلتے انہوں نے ارشاد فرمائیں اور یہ سب آپ ﷺ سے سن چکے تھے۔ حدیث فوائد کثیرہ پر مشتمل ہے جو ترجمہ سے واضح ہیں۔ کان رجلا متوحّدًا. خلوت پسند، تنہائی کے خوگر، عبادت والے تھے رہبانیت والے نہیں چنانچہ اہل وعیال اور ان کے حوائج کا ذکر موجود ہے۔ ابوالدرداء کلمة.

یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی قل لنا کلمة. ہمیں مفید کلمہ نصیحت فرمائیے۔

فقال خذها منی وانا الغلام الغفاری. اس میں کیونکہ فخر وتعریف کا شیبہ ہے اس لیے اس آنے والے آدمی نے پوچھا کیا اپنے اس عمل کو فخریہ پیش کرنے اور کہنے سے اس کا عمل ختم ہو گیا دوسرے نے کہا نہیں یہ تو میدان جنگ ہے آپ ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ میدان جنگ میں عاجزی کے بجائے بہادری، بزدلی کے بجائے دلیری اور آہستگی کے بجائے سختی کی ضرورت ہوتی ہے اس طرح ثواب بھی ملے اور تعریف میں بھی کوئی حرج نہیں بس نیت خالص ہو۔ فجعل یرفع راسه. یعنی ابو الدرداءؓ اولاً باادب سر جھکائے سنتے رہے پھر لذت وسرور میں توجہ بڑھاتے ہوئے کہنے والے صحابی کی طرف سر اٹھاتے گئے لولا طول جمّته. زلفیں رکھنا سنت وپسندیدہ ہے لیکن اعتدال سے ہوں بالکل لمبی، بکھری و پراگندہ نہ ہوں اور نہ ایسی کہ عورتوں کے مشابہ ہو جائیں۔

اصلحوا لباسکم. اس سے ثابت ہوا کوئی زیارت وملاقات کو آئے یا کسی کی زیارت کو جائیں تو لباس، پگڑی، ٹوپی سدھار و سنوار کر جائیں تا کہ قبیح منظر پیش نہ آئے۔ لکل حال عنده عتاده. ان کے ہاں ہر حالت کی تیاری ہوتی ہے۔ کانکم شامّة فی الناس. گویا کہ تم تل کی طرح لوگوں میں نمایاں ہو تا کہ استقبال وملاقات کے لیے آنے والوں کو دشواری نہ ہو۔ امام ابوداؤدؒ نے دوسرے الفاظ "حتی تکونوا کالشامة فی الناس" ابونعیم سے بروایت ہشام نقل کیے ہیں۔ مقصود

دونوں سے ایک ہی ہے کہ اپنی حالت وسواری درست کرلو۔

(۲۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكِبْرِ!

تکبر اور غرور کی برائی

(۳۵۴) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ الْمَعْنَى عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ مُوسَى عَنْ سَلْمَانَ الْأَغَرِّ وَقَالَ هَنَّادٌ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ هَنَّادٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد (دوسری سند) ہناد' ابوالاحوص' عطاء بن سائب' سلمان اغر' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ہناد کی روایت ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تکبر میری چادر ہے اور بڑائی میرا تہبند ہے تو جو شخص ان دونوں (چیزوں) میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔''

(۳۵۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ الْقَسْمَلِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ مِثْلَهُ.

''احمد بن یونس' ابوبکر' اعمش' ابراہیم' علقمہ' حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا کہ جس کے قلب میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا اور (وہ شخص) جہنم میں داخل نہ ہوگا کہ جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسملی نے بھی اعمش سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

(۳۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَكَانَ رَجُلًا جَمِيلًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي رَجُلٌ حُبِّبَ إِلَيَّ الْجَمَالُ وَأُعْطِيتُ مِنْهُ مَا تَرَى حَتَّى مَا أُحِبُّ أَنْ يَفُوقَنِي أَحَدٌ إِمَّا قَالَ بِشِرَاكِ نَعْلِي وَإِمَّا قَالَ بِشِسْعِ نَعْلِي أَفَمِنَ الْكِبْرِ ذَلِكَ قَالَ لَا وَلَكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطِرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ.

''محمد بن مثنیٰ' عبدالوہاب' ہشام' محمد' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک خوبصورت شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو حسن و جمال پسندیدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حسن و جمال عطا فرمایا ہے جس کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص حسن و جمال میں میرے جوتے کے تسمہ کے بقدر بھی مجھ سے زیادہ نہ بڑھنے پائے۔ کیا یہ بات غرور میں داخل ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ غرور یہ ہے کہ انسان حق کے سامنے اکڑے اور دوسرے لوگوں کو حقیر سمجھے۔''

تشریح: پہلے صورت وسبب اور مبادی کا ذکر تھا اب اس کے ثمرہ سے ممانعت کا ذکر ہے کہ چادر لٹکانا تکبر کے لیے ہی ہوتا ہے دونوں منع ہیں۔

حدیث اول: الکبریاء ردائی........ رداء وہ چادر جو انسان اوپر پہنتا اوڑھتا ہے ازار وہ چادر جس سے جسد اسفل ڈھانپتا ہے اور یہ دونوں کپڑے ہر ایک آدمی کی ضرورت اور اس کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں شرکت نہیں۔ حدیث مبارکہ میں ان کا مطلب یہ ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ ہیں اور اس میں شرکت وتعرض کو اللہ تعالیٰ پسند و برداشت نہیں فرماتے۔

فمن نازعنی واحدا........ یہ منصوب بنزع الخافض (حرف جارقی کے حذف کے ساتھ) ہے ای نازعنی فی واحد منهما. نزاع کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اپنی طرف کھینچنا، تکبر کی عادت ہونا۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی دوسرے کے کپڑے اور پوشاک استعمال کرنے لگے تو اس سے جھگڑا تو ہوگا۔ بڑائی کا اختیار کرنا گویا کہ اپنے مالک حقیقی سے جھگڑا مول لینا ہے جس کی قدرت کاملہ اور گرفت شاملہ کا بھی یقین ہے اب نتیجہ خود نکال لیں کہ ایسی ذات سے ٹکر لینے کا انجام کیا ہوگا؟

تکبر عزازیل را خوار کرد   بزندان لعنت گرفتار کرد

نہ چل زمین پہ تو سر اٹھا اٹھا کے   ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیئے ہم نے بنا بنا کے

فقذفته فی النار. تکبر من جملہ شرک اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے جس کی سزا آگ ہے اگر توبہ کر لی، باز آ گئے تو پھر ٹھکانہ باغ ہے۔

حدیث ثانی: لا یدخل الجنة من کان فی قبله........ ان دو جملوں سے یہ نتیجہ اخذ ہو رہا ہے کہ ایمان اور تکبر وطغیان کی باہمی نسبت آگ اور پانی کی ہے کہ یہ رہے یا وہ رہے یعنی تکبر ہے تو ایمان نہیں ایمان ہے تو تکبر نہیں اگر کلمہ گو ہوتے ہوئے بھی یہ عادت ہے تو پھر ایمان قلیل وضعیف اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس قسم کی آیات وروایات سے معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ مرتکب کبیرہ مخلد فی النار ہے کیونکہ جنت میں تو جا نہیں سکتا پھر جہنم ہی میں رہے گا۔

اہل السنة کی توجیہ: (۱) جنت میں داخل نہ ہونے کا پہلا مطلب یہ ہے کہ اس میں دخول اولی کی نفی ہے کہ پہلے پہل جنت میں داخل نہ ہوگا سزا بھگت کر داخل ہو سکے گا۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ جنت میں یہ عادت لے کر نہ جائے گا بلکہ اس کے دل سے یہ عادت سیئہ اور آلودگی صاف کر دی جائے گی شفاف دل کے ساتھ جنت میں جائے گا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ونزعنا ما فی صدورهم من غل" (حجر: ۴۷) اور ہم نکال دیں گے جو کھوٹ ان کے دلوں میں موجود ہوگا۔

(۳) تیسری توجیہ یہ ہے کہ تکبر سے مراد استکبار عن الایمان ہے کہ سرے سے ایمان لانے ہی سے انکاری ہے اور ناک چڑھا ہوا کہ میں ایمان لاؤں؟ نہیں۔ تو یہ کافر ہے جس کے لیے خلود فی النار یقینی ہے۔

حدیث ثالث: ان دو احادیث میں متکبر کی سزا اور تکبر کا حکم بیان ہوا اب آگے اس کی حقیقت وتعریف مذکور ہوتی ہے۔ ولکن الکبر من بطر الحق وغمط الناس. یہ دونوں فعل باب سمع سے عین کلمے کے کسرہ کے ساتھ ہیں اگرچہ باب ضرب سے بھی مستعمل ہیں لیکن اس باب کے مناسب معنی باب سمع سے ہی ہے۔

تکبر کی حقیقت: سچ بات کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا یہ تکبر ہے اور یہ پیدا ہوتا ہے اپنے میں کسی کمال کے زعم کے بعد جب بندہ اپنے آپ کو علم، عمل، مال، ملک، شجاعت، قوت، نسب وغیرہ میں کامل سمجھنے لگتا ہے تو پھر دوسروں کی تنقیص وتحقیر اور انکار پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے تکبر کی حقیقت یوں بیان کی "اپنے کو صفات کمال میں دوسروں سے بڑھ کر سمجھنا۔"

تجمل و تکبر میں فرق: متن و ترجمہ سے یہ بات واضح ہو چکی کہ حسن و جمال، صفائی و ستھرائی، عمدہ پوشاک، اچھی سواری، لاجواب گھر، خوبصورت قلم تکبر نہیں اور محض پراگندگی، پیوند لگے چیتھڑے، شکستہ حالی وغیرہ تواضع نہیں۔ بلکہ ان سب کا تعلق تو ظاہر سے ہے اور کبر و عجز تو عادات باطنہ میں سے ہیں اس لیے خوبصورت اور نیک سیرت ہونا تو مطلوب ہے بس تعلّی اور بڑائی نہ ہو۔ ایسے ہی صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے قال لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر قال رجل ان الرجل يحب ان يكون ثوبه حسنا ونعله حسنة قال ان الله جميل يحب الجمال الكبر بطر الحق وغمط الناس. اس لیے حسن و خوبی اور ہے اور تکبر و تجبر اور ہے مسئلہ انتہائی قابل غور ہے۔

فائدہ: یہ بات ضرور ہے کہ زیادہ بناؤ سنگھار میں اور عمدگی میں مشغول ہونے سے خود پسندی اور تکبر پیدا ہو سکتا ہے اور اس کا اندیشہ قوی ہے عمدگی تکبر نہیں اس کا سبب بن سکتی ہے جیسے طعام و غذا بیماری نہیں بلکہ بیماری کا سبب بن سکتی ہے اس پر مزید کلام کتاب الادب باب ۹ میں آئے گا۔ ان شاء الله

(۲۸) بَابٌ فِيْ قَدْرِ مَوْضِعِ الْإِزَارِ

تہبند کس جگہ تک باندھے؟

(۳۵۷) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ عَنِ الْإِزَارِ فَقَالَ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزْرَةُ الْمُسْلِمِ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ وَلَا حَرَجَ أَوْ لَا جُنَاحَ فِيْمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ بَطَرًا لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ.

"حفص بن عمر، شعبہ، علاء بن عبد الرحمٰن، انکے والد عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے تہبند کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے ایک باخبر آدمی سے بات کی ہے۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا مسلمان کا تہبند نصف ساق تک ہوتا ہے اگر (تہبند یا پاجامہ) پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان باندھے تو کوئی حرج نہیں (گنجائش ہے) اور (اگر) ٹخنوں سے نیچے (باندھے) تو دوزخ میں داخل ہونے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی جانب نہیں دیکھے گا جو کہ تکبر کی بنا پر اپنا تہبند (یا پاجامہ وغیرہ) لٹکائے۔"

(۳۵۸) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ نِ الْجُعْفِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِيْ رَوَّادٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْإِسْبَالُ فِي الْإِزَارِ وَالْقَمِيْصِ وَالْعِمَامَةِ مَنْ جَرَّ مِنْهَا شَيْئًا خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"ہناد، حسین، عبد العزیز، سالم بن عبد اللہ، ان کے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسبال (کپڑے کا لٹکانا) تہبند کرتے اور عمامہ میں ہوتا ہے۔ جس شخص نے تکبر کی بنا پر ان (اشیاء) میں سے کسی کو گھسیٹا (نیچے لٹکایا) تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی جانب نہیں دیکھے گا۔"

(۳۵۹) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي الصَّبَّاحِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ سُمَيَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِزَارِ فَهُوَ فِي الْقَمِيْصِ.

''ہناد، ابن المبارک، ابوالصباح، حضرت یزید بن ابی سمیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے تہبند (نیچے) لٹکانے کے بارے میں جو فرمایا ہے وہی (ممانعت) قمیص (نیچے) لٹکانے میں بھی ہے۔''

(۳۶۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عِكْرِمَةُ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عَبَّاسٍ يَأْتَزِرُ فَيَضَعُ حَاشِيَةَ إِزَارِهِ مِنْ مُقَدَّمِهِ عَلٰى ظَهْرِ قَدَمَيْهِ وَيَرْفَعُ مِنْ مُؤَخَّرِهِ قُلْتُ لِمَ تَأْتَزِرُ هٰذِهِ الْإِزْرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَأْتَزِرُهَا.

''مسدد، یحییٰ، محمد بن ابی یحییٰ، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو تہبند باندھے ہوئے دیکھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سامنے کی طرف سے (تہبند) اس قدر لٹکاتے تے کہ ان کے کپڑے کا کونہ پیروں پر آجاتا اور وہ پیچھے اُونچا کر لیتے۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ ﷺ اس طرح چادر کیوں باندھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ کو اس طرح ازار باندھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **علی الخبیر سقطت**. علاء نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے روایت کیا میں نے یعنی عبدالرحمٰن نے ابو سعید خدریؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے تمہید و تسلی کے لیے فرمایا تو باخبر کے پاس آیا یعنی تو اس مسئلہ کو جاننے والے پر گرا۔ یہ واحد مذکر مخاطب فعل ماضی کا صیغہ ہے اور ابوسعیدؓ کے کلام میں سے ہے۔ **ازرة المسلم**. یہ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے مثل جلسة کے جس طرح بیٹھنے کی کیفیت کو جلسة کہتے ہیں اسی طرح ازار پہننے اور باندھنے کی حالت وہیئت کو ازرة (**بکسرة الهمزة**) کہتے ہیں۔

تہہ بند اور پائچوں کا حکم: (۱) نصف پنڈلی پر کپڑا رہنا مستحب ہے۔ (۲) نصف ساق سے ٹخنوں کے درمیان مباح ہے۔ (۳) ٹخنوں سے نیچے حرام وممنوع ہے۔ (بذل وعون)

حدیث ثانی: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اسبال صرف تہہ بند اور پائچوں میں نہیں بلکہ لباس کے مختلف حصوں میں جدا صورتوں کے ساتھ ہوسکتا ہے مثلاً آستین حد سے متجاوز ہوں، جبہ گھٹنا ہو، رومال سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے بالکل کھلے چھوڑ دیئے جائیں بالخصوص نماز میں، قمیص وکرتہ کا دامن بہت لمبا رکھوالیا جائے، پگڑی کا شملہ بہت لمبا ہو اس کی مقدار مسنون گذری چکی ہے۔

علامہ نوویؒ نے کہا: فی هذا الحديث دلالة على عدم اختصاص الاسبال بالازار بل يكون في القميص والعمامة.

حدیث رابع: **فيضع حاشية ازاره من مقدّمه على ظهر قدمه ويرفع من مؤخره.** ابن عباسؓ کا یہ عمل اور اس کی اصل آپ ﷺ سے نقل کرنا اس سے یہ جواز نہیں مل سکتا کہ ہم پائچے قدموں کی پشت تک لٹکائیں کیونکہ آپ ﷺ کا یہ عمل بیان جواز کے لیے تھا جسے ابن عباسؓ نے اپنایا چنانچہ ایسے واقعات کثیر ہیں کہ صحابی نے جس حال میں ایک مرتبہ آپ ﷺ کو دیکھا تو اسی کی پیروی کرتا رہا اگر چہ دیگر حالتوں سے انکار نہ کیا گریبان کھلا رکھنے کا واقعہ ابھی گذرا ہے نیز یہ بھی کہ پائچوں کے لیے ایسا ہو بھی نہیں سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ متکبرین کی مخالفت کی وجہ سے ایسا فرمایا کیونکہ متکبر چادر کے پچھلے کنارے نیچے لٹکانے کو قابل مدح اور بڑائی سمجھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کی مخالفت میں ایسا فرمایا ورنہ سنت مواظبہ مقدم ومؤخر دونوں کو برابر رکھنے کی ہے۔ تیسری بات یہ بھی ہے کہ درحقیقت چادر میں اتنا تفاوت نہ تھا بلکہ ابن عباسؓ نے چادر باندھتے دیکھا ہوگا اور ایسے میں کیونکہ آدمی کچھ جھکا ہوتا ہے تو سامنے کا کنارہ نیچے معلوم ہوتا ہے جبکہ معتدل اور سیدھا کھڑا ہونے میں تہہ بند برابر ہوتا ہے ایسے ہی رکوع میں تہہ بند کا اگلا کنارہ قدموں کو چھوتا ہے اس فرق کو ابن عباسؓ نے دیکھا اور اپنا لیا جو یقیناً پیروی ہے۔ زیادہ سے زیادہ اسے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذاتی عمل اور استنباط قرار دیں گے جس سے ہمارے لیے تفاوت کی اجازت ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ ''**ارفع ازارك الى نصف**

الساق........" مطلق ہے کسی ایک جانب کے لیے نہیں۔ ھذا ما بدالی و الله اعلم و علمه اتم و أمره احكم.

(۲۹) بَابٌ فِيْ لِبَاسِ النِّسَاءِ

خواتین کے لباس کا بیان

(۳۶۱) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِىْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَعَنَ الْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ وَالْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ.

"عبیداللہ بن معاذ' ان کے والد' شعبہ' قتادہ' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی خواتین پر اور خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی۔"

(۳۶۲) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الرَّجُلَ يَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْأَةِ وَالْمَرْأَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ.

"زہیر بن حرب' ابو عامر' سلیمان بن بلال' سہیل' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو خواتین کا لباس پہنے اور آپ ﷺ نے اس خاتون پر بھی لعنت فرمائی جو مردوں کا لباس ہے۔"

(۳۶۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ وَبَعْضُهُ قِرَاءَةٌ عَلَيْهِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِىْ مُلَيْكَةَ قَالَ قِيْلَ لِعَائِشَةَ إِنَّ امْرَأَةً تَلْبَسُ النَّعْلَ فَقَالَتْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الرَّجُلَةَ مِنَ النِّسَاءِ.

"محمد بن سلیمان' سفیان' ابن جریج' حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ ایک عورت (مردوں والا) جوتا پہنتی ہے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے مرد بننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔"

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عورتیں مستقل حیثیت وکیفیت اور ہیئت کی مالک ہیں ان کے لیے لباس بھی جدا ہے، پھر اس میں نسوانی لباس شمار اور ذکر نہیں ہیں بلکہ ایک اصول وضع فرمادیا ہے کہ عورت عورت رہے خواہ حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے جو جس طرح پہنے روا ہے بس حیاء وحجاب ہو اور مردوں سے مشابہت نہ ہو۔ اسی طرح مردوں کے لیے بھی اس میں تنبیہ ہے کہ عورتوں کی سی وضع قطع نہ بنائیں کہ بیوی کے دوپٹے کو کندھے پہ رکھنے کو عزت سمجھیں بلکہ "لكل واحد منهما لباس منفرد"

حدیث اول: لعن المتشبهات.........الخ

شان ورود: اس حدیث کا سبب اور شان ورود طبرانیؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ پر ایک عورت گذری جو کمان حمائل کیے ہوئے جا رہی تھی اور مردوں کی سی ہیئت بنائی ہوئی تھی اس پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

لعنت کے جواز کے اسباب: لعنت سخت ترین لفظ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے سے بڑی مصیبت کوئی نہیں اس کے جواز کے تین اسباب ہیں: کفر، فسق، بدعت۔

ان التشبه بالرجال للنساء وعكسه حرام. (بذل نووی) مردوں عورتوں میں سے ہر ایک کی دوسرے سے مشابہت حرام ہے یہ مشابہت لباس، بات چیت، لب ولہجہ، چال ڈھال، عادات وغیرہ سب میں ممنوع وحرام ہیں مثلاً مردوں کا داڑھی صاف

کرانا اور عورتوں کا بال کٹوانا اسی میں داخل ہے۔ لیکن اگر مشابہت و پیروی علم، عمل تقویٰ، طہارت، مجاہدہ، ریاضت میں ہو تو یہ محبوب ہے۔ (بذل)

حدیث ثانی: لباس میں کیونکہ اکثر مشابہت پائی جاتی تھی اس لیے اسے اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا۔

حدیث ثالث: الرجلة من النساء. راء کے فتحہ، جیم کے ضمہ، لام کے فتحہ کے ساتھ رَجُلَة معنی مردوں جیسی۔ تاء اس میں وصف ومبالغہ کے لیے ہے۔ (مرقاۃ) کہا تو صرف ایک جوتی کے متعلق گیا مگر اماں عائشہ صدیقہؓ نے کلی اصول بتا دیا کہ صرف جوتا کیا کسی بھی قسم کی مشابہت موجب لعنت ودھتکار ہے۔

(۳۰) بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾

آیت ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ (عورتیں اپنی چادریں لٹکا کر رکھیں)

(۳۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ فَأَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ مَعْرُوفًا وَقَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ سُورَةُ النُّورِ عَمِدْنَ إِلَى حُجُورٍ أَوْ حُجُوزٍ شَكَّ أَبُو كَامِلٍ فَشَقَقْنَهُنَّ فَاتَّخَذْنَهُ خُمُرًا.

"ابوکامل، ابوعوانہ، ابراہیم، صفیہ بنت شیبہ، عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے انصار کی خواتین کا تذکرہ فرمایا تو انکی تعریف بیان فرمائی اور ان کیلئے اچھی بات کہی اور فرمایا جب سورۂ نور کی آیت: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ﴾ نازل ہوئی یعنی اے نبی ایمان والی خواتین سے فرما دیجئے کہ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو تھامے رکھیں اور اپنا سنگھار نہ دکھلائیں مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے (یعنی چہرہ، ہاتھ، پاؤں) اور اپنے دوپٹے اپنے گریبان تک ڈالے رکھیں) تو انہوں نے پردوں کو یا تہبندوں (راوی کو شک ہے) کو چاک کر کے دوپٹے بنالئے۔"

(۳۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُؤُسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ.

"محمد بن عبید، محمد بن ثور، معمر، ابن خثیم، صفیہ، حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ ﴿يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ﴾ نازل ہوئی یعنی وہ خواتین اپنے اُوپر تھوڑی سی چادریں لٹکا لیں تو انصار کی خواتین اس طرح نکلتی تھیں جیسے کہ ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ کالے رنگ کے کپڑے سروں پر ڈال لیا کرتی تھیں۔"

تشریح: جلابیب یہ جلباب کی جمع ہے هي الملاء ة التي تشمل بها المرأة اي يرخين بعضها على الوجوه اذا خرجن لحاجتهن الاعينا واحدة. (جلالین) یعنی جلباب وہ چادر ہے جس میں عورت لپٹتی ہے یعنی اس کا ایک حصہ اور پلو چہرے پر لٹکاتی ہے جب اپنی کسی ضرورت کے لیے نکلتی ہے سوائے ایک آنکھ کے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ هو الذي يستر من فوق الى اسفل. وہ چادر جس سے اوپر سے نیچے تک عورت مستور ہو۔ کل ثوب تلبسه المرأة فوق ثيابها. ہر وہ کپڑا (چادر، برقعہ) جو عورت اپنے کپڑوں کے اوپر پہنے۔ هو ثوب اوسع من الخمار دون الرداء. (روح المعانی) جلباب وہ کپڑا ہے جو اوڑھنی

اور دوپٹہ سے وسیع اور رداء سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اسے ملاءة اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ عورت کو بھر دیتی ہے اور چھپا دیتی ہے کہ مکمل عورت مستور ہو جاتی ہے۔

یہ سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۹ کا حصہ ہے پوری آیت یہ ہے: **یا ایھا النبی قل لازاوجلث وبنتلث ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذللث ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔** ''اے نبیؐ اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے پلو اپنے اوپر لٹکا ئیں یہ زیادہ قریب ہے کہ ان کو پہچان لیا جائے سو انہیں اذیت نہ دی جائے (اور لونڈیوں سے واضح فرق ہو) اللہ تعالیٰ (سابقہ عمل کو) بخشنے رحم کرنے والے ہیں۔'' پردے کے متعلق یہ پہلی آیت ہے جس میں تمام عورتوں کے لیے حکم ہے کہ اپنے اوپر بڑی چادر اس طرح ڈال لیں کہ پردہ ہو جائے اور پتہ چلے کہ یہ آزاد اور باحیاء عورت جارہی ہے۔ اب اس کی بہترین صورت برقعہ ہے بشرطیکہ برقعہ خرقہ نہ ہو۔

حکم حجاب کا نزول: پردے کا وجوب ۵ھ میں نازل ہوا۔ (بذل) **یدنین** کی تفسیر سعید بن جبیرؒ نے کی ہے **یسدلن علیھن۔** وہ لٹکائیں اپنے اوپر جلباب کو۔ دراصل یہ کتاب اللباس ہے اور لباس سے مقصود اعظم اور اہم رکن ستر وحجاب ہے اس لیے اسے یہاں بیان فرما دیا۔

حدیث اول: **الی حجور او حجوز. قال الخطابیؒ الحجور لا معنی له ھھنا وانما ھی بالزاء.** (عون) دوسری روایت برمحل اور درست ہے حجور کا معنی یہاں نہیں بنتا۔ حجوز جمع ہے حجز کی اور حجز حجزة کی جمع ہے حذف تاء کے ساتھ اس طرح واضح ہوا کہ حجوز جمع الجمع ہے۔ **معقد الازار.** نطاق وازار باندھنے کی جگہ۔ جو بڑی چادر پٹکے اور کمر بند میں مستعمل تھی اس کے دو حصے کر کے ایک پہلے کی طرح استعمال ہوتا رہا اور ایک اوڑھنی بن گئی۔

(۳۱) بَابٌ فِیْ قَوْلِهٖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ

آیت کریمہ: ''اور دوپٹوں کو گریبانوں پر ڈالے رکھیں'' کے بارے میں

(۳۶۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ وَابْنُ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالُوْا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ قُرَّةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَعَافِرِيُّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ نِسَاءَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلَ لَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ شَقَقْنَ أَكْنَفَ قَالَ ابْنُ صَالِحٍ أَكْثَفَ مُرُوْطِهِنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا.

''احمد بن صالح، سلیمان، ابن السرح، احمد بن سعید، ابن وہب، قرہ، ابن شہاب، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان خواتین پر رحمت نازل فرمائے جنہوں نے سب سے شروع میں ہجرت کی تھی جب اللہ تعالیٰ قدوس نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ یعنی اپنے دوپٹوں کو اپنے گریبانوں پر لٹکا دیں تو انہوں نے اپنے پردوں کو چاک کر کے اپنے دوپٹے بنا لئے گویا اسی وقت تعمیل حکم کی۔ ابن صالح نے اکنف کے بجائے اکثف کہا ہے۔''

(۳۶۷) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ رَأَيْتُ فِيْ كِتَابِ خَالِيْ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِهٖ وَمَعْنَاهُ.

''ابن سرح نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ماموں کی کتاب میں بواسطہ عقیل، ابن شہاب اسی طرح روایت دیکھی ہے۔''

تشریح: یہ سورۃ النور کی آیت ۳۱ کا ٹکڑا ہے۔ مختصرا واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں مستورات کے گریبان کشادہ ہوتے تھے اور سر پر کپڑا ایسا پہنتی تھیں کہ اسے پیچھے لٹکا دیتیں جس سے سینے کھلے رہتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور دیگر احکام کے ساتھ بطور خاص حکم فرمایا کہ سینے پر کپڑا ڈالو یا تو گریبان ہی محتاط ہو یا پھر اوپر چادر، اوڑھنی وغیرہ ڈال لیں کہ ستر ہو کشف سینہ نہ ہو۔

حدیث ثانی: علی رؤوسهن الغربان. غربان غراب کی جمع ہے جیسے غلمان غلام کی جمع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی سیاہ چادر ڈالنے کی وجہ سے ان کے سر کوے جیسے سیاہ معلوم ہوتے۔

حدیث اول: شققن اكنف..... اكثف. اكنف كنف کی جمع ہے جس کا معنی ہے پردہ اور اکثف کثف وکثیف سے ہے بمعنی موٹا، دبیز۔ مروط یہ مرط کی جمع ہے بمعنی اونی چادر کبھی یہ ریشم ملاوٹی سے بھی ہوتی۔ یعنی مہاجرات نے اپنی موٹی چادروں کے ٹکڑے اور حصے کر کے دوپٹے بنا لیے اور پردے کا اہتمام شروع ہوا۔ پہلے باب میں انصار کی عورتوں کا اور اس میں مہاجرات کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوا اس کا اہتمام جملہ خواتین میں تھا اور بلا تخصیص سب عمل کرتی تھیں۔

حدیث ثانی: فی كتاب خالي. احمد بن عمرو بن سرح کہتے ہیں میں نے اپنے ماموں کے مکتوب اور لکھے ہوئے صحیفے میں دیکھا ان کے ماموں کا نام عبدالرحمٰن بن عبدالحمید بن سالم ہے۔ (عون، بذل)

چہرے کا پردہ: اس موضوع پر ابھی قریب ہی اخبارات میں کش مکش چلتی رہی اور بے حجابی کی نمرودی آگ کے الاؤ میں متعدد گرگٹ پھونکتے رہے اور ایک آدھ قطرہ چڑیا بھی بجھانے کو لاتی رہی۔ لیکن میں نہ مانوں کا علاج "ذق انك انت العزيز الكريم" کے سوا اپنی سمجھ میں تو نہیں آتا۔ بحث یہ تھی کہ چہرے کا پردہ ہے یا نہیں اور چہرہ کھلا رکھا ہے اور یہ حکم کیوں ملا؟ اس کا جواب قرآن کریم وحدیث اور ہر ذی فہم معتدل مسلمان کی طرف سے یہی ہے کہ فتنے کی وجہ سے کہ بے پردگی سے بے حیائی اور فحاشی عروج پکڑتی ہے، عزتیں تار تار ہوتی ہیں، نئی پود میں ہیجان پیدا ہوتا ہے.......... اس لیے پردہ ہونا چاہیے۔ پھر ذرا مزید غور کیجئے کہ اعضاء نسوانی میں سے ایک ایک عضو موجب شہوت ہے یا بعض؟ پھر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والا اور بھری آنکھوں کو فریفتہ کرنے والا جسم کا کونسا حصہ ہے؟ انصاف سے فرمائیے: جناب چہرہ۔ اس لیے کہ پورے جسم میں اشرف الاعضاء اور احسن الاعضاء یہی ہے (لانه معدن الحواس کیونکہ یہ حواس خمسہ کا محور ہے) اب نتیجہ واضح ہو گیا کہ پردے سے مقصود ہی فتنوں کی روک تھام ہے اور چہرہ ونظر اس کی جڑ ہے اس لیے چہرے کو پردہ میں ہونا چاہیے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ احناف کثر اللہ سوادھم کی تصریح یہی ہے کہ خوف فتنہ کی وجہ سے چہرہ ڈھکا رہے۔

دلیل: اسی ابوداؤد شریف جلد اول میں ہے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: قالت كان الركبان يمرّون بنا ونحن محرمات مع رسول اللهؐ فاذا حاذوا بنا، سدلت احدانا جلبابها من راسها علی وجهها فاذا جاوزونا كشفناه. (ابوداؤد ج اص)

کہ سوار ہمارے پاس گذرتے اس حال میں کہ ہم حالت احرام میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھیں سو جب وہ ہمارے برابر ہوتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنا کپڑا سر سے چہرے پر لٹکا دیتی پھر جب وہ ہم سے آگے گذر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتیں۔ یہ حدیث بالکل صریح ہے چہرے کے پردے میں اللہ تعالیٰ ہمیں حیاء وحجاب میں رکھے۔ اتنی بات ہے کہ کشف الوجہ عند الحاجۃ درست ہے اور یہ ضرورت کی وجہ سے ہے مطلقا اباحت کی وجہ سے نہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایک ہے کشف الوجہ فی الصلوٰۃ وہ درست ہے اور کشف الوجہ عند الاجانب یہ منع ہے اور کشف الوجہ عند الفتنہ اشد تر ہے اس لیے اگر کہیں کشف وجہ اور پردہ نہ ہونے کا ذکر ہے تو وہ نماز سے متعلق

ہے۔ ویدل اتفاق المسلمین علی منع النساء ان یخرجن سافرات الوجوہ لا سیما عند کثرۃ الفساق. (عون)

چہرے کے پردے کے متعلق مزید بحث و دلائل: احادیث کی روشنی میں یہاں سب سے پہلے وہ احادیث مبارکہ ذکر کی جاتی ہیں، جن سے ہمیں معلوم ہوگا کہ صحابیات کس قدر پردہ کا اہتمام کرتی تھیں اور پردہ کے معاملے میں ان کے ہاں کوئی لاپرواہی اور کوتاہی نہ تھی، وہ ہر عام وخاص اور اجنبی آدمی سے حتیٰ کہ حضور اقدس ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں اور اس میں اس قدر اہتمام ہوتا کہ تمام بدن مع چہرہ کے چھپاتی تھیں۔

صحابیات کا حضور ﷺ سے پردہ: احکاب حجاب کے نزول کے بعد صحابیات پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں، حتیٰ کہ حضور ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھین اور بے حجاب آپ ﷺ کے سامنے بھی نہیں آتی تھیں۔ کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا یا کوئی چیز دینی لینی ہوتی تب بھی پردہ کے پیچھے ہی سے بات کرتی تھیں، چنانچہ ایک طویل حدیث کے ذیل میں حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

"عن عائشۃؓ نھی اللہ عنھا قالت او مأت امراء ۃ من وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ ﷺ فقبض النبی ﷺ یدہ فقال ما ادری ابد رجل ام ید امرأۃ؟ قالت بل ید امرأۃ. قال: لو کنت امرأۃ لغیّریت اظفارك یعنی بالحناء." (ابوداؤد کتاب الترجل ص:۵۷۴، ج:۲)

"ایک عورت کے ہاتھ میں پرچہ تھا اس نے پرچہ دینے کے لیے پردہ کے پیچھے آنحضرت ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ نہ معلوم مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس نے کہا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ناخنوں پر مہندی لگاتیں۔"

فائدہ: یہ حدیث واضح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ صحابیات آنحضرت ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں، اس لیے اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ اگر بے پردہ سامنے آنے کی اجازت ہوتی تو پردہ کی کیا ضرورت تھی، نیز اگر پردہ جو اس عورت نے کیا ہوا تھا شریعت کے خلاف ہوتا تو حضور ﷺ اسے ضرور ٹوکتے کہ اس کی حرکت آگے چل کر بڑی گمراہی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

ازواج مطہرات کا صحابہ کرام سے پردہ: حضرات صحابیاتؓ پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں، حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں، اس طرح ازواج مطہرات بھی باوجود اس کے کہ وہ قرآنی حکم کے مطابق امت کی مائیں ہیں اور وہ امت کے ہر ہر فرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہیں۔ تمام صحابہ کرامؓ سے پردہ کرتیں تھیں، چنانچہ واقعہ افک کی تفصیلی حدیث میں حضرت عائشہ کا بیان ہے:

"میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نزول حجاب کے بعد غزوۂ تبوک میں شریک ہوئی جب انہوں نے اونٹ کھڑا کیا اور اس کو لے کر چلے گئے تب میں لشکر گاہ واپس پہنچی، وہاں اس وقت نہ کوئی آواز لگانے والا باقی تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، سب لوگ لشکر کے ساتھ جا چکے تھے، میں نے اپنی چادر اوڑھ لی اور اسی جگہ لیٹ گئی، تھوڑی دیر بعد وہاں سے صفوان بن معطل گزرے، وہ اپنی کسی ضرورت کی بنا پر لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے اور انہوں نے رات عام لوگوں کے ساتھ گذاری تھی، انہوں نے میرا ہیولہ دیکھا تو پہچان گئے، انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا، انہوں نے زور سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، میں ان کی آواز سن کر جاگ گئی اور فوراً چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ (صحیح مسلم، ج:۲، ص:۳۶۴)

فائدہ: اس حدیث سے ازواج مطہرات کا پردہ کرنا کئی طرح سے ثابت ہے اول تو اس واقعہ میں جو سبب حضرت عائشہؓ کے جنگل میں

رہ جانے کا پیش آیا تھا وہ یہی تھا کہ ازواج مطہرات کا پردہ صرف برقع یا چادر ہی کا نہیں تھا، بلکہ سفر میں بھی اپنے ہودج (کجاوہ) میں رہتی تھیں یہ ہودج بڑا ہوتا تھا جو پورا کا پورا اونٹ کے اوپر رکھ دیا جاتا اور اس طرح اتار دیا جاتا، ہودج مسافر کے مکان کی طرح ہوتا ہے۔ جب قافلہ چلنے لگا تو حسب عادت خادموں نے ہودج کو یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا کہ ام المؤمنین اس کے اندر موجود ہیں، حالانکہ وہ اس کے اندر موجود نہیں تھیں، بلکہ طبعی ضرورت کے لیے باہر گئی ہوئی تھیں، اس مغالطہ میں قافلہ روانہ ہو گیا اور ام المؤمنین جنگل میں تنہا رہ گئیں، خدام اندر جھانک کر اس لیے نہیں دیکھ سکتے تھے کہ نزول حجاب کے بعد ایسا کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

یہ واقعہ اس بات کا بھی شاہد ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عورتیں بالعموم اپنے گھر میں رہا کرتی تھیں اور خود سفر میں بھی ہودج کا اہتمام کرتی تھیں۔ جو عارضی طور پر چار دیواری کا کام دیتا تھا پھر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ضرورت سے فارغ ہو کر جنگل سے واپس آ کر جب میں نے دیکھا کہ قافلہ چلا گیا تو بیٹھ گئی، یہ سوچ کر کہ جب حضور ﷺ کو پتہ چلے گا تو میری تلاش میں واپس تشریف لائیں گے، نیند کا غلبہ ایسا ہوا کہ وہیں سو گئیں، صبح کو صفوان بن معطلؓ وہاں سے گزرے تو دور سے کسی کو پڑا دیکھ کر ادھر آئے تو وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے، کیونکہ حجاب کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے، مجھے پہچان کر انہوں نے "انا للہ وانا الیہ راجعون. پڑھا تو ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانک لیا۔

اب اس حدیث میں حضرت عائشہؓ کا یہ فرمانا کہ انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا۔ خود بتا رہا ہے کہ نزول حجاب کے بعد کسی بھی غیر آدمی کے لیے ام المؤمنین کو دیکھنا جائز نہ رہا تھا۔ پھر یہاں بھی حضرت عائشہؓ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر فوراً ہی چادر سے منہ کو چھپا لیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ آپ پردہ کا بہت اہتمام کرتی تھیں اور یہ کہ پردہ میں خود چہرہ چھپانا بھی لازمی ہے، ورنہ حضرت عائشہؓ محض چادر اوڑھ لینے پر اکتفاء کر لیتیں۔

ازواج مطہرات کے مسلمانوں کی ماں ہونے کے باوجود امت سے پردہ کا اہتمام حضرت صفیہؓ کے نکاح کے واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہؓ نے آپ کے ساتھ شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا، ولیمہ میں گوشت روٹی نہیں تھی، بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھیں، آنحضرت ﷺ نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، جس پر کھجوریں، پنیر اور گھی لا کر رکھ دیا گیا، بعد میں لوگوں کو بلایا گیا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی۔ (پورے لشکر میں سے جن کو علم نہ ہوا تھا وہ) لوگ اس تردد میں رہے کہ حضرت صفیہؓ سے آنحضرت ﷺ نے نکاح فرما لیا، یا باندی بنا لیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے جب کوچ فرمایا تو اپنی سواری پر ان کے لیے پیچھے جگہ بنائی اور ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اس سے سب سمجھ گئے (کہ وہ ام المؤمنین ہیں) (صحیح بخاری: ۲ص: ۵۷۷)

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ بات عام و معروف تھی کہ آزاد عورت کے لیے پردہ کرنا لازم ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ کو پردہ میں رکھا تو وہ بیوی ہوں گی ورنہ باندی، اور جب ان پر پردہ گرایا گیا تو سمجھ گئے کہ یہ بیوی ہیں، اگر اس وقت تک پردہ کا عام رواج نہ ہو چکا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ کے دلوں میں یہ سوال پیدا نہ ہوتا۔

بیعت کے وقت پردہ کا اہتمام: خود حضور پاک ﷺ بھی نامحرم عورتوں سے پردہ کے احکام کا لحاظ کرتے تھے، آپ ﷺ جس طرح مردوں سے بیعت لیا کرتے تھے، اسی طرح عورتیں بھی آپ ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں، مردوں کو آپ ﷺ ہاتھ میں

ہاتھ لے کر بیعت فرمایا کرتے تھے، مگر عورتوں کو پردے کے پیچھے سے بغیر ہاتھ میں ہاتھ لیے بیعت فرماتے تھے، کیونکہ غیر محرم کو جس طرح دیکھنا ناجائز ہے اسی طرح مصافحہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے: ''عن امیمة بنت رقیقة انها قالت اتیت رسول اللہ ﷺ فی نسوة بایعنه علی الاسلام، فقلن له یا رسول الله ﷺ! نبایعك علی ان لا نشرك بالله شیئا ولا نسرق، ولا نزنی ولا نقتل اولادنا، ولاناتی ببهتان نفتریه بین ایدینا، وارجلنا، ولا نعصیك فی معروف. قال رسول الله ﷺ فیما استطعتن واطقتن قال: فقلن: الله ورسوله ارحم بنا من انفسنا، هلم نبایعك یا رسول الله! فقال رسول الله ﷺ انی لا اصافح النساء، انما قولی لمائة امرأة كقولی لامرأة واحدة او مثل قولی لامرأة واحدة. (موطا امام مالك، ص ۷۳۱، باب ماجاء فی البیعة)

''حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور چند دیگر عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئیں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ سے ان شرطوں پر بیعت ہوتی ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی اور نہ چوری کریں گے اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لائیں گی، جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیاں ڈالیں (اور اپنے شوہر کی اولاد بتائیں) اور نیک کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی، یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا اور کہہ دو کہ ہم اپنی طاقت کے مطابق پورا عمل کریں گی، یہ سن کر عورتوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں، جتنا ہم اپنے نفسوں پر رحم کرتی ہیں، اس کے بعد ان عورتوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! زبانی اقرار تو ہم نے کرلیا ہے لائیے (ہاتھ میں ہاتھ دے کر بھی) آپ ﷺ سے بیعت کرلیں، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، جو میں نے زبان سے کہہ دیا سب کے لیے لازم ہوگیا اور الگ الگ بیعت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ سب عورتوں سے بھی میرا وہی کہنا ہے جو ایک عورت سے کہنا ہے۔''

مصیبت کے وقت بھی پردہ لازم ہے: ''عن قیس بن شماس قال: جاء ت امرأة الی النبی ﷺ یقال لها ام خلاد وهی متنقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول، فقال لها بعض اصحاب النبی ﷺ جئت تسالین عن ابنك وانت متنقبة، فقال ان ارزأ ابنی فلن ارزحیاتی، فقال رسول الله ﷺ ابنك له اجر شهیدین قالت ولم ذاك یا رسول الله! قال: لانه قتله اهل الكتاب.''(ابوداؤد ج ۱، ص: ۳۳۷)

''حضرت قیاس بن شماس کا بیان ہے کہ ایک صحابیہ جسے ام خلاد کہا جاتا تھا، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئیں، ان کا بیٹا کسی غزوہ میں شہید ہوگیا تھا، وہ جب آئیں تو اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھیں، ان کا یہ حال دیکھ کر کسی صحابی نے کہا تم اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئی ہو اور نقاب ڈالے ہوئے ہو، حضرت ام خلاد نے جواب دیا اگر میں بیٹے کی وجہ سے مصیبت زدہ ہوں تو اپنی شرم وحیاء کھو کر ہرگز مصیبت زدہ نہ بنوں گی، حضرت ام خلادؓ کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے جواب دیا کہ تمہارے بیٹے کے لیے دو شہیدوں کا ثواب ہے، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لیے کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔''

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ حضرت ام خلادؓ نے موقع پر موجود تمام لوگوں سے جن میں حضور ﷺ بھی شامل تھے، نقاب ڈال کر پردہ کیا، وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابیات میں حیاء کا کس قدر بلند معیار پیدا ہو چکا تھا کہ اس خاتون نے کسی بھی

عورت کے لیے دنیاوی اعتبار سے سب سے بڑے صدمہ کے موقع پر بھی احکام شرع کی پوری پوری پاسداری فرمائی اور جب ایک آدمی نے دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر بیٹے کے جاتے رہنے کا صدمہ پڑا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میری حیاء بھی جاتی رہی، گویا حیاء جانے کی مصیبت بیٹے کے مرنے کی مصیبت سے کم نہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پردہ کا حکم ہر حال میں لازم ہے، رنج ہو یا خوشی کسی صورت میں بھی نامحرم مرد کے سامنے آنا جائز نہیں۔ بعض لوگ جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رنج وغم اور مصیبت یا شادی، بیاہ اور خوشی کے وقت انسان احکام شریعت سے مستثنیٰ ہوتا ہے، بڑی جہالت ہے۔ اب بعض عورتوں کا جنازہ کے وقت بے پردہ گھر سے دروازوں پر نکل آنا، بلکہ بسا اوقات قبرستان تک جانا، یا شادی بیاہ کے وقت پردہ کا اہتمام نہ کرنا یا سفر میں پورے طور پر پردہ نہ کرنا، سب ناجائز کام ہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ شریعت میں چہرے کا پردہ بھی لازم ہے، کیونکہ اس عورت نے چہرے پر نقاب ڈال رکھی تھی امید ہے کہ اب بات واضح ہو چکی ہوگی اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.

(۳۲) بَابٌ فِيْمَا تُبْدِي الْمَرْأَةُ مِنْ زِيْنَتِهَا

عورت کونسا سنگھار ظاہر کر سکتی ہے؟

(۳۶۸) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ كَعْبٍ نِ الْأَنْطَاكِيُّ وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خَالِدٍ قَالَ يَعْقُوْبُ ابْنُ دُرَيْكٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِيْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَأَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ يَا أَسْمَاءُ إِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ تَصْلُحْ أَنْ يُرٰى مِنْهَا إِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَأَشَارَ إِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ هٰذَا مُرْسَلٌ خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ.

''یعقوب، مؤمل، ولید، سعید، قتادہ، خالد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور ان کے جسم پر باریک کپڑے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے چہرۂ مبارک پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء جب عورت کو حیض آنے لگے تو یہ بات صحیح نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ اس کے علاوہ نظر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلی کی طرف اشارہ فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور خالد بن دریک نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ عورت کو وجہ اور کفین کے علاوہ باقی جسم تو ظاہر کرنے کی اجازت ہی نہیں پھر گھر میں تو یہ کھلے رکھ سکتے ہیں جب غیر محارم و اجانب موجود نہ ہوں اگر گھر سے باہر ہوں یا گھر ہی میں اجانب ہوں تو پھر چہرہ ڈھانپنا چاہیے کیونکہ یہ واقعہ گھر کا ہے اس لیے داخل دار میں وجہ کھولنا درست ہے گھر سے باہر نہیں۔ تبدی باب افعال سے فعل مضارع معروف واحدہ مؤنثہ غائبہ کا صیغہ ہے اس کا مجرد بدا یبدو ہے یہ ناقص ہے ابداء مصدر کی وجہ سے مہموز نہ سمجھا جائے۔

حدیث اول: **علیھا ثیاب رقاق.** آپ ﷺ نے ان کے ہلکے اور باریک کپڑوں کی وجہ سے چہرۂ انور پھیر لیا پھر تنبیہ فرمائی کہ بلوغ کے بعد ایسا کپڑا پہننا جس سے جسم نمایاں ہو درست نہیں۔ یہ سیدہ عائشہؓ کی بہن آپ ﷺ کی سالی ہیں اس سے واضح ہوا کہ

سالی سے بھی پردہ ہے۔ باریک لباس کے ذکر کے ساتھ چست دبیز بھی اسی حکم میں رہے گا کہ اس میں بھی اعضاء کی جھلک اور عکاسی ہوتی ہے اس لیے دبیز و کشادہ باحیاء و باحجاب لباس ہونا چاہیے جس میں مکمل ستر ہو۔ اذا بلغت المحیض. یہ حکم بلوغ سے لاگو ہوتا ہے کہ اب احکام کے مکلف ہوئے اور پردہ کرنا چاہیے کہ بچپن میں مکلف نہ تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اگر بلوغ کی عمر تک بالکل باریک آزادانہ غیر ساتر لباس پہناتے رہے تو آج ایک ہی دن میں یکسر عادت وحالت بدلنا دشوار ہوگی بسا اوقات بچی کہہ بھی دیتی ہے کہ امی پہلے والے کپڑے مجھے اچھے لگتے تھے یہ سن کر شفیقہ ماں الجھن میں پڑ جاتی ہے۔ اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ جیسے بچی ہوش سنبھالتی جائے اس کے لباس میں تغیر ہوتا رہے اور سیانی ہو تو اسے باور کرایا جائے کہ یہ لباس ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند تھا۔ واللہ اعلم

(۳۴) بَابٌ فِي الْعَبْدِ يَنْظُرُ إِلَى شَعْرِ مَوْلَاتِهِ

غلام کا اپنی مالکہ کا سر کھلا ہوا دیکھنے کا بیان

(۳۶۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ مَوْهَبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ اسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي الْحِجَامَةِ فَأَمَرَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجُمَهَا قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ.

''قتیبہ، یزید، لیث، ابن زبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے سینگی لگانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے ابوطیبہ کو حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سینگی لگانے کا حکم فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابوطیبہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے یا ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے۔''

(۳۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا أَبُو جُمَيْعٍ سَالِمُ بْنُ دِينَارٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ بِعَبْدٍ كَانَ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا قَالَ وَعَلَى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رِجْلَيْهَا وَإِذَا غَطَّتْ بِهِ رِجْلَيْهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ مَا تَلْقَى قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكِ بَأْسٌ إِنَّمَا هُوَ أَبُوكِ وَغُلَامُكِ.

''محمد بن عیسیٰ، ابوجمیع، ثابت، انسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ فاطمہؓ کے پاس ایک غلام لے کر تشریف لائے جو انہیں ہبہ کیا تھا۔ اس وقت فاطمہؓ ایک کپڑا پہنے ہوئے تھیں جب وہ اس کپڑے سے سر چھپاتیں تو وہ کپڑا ٹانگوں تک (پورا) نہ ہوتا اور جب ٹانگوں کو چھپاتیں تو وہ کپڑا سر تک نہ پہنچ پاتا۔ نبیؐ نے فاطمہ کو اس مشکل میں دیکھا تو فرمایا (اگر تمہارا سر یا تمہارے پاؤں کھلے رہ جائیں تو) اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ تمہارے والد ہیں یا تمہارا غلام ہے۔''

تشریح: حدیث اول: فامر اباطیبة. ابوطیبہ کا نام کہا گیا ہے کہ دینار، مغیرہ یا نافع یا میسرہ تھا یہ بنوحارثہ کے غلام تھے۔ (بذل وعون) کان اخاها من الرضاعة. اس میں تصریح کی وجہ یہ ہے کہ فصد و پچھنے بسا اوقات پنڈلی یا سر پر لگائے جاتے ہیں جس میں پچھنے لگانے والے کی نظر اعضاء مستورہ اور بالوں پر پڑتی ہے حالانکہ اجنبی کو یہ دیکھنا جائز نہیں تو اس کا جواب دیا کہ یا تو یہ رضاعی بھائی تھے جو محرم ہوتا ہے یا پھر بالغ و مکلّف ہی نہ تھے۔

حدیث کی باب سے مناسبت: باب کے متعلق اصل حدیث بعد والی ہے یہ بطور تمہید کے لائے ہیں بعض شراح نے مناسبت کے

لیے لمبی چوڑی تقریر تحریر کی ہے، ان کی کاوش عند اللہ ضائع نہ ہوگی لیکن جب صراحۃً مناسبت نہیں تو بے جا تکلف کی کیا حاجت؟ بس یہ کہنا کافی ہے کہ یہ حدیث مصنفؒ استطراداً وتقریباً للمرام کے لائے ہیں جیسا کہ مکی سورتوں میں مدنی آیات اور اس کے برعکس قرآن کریم میں موجود ہیں۔

حدیث ثانی: ليس عليك بأس. سیدہ فاطمہؓ پردہ کرنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر کپڑا ساتھ نہیں دے رہا تھا کہ چھوٹا تھا آپ ﷺ نے اس کیفیت کو دیکھ کر تسلی دی کہ بیٹا ٹھیک ہے جتنا کپڑا ہے اتنا پہن لو گھر میں تیرے والد اور صرف ایک غلام ہیں۔ کیونکہ وہ بساط بھر کوشش کر چکی تھیں اب مزید تکلیف مالا یطاق ہوتا اس لیے دلجوئی فرمادی۔

غلام سے پردہ ہے یا نہیں؟: اس پر تفصیلی کلام کتاب العتق کے پہلے باب میں گذر چکا ہے۔ وہاں ام سلمہؓ کی حدیث **فلتحتجب منه** گذری ہے جسے امام نسائیؒ کے علاوہ دیگر جملہ اصحابہ صحاح نے نقل کیا ہے سیدہ عائشہؓ، ابن میسبؒ اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ غلام مثل محارم کے ہے اس سے پردہ نہیں۔ **ولكن ذهب الجمهور الى ان المملوك كالا جنبى بدليل صحة تزوجها اياه بعد العتق.** بعض حضرات نے سورۃ النور کی آیت ۵۸ سے استدلال کیا ہے اور اس کے ٹکڑے **طوّافون عليكم بعضكم.** کے تحت قاضی بیضاویؒ نے کلام واستدلال کیا ہے۔ محل استدلال **الذين ملكت ايمانكم والذين لم يبلغوا الحلم.** ہے کہ غلام اور نابالغ بچوں کو ایک حکم میں شمار کیا گیا ہے جب نابالغ سے پردہ نہیں تو اس کے ساتھ مذکور مملوک سے بھی پردہ نہیں۔ جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مملوک سے یہاں کنیز مراد ہے غلام مراد ہی نہیں۔ **واجاب الجمهور عن الآية ..... لا تغرّنكم آية النور فالمراد به الاماء.** (ابن میسب، عون ومدارک)

حدیث باب کا جواب: ابو حامد شافعیؒ نے اس کا بہترین جواب دیا ہے کہ یہ نابالغ تھا اس کی دلیل لفظ غلامک ہے عبدک نہ فرمانا دلیل ہے کہ یہ بالغ نہ تھا۔ مزید براں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بحالت مجبوری تھا کہ حجاب کامل کے لیے کپڑا نہ تھا سیدہ فاطمہؓ کا عمل بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ غلام سے پردہ ہے ورنہ وہ اہتمام وکوشش ہی نہ کرتیں۔

فائدہ: اسی طرح کتاب العتق کی جس حدیث کا حوالہ دیا گیا اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ پردے کا حکم بدل کتابت پر قدرت پانے کے بعد دیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اب مزید اہتمام کا حکم ہے نفس حجاب کا نہیں۔ کمامر

(۳۴) بَابٌ فِي قَوْلِهِ: ﴿غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ﴾

ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ کے بارے میں

(۳۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَوْرٍ عَنِ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثٌ فَكَانُوا يَعُدُّونَهُ مِنْ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ وَهُوَ يَنْعَتُ امْرَأَةً فَقَالَ إِنَّهَا إِذَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَتْ بِأَرْبَعٍ وَإِذَا أَدْبَرَتْ أَدْبَرَتْ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَرَى هٰذَا يَعْلَمُ مَا هَاهُنَا لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ هٰذَا فَحَجَبُوهُ.

''محمد بن عبید، محمد بن ثور، معمر، زہری، ہشام، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

میں سے ایک کی خدمت میں ایک ہیجڑا آتا تھا وہ اس کو ﴿غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ﴾ میں سے سمجھتی تھیں۔ ایک دن نبی ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اس وقت وہ ہیجڑا بھی بیٹھا ہوا تھا اور ایک عورت کی تعریف وتوصیف بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ جب وہ عورت سامنے آتی ہے تو (موٹاپے کی وجہ) اس عورت کے پیٹ پر چار چار سلوٹیں ظاہر ہوتی ہیں اور جب وہ عورت پشت موڑ کر جاتی ہے تو آٹھ سلوٹیں نظر آتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا خیال ہے کہ یہ بھی خواتین کی باتوں سے واقف ہے اب یہ تم لوگوں کے پاس نہ آیا کرے اس وقت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس سے پردہ کرنا شروع کر دیا۔''

(۳۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ زَادَ وَأَخْرَجَهُ فَكَانَ بِالْبَيْدَاءِ يَدْخُلُ كُلَّ جُمُعَةٍ يَسْتَطْعِمُ.

''محمد بن داوٗد' عبدالرزاق' معمر' زہری' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث روایت ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس ہیجڑے کو (میدان) بیداء کی طرف نکلوا دیا اور وہ ہر جمعہ کو کھانا مانگنے کے لئے شہر میں آتا تھا۔''

(۳۷۳) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ إِذَنْ يَمُوْتُ مِنَ الْجُوْعِ فَأَذِنَ لَهُ أَنْ يَدْخُلَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ فَيَسْأَلُ ثُمَّ يَرْجِعُ.

''محمود بن خالد' عمر' حضرت امام اوزاعی سے یہی حدیث روایت ہے اس میں اس طرح ہے کہ (جب آپ ﷺ نے اس ہیجڑے کو شہر بدر کرا دیا) تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بھوکا مر جائے گا تو آپ ﷺ نے اس کو ایک ہفتے میں دو مرتبہ میں شہر میں داخل ہونے کی اجازت عطا فرمائی تا کہ وہ بھیک مانگ کر شہر سے چلا جایا کرے۔''

تشریح: اُربۃ واُرب کا معنی ہے حاجت، شہوت۔ غیر اولی الاربة سے مراد وہ ہیں جن میں شہوت کا شائبہ نہ رہا ہو یعنی بڑھاپے، عنین، مخنث ہونے کی وجہ سے۔ یہ سورۃ النور کی آیت ۳۱ کا حصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح باپ، بیٹے، شوہر کے سامنے اظہار زینت درست ہے اسی طرح جو شہوت کے قابل نہیں ہیں ان کے سامنے بھی زیب وزینت ظاہر کرنا منع نہیں بشرطیکہ ان سے فتنہ کا خوف نہ ہو اگر خود نہ سہی تو کسی کے لیے یہ دلالی کریں جیسے مخنث خناس ہوتے ہیں بعض بوڑھے بھی پر فریب ہوتے ہیں پھر احتیاط کریں احادیث میں یہ موجود ہے۔

حدیث اول، مخنث کی توضیح: مخنث۔ یہ خنث مثل فرح سے اسم مفعول کا صیغہ ہے نون پر فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، نون کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل بھی پڑھا جاتا ہے اس کا معنی ہے گراوٹ، نرمی، ڈھیلا پن۔ هو الذى يتشبه بالنساء فى اخلاقه وكلامه وحركاته وسكناته وتارة يكون هذا خلقة ولا ذمّ له ولا اثم عليه وتارة يكون تصنعا من الفسقة. (بذل وعون) وہ جو چال احوال واقوال میں عورتوں کے مشابہہ ہو کبھی یہ خلقۃً اور پیدائشی ہوتا ہے جس پر کوئی ملامت وگناہ نہیں اور کبھی یہ تصنع اور بناوٹ ہوتا ہے اس ثانی پر تشبہ بالنساء اور فسق کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ فالغالب من حاله انه لا أرب له فى النساء. (عون) عموما یہ ہوتا تھا کہ خنثی قابل شہوت نہ ہوتا اور یہی سمجھ کر ازواج مطہرات اسے داخل ہونے سے منع نہ کرتیں پھر اس کی باتوں اور نسوانی تذکروں میں دلچسپی سے معلوم ہوا کہ یہ غیر اولى الاربة میں سے نہیں پھر منع کر دیا گیا اور اسی میں سلامتی ہے۔ وهو عند بعض نسائه. كتاب الاداب باب فى حكم المخنثين. میں یہ روایت اس تصریح کے ساتھ ہے کہ یہ ام سلمہؓ کے پاس تھا اور

ان کے بھائی عبداللہؓ سے بیان کررہا تھا کہ اگر تم طائف فتح کرلو تو تجھے میں بادیہ بنت غیلان ثقفی کا حال بتلاؤں............

اقبلت باربع......... **بثمان.** اس سے مراد پیٹ اور پہلو کی سلوٹیں ہیں جو بھاری جسم کی وجہ سے ہو جاتی ہیں چار سامنے پیٹ کے آتے ہوئے اور چار پہلو کے پیچھے جاتے ہوئے دو اس طرف اور دو اس طرف............ کیونکہ عرب فربہ عورت میں زیادہ رغبت رکھتے تھے اس لیے یہ ان کے نزدیک عمدگی کا سبب تھا (خواہ قیام وقعود بھی دشوار ہو) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا **اخرجواهم من بيوتكن.** انہیں اپنے گھروں سے نکال دو پھر یہ بھی ہے کہ اپنے معاشرے سے الگ رکھو چنانچہ اسے مدینہ سے باہر بیداء کی طرف نکال دیا گیا۔

حدیث ثالث: فكان يدخل بالبيداء (بالمد القفر) بیداء مثل صحراء کے مد کے ساتھ ہے بمعنی ویرانہ، خالی جگہ۔ یہ بادی بید باب ضرب اجوف یائی سے ہے بمعنی ہلاک ہونا، غروب ہونا۔ **كانها تبيد سالكها اى تكاد تهلكه.** (عون) قریب ہے کہ اس میں چلنے والے کو ہلاک کردے۔ **يدخل كل جمعة يستطعم.** آبادی سے دور رہنے کی وجہ سے اسے اشیاء خورد ونوش کی حاجت پیش آئی تو ہفتے میں ایک دفعہ اپنی ضروریات کے لیے آنے کی اجازت دے دی۔ اس مخنث کا ''ھیت'' ذکر کیا جاتا ہے اور یہی مشہور ہے، ماتع یا ھنذ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فاختہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ کا غلام تھا۔ یہ اوچھے کام کیا کرتا تھا بذل میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ماتع، وھب، ھیت یہ تین مخنث تھے۔

مخنث کو نکالنے کی وجوہ: (۱) پہلے خیال یہ تھا یہ **غير اولى الاربة** میں سے ہے لیکن اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ **اولى الاربة** صاحب شہوت ہے اس لیے اخراج کا حکم دیا۔ (۲) وہ مستورات کے اوصاف وکیفیات اجانب مردوں کے سامنے بیان کرتا تھا جو فتنے کی جڑ ہے۔ (۳) کہ وہ عورتوں کے اعضاء مستورہ اور ہیئت پر نگاہ رکھتا تھا اور احساس وادراک بھی جیسے اس کے بیان سے واضح ہے کہ اس نے عورت کی چال ڈھال سے کیا نتیجہ اخذ کیا اور کیسے بیان کیا۔ (۴) مولانا محمد یحییٰ نور اللہ مرقدہٗ نے مزید یہ بھی کہا ہے کہ عورتیں اسے سادہ اور غیر مضر سمجھتیں اور اس سے احتراز نہ کرتیں کہ یہ تو بے سُد ہے تو یہ فساد کا سبب ہوتا چنانچہ اب بھی بعض عورتیں ایسے بالغ لڑکوں کو داخل ہونے سے نہیں روکتیں کہ یہ تو بے رغبت ہے بھولا بھالا ہے۔ (دھیاں ورگا پتر) جب وہ گل کھلاتا ہے تو پھر ندامت سے ہاتھ ملتی ہیں۔ اب کیا ہوت؟ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت سارا۔

فائدہ: موجودہ دور میں فحش گفتگو اور دیگر آلات کی وباء نے بچوں میں کئی شعور اپنی موزوں عمر سے پہلے ابھار دیئے ہیں اس لیے احتیاط یہ ہے کہ سیانے بچوں کو بالغ ومراہق ہونے سے پہلے ہی داخل ہونے سے منع کردیں تاکہ کسی قسم کی رسوائی کا سبب نہ بن سکے۔ ہر وہ بچہ جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات سب کے سامنے کی نہیں پوشیدہ کہنے کی کوشش کرتا ہے اور بلا سبب عورتوں اور سیانی بچیوں کے پاس آمد ورفت اور بات چیت کے بہانے تلاش کرتا ہے اس سے احتراز کیا جائے ایسے بچے کو بھیجنے کے بجائے خود گھر جا کر چیز لا دیجئے یا سودا پہنچا دیجئے۔

حدیث رابع: اذا يموت اى اذا اخرجته من المدينة يموت من الجوع. جب آپ ﷺ نے اسے مدینہ سے باہر نکال دیا تو یہ بھوک سے مر جائے گا۔ **فيسأل اى يسال الناس شيئا ثم يرجع الى البيداء.** (عون) اس سے معلوم ہوا ان سے تعاون کریں مگر معاشرے سے دور رکھیں۔

(۳۵) بَابٌ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾

ارشادِ ربانی: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ کے بارے میں

(۳۷۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ الْآيَةَ فَنُسِخَ وَاسْتَثْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا الْآيَةَ.

''احمد بن محمد' علی بن حسین' ان کے والد' یزید نحوی' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ (یعنی مؤمن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں الخ کا حکم منسوخ ہوا اور اس سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہوگئیں جو گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں اور جنہیں نکاح کی طلب نہیں ہوتی۔''

(۳۷۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي نَبْهَانُ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ مَيْمُونَةُ فَأَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ وَذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَيْسَ أَعْمٰى لَا يُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ.

''محمد بن علاء' ابن مبارک' یونس' زہری' نبہان' حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر تھی اور آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت میمونہؓ بھی موجود تھیں کہ اسی دوران حضرت عبداللہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور یہ واقعہ پردے سے متعلق آیت نازل ہونے کے بعد کا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں اس سے پردہ کرو۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہماری شناخت کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔''

(۳۷۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمَيْمُونِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَمَتَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلٰى عَوْرَتِهَا.

''محمد بن عبداللہ' ولید' اوزاعی' حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کردے تو پھر اپنی باندی کا ستر نہ دیکھے۔''

(۳۷۷) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارِ نِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ فَلَا يَنْظُرْ إِلٰى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَصَوَابُهُ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ وَهِمَ فِيهِ وَكِيعٌ.

''زہیر بن حرب' وکیع' داؤد بن سوار' حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح غلام یا خادم سے کردے تو پھر اس

کے ستر کو نہ دیکھے ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اُوپر تک۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں صحیح نام سوار بن داؤد ہے اور وکیع سے اس میں خطا ہوئی ہے۔"

تشریح: یہ باب بھی حیاء وحجاب کے متعلق ایک آیت سے قائم کیا گیا ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ پردہ کیجئے اور ہر وہ عمل اور لباس وطریقہ اپنایئے جس سے آپ کی عزت وآبرو اور وقار ومعیار میں اضافہ ہو اور اللہ راضی ہو۔

یغضضن. یہ خبر بمعنی امر ہے کہ حیاء وعفت کا مقتضا یہی ہے کہ آنکھیں جھکائے رکھیں۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا تو بکری، بلی، لومڑی کا وتیرہ ہے۔ **ومن ابصارھن**. یہ من تبعیضیہ ہے کہ بعض مردوں (اجانب) سے نظر جھکائیں محارم کے لیے یہ حکم نہیں۔

حدیث اول: **واستثنی من ذلک القواعد من النساء**. حبر امت مفسر قرآن حضرت ابن عباسؓ نے اسمیں دو آیتوں کے حکم کے متعلق وضاحت فرمائی ہے کہ سورۃ النور کی آیت ۳۱ میں علی الاطلاق جملہ مؤمن مستورات کو خطاب ہے کہ اپنی شرمیلی نظر نیچے رکھیں یہ حکم بلا تخصیص سب کے لیے ہے۔ پھر آیت ۶۰ میں ان عورتوں کے لیے کچھ تخفیف واستثناء مذکور ہے کہ جو عورتیں کبر سنی کی وجہ سے طمع نکاح، شہوت، حیض اور سلسلۂ ولادت سے گذر چکی ہیں اور بالکل بڑھاپے کو پہنچ گئیں تو ان کے لیے یہ تخفیف ہے کہ تین کپڑوں سے زائد بڑی چادر وغیرہ اتار سکتی ہیں بشرطیکہ اس سے ان کا مقصد زینت کا اظہار (اور حیات رفتہ کی یاد) نہ ہو (یا شباب رفتہ کی یاد نہ ہو) اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ بوڑھی عورتوں کے لیے کچھ تخفیف ہے لیکن بالکل ہی ننگے سر اور بے محابا مردوں میں آنا جانا نامناسب ہوگا کہ شیطان وشر کی کیا خبر؟

حدیث ثانی: **احتجبا منه**. یہ معروف قصہ ہے اور پردے کی عملی تعلیم کا قیمتی حصہ ہے اور ہمیشہ کے لیے امت کی مستورات کے لیے نصیحت ہے۔

عورتوں کا مردوں کو دیکھنا؟: اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ النور میں ارشاد فرمایا ہے: "**قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن**" مردوں اور عورتوں سے کہہ دیجئے اپنی نگاہیں جھکائے رکھیں۔ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ مرد وعورت ہر ایک کو اپنی اپنی نظر کی حفاظت رکھنی چاہیے کیونکہ نظر میں اثر ہے، نظر ہی میں مکر ہے، ایسی نظر میں بھی نظر ہے، آنکھ کے دیکھنے سے ہی قلب ادھر ہے یا ادھر ہے، اسے جھکانے کے لیے اللہ کا امر ہے، بدنگاہی بھی تو قہر ہے، نیچی نگاہ والوں کے لیے ہی جام کوثر ہے، اللہ کا دیدار ہی سب سے برتر ہے۔ اس لیے مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں۔ اس مسئلہ میں بعض شراح نے اختلاف نقل کیا ہے لیکن جملہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو چیز فتنے کا سبب ہو یقیناً ممنوع اور واجب الترک ہے۔ بدگناہی کا موجب فتنہ ومضر ہونا **اظہر من الشمس** ہے اور اس پر بے شمار واقعات قدیم وجدید دور کے تاریخ کے صفحات میں مکتوب ومحفوظ ہیں۔

حدیث باب میں تصریح ہے کہ امت کی مائیں ہیں جنہیں ارشاد ہوتا ہے کہ تم نابینا سے بھی پردہ کرلو پھر اس کے نہ دیکھنے کے مسئلہ کو پوچھ کر رہتی دنیا تک حل کرا دیا کہ حکم جانبین کو ہے صنف واحد کو نہیں۔ بذل میں اس کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: **فيه دليل على ان المرأة لا يجوز لها النظر الى الرجل، قال النوويؒ وهو الاصح، وقال الجمهور يجوز نظر المرأة الى بدن الاجنبی سوى ما بين سرّته وركبته ان لم يكن خوف الفتنة**. پہلا قول عدم جواز اور دوسرا فتنے کا خوف نہ ہونے کی صورت میں جواز کا ہے لیکن ایسے کہاں؟؟؟ شہوات کی انتہاء اور حیاء کے انحطاط کے اس پرفتن دور میں تو ایک ہی حکم ہے جتنا ممکن ہو

سکے اجتناب کریں۔

جنتی عورتوں کی سردار کا قول: حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ایک دن مسجد نبوی اور مجلس نبوی میں بات زیر بحث آئی کہ عورتوں کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ اور مردوں کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ خوب کوشش کی لیکن مسئلہ حل ہوئے بغیر مجلس برخاست ہوگئی۔ میں گھر گیا، اللہ اکبر! صحابہ کے گھروں میں بھی تعلیمی ماحول اور علمی مباحث ہوتیں قرآن کی آواز آتی (شیطان کی ماں مرجاتی) تو میں نے اپنی اہلیہ سے یہ ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ اس کا جواب تا حال نہیں ملا تو انہوں نے فرمایا: **ان لا يرين الرجال ولا يرونهن.** (رواہ البزار) عورتوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مردوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ عورتوں کو نہ دیکھیں۔

حضرت علیؓ نے مسجد میں آکر یہ جواب بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں درست جواب دیا۔ **فاطمة بضعة منی.** فاطمہ تو میرے جسم کا حصہ اور لخت جگر ہے۔ (انعامات المنعم اول باب ۵۲ فضل فاطمۃ) اہل فن کی بحث بحالہا بجا ہے اطمینان اسی میں ہے کہ ہر ایک اپنی نظر کی حفاظت کرے۔ **افعمياوان.** یہ عمیاء کی تثنیہ کا صیغہ ہے اور عمیاء یہ اعمی کی تانیث ہے۔ (عون)

حدیث ثالث: فلا ينظر الى عورتها. کنیز مولی کے لیے جب تک حلال ہے جب تک اس کا نکاح نہ کر دیا جائے جب مولی نے اپنی باندی کا کسی سے نکاح کر دیا تو اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کی مانند ہوئی کما سبق اب یہ اس کے ستر کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔ حدیث رابع میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے ان دونوں حدیثوں میں بھی اپنی منکوحۃ الغیر لونڈی کے ستر کی طرف نہ دیکھنے کا ذکر ہے اس لیے اسی باب میں مذکور ہوئیں۔ **قال ابو داؤد**......... امام موصوفؒ کا کہنا ہے کہ سند میں واقع تیسرا نام داؤد بن سوار یہ برعکس ہوا ہے یہ سوار بن داؤد ہے امام وکیع کو کہنے میں وہم ہوا ہے۔

باندی کا ستر: شوافع و مالکیہ کے نزدیک کنیز کا ستر ناف سے گھٹنوں تک مثل مرد کے ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ نے اس میں ظہر و بطن یعنی پیٹ و پشت کو بھی شامل کیا ہے اور یہی احوط ہے۔

(۳۶) بَابٌ كَيْفَ الْاِخْتِمَارُ

سر پر دوپٹہ اوڑھنے کا بیان

(۳۷۸) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ وَهْبٍ مَوْلٰى أَبِيْ أَحْمَدَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا وَهِيَ تَخْتَمِرُ فَقَالَ لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ مَعْنٰى قَوْلِهٖ لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ يَقُوْلُ لَا تَعْتَمُّ مِثْلَ الرَّجُلِ لَا تُكَرِّرُهٗ طَاقًا أَوْ طَاقَيْنِ.

''زہیر بن حرب، عبد الرحمن (دوسری سند) مسدد، یحیٰ، سفیان، حبیب، وہب، حضرت اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ دوپٹہ لپیٹے ہوئے تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تم (دوپٹے کا) ایک ہی پیچ رکھو اس کے دو پیچ نہ کرو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ لفظ لَيَّةً لَا لَيَّتَيْنِ کا مفہوم یہ ہے مرد کی طرح پگڑی نہ باندھیں یعنی دو پیچ نہ دیں اس کے ایک یا دو گھوم میں تکرار نہ کریں۔''

تشریح: حدیث اول: لية. لام کے فتحہ اور یاء مشدد کے ساتھ فعل محذوف کی وجہ سے مفعول مطلق کی بناء پر منصوب ہے یعنی

لَوِّيهِ لَيَّةً. اسے لپیٹ ایک چکر یا اختمری لیۃ ایک پیچ سے لپیٹ لا لیتین.
ایک لغت میں لا لفتین بھی ہے پہلا لوی سے اور دوسرا لفف سے ہے۔اس کی حکمت و وجہ امام ابوداؤدؒ نے واضح کردی ہے کہ دو پیچ دینے سے مردوں کی پگڑی کے ساتھ تشبہ ہے جس پر لعنت کی گئی ہے جیسے بعض عورتیں پٹی نما بل دے کر باندہ لیتی ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوپٹے اور اوڑھنی کو ایک آدھ بل دینا چاہیے تاکہ بار بار گرے نہیں جس سے سبق اور معمول متاثر ہوں۔

(۳۷) بَابٌ فِي لُبْسِ الْقَبَاطِيِّ لِلنِّسَاءِ

خواتین کے لئے باریک کپڑا پہننے کا بیان

(۳۷۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ الْكَلْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِقَبَاطِيَّ فَأَعْطَانِي مِنْهَا قُبْطِيَّةً فَقَالَ اصْدَعْهَا صَدْعَيْنِ فَاقْطَعْ أَحَدَهُمَا قَمِيصًا وَأَعْطِ الْآخَرَ امْرَأَتَكَ تَخْتَمِرُ بِهِ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ وَأْمُرِ امْرَأَتَكَ أَنْ تَجْعَلَ تَحْتَهُ ثَوْبًا لَا يَصِفُهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ.

''احمد بن عمرو،احمد بن سعید،ابن وہب،ابن لہیعہ،موسیٰ بن جبیر،عبید اللہ بن عباس،خالد بن یزید،حضرت دِحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ مصری کپڑے آئے تو آپ ﷺ نے ان کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے بھی عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا اس کپڑے کو چاک کر کے دو ٹکڑے کر کے اس میں سے ایک ٹکڑے کا قمیص (اپنے واسطے) بنالو اور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دو تاکہ وہ اس سے اپنا دوپٹہ بنالے۔راوی نے بیان کیا کہ جس وقت دِحیہ نے پشت موڑی آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو بتادینا کہ وہ اس دوپٹہ کے نیچے ایک اور کپڑا بھی پہن لے تاکہ اس کا جسم ظاہر نہ ہو یعنی اس کا جسم ننگا نظر نہ آئے۔ابوداؤد فرماتے ہیں اس روایت کو یحییٰ بن ایوب نے روایت کرتے ہوئے (عبید اللہ بن عباس کے بجائے) عباس بن عبید اللہ بن عباس بیان کیا۔''

حدیث اول: بقباطی بفتح القاف والباء وکسر الطاء ویاء مشددة. قَبَاطِي قبطیۃ کی جمع ہے جیسے امانی یہ امنیۃ کی جمع ہے یہ قبط اہل مصر کی طرف منسوب ہے۔قباطی لباس کو اور قبطی وہاں کے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ قباطی هي ثوب رقيق بيضاء من كتان يعمل بمصر نسبة الى القبط. (عون) یہ باریک سفید کتانی کپڑا ہوتا ہے جو مصر میں بنایا جاتا اور قبط کی طرف منسوب ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ بھی اسی طرف منسوب تھیں۔ اتی فعل مجہول ہے۔ اصدعها. امر از فتح ای شقها اسے دو ٹکڑے کرلے کہ میاں بیوی دونوں کے کام آجائے۔اہم ترین اور قابل عمل بات آگے فرمائی کہ اہلیہ سے کہہ دو اس کے نیچے استر لگالے تاکہ بال نظر نہ آئیں اب اس حدیث مبارکہ اور اپنے عمل اور جارجٹ کے ستر و حیاء سے عاری دوپٹوں کے مابین موازنہ کرلیں جھکاؤ اطاعت کی طرف ہے یا معصیت کی طرف؟ اس لیے ہمیں چاہیے کہ کپڑا وہ استعمال کریں جس میں تستر و تجمل دونوں ہوں صرف ثانی کی کوشش درست نہیں۔
قال ابو داوٗدؒ...... اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ابن لھیعہ نے موسیٰ بن جبیر سے روایت کیا ہے اسی طرح یحییٰ بن

ایوب غافقی نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ ابن لھیعۃ نے موسیٰ بن جبیر کے شیخ واستاد کا نام عبیداللہ بن عباس بیان کیا ہے اور یحییٰ بن ایوب نے موسیٰ بن جبیر کے استاد کا نام عباس بن عبیداللہ بیان کیا ہے اور یہی درست ہے کہ موسیٰ بن جبیر کا شیخ عباس بن عبیداللہ ہے۔ اخطأ فی تسمیته ابن لهیعة. (بذل)

(۳۸) بَابٌ فِیْ قَدْرِ الذَّیْلِ

عورت تہبند کتنا لٹکائے؟

(۳۸۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِیْ بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ صَفِیَّةَ بِنْتِ أَبِیْ عُبَیْدٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ ذَكَرَ الْإِزَارَ فَالْمَرْأَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ تُرْخِیْ شِبْرًا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ إِذًا یَنْكَشِفُ عَنْهَا قَالَ فَذِرَاعًا لَا تَزِیْدُ عَلَیْهِ.

''عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابوبکر، نافع، صفیہ بنت ابی عبید، امّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے سامنے جب تہبند کے بارے میں تذکرہ ہوا تو میں نے آپ کے سامنے عورت کے تہبند (یعنی شلوار وغیرہ عورتوں کے پاجامہ وغیرہ) کے بارے میں تذکرہ کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! عورت کیا کرے؟ (یعنی اگر عورت شلوار، پاجامہ، تہبند وغیرہ نیچے تک نہ پہنے تو کیا کرے؟ کیونکہ ستر کھلنے کا اندیشہ ہے) آپؐ نے فرمایا عورت ایک بالشت تک (ازار وغیرہ) کو لمبا کرے پھر امّ سلمہؓ نے عرض کیا کہ تب بھی ستر کھلنے کا اندیشہ ہے تو آپ نے فرمایا پھر عورت ایک ہاتھ لمبا کرے اس سے زیادہ نہیں۔''

(۳۸۱) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی أَخْبَرَنَا عِیْسٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ عَنِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحٰقَ وَأَیُّوْبُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِیَّةَ.

''ابراہیم بن موسیٰ، عیسیٰ، عبیداللہ، نافع، سلیمان بن یسار، حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے یہی حدیث روایت ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابن اسحٰق اور ایوب نے نافع، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔''

(۳۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ سُفْیَانَ أَخْبَرَنِیْ زَیْدُ نِ الْعَمِّیُّ عَنْ أَبِی الصِّدِّیْقِ النَّاجِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الذَّیْلِ شِبْرًا ثُمَّ اسْتَزَدْنَهُ فَزَادَهُنَّ شِبْرًا فَكُنَّ یُرْسِلْنَ إِلَیْنَا فَنَذْرَعُ لَهُنَّ ذِرَاعًا

''مسدد، یحییٰ، سفیان، زید، ابوصدیق، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے ایک بالشت، تہبند لٹکانے کی اجازت عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے (ازار) زیادہ (لمبا) کرنا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے دو بالشت کی اجازت عطا فرمائی آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ہمارے پاس اپنا (لباس وغیرہ) بھیجا کرتی تھیں ہم اپنے ہاتھوں سے اُن کپڑوں کی پیمائش کرتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: حین ذکر الازار..... ترخی شبرا. وهو مابین طرفی الخنصر والابهام بالتفریج المعتاد. والذراع من المرفق الی راس اصبع الوسط او سبع مشتات. فذراع مرفوع پڑھیں جیسے متن میں مذکور ہے تو

مبتداء محذوف کی خبر ہے ای فالقدر المأذون فیه ذراع. فذراعاً منصوب پڑھیں تو شبراً پر عطف بنا بر مفعولیت منصوب ہوگا۔ لا تزید علیه. اس سے زیادہ اسراف وضیاع ہوگا اس لیے مزید نہ بڑھائیں۔

مرد کے لیے ازار لٹکانے کی مقدار: مردوں کے لیے ازار وشلوار کی دو مقداریں ہیں: (۱) نصف ساق تک مستحب ہے۔ (۲) ٹخنوں کے قریب تک یہ جائز ہے بشرطیکہ ٹخنے کھلے رہیں۔ باب فی قدر موضع الازار میں احادیث وتفصیل گذر چکی ہے۔

عورت کے لیے حکم: ہے کہ وہ ٹخنے چھپالے اس کے لیے بھی دو صورتیں ہیں: (۱) اگر مردوں کی مقدار اول یعنی نصف ساق سے زیادتی شمار کرلے تو ایک ہاتھ ہو۔ (۲) اگر مردوں کی دوسری مقدار یعنی ٹخنے کے قریب والی سے بڑھائے تو پھر ایک بالشت ہو۔ اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ ایک بالشت بڑھانا مستورات کے لیے مستحب اور ایک ہاتھ بڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ: یہاں یہ مسئلہ بھی ہے کہ عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ ظہر القدم نماز میں ڈھانپنا چاہیے یا نہیں؟ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ظہور قدمین کو نماز میں چھپانا واجب ہے۔ جبکہ حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک قدمین کی پشت ستر نہیں اور نہ اسے ڈھانپنا لازم ہے۔ اب تقریباً چاروں مسالک میں قول ثانی پر عمل ہوتا ہے۔ سو ہمارے نزدیک نہ ڈھانپنا معمول بھا ہے اور یہ درست ہے ہاں ٹخنے منکشف نہ ہوں۔ (در)

حدیث ثالث: فنذرع لهن. (۱) مقولہ ازواج مطہرات کا ہے کہ اس مسئلہ کو سننے کے بعد عام عورتیں ہمارے پاس بھیجتیں اور ہم انہیں ناپ کر بنا دیتیں۔ یہی راجح ہے۔ (۲) یہ کہ ازواج مطہرات ہماری طرف بھیجتیں پھر ہم مجلس رسول سے قاصد کو ناپنے کے لیے بانس دیتے جو ایک ہاتھ ہوتا پھر وہ اس سے ناپ لیتیں۔

(۳۹) بَابٌ فِي أُهُبِ الْمَيْتَةِ

مرے ہوئے جانور کی کھال کے بارے میں

(۳۸۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مُسَدَّدٌ وَوَهْبٌ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ أُهْدِيَ لِمَوْلَاةٍ لَنَا شَاةٌ مِنَ الصَّدَقَةِ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا دَبَغْتُمْ إِهَابَهَا وَاسْتَنْفَعْتُمْ بِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا.

"مسدد، وہب، عثمان، ابن ابی خلف، سفیان، زہری، عبید اللہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ مسدد اور وہب کہتے ہیں کہ میمونہؓ سے روایت ہے کہ ہماری آزاد کردہ باندی کو صدقہ کی ایک بکری ملی اور وہ مرگئی۔ حضرت رسول کریم ﷺ وہاں پر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ اس بکری کی کھال کو دباغت سے پاک بنا کر اپنے استعمال میں کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ وہ بکری تو مُردار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا صرف اس بکری کو کھانا حرام ہے (اس کی کھال کو استعمال کرنا حرام نہیں ہے)"

(۳۸۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَمْ يَذْكُرْ مَيْمُونَةَ قَالَ فَقَالَ أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ لَمْ يَذْكُرِ الدِّبَاغَ.

''مسدد' یزید' معمر' ابن شہاب' زہری' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث روایت ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے کہ تم لوگوں نے اس کی کھال سے کیوں نفع حاصل نہیں کیا اور اس روایت میں دباغت سے متعلق بیان نہیں کیا۔''

(۳۸۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ مَعْمَرٌ وَكَانَ الزُّهْرِيُّ يُنْكِرُ الدِّبَاغَ وَيَقُولُ يُسْتَمْتَعُ بِهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ لَمْ يَذْكُرِ الْأَوْزَاعِيُّ وَيُونُسُ وَعُقَيْلٌ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ الدِّبَاغَ وَذَكَرَهُ الزُّبَيْدِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَحَفْصُ بْنُ الْوَلِيدِ ذَكَرُوا الدِّبَاغَ.

''محمد بن یحییٰ' عبدالرزاق' حضرت معمر نے بیان کیا کہ ابن شہاب' زہری دباغت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوزاعی' یونس اور عقیل نے زہری کی روایت میں دباغت کا تذکرہ نہیں فرمایا۔اور زبیدی اور سعید بن عبدالعزیز اور حفص بن ولید نے روایت میں دباغت کا تذکرہ کیا ہے۔''

(۳۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ.

''محمد بن کثیر' سفیان' زید بن اسلم' عبدالرحمٰن' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے جب چمڑا (مسالے وغیرہ یا مٹی وغیرہ لگا کر) صاف ہو گیا تو وہ پاک ہو گیا۔''

(۳۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَ أَنْ يُسْتَمْتَعَ بِجُلُودِ الْمَيْتَةِ إِذَا دُبِغَتْ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' زید' محمد بن عبدالرحمٰن' ان کی والدہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرے ہوئے جانوروں کی کھالوں سے فائدہ حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے جبکہ ان کو دباغت دے دی جائے۔''

(۳۸۸) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جَوْنِ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَتَى عَلَى بَيْتٍ فَإِذَا قِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَسَأَلَ الْمَاءَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ دِبَاغُهَا طُهُورُهَا.

''حفص بن عمر' موسیٰ بن اسماعیل' ہمام' قتادہ' حسن' جون' حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں حضرت رسول کریم ﷺ ایک گھر میں تشریف لے گئے وہاں پر ایک مشک لٹکی ہوئی تھی (جو کہ پانی سے پوری بھری ہوئی تھی) آپ ﷺ نے اس میں سے پانی مانگا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ (مشک) مرے ہوئے جانور کی کھال کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھال' دباغت دینے سے پاک ہو گئی ہے (اس کا استعمال بلاشبہ درست ہے)''

(۳۸۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ ابْنِ حُذَافَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أُمِّهِ الْعَالِيَةِ بِنْتِ سُبَيْعٍ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِي غَنَمٌ بِأُحُدٍ فَوَقَعَ فِيهَا الْمَوْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ لِي مَيْمُونَةُ لَوْ أَخَذْتِ جُلُودَهَا فَانْتَفَعْتِ بِهَا فَقَالَتْ أَوَ يَحِلُّ ذٰلِكَ قَالَتْ نَعَمْ مَرَّ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجَالٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَجُرُّونَ شَاةً لَهُمْ مِثْلَ الْحِمَارِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُطَهِّرُهَا الْمَاءُ وَالْقَرَظُ.

''احمد بن صالح' ابن وہب' عمرو بن حارث' کثیر' عبداللہ' عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس احد پہاڑ پر بکریاں تھیں وہ بکریاں مرنا شروع ہوگئیں تو میں اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے ان سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا کاش تم ان کی کھالوں کو لے کر ان سے نفع حاصل کرتیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا مرے ہوئے جانور کی کھال سے نفع حاصل کرنا درست ہے؟ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جی ہاں یہ بات صحیح ہے ایک مرتبہ قریش کے کچھ لوگ حضرت رسول کریم ﷺ کے سامنے سے ایک مری ہوئی بکری' گدھے کی طرح گھسیٹتے ہوئے نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کاش تم لوگوں نے اس بکری کی کھال حاصل کر لی ہوتی۔ لوگوں نے عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ) وہ بکری مری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس میں کیا بات ہے؟ اس (بکری کی کھال) کو پانی اور قرظ پاک کر دیتا ہے۔''

تشریح: لباس کیونکہ اون، روئی، چمڑا وغیرہ کئی چیزوں سے بنتے ہیں اس مناسبت سے کتاب اللباس میں چمڑے کی دباغت کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ طہارت ونجس کا فیصلہ ہوگا تو لباس بن سکے گا۔

حدیث اول: الا دبغتم اهابها. اهاب کی جمع اُھُب آتی ہے جیسے حمار کی جمع حمر آتی ہے بمعنی کچا چمڑا۔ **یسمی اهابا مالم یدبغ فاذا دبغ لا یقال له اهاب.** کچا چمڑا اهاب کہلاتا ہے جب دباغت ہو جائے تو پھر اهاب کا اطلاق نہیں ہوتا چنانچہ اگلے باب ۴۰ قال ابوداؤد میں اس کی تصریح ہے۔ (عون)

چمڑے کا پاک ہونا: مأکول اللحم اور حلال جانوروں کا چمڑا بالاتفاق طاہر و پاک ہے اور رنگنے اور صفائی کے بعد استعمال میں لانا درست ہے۔ مردار اور حرام جانداروں کے چمڑے کے متعلق اختلاف ہے: (۱) احنافؒ کے نزدیک تمام چمڑے پاک ہو جاتے ہیں سوائے خنزیر اور آدمی کے، نجس العین اور کرامت وعزت کی وجہ سے۔ (۲) امام مالکؒ کے نزدیک تمام چمڑے پاک ہو جاتے ہیں لیکن صرف ان کا ظاہر پاک ہوتا ہے کہ بچھا کر اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں خشک چیزیں اس میں رکھ اور بند کر سکتے ہیں مائع اور بہنے والی چیزوں میں استعمال نہیں ہوسکتا کہ اس میں پانی ڈال کر وضوء کریں مشکیزہ بنائیں یہ درست نہیں۔ (۳) شوافعؒ کے نزدیک کلب وخنزیر کے سوا سب چمڑے پاک ہو جاتے ہیں اور مکمل پاک ہوتے ہیں کہ خشک وترقسم کا استعمال درست ہے۔ (۴) حنابلہؒ کے نزدیک کوئی چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا یہی ان سے مشہور تر روایت ہے۔ ایسی ہی ایک روایت امام مالکؒ کی ہے لیکن ان کی مشہور روایت وہ ہے جو پہلے گذر چکی۔ (۵) امام زہریؒ کے نزدیک مردار کی جلد بلا دباغت پاک ہے۔ (۶) اصحاب ظواہر کے نزدیک تمام چمڑے ظاہراو باطنا بلا استثناء پاک ہو جاتے ہیں۔ (۷) امام اوزاعیؒ، ابن راہویہؒ کے نزدیک ''مأکول اللحم'' کے چمڑے پاک ہوتے ہیں باقی ''غیر مأکول اللحم'' کے نہیں۔ (عون ونووی)

باب کی احادیث میں مردار کے چمڑوں سے انتفاع کی اجازت مذکور ہے اگر کسی حدیث میں مطلقا مذکور ہے تو دفع تعارض کے لیے اسے بھی مقید پر محمول کیا جائے گا۔

دباغت کی حقیقت؟: پھر یہ بات قابل غور ہے کہ دباغت کیا ہے اور کیسے ہوگی۔ **الدباغ بکسر الدال. (۱) هو ازالة الرائحة الکریهة والرطوبات النجسة باستعمال الادویة وغیرها.** (تعلیق) دباغت یہ بدبو اور نجس رطوبتوں کو زائل کرنا ہے دوائیوں اور اس کے علاوہ مؤثر چیزوں کے استعمال اور ملنے سے۔ (۲) **کل شیء یمنع الجلد من الفساد فهو دباغ.** (کتاب الآثار) ہر وہ چیز جو چمڑے کو درست کردے اور فساد سے بچائے وہ دباغت ہے۔ (۳) **ثم ما یمنع النتن والفساد فهو**

دباغ وان كان تشميسا او تتريبا لان المقصود يحصل به فلا معنى لاشتراط غيره. (ہدایہ) پھر جو چیز بدبو اور بگاڑ سے چمڑے کو بچائے وہ دباغت ہے اگرچہ دھوپ سے ہو یا مٹی ملنے سے (یا چھال سے رنگنے سے) کیونکہ مقصود اس کی صفائی ہے تو پھر اس کے لیے کوئی متعین چیز شرط ٹھہرانے کی حاجت نہیں۔ عندالحنفیہ تشمیس اور دھوپ میں ڈالنے سے دباغت ہو جاتی ہے عند الشوافع نہیں۔ اسی طرح ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صرف دباغت حقیقیہ کا اعتبار ہے اور احناف کے نزدیک حقیقیہ حکمیہ دونوں معتبر ہیں بہر صورت مقصود کے حصول کی وجہ سے۔

حدیث ثالث: قال معمر كان الزهرى ينكر الدباغ. هو مذهب الزهرى وهو وجه شاذ لبعض اصحابنا لا تفريع عليه ولا التفات اليه. (عون، نووی) نووی کی اس عبارت سے زہری کی بات کا مرجوح ہونا واضح ہے۔ باقی احادیث میں دباغت کی شرط کے ساتھ طہارت وانتفاع کا حکم مذکور ہے۔

حدیث سابع: يطهّرها الماء والقرظ. قرظ قاف وراء دونوں پر فتحہ کے ساتھ ہے۔ هو شجر يدبغ به الاهب. یہ ایک درخت ہے جس کی چھال سے چمڑے رنگے جاتے تھے۔ ہمارے دیار میں پرانا طریقہ یہی تھا کہ کیکر کی چھال پانی میں بھگوئے رکھتے پھر اس سے چمڑا رنگتے جس سے نجاست ورطوبات زائل ہو جاتیں اور رنگ بھی چڑھ جاتا۔ اب اکثر دوائیں استعمال ہو رہی ہیں۔

(۴۰) بَابُ مَنْ رَوَى أَنْ لَا يُنْتَفَعَ بِإِهَابِ الْمَيْتَةِ

جن حضرات کی رائے میں مرے ہوئے جانور کی کھال' دباغت دینے سے پاک نہیں ہوتی

(۳۹۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ قُرِءَ عَلَيْنَا كِتَابُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِأَرْضِ جُهَيْنَةَ وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ أَنْ لَا تَسْتَمْتِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ.

''حفص بن عمر' شعبہ' حکم' عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن عکیم سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کا خط سرزمین جہینہ میں ہم لوگوں کے سامنے پڑھا گیا میں اس وقت نوجوان تھا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ تم لوگ مرے ہوئے جانوروں کی کھال سے فائدہ حاصل نہ کرو نہ تو اس کی کھال سے فائدہ حاصل کرو اور نہ ہی اس کے پٹھوں (وغیرہ) سے۔''

(۳۹۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَنَاسٌ مَعَهُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُكَيْمٍ رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ قَالَ الْحَكَمُ فَدَخَلُوا وَقَعَدْتُ عَلَى الْبَابِ فَخَرَجُوا إِلَيَّ فَأَخْبَرُونِي أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُكَيْمٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى جُهَيْنَةَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ أَنْ لَا تَنْتَفِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ وَلَا عَصَبٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يُسَمَّى إِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ فَإِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهُ إِهَابٌ إِنَّمَا يُسَمَّى شَنًّا وَقِرْبَةً.

''محمد بن اسماعیل' ہاشم' ثقفی' خالد' حکم بن عیینہ سے روایت ہے کہ وہ چند حضرات کے ساتھ عبداللہ بن عکیم کے پاس گئے جو کہ قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تھے۔ تو حکم کہتے ہیں کہ میں دروازہ پر بیٹھا رہا اور وہ حضرات (گھر کے) اندر داخل ہوئے جب وہ حضرات باہر آئے تو مجھ سے انہوں نے بیان کیا کہ ان سے عبداللہ بن عکیم نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے جہینہ کے لوگوں کو تحریر کیا کہ مرے ہوئے جانوروں کی کھال اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کریں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ نضر بن شمیل نے فرمایا

اِہاب دباغت دینے سے قبل والی کھال کو کہا جاتا ہے اور جب اس کھال کی دباغت دے دی جاتی ہے تو اس کو اہاب نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو شن یا قربہ کہا جاتا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **لا تستمتعوا من المیتة باھاب ولا عصب.** مردار کے چمڑے اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔

مالکیہ کا استدلال: اس سے اصحاب مالک نے دلیل پکڑی ہے کہ مردار کا چمڑا قابل انتفاع نہیں اور دباغت اس کے لیے مطہر نہیں۔

جواب: (۱) امام ابوداؤدؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ لفظ اھاب سے استدلال چنداں مفید نہیں کیونکہ دباغت کے بعد اھاب و کچا چمڑا نہیں کہا جاتا۔ کما مر، بلکہ جب تو اسے قربہ اور شن مشکیزہ کہا جاتا ہے تو ممانعت اہاب یعنی کچے چمڑے کی ہے دباغت کے بعد مشکیزے کی نہیں۔ **فلا یتم الحجة۔**

(۲) دوسرا جواب بذل میں ہے کہ یہ ضعیف و مضطرب و مرسل حدیث ہے معلوم نہیں یہ کس نے لکھا، کون لایا، حضورؐ کی طرف سے پڑھنے والا کون تھا اس لیے یہ حجت نہیں، ہاں آپ ﷺ نے جو خطوط و احکام لکھوا کر روانہ فرمائے وہ یقیناً حجت تھے کہ ان میں مکتوب الیہ، مرسل، قاصد، کاتب سب معلوم تھے۔ عصب اس کی جمع اعصاب آتی ہے بمعنی پٹھے۔

پٹھوں کی طہارت کا حکم: بذل میں ہے کہ احناف کی روایات میتہ کے عصبات کے متعلق مختلف ہیں ملا علی قاریؒ نے شرح مواھب سے مردار کے پٹھوں کا نجس ہونا نقل کیا ہے اس لیے کہ ان میں زندگی کی رمق ہوتی ہے کہ ان کے کاٹنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ دوسرا قول ان کے طاہر ہونے کا ہے کہ گوشت سے جدا ہوتے ہیں اور اس میں ہڈی کے حکم میں ہیں۔

حدیث ثانی: تورپشتیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث **اذا دبغ الاھاب فقد طھر** کے لیے ناسخ ہے کیونکہ اس میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ کی آخر عمر کی حدیث ہے۔ جمہور کا قول اس کے برعکس ہے کہ یہ ناسخ نہیں بلکہ کچے چمڑے کے لیے اس میں حکم بیان ہوا ہے اور دباغ والے کا حکم باب سابق کی احادیث میں بیان ہوا ہے تو جب ان میں تعارض ہی نہیں تو پھر ناسخ ماننے کی کیا حاجت ہے ہر ایک اپنے محل پر منطبق اور درست ہے کہ کچا چمڑا ناپاک اور ناقابل انتفاع ہے، دباغت کے بعد پاک اور قابل انتفاع ہے۔

(۴۱) بَابٌ فِیْ جُلُوْدِ النُّمُوْرِ!

چیتوں کی کھال کے بارے میں

(۳۹۲) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ أَبِي الْمُعْتَمِرِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ وَلَا النِّمَارَ قَالَ وَكَانَ مُعَاوِيَةُ لَا يُتَّهَمُ فِي الْحَدِيثِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

''ہناد' وکیع' ابی معتمر' ابن سیرین' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ سوار ہوا کرو خالص ریشمی زینوں پر اور نہ چیتوں کی کھال پر۔ علامہ ابن سیرین نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ حدیث رسول کو بیان کرنے کے سلسلے میں تہمت زدہ نہیں تھے۔''

(۳۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا جِلْدُ نَمِرٍ.

''محمد بن بشار' ابوداؤد' عمران' قتادہ' زرارہ' حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا فرشتے ان لوگوں کے ساتھ نہیں چلتے جن لوگوں کے پاس چیتے کی کھال ہوتی ہے (وہ لوگ تکبر کی بناپر وہ کھالیں اپنے پاس رکھتے ہیں اوران کو استعمال کرتے ہیں)۔''

(۳۹۴) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بُحَيْرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي قَالَ أَفْعَلُ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

''عمرو بن عثمان' بقیہ' بحیر' حضرت خالد سے روایت ہے کہ مقدام بن معدی کرب اور عمرو بن الاسود اور قبیلہ بنی اسد میں سے ایک شخص جو (مقام) قنسرین کا باشندہ تھا معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات ہوگئی ہے۔ یہ بات سن کر حضرت مقدام نے کہا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اس پر اس شخص نے کہا کیا آپ اس واقعہ کو مصیبت سمجھتے ہیں؟ مقدام نے کہا میں اس واقعہ کو کس طرح مصیبت نہ سمجھوں کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہما کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا یہ بچہ ہے اور حضرت حسین' حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ہیں۔ یہ بات سن کر قبیلہ اسد کے شخص نے کہا اللہ کی پناہ کہ وہ ایک انگارہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈا کر دیا۔ حضرت مقدام نے کہا لیکن میں آج کے دن تمہیں غصہ دلائے بغیر نہیں رہوں گا اور تمہیں ایسی بات سناؤں گا جو تمہیں ناگوار گزرے گی۔ پھر اس نے کہا اے معاویہ اگر میں سچ کہوں تو تم مجھ کو سچا کہنا اور اگر جھوٹ بولوں تو مجھے جھوٹا قرار دے دینا۔ معاویہؓ نے کہا میں اسی طرح کروں گا۔ مقدام نے کہا اللہ کی قسم تم نے نبیؐ سے سنا ہے آپؐ سونا پہننے سے منع فرماتے تھے۔ معاویہؓ نے فرمایا جی ہاں' سنا ہے۔ پھر مقدام نے کہا اللہ کی قسم تم واقف ہو کہ نبیؐ نے خالص ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے فرمایا: ہاں۔ مقدام نے کہا اللہ کی قسم تم واقف ہو کہ آنحضرت ﷺ نے درندوں کی کھالیں پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے۔ معاویہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت مقدام نے کہا واللہ میں تو تمہارے گھر میں یہ تمام چیزیں دیکھ رہا ہوں حضرت معاویہ نے فرمایا: اے مقدام! میں واقف ہوں کہ میں تمہارے ہاتھ سے نجات حاصل نہیں کر سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں کہ پھر معاویہؓ نے مقدام کو اس قدر مال دینے کا حکم فرمایا جس قدر ان کے دو رفیقوں کو عنایت نہیں فرمایا۔ اور آپؐ نے ان کے صاحبزادے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا۔ حضرت مقدام نے وہ مال اپنے رفقاء میں تقسیم کر دیا اور قبیلہ بنو اسد کے شخص نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا جب یہ اطلاع حضرت معاویہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ حضرت مقدام ایک سخی شخص ہیں کہ جن کا ہاتھ

کشادہ ہے اور جہاں تک اسدی کا تعلق ہے تو وہ اپنی چیز کو اچھی طرح روک کر رکھنے والا شخص ہے۔''

(۳۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ وَإِسْمٰعِيْلَ بْنَ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَاهُمُ الْمَعْنٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ بْنِ أُسَامَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ جُلُوْدِ السِّبَاعِ.

''مسدد' اسماعیل' یحییٰ' سعید' قتادہ' حضرت ابوالملیح نے حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھالوں کو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **لا ترکبوا الخزو ولا النمار**. ان دونوں کا تفصیلی حکم ابواب الحریر والخز، ۸ میں گذر چکا ہے۔ اگر چہ دباغت کے بعد مردار کی کھال پاک ہو جاتی ہے، لیکن چیتے کی کھال کے استعمال کی ممانعت درج ذیل وجوہ سے ہو سکتی ہے۔ (۱) دباغت کا حکم معلوم ہونے سے پہلے کا حکم ہے۔ (۲) یہ جبابرہ اور آزاد منش اعاجم کی عادات میں سے ہے۔ (۳) **لان شعره لا تقبل الدباغ اذا کان غیر ذکی.** (بذل) نمر کی جمع نمور اکثر اور نمار قلیل ہے۔

وکان معاویة رضی الله عنهم لا یتهم...... امیر المؤمنین خلیفہ راشد رابع حضرت علیؓ کے ساتھ اختلافات ونزاعات کی وجہ سے کیونکہ مسلمانوں میں عمومی ماحول منقسم اور پر تبصرہ ہو چکا تھا اور جانبین کے بعض افراد مدح وذمت افراط سے کام لے رہے تھے اس لیے امام ابوداؤدؒ یا ابن سیرینؒ (قال کی ضمیر کے مرجع میں دونوں احتمال ہیں) نے وضاحت کر دی کہ عمومی فضا جو ہو لیکن باوجود اختلافات وامارت کے سر حدیث میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا اور نہ ہی جرح وتعدیل میں کسی صحابی رسول پر تنقید کی اجازت ہے۔ مشاجرات صحابہ کے متعلق بسط وتفصیل کے ساتھ ''فضائل صحابہ'' کے مقدمہ میں ہم نے لکھ دیا ہے۔ (انعامات المنعم اول ملاحظہ ہو)

حدیث ثانی: **لا تصحب الملئكة رفقة.** یہ راء کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی ہمرکاب، ہمسفر، سفری ساتھی۔ اس سے چیتے کی جلد کے حرمت وعدم جواز کو نمایاں کیا گیا ہے کہ جس طرح تصویر اور پالتو کتے رکھنے والے کے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اسی طرح ان کے ساتھ بھی نہیں ہوتے۔ اس سے ثابت ہوا چیتے کا چمڑا گھر میں رکھنا یا ساتھ لے جانا ناجائز ہے اور رحمت کے فرشتوں سے محرومی ہے۔

حدیث ثالث: **وفد المقدام**...... یہ باب ضرب سے فعل ماضی ہے ایک وفد کی شکل میں آئے...... یہ طریقہ رائج تھا کہ مختلف گروہ بادشاہوں کے پاس آتے ان سے بیعت کرتے اور کچھ حاصل کر جاتے۔ یہ تینوں بھی اسی طرح آئے۔ **من اهل قِنَّسْرِيْنَ.** یہ قاف مکسور اور نون مشدد و مفتوح کے ساتھ...... پھر راء مکسورہ۔ شام کا ایک ضلع ہے جو حلب کے قرب میں ہے۔ (عون وبذل)

فرجع المقدام. سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ۴۹ھ میں ہوا جو چھ ماہ خلیفہ رہ چکے تھے پھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت کے ساتھ گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ مقدام سے جب ان کی رحلت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے **انا لله وانا الیه راجعون.** پڑھا جو اس خبر کی تصدیق بھی ہے اور دکھ کا اظہار بھی۔ اسی وفد میں شامل اسدی نے کہا کہ یہ کونسی مصیبت ہے حالانکہ ان کا جانا تو ٹھنڈک کا سبب ہوا۔ اس آدمی کا اس گفتگو سے مقصود یہ تھا کہ امیر کے سامنے تقرب ہو حالانکہ یہ خوشامد وطمع کی طرف مائل گفتگو تھی بہر حال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف التفات نہ کیا اور روئے سخن پھر گیا پھر حق گوئی وبے باکی کی تصویر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تغیر منکر کے لیے منہیات کو دیکھ کر تنبیہ فرمائی جسے امیر نے خندہ پیشانی سے قبول کیا اور سراہا پھر انعام بھی بڑھ کر دیا، پھر ان کے بیٹے کو بھی

نوازا...... پھر بعد میں تعریف فرمائی اور اس اسدی کو بخیل کہا۔

نهي عن لبس جلود السباع...... یہ جملہ باب کے مناسب ہے اس لیے پوری حدیث لائے۔ فقال له فلان وفي نسخة رجل. بذل میں فلاں کا مصداق اسدی یا اس کے علاوہ کسی اور عام آدمی کو بنایا ہے اور عون میں اس کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیا ہے دونوں احتمال درست ہوسکتے ہیں۔ لا قبح فيهما.

حسن الامساك لشيئه. یعنی اسدی اپنے مال ومتاع کو خوب روکنے اور سنبھالنے والا ہے۔ الشيء لغة: عبارة عن كل موجود اما حسا كالاجسام او حكمًا كالاقوال نحو قلت شيئا وجمعه اشياء. ایک نسخے میں حسن الامساك كسبه. یعنی اپنی کمائی کو خوب روکنے والا کے الفاظ بھی مذکور ہیں ولكن محصلهما واحد. (عون)

حدیث رابع: نهي عن جلود السباع. اس کے تین جواب ابھی گذرے ہیں اور مردار کے چمڑے کی طہارت ودباغت پر تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

(۴۲) بَابٌ فِي الْاِنْتِعَالِ

جوتے پہننے کے بارے میں

(۳۹۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ أَكْثِرُوا مِنَ النِّعَالِ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَا انْتَعَلَ.

''محمد بن صباح' ابن ابی الزناد' موسیٰ بن عقبہ' ابوزبیر' جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ کثرت سے جوتے پہنا کرو اسلئے کہ انسان جس وقت تک جوتے پہنا ہے رہتا ہے تو گویا وہ ہمیشہ سوار رہتا ہے (یعنی اس کا پیر تکالیف سے محفوظ رہتا ہے)''

(۳۹۷) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَعْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهَا قِبَالَانِ.

''مسلم بن ابراہیم' ہمام' قتادہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے میں دو تسمے لگے ہوئے تھے۔''

(۳۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ أَبُو يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَنْتَعِلَ الرَّجُلُ قَائِمًا.

''محمد بن عبدالرحیم' ابواحمد' ابراہیم' ابوزبیر' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھڑے ہوکر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے۔''

(۳۹۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي النَّعْلِ الْوَاحِدَةِ لِيَنْتَعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابوالزناد' اعرج' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے پھرے بلکہ دونوں جوتے پہنا کرے یا دونوں جوتوں کو اُتار کر رکھ لیا کرے (ایسا نہ ہو کہ ایک

پاؤں میں جوتا ہو اور دوسرے میں نہ ہو کیونکہ یہ وقار کے منافی ہے)۔"

(۴۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَ شِسْعَهُ وَلَا يَمْشِ فِي خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهِ.

"ابو ولید' زہیر' ابو الزبیر' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک ہی جوتا پہن کر نہ چلے جب تک اس کا تسمہ ٹھیک نہ کر لے اور نہ ایک موزہ پہن کر چلے اور نہ (بلا عذرِ شرعی) بائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔"

(۴۰۱) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَارُونَ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي نَهِيكٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ.

"قتیبہ بن سعید' صفوان بن عیسیٰ' عبداللہ بن ہارون' زیاد بن سعد' ابونہیک' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسنون یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھے تو اپنے جوتے اُتار کر پہلو میں رکھ لے (یا کسی جگہ رکھ دے)"

(۴۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْتَكُنِ الْيُمْنٰى أَوَّلَهُمَا يُنْتَعَلُ وَآخِرَهُمَا يُنْزَعُ.

"عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابوالزناد' اعرج' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص جوتا پہنے تو اس کو چاہیے کہ پہلے دائیں پاؤں میں پہنے اور جب جوتا اُتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا جوتا اُتارے تو دایاں پاؤں (جوتا) پہنتے وقت شروع میں رہے اور اُتارتے وقت اخیر میں رہے۔"

(۴۰۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَنَعْلِهِ قَالَ مُسْلِمٌ وَسِوَاكِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَنْ شُعْبَةَ مُعَاذٌ وَلَمْ يَذْكُرْ سِوَاكَهُ.

"حفص بن عمر' مسلم بن ابراہیم' شعبہ' اشعث' ان کے والد' مسروق' حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کو حتی الامکان اپنے جملہ اُمور دائیں جانب سے شروع کرنے بہت پسندیدہ تھے (یہاں تک کہ) وضو کرنے' کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں (بھی) اور مسلم شریف کی روایت میں اس قدر اضافہ ہے اور مسواک کرنے میں اور امام مسلم نے فی شانہ کلہ کے الفاظ ذکر نہیں کئے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو معاذ نے شعبہ سے روایت کیا لیکن مسواک کرنے کا تذکرہ نہیں کیا۔"

(۴۰۴) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَبِسْتُمْ وَإِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَءُوا بِأَيَامِنِكُمْ.

"نفیلی' زہیر' اعمش' ابوصالح' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لباس تبدیل کرو یا وضو کرو تو تم اپنے دائیں جانب سے آغاز کرو۔"

تشریح: انسانی ضروریات میں سے لباس اور پہننے کے متعلق بات چل رہی ہے اور جوتا بھی اسی ضرورت و زینت کا حصہ ہے اس لیے کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے۔

حدیث اول: اکثروا من النعال وفی روایۃ مسلم استکثروا ای اتخذوا کثیرًا. جوتے زیادہ رکھنے کی وجہ واضح ہے کہ جوتا ٹوٹنے میں دیر نہیں لگتی اور نہ ہی پتہ چلتا ہے بلکہ ذرا سی ٹھوکر لگی یا اٹکے اور تسمہ ختم اس لیے فرمایا متعدد ہوں گے تو مشقت نہ ہوگی فورا دوسرا پہن لیں گے۔ فان الرجل لا یزال راکبا ما انتعل. ابن رسلانؒ نے کہا: ھذا کلام بلیغ ولفظ فصیح بحیث لا ینسج علی منوالہ ولا یوتی علی مثالہ. (بذل)

راکب سے تمثیل کی وجوہ: (۱) سوار آدمی جس طرح سواری کے ذریعے راحت پاتا ہے اسی طرح جوتے سے بھی پاؤں کو حفاظت وراحت ملتی ہے۔

(۲) جس طرح سوار تھکاوٹ سے مامون ہوتا ہے اسی طرح جوتا پہننے والا بھی کنکریوں، کانٹوں اور پاؤں میں چھالے پڑنے سے محفوظ وسلامتی میں رہتا ہے۔

(۳) سواری جس طرح اسباب سہولت میں سے ہے اسی طرح جوتی بھی اشیاء سہولت میں سے ہے۔

حدیث ثانی: قبالان بکسر القاف. بمعنی تسمہ والی جوتی مثل ہوائی چپل۔ جوتے کے تسمے کے لیے تین الفاظ آتے ہیں قبال، شسع، شراک۔ قبال وہ سیدھا حصہ جو انگلیوں کے درمیان آتا ہے اب ہمارے ہاں ایک معتاد ہے پہلے دو ہوتے تھے ایک وسطیٰ اور سبابہ کے درمیان، دوسرا ابہام وسبابہ کے درمیان۔ اب ایک ہوتا ہے ابہام اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان۔ اس سے اوپر جو حصہ دو ہو کر عرض میں پھیلتا ہے یہ شسع ہے اور جو دو پٹیاں آگے بڑھ کر قدم کی پشت پر سے ایڑی کی طرف جا ملتی ہیں یہ پاؤں کی پشت والا حصہ شراک ہے۔ (عون) قبالان کو زمامان اور سیران بھی کہتے ہیں۔

حدیث ثالث: ان ینتعل الرجل قائمًا لان لبسھا قاعدًا اسھل وامکن لہ. بیٹھ کر جوتا پہننے میں سہولت ہے اور الٹے سیدھے پاؤں میں بدلنے کا اندیشہ بھی کم ہے بنسبت کھڑے ہو کر پہننے سے پھر یہ بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پہننے لگے اور ہلتے جلتے سنبھل نہ سکے تو سیدھے زمین پر دھڑام اس لیے فرمایا بیٹھ کر پہنو۔ لما فیہ من احتمال السقوط ومخالفۃ التؤدۃ ونکارۃ الھیئۃ الظاھرۃ. (کوکب الدری)

حدیث رابع: لا یمشی احدکم فی النعل الواحدۃ. اس کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں:

(۱) علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ جوتا اللہ نے پاؤں کی سہولت وحفاظت کے لیے عطاء کیا اور مشروع فرمایا ہے کہ کنکری، پتھر، کانٹا، لکڑی، کیل وغیرہ سے محفوظ رہے جب ایک میں پہنے اور ایک میں نہ ہو تو یہ فطری اور شرعی حالت سے نکل گیا اس طرح پھسلنے سے مامون نہ رہ سکے گا اور اس طرح کرنا وقار کے بھی خلاف ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح اعضاء وجوارح میں توازن نہ رہے گا۔

(۳) قیل العلّۃ فیھا انھا من مشیۃ الشیطان. یہ شیطانی چال ہے۔

(۴) لانھا خارجۃ عن الاعتدال. کہ یہ برابری سے جدا ہے حالانکہ مساوات کا حکم ہے۔

(۵) بیہقیؒ کہتے ہیں کہ اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح انگلیاں اٹھیں گی کہ ''دیکھو وہ ایک پیر میں جوتی والا'' اور بود وباش اور لباس میں شہرت پسندی یا اس کا سبب اختیار کرنا منع ہے اس لیے ایک جوتی میں چلنا بھی منع ہے۔ (تکملہ فی اللباس)

حدیث خامس: ولا یمشی فی خفّ واحد. تفصیل بالا کی مثل اس کا حکم ہے اسی طرح ایک آستین سے ہاتھ نکال کر چلنا،

ایک کندھے پر چادر ڈالنا اور دوسرے سے لٹکانا، اسی طرح ایک پائنچا اوپر اور ایک نیچے (زیادہ فرق کے ساتھ) فکل ذلك مکروہ لمخالفة الوقار ومشابهة زیّ الشیطان. اسی طرح الٹے ہاتھ سے کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔ (بذل) یہ سب حکم وامر استحبابی ہیں۔ (تکملہ)

سوال: امام ترمذیؒ نے باب باندھا ہے: "باب ماجاء فی الرخصة فی النعل الواحدة" پھر اس میں سیدہ عائشہؓ سے روایت لائے ہیں کہ قالت ربما مشی النبیؐ فی نعل واحد. کہ بسا اوقات آپ ﷺ ایک جوتے میں چلتے۔

جواب: (۱) یہ عمل بیان جواز اور عدم تحریم کے لیے تھا کہ ایک جوتے میں چلنا حرام نہیں بلکہ نامناسب ہے۔ (۲) یہ اکا دکا واقعہ ہے جس میں چند قدم چلنا مذکور ہے اور ایسا بالکل ممکن ہے کہ صحن میں اگر جوتے دور دور پڑے ہوں تو بندہ ایک پہن کر دوسرے کی طرف بڑھتا ہے۔ (۳) حدیث عائشہؓ موقوف اور گھر میں چلنے پر محمول ہے۔

حدیث سادس: فیضعهما بجنبه. (الایسر) جوتی سنبھال کر بائیں طرف رکھ لے۔ اس لیے کہ اطراف اربعہ میں سے سامنے اور دائیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ دونوں جانبیں متبرک ہیں اور جوتی میں اکثر نجاست و کثافت ہوتی ہے، جو سبب کراہت ہے۔ پیچھے نہیں رکھ سکتا کہ اس میں خلجان قلبی اور تردد میں رہے گا باقی بائیں سمت ہی ہے۔ (بذل) مشہور ہے کہ "سامنے رکھو تو نماز نہیں اور پیچھے رکھو تو جوتا نہیں" اس لیے بائیں جانب رہے۔

حدیث سابع: فلیبدأ بالیمین نقل عیاض وغیرہ الاجماع علی ان الامر فیه الاستحباب. (فتح وعون)

علامہ خطابیؒ نے کہا: الحذاء کرامة للرجل حیث انه وقایة من الاذی واذا کانت الیمنی افضل من الیسری استحب البدایة منها. (عون) کیونکہ دائیں جانب فضیلت والی ہے اس لیے حفاظت والی چیز جوتے کو اسی طرح سے ابتداء کا حکم ہے۔ اور آپ ﷺ کا معمول تھا الا خذ والاعطاء بالیدی الیمنی. یعنی لینا دینا (پہننا) دائیں ہاتھ (وسمت) سے۔ واخرهما تنزع. جوتا کیونکہ حفاظت و کرامت اور سہولت کی چیز ہے اسی لیے فرمایا دائیں پاؤں میں زیادہ رہے۔

حدیث ثامن: یحب التیمّن لانه کان یحب الفال الحسن اذ اصحاب الیمین اهل الجنة. (عون) کرامت وفضیلت والے امور میں دائیں سمت کو پسند فرماتے۔ اس لیے کہ اس میں اہل جنت سے نیک فالی ہے کہ وہ بھی اصحاب الیمین دائیں ہاتھ والے ہوں گے۔

حدیث تاسع: فابدأ وبایامنکم. وفی نسخة بمیامنکم. یہ ایمن کی جمع ہے ثانی میمن کی جمع ہے۔

مسئلہ: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ وضوء میں تیمن سنت ہے جس کے فوت ہونے اور مخالفت سے آدمی فضیلت سے محروم ہوگا تاہم وضوء درست ہوگا۔ جبکہ روافض کا کہنا ہے کہ تیمن واجب ہے۔

قال النوویؒ: اجمع العلماء علی ان تقدیم الیمین علی الیسار من الیدین والرجلین فی الوضوء سنة لو خالفها فاته الفضل وصح وضوءہ وقالت الشیعة هو واجب ولا اعتداد بخلاف الشیعة (لانها فرقة ضالة مملوئة من الهویٰ وبغض الصحابة الفضلاء).

پھر دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وضوء میں بعض اعضاء کے اندر تیامن مستحب نہیں مثلاً کان، ہاتھ، رخسار بلکہ یہ دونوں بیک وقت دھوئے جاتے ہیں۔ ہاں اگر مقطوع الید ہو تو پھر تیمن ہی اپنائے مجدد الف ثانیؒ کے ہاں مستحبات کا بھی اتنا اہتمام تھا کہ فرماتے ہیں:

میں حتیٰ الوسع کوشش کرتا ہوں کہ پانی پہلے دائیں رخسار پر پڑے۔
فائدہ: علامہ نوویؒ کہتے ہیں شریعت مطہرہ میں یہ قاعدۂ مستمرہ ہے کہ کرامت وشرافت والے امور میں دائیں جانب ہی مستحب ہے۔ اور جواس کے برعکس ہے تو اس میں تیاسر اور بائیں سمت اور ہاتھ۔

قال النوویؒ هذه قاعدة مستمرة فی الشرع وهی انّ ماکان من باب التکریم والتشریف کلبس الثوب والسروایل والخف ودخول المسجد والسواك والاکتحال وتقلیم الاظفار وقص الشارب وترجیل الشعر ونتف الابط وحلق الرأس والسلام من الصلاة وغسل اعضاء الطهارة والخروج من الخلاء والاکل والشرب والمصافحة واستلام الحجر الاسود وغیر ذلك مما هو فی معناه یستحب التیامن فیه واما کان بضده کدخول الخلاء والخروج من المسجد والا متخاط والاستنجاء وخلع الثوب والسروایل والخف والنعل وما اشبه ذلك فیستحب التیاسر فیه وذلك کله لکرامة الیمین وشرفها. (عون)

(۴۳) بَابٌ فِی الْفُرُشِ

بستر کا بیان

(۴۰۵) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِيْ هَانِئٍ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْفُرُشَ فَقَالَ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِلْمَرْأَةِ وَفِرَاشٌ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ.

''یزید بن خالد، ابن وہب، ابو ہانی، ابو عبدالرحمٰن، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بستر کے بارے میں تذکرہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا انسان کو ایک بستر اپنے لئے رکھنا چاہئے اور دوسرا بستر اپنی اہلیہ کے لئے اور ایک بستر مہمان کے لئے اور چوتھا بستر شیطان کے لئے ہوتا ہے۔''

(۴۰۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهٖ فَرَأَيْتُهٗ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ زَادَ ابْنُ الْجَرَّاحِ عَلٰى يَسَارِهٖ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ أَيْضًا عَلٰى يَسَارِهٖ.

''احمد بن حنبل، وکیع (دوسری سند) عبداللہ، وکیع، اسرائیل، سماک، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو تکیہ پر سہارا لگائے ہوئے دیکھا تو ابن جراح نے اضافہ کیا کہ آپ ﷺ بائیں طرف کو سہارا لگا ہوئے (تشریف فرما) تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو اسحٰق نے اسرائیل سے روایت کیا ہے اور اس میں بھی لفظ عَلٰى يَسَارِهٖ موجود ہے (یعنی بائیں طرف آپ ﷺ سہارا لگائے ہوئے تھے)۔''

(۴۰۷) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرٍو نِ الْقُرَشِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ رَأٰى رُفْقَةً مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ رِحَالُهُمُ الْأَدَمُ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى أَشْبَهِ رُفْقَةٍ كَانُوْا بِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَنْظُرْ إِلٰى هٰؤُلَاءِ.

''ہناد' وکیع' اسحق بن سعید' ان کے والد' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے چند ساتھیوں کو دیکھا جو کہ یمن کے باشندہ تھے ان لوگوں کے بستر ے کھالوں کے بنے ہوئے تھے تو انہوں نے فرمایا جس شخص کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت مشابہت والے ساتھیوں کو دیکھنا پسند ہو تو وہ ان حضرات کو دیکھ لے۔''

(۴۰۸) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَتَّخَذْتُمْ أَنْمَاطًا قُلْتُ وَأَنَّى لَنَا الْأَنْمَاطُ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ .

''ابن سرح' سفیان' ابن المنکدر' جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم نے توشکیں (چادریں) بنائیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ' ہم لوگوں کے پاس توشکیں کہاں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عنقریب تم لوگوں کو توشکیں ملیں گی۔''

(۴۰۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ وِسَادَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ابْنُ مَنِيعٍ نِ الَّتِي يَنَامُ عَلَيْهَا بِاللَّيْلِ ثُمَّ اتَّفَقَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ .

''عثمان' احمد بن منیع' ابو معاویہ' ہشام' ان کے والد' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ مبارک کہ جس پر آپ ﷺ رات کو تکیہ لگا کر سویا کرتے تھے وہ دباغت شدہ کھال کا تھا اور کھجور کے پوست سے بھرا ہوا تھا۔''

(۴۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَيَّانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ ضِجْعَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ.

''ابو توبہ' سلیمان' ابن حبان' ہشام' ان کے والد' حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا گدا' دباغت شدہ کھال کا بنا ہوا تھا اور اس گدے کا بھراؤ کھجور کے پوست کا تھا۔ (واضح رہے کہ کھال' چمڑے کا تکیہ' بستر گرم نہیں ہوتا' ٹھنڈا رہتا ہے)''

(۴۱۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ نِ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ فِرَاشُهَا حِيَالَ مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ .

''مسدد' یزید بن زریع' خالد حذاء' ابو قلابہ' حضرت زینب' حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان کا بستر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے نماز کے سامنے تھا۔''

تشریح: اس باب میں فراش میں اسراف سے ممانعت اور بقدر ضرورت انصاف سے اعتدال کا حکم مذکور ہے۔ ملبوسات کی طرح یہ بھی ضروری کپڑوں اور اشیاء ضرورت میں سے ہے۔

حدیث اول: الرابع للشیطان. بستروں کے لیے تین عدد بطور بنیاد کے مباح ہیں مرد کے لیے، بیوی کے لیے، مہمان کے لیے۔ بچوں کے بستر پہلے دو کے ساتھ لاحق ہوں گے اور مہمان کے ذکر سے یہ مطلوب نہیں کہ صرف ایک زائد بستر ہو بلکہ حسب ضرورت عادۃً جتنے مہمانوں کی آمد و رفت ممکن و معتاد ہو اتنی تعداد میں زائد بستر رکھے جاسکتے ہیں اور زائد بستر رکھنے اتنے درست ہیں جو کم از کم سال میں ایک مرتبہ تو استعمال میں آ ہی جائیں۔ اس کا انحصار ضرورت پر ہے عدد پر نہیں بالفاظ دیگر مفہوم یہ ہوا کہ اپنی بیوی، بال بچوں اور مہمانوں کی ضرورت کے مطابق درست ہیں اور اس سے زائد ممنوع اور فضول خرچی میں داخل ہیں۔

شیطان کے لیے بستر ہونے کی وجوہ: قال النوویؒ معناه ما زاد علی الحاجة فاتخاذه انما هو للمباهاة و الالتهاء

بزينة الدنيا وما كان بهذه الصفة فهو مذموم وكل مذموم يضاف الى الشيطان لانة ير تضيه ويحسنه.

(۱) اس کی پہلی وجہ امام نوویؒ کی عبارت سے واضح ہے کہ اس میں محض دنیا کی زیب و زینت اور فخر و مباہات ہے جو قابل مذمت ہے اور شیطان کو خوش کرنا ہے اس لیے فرمایا چوتھا شیطان کے لیے یعنی اس کی خوشی کے لیے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **انه لا یحب المسرفین، انّ المبذّرین کانوا اخوان الشیٰطین.** فضول خرچ اللہ تعالیٰ کو نہیں بھاتے یہ تو بدعملی میں شیطان کے بھائی ہیں۔ (۲) **قیل انه علی ظاهره وانه اذا کان لغیر حاجة کان للشیطان علیه مبیت ومقیل.** اس کو ظاہر پر بھی محمول کر سکتے ہیں کہ ایسے زائد بستر پر شیطان سوتا ہے اور جو انسان میں خون کی طرح سرایت کرتا ہے اس کے لیے صندوق میں رکھے بستر پر پہنچنا کوئی دشوار نہیں۔

فائدہ: بذل و عون میں بقول امام نوویؒ یہ مسئلہ مذکور ہے کہ میاں بیوی کو ایک بستر و بیڈ پر سونا چاہیے یا جدا جدا؟ امام نوویؒ کہتے ہیں: بعض نے **وفراش للمراة** سے استدلال کیا ہے کہ الگ ہی سونا چاہیے لیکن نوویؒ نے اس استدلال کو کمزور قرار دیا ہے اور عمل نبوی سے بیوی کے ساتھ سونے کو ثابت کیا ہے۔

حدیث باب کا حاصل یہ ہے کہ شوہر عند الضرورۃ بیماری، ولادت، رضاعت وغیرہ کے وقت عورت سے جدا سوئے یہ مطلب نہیں کہ مطلقا علی کل حال جدا سوئیں بستروں کا متعدد ہونا ضرورت کے وقت کے لیے ہے جدا سونے کے لیے نہیں۔ **واستدلّ بعضهم بهذا علی انه لا یلزمه النوم مع امرأته وانه له الانفراد عنها بفراش والاستدلال به فی هذا ضعیف لان المراد بهذا وقت الحاجة کالمرض..... وان کان النوم مع الزوجة لیس واجبًا......... فاجتماعهما فی فراش واحدافضل (وازکیٰ لهما) وهو ظاهر فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی واظب علیه مع مواظبته علی قیام اللیل فینام معها فاذا اراد القیام قام وترکها......... ثم انه لا یلزم من النوم معها الجماع.** (عون) حسب عادت و سہولت میاں بیوی اکٹھے اور جدا سو سکتے ہیں جدا سونے میں کوئی افضلیت نہیں اور ساتھ سونا مواظبۃً آپ ﷺ سے ثابت اور افضل ہے۔

حدیث ثانی: **متکئا علی وسادة.** اس سے ٹیک لگا کر بیٹھنے اور گاؤ تکیہ کا ثبوت ہوگا بشرطیکہ ان میں زیادہ تکلف و آرائش اور نمود و نمائش نہ ہو آسائش مقصود ہو۔ **علی یساره.** یہ قید اتفاقی ہے بہر دو جانب ٹیک لگانا درست ہے بس اہل مجلس میں سے کسی کی طرف بے رخی اور ایذاء نہ ہو۔

حدیث ثالث: **رحالهم الادم.** یعنی ان یمنی ہمسفروں کے پالان چمڑے کے تھے جن سے سادگی ٹپکتی تھی اور اعاجم کی طرح سجے ہوئے پرتعیش نہ تھے اور صحابہ کرامؓ کو یہی تعلیم ملی تھی اور انہوں نے مکمل تعمیل بھی کی۔ ابن عمرؓ کے قول **من احب ان ینظر.....** سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی پیروی کی کوشش کرنی چاہیے۔

عون میں ہے کہ رفقۃ کے بعد "کانوا" زائدہ ہے جیسے ہدایۃ النحو میں افعال ناقصہ کی بحث میں ہم نے پڑھا ہے۔ شعر

جیاد ابنی ابی بکر تسامی — علی کان المسوّمة العراب

دوسری بات یہ بھی ہے کہ اسے اگر زائد نہ مانیں تو بھی معنی درست ہے اور جملہ فعلیہ رفقۃ کی صفت ہے۔ **ای کانوا هم اشبه باصحاب.........**

حدیث رابع: اتخذتم انماطا. کیاتم نے جھالردار چادریں اپنالیں یہ موجودہ ہمزہ استفہام ہے دراصل اتخذتم تھا ثانی ہمزہ وصل کو حذف کر دیا جیسے قرآن کریم میں ہے: اتخذناهم سخريًا، اصطفى البنات على البنين. (بذل) اس روایت میں صحیحین میں یہ زیادتی ہے کہ میری بیوی نے ایسی چادر ڈالی میں نے روکا تو اس نے یہ حوالہ دیا۔ ستکون لکم انماط. یہ ستکون تامہ ہے۔ انماط یہ نمط کی جمع ہے بمعنی باریک پرتکلف جھالردار چادر۔ کجاوے پر بھی ڈالی جاتی تھی اور گدے پر ڈالنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔

امام نوویؒ: کہتے ہیں اس میں آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ فتوحات کی کثرت سے پیشگی اس کی خبر دی۔ اور انماط اور قدرے پرتکلف کپڑے اور چادروں کا جواز بھی معلوم ہوا بشرطیکہ خالص ریشمی نہ ہوں۔ پرتکلف کی اس میں پیشگی خبر اور جواز ہے اگلی حدیث میں سادگی کی تعلیم بھی ہے کہ آپ ﷺ کا تکیہ کیسا تھا؟ من ادم حشوها ليف. کہ چمڑے کا تکیہ اندر کھجور کی چھال، یہ ہے سید الکونین ﷺ کا پرتواضع حال۔

حدیث خامس: كان ضجعة رسول الله. یہ ضاد کے کسرے کے ساتھ جلسة کے مثل بمعنی جس پر لیٹا جائے یعنی بستر وغیرہ اور یہاں یہی مراد ہے۔ اى كان ذات ضجعة. (عون)

حدیث سادس: كان فراشها حيال مسجد النبیؐ. لفظ مسجد سے مراد مسجد بیت یعنی موضع تہجد ہے اصطلاحی مسجد مراد نہیں ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا سونے کا بستر نوافل وتہجد والی جگہ کے قریب تھا کہ رات میں دو کام ہیں نیند بھی اور تہجد بھی۔ اس لیے دونوں کا انتظام تھا ہم نے تو نیند ہی کو رات کا عمل محبوب قرار دیا ہے اس لیے مصلے کے بجائے صرف بستر کی فکر ہوتی ہے۔ كان وسادة. وسادة کہ جمع وسائد آتی ہے بمعنی تکیہ اور سہارا و ٹیک لگانے کا آلہ۔ دوسر الفظ ضجعۃ مذکور ہے وسادہ کا اطلاق تکیہ کے ساتھ بستر پر بھی ہوتا ہے۔

(۴۴) بَابٌ فِيْ اتِّخَاذِ السُّتُوْرِ

پردہ لٹکانا

(۴۱۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى فَاطِمَةَ فَوَجَدَ عَلٰى بَابِهَا سِتْرًا فَلَمْ يَدْخُلْ قَالَ وَقَلَّمَا كَانَ يَدْخُلُ إِلَّا بَدَأَ بِهَا فَجَاءَ عَلِيٌّ فَرَآهَا مُهْتَمَّةً فَقَالَ مَا لَكِ قَالَتْ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ فَلَمْ يَدْخُلْ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَدَّ عَلَيْهَا أَنَّكَ جِئْتَهَا فَلَمْ تَدْخُلْ عَلَيْهَا قَالَ وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالرَّقْمَ فَذَهَبَ إِلٰى فَاطِمَةَ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ قُلْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمُرُنِيْ بِهِ قَالَ قُلْ لَهَا فَلْتُرْسِلْ بِهِ إِلٰى بَنِيْ فُلَانٍ.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابن نمیر' فضیل' نافع' عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ فاطمہؓ کے گھر پر تشریف لائے تو انکے گھر کے دروازہ پر ایک پردہ لٹکتا ہوا دیکھا۔ آپؐ گھر میں تشریف نہ لے گئے بلکہ باہر سے ہی واپس تشریف لے آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپؐ بہت کم ایسا کرتے تھے کہ گھر میں تشریف لے جائیں اور فاطمہ زہراؓ سے بات چیت نہ فرمالیں۔ جب علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے تو انہوں نے فاطمہ زہراؓ کو دیکھا کہ وہ غمگین بیٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا اے فاطمہ! کیا بات ہے؟ فاطمہؓ نے کہا کہ میری طرف نبیؐ

تشریف لائے تھے لیکن آپؐ اندر تشریف نہیں لائے۔علی کرم اللہ وجہہ یہ بات سن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فاطمہؓ کو آپ ﷺ کا گھر پر تشریف لانا اور (اندر مکان میں) ان کے پاس تشریف نہ لے جانا بہت گراں محسوس ہوا ہے۔آپؐ نے فرمایا میرا اور دُنیا کا کیا تعلق، میرا اور نقش ونگار کا کیا تعلق۔یہ بات سن کر علیؓ فاطمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور نبیؐ کے فرمان کے بارے میں بتایا۔فاطمہؓ نے فرمایا تو اب آپ نبیؐ سے دریافت کریں کہ میں اس پردہ کا کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا فاطمہ سے کہہ دیں کہ (تم وہ پردہ) فلاں لوگوں کے پاس بھیج دو۔''

(۴۱۳) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ وَكَانَ سِتْرًا مَوْشِيًّا .

''واصل بن عبدالاعلیٰ، ابن فضیل نے اپنے والد فضیل سے یہی روایت بیان کی گئی ہے البتہ اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ وہ پردہ منقش تھا۔''

تشریح: ستور یہ ستر کی جمع ہے بمعنی پردے۔کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں باب الدعاء کے تحت یہ حدیث گذر چکی ہے کہ ''لا تستروا الجدر'' دیواروں کو پردوں سے مت چھپاؤ۔ **ای لا تغطوا ها بالثياب لانه زیّ المتكبرين والمتنعمين.** (بذل) کیونکہ یہ آزاد منش متکبر ومن چاہی زندگی گذارنے والوں کی عادت ہے اس لیے اجتناب لازمی ہے۔اس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آ گئی کہ گھر کے اندر زائد بلاضرورت اور فضول پردے محض نمود ونمائش کے لیے منع ہیں ہاں ضرورت کے طور پر بیرونی یا اندرونی دروازوں پر درست ہیں۔حدیث باب میں آپ ﷺ کا دروازے کے پردے کا ناپسند کرنا اس کے نقش ونگار اور سادگی کے خلاف ہونے کی وجہ سے تھا اس کا قرینہ **ما انا والدنيا**......... کے الفاظ ہیں کہ میرے اور دنیا کی زیب وزینت کے درمیان کیا ملاپ؟ گھر میں ضرورت کے لیے کھڑکی، دروازوں پر پردہ لٹکانے کی دلیل مشہور ترین واقعہ ہے کہ زندگی کے آخری دن میں آپ ﷺ نے جب صحابہ حضرت ابوبکرؓ کی زیرامامت فجر کی نماز ادا کر رہے تھے تو حجرۂ عائشہؓ کا پردہ ہٹا کر مسجد کی طرف دیکھا اور تبسم فرمایا.....تو حاصل کلام یہ ہے کہ دروازے پر پردہ لٹکانا بالاتفاق درست بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ پردہ پرکشش نہ ہو۔یہی حدیث کتاب الترجل کے آخر میں باب ۲۱ میں قدرے تفصیل کے ساتھ آ رہی ہے۔

حدیث اول: **اتى فاطمة.** آپ ﷺ کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر لاڈلی بیٹی کے پاس سب سے پہلے تشریف لے جاتے اس مرتبہ دروازے پر منقش پردے کی وجہ سے واپس تشریف لے گئے جس سے مقصود تنبیہ اور سادگی کی تعلیم ہے۔

فلترسل به الى بنى فلان. اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ گھر والے ضرورت مند ہوں گے اس لیے ان کی حاجت برآری ہوگی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اولاد واقارب اور زوجہ کو اعراض اور بے رخی کے ذریعے تنبیہ کی جاسکتی ہے اور یہ طریقہ حسب موقعہ مفید ومؤثر بھی ہے۔ **وما انا والرقم.** رقم کا معنی ہے پھول بوٹے، نقش ونگار۔

آپ ﷺ کا حکم ہے: **لا تمدنّ عينيك الى ما متعنا به زواجا منهم زهرة الحيٰوة الدنيا لنفتنهم فيه ورزق ربك خير وابقى.** (طٰہٰ:۱۳۱)

''ہم نے جوان دنیا والوں کو ملا جلا مال ومتاع دیا ہے اس کی طرف آپ نظر مت اٹھائیے یہ دنیا کی ٹھاٹھ باٹھ ان کی آزمائش کے لیے ہے اور آپ کے رب کا دیا رزق بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔''

اس لیے آپ ﷺ تو فوراً واپس تشریف لے گئے پھر پیاری بیٹی کا حال بھی یہ ہے کہ غمزدہ ہوئی یہ نہیں کہ تاویل کر لیتی یا اپنے آپ کو گھر بار والا سمجھ کر پرواہ نہ کرتی ہرگز نہیں بلکہ جب تک اس سے نجات نہ پائی چین سے نہ بیٹھیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی اگر غمزدہ یا تکلیف میں ہو تو اس کی خیر وخبر لینی چاہیے اور تلافی کی کوشش کرنی چاہیے۔

حدیث ثانی: کان ستر موشیا ای مخططا منقشا بمعنی دھاری دار، بیل دار۔

(۴۵) بَابٌ فِي الصَّلِيبِ فِي الثَّوْبِ

جس کپڑے پر صلیب کی تصویر بنی ہوئی ہو

(۴۱۴) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ حِطَّانَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصْلِيبٌ إِلَّا قَضَبَهُ.

''موسی بن اسماعیل، ابان، یحیٰ، عمران، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ اپنے گھر میں ایسی چیز کو جس میں صلیب کی تصویر بنی ہوئی ہو بغیر توڑے نہیں چھوڑتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: فیہ تصلیب. صلیب یہ نشان ہے کہ جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے اپنے باطل گمان کے اعتبار سے سولی چڑھادیا تھا حالانکہ قرآن کریم صاف کہتا ہے کہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم. (النساء:۱۵۷) ان یہود نے انہیں قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔ صلیب کا نشان یہ (✝) ہے اور نصاریٰ اس کی تعظیم کرتے ہیں اپنے پاس رکھتے ہیں اور چرچ وگھروں پر لٹکاتے ہیں حالانکہ اس میں تو مزید دل آزاری ہے کہ جس طرح ان کے خیال کے مطابق سولی دی گئی یہ اس نشان کو باقی رکھنے کا سبب ہے۔

حدیث باب کا مقصد: یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی چیز پر صلیب کا نشان بنا دیکھتے تو اسے مٹا دیتے اگرچہ جاندار کی تصویر نہیں جو قطعی حرام ہے لیکن تشبہ بالنصاریٰ کی وجہ سے اسے برداشت نہ فرماتے اور غیروں کا شعار اپنے پاس ہو یہ برداشت نہ فرماتے اور ہمیں بھی یہی کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کپڑے، کھلونے، قلم، بیگ، تھیلے وغیرہ پر اس قسم کی چیز بنی ہو تو اسے ختم کر دینا چاہیے۔ قضبہ ای قطعه وكسره وازاله وفی روایة البخاری نقضه. اسے بالکل توڑ کر ختم کر دیتے۔ جاندار کی تصویر کے لیے تو حکم اس سے بھی زیادہ سخت ہے یاد رکھیے! اپنے آپ اور اپنے بچوں کو اس سے بچائیے ایک دن رب تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور حساب دینا ہے۔

(۴۶) بَابٌ فِي الصُّوَرِ

تصاویر کا بیان

(۴۱۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ.

''حفص بن عمر' شعبہ' علی بن مدرک' ابوزرعہ' عبداللہ بن یحییٰ' ان کے والد' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے کہ جس میں ذی روح کی تصویر یا کتا یا جنبی شخص ہو۔''

(٤١٦) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ سُهَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارِ نِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدِ نِ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا تِمْثَالٌ وَقَالَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ نَسْأَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَانْطَلَقْنَا فَقُلْنَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا فَهَلْ سَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكُمْ بِمَا رَأَيْتُهُ فَعَلَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ وَكُنْتُ أَتَحَيَّنُ قُفُولَهُ فَأَخَذْتُ نَمَطًا كَانَ لَنَا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْعَرَضِ فَلَمَّا جَاءَ اسْتَقْبَلْتُهُ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَعَزَّكَ وَأَكْرَمَكَ فَنَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ فَرَأَى النَّمَطَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا وَرَأَيْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ فَأَتَى النَّمَطَ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَأْمُرْنَا فِيمَا رَزَقَنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللَّبِنَ قَالَتْ فَقَطَعْتُهُ وَجَعَلْتُهُ وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْتُهُمَا لِيفًا فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ.

''وہب بن بقیہ' خالد' سہیل' سعید بن یسار' زید بن خالد' حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے ملائکہ رحمت اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا ہو اور ذی روح کی تصویر ہو۔ اس حدیث کے راوی' حضرت زید بن خالد نے حضرت سعید بن یسار سے بیان کیا تم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں میرے ہمراہ چلو' ہم ان سے اس سلسلہ میں دریافت کریں۔ پھر ہم دونوں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مؤمنین کی ماں! حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس طریقہ سے ارشاد فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے بھی کوئی بات سنی ہے کہ آپ ﷺ اس بات کا تذکرہ فرماتے ہوں؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نہیں۔ لیکن میں تم سے ایک حدیث بیان کرتی ہوں جو میں نے آپ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ کسی سفر جہاد کے لئے تشریف لے گئے اور میں آپ ﷺ کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی تو میں نے ایک پردہ لے کر دروازہ کی بڑی لکڑی پر لٹکا دیا جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میں آگے بڑھی اور میں نے عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے آپ ﷺ کو عزت عطا فرمائی اور آپ ﷺ پر احسان فرمایا اور آپ ﷺ نے درواز پر پردہ کو دیکھا تو میری کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور میں نے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری دیکھی۔ آپ ﷺ پردہ کے پاس تشریف لائے اور اسے اُتار دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اس کے رزق میں سے اینٹ' پتھر کو کپڑا (لباس) پہنائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پھر میں نے اس پردہ کو کاٹ کر اس کے دو تکیے بنا لئے اور میں نے ان میں کھجور کے پوست بھر لئے۔ اس بات کا آپ ﷺ نے برا نہ مانا۔''

(٤١٧) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا أُمَّهْ إِنَّ هٰذَا حَدَّثَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ وَقَالَ فِيهِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي النَّجَّارِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' جریر' سہیل سے بھی یہ حدیث اسی طرح روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا پس میں نے کہا اماں جان! انہوں نے

مجھ سے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سعید بن یسار بنی نجار کے آزاد کردہ غلام ہیں۔"

(۴۱۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَكَى زَيْدٌ فَعُدْنَاهُ فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قَالَ إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ.

"قتیبہ بن سعید لیث، بکیر بن بسر بن سعید زید بن خالد ابوطلحہؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں ذی روح کی تصویر ہو۔ بسر نے بیان کیا اس حدیث کے راوی زید بن خالد بیمار پڑ گئے پھر ہم لوگوں نے ان کی مزاج پرسی اور عیادت کی تو ہم نے دیکھا کہ ان کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا ہے جس میں تصویر بنی ہوئی ہے تو میں نے عبیداللہ خولانی سے، جو ام المؤمنین میمونہؓ کے پروردہ تھے کہا کہ زیدؓ نے ہمیں تصویر کی ممانعت سے متعلق روایت نہیں سنائی تھی؟ پھر (یہ کیا بات ہوئی کہ انہوں نے اپنے دروازے پر تصویر لگا رکھی ہے؟) عبیداللہ نے کہا تم نے ان سے نہیں سنا وہ یہ بھی تو فرماتے تھے "مگر کپڑے پر جو پھول بوٹے ہوں" (مطلب یہ ہے کہ صرف نقش ونگار اور پھول بوٹے ہیں اور یہ ممنوع نہیں ہیں)۔"

(۴۱۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَنَّ إِسْمٰعِيلَ بْنَ عَبْدِ الْكَرِيمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ عَقِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ زَمَنَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ أَنْ يَأْتِيَ الْكَعْبَةَ فَيَمْحُوَ كُلَّ صُورَةٍ فِيهَا فَلَمْ يَدْخُلْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مُحِيَتْ كُلُّ صُورَةٍ فِيهَا.

"حسن بن صباح، اسماعیل، ابراہیم، ان کے والد، وہب بن منبہ، حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا اور آپ ﷺ بطحا میں تھے تو آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم فرمایا کہ بیت اللہ شریف میں جائیں اور وہاں جس قدر تصاویر ہوں ان کو مٹا دیں۔ پھر آنحضرت ﷺ بیت اللہ شریف میں تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ وہاں کی تمام تصاویر مٹا نہیں دی گئیں۔"

(۴۲۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ وَعَدَنِي أَنْ يَلْقَانِيَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِي ثُمَّ وَقَعَ فِي نَفْسِهِ جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ بِسَاطٍ لَنَا فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِهِ مَاءً فَنَضَحَ بِهِ مَكَانَهُ فَلَمَّا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ فَأَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَأْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِيرِ وَيَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِيرِ.

"احمد بن صالح، ابن وہب، یونس، ابن شہاب، ابن سباق، ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے میمونہؓ نے بتایا کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا بے شک جبرائیل نے آج کی رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر انہوں نے ملاقات نہیں کی۔ پھر آپؐ کے دل میں یہ بات آئی کہ ہمارے پلنگ کے نیچے کتے کا بچہ ہے۔ آپؐ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم فرمایا پھر آپؐ نے اپنے دست مبارک سے پانی لے کر وہاں پر چھڑک دیا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام کی آپؐ سے ملاقات ہوئی تو حضرت جبرئیل نے آپؐ سے فرمایا ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہوں۔ پھر آپؐ نے صبح کے وقت کتوں کو مار دینے کا حکم فرمایا اور یہاں تک کہ آپؐ نے چھوٹے باغ کے حفاظت کرنے والے کتوں کو مار دینے کا حکم فرمایا اور بڑے باغ کے کتوں کو چھوڑنے کا حکم فرمایا (اس لئے کہ بڑے باغ کی حفاظت کے لئے کتے کی

ضرورت ہوتی ہے)۔''

(۴۲۱) حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتَانِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِيْ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ أَنْ أَكُوْنَ دَخَلْتُ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ عَلَى الْبَابِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ فِيْهِ تَمَاثِيْلُ وَكَانَ فِي الْبَيْتِ كَلْبٌ فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِيْ فِي الْبَيْتِ يُقْطَعُ فَيَصِيْرُ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ فَلْيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مَنْبُوْذَتَيْنِ تُوْطَآنِ وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَلْيُخْرَجْ فَفَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَإِذَا الْكَلْبُ لِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ كَانَ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُمْ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ.

''ابوصالح' ابواسحق' یونس بن ابی اسحق' مجاہد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تو مجھ سے کہا کہ میں گزشتہ رات میں بھی آپ ﷺ کے پاس آیا تھا مگر دروازے پر موجود تصویر نے مجھے اندر آنے سے روک دیا اور گھر میں رنگ دار تصاویر سے نقش کیا ہوا کپڑا تھا اور گھر میں کتا بھی موجود تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ تصاویر کے سرقلم کر دینے کا حکم فرما دیجئے جو تصاویر مکان میں ہیں کیونکہ پھر وہ درخت کی صورت ہو جائیں گے اور آپ ﷺ پردے کے چاک کرنے کا حکم فرما دیجئے اس میں نشست کے لئے دو قالین بنائے جائیں تاکہ وہ پاؤں سے روندے جائیں اور آپ ﷺ کتے کے باہر نکالنے کا حکم فرمائیے چنانچہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا۔ کتا شاید حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا تھا جو ان کے تخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور وہ نکال دیا گیا۔''

تشریح: صُوَرٌ یہ بحذف التاء صورۃ کی جمع ہے بمعنی تصویر۔ یہ کتاب اللباس کا آخری باب ہے اور اس میں سات احادیث ہیں اور صحیح مسلم ج ۲ باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان میں چونتیس احادیث موجود ہیں جبکہ امام بخاریؒ بھی اس کے متعلق متعدد احادیث لائے ہیں۔ اسی طرح دیگر اصحاب صحاح اور محدثین بہت ساری احادیث تصویر کی حرمت اور اس پر لعنت کے متعلق لائے ہیں اور جملہ فقہاء ومحدثین اور ائمہ ومحققین کے نزدیک جاندار کی تصویر بالاتفاق حرام وموجب لعنت اور گناہ کبیرہ ہے اور رحمت سے محرومی کا سبب ہے اب اس کی تعریف وحکم اور قدرے تفصیلی دلائل ذکر ہوتے ہیں۔

تصویر کی تعریف: تصویر یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا معنی ہے صورت بنانا، بت، مجسمہ، فوٹو، کسی بھی جاندار یا غیر جاندار کی تصویر وہیئت جو قلم وغیرہ سے کاغذ، کپڑے یا دیوار پر بنائی گئی ہو یا کیمرے سے لی گئی ہو اس کی جمع تصاویر آتی ہے۔ زیر بحث جاندار انسان وحیوان کی تصویر ہے خواہ ہاتھ سے بنائی ہو یا کیمرے وغیرہ سے۔ اس لیے کہ جس طرح چھری سے قتل کرنا جرم ہے تو یقیناً گولی سے مارنا بھی جرم ہے، شراب ہاتھ سے نچوڑ کر بنائیں یا آلات سے بہرحال آلہ بدلنے سے حکم نہیں بدلتا۔ یہ وضاحت ہم نے اس لیے کر دی کہ بعض مغربی ذہنیت کے حامل کہتے ہیں تصویر تو صرف ہاتھ سے بنے مجسمے کو کہتے ہیں حالانکہ یہ حق وحقیقت سے کورے پن کی دلیل ہے تصویر حرام ہے خواہ جس انداز وآلہ سے بنائی گئی ہو۔

جاندار کی تصویر کا حکم: جمہور فقہاء وعلماء کے نزدیک تصویر حرام اور گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت کا سبب ہے۔ (تکملہ، نووی)

بے جان کی تصویر کا حکم: اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) شمس وشجر، کوکب وحجر یا کسی دوسری بے جان چیز کی تصویر جس کی پوجا کی جاتی ہو اور تعظیم وپرستش ہوتی ہو وہ بالکل حرام ہے۔ (۲) کسی بھی بے جان چیز کی تصویر ونقش جو خوبصورتی یا کسی دیگر غرض کے لیے دیوار پر ہو یا

کپڑے پرتو یہ بالکل درست ہے۔اسی طرح کسی جاندار کی سر کے بغیر تصویر ہو یا مدہم سی شبیہ ہو جس سے مکمل اعضاء کی پہچان نہ ہوتی ہو یا حقارت آمیز چھوٹی سی شکل ہو تو بھی جواز کا حکم ہے چنانچہ جو بعض انگوٹھیوں کے متعلق مروی ہے وہ اسی پر محمول ہے۔(بذل)

کیمرے کی تصویر کا حکم: یہ عنوان مستقل اس لیے قائم کیا ہے کہ جمہور امت کے برعکس بعض آزاد طبع نے کیمرے کی تصویر کو مجسم تصویر کے حکم سے جدا و مباح قرار دیا ہے چنانچہ الشیخ محمد بخیت المصری نے اس کے جواز پر مستقل رسالہ بنام "**الجواب الشافی فی اباحة التصویر الفوتو غرافی**" تحریر کیا ہے۔لیکن جمہور اہل علم وارباب فتویٰ وتقویٰ نے کیمرے کی تصویر کا حکم وہی بیان کیا ہے جو سایہ دار اور مجسم تصویر کا ہے۔اور مصر کے علماء و محققین کے نزدیک مایہ ناز اور محقق مفتی کفایت اللہ نے کفایت المفتی **کتاب الحظر والاباحة** ج۹ ص۲۴۳ میں بتصریح لکھا ہے: فوٹوگرافی کا پیشہ حرام ہے۔ **وفیه بحث طویل.** سطور بالا سے تصویر کی تفصیل وحکم واضح ہو چکا اب ہم چند دلائل ذکر کرتے ہیں:

جاندار کی تصویر بہر صورت حرام ہے: امام نوویؒ رقمطراز ہیں: **تصویر صورة الحیوان شدید التحریم وهو من الکبائر سواء صنعه بما یمتهن او بغیر فصنعه حرام بکل حال لان فیه مضاهاة (مشابهة) لخلق الله..... ولا فرق فی هذا کله بین ماله ظل وما لا ظل له، هذا تلخیص من مذهبنا فی المسألة وبمعناه قال جماهیر العلماء من الصحابة والتابعین ومن بعدهم وهو مذهب الثوری ومالك وابی حنیفة وغیرهم.** (مسلم ج۲ کتاب اللباس)

مرداویؒ نے الانصاف ج ا ص ۴۷۴ میں اور ابن قدامہ نے المغنی ج ۷ ص ۱۱۵ میں حنابلہ کا یہی مسلک ذکر کیا ہے۔

احناف کا مسلک وہی ہے جس کی تصریح امام نوویؒ نے کردی ہے اور عینی وشامی میں بھی درج ہے۔اصحاب مالک کے اکثر علماء نے دونوں قسم کی تصویروں کو مکروہ لکھا ہے مجسم تصویر کو تو بالاتفاق حرام قرار دیا ہے تاہم کاغذ، کپڑے والی تصویر جس کا سایہ نہیں مالکیہ میں سے ابن القاسم نے اسے جائز قرار دیا ہے جبکہ بعض مالکیہ نے اس کو بھی حرام کہا ہے بہرحال کراہت پر تو ان میں سے اکثر کا اتفاق ہے۔(اکمال للابی)

خلاصہ: ائمہ اربعہ کے مسالک کا حاصل یہ ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مجسم وغیر مجسم دونوں تصویریں قطعی حرام ہیں مالکیہ کے نزدیک مجسم کا یہی حکم ہے صرف غیر مجسم کو اکثر نے مکروہ اور بعض نے مباح کہا ہے لیکن حرمت یقیناً راجح ہے کہ اس کے مقابل کوئی قوی قول منقول نہیں۔ **کما صرح به النوویؒ.**

مسئلہ: مذکورہ تفصیل واحکام سے حقیقی ضرورت والی صورتیں مستثنیٰ ہوں گی مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ، آدمی پہچان کی ضرورت کے مواقع "**الضرورات تبیح المحظورات**" کے اصول کے تحت درست ہیں۔

مسئلہ: میدان جنگ میں باتصویر آلات واسلحہ وغیرہ استعمال کرنے کی بھی امام محمدؒ نے اباحت ذکر کی ہے۔ **وان تحققت الحاجة له الی استعمال السلاح الذی فیه تمثال فلا باس باستعماله.** (سیر کبیر ۲/۲۷۸)

مسئلہ: روپے پیسے، سکے اور نوٹ پر موجود تصویر پاس ہونے کے باوجود نماز درست ہے بشرطیکہ جیب وغیرہ میں مخفی ہوں بالکل ظاہر یا سامنے نہ رکھے ہوں۔ **انه لا یکره ان یصلی ومعه صرّة او کیس فیه دنانیر او دراهم فیها صور صغار لا ستتارها بالثوب الاخر.** (بحر الرائق لابن نجیم ج۲ ص۲۷)

مسئلہ: تصویر اگر کسی ایسی چیز پر ہو جس میں تحقیر واہانت ہو تو اس میں مضائقہ نہیں مثلاً بچھونے، تکیہ، قالین، چٹائی، جوتی وغیرہ۔ ہاں

پردوں اور نصب شدہ یا اوپر لٹکی ہوئی اشیاء پر نہ ہوں۔ وما کان فیه من تصاویر من بساط یبسط او فراش یفترش او وسادة فلا باس بذلک وانما یکره من ذلک فی السترو ما ینصب نصبا...... (مؤطا محمد کتاب الاستیذان باب التصاویر ص ۳۸۲)

واما اتخاذ المصور فیه و صورة حیوان فان کان معلقا علی حائط او ثوبا ملبوسا او عمامة ونحوه ذلک مما لا یعد فهو حرام وان کان فی بساط یداس ووسادة ونحوها مما یمتهن (ویهان) فلیس بحرام.

(نووی) راقم کو اس پر اطمینان نہیں اس لیے کہ حدیث مبارکہ میں مطلق ہے کہ گھر میں تصویر...... ہو خواہ تعظیم کی صورت میں ہو یا تحقیر میں وجود تصویر بلا مجبوری سبب محرومی ہے اس لیے بہرصورت اجتناب اولیٰ ہے اور امام نوویؒ ہی کی ذکر کردہ علت لان فیه مضاهاة لخلق الله یہاں بھی موجود ہے۔

تنبیہ: ہمارے ہاں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بلاوجہ اور عذر تصاویر گھروں میں رکھی رہتی ہیں جس کی وجہ سے نزول ملائکۂ رحمت سے ہم سب محروم رہتے ہیں اور گھر میں بے برکتی وغیرہ کی شکایات کرتے ہیں اور ازالے کی دعا کرتے ہیں مگر سبب و آڑ کی طرف دھیان نہیں جاتا مثلاً اخبارات، اعلانات کے پرچے حد تو یہ ہے کہ فحش تصاویر سے بھرے ہوئے اخبار اور لٹریچر کو اسی جگہ سنبھال کر رکھتے ہیں جہاں عموماً قرآن پاک اور مقدس کتابیں رکھی ہوں۔ اخبارات کو ضائع یا جدا کرنے کا مناسب طریقہ اپنائیں اور اپنے گھر اور حجرے کو تصاویر سے پاک کریں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حقدار بنیں۔

تصویر کی شناعت وقباحت حرمت وممانعت اور موجب لعنت ہونے پر احادیث

(۱) عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لهم: احیوا ما خلقتم. (بخاری ومسلم)

''بلاشبہ جو یہ تصویریں بناتے ہیں انہیں روز قیامت عذاب دیا جائے گا ان سے کہا جائے گا زندگی بخشو جو تم نے بنایا۔''

(۲) عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللهؐ ان اشد الناس عذابا یوم القیامة لمصورون. (بخاری ومسلم)

''سب سے سخت ترین عذاب روز قیامت تصویر کھینچنے والوں کو ہوگا۔''

(۳) قال ابو زرعة: دخلت مع ابی هریرةؓ فی دار مروان فرأی فیها التصاویر فقال سمعت رسول اللهؐ یقول قال الله عزوجل ومن اظلم ممن ذهب یخلق خلقا کخلقی فلیخلقوا ذرّة ولیخلقوا حبّة او لیخلقوا شعیرة. (بخاری ومسلم)

''حاصل قصہ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے آپ ﷺ سے سنا فرمار ہے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے بڑا (اپنے اوپر) ظلم کرنے والا کون ہے؟ (جو (مارکیٹ) جا کے میری تخلیق کی طرح پیدا کرتا ہے (گویا مقابلہ کرتا ہے) سو چاہیے نئے سرے سے ایک ذرّہ، ایک دانہ یا ایک جو ہی پیدا کرلیں۔''

(۴) لا تدخل الملئکة بیتا فیه کلب ولا صورة. (صحاح)

''رحمت کے فرشتے نہیں داخل ہوتے جس گھر میں کتا و تصویر ہو۔''

(۵) عن ابی هریرةؓ لا تدخل الملئکة بیتا فیه تماثیل او تصاویر. (مسلم وابوداؤد)

''تصویریں اور مورتیاں ہوں۔''

(۶) عن ابن عباسؓ قال سمعت محمدا صلی الله علیه وسلم یقول من صور صورة فی الدنیا کلف یوم القیامة ان ینفخ الروح ولیس بنافخ. (بخاری)

''جس نے تصویر کھینچی اور بنائی اسے قیامت کے دن مجبور کر دیا جائے گا اس میں روح پھونکنے پر حالانکہ وہ روح نہ پھونک سکے گا (تو سزا بھگتے گا)۔''

(۷) قال سعید ابن ابی الحسن کنت عن ابن عباسؓ..... من صور صورة فان الله معذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ فیها ابدا. (بخاری)

''تصویر بنانے والے کو اللہ تعالیٰ عذاب دیں گے۔ اور یہ اس میں کبھی روح نہ بھر سکے گا۔''

(۸) عن ابی جحیفة ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن ثمن الدم وثمن الکلب وکسب البغی ولعن اٰکل الربو ومؤکله والواشمة والمستوشمة والمصور. (بخاری)

''نبی ﷺ نے خون، کتے اور طائفہ کے ثمن سے منع فرمایا اور سود کھانے والے، کھلانے والے اور گوندنے والی اور گوندوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔''

(۹) عن عائشةؓ قدم رسول اللهؐ من سفر وقد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل فلما راه رسول اللهؐ هتکه وقال اشد الناس عذابا یوم القیامة الذین یضاهئون بخلق الله.....

''امی عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ میں نے ایک طاقچے یا روشندان پر ایسا پردہ لٹکایا تھا جس میں مورتیاں تھیں تو آپؐ نے دیکھتے ہی اسے کھینچ دیا اور فرمایا قیامت کے دن شدید ترین عذاب انہیں لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا اس کی تخلیق میں مقابلہ کرتے ہیں۔''

(۱۰) عن ابن عمرؓ قال وعد جبریل النبیؐ فراث علیه (تأخر) حتی اشتد علی النبیؐ........ فقال انا لا ندخل بیتا فیه صورة ولا کلب. (بخاری)

''وعدے کے باوجود جبرئیل علیہ السلام تشریف نہ لائے کتا و تصویر کی وجہ سے۔''

(۱۱) عن جابرؓ قال نهی رسول اللهؐ عن الصورة فی البیت ونهی ان یصنع ذلک.

''آپ ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے اور اس کے بنانے سے منع فرمایا۔''

(۱۲) عن علیؓ انه قال لابی الهیاج الاسدی الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول اللهؐ ان لا تدع صورة الا طمستها ولا قبرا مشرفا الا سویته. (ابوداؤد، ومسلم فی الجنائز)

''حضرت علیؓ نے اپنے قاصد و والی ابوالھیاج اسدی سے فرمایا جو حکم دے کر مجھے نبی ﷺ نے بھیجا ہے وہی حکم میں تمہیں دے کر بھیجتا ہوں کہ نہ چھوڑ کسی تصویر کو مگر مٹا اور بگڑا ہوا اور نہ کسی (ایک بالشت سے زیادہ) بلند قبر کو مگر اسے برابر کر دے۔''

(۱۳) عن عائشةؓ قالت لما اشتکی النبی صلی الله علیه وسلم ذکر بعض نساء ه کنیة یقال لها ماریة وکانت ام سلمة وام حبیبة اتتا أرض الحبشة فذکرتا من حسنها وتصاویر فیها فرفع رأسه فقال اولئک اذا مات فیهم الرجل الصالح بنوا علی قبره مسجدا ثم صور و فیه تلک الصور اولئک شرار خلق الله. (بخاری، مسلم، نسائی)

''پورے واقعے کا حاصل یہی ہے کہ تصویر بدترین جرم ہے۔''

(۱۴) عن عبدالله بن نجيّ الحضرمي عن ابيه عن عليؓ في حديث طويل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم..... انها ثلاث لن يلج ملك ما داموا فيها ابدا واحد منها كلب او جنابة او صورة روح.

نتیجہ یہ ہے کہ کتا، عادی جنبی اور جاندار کی تصویر والے گھر میں فرشتے ہرگز داخل نہیں ہوتے۔ (ماخوذ از تکملہ)

صحابہ کرام کے اقوال وتعامل: تفصیل بالا کی طرح صحابہ کرام اور تابعین بھی تصویر کو مطلقاً حرام سمجھتے ہیں اور ان کے بہت سارے آثار واقوال منقول ہیں ذیل میں چند ایک لکھے جاتے ہیں:

(۱) عن عمرؓ انه قال للنصارى انا لا ندخل كنائسكم من اجل التماثيل التي فيها الصور. (بخاری باب الصلوة فی البیعہ)

''امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے نصاریٰ سے فرمایا کہ ہم تصاویر والی مورتیوں کی وجہ سے تمہارے کنیسوں میں داخل نہ ہوں گے۔''

(۲) خلیفہ راشد حضرت علیؓ کا قول حدیث ۱۲ میں گذر چکا ہے۔

(۳) عن ابن مسعودؓ انه راى صورة في البيت فرجع. (بخاری فی النکاح باب هل يرجع اذا راى منكرا)

''ابن مسعودؓ صاحب دعوت کے ہاں تصویر دیکھ کر واپس لوٹ آئے۔''

(۴) عن ابى مسعود ن الانصاريؓ ان رجلا صنع له طعامًا فقال أفي البيت صورة؟ قال نعم فأبى ان يدخل حتى كسر الصورة ثم دخل. (بیہقی ج۷ ص ۲۶۸ النکاح)

''ابو مسعودؓ نے صاحب دعوت سے پہلے ہی استفسار کیا پھر تصویر ہٹانے اور مٹانے پر داخل ہوئے۔''

(۵) عن ابى هريرةؓ انه راى فرسا من رقاع في يد جارية فقال الا ترى هذا؟ قال رسول اللهؐ انما يعمل هذا من لا خلاق له يوم القيامة.

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بچی کے ہاتھ میں ٹکڑے پر بنے گھوڑے کو دیکھا تو فرمایا یہ نہیں دیکھتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تصویر کا کام وہ کرے گا جس کا آخرت کی کامیابی میں کوئی حصہ نہیں۔''

(۶) عن شعبة مولى بن عباسؓ ان المسورؓ بن مخرمة دخل على عبدالله..... قال ما هذه التصاوير في الكانون؟..... فلما خرج قال انزعوا هذا الثوب عني واقطعوا رؤوس هذه التصاوير التي في الكانون. (بیہقی ۷/ ۲۷۰، مسند احمد ۱/ ۳۵۳)

''طویل واقعہ ہے کہ مسور بن مخرمہؓ ابن عباسؓ کی عیادت کے لیے آئے تو ابن عباس نے ریشم اور تصویریں دیکھ کر تنبیہ فرمائی اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو وہاں سے نکلنے کے بعد مسور نے وہ کپڑے اتار دیئے اور تصاویر کے سر مٹوا دیئے۔''

(۷) عن قتادة ان كعباؓ قال واما من اذى الله فالذين يعملون الصور فيقال لهم احيوا ماخلقتم (مصنف عبدالرزاق ۱۰/ ۴۰۰)

''قتادہؒ سے کعبؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے والے وہ ہیں جو اس کے مقابلے میں تصویریں بناتے ہیں اور کھینچتے ہیں ان سے کہا جائے گا زندہ کرو ان کو جو تم نے بنائیں۔''

(۸) عن قتادة قال يكره من التماثيل مافيه الروح فاما الشجر فلا بأس به. (مصنف)

''حضرت قتادہؒ سے مروی ہے فرمایا ذی روح کی تصاویر اور مورتیوں کو ناپسند کرتے سو درخت وغیرہ ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

(۹) ان سعيد بن المسيب كان لا يأذن لابنته في اللعب ببنات العاج. (طبقات ابن سعد ۵/۱۳۴)

''سید التابعین ابن مسیبؒ اپنی بیٹی کے کھلونے کے لیے ہاتھی دانت کی گڑیوں کی اجازت نہ دیتے۔'' (تکملہ)

حاصل کلام: ومن اجل هذه الاحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء الى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل او كانت غير مجسمة ليس لها ظل. (تکملہ)

بغیر جسم وسایہ والی تصویر کے جواز کے دلائل مع جوابات: جیسے پہلے ہم ذکر کر چکے ہیں کہ بعض حضرات نے موجودہ کیمرے کے فوٹو اور غیر مجسم تصویر کو حرام تصویر کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے اور اس پر دلائل پیش کرنے کی بے سود کوشش کی ہے جبکہ ان کے برعکس عرب وعجم کے جملہ اہل فتویٰ وتقویٰ نے اسے بھی تصویر محرمہ کے حکم میں داخل مانا ہے۔ کما مر

دلیل: (۱) ان زيدا بن خالد الجهني حدثه ومع بسر عبيدالله الخولاني ان ابا طلحة حدثه ان رسول اللهؐ قال لا تدخل الملئكة بيتا فيه صورة، قال بسر: فمرض زيد بن خالد، فعدناه، فاذا نحن في بيته بستر فيه تصاوير، فقلت لعبيد الله الخولاني: الم يحدثنا في التصاوير؟ قال: انه قال: الا رقما في ثوب، الم تسمعه؟ قلت: لا، قال: بلى قد ذكر ذلك. (صحیح مسلم)

''بسر بن سعید نے بیان کیا ہے کہ میرے ساتھ عبیداللہ خولانی تھے ہمیں زید بن خالد جہنی نے بیان کیا کہ بے شک ابوطلحہ نے حدیث رسول اللہ ﷺ بیان کی کہ تصویر والے گھر میں ملائکہ رحمت داخل نہیں ہوتے (یہ واقعہ گذر چکا) پھر زید بن خالد (جو ابوطلحہ کی بیان کردہ تصویر والی حدیث ہمیں سنا چکے تھے) بیمار ہوئے سو ہم نے ان کی عیادت کی سو ہم نے اچانک ان کے گھر میں باتصویر پردہ دیکھا تو میں (بسر) نے عبیداللہ خولانی سے کہا کیا زید نے ہمیں تصویروں کے بارے میں حدیث بیان نہ کی تھی؟ تو عبیداللہ نے (جواب میں) کہا اس نے تو الا رقما في الثوب. (مگر کپڑے میں مرقوم بھی تو کہا تھا) کیا تو نے اس وقت یہ نہ سنا تھا؟ میں نے کہا، تو انہوں نے کہا کیوں نہیں ضرور انہوں نے اس کا ذکر کیا تھا۔ یہ حدیث زیر بحث باب میں موجود ہے۔''

(۲) عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة انه دخل على ابى طلحة الانصارى يعوده قال: فوجدت عنده سهل بن حنيف قال: فدعا ابو طلحة انسانا ينزع نمطا تحته، فقال له سهل: لم تنزعه؟ قال لان فيه تصاوير وقد قال فيه النبيؐ ما قد علمت، قال سهل اولم يقل: الا ما كان رقما في ثوب؟ فقال: بلى، ولكنه اطيب لنفسي. (ترمذی في اللباس)

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تصویر والے بچھونے اور چادر کو ابوطلحہؓ نکلوانے لگے تصویر پر وعیدوں کی وجہ سے تو سہل بن حنیفؓ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا: "رقما في ثوب" کی اجازت ہے اور یہ مستثنیٰ ہے۔ ابوطلحہؓ نے پھر بھی اپنی طیب خاطر کے لیے ہٹوا ہی دیا۔ یہ دو حدیثیں اور دو واقعات دو کتابوں میں وارد ہیں اور محل استدلال "الا ما كان رقما في ثوب" ایک ہے۔ جس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ بے سایہ غیر مجسم تصویر ممنوع نہیں اور کپڑے پر ایسی ہی تصویر ہوتی ہے جب کپڑے پر مرقوم تصویر جائز ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر مجسم تصویر درست ہے۔''

جواب: جمہور کی طرف سے ان کا بے غبار اور دوٹوک جواب یہ ہے کہ الرقم في الثوب سے تصویر ثابت نہیں ہوتی ورنہ الا ما كان صورة في الثوب ہوتا کیونکہ رقم کا معنی تصویر کسی نے بھی نہیں کیا بلکہ رقم کا معنی مرقومات ونشانات اور نقش ونگار ہے اور کپڑوں میں نقش ونگار، بیل بوٹے درست ہیں کیونکہ منقش اور کام کیے کپڑے میں کچھ تعیش وآرائش زیادہ پائی جاتی ہے تو ہوسکتا ہے تصویر کی ممانعت کے ساتھ سادگی وتواضع کی وجہ سے صحابہ کرام منقش کپڑے کو بھی عملاً ممنوع سمجھتے تو آپ ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ تصویر تو منع ہے مگر جو کپڑے میں رقم ونقش ہوں وہ درست ہیں۔ پھر اس کی تائید دلائل سابقہ میں ذکر کردہ حدیث نمبر ۹ میں حدیث عائشہؓ سے

ہوتی ہے جس میں ہے: "قد سترت سهوة لی بقرام فیه تماثیل فلما راه رسول اللہ هتکه........" اگر غیر مجسم اور بے سایہ تصویر کپڑے پر درست ہوتی تو آپ ﷺ نے اس پردے کو کیونکر کھینچ کر ہٹا دیا اور شدید ترین عذاب کی خبر دی کیا جس پر "اشد الناس عذابا یوم القیامة" کا اطلاق ہو وہ جائز ہو سکتا ہے۔ ذرا تدبر سے جواب ارشاد فرمایئے؟ مزید براں یہ بھی ہے کہ یہ پر اختلاف اور مضطرب حدیث ہے جس سے احتجاج دشوار ہے۔ (تکملہ)

پر تعجب موشگافی: تکملہ میں ہے کہ بعض جدت پسند لوگوں کا کہنا ہے کہ تصویر کی حرمت ابتدائے اسلام میں تھی اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ ابتدائے اسلام میں لوگ نئے بت پرستی اور جہالت وضلالت سے نکلے تھے اور توحید ان میں ابھی راسخ نہ ہوئی تھی اس لیے تماثیل وتصاویر سے منع کیا گیا۔ فلما رسخت عقیدة التوحید فیهم ارتفعت حرمة التصویر. کہ جب عقیدۂ توحید جڑ پکڑ چکا اور پختہ ہو چکا تو اب اس کی حرمت مرتفع ہوگئی۔ فیاللعجب ولضیعة العقل؟ یہ ایسی دلیل ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ بجلی اور روشنی کے آلات ایجاد ہونے کے بعد اب چاند وسورج کی ضرورت نہیں کہ روشنی کا انتظام ہو گیا ہے تو پھر ان کی کیا حاجت؟

جواب: ان هذه الدعوىٰ لا دلیل لها فی القران والسنة. (تکملہ) اس دلیل شریف کی دلیل تو قرآن میں ہے نہ سنت میں بلکہ یہ نقش بر آب کی مثل ہے کہ تصویر کی حرمت کے نسخ کا علم خلفاء راشدین، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، فقہاء، مفسرین، علماء دین میں سے کسی کو آج تک نہ ہوا اور ہمارے زمانے کے نام نہاد دانشوروں کو ہو گیا حاشا وکلا، لاحول ولا قوة الا باللہ.

نہایت مؤدبانہ گذارش ہے کہ تصویر کی حرمت کے متعلق احادیث واقوال ابھی ذکر ہوئے ہیں اور صرف مسلم شریف میں ۳۴۔ احادیث وارد ہیں کوئی ایک اثر، روایت یا قول یا حوالہ ذرا نقل تو کیجئے جس میں مذکورہ بالا احادیث کا نسخ مذکور ہو پھر حرمت تصویر کی علت مضاهات لخلق اللہ کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں۔ تکملہ میں ان کی تردید پر دلچسپ کلام کیا گیا ہے۔

ایک اور دلیل: ایسے ہی بعض نے قصہ سلیمان علیہ السلام میں مذکورہ آیت کو مستدل بنایا ہے "یعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور الراسیات. (سباء: ۱۳)" بناتے ہیں اس سلیمان کے واسطے جو چاہتے قلعے اور تصویریں، تالاب جیسے بڑے پیالے اور چولہوں پر جمی دیں گے۔"

وہ حضرات آیت مبارکہ میں لفظ تماثیل سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر تماثیل وشبیہ بنواتے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ نے سر نعمت کے اندر ذکر فرمایا ہے تو جو چیز نعمتوں کے زمرے میں مذکور ہے وہ کیسے حرام ہو سکتی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ تصویر درست ہے۔

جواب: ولکن هذا الاستدلال غیر صحیح من وجهین: (۱) اس کا مختصر اور پہلا سہل جواب تو یہ ہے کہ یہ سابقہ شریعت واُمت کا واقعہ ہے جبکہ ہم شریعت محمدی ﷺ کے پیرو اور مکلف ہیں اور شریعت اسلامی نے جس پر نکیر کی ہو خواہ وہ شرائع من قبلنا میں مباح تھی لیکن اس شریعت میں ممنوع ہوگی۔ تذکرہ بنی اسرائیل ہی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا. (مائدہ: ۴۸)

"ہم نے تم میں سے ہر امت کے لیے شریعت وطریقہ وضع کیا ہے۔"

چنانچہ بہت سارے احکام ہیں جو اسلام اور سابقہ شرائع میں جدا ہیں۔

(۲) اس کا دوسرا جواب لفظ تماثیل کی تشریح وتفصیل پر منحصر ہے جس میں مغالطہ کی وجہ سے یہ ٹھوکر لگی چنانچہ صاحب کشاف

لکھتے ہیں: **یجوز ان یکون غیر صور الحیوان کصور الاشجار والاحجار وغیرھا.** تماثیل سے مراد بے جان وشجر وحجر وغیرہ کی تصویریں ہیں جن پر کوئی اعتراض نہیں اور تماثیل کی تعریف سے یہی ثابت ہو رہا ہے لغت کی مایہ ناز ومشہور ترین اور معتبر کتاب لسان العرب میں ہے:

التمثال: اسم للشئی المصنوع مشبھا لخلق من خلق اللہ.

''تمثال (جس کی جمع تماثیل ہے) اس بنی ہوئی تصویر وشئی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کے مشابہ ہو۔''

اس میں جاندار کی تصویر لازمی نہیں اور دوسرے دلائل محرمہ مخصص ہیں کہ یہ بے جان چیز کی شبیہ کے لیے ہے جو جائز ہے۔ اسی طرح تحریف شدہ جس حال میں بھی اب تورات میسر ہے اس میں تصویر کی حرمت موجود ہے کہ ''تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہو۔'' (خروج باب ۲۰ آیت ۴) اسی طرح باب استثناء ودیگر متعدد جگہوں میں جاندار کی تصویر کی ممانعت وحرمت اور موجب لعنت ہونا مذکور ہے جس سے معلوم ہوا سابقہ شرائع میں بھی جاندار کی تصویر حرام تھی اس لیے یہ تیر بھی کارگر نہیں کہ لفظ تماثیل سے اباحت تصویر ثابت کر لی جائے۔ **واللہ اعلم وعلمہ اتم وامرہ احکم.**

مسئلہ: اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو اور کمپیوٹر کی تصویر تو اس کے بارے میں جمہور اہل فتاویٰ کا فتویٰ عدم جواز کا ہے۔ (فتاویٰ حقانیہ ۲/ ۴۳۲، احسن الفتاویٰ ۸/ ۲۸۹، فتاویٰ محمودیہ ۵/ ۱۶۹) یہ حضرات یہی کہتے ہیں کہاں کی تصاویر کا وہی حکم ہے جو دوسری عام تصاویر کا ہے۔ آج کل دنیا میں جتنے ٹی وی چینل ہیں ان میں ہمارے علم کے مطابق ایک بھی ایسا نہیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ پائی جاتی ہو، غیر محرم کی تصویر (وہ بھی نیم عریاں یا بالکل عریاں) سے کوئی چینل بھی خالی نہیں اس لیے حیاء وحفاظت ان سے اجتناب واحتراز میں ہے۔ (کشف) تصاویر کے شیوع اور کثرت ابتلاء کی وجہ سے یہ بحث قدرے تفصیل سے درج کر دی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور منکرات سے بچائے۔ اب الفاظ حدیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

حدیث اول: **ولا کلب.** اس سے مراد وہ آوارہ کتا ہے جو کسی جائز ضرورت حفاظت وحراست وغیرہ کیلئے نہ ہو بلکہ محض شوقیہ رکھا گیا ہو یا کتوں سے لڑانے کے لیے پالا ہو۔ ہاں اگر شکار یا بھیڑ، بکریوں اور کھیت کی حفاظت کے لیے ہو تو اس کے لیے یہ حکم نہیں۔ (بذل)

غسل جنابت: جس مرد وعورت پر غسل فرض ہوا ہو اس پر فی الفور اگرچہ غسل واجب نہیں بلکہ صبح تک تاخیر بلا کراہت درست ہے ہاں جب نماز کا وقت شروع ہو چکا خواہ دن ہو یا رات ہو تو پھر واجب ہے کہ طہارت حاصل کریں ورنہ گناہ گار ہوں گے۔ حدیث پاک میں وارد وعید اس عادی اور پوستی جنبی کے لیے ہے جس کی عادت میں لاپرواہی ہے کہ کئی نمازوں کے اوقات گذر جاتے ہیں اور غسل نہیں کیا جاتا ہاں اگر بھول جائیں یا صبح پتہ نہ چل سکا اور کام پر چلے گئے تو معلوم ہونے اور وقت ملنے پر فوراً پاکی حاصل کریں اور نماز کی قضاء کریں۔ **حملوہ علی من یتخذ ترک الغسل عادۃ لا من یؤخر الغسل الی وقت الصلوۃ من اللیل والیوم.**

''اس کا حاصل یہی ہے کہ کچھ تاخیر میں مضائقہ نہیں بالکل جنبی رہنے کی عادت نہ بنائے۔''

حدیث ثانی: ابوطلحہ انصاریؓ نے زید بن خالد جہنیؓ کو تصویر پر وعید کے متعلق حدیث بیان کی تو حضرت زیدؓ نے تحقیق کے لیے معلمۃ الصحابۃ وحبیبۃ النبیؐ کے پاس جانے کا کہا...... پھر اس شفیقہ ماں نے قولی حدیث کے ساتھ عملی حدیث سنائی جو اس کی تائید بھی ہے اور

مسئلہ کی تحقیق بھی۔

فی بعض مغازیه. عون میں مذکور نہایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوۂ خیبر یا تبوک کا واقعہ ہے۔

جعلته وسادتین. اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کے ٹکڑے کرنے کی وجہ سے تصویر کی ہیئت وحیثیت باقی نہ رہی اور ہم نے اسے دوسرے استعمال میں لاتے ہوئے تکیے بنا دیئے۔ دوسرا یہ بھی احتمال ہے کہ اگرچہ تصویر بالکل ختم نہ ہوئی ہو لیکن حقارت واہانت کی حالت میں تو یقیناً بدل گئی کہ اب مزین ومنصوب نہ رہی۔ (قرطبی، بذل) یہ واقعہ زید بن خالد اور ابوطلحہؓ کا ہے جبکہ عون میں ہے کہ زید ابن خالد جہنیؓ اور خطاب نے سعید بن یسار سے کہا کہ چلو امی عائشہ صدیقہؓ، نبی کی رفیقہ اور جہنم سے عقیقہ کے پاس۔ درست پہلی بات ہے کیونکہ سعید بن یسار یہ زید بن خالد سے نقل کرتے ہیں اگر وہ ابوطلحہؓ سے سن لیتے تو پھر ابوطلحہ سے نقل کرتے ان کا زیدؓ سے نقل کرنا دلیل ہے کہ انہوں نے حضرت ابوطلحہ سے نہیں سنا۔ (بذل)

حدیث رابع: الا رقما فی ثوب. اس پر تفصیلی کلام ابھی گذرا ہے۔ اس کا تیسرا جواب یہ بھی ہے کہ یہ حدیث نہی وارد ہونے سے پہلے کی ہے۔ (عون) مالکیہ میں سے قاسم بن محمدؒ نے اسی سے استدلال کیا ہے۔

حدیث خامس: بالبطحاء. بطحاء مکہ، وادئ محصب اسے خیف بنو کنانہ بھی کہا جاتا تھا۔

حتی محیت. اس کا حاصل یہ ہے کہ دیواروں پر بنے نقشوں کو آپ ﷺ کے داخل ہونے سے پہلے مٹا دیا اور بتوں کو آپ ﷺ نے داخل ہو کر اپنے دست مبارک سے گرایا اور ہٹوایا کہ چھڑی مبارک کا اشارہ فرماتے اور "جاء الحق وزهق الباطل" پڑھتے۔

حدیث سادس: اخذ بیده ماء فنضح به مکانه. اگر گیلا کتا کسی جگہ پر بیٹھ جائے اور وہ جگہ گیلی ہو جائے تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے پھر اسے دھویا جائے یا خوب خشک ہونے اور دھوپ لگنے سے پاک ہو جاتی ہے کیونکہ زمین کے لیے اصول ہے "یبسها زکوة وطهارة" زمین ومٹی کا خشک ہو جانا اس کی پاکی ہے تو یہ دھونا اور پانی ڈالنا اس جگہ کو پاک کرنے کے لیے تھا یا اس کے اثر اور بدبو کو زائل کرنے کے لیے دونوں کا حاصل صفائی اور اطمینان قلب ہے۔

لیأمر بقتل کلب الحائط الصغیر. حائط کا معنی ہے گھیرنے والا اور احاطہ کرنے والا اس سے مراد ایسا باغ ہے جو دیوار یا خاردار شاخوں سے گھرا ہوتا ہے اور اس کی زمین درختوں کے سائے اور احاطے میں ہوتی ہے۔ چھوٹا باغ جس میں چند ایک پھلدار پیڑ ہوں تو اس میں زیادہ حراست وحفاظت کی ضرورت نہیں اس لیے اس کے کتے کو مار دینے کا حکم صادر فرمایا اور بڑے باغ کے لیے یہ حکم نہ دیا کہ اس میں ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے کی سماعت اور سننے والی حس قوی اور تیز ہوتی ہے اور جس کان کی سماعت تیز ہوتی ہے سوتے میں اس کو اوپر کی جانب کرتا ہے اور کان کا حصہ اس پر بالکل ملا ہوا منطبق اور بند نہیں ہوتا بلکہ ذرا دور اور اوپر رہتا ہے اس لیے چوکیداری میں یہ سب سے آگے ہیں اور وفاداری تو اس کی شناخت ہے۔

حدیث سابع: البارحة اللیلة الماضیة. بمعنی گذشتہ شب۔ رات کے متعلق کوئی بات کہنی یا بتانی ہو تو زوال سے پہلے رأیت اللیلة کہا جاتا ہے اور سورج ڈھلنے کے بعد اگر کہیں تو رأیت البارحة کہتے ہیں۔ علی الباب تماثیل ای ستر فیه تماثیل. یہ تصاویر اور کتے کا ہونا مانع ہوئے ان کو دور کرنے اور بدلنے کا حکم دیا۔ منبوذتین توطئان. پھینکے اور روندے جاتے ہیں۔ اس جملہ سے استدلال کیا گیا ہے حقارت واہانت والی صورتوں میں تصویر ہو تو حرج نہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جاندار کی تصویر کا سر مٹا دیا

جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ (معالم)

تحت نضد: نضد کا معنی ہے وہ چارپائی یا تختہ جس پر صبح سب بستر لپیٹ کر اکٹھے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ **النضد والسرير الذی ينضد عليه الثياب**. وہ چارپائی جس پر تہہ بتہہ بستر و کپڑے رکھے جائیں۔ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کیونکہ بچے تھے اور شوقیہ پال رکھا ہوگا اور نانا کے گھر آتے ہوئے ساتھ لائے۔ جو یقیناً بلاضرورت تھا اس لیے اس کے نکالنے کا حکم ہوا۔

مصنوعی مجسموں کے کھلونوں کا حکم، سوال: بچوں کو کھلونے دینا کیسا ہے؟ جب کہ کھلونے میں جاندار جیسے مصنوعی انسان، گھوڑے، بکری، بلی وغیرہ کے بھی مجسمے ہوتے ہیں۔ **بينو توجروا**؟

الجواب: باسم ملہم الصواب بچوں کو کھلونے دینا جائز ہے۔ مگر جاندار کے مجسمے جیسے انسان، گھوڑا، بکری، بلی وغیرہ دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۸، ص ۲۰۱)

کِتَابُ التَّرَجُّلِ

بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

ربط: اس سے پہلے جسم کے لیے زینت اور ڈھانپنے والے کپڑوں کا ذکر تھا اب جسم پر بال بالخصوص سر اور ڈاڑھی کے بالوں کے متعلق بحث ہے، جن کی اصلاح و درستگی اور دیکھ بھال ضروری ہے اور خوبصورتی کا سبب ہے اور بے التفاتی بدصورتی کا سبب ہے اس میں موصوف نے تزئین وتنظیف اور اسی مناسبت سے تطیب وخوشبو وغیرہ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ جبکہ امام نسائیؒ نے کتاب الترجل کے بجائے کتاب الزینۃ کا عنوان قائم کیا ہے اور ایسی ہی احادیث اس میں جمع کی ہیں۔

الترجل: الترجل والترجيل تسريح الشعر وتنظيفه وتحسينه. ترجل کا معنی ہے بالوں میں کنگھا کرنا، ان کو صاف کرنا اور سنوارنا، پراگندگی سے بچانا۔ ترجل سر میں کنگھا کرنے کے لیے اور تسریح ڈاڑھی میں کنگھا کرنے کے لیے عادۃً وغالبًا استعمال ہوتے ہیں۔ (بذل)

بالوں کے احکام: سر اور ڈاڑھی کے بال مرد وعورت کے لیے جدا جدا زینت وخوبصورتی کا سبب ہیں اور دونوں کے لیے احکام منفرد ہیں:

(۱) مردوں کے لیے سر کے بال رکھنا اور منڈانا اور کٹوانا تینوں درست ہیں اگر بال رکھے ہوں تو ان کی ترجیل وتکریم اور نظافت وصفائی لازمی ہے۔ ڈاڑھی چار انگلیوں کے برابر (ایک موٹھ) ہونا واجب اور مؤکد ترین سنت اور جملہ انبیاء وصالحین کا طریقہ ہے اسے منڈوانا یا اتنا کتروانا کہ مسنون مقدار سے کم ہو جائے گناہ کبیرہ اور قابل عتاب ہے۔ کنگھی کرنا، رنگنا، زلفیں رکھنا اس کے بارے میں درج ذیل تفصیل ہے جو مختلف ابواب واحادیث میں وارد ہے۔ (۲) مستورات کے لیے سر کے بالوں کے متعلق درج ذیل ہدایات واحکامات ہیں: ''گت نہیں تے عورت نہیں، سنت نہیں تے مرد نہیں''

اس کتاب میں دوسری بحث خوشبو کے متعلق ہے: خوشبو آنحضرت ﷺ کو پسند تھی اور آپ ﷺ کا معمول خوشبو لگانے کا تھا اور بدبو سے نفرت فرماتے اور بچتے تھے چنانچہ لہسن وکچی پیاز وغیرہ کی ممانعت اسی لیے فرمائی۔ مرد وعورت کی خوشبو میں بنیادی فرق مہک اور رنگت کا ہے مرد مہک والی خوشبو استعمال کرے اور عورت رنگت والی ہلکی پھلکی مہک اور وہ بھی گھر میں ہو تو درست ہے اور مہک والی خوشبو استعمال کرنے والی عورت کے لیے ابوموسیٰ کی حدیث میں شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس کتاب میں اکیس (۲۱) ابواب اور چون (۵۴) احادیث ہیں۔

(۴۲۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا.

''مسدد، یحیٰی، ہشام بن حسان، حسن، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے روزانہ کنگھا کرنے سے منع فرمایا علاوہ ایک روز چھوڑ کر کیا جائے۔''

(۴۲۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحَلَ إِلٰى فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهُوَ بِمِصْرَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَقَالَ أَمَا إِنِّيْ لَمْ آتِكَ زَائِرًا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ أَنَا وَأَنْتَ حَدِيْثًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَوْتُ أَنْ يَكُوْنَ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَمَا لِيْ أَرَاكَ شَعِثًا وَأَنْتَ أَمِيْرُ الْأَرْضِ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْهَانَا عَنْ كَثِيْرٍ مِنَ الْإِرْفَاهِ قَالَ فَمَا لِيْ لَا أَرٰى عَلَيْكَ حِذَاءً قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَحْتَفِيَ أَحْيَانًا.

''حسن بن علی' یزید مازنی' جریری' حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے ایک صحابی نے فضالہ بن عبید کی طرف جانے کے۔لئے رخت سفر باندھا جو مصر میں تھے وہ جب وہاں پر پہنچے تو انہوں نے کہا کہ میں تم سے ملنے کے لئے نہیں آیا لیکن تم نے اور میں نے مل کر نبیؐ سے ایک حدیث سنی تھی ہوسکتا ہے وہ حدیث تم کو مجھ سے زیادہ محفوظ ہو۔حضرت فضالہ نے دریافت کیا وہ کونسی حدیث ہے؟ انہوں نے کہا فلاں فلاں حدیث اس صحابی نے فضالہ سے کہا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے بال' بکھرے ہوئے دیکھتا ہوں حالانکہ تم سلطنت کے امیر ہو (یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جس وقت فضالہ بن عبید مصر کے گورنر تھے) انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ ہمیں کثرت ارفاہ (یعنی عیش وعشرت کی زیادتی) سے منع فرماتے تھے۔پھر انہوں نے فضالہ سے کہا کہ تمہارے پاؤں میں جوتے کیوں نہیں۔فضالہ نے کہا حضرت رسول کریم ﷺ نے کبھی کبھی برہنہ پاؤں رہنے کا بھی حکم فرمایا ہے۔''

(۴۲۴) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ أُمَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ ذَكَرَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَلَا تَسْمَعُوْنَ أَلَا تَسْمَعُوْنَ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ إِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيْمَانِ يَعْنِي التَّقَحُّلَ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ هُوَ أَبُوْ أُمَامَةَ بْنُ ثَعْلَبَةَ الْأَنْصَارِيُّ.

''نفیلی' محمد بن سلمہ' محمد بن اسحق' عبداللہ بن ابی اُمامہ' عبداللہ بن کعب' حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دن آنحضرت ﷺ کے سامنے دُنیا کا تذکرہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگ نہیں سنتے کہ سادہ وضع اختیار کرنا ایمان کی دلیل ہے۔سادہ وضع میں رہنا ایمان کی دلیل ہے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ابوامامہ بن ثعلبہ انصاریؓ (مراد) ہے۔''

حدیث اول: الاغبا. ہر وقت کنگھی شیشے میں لگا رہنا پسندیدہ نہیں بوقت ضرورت وقفے سے استعمال درست ہے۔امام محمدؒ نے کہا ہے "یسرحه یوما ویترك یوما" ایک دن چھوڑ کر ایک دن کنگھا کرے۔عون میں ہے کسی کے بال گھنے ہوں اور زیادہ ضرورت پیش آتی ہو تو روزانہ کنگھی کرنے میں مضائقہ نہیں۔

حدیث ثانی: اس کا حاصل یہ ہے کہ تن پرستی اور عیش وعشرت کی عادت کے بجائے سادگی اور قدرے بامحنت زندگی گذارنے کی عادت رکھنی چاہیے۔

حدیث ثالث: التقحل هو یبس الجلد وسوء الحال. پراگندہ حال، بکھرے بال، سوکھی کھال، ہر وقت یاد رہے رب ذوالجلال حاصل یہی ہے کہ قولاً وعملاً سادگی اپنائیں۔

(۲) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اسْتِحْبَابِ الطِّيْبِ
خوشبو استعمال کرنا آپ ﷺ کی سنت ہے

(۴۲۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ مُوْسٰى بْنِ أَنَسٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا.

''نصر بن علی' ابو احمد' شیبان' عبداللہ بن مختار' موسیٰ بن انس' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکہ (یعنی مرکب خوشبو) تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ خوشبو استعمال فرمایا کرتے تھے۔''

(۳) بَابٌ فِي إِصْلَاحِ الشَّعَرِ

بالوں کو ٹھیک رکھنے کا بیان

(۴۲۶) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ.

''سلیمان بن داؤد' ابن وہب' ابن ابی الزناد' سہیل بن ابوصالح' ان کے والد' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے بال ہوں اس کو چاہئے کہ وہ بالوں کو ٹھیک طریقہ سے رکھے (یعنی تیل' کنگھا کرتا رہے)۔''

(۴) بَابٌ فِي الْخِضَابِ لِلنِّسَاءِ

خواتین کے لئے مہندی لگانے کا بیان

(۴۲۷) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ حَدَّثَتْنِي كَرِيمَةُ بِنْتُ هَمَّامٍ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ عَائِشَةَ فَسَأَلَتْهَا عَنْ خِضَابِ الْحِنَّاءِ فَقَالَتْ لَا بَأْسَ بِهِ وَلَكِنْ أَكْرَهُهُ كَانَ حَبِيبِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَكْرَهُ رِيحَهُ.

''عبیداللہ بن عمر' یحییٰ بن سعید' علی بن مبارک' حضرت کریمہ بنت ہمام سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن میں اس کو اس بناء پر مذموم سمجھتی ہوں کہ میرے رفیق حضرت رسول کریم ﷺ اس کی بو کو برا خیال فرماتے تھے۔''

(۴۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَتْنِي غِبْطَةُ بِنْتُ عَمْرٍو الْمُجَاشِعِيَّةُ قَالَتْ حَدَّثَتْنِي عَمَّتِي أُمُّ الْحَسَنِ عَنْ جَدَّتِهَا عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْنِي قَالَ لَا أُبَايِعُكِ حَتَّى تُغَيِّرِي كَفَّيْكِ كَأَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ.

''مسلم بن ابراہیم' غبطہ بنت عمرو' ان کی پھوپھی' اُم الحسن' ان کی دادی عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھ کو بیعت فرما لیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت تک تم اپنے ہاتھوں کے رنگ تبدیل نہ کرلو گی تو میں تم کو بیعت نہ کروں گا۔ تمہاری دونوں ہتھیلیاں گویا کہ درندوں کی ہتھیلیوں جیسی ہے۔''

(۴۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصُّورِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا مُطِيعُ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ عِصْمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَوْمَتِ امْرَأَةٌ مِنْ وَرَاءِ سِتْرٍ بِيَدِهَا كِتَابٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ مَا أَدْرِي أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ قَالَتْ بَلِ امْرَأَةٌ قَالَ لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ يَعْنِي بِالْحِنَّاءِ.

''محمد بن محمد' خالد بن عبدالرحمن' مطیع بن میمون' صفیہ بنت عصمہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک خاتون

نے پردہ کی آڑ سے اشارہ کیا اور اس خاتون کے ہاتھ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے نام خط تھا تو آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی سے رنگتی (یعنی ہاتھوں کو مہندی لگانی چاہئے تھی خواہ ناخن ہی پر مہندی لگالیتی)۔''

تشریح: حدیث اول: لا ابایعلث. ظاہر حدیث سے سمجھ آتا ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو دست بدست بیعت کیا ہے حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ مستورات سے بیعت صرف ہدایات اور بات سے ہوتی تھی و الله ما مس یده ید امرأة قط. (بذل) ہند کے ہاتھ پر اتفاقاً نظر پڑ گئی تو آپ ﷺ نے مہندی لگانے کو فرمایا۔ نہ رنگنے میں مردوں کے ساتھ مشابہت ہے اور مردوں کے ہاتھ نسبتاً عورتوں سے سخت ہوتے ہیں اس سختی کی بناء پر کفا سبع فرمایا۔

(۵) بَابٌ فِیْ صِلَةِ الشَّعْرِ

دوسرے کے بال اپنے بالوں میں ملانا

(۴۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعْرٍ كَانَتْ فِيْ يَدِ حَرَسِيٍّ يَقُوْلُ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ مِثْلِ هٰذِهٖ وَيَقُوْلُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هٰذِهٖ نِسَاؤُهُمْ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابن شہاب' حضرت حمید بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے اس سال سنا جب انہوں نے حج کیا اور وہ منبر پر تھے اور دربان کے ہاتھ سے بالوں کا ایک گچھا لیا اور فرمایا اے اہل مدینہ! تم لوگوں کے علماء کہاں ہیں؟ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ اس سے منع فرماتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل تباہ ہوئے جب ان کی مستورات یہ کام کرنے لگیں۔''

(۴۳۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ.

''احمد بن حنبل' مسدد' یحییٰ' عبیداللہ' نافع' عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے اس عورت پر لعنت فرمائی جو کہ دوسری عورت کے بال میں بال جوڑے اور اس عورت پر (لعنت فرمائی) جو کہ اپنے بالوں سے دوسرے (کے) بال جڑوائے اور (لعنت فرمائی) جو دوسری عورت کا جسم گودے اور نیل بھرے اور اس عورت پر (لعنت فرمائی) جو اپنا جسم گندوائے۔''

(۴۳۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَالْوَاصِلَاتِ و قَالَ عُثْمَانُ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَأَةً مِنْ بَنِيْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ زَادَ عُثْمَانُ كَانَتْ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَأَتَتْهُ فَقَالَتْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ أَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ قَالَ مُحَمَّدٌ وَالْوَاصِلَاتِ و قَالَ عُثْمَانُ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ثُمَّ اتَّفَقَا وَالْمُتَفَلِّجَاتِ قَالَ عُثْمَانُ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ

وَمَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَتْ لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَي الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا قَالَتْ إِنِّي أَرٰى بَعْضَ هٰذَا عَلَى امْرَأَتِكَ قَالَ فَادْخُلِي فَانْظُرِي فَدَخَلَتْ ثُمَّ خَرَجَتْ فَقَالَ مَا رَأَيْتِ وَ قَالَ عُثْمَانُ فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ فَقَالَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ مَا كَانَتْ مَعَنَا .

''محمد بن عیسیٰ' عثمان بن ابی شیبہ' جریر' منصور' ابراہیم' حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو (جسم) نیلا گوندیں اور نیلا گندوائیں اور محمد بن عیسیٰ نے اپنی روایت میں یہ بھی کہا اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو بالوں میں جوڑ لگائیں عثمان نے فرمایا اور اپنے بال اُکھاڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے دانتوں میں حسن و جمال کے لئے کشادگی کریں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت شکل بدلنے کے لئے راوی کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام اُمّ یعقوب تھا اس کو یہ اطلاع ہوئی وہ عورت قرآن کریم پڑھتی تھی وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا کہ مجھے اطلاع ملی کہ تم نے گوندنا لگانے والی عورت پر لعنت کی ہے اور جس کے گوندنا لگایا جائے (یعنی جس کا جسم گوندا جائے) اور محمد بن عیسیٰ نے یہ بھی کہا بالوں میں جوڑ لگانے والی پر اور عثمان نے کہا روئیں اُکھاڑنے والی پر (اور لعنت فرمائی) دانتوں میں کشادگی کرنے والی پر عثمان نے کہا جو کہ حسن و جمال کے لئے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل تبدیل کرے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کیوں لعنت نہ بھیجوں اس شخص پر جس پر نبیؐ نے لعنت بھیجی ہو اور وہ کتاب اللہ کے اعتبار سے مستحق لعنت ہے۔ اس عورت نے کہا کہ میں نے دونوں گتوں کے درمیان قرآن پڑھا ہے لیکن مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی۔ عبداللہ نے کہا واللہ اگر تم کتاب اللہ کو غور وفکر کے ساتھ تلاوت کرتیں تو لازمی طور پر تمہیں یہ حکم مل جاتا۔ پھر انہوں نے آیت کریمہ: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ﴾ تلاوت کی۔ اس نے کہا میں نے تمہاری بیوی کو اس میں سے بعض کام کرتے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا بہت بہتر تم اندر جاؤ اور دیکھو وہ اندر گئی پھر باہر آئی اور کہا (وہاں) کچھ نہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ عورت اس قسم کی باتیں کرتی ہوتی تو ہمارے ساتھ نہ ہوتی۔''

(۴۳۳) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدِ بْنِ جَبْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لُعِنَتِ الْوَاصِلَةُ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ وَالنَّامِصَةُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ وَالْوَاشِمَةُ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ مِنْ غَيْرِ دَاءٍ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَتَفْسِيْرُ الْوَاصِلَةِ الَّتِي تَصِلُ الشَّعْرَ بِشَعْرِ النِّسَاءِ وَالْمُسْتَوْصِلَةُ الْمَعْمُوْلُ بِهَا وَالنَّامِصَةُ الَّتِي تَنْقُشُ الْحَاجِبَ حَتّٰى تُرِقَّهُ وَالْمُتَنَمِّصَةُ الْمَعْمُوْلُ بِهَا وَالْوَاشِمَةُ الَّتِي تَجْعَلُ الْخِيْلَانَ فِي وَجْهِهَا بِكُحْلٍ أَوْ مِدَادٍ وَالْمُسْتَوْشِمَةُ الْمَعْمُوْلُ بِهَا قَالَ أَبُوْدَاوُدَ كَانَ أَحْمَدُ يَقُوْلُ الْقَرَامِلُ لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ.

''ابن سرح' ابن وہب' اسامہ' ابان' مجاہد' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بالوں کے جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی اور پیشانی کے بال اُکھاڑنے اور اُکھڑوانے والی اور گوندنے والی اور بلا عذرِ شرعی گندوانے والی پر لعنت کی گئی ہے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا واصلہ اس کو کہتے ہیں جو کہ خواتین کے بالوں میں بال شامل کرے اور مستوصلہ اس کو کہتے ہیں جو بال شامل کرائے (یعنی بال ملوائے) اور نامصہ اس کو کہتے ہیں جو کہ بھنوؤں کو برابر کرنے اور باریک کرنے کے لئے بھنوؤں کے بال اُکھیڑے اور متنمصہ اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ یہ کام کیا جائے اور واشمہ اس کو کہا جاتا ہے جو منہ پر سرمہ یا سیاہی سے تل بنائے اور مستوشمہ اس کو کہتے ہیں

جو یہ فعل کرائے۔امام ابوداؤد نے فرمایا احمد نے بیان کیا کہ کسی شے سے بالوں کو باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

تشریح: الواصلة والمستوصلة..... خواتین کے لیے درج ذیل مختلف الفاظ احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔
واصلات مستوصلات، واشمات مستوشمات، نامصات متنمصات، المتفلجات، المغيرات لخلق الله كاسيات عاريات، مميلات مائلات. (ايضًا كتاب اللباس باب تحريم فعل الواصلة..... مسلم ج۲ ص ۲۰۴)
یہ حدیث معجزات نبوی اور سچی پیشین گوئی میں سے ہے جوفرمایا واقع ہو چکا۔

الواصلة والمستوصلة.....: جو اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال (وگ) ملائے اور جو ملوائے۔مستوصلہ کو موصولہ بھی کہا جاتا ہے۔اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال لگانا اور ان کو بڑھانا گناہ کبیرہ موجب لعنت ودھتکار ہے۔

بال لگانے کی تفصیل وحکم: (۱) بال آدمی کے ہوں یا غیر آدمی کے علی الاطلاق حرام ہیں۔نوویؒ نے اسے ظاہر ومختار اور جمہور کا قول کہا ہے۔کپڑے کے ٹکڑے (دوپٹہ) کے ساتھ ملائے یا اون کے ساتھ۔(۲) آدمی کے بال ملانا حرام ہے اسی طرح آدمی کے علاوہ جو بال نجس اور ناپاک ہیں انہیں ملانا حرام ہے۔ہاں آدمی کے علاوہ پاک بال ہوں تو شوہر یا سردار کی اجازت سے (بیوی اور کنیز کے لیے) ملانا جائز ہے۔(بعض شوافع۔(۳) بالوں کو بالوں سے ملانا منع ہے برابر ہے آدمی کے ہوں یا کسی جانور کے لیکن اون اور دوپٹے کے ساتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں۔لیث بن سعدؒ۔(۴) اصل بنیاد جواز اور عدم جواز کی التباس ہے اگر بالوں کے ساتھ ملانے سے التباس واشتباہ نہ ہو تو درست ہے اور اگر التباس اور دیکھنے والا انہیں بھی سر کے بال ہی سمجھے تو درست نہیں۔یہ ابن حجرؒ کا مختار ہے۔

احناف کا مذہب مختار اور راہ اعتدال: شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احناف کا مختار مذہب قول ثانی ہے کہ حرمت آدمی اور نجس بالوں کے ساتھ مخصوص ہے۔سب کا حکم یکساں نہیں قال في الفتاوى الهنديه (۵ ص ۳۵۸) ووصل الشعر بشعر الآدمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها كذا في الاختيار شرح المختار. ولا باس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئا من الوبر كذا في فتاوى قاضيخان وبه ظهر ان اتخاذ القرامل (وهي خيوط حرير) النساء جائز وهو القول الاعدل ان شاء الله تعالى. (فتاویٰ ہندی تکملہ ج۴ ص۱۹۱)''فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بال کو آدمی کے بالوں کے ساتھ ملانا برابر ہے آدمی کے ہوں یا غیر آدمی کے مختار کی شرح اختیار میں اسی کی مثل ہے۔عورت کے لیے کوئی حرج نہیں کہ اپنی مینڈھیوں کے ساتھ (بھیڑ کی) اون وغیرہ ملائے اس سے یہ ظاہر ہوا کہ قرامل ریشمی دھاگوں (پراندا) کا ملانا عورتوں کے لیے جائز ہے اور یہی با اعتدال قول ہے۔

علامہ عینیؒ نے کہا اور ابو عبیدہؒ نے فقہاء کی ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ وعید ومنع بالوں کو بالوں کے ساتھ ملانے میں ہے اگر بال بالوں کے بغیر دوپٹہ وخرقہ وغیرہ سے ملائے تو یہ نہی میں داخل نہیں۔لیثؒ نے بھی یہی کہا۔طبرانیؒ نے فقہاء کا اختلاف ذکر کرنے کے بعد بعض کا قول یہی نقل کیا ہے کہ خرقہ وغیرہ سے ملانے میں مضائقہ نہیں۔بلکہ اس نے تو ابن عباسؓ ام المؤمنین ام سلمہؓ اور عائشہؓ سے نقل کیا ہے۔

سوال: اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ ایک صورت بالوں کے ملانے کے جواز کی ہے حالانکہ حدیث پاک میں مطلقاً نفی ہے اور آپ ﷺ نے تنبیہ کی کہ عورت کوئی چیز اپنے بالوں کے ساتھ نہیں ملا سکتی۔قال اخبرني ابو الزبير انه سمع جابر بن

عبداللہ یقول زجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تصل المرأۃ براسھا شیئا. (مسلم ج ۲ ص ۲۵) ''ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھے ابوزبیر نے کہا اس نے جابر بن عبداللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے نبی کریم ﷺ نے سخت ڈانٹ (اور لعنت کی) اس پر جو عورت اپنے بالوں کے ساتھ کوئی چیز ملائے۔''

جواب: شیخ الاسلام نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ مطلق حدیث مقید پر محمول ہوگی۔ شیئا من الشعر الآدمی. تاکہ تمام اقوال میں تطبیق ہو سکے۔ قراِل پونی، عورت کا باف، پراندا بعض لوگوں نے سیدہ عائشہؓ کا ایک اثر بھی مشہور کر رکھا ہے جس سے ''وصل الشعر بالشعر'' پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ قالت: (عائشہؓ) لیست الواصلۃ بالتی تعنون وما بأس اذا کانت المرأۃ زعراء (قلیلۃ الشعر) ان تصل شعرھا ولکن الواصلۃ ان تکون بغیۃ فی شبیبتھا فاذا اسنت وصلتہ بالقیادۃ تعنی بدلالۃ الناس علی النساء الفاجرات. ''انہوں نے کہا کہ واصلہ (ملعونہ) سے مراد وہ نہیں جو تم مراد لیتے ہو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت جب کم بالوں والی ہو تو اپنے بالوں سے بال ملا سکتی ہے لیکن واصلہ تو وہ ہے جو جوانی میں طائفہ اور بڑھاپے میں ان کی دلال ہو۔'' اس کے لیے یہ وعید و منع ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی عائشہؓ سے ثابت ہے۔ (وذکر العینی فی العمدۃ ج ا ص ۳۰۲) ان ھذا الحدیث باطل ورواتہ لا یعرفون وابن اشوع لم یدرک عائشۃ. ''یہ حدیث باطل من گھڑت اور بے اصل ہے اس کے راویوں کا تعارف ہے نہ ابن اشوع نے حضرت عائشہؓ کو پایا۔ (تکملہ ج ۴ ص ۱۹۲)

واشمات مستوشمات. گودنے والی گندوانے والی۔ الوشم ان تغرز ابرۃ ونحوھا فی ظھر الکف او المعصم او غیر ذالک من بدن المرأۃ حتی یسیل الدم ثم تحشو ذالک الموضع بالکحل او النورۃ فیخضرو یفعل ذالک لنقش صور علم ونقوش. وفا علتہ واشمۃ ومفعولتہ موشومۃ والتی تطلب ذالک مستوشمۃ. ''وشم یہ ہے کہ سوئی یا اس جیسی چیز ہتھیلی کی پشت کلائی یا جسم کے کسی دوسرے حصے پر چبھوئیں جب خون بہہ جائے تو اسے سرمہ یا چونا وغیرہ جیسی چیزوں سے بھر دیں کہ وہ سبز ہو جائے، یہ تصویر نام یا پھول بوٹی کے لیے ہوتا ہے اس کے کرنے والی واشمہ جس پر کیا گیا موشومہ اور جس نے یہ طلب کی مستوشمہ''

حکم: والوشم حرام. یہ حرام قطعی ہے اگر قبل از بلوغ کسی بچی سے یہ کیا گیا تو مکلف نہ ہونے کی وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوگا واشمہ اور یہ کرانے والی گناہ گار ہوں گی۔

وشم زدہ کی طہارت کا حکم: نوویؒ کہتے ہیں کہ موضع وشم نجس ہو جاتا ہے اس کی طہارت اسی میں ہے کہ عضو تلف کیے بغیر اسے مٹا اور ہٹا سکتے ہیں تو جیسے گندوایا ہے ویسے کٹوائے اور صاف کرا دے اگر عضو کے ضائع ہونے یا اس کی منفعت کے جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو زائل کرنا ضروری نہیں۔ ھذا مذھب الشافعیؒ.

احناف کثر اللہ سوادھم کا مذہب یہ ہے کہ اب زخم ملتئم اور منجمد ہونے کی وجہ سے وہ حصہ جسم بن چکا صرف ہرا پن باقی ہے تو دھونے سے پاک ہو جائے گا کیونکہ اگر طہارت کے لیے اس کے عین ورنگ دونوں زائل کرنا لازم کر دیں تو یہ جسم وجلد کاٹے بغیر نہ ہوگا جس میں مضرت ہے۔ اس لیے ظاہر ادھونا طہارت کے لیے کافی ہے۔

النامصات والمتنمصات. بال نوچنے والی۔ جو بال نوچنے کے لیے دوسری سے کہے عام طور پر عورتیں (ابرو، بھویں)

چہرے کے اطراف سے حسن وزینت کے لیے بال نوچتی ہیں یہ حرام ہے اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ موجب لعنت ہے۔
اگر کسی خاتون کے داڑھی، مونچھیں، عنفقہ (داڑھی کا بچہ نچلے ہونٹ کے نیچے) کے بال ظاہر ہو جائیں تو ان کو لینا حلال ہے اس میں شوافع کا مسلک بھی احناف کی مثل حلت کا ہے۔ علامہ طبریؒ نے اس کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ (نوویؒ)

المتفلجات. وهي امرأة تبردما بين اسنانها (بالمِبْرَد) الثنا يا والربا عيات لتحدث فرجة بينهما.
''متفلجہ یہ ہے کہ عورت ریتی یا اس جیسے کسی آلے سے دانتوں کو کشادہ کرنے اور ان میں قدرے فاصلہ پیدا کرنے کے لیے رگڑے اور گھسائے۔ زیادہ عمر کی عورتیں اپنے اپ کو ظاہر ادوشیزہ ظاہر کرنے کے لیے یہ عمل کرتی تھیں جس میں دھوکہ ہے اسے وشو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی حرام قطعی ہے۔ اگر دانت آگے پیچھے یا بے ترتیب ہوں یا بڑا چھوٹا ہونے میں زیادہ تفاوت ہو تو ان کو سیدھا کرانا درست ہے۔

المغيرات خلق الله. اللہ تعالیٰ کی قدرتی اور فطرت تخلیق میں تبدیلی کرنے والی بالفاظ دیگر اللہ کا مقابلہ کرنے والی کہ یا اللہ حسن تو اس میں ہے آپ نے کیسے پیدا کیا۔ (العیاذ باللہ) یہ کلمہ پہلے تمام کلمات کو شامل ہے کہ وصل و وشم نمص و نتف وغیرہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ شکل میں تبدیلی اور بے جا جسارت ہے جو شیطان کی پٹی پڑھانے پر عمل میں آئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **لعنه الله قال لأ تخذن من عبادك نصيبا مفروضا ولأ ضلنهم ولا منينهم ولأمر نهم فليبتكن أذان الانعام ولأمرنهم فليغيرن خلق الله.** (نساء: ۱۱۸، ۱۱۹) اسے اللہ نے دھتکار دیا اور اس نے کہا تیرے بندوں میں سے بھی بڑا حصہ لے لوں گا انہیں بھٹکاؤں گا۔ (جھوٹی) امیدیں دلاؤں گا انہیں حکم دوں گا تو جانوروں کے کان کاٹیں گے اور یہ بھی حکم دوں گا کہ اللہ کی پیدائش بدل ڈالیں۔''

علامہ قرطبیؒ نے تفسیر قرطبی میں اس پر کلام کیا ہے۔ تغییر ممنوع وہ ہے جو باقی رہے اور جو بدلتی اور مٹتی رہے وہ درست ہے مثلاً سرمہ، مہندی، شفتین (لبوں) پر رنگت زیب وزینت کے لیے ان کا استعمال درست ہے (اور احیانا بہتر ہوتا ہے) حنا مردوں کے لیے منع ہے۔

كاسيات عاريات. اس کے چند مطلب ہیں (۱) **كاسيات من نعمة الله عاريات من شكرها.** ''شب و روز اللہ کی نعمتوں (اور رحمتوں) میں بس رہی ہے لیکن اس کے شکر اور اطاعت سے خالی ہیں۔'' (۲) **كاسيات من الثياب عاريات من فعل الخير والاهتمام لاخر تهن والاعتناء بالطاعات.** ''کپڑوں سے ڈھکی ہوئی ہیں لیکن بھلے کام آخرت کا اہتمام اور اطاعت کا نام نہیں اس سے خالی ہیں۔'' (۳) **تكشف شيئا من بدنها اظهارا لجما لها فهن كاسيات عاريات.** ''لباس تو پہنا ہے مگر جسم کے بعض اعضاء اظہار جمال کے لیے ظاہر ونمایاں ہیں۔'' (۴) **يلبس ثيابا رقاقا تصف ما تحتها كاسيات عاريات في المعنى.** ''اتنا باریک (وچست) لباس پہنتی ہیں کہ اعضاء ظاہر ہوں پہننا ستر کے لیے تھا وہ جاذب نظر ہو گیا۔ یہ پہن کر بھی عاری ہے۔''

مستورات کے لباس میں دو چیزیں بہر صورت ضروری ہیں: (۱) کپڑا دبیز ہو۔ (۲) قابل ستر وحجاب ہو۔ ان میں سے کوئی ایک بھی کم ہوئی تو کاسیات عاریات کا مصداق، جنت کی حق دار اور جنت سے محروم و بیزار ہوں گی۔ مثلاً لباس موٹا ہو لیکن سلائی اس انداز سے ہو کہ بعض جسم کے حصے ظاہر ہوں۔ یہ بھی درست نہیں۔ اگر کپڑا سلا ہوا تو کشادہ اور مکمل ہے لیکن انتہائی رقیق و باریک ہے

کہ جسم کی عکاسی کر رہا ہے یہ بھی منع ہے۔

مائلات ممیلات. مائل ہونے والی (۱) مائلات ای زائغات عن طاعة الله وما یلزمهن من حفظ الفروج وغیرها. ''اللہ کی اطاعت اور اپنے نفس کی حفاظت سے منہ پھیرنے والی فواحش کو گھیرنے والی۔'' ممیلات ای یعلمن غیرهن مثل فعلهن. ''دوسروں کو بھی اپنے جیسا سمجھتی ہیں۔'' (۲) مائلات ای متبخترات فی مشیتهن. ''چال میں اترانے والی (اور قال میں للچانے والی)۔'' ممیلات اکتافهن و اعطافهن. اپنے کندھوں اور جسم کے بالائی حصے کو جھکانے والی۔ (۳) آزاد منش عورتیں جو کنگھی استعمال کرتی ہیں اسے المیلاء کہتے ہیں کثیر دندانوں والی۔ مائلات یمشطن المشط المیلاء وهی مشطة البغایا، ممیلات یمشطن غیر هن تلك المشطة. ''میلاء معروف مخصوص کنگھی خود بھی استعمال کرتی ہیں اور دوسری عورتوں کو بھی وہی کنگھی کرتی ہیں۔'' (۴) مائلات الی الرجال (بالحیل) ممیلات لهم. ''مردوں کی طرف میلان والی اوران کو مائل کرنے والی۔''

یا مائلات الی ارتکاب الزنا او دواعیه ممیلات لقلوب الناس الی الفحشاء. ''بے حیائی کی طرف خود مائل اور دوسروں کو مائل کرنے والی۔''

ابن حبانؒ کہتے ہیں: المائلة من التبختر والممیلات من السمن. ''مٹک کر چلنے والی۔ موٹاپے سے جھکنے والی۔''

رؤسهن کأسنمة البخت. اسنمة۔ سنام کی جمع ہے کوہان۔ البخت بضم الباء اور بختی ہے۔ خوبصورت خراسانی اونٹ جمع ان کی بخاتی، بخات، بخاتی ہے۔ ای ان یکبرنها ویعظمنها بلف عمامة. (مثل عمامة)

او عصابة او نحوها. نوویؒ کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے فخر ومباہات اور عظمت وتکبر کے لیے سروں پر عمامہ نما کپڑا یا پٹیاں باندھیں گی جس سے مقصود اپنی برتری ہوگی۔

☆ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اس سے واضح تشریح ہمارے زمانے میں یہ ہے کہ عورتیں اپنے بال بکھیر کر گدی پر ڈالتی ہیں یا سر کے درمیان میں سمیٹ کر باندھ لیتی ہیں جو یقیناً کوہان کی سی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ یہ اس کا مصداق ہے۔ بندہ کی رائے یہ ہے کہ ہر وہ چیز یا عمل جس میں ترفع اور بناوٹ ہو اسی میں داخل ہے بھلے بال باندھ کر ہو یا بکھیر کر کپڑے سے اونچا کریں یا بال سمیٹ کر۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ جو فرمایا سواء بسواء آج ہو رہا ہے۔

☆ مازریؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ غض بصر کی بجائے غیر مردوں کی طرف نظریں اٹھائے رکھتی ہیں۔

خلاصہ: جسم میں زینت وآرائش کے لیے جو کمی زیادتی ایسی ہو کہ جسم میں قائم اور باقی رہے یا اصل خلقت میں تبدیلی ہو تو وہ تغییر لخلق اللہ ہے اور منع ہے۔ اور حسن کے حصول وآراستگی کے لیے وہ عمل جو ایسا نہیں مثلاً ہاتھوں، پاؤں، ہونٹوں، خدین، جبھہ وغیرہ کو رنگنا یہ منع نہیں۔ شوہر کے لیے زینت کی چیزیں استعمال کرنا درست ہے۔ زائد انگلی کا کاٹنا یا جسم کے کسی بڑھے ہوئے حصے کا کاٹنا یا درست کرانا یہ تغییر لخلق اللہ نہیں بلکہ یہ عیب اور مرض کو رفع کرنا ہے جو عند الاکثر درست ہے۔ خلافا لبعضهم. (تکملہ)

فائدہ: حسن وجمال کے لیے ایسی چیز استعمال کرنا جو سخت جسامت والی ہو اور طہارت حاصل کرنے میں مانع ہو درست نہیں۔

باب کی احادیث میں لعنت ودوری اور دھتکار و پھٹکار کا ذکر ہے مسلم شریف کتاب صفۃ القیامۃ باب ۲۰۷ میں یہ بھی ہے کہ ان حرکات شنیعہ کی مرتکبہ جنت میں نہ جائیں گی چنانچہ فرمایا: لا یدخلن الجنة. (۱) اللہ کی ان حرام کردہ چیزوں کو

حلال سمجھ کر کرتی تھیں پھر تو ہمیشہ کے لیے جنت سے محروم رہیں گی کیونکہ مستحل حرام کافر ہوتا ہے۔ (۲) اگر ناجائز سمجھ کر سستی کوتاہی اور لاپرواہی کرتی تھی تو دخول اولی کی نفی ہے حالت ایمان پر خاتمہ ہونے کی صورت میں کبھی نہ کبھی نجات ملے گی۔ لیکن یہ کونسا سہل اور قابل برداشت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے **فما اصبرهم علی النار. (البقرة: ۱۷۵)** ''دوزخ کی آگ پر کون صبر کرسکتا ہے۔'' اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان فضول وممنوع کاموں سے پرہیز کریں تا کہ اللہ اور اس کا رسول راضی ہو۔

ولا یجدن ریحها. هذه مبالغة فی تحریم الجنة لانه من لم یرح الشیء لا یتنا وله قطعا. ''یہ جنت میں داخل نہ ہونے کے لیے مبالغۃً فرمایا کیونکہ جب کوئی آدمی کسی چیز کی خوشبو تک نہ پائے گا تو اسے حاصل بھی نہ کر پائے گا'' حالانکہ اس کی خوشبو دور دراز تک مہکنے اور پھیلنے والی ہے۔

(۶) بَابٌ فِيْ رَدِّ الطِّيْبِ

خوشبو واپس کر دینے کا بیان

(۴۳۴) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَعْنٰى أَنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِءَ حَدَّثَهُمْ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ أَيُّوْبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيْبٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ خَفِيْفُ الْمَحْمَلِ.

''حسن بن علی، ہارون بن عبداللہ، عبدالرحمٰن، سعید، عبیداللہ، اعرج، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو خوشبو دی جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ اس کی خوشبو عمدہ ہے اور کم وزن ہے۔''

تشریح: خوشبو کے ساتھ تکیہ اور دودھ کا ذکر بھی آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خوشبو اور تکیہ میں کچھ زیادہ تکلف اور بوجھ نہیں دینے والے کے لئے بھی اور لینے والے کے لئے بھی، اور دودھ کی عظمت کی وجہ سے نہ لوٹانے کا حکم ہے، یہ امر استحبابی ہے۔

(۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَرْأَةِ تَتَطَيَّبُ لِلْخُرُوْجِ

کوئی خاتون اگر گھر سے نکلنے کے لئے خوشبو استعمال کرے؟

(۴۳۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنِيْ غُنَيْمُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَعْطَرَتِ الْمَرْأَةُ فَمَرَّتْ عَلَى الْقَوْمِ لِيَجِدُوْا رِيْحَهَا فَهِيَ كَذَا وَكَذَا قَالَ قَوْلًا شَدِيْدًا.

''مسدد، یحییٰ، ثابت بن عمارہ، غنیم بن قیس، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی خاتون عطر لگائے اور پھر وہ مردوں کے درمیان جائے تا کہ وہ مرد اس کی خوشبو سونگھیں تو وہ خاتون ایسی ہے ایسی ہے یعنی آپ ﷺ نے ایسی خاتون کو شدید برا کہا۔''

(۴۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى أَبِيْ رُهْمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَتْهُ

امْرَأَةٌ وَجَدَ مِنهَا رِيحَ الطِّيبِ يَنْفَحُ وَلِذَيْلِهَا إِعْصَارٌ فَقَالَ يَا أَمَةَ الْجَبَّارِ جِئْتِ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ وَلَهُ تَطَيَّبْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ حِبِّي أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ لِامْرَأَةٍ تَطَيَّبَتْ لِهَذَا الْمَسْجِدِ حَتَّى تَرْجِعَ فَتَغْتَسِلَ غُسْلَهَا مِنَ الْجَنَابَةِ.

''محمد بن کثیر' سفیان' عاصم بن عبید اللہ' عبید' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون ملی جس کے جسم سے خوشبو کی مہک آ رہی تھی اور اس کا دامن ہوا میں اُڑ رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا اے جبار کی باندی! تم مسجد سے آ رہی ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا تم نے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے جو میرے محبوب تھے آپ ﷺ فرماتے تھے جو خاتون خوشبو لگائے ہوئے مسجد میں داخل ہو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس گھر پہنچ کر غسل جنابت جیسا غسل نہ کر لے۔''

(۴۳۷) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو عَلْقَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ ابْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بَخُورًا فَلَا تَشْهَدَنَّ مَعَنَا الْعِشَاءَ قَالَ ابْنُ نُفَيْلٍ عِشَاءَ الْآخِرَةِ.

''نفیلی' سعید بن منصور' عبد اللہ بن محمد' یزید' بسر بن سعید' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو خاتون خوشبو کی دھونی حاصل کرے تو وہ ہمارے ساتھ نماز عشاء میں شامل نہ ہو (بلکہ گھر ہی میں پڑھے)۔''

تشریح: گھر سے باہر تقریب، مدرسہ یا کسی دوسری جگہ جانا ہو تو مستورات کے لیے مہک والی خوشبو منع ہے باب کی تینوں احادیث میں اس پر شدید وعید و ممانعت ہے اس کے برعکس رنگت والی خوشبو درست ہے جو مردوں کے لیے ممنوع ہے اور اگلے باب میں اس پر تنبیہ موجود ہے۔

حدیث اول: فهی كذا و كذا. كناية عن كونها زانية. (عون) اور نسائی میں تصریح ہے۔ ''فهی زانية'' سماه النبیؐ زانية فجاز الانهار غبت الرجال فی نفسها فاقلّ ما يكون هذا سببا لرؤيتها وهی زنا العين. (بذل)

حدیث ثانی: يا امة الجبار ناداها بهذا الاسم تخويفا لها. غسلها من الجنابة، بان يعم جميع بدنها بالماء..... ليزول عنها الطيب. خوشبو اگر پورے جسم پر لگائی تھی تو پھر اچھی طرح نہائے تا کہ خوشبو کا اثر مکمل جائے ہاں اگر کسی عضو کو خوشبو لگائی تھی تو پھر صرف اسے دھوئے پورا غسل نہ کرے۔

حدیث ثالث: فلا تشهدنّ معنا العشاء ای لا تحضرن! لان الليل مظنة الفتنة، فالتخصيص بالعشاء الآخرة لمزيد التاكيد. (عون)

(۸) بَابٌ فِي الْخَلُوقِ لِلرِّجَالِ
مردوں کے لئے خلوق لگانے کا بیان

(۴۳۸) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَطَاءُ نِ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى أَهْلِي لَيْلًا وَقَدْ تَشَقَّقَتْ يَدَايَ فَخَلَّقُونِي بِزَعْفَرَانٍ فَغَدَوْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ

فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ وَقَدْ بَقِيَ عَلَيَّ مِنْهُ رَدْعٌ فَسَلَّمْتُ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ وَلَمْ يُرَحِّبْ بِي وَقَالَ اذْهَبْ فَاغْسِلْ هٰذَا عَنْكَ فَذَهَبْتُ فَغَسَلْتُهُ ثُمَّ جِئْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ وَرَحَّبَ بِي وَقَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَحْضُرُ جَنَازَةَ الْكَافِرِ بِخَيْرٍ وَلَا الْمُتَضَمِّخَ بِالزَّعْفَرَانِ وَلَا الْجُنُبَ قَالَ وَرَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا نَامَ أَوْ أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَنْ يَتَوَضَّأَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' عطاء خراسانی' یحییٰ بن یعمر' عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور میرے دونوں ہاتھ (سردی وغیرہ کی وجہ سے) پھٹ گئے تھے تو میرے گھر کے لوگوں نے مجھے زعفران کا خلوق لگا دیا (خلوق ایک قسم کی مرکب خوشبو ہوتی ہے) پھر صبح کے وقت میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا اور نہ (حسب عادت) مرحبا فرمایا اور فرمایا تم جا کر اس کو (پانی سے) دھولو۔ چنانچہ میں چلا گیا اور اس کو دھو کر پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس کا ایک نشان میرے اُوپر باقی رہ گیا تھا' میں نے آپؐ کو سلام کیا آپؐ نے جواب نہیں دیا اور نہ مرحبا فرمایا اور فرمایا تم جا کر اسکو دھولو' میں چلا گیا اور اس کو دھو کر پھر حاضر ہوا اور سلام عرض کیا تو آپؐ نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مرحبا فرمایا' اسکے بعد فرمایا ملائکہ کافر کے جنازے پر خیر لے کر نہیں آتے اور نہ ہی اس شخص کے پاس جو زعفران میں لتھڑا ہوا ہو اور نہ ہی ناپاک شخص کے پاس آتے ہیں لیکن آپؐ نے ناپاک شخص کو اجازت دی کہ جب وہ کھائے' پیئے تو (اگر غسل نہ کر سکے تو کم از کم ناپاکی زائل کر کے) وضو کرے۔''

(۴۳۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي الْخُوَارِ أَنَّهُ سَمِعَ يَحْيَى ابْنَ يَعْمَرَ يُخْبِرُ عَنْ رَجُلٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ زَعَمَ عُمَرُ أَنَّ يَحْيَى سَمَّى ذٰلِكَ الرَّجُلَ فَنَسِيَ عُمَرُ اسْمَهُ أَنَّ عَمَّارًا قَالَ تَخَلَّقْتُ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ بِكَثِيرٍ فِيهِ ذِكْرُ الْغُسْلِ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ وَهُمْ حُرُمٌ قَالَ لَا الْقَوْمُ مُقِيمُونَ.

''نصر بن علی' محمد بن بکر' ابن جریج' عمر بن عطاء بن ابی الخوار' یحییٰ بن یعمر' ایک شخص' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت ہے لیکن روایت اوّل مکمل ہے اس میں غسل کا تذکرہ ہے۔ ابن جریج نے بیان کیا میں نے عمر بن یحییٰ سے کہا کیا لوگ اس وقت احرام باندھے ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ تمام لوگ اپنے گھروں میں مقیم تھے۔''

(۴۴۰) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ نِ الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ نِ الرَّازِيُّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ جَدَّيْهِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا مُوسَى يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالَى صَلَاةَ رَجُلٍ فِي جَسَدِهِ شَيْءٌ مِنْ خَلُوقٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ جَدَّاهُ زَيْدٌ وَزِيَادٌ.

''زہیر بن حرب' ابو جعفر' حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ اپنے دادا اور نانا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جس شخص کے جسم میں تھوڑا سا بھی خلوق لگا ہوا ہو۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ ان کے دادا اور نانا کا نام زید اور زیاد ہیں۔ (خلوق ایک قسم کی مرکب خوشبو ہوتی ہے۔ بہت سے حضرات نے اس احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مردوں کو جسم اور لباس پر زعفران ملنا ممنوع ہے)۔''

(۴۴۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَنَّ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ وَإِسْمٰعِيلَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَاهُمْ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ وَقَالَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ.

''مسدد' حماد' اسماعیل' عبدالعزیز بن صہیب' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کو زعفران

ملنے سے منع فرمایا ہے اور راوی اسمٰعیل سے اَنْ یَتزعْفر الرَّجُلُ (یعنی مرد زعفران لگائے) کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔''

(۴۴۲) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاُوَيْسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ جِيْفَةُ الْكَافِرِ وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوْقِ وَالْجُنُبُ إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ.

''ہارون بن عبداللہ' عبدالعزیز بن عبداللہ' سلیمان' ثور' حسن' حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں کے پاس (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے' ایک تو کافر کی لاش پر' دوسرے زعفران ملی خوشبو میں لتھڑے ہوئے شخص کے پاس' تیسرے اس شخص کے پاس کہ جس کو غسل (جنابت) کی ضرورت ہو الا یہ کہ وہ (کم از کم) وضو کر لے۔''

(۴۴۳) حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ بْنُ مُحَمَّدٍ نِ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَيُّوْبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ جَعَلَ أَهْلُ مَكَّةَ يَأْتُوْنَهُ بِصِبْيَانِهِمْ فَيَدْعُوْلَهُمْ بِالْبَرَكَةِ وَيَمْسَحُ رُءُوْسَهُمْ قَالَ فَجِيْءَ بِيْ إِلَيْهِ وَأَنَا مُخَلَّقٌ فَلَمْ يَمَسَّنِيْ مِنْ أَجْلِ الْخَلُوْقِ.

''ایوب بن محمد' عمر بن ایوب' جعفر' ثابت' عبداللہ' حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب مکہ معظمہ فتح فرمایا تو اہل مکہ اپنے بچوں کو لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہونے لگے آپ ﷺ ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرماتے اور ان کے سروں پر اپنا دست مبارک پھیرتے پھر (ایک روز) میں بھی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا گیا لیکن میں (اس وقت) خلوق ملے ہوئے تھا اس لئے آپ ﷺ نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا۔''

(۴۴۴) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلْمٌ نِ الْعَلَوِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِيْ وَجْهِهِ بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُمْ هٰذَا أَنْ يَغْسِلَ هٰذَا عَنْهُ.

''عبیداللہ بن عمر' حماد بن زید' سلم' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اس پر (زعفران کی) زردی کا دھبہ تھا اور آپ ﷺ کسی کے سامنے بہت کم اس بات کو ذکر فرماتے جس کو آپ ﷺ ناگوار خیال فرماتے (تاکہ اس کی سبکی نہ ہو) جب وہ شخص باہر نکلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کاش تم اس سے کہہ دیتے کہ وہ اس زردی کو دھوڈالے۔''

تشریح: باب میں مذکور ساتوں احادیث میں واضح کیا گیا ہے کہ رنگت اور نشان والی خوشبو مردوں کے لیے منع ہے، مہک والی استعمال کر سکتے ہیں۔

(۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي الشَّعْرِ

بال رکھنے کا بیان

(۴۴۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ أَحْسَنَ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لَهُ شَعْرٌ

يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ كَذَا رَوَاهُ إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ وَ قَالَ شُعْبَةُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ.

''عبداللہ بن مسلمہ' محمد بن سلیمان' وکیع' سفیان' ابواسحٰق' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی کو جو کہ کان سے نیچے بال رکھتا ہو لال رنگ کا جوڑا (کپڑے) پہنے ہوئے ہو آنحضرت ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ محمد بن سلیمان نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ کے (سر کے بال) مونڈھوں تک لگتے تھے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا اسرائیل نے ابواسحٰق سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بال مونڈھوں تک لگتے تھے اور شعبہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو تک (لگتے تھے)''

(۴۴۶) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ.

''مخلد بن خالد' عبدالرزاق' معمر' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بال (مبارک) کانوں کی لو تک (لگتے) تھے۔''

(۴۴۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ.

''مسدد' اسماعیل' حمید' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بال کانوں کے آدھے حصہ تک تھے۔''

(۴۴۸) حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ الْوَفْرَةِ وَدُونَ الْجُمَّةِ.

''ابن نفیل' عبدالرحمٰن' ہشام بن عروہ' ان کے والد' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال (مبارک) وفرہ سے زیادہ اور جمہ سے کم تھے۔''

(۴۴۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَهُ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ

''حفص بن عمر' شعبہ' ابواسحٰق' حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے (سر کے) بال مبارک کان کی لو تک تھے۔''

(۱۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْفَرْقِ

(سر میں) مانگ نکالنے کا بیان

(۴۵۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَعْنِي يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُءُوسَهُمْ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ تُعْجِبُهُ مُوَافَقَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهِ فَسَدَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابراہیم' ابن شہاب' عبیداللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) اپنے سر کے بالوں کو اسی طرح لمبے چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے اور آنحضرت ﷺ اس کام میں اہلِ

کتاب سے مطابقت کو پسند فرماتے تھے جس میں آپ ﷺ کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم نہ ہوتا اس وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے ماتھے کے بال (نیچے) لٹکا دیئے پھر آپ ﷺ اپنے سر (مبارک) میں مانگ نکالنے لگے۔''

(۴۵۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَفْرُقَ رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ صَدَعْتُ الْفَرْقَ مِنْ يَافُوخِهِ وَأُرْسِلُ نَاصِيَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ.

''یحییٰ بن خلف، عبدالاعلیٰ، محمد بن اسحٰق، محمد بن جعفر، عروہ، عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں جب آپ ﷺ کے (مبارک) بالوں کی مانگ نکالنے کا ارادہ کرتی تو آپ ﷺ کے سر مبارک کے درمیان میں سے مانگ نکالتی اور آپ ﷺ کے مبارک ماتھے کے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان میں لٹکا دیتی (یعنی آپ ﷺ کی پیشانی کے بال آدھے اِس طرف، آدھے اُس طرف لٹکا دیتی)۔''

تشریح: کان اهل الکتٰب یسدلون اشعارهم: وکان المشرکون یفرقون رؤسهم..... یسدلون بکسر الدال از ضرب یا بضم الدال از نصر. بالوں کو سامنے پیشانی (جبھہ) پر چھوڑ دینا۔

المراد ارساله علی الجبین..... نووی۔ یفرقون. ''از باب ضرب ونصر'' بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا۔ مانگ نکالنا۔ آپ ﷺ پہلے سدل فرماتے اور بالوں کو سامنے چھوڑ دیتے تھے ناصیہ وجبین پر۔ پھر بعد میں فرق (دو حصوں میں تقسیم کرنا) مانگ نکالنے کو پسند کیا یہی آخر العمل اور محبوب ومسنون ہے۔

اہل کتاب سے موافقت کی ترجیح کی وجہ: (۱) اہل کتاب کے اعمال کیونکہ انبیاء کے بقایا جات اور بچے کھچے دین کے مطابق تھے جن کی بنیاد ایک نبی مرسل اور شریعت الٰہی تھی۔ بت پرست اور مشرکین مکہ کے اعمال کی بنیاد قدامت پسندی، توہم پرستی بے سند (من گھڑت) باتوں اور شرک پر تھی (جو کھوکھلی اور بے سروپا باتوں کا پلندہ تھیں) اس لیے آپ ﷺ نے (غیر منزل احکام میں) اہل کتاب کی موافقت کو اختیار کیا اور حکم آتے ہی ترک کر دیا۔ (۲) آنحضرت ﷺ نے اہل کتاب کی تالیف اور ان کو مانوس وقریب کرنے کے لیے ایسا کیا پھر اظہار وغلبۂ اسلام کے بعد چھوڑ دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے ہجرت میں چند ایام کے لیے بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم دیا۔ پھر **''فول وجهك شطر المسجد الحرام''** (البقرة: ۱۴۴) فرما کر ہمیشہ کا حکم صادر فرما دیا۔

نبی ﷺ نے ان دونوں کی بناء پر اہل کتاب کی موافقت اختیار کی پھر ترک کر دیا۔ اور یہود ونصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیا۔

(قاضی عیاضؒ) جیسا کہ سفید بالوں کے رنگنے، صرف ہفتہ کے دن روزہ رکھنے، یوم عاشوراء (دس محرم) کا اکیلا روزہ رکھنے اور افطار میں جلدی کرنے میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم ہے۔ وکثیر من الاحکام.

ثم فرق بعد. کیا مانگ نکالنا سنت ہے؟ نوویؒ کہتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے سنت کہا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا آخری اور دائمی عمل یہی ہے بعض دیگر اہل علم کہتے ہیں کہ سدل وفرق دونوں جائز ہیں۔

خلاصہ: نفس جواز واباحت میں دونوں برابر ہیں۔ ہاں فرق افضل واولیٰ ہے۔ امام الحرمین امام مالکؒ کہتے تھے کہ فرق احب ہے نوویؒ نے قول ثانی کو ترجیح دی ہے اور فرق کو مستحب کہا ہے۔ وعلیه العمل لاکثر اهل العلم.

آپ ﷺ کے بالوں کی تفصیل اور مختلف روایات میں تطبیق: آنحضرت ﷺ کے بالوں کے متعلق مختلف روایات سابقہ باب میں مذکور ہیں اور دیگر کتب میں بھی ملتی ہیں۔ ترتیب یہ ہے (۱) وَفْرَةٌ (۲) لِمَّةٌ (۳) جُمَّةٌ. وفرہ وہ بال جو کانوں کی لو کے

برابر ہوں۔ لمہ وہ بال جو کانوں کی لو سے متجاوز ہوں۔ جمہ وہ بال جو کندھوں تک ہوں۔ (کندھوں کو چھوئیں) لمہ کی جمع لِمَم اور لِمام آتی ھے. وفرة کی جمع وفار ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے بالوں کی ترتیب اس طرح ذکر کی ہے۔ "کان شعرہ لمة ووفرة وجمة" لیکن وفرہ کی لمہ پر تقدیم راجح وصحیح ہے۔ نبی ﷺ کے بالوں کے متعلق حدیث میں عظیم الجمة اور حدیث میں ذی لمّة اور حدیث انس رضی اللہ عنہ میں الی انصاف اذنیه (یعنی وفرہ) اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں "فوق الوفرة ودون الجمة" کے صریح الفاظ موجود ہیں جن سے بالوں کی کیفیت ومقدار میں اختلاف اور احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔

رفع تعارض! تطبیق: (۱) یہ تینوں حالتیں (کانوں کی لو تک اس سے کچھ نیچے اور کندھوں تک وفرہ لمہ جمہ) مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کیونکہ بال بڑھنے والی چیز ہیں ایک وقت میں کم کانوں کی لو تک مزید وقت گزرنے پر لمہ اور جہادی ودینی مصروفیت کی وجہ سے جب دیر تک اصلاح (کاٹنے) کا موقع نہ ملتا تو جمہ کندھوں تک پہنچ جاتے جس صحابی وراوی نے جس حال میں دیکھا اس نے وہ بیان کر دیا اس لیے کوئی تعارض نہیں۔ (۲) بالوں کے تین حصے ہیں سر کے اگلے حصے (پیشانی) کے بال تو پہنچتے نصف کانوں تک یہ وفرہ ہوئے، اور وسط رأس کے بال ان سے ذرا نیچے پہنچتے تو لمہ ہوئے اور اخیر سر کے بال منکبین (کندھوں) تک پہنچتے یہ جمعہ ہوئے تو روایات میں کوئی تعارض نہ رہا۔ (۳) شیخ الاسلام نے تطبیق میں کہا ہے کہ الفاظ وفرہ، لمہ، جمہ میں لغوی معنیٰ کے اعتبار سے تو فرق ہے (جیسے اوپر گذرا) لیکن احادیث باب میں ان الفاظ ثلثہ (وفرہ، لمہ، جمہ) کو لغت پر محمول نہ کریں بلکہ یوں کہیں کہ یہ الفاظ ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتے ہیں اور یہ بات مشترک ہے کہ مفہوما یہ الفاظ زلفوں کے لیے آتے ہیں اور احادیث میں ان سے آنحضرت ﷺ کی زلفوں کی کثرت وطول مراد ہو کہ نبی ﷺ کی زلفیں مبارک تھیں جن کو مختلف انداز میں ان الفاظ کے اندر رواۃ نے بیان کیا ہے تینوں سے مطلقا کثیر بال وزلفیں مراد لینے میں کوئی تعارض نہیں اور عند العرب واللغة الفاظ کا بجائے یک دیگر استعمال شائع وذائع ہے۔

مردوں کے لیے کنگھا اور مینڈھیوں کا حکم: نهی رسول الله ﷺ عن الترجل الاغبّا. ان النبی ﷺ کان یترجل غبّا. (شمائل ترمذی ص ۲۳، ۷) "رسول اللہ ﷺ نے کنگھی کرنے سے منع کیا مگر گاہے گاہے۔ بیشک نبی ﷺ کنگھی کرتے کبھی کبھی" (وقفے سے) احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ بالوں کی صفائی ستھرائی رکھو۔ ان رسول الله ﷺ قال من کان له شعر فلیکرمه. (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۰ ادب) نبی ﷺ نے فرمایا جس کے بال ہوں وہ ان کی تکریم (صفائی ستھرائی) کرے۔ ذخیرۂ حدیث پر غور کرنے سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ بالوں کی صفائی ستھرائی تیل لگانا سنبھالنا ضروری ہے اور بکھرے بال بدحال پراگندہ رہنے کو نبی ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ اس سے ظاہر ہوا بالوں کی تزئین وآرائش میں انہماک اور صفائی سے عدم التفات (دونوں) منع ہیں۔ صفائی کا خیال ضرور رکھیں مگر ضیاع وقت نہ ہو ضرورۃ ہو تو کنگھا کریں۔

وَلَنِعْمَ مَا قَالَ اِبْنُ الْعَرَبِيِّ !!! "الترجل وموالاته تصنّع، وترکه تدنّس، واغبابه سنّة."

ہر وقت کنگھا کرنا تصنع بازی (بناوٹ وسجاوٹ) ہے اور کنگھی کو چھوڑ دینا میل پنا ہے اور گاہے گاہے کنگھی کرنا تو سنت ہے حدیث بالا میں نہی سے مراد نهی عن الدوام ہے اور یہی نہی تنزیہی ہے کنگھا کرنا سنت وپسندیدہ ہے۔

مردوں کے لیے بالوں کو گوندنا اور مینڈھیاں بنانا اور بالوں کو اس انداز سے بنانا کہ عورتوں سے مشابہت ہو درست نہیں۔

سر کی دو سنتیں ہیں: (۱) سنت کے مطابق بال (۲) عمامہ۔

تنبیہ: مردوں (بچوں بڑوں سب) کے لیے سر کے بالوں کو مختلف حصوں میں چھوٹے بڑے کٹوانا منع ہے بلکہ بالوں کی اصلاح اس طرح کرائی جائے کہ ہر طرف سے سر کے بال برابر ہوں۔ حدیث مبارکہ ملاحظہ ہو۔ "عن علیؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن القزع" (نسائی ج ۲ ص ۲۷۵) آگے مستقل باب ۱۴ میں مفصل احادیث آرہی ہیں۔ علی المرتضیٰ شیر خدا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے قزع یعنی بال چھوٹے بڑے کرانے سے منع کیا ہے۔

خواتین کے لیے بال کٹوانا یا مصنوعی بال لگانا (وگ) درست نہیں اس پر سخت وعید آئی ہے اور بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو علیحدہ علیحدہ گیسو بنانا تشبہ بالکافرات والفواحش کی وجہ سے منع ہے ان چیزوں سے اجتناب ضروری ہے ہماری ہر ادا موافق شرع ہونا عند اللہ ورسولہ محبوب ومقبول ہے اور اس کے برعکس وخلاف مبغوض مردود ہے۔ **بئس الاسم الفسوق بعد الایمان.** (الحجرات:۱۱) ایمان لانے کے بعد (نافرمانی) کتنا قبیح ہے۔ اس پر تفصیل سے بحث کتاب الترجل کی ابتداء میں گذر چکی ہے۔

نام مؤمن ومومنہ بود وباش اور کام کفار سے ابتر، یہ کیسی ہے مسلم کی دختر، کیونکر حاصل ہوسکتا ہے اسے جام کوثر۔ ہم پر لازم ہے کہ حیاء واتباع کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور جاہلانہ رسوم وخرافات کو چھوڑ دیں۔ فرشتوں کی ایک جماعت کی تسبیح ہے۔ **سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب.** (مبسوط ج ۲۶ ص ۷۲)

(۱۱) بَابٌ فِي تَطْوِيلِ الْجُمَّةِ

سر کے بال لمبا رکھنے کا بیان

(۴۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ وَسُفْيَانُ بْنُ عُقْبَةَ السُّوَائِيُّ وَحُمَيْدُ بْنُ خُوَارٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَلِي شَعْرٌ طَوِيلٌ فَلَمَّا رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُبَابٌ ذُبَابٌ قَالَ فَرَجَعْتُ فَجَزَزْتُهُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ وَهٰذَا أَحْسَنُ.

"محمد بن علاء، معاویہ، سفیان، حمید، سفیان ثوری، عاصم، ان کے والد، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا میرے سر کے بال لمبے لمبے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا (سر کے بالوں کو اس قدر لمبا رکھنا) نحوست ہے، نحوست ہے۔ میں یہ بات سن کر واپس ہوگیا اور اگلے روز بالوں کو کم کر کے حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے ساتھ بدخواہی نہیں کی تھی۔ یہ بہتر ہے (یعنی اب تمہارے بال ٹھیک ہوگئے ہیں)۔"

(۱۲) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُضَفِّرُ الْجُمَّةَ

مرد کے سر کے بالوں کو گوندھنے کا بیان

(۴۵۳) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ تَعْنِي عَقَائِصَ

''نفیلی، ابن ابی نجیح، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ معظمہ میں تشریف لائے (یعنی جس روز مکّہ معظمہ فتح ہوا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (سر کے بالوں) کی چارلٹیں گوندھی ہوئی تھیں۔''

تشریح: احرام کی حالت کے لئے آپ ﷺ نے بالوں کو تلبید فرما کر سنبھال لیا تھا تاکہ بکھریں نہیں ورنہ مردوں کو میڈھیاں بنانا منع ہے۔

(۱۳) بَابٌ فِيْ حَلْقِ الرَّأْسِ

سر منڈانے کا بیان

(۴۵۴) حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ وَابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِيْ يَعْقُوْبَ يُحَدِّثُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْهَلَ آلَ جَعْفَرٍ ثَلَاثًا أَنْ يَأْتِيَهُمْ ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَالَ لَا تَبْكُوْا عَلٰى أَخِيْ بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ ادْعُوْا لِيْ بَنِيْ أَخِيْ فَجِيْءَ بِنَا كَأَنَّنَا أَفْرُخٌ فَقَالَ ادْعُوْا لِيَ الْحَلَّاقَ فَأَمَرَهُ فَحَلَقَ رُءُوْسَنَا.

''عقبہ، ابن مثنیٰ، وہب بن جریر، ان کے والد، محمد، حسن، عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جعفرؓ کے اہل وعیال کو تین یوم کی مہلت عطا فرمائی (یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے سوگ کیلئے آپؐ نے تین دن کی مہلت دی) پھر آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا آج کے دن کے بعد تم ہمارے بھائی پر نہ رونا۔ پھر فرمایا تم میرے بھائی کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ تو ہمیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں لایا گیا اور چڑیا کے بچوں کی طرح ہمارے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ حجام کو میرے پاس بلاؤ پھر آپ ﷺ نے اس کو حکم فرمایا تو اس نے ہمارے سر کو مونڈ دیا۔''

تشریح: حدیث مبارکہ میں سیدنا جعفر طیارؓ کی شہادت کے موقع پر آپؐ کے برتاؤ کا ذکر ہے، تسلی وتعریف کے لیے آپ ﷺ تشریف لے گئے اور بچوں کی خیر خبر لی، بچوں کے بال بکھرے ہوئے تھے تو حجام کو بلوا کر منڈوا دیئے، اس سے سر مونڈنے کا ثبوت وجواز ملتا ہے، اس لیے مصنفؒ نے یہ باب قائم کیا ہے۔ بذل کے حاشیہ میں طویل تفصیل درج ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ بقول ابن عبدالبر حلق وبال منڈانے کی اباحت پر اجماع ہے، شرح اقناع ۴/۲۷۵ میں ہے لاباس بہ بال منڈانے میں کوئی حرج نہیں، امام احمدؒ سے اس کی کراہت منقول ہے جبکہ ان سے عدم کراہت کا قول بھی منقول ہے، اگلے باب کی تیسری حدیث میں تصریح ہے ''احلقو کله او اترکو اکله'' سارے مونڈ دو یا سب چھوڑ دو باقی کاٹ کر صرف چوٹی مت چھوڑو اس لیے راجح اور معمول بہ یہی ہے کہ منڈانا درست ہے۔ ابن القیم نے کہا ہے کہ آپؐ نے صرف چار مرتبہ بال منڈوائے ہیں ورنہ اکثری عمل زلفوں اور بالوں کا تھا۔

ابوداؤدؒ اول باب فی الغسل من الجنابۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ بار بار بال منڈواتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بال منڈوانا جائز اور سنت کے مطابق بال رکھنا افضل ہے۔ کم عمر طلبہ کے لیے بال نہ رکھنا علماء نے بہتر کہا۔

(۱۴) بَابٌ فِي الصَّبِيِّ لَهُ ذُؤَابَةٌ

لڑکوں کی زلفیں رکھنے کا بیان

(۴۵۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ أَحْمَدُ كَانَ رَجُلًا صَالِحًا قَالَ أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْقَزَعِ وَالْقَزَعُ أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ فَيُتْرَكَ بَعْضُ شَعْرِهِ.

''احمد بن حنبل' عثمان' احمد' عمر بن نافع' ان کے والد' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے قزع کی ممانعت (بیان) فرمائی اور قزع اس کو کہا جاتا ہے کہ (کوئی شخص) بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈے اور کچھ باقی چھوڑ دے۔''

(۴۵۶) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ وَهُوَ أَنْ يُحْلَقَ رَأْسُ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكَ لَهُ ذُؤَابَةٌ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ایوب' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قَزَع سے ممانعت فرمائی اور قزع یہ ہے کہ بچے کا سر مونڈا جائے اور اس کی زلفیں باقی چھوڑ دے۔''

(۴۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حُلِقَ بَعْضُ شَعْرِهِ وَتُرِكَ بَعْضُهُ فَنَهَاهُمْ عَنْ ذٰلِكَ وَقَالَ احْلِقُوهُ كُلَّهُ أَوِ اتْرُكُوهُ كُلَّهُ.

''احمد بن حنبل' عبدالرزاق' معمر' ایوب' نافع' ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اسکا کچھ سر منڈا ہوا تھا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو اس بات کی ممانعت فرمائی (یعنی اس لڑکے کے اولیاء کو منع فرمایا) اور فرمایا (یا تو) اس لڑکے کا پورا سر مونڈ دو یا پورا سر چھوڑ دو (نہ مونڈو)۔ (اس حدیث سے واضح ہے کہ بچوں کے سر پر چوٹی رکھنا یا پٹی باندھنا وغیرہ مناسب نہیں)''

تشریح: پہلے ذکر تھا پورے بال منڈوانے یا رکھنے کا اب کچھ کاٹنے اور کچھ رکھنے کی ممانعت کا ذکر ہے، تینوں احادیث میں تصریح ہے کہ چوٹی رکھنا غلط اور ناجائز ہے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اگلے باب میں پورے، سر میں صرف دولٹوں کی ممانعت بھی یہود کی مشابہت کی وجہ سے مذکور ہے۔

(۱۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّخْصَةِ

بچوں کو زلفیں رکھنے کی اجازت کا بیان

(۴۵۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ لِي ذُؤَابَةٌ فَقَالَتْ لِي أُمِّي لَا أَجُزُّهَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُدُّهَا وَيَأْخُذُ بِهَا.

''محمد بن علاء' زید بن حباب' میمون' ثابت بنانی' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے سر پر زلفیں تھیں مجھ سے میری والدہ نے کہا کہ میں ان کو نہیں کاٹوں گی کیونکہ آنحضرت ﷺ اس چوٹی کو پکڑ کر کھینچتے تھے اور کبھی آپ ﷺ (شفقت و محبت میں) ویسے ہی پکڑ لیا کرتے تھے۔''

(۴۵۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِيْ أُخْتِي الْمُغِيْرَةُ قَالَتْ وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَأْسَكَ وَبَرَّكَ عَلَيْكَ وَقَالَ احْلِقُوْا هٰذَيْنِ أَوْ قُصُّوْهُمَا فَإِنَّ هٰذَا زِيُّ الْيَهُوْدِ.

''حسن بن علی' یزید بن ہارون' حضرت حجاج بن حبان سے روایت ہے کہ ہم لوگ انس بن مالکؓ کی خدمت میں گئے تو مجھ سے میری ہمشیرہ مغیرہ نے بیان کیا کہ تم اس وقت لڑکے تھے اور تمہارے سر پر دو زلفیں یا دولٹ (لٹکی) ہوئی تھیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور خیر و برکت کی دُعا فرمائی اور فرمایا ان زلفوں کو مونڈ دو یا کاٹ دو کیونکہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔''

تشریح: باب سابق میں چوٹی کی ممانعت کا ذکر تھا اب دولٹوں کا ذکر ہے کہ ایک کی طرح دو بھی منع ہیں کیونکہ ان میں تو یہود سے مشابہت ہے۔

سوال، حدیث اول: میں انسؓ کی چوٹی اور ذ وابہ کا ثبوت و بقا مذکور ہے، باب کے عنوان کا مقتضٰی بھی یہی ہے کہ اس کی اجازت ہے ممانعت نہیں، حالانکہ پہلے ممانعت ذکر ہو چکی ہے؟

جواب: (۱) اس کا مطلب چوٹی نہیں بلکہ اس سے مراد پورے سر کے لمبے بال ہیں جن میں چند بال کچھ زیادہ لمبے تھے جنہیں ذ وابہ سے تعبیر کیا ورنہ یہ صورت نہ تھی کہ باقی بال مونڈ کر ایک چوٹی چھوڑ دی گئی اس لیے اشکال نہیں۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ یہ چھوڑنا آپؐ کے دست مبارک کی برکت کی وجہ سے تھا کہ آپؐ کا ہاتھ انہیں لگا تھا اس لیے کہ ان کی والدہ نے کہا انہیں نہیں کٹواؤں گی، اس کی تائید اگلی حدیث ہے کہ عملاً انسؓ نے لٹیں کاٹنے کا حکم دیا جائز ہوتیں تو پھر کاٹنے کا حکم نہ دیتے۔ (بذل)

(۱۶) بَابٌ فِيْ أَخْذِ الشَّارِبِ

مونچھیں کترنا

(۴۶۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالْاِسْتِحْدَادُ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ وَقَصُّ الشَّارِبِ.

''مسدد' سفیان' زہری' سعید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فطرت پانچ چیزوں میں ہے یا فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے تعلق رکھتی ہیں: (۱) ختنہ کرنا' (۲) زیر ناف کے بال مونڈنا (۳) بغلوں کے بال اُکھاڑنا' (۴) ناخن کاٹنا (۵) مونچھیں کتروانا۔''

(۴۶۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابوبکر بن نافع' ان کے والد' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مونچھوں کو اچھی طرح سے کتروانے کا یا منڈوانے کا حکم فرمایا اور آپ ﷺ نے داڑھی کو چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔''

(۴۶۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ الدَّقِيْقِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ وَقَّتَ لَنَا

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلْقَ الْعَانَةِ وَتَقْلِيْمَ الْاَظْفَارِ وَقَصَّ الشَّارِبِ وَنَتْفَ الْاِبِطِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا مَرَّةً قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ رَوَاهُ جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ اَنَسٍ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وُقِّتَ لَنَا هٰذَا اَصَحُّ.

''مسلم بن ابراہیم' صدقہ' ابوعمران جونی' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ہمارے لئے زیرناف بال منڈوانے' ناخن تراشنے' مونچھوں کے کتروانے' بغلوں کے بال دُور کرنے کی چالیس دن حد مقرر فرمائی۔
امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو جعفر نے ابوعمران کے واسطہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن حضرت رسول کریم ﷺ کا تذکرہ نہیں کیا اور روایت کے الفاظ ہیں وُقِّتَ لَنَا یعنی ہمارے لئے وقت مقرر کیا گیا۔''

(۴۶۳) حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَرَأْتُ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَقَرَأَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ عَلٰى اَبِي الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نُعْفِي السِّبَالَ اِلَّا فِيْ حَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الْاِسْتِحْدَادُ حَلْقُ الْعَانَةِ.

''ابن نفیل' زہیر' عبدالملک بن سلیمان' عبدالملک' ابوزبیر' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حج اور عمرہ کے سوا ہمیشہ داڑھیوں کو لٹکا رہنے دیتے تھے۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ استحداد کے معنی زیرناف بال مونڈنے کے ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: خمس من الفطرة. بخاری شریف میں ہے من السنة قص الشارب. اس سے ثابت ہوا کہ یہ امور سنت ہیں۔

الختان. قال مالك وابو حنيفة سنة والواجب فى ختان الرجل قطع جلدة التى تغطى الحشفة بحيث ينكشف الحشفة كلها. (بذل) ختنہ پر مفصل بحث باب فی الختان کتاب الادب کے آخر میں آرہی ہے۔

الاستحداد ونتف الابط. یہ دونوں سنت ہیں ہر ہفتے ان بالوں کی صفائی بہتر اور پندرہ یوم میں سنت ہے اور چالیس ایام سے زیادہ چھوڑنا ممنوع اور گناہ ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج۴/ ۲۳۸)

عمومی حکم یہ ہے کہ یہ زائد بال ایک جو کی لمبائی کے برابر ہوں تو صاف کر لیے جائیں۔ مردوں کے لیے صفائی کا طریقہ استرہ، بلیڈ وغیرہ معتاد ہے اور مستورات کے لیے ان چیزوں کے بجائے پاؤڈر، کریم، لوشن وغیرہ کا سہل اور قابل صفائی طریقہ رائج ہے اگرچہ استرہ وغیرہ استعمال کرنے میں مضائقہ وممانعت نہیں صرف مضرت کے خوف سے احتیاطاً بعض علماء نے مستورات کے لیے لکھا ہے کہ بلیڈ وغیرہ استعمال نہ کریں، گزند سے بچیں تو نفس استعمال میں ممانعت نہیں۔ استحداد استعمال حدیدہ کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔

تقلیم الاظفار. یہ بھی سنت ہیں اور ہفتہ میں ایک مرتبہ بہتر ہے کہ ناخن کاٹ لیا کریں زیادہ تاخیر کراہت وقباحت کا باعث ہے۔ بعض اہل اللہ اور صوفیاء کرام کے متعلق آتا ہے کہ وہ جمعرات کے دن ہی ناخن تراش لیتے اور اس سے مقصود جمعہ کی تیاری اور اہتمام ہوتا کہ سیدالایام کی پہلے سے ہی تیاری کرنا شروع کردیں نہ یہ کہ اذان سن کر بھاگیں اور بمشکل نماز وجماعت میں پہنچ پائیں۔

ناخن تراشنے کا طریقہ: اس کے لیے بنیادی عبارت علامہ نوویؒ کی ہے جو انہوں نے ابواب الطہارۃ باب المضمضة میں تحریر کی ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے تراشنا شروع کریں بالترتیب آخر تک پھر بائیں ہاتھ کی خنصر وچھنگلی سے ابہام تک سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کا انگوٹھا۔ اس طرح ابتداء وانتہاء دائیں ہاتھ سے ہوگی اور دائیں ہاتھ سے عمدہ کام شروع کرنے کی ترغیب احادیث کثیرہ میں وارد ہے اور سبابہ اشرف الاصابع ہے۔ لكونها يشار بها الى

التوحید. (بذل) اس ترتیب پر کوئی صریح حدیث وارد نہیں ہاں عموم بیان سے اسے علماء نے مستحب کہا ہے اور اساتذہ وعلماء کا معمول یہی دیکھنے میں آیا ہے۔

قص الشارب. ھو شعر ینبت علی الشفة العلیا........ قال ابن حجرؒ: فیسن احفاءہ حتی تبدوا حمرة الشفة العلیا. (بذل ج۱/۳۳) موچھیں وہ بال ہیں جو بالائی ہونٹ پر اگتے ہیں۔ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے ان کو اتنا کاٹنا سنت ہے کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے۔ احادیث میں "جزوا الشارب، احفوا الشوارب، انھکو الشوارب، قص الشارب، الاخذ من الشارب" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے کہ لبیں بڑھانا نہیں بلکہ کٹوانا سنت ہے۔ ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ موچھوں کے متعلق کاٹنے کا حکم دینے سے دو مقصود ہیں۔

(۱) اہل عجم کی مخالفت (۲) طعام وشراب کو بچانا کہ کھاتے پیتے وقت یہ داخل وشامل نہ ہوں۔ کہ ہم سے پہلے پانی موچھیں پی لیں اگر خیال نہ رہے تو واویلا بھی کرتی پھریں کہ دودھ پی کر آئیں ہیں۔

موچھوں کا حکم: حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک لبیں کاٹنا سنت ہے جیسے ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے۔ امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ شوافع سے اس کے متعلق کوئی نص وتصریح نہیں ملی ہاں شوافع میں سے امام مزنیؒ، ربیعؒ کو دیکھا ہے کہ وہ موچھیں کٹاتے تھے۔

لبیں کاٹنے کی مقدار: اتنی تراشنا اور کاٹنا کہ اوپر کے ہونٹ کا بالائی کنارہ ظاہر ہو جائے یہ سنت ہے۔ بالکل حلق اور منڈانے کو فقہاء کرام نے مکروہ وبدعت لکھا ہے۔ (فتاویٰ شامیہ ج۵ص۲۸۸)

حلق الشارب بدعة لانہ مثلة. (بذل) اس کے متعلق علماء یہ فرماتے ہیں کہ اخفاء میں مبالغہ ہوتا ہے اس لیے استرے کے بجائے قینچی سے اتنی باریک کاٹیں کہ مثل حلق ہو جائے اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (الخمیس ج۲ص۳۵) میں کسریٰ کے دو قاصدوں کے حضور ﷺ کے پاس آنے کا ذکر ہے جو موچھوں کو تاؤ دیئے ہوئے تھے اور داڑھی ختم۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف دیکھنا بھی ناپسند فرمایا کہ ان کے (ہندوؤں کے مثل) ہونٹ بھی چھپے ہوئے تھے وقال ویلکما من امر کما بھذا؟ قالا امرنا بھذا ربّنا یعنیان کسری فقال رسول اللہ لکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شواربی. (بذل) "تمہارا ناس ہو یہ تمہیں کس نے حکم دیا انہوں نے کہا ہمارے بادشاہ کسریٰ نے سو آپ ﷺ نے فرمایا میرا برحق رب تو داڑھی بڑھانے کا اور موچھیں کٹانے کا مجھے حکم دیتا ہے" داڑھی بڑھانا اور بقدر سنت ہونا اور موچھیں کٹوانا جملہ انبیاء کی متوارث ومتداول سنت ہے۔

حدیث ثانی: اعفاء اللحیة ای توفیرھا واطالتھا. یعنی بڑھانا اور لمبا کرنا۔ یہ عبارات اس کے حکم وحقیقت کے لیے واضح دلیل ہیں: قص اللحیة من سنن الاعاجم وھو الیوم شعار کثیر من المشرکین والافرنج والھنود ومن لا خلاق لھم فی الدین ممن یتبعونھم ویحبون ان یتزیوا بزیھم...... والسنة فیھا القبضة..... وکذا یحرم علی الرجل قطع لحیتہ........ ان عمرؓ یقبض علی لحیتہ فیقطع ما زادت.........

مستورات کے اگر داڑھی کے بال ظاہر ہوں؟: اذا نبتت الحیة للمرأة فیستحب لھا حلقھا. (بذل) "عورت کے اگر داڑھی کے بال اگنے لگیں تو اس کے لیے صاف کرنا بہتر ہے۔"

حدیث رابع: کنا نعفی السبال. سبال سبلة کی جمع ہے جیسے رقاب رقبة کی جمع ہے بمعنی لبوں کے کنارے اور اطراف۔ یہ لفظ اگرچہ جمع ہے لیکن یہاں اس سے مراد تثنیہ ہے کیونکہ ایک مرد کے لیے موچھوں کے صرف دو ہی کنارے ہوتے ہیں۔

قال الغزالیؒ فی احیاء العلوم ولا باس بترک سبالتیۃ ..... وھما طرفا الشوارب. (بذل) ''امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کہا ہے کہ ان کو چھوڑنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ کھانے پینے میں یہ ملوث نہیں ہوتیں۔''

فقیل ھما من الشارب ویشرع قصھما معہ وقیل ھما من جملۃ شعر اللحیۃ کہا گیا ہے کہ یہ موچھوں کا حصہ ہیں اس لیے موچھوں کے ساتھ ان کا کاٹنا مشروع ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ داڑھی کے بالوں کا حصہ ہیں۔'' کیونکہ لبین شفۃ علیا پر کہلاتی ہیں یہ کنارے پر ہیں بہر حال ان میں چھوڑنے اور کاٹنے میں اختیار ہے اکثر علماء کو کاٹتے دیکھا ہے۔

(فتح الباری ۱۰/ ۳۴۷ میں ہے)

لا باس بابقاء الشوارب فی الحرب ارھابا للعدو. (درؒ) میدان جنگ اور دار الحرب میں موچھیں چھوڑنے میں مضائقہ نہیں جبکہ غرض دشمن پر رعب طاری کرنا ہو۔ عن زید بن اسلم ان عمرؓ کان اذا غضب قتل شاربہ. (فتح) حج وعمرہ کے موقع پر ان کو لینا اور داڑھی کی زائد مقدار لینا اس لیے تھا تا کہ سنبھالنے میں سہولت رہے اور حالت احرام میں الجھن ومشقت نہ ہو۔

(۱۷) بَابٌ فِیْ نَتْفِ الشَّیْبِ

(داڑھی یا سر کے) سفید بال اُکھاڑنے کا بیان

(۴۶۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ الْمَعْنٰی عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتِفُوا الشَّیْبَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَشِیْبُ شَیْبَةً فِی الْإِسْلَامِ قَالَ عَنْ سُفْیَانَ إِلَّا کَانَتْ لَهٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَقَالَ فِیْ حَدِیْثِ یَحْیٰی إِلَّا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِهَا حَسَنَةً وَحَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةً.

''مسدد' یحییٰ (دوسری سند) مسدد' سفیان' ابن عجلان' حضرت عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (سر اور داڑھی سے) سفید بال نہ اُکھاڑو کیونکہ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جس کے اسلام کی حالت میں بال سفید ہوتے ہوں مگر وہ بال اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوں گے یحییٰ کی روایت میں ہے اس شخص کے لئے ہر ایک سفید بال کے عوض ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کی ایک برائی معاف کی جائے گی۔''

تشریح: حدیث اول: لا تنتفوا الشیب. یہ نہی تنزیہی ہے کہ سفید بال اکھیڑنا مکروہ ہے اس سے بچو۔ عموما سفید بال زیادہ عمر اور بڑھاپے میں نمودار ہوتے تھے اب تو غذا اور آب وہوا کی وجہ سے بلوغ سے پہلے ہی (دانت میلے ہو جاتے ہیں) سفید بال تشریف لاتے ہیں۔

لا فرق بین نتفہ من اللحیۃ والراس والشارب..... للرجل والمراۃ. سفید بال نوچنے میں مرد وعورت دونوں کے لیے ممانعت وکراہت ہے کیونکہ یہ نور المسلم ہیں۔ بذل میں لکھا ہے کہ حجام آپ ﷺ کا خط بنا رہا تھا اس نے داڑھی مبارک میں ایک سفید بال دیکھا اور اس کو لینے کے لیے وہ جھکا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور اس کا ہاتھ روک دیا پھر فرمایا: ''من شاب شیبۃ فی الاسلام کانت لہ نورا یوم القیامۃ.'' (بذل) تو یہ حدیث مبارکہ کا شان ورود ہو گیا ہے۔ پہلے پارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں مفسر خازنؒ نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے اولاد آدم میں سے سفید بال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا جب ان

کو اپنا سفید بال دکھائی دیا تو پوچھا یہ کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا یہ وقار ہے کہا "زدنی وقارا" اس کی مکمل عبارت یہ ہے: عن یحیی بن سعید انه سمع سعید بن مسیب یقول: کان ابراهیم خلیل الرحمٰن اول الناس ضیّف الضیف، واول الناس قص شاربه، واول الناس رای الشیب، قال یا رب زدنی وقارًا. اخرجه مالك فی المؤطّا. (خازن ۱/ ۸۶)

(۱۸) بَابٌ فِی الْخِضَابِ

خضاب کا بیان

(۴۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ.

''مسدد' سفیان' زہری' ابوسلمہ' سلیمان بن یسار' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا یہودی اور نصرانی لوگ اپنے بال نہیں رنگتے تو تم لوگ ان کی مخالفت کرو (یعنی داڑھیاں رنگو)''

(۴۶۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ نِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ غَيِّرُوا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ.

''احمد بن عمرو بن سرح' احمد بن سعید' ابن وہب' ابن جریج' ابوزبیر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مکہ کی فتح کے دن حضرت ابوقحافہ آئے ان کا سر اور داڑھی ثغامہ کی طرح سفید تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس داڑھی کی سفیدی کو کسی شے کے رنگ سے تبدیل کر دو اور سیاہی سے بچو۔''

(۴۶۷) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ سَعِيدٍ نِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَحْسَنَ مَا غُيِّرَ بِهِ هٰذَا الشَّيْبُ الْحِنَّاءُ وَالْكَتَمُ.

''حسن بن علی' عبدالرزاق' معمر' سعید' عبداللہ' ابوالاسود' حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بہترین چیز جس سے اس سفیدی کو تبدیل کیا جائے' مہندی اور کتم ہے۔''

(۴۶۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ إِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِيَادٌ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي نَحْوَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ ذُو وَفْرَةٍ بِهَا رَدْعُ حِنَّاءٍ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ.

''احمد بن یونس' عبیداللہ بن ایاد' حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کانوں کی لو تک بال ہیں اور ان بالوں پر مہندی کا رنگ چڑھا ہوا ہے اور آپ ﷺ نے ہرے رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی ہیں۔''

(۴۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبْجَرَ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ فِي هٰذَا الْخَبَرِ

قَالَ فَقَالَ لَهُ أَبِي أَرِنِي هٰذَا الَّذِي بِظَهْرِكَ فَإِنِّي رَجُلٌ طَبِيبٌ قَالَ اللّٰهُ الطَّبِيبُ بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ رَفِيقٌ طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا.

''محمد بن علاء' ابن ادریس' ابن ابجر' ایاد بن لقیط' حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث میں روایت ہے کہ میرے والد نے ان سے کہا کہ آپ مجھے اپنی مہر دکھا ئیں کیونکہ میں ایک طبیب ہوں آپ ﷺ نے فرمایا طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے البتہ تم ایک رفیق ہو (یعنی بیمار شخص پر نرمی کرنے والے اور سکون پہنچانے والے ہو) باقی طبیب (یعنی حکیم) وہی ذات ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے۔''

(۴۷۰) حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَبِي فَقَالَ لِرَجُلٍ أَوْ لِأَبِيهِ مَنْ هٰذَا قَالَ ابْنِي قَالَ لَا تَجْنِي عَلَيْهِ وَكَانَ قَدْ لَطَخَ لِحْيَتَهُ بِالْحِنَّاءِ.

''ابن بشار' عبدالرحمٰن' سفیان' ایاد بن لقیط' ابورمثہؓ سے اسی حدیث میں روایت ہے' وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپؐ نے کسی شخص سے یا میرے والد سے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ قیامت کے دن تمہارا وزن نہیں اُٹھائے گا تمہارے اعمال کی باز پرس تم سے ہوگی اور نبیؐ نے اپنی داڑھی مبارک مہندی سے تر کی ہوئی تھی۔''

(۴۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَخْضِبْ وَلٰكِنْ قَدْ خَضَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

''محمد بن عبید' حماد' ثابت' انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بیان کیا آپ ﷺ نے خضاب نہیں استعمال فرمایا البتہ صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے خضاب استعمال کیا ہے۔''

(۱۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ الصُّفْرَةِ

زرد رنگ کا خضاب استعمال کرنے کا بیان

(۴۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفٍ أَبُو سُفْيَانَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ وَيُصَفِّرُ لِحْيَتَهُ بِالْوَرْسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

''عبدالرحیم بن مطرف' ابوسفیان' عمرو بن محمد' ابن ابی رواد' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ دباغت دیئے ہوئے چمڑے کے جوتے استعمال فرماتے اور اپنی داڑھی مبارک کو ورس (نامی ایک قسم کی زرد رنگ کی گھاس) سے اور زعفران سے زرد کرتے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔''

(۴۷۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ قَدْ خَضَّبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا قَالَ فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَّبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا قَالَ فَمَرَّ آخَرُ قَدْ خَضَّبَ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' اسحٰق بن منصور' محمد بن طلحہ' حمید' ابن طاؤس' طاؤس' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک شخص کا گزر ہوا جس نے مہندی سے خضاب کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا عمدہ ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص جس نے مہندی اور کتم (ایک گھاس کا نام ہے) دونوں چیزوں سے خضاب لگایا ہوا تھا' گزرا فرمایا یہ اس سے بہتر ہے پھر ایک تیسرا

شخص جس نے زرد رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا' یہ شخص (یعنی تیسرا آدمی) سب سے (یعنی ان دونوں مذکورہ اشخاص سے بہتر ہے)''۔

تشریح: خضاب اور بال رنگنے کے متعلق احادیث میں چند الفاظ ملتے ہیں، مذکورہ دونوں ابواب میں مختلف احادیث موجود ہیں مثلاً ''**ان الیهود والنصاریٰ لا یصبغون مخالفوهم**. حدیث انسؓ میں ہے **انه لم یخضب** اور مسلم میں ہے **انه لم یکن رای من الشیب.** نبی ﷺ نے سفید بال نہیں دیکھے۔ **عن انس قال رأیت شعر رسول الله مخضوبا.** انس ؓ سے مروی ہے کہ بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا **سئل ابو هریرةؓ هل خضب رسول الله قال نعم.** (شمائل ترمذی ۷۲۴) ابوہریرہ ؓ سے پوچھا گیا کیا نبی ﷺ نے خضاب کیا انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت انس ؓ کی اس حدیث میں تعارض ہے کہ ایک میں سفید بالوں کی نفی اور دوسری میں اثبات ہے۔

علماء نے ان کے مابین تطبیق اس طرح دی ہے کہ یہ دو روایتیں مختلف اوقات پر محمول ہوں گی۔ **عن ابن سیرین سألت انسا أخضب النبی ﷺ فقال لم یبلغ الشیب الا قلیلا.** (بخاری ج ۲ ص ۸۷۵) محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے انس ؓ سے پوچھا کیا نبی ﷺ نے خضاب کیا تو انہوں نے کہا کہ سفید بال نہیں تھے مگر تھوڑے سے یہ حدیث بھی تطبیق پیدا کرتی ہے۔

اس باب میں تین مسائل ہیں: (۱) نبی ﷺ نے خضاب کیا یا نہیں۔ (۲) مطلق خضاب کا رجال واناث کے لیے کیا حکم ہے۔ (۳) سیاہ خضاب کا کیا حکم ہے۔

مسئلہ اولیٰ: اکثر اہل علم کا قول یہی ہے کہ نبی ﷺ نے خضاب نہیں کیا اور حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں درمختار میں ہے کہ نبی ﷺ کا خضاب نہ کرنا زیادہ صحیح ہے۔ علامہ بیجوری شافعیؒ کا قول ہے کہ نبی ﷺ نے خضاب کیا ہے یعنی اپنے بالوں کو رنگا ہے جیسا کہ ابو رمثہ کی روایات میں ہے اور بحوالہ شمائل ترمذی ابوہریرہ وانس ؓ کی احادیث گذر چکی ہیں، ان احادیث کا محمل شیخ الاسلام نے یہی لکھا ہے کہ احیانا خضاب کیا مواظبۃ ودواما نہیں واللہ اعلم۔

خلاصہ: نبی ﷺ کے سفید بال کیونکہ بالکل قلیل تھے کہ جن کو رنگنے کی حاجت نہ تھی اس لیے کبھی کبھار رنگا مستقل رنگنے کا معمول نہ تھا۔ (باب الخضاب کے تحت شمائل ترمذی میں تین احادیث مذکور ہیں جن میں خضاب (رنگنے) کا ذکر ہے) **ان ام سلمة ارته شعر النبی ﷺ احمر.** (بخاری ج ۲ ص ۸۷۵) ام سلمہ ؓ نے ابن وہب کو حضور ﷺ کے سرخ (رنگے ہوئے) بال دکھائے۔

ثم الخضاب بالحمرة والصفرة..... واما بالسواد فمکرود عند الجمهور ومنهم الائمة الثلاثة فقیل تنزیها وقیل تحریما وعند مالك خلاف الاولیٰ لکن الکراهة عندنا فی غیر الحرب اما الحرب فمحمود بلا خلاف عند الحنفیة. (حاشیہ ابن عابدین)

مسئلہ ثانیہ: مطلقا خضاب کے متعلق پہلے احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی هریرة ؓ ان الیهود والنصاری لا یصبغون فخالفوهم. (بخاری ج۲ ص ۸۷۵ مسلم ج۲ ص ۱۹۹، ابوداؤد ص ۲۲۶، نسائی ج۲ ص ۲۹۲)

ترجمہ ''یقیناً یہود ونصاریٰ نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو'' (کہ رنگو)

(۲) عن جابر بن عبدالله ؓ قال أتی بابی قحافة یوم فتح مکة ورأسه ولحیته کالثغامة بیاضا فقال رسول الله غیّروا

هذا بشئ واجتنبوا السواد. (مسلم ج۲ ص ۱۹۹، ابو داؤد ص ۲۲۰، نسائی ج۲ ص ۲۹۲، ابن ماجه ۲۵۸)

''جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فتح مکہ کے دن ابوقحافہ (والد ابوبکر صدیق) کو لایا گیا اس حال میں کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال پھول کی طرح (بالکل) سفید تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کسی شئی (کتم حنا صفرۃ) سے بدلو اور سیاہ (خضاب) سے بچو۔''

یہ دونوں حدیثیں زیر بحث باب میں موجود ہیں دیگر حوالے بھی ذکر کر دیئے ہیں تا کہ شرح صدر رہے۔

(۳) عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم غير والشيب ولا تشبهوا باليهود. (ترمذی: ۴۳۸)

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھاپے (سفیدی) کو بدلو اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔''

(۴) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی الله عليه وسلم ان احسن ما غير به الشيب الحنا والكتم.

''بیشک بال رنگنے کے لیے سب سے عمدہ حنا (مہندی) اور کتم (بوٹی) ہے۔''

باب کی حدیث ثالث ہے۔

(۵) ان امرأة سألت عائشةؓ عن خضاب الحناء فقالت لاباس به. (ابو داؤد کتاب الترجل باب ۳ فی الخضاب للنساء)

''ایک خاتون نے حضرت عائشہؓ سے خضاب کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔'' (درست ہے)

احادیث بالا مفصل باحوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا مردوں و مستورات کیلئے درست ہے بلکہ بعض احادیث میں تو صیغہ امر (غیر وافخالفوا هم) ہے۔

عندالاحناف مردوں وعورتوں کے لیے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور یہی احادیث بالا کا مقتضا ہے شوافع کے نزدیک سنت ہے اور بال رنگنے کے لیے سرخ، سیاہ سرخی مائل، پیلا، زعفرانی رنگ پسندیدہ ہیں جیسا کہ حدیث رابع میں گزرا۔ ان رنگوں کا ذکر آخری حدیث میں ہے۔ عن عباس رضی اللہ عنہ قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن هذا، قال فمرأ خر قد خضب بالحناء والكتم فقال هذا احسن من هذا فمر آخر قد خضب بالصفرة فقال هذا احسن من هذا كله. (ايضا ابن ماجه ص ۲۵۸)

''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آدمی گزرا جس نے مہندی سے بال (رنگے) ہوئے تھے فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے! پھر دوسرا گزرا جس نے مہندی اور کتم بوٹی (مخلوط ومکس) سے رنگا ہوا تھا فرمایا: یہ اس سے زیادہ خوبصورت ہے پھر تیسرا گزرا اس نے صفرہ (پیلے رنگ) سے رنگا ہوا تھا فرمایا: یہ ان سب سے حسین ہے۔

مسئلہ ثالثہ: سیاہ خضاب، کالی مہندی کا حکم

حدیث نمبر(۱): عن جده صهيب الخير قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ان احسن ما خضبتم به لهذا السواد رغب لنساء كم فيكم واهيب لكم فی صدور عدوكم. (ابن ماجہ ص ۲۵۸) صہیب الخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین وحسین رنگ جس سے تم رنگتے ہو یہ سیاہ رنگ ہے یہ تم میں تمہاری عورتوں کے لیے زیادہ مرغوب ہے اور تمہارا رعب تمہارے دشمن کے سینے میں پیدا کرنے والا ہے۔

حدیث نمبر(۲): عن ابن عباس رضی الله عنهما قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يكون قوم يخضبون فی آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة. (ابو داؤد ص ۲۲۶) ''ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو کبوتروں کے پپوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی یہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے۔'' مذکورہ حدیثوں سے سیاہ خضاب کے متعلق متعارض حکم ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث اگلے باب میں موجود ہے۔

اس لیے احناف نے حدیث ثانی کو راجح قرار دیتے ہوئے سیہ خضاب کو مکروہ کہا ہے اور یہی مشہور قول ہے اگرچہ بعض علماء نے سیاہ خضاب کو جائز کہا ہے جیسے ابھی آتا ہے۔ شوافع کے نزدیک سیاہ خضاب وعید شدید کی وجہ سے حرام ہے۔

مسئلہ: عذر شرعی کی صورت میں مردوں اور مستورات کے لیے سیاہ خضاب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: سیاہ سرخی مائل خضاب درست ہے ملا علی قاری حنفیؒ نے حلیمی کا قول مختار (جمع الوسائل ج ا ص ۱۲۵ میں) نقل کیا ہے کہ سیاہ خضاب میں مردوں اور عورتوں کے لیے فرق ہے مردوں کو سیاہ خضاب سے منع کیا ہے اور عورتوں کے لیے سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے۔

یہ سب تفصیل بالوں کے متعلق ہے عورتوں کے لیے ہاتھوں اور پیروں کو مہندی سے رنگنا جائز و مستحسن ہے مردوں کے لیے بلا عذر (علاج وغیرہ) کے مہندی لگانا حرام ہے۔ بحمد للہ اس تفصیل سے تینوں مسائل واضح ہو گئے ایک بار ترجمہ کر کے مسائل احادیث پر منطبق کرلیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ فَهْمٍ فَهِيْمٌ.

(۲۰) بَابُ مَا جَاءَ فِیْ خِضَابِ السَّوَادِ

کالے رنگ سے خضاب کرنا

(۴۷۴) حَدَّثَنَا أَبُوْ تَوْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَكُوْنُ قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ بِالسَّوَادِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

''ابوتوبہ' عبیداللہ' عبدالکریم' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اخیر زمانہ میں ایک قوم (ایسی ہوگی) جو کبوتر کے سینے جیسا کالے رنگ کا خضاب کرے گی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گی (یعنی جنت میں داخل نہ ہوں گے)۔''

(۲۱) بَابُ مَا جَاءَ فِی الْاِنْتِفَاعِ بِالْعَاجِ

ہاتھی کے دانت استعمال کرنے کا بیان

(۴۷۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ عَنْ حُمَيْدِ نِ الشَّامِيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ الْمُنَبِّهِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ كَانَ آخِرُ عَهْدِهٖ بِإِنْسَانٍ مِنْ أَهْلِهٖ فَاطِمَةَ وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ عَلَيْهَا إِذَا قَدِمَ فَاطِمَةَ فَقَدِمَ مِنْ غَزَاةٍ لَهٗ وَقَدْ عَلَّقَتْ مِسْحًا أَوْ سِتْرًا عَلٰى بَابِهَا وَحَلَّتِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ قُلْبَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ فَقَدِمَ فَلَمْ يَدْخُلْ فَظَنَّتْ أَنَّ مَا مَنَعَهٗ أَنْ يَدْخُلَ مَا رَأٰى فَهَتَكَتِ السِّتْرَ وَفَكَّكَتِ الْقُلْبَيْنِ عَنِ الصَّبِيَّيْنِ وَقَطَّعَتْهُ بَيْنَهُمَا فَانْطَلَقَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُمَا يَبْكِيَانِ فَأَخَذَهٗ مِنْهُمَا وَقَالَ يَا ثَوْبَانُ اذْهَبْ بِهٰذَا إِلٰى آلِ فُلَانٍ أَهْلِ بَيْتٍ بِالْمَدِيْنَةِ إِنَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِیْ أَكْرَهُ أَنْ يَأْكُلُوْا طَيِّبَاتِهِمْ فِیْ حَيَاتِهِمُ الدُّنْيَا يَا ثَوْبَانُ اشْتَرِ لِفَاطِمَةَ

قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ وَسِوَارَيْنِ مِنْ عَاجٍ.

''مسدد' عبدالوارث بن سعید' محمد بن جمادہ' حمید' سلیمان' حضرت ثوبان آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کسی جگہ کے سفر کا ارادہ کرتے تو گھر کے تمام افراد میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی آخری گفتگو ہوتی اور جب آپ ﷺ سفر سے (واپس) تشریف لاتے تو آپ ﷺ سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے (ایک مرتبہ) آپ ﷺ ایک جہاد سے تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازے پر پردہ یا ٹاٹ لٹکا رکھا تھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو چاندی کے دو کنگن پہنا رکھے تھے۔ آپ ﷺ تشریف لائے لیکن (خلاف عادت) گھر میں داخل نہیں ہوئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گمان ہوا کہ آپ ﷺ کو گھر میں تشریف لانے سے ان اشیاء نے روکا جنہیں آپ ﷺ نے دیکھا۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے پردہ پھاڑ ڈالا اور بیٹوں سے کنگن اُتار لئے اور ان کو کاٹ کر ان کے سامنے ڈال دیا۔ وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے گئے آپ ﷺ نے ان سے وہ کٹے ہوئے ٹکڑے لے کر فرمایا اے ثوبان یہ ٹکڑے جا کر فلاں مکان کے لوگوں کو دے کر آؤ جو مدینہ منورہ میں تھے پھر فرمایا یہ لوگ (یعنی حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم) میرے اہلِ بیت ہیں۔ مجھے برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی پاکیزہ چیزیں دُنیا میں حاصل کرلیں۔ اے ثوبان فاطمہ کے لئے موتیوں کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لو۔ آخر روایت میں ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ہار بنائے جانے کا حکم ہے جس کے لئے لفظ قِلَادَةً مِنْ عَصَبٍ استعمال ہوا ہے اس کے مختلف معنی ہیں۔ ہم نے حاشیہ ابوداؤد سے اس کے معنی ہڈی کے ہار کے لئے ہیں اس کے معنی دوسرے بھی ہیں۔''

تشریح: حدیث (۱): ایسے ہی مختصر یہ واقعہ باب فی اتخاذ الستور میں قریب ہی گذرا ہے۔

قلبين من فضة. چاندی کے کنگن نما کڑے۔ **من عصب.** عصب بسکون الصاد اس کا ایک معنی یمنی کپڑے کے آتا ہے جو یہاں مراد نہیں تو پھر کیا مراد ہے؟ علامہ خطابیؒ کہتے ہیں: **فلست ادری ما هو؟** کہ معلوم نہیں کیا ہے؟

ان العصب سن دابة بحرية تسمي فرس فرعون يتخذ منه الخرز ونصاب السكين ويكون ابيض. عون وبذل اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ عصب (بفتح الصاد) ایک سمندری جانور کے دانتوں کو کہتے ہیں جن سے ہار اور چھری کے دستے بنتے ہیں **سوارين من عاج. العاج الذبل وعظم الفيل.** عاج کا معنی (۱) کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی۔ (۲) ہاتھی کے دانت۔ یہاں ثانی معنی مراد ہے اور عندالاحناف یہ پاک اور جائز ہیں، شوافع نے ایک قول عدم جواز کا اختیار کیا ہے اور ایک قول امام شافعیؒ کا احناف کے ساتھ ان کے طاہر ہونے کا بھی ہے۔ (بذل) علامہ خطابیؒ نے پہلا معنی مراد لیا ہے جو کہ مرجوح ہے کیونکہ بلا سبب عرف ولغت سے عدول درست نہیں۔ ہاتھی دانت کی کنگھیاں صحابہؓ کے استعمال میں تھیں اگر یہ نجس ہوتے تو صحابہ کرامؓ استعمال نہ فرماتے۔ (عون)

عون میں مزید متعدد اقوال درج ہیں کہ عاج ہاتھی دانت کو ہی کہتے ہیں اور یہی راجح ہے۔ امام مالکؒ کا قول ہاتھی کے ماکول اللحم ہونے کا ہے جب کہ دردیرؒ نے ہاتھی دانت کے نجس یا مکروہ ہونے کا قول نقل کیا ہے۔ (بذل) بہر حال اختلاف ائمہ بحالہا ہے لیکن **عند الحنفيه** ہاتھی دانت طاہر و پاک ہیں اور ان کا استعمال درست ہے حدیث باب اسی کی صریح دلیل ہے اور دیگر حضرات پر حجت ہے۔

قدتم كتاب الترجل ويليه كتاب الخاتم بعون الحاكم

كِتَابُ الْخَاتَمِ

انگوٹھی کا بیان

یہ زیب وزینت اور ضرورت کا تتمہ ہے، ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ خاتم میں آٹھ لغات ہیں مثلاً: خَاتَم، خَاتِم، خِيْتَام، خَاتَام وغیرہ تاہم پہلی لغت واضح ہے اس کی جمع خواتیم آتی ہے۔ کیونکہ مضمون کے ختم پر ختم اور مہر لگائی جاتی ہے اس لیے خاتم کہتے ہیں۔

انگوٹھی کا حکم: یہ بھی زینت کا ایک حصہ ہے اور جمہور علماء کے نزدیک چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لیے اور سونا، چاندی دونوں کی انگوٹھی مستورات کے لیے جائز ہے۔ بعض علماء نے مردوں کے لیے انگوٹھی کی کراہت کا قول اختیار کیا ہے ان کی دلیل اور مسلک کو بذل میں باب ۹ من کرهه (الحرير) میں ذکر کیا ہے یہ باب کتاب اللباس میں باب ۸ ماجاء فی لبس الحرير کے بعد گذر چکا ہے۔ حدیث یہ ہے: **نهى رسول الله ﷺ عن عشر عن الوشر والوشم........ ولبوس الخاتم لغير ذی سلطان. وقد استدل بهذا الحديث بعض العلماء على كراهة لبس الخاتم لغير ذی سلطان والجمهور على جواز لبس الخاتم للامام وغيره اذا كان من فضة.** (بذل) **ذهب قوم الى كراهة لبس الخاتم الا لذى سلطان.** (عون ومعالم)

انگوٹھی پہننے کا مقصد؟: انگوٹھی دو وجہ سے پہنی جاتی ہے۔ (۱) مہر لگانے کے لیے۔ (۲) زینت وخوبصورتی کے لیے۔ اور یہ دونوں درست مقاصد ہیں اس لیے عندالجمہور بالکل درست اور مباح ہے جبکہ حنفیہ کے نزدیک ضرورةً پہننا تو مباح ہے بلاضرورت اس کا ترک اولیٰ ہے۔ (درّ) آنحضرت ﷺ نے پہلے سونے کی انگوٹھی بنوائی اور پہنی بھی لیکن جب اس کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو پھر اس کو ترک کر دیا اور چاندی کی انگوٹھی استعمال فرمائی جس کا تفصیلی قصہ حدیث باب میں موجود ہے بنوانے کا بھی اور گم ہونے کا بھی اور اس کے نقش کا بھی۔

انگوٹھی کا وزن؟: چاندی کی انگوٹھی کی مقدار ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ احادیث میں وارد ہوئی ہے اور اس سے زیادہ وزن کی انگوٹھی درست نہیں الفاظ آگے موجود ہیں "ولا تتمه مثقالا" انگوٹھی کس ہاتھ اور انگلی میں پہنیں؟ اس کی تفصیل آگے مستقل عنوان و باب کے تحت آرہی ہے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: اس کتاب میں آٹھ (۸) ابواب اور چھبیس (۲۶) احادیث ہیں۔

(۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي اتِّخَاذِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی بنانے کا بیان

(۴۷۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ مُطَرِّفٍ نِ حَدَّثَنَا عِيْسٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلٰى بَعْضِ الْأَعَاجِمِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْرَؤُوْنَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ

وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ .

''عبدالرحیم' عیسیٰ' سعید' قتادہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے عجم کے بعض بادشاہوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ لوگ مُہر کے بغیر خط کو پڑھتے تک نہیں تو حضرت رسول کریم ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی مُہر والی بنوائی اور اس میں آپ ﷺ نے محمد رسول اللہ کندہ کرایا۔''

(۴۷۷) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ بِمَعْنٰى حَدِيثِ عِيسَى بْنِ يُونُسَ زَادَ فَكَانَ فِي يَدِهِ حَتّٰى قُبِضَ وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى قُبِضَ وَفِي يَدِ عُمَرَ حَتّٰى قُبِضَ وَفِي يَدِ عُثْمَانَ فَبَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ بِئْرٍ إِذْ سَقَطَ فِي الْبِئْرِ فَأَمَرَ بِهَا فَنُزِحَتْ فَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ .

''وہب بن بقیہ' خالد' سعید' قتادہ' انسؓ سے یہی روایت ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ پھر وہ انگوٹھی نبیؐ کے دست مبارک میں رہی یہاں تک کہ آپؐ کا وصال ہوا۔ اسکے بعد صدیق اکبرؓ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ انکی بھی وفات ہوگئی۔ پھر (وہ انگوٹھی) عمر فاروقؓ کے ہاتھ میں رہی یہاں تک کہ انکی بھی وفات ہوگئی۔ پھر عثمان غنیؓ کے ہاتھ میں رہی وہ ایک کنویں پر تشریف فرما تھے کہ (وہ) انگوٹھی ان کی اُنگلی سے نکل کر کنویں میں گر گئی۔ انہوں نے حکم فرمایا اس کنویں کا پورا پانی نکلوایا گیا لیکن وہ انگوٹھی نہ مل سکی۔''

(۴۷۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ وَرِقٍ فَصُّهُ حَبَشِيٌّ .

''قتیبہ بن سعید' احمد بن صالح' ابن وہب' یونس' ابن شہاب' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (مبارک) انگوٹھی چاندی کی (بنی ہوئی) تھی اور اس انگوٹھی کا نگینہ حبشی عقیق کا (جڑا) ہوا تھا۔''

(۴۷۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ نِ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ فِضَّةٍ كُلُّهُ فَصُّهُ مِنْهُ .

''احمد بن یونس' زہیر' حمید طویل' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی (مبارک) انگوٹھی بالکل چاندی کی ہی تھی اس کا نگینہ بھی چاندی کا (جڑا ہوا) تھا۔''

(۴۸۰) حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِمَ الذَّهَبِ فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمٰى بِهِ وَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ نَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ثُمَّ لَبِسَ الْخَاتَمَ بَعْدَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ ثُمَّ لَبِسَهُ بَعْدَهُ عُثْمَانُ حَتّٰى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ .

''نصیر بن الفرج' ابواسامہ' عبیداللہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (ایک) انگوٹھی تیار کرائی اور اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کے باطنی حصہ کی جانب رکھا اور اس کے نگینہ میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تو لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی سونے کی انگوٹھیاں تیار کرائیں پھر جب آپ ﷺ نے لوگوں کو سونے کی انگوٹھیاں پہنے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پھینک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اب اس کو کبھی نہیں پہنوں گا پھر اس کے بعد آپؐ نے چاندی کی انگوٹھی تیار کرائی آپؐ کے وصال کے بعد اسکو صدیق اکبرؓ نے پہنا پھر ان کے وصال کے بعد وہ انگوٹھی حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہی پھر ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے پاس

رہی پھر وہ انگوٹھی ان کے پاس سے بیرِ اریس (ایک کنویں کا نام ہے جو کہ ایک باغ میں ہے اس) میں گر گئی۔''

(۴۸۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فِي هٰذَا الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا يَنْقُشُ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هٰذَا ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ

''عثمان بن ابی شیبہ' سفیان' ایوب' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی حدیث روایت ہے (البتہ) اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (انگوٹھی) میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا اور ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اسی طرح نقش نہ بنائے جیسا کہ میری انگوٹھی پر نقش (کندہ) ہے۔''

(۴۸۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْخَبَرِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَالْتَمَسُوهُ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَاتَّخَذَ عُثْمَانُ خَاتَمًا وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهِ أَوْ يَتَخَتَّمُ بِهِ.

''محمد بن یحییٰ' ابو عاصم' مغیرہ بن زیاد' نافع' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث روایت ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس انگوٹھی کو بہت تلاش کیا لیکن اس انگوٹھی کا پتہ نہ چل سکا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک انگوٹھی تیاری کرائی اور اس انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس انگوٹھی کو پہنتے یا فرمایا کہ مہر لگایا کرتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: اس میں انگوٹھی کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔

ونقش فیه محمد رسول الله. اس کا نقش یوں تھا۔ (الله / رسول / محمد)

حدیث ثانی: **هو عند بیر.** اس سے محلّہ قباء میں واقع بئر اریس یعنی اریس نامی کنواں مراد ہے۔ یہ بھی آتا ہے کہ حضرت معیقیبؓ کے ہاتھ سے اس کنویں میں گری تھی۔ (صحیح مسلم ۱۲) جس میں گئی تو پھر تو واپس نہ آئی اور اپنی برکت بھی ساتھ لے گئی۔ **انا لله و انا الیه راجعون.**

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں: **قال بعض العلماء کان فی خاتمه من السر شیء مما کان فی خاتم سلیمان علیه السلام لانه لما فقد خاتمه ذهب ملکه وعثمان لما فقد خاتم النبیؐ انتقض علیه الامر وخرج علیه الخارجون وکان ذلك مبدأ الفتنة افضت لقتله واتصلت الی أخر الزمان.** (عون) اس عبارت سے یقیناً انگوٹھی کا متبرک ومبارک ہونا مفہوم ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے لیکن اس سے صرف انگوٹھی ہی کو محور خلافت سمجھنا اور مؤثر حقیقی سمجھنا مرجوح ہے۔ (راقم)

حدیث ثالث: **فصه حبشی.** یعنی اس کا نگینہ حبشی طرز کا بنا ہوا تھا یہ بھی آتا ہے کہ انگوٹھی اور نگینہ دونوں چاندی کے تھے مذکورہ تشریح سے اعتراض وارد نہ ہوگا کہ نگینہ حبشہ کا تھا یہ مطلب ہی نہیں بلکہ عام ہے چاندی، پتھر، عقیق وغیرہ کسی چیز کا ہو اور بناوٹ حبشہ طرز کی ہوگی اس طرح تطبیق ہو جاتی ہے دوسرا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انگوٹھیاں متعدد تھیں کسی کا نگینہ چاندی کا تھا اور کسی کا حبشی۔ (بذل وعون)

اگلی حدیث میں **فصه منه** میں چاندی کے نگینے کا ذکر ہے۔

حدیث خامس: **فلما راهم قد اتخذوها رمی به.** سونے کی انگوٹھی آپ ﷺ کے زیر استعمال تھی کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کو دیکھ کر سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں جب صحابہؓ نے انگوٹھیاں پہنیں اور آپ ﷺ کے سامنے آئے اتنے میں سونے کی انگوٹھی کی

حرمت وممانعت کا حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ ﷺ نے اتار دی اور جانثار صحابہ کرامؓ نے بھی وہ انگوٹھیاں اتار دیں۔ اس پر مزید سوال جواب آگے باب ۲ میں مذکور ہوتے ہیں۔

(۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَرْكِ الْخَاتَمِ

انگوٹھی نہ پہننے کا بیان

(۴۸۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ لُوَيْنٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ النَّبِيِّ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا فَصَنَعَ النَّاسُ فَلَبِسُوا وَطَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَرَحَ النَّاسُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ مُسَافِرٍ كُلُّهُمْ قَالَ مِنْ وَرِقٍ.

''محمد بن سلیمان، ابراہیم بن سعد، ابن شہاب، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دست مبارک میں ایک چاندی کی انگوٹھی دیکھی صرف ایک دن لوگوں نے یہ بات دیکھ کر انگوٹھیاں بنوا کر پہنیں اس کے بعد آپ ﷺ نے وہ انگوٹھی پھینک دی لوگوں نے بھی (اپنی اپنی انگوٹھیاں) نکال ڈالیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو زہری سے زیادہ شعیب اور ابن مسافر نے بیان کرتے ہوئے لفظ مِنْ وَّرِقٍ نقل کیا ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **خاتما من ورق........ وطرح النبیؐ فطرح الناس.** یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے اور اس میں ''**من ورق**'' یعنی چاندی کا لفظ ہے۔ امام بخاریؒ نے ابواب الخاتم میں ایک بلاعنوان باب کے تحت ابن عمرؓ سے ''**خاتما من ذھب**'' بھی نقل کیا ہے یہ حدیث ابن شہاب عن انس اور قتادۃ عن انس کے طریق سے مروی ہے اور دونوں میں چاندی کی تصریح ہے اس لیے اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے۔

سوال: اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ جو انگوٹھی پھینکی تھی وہ چاندی کی تھی جو مباح اور درست اور معمول بھا تھی پھر اسے کیونکر پھینکا؟

جواب: (۱) اس کا جواب بذل کی اس عبارت میں ہے: ''**وھذہ الروایة غلطوا عن الزھری فیھا حیث اثبت الطرح لخاتم الورق ان الروایات متظاھرة علی ان المطروح انما ھو خاتم الذھب لا الورق**'' اس کا حاصل یہ ہے کہ درحقیقت پھینکنا سونے کی انگوٹھی کا تھا زہریؒ کے تلامذہ سے اس کے نقل کرنے میں غلطی سرزد ہوئی اور **من الذھب** کے بجائے **من الورق** کہہ دیا۔ اس لیے کوئی اشکال نہیں اور سونے کی انگوٹھی کا پھینکنا اس کی حرمت کی وجہ سے تھا۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے جسے امام نوویؒ نے تاویل صحیح کہا ہے کہ پہلے سونے کی انگوٹھی تھی پھر چاندی کی انگوٹھی بنوا کر پہن لی اور صحابہ کرامؓ نے بھی بنوا کر پہن لی تو یہاں یہ بات مکمل ہو گئی آگے دوسرا جملہ ہے کہ آپ ﷺ نے انگوٹھی پھینکی تو صحابہؓ نے بھی پھینک دیں تو پہننا چاندی کی انگوٹھی کے لیے ہے اور پھینکنے کا تعلق سونے کی انگوٹھی سے ہے اس صورت میں سرے سے تعارض ہے ہی نہیں ہاں دو جملوں کا تعلق جدا ہے پہلے کا چاندی کے پہننے سے ہے کہ سیاق کلام اس کی اجازت نہیں دیتا اس لیے پہلے سونے کا ذکر نہیں۔ بہر حال سونے کا ذکر نہ ہونا اس کے مراد لینے میں مانع نہیں کیونکہ انگوٹھی کی بحث ہے اور انگوٹھیاں دونوں قسم کی ہوتی تھیں اسی وجہ سے یہ جواب تسلیم و ذکر کیا گیا۔ واللہ اعلم

(۳) تیسرا تسلیمی جواب: یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پھینکی اور اتاری تھی جیسے سابقہ باب کی حدیث میں ہے اور چاندی کی انگوٹھی اتاری ہے جیسے زیر بحث حدیث میں ہے تو دونوں واقعے جدا اور درست ہیں ان کا محمل منفرد ہے اور وہ یہ ہے: (۱) سونے کی انگوٹھی پھینکی حرمت وممانعت کی وجہ سے اور صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی پیروی میں انگوٹھیاں پھینک دیں۔ (۲) جب چاندی کی انگوٹھی نقش بنوا کر پہنی تو صحابہ کرامؓ نے بھی منقش بنوا کر پہن لی حالانکہ منقش انگوٹھی ان کے لیے درست نہ تھی تو آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ انہوں نے منقش انگوٹھیاں پہن رکھی ہیں تو ان کے اتروانے کے لیے آپ ﷺ نے اپنی چاندی کی انگوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دیں اور پھر آپ ﷺ نے مہر کے لیے پہن لی۔ تو سونے کی انگوٹھی حرمت کی وجہ سے اتاری اور چاندی کی ان سے منقش انگوٹھیاں اتروانے کے لیے۔ اس لیے چاندی کی انگوٹھی اتارنے پر بھی کوئی اشکال نہیں۔ (۳) اس کا ایک جواب علامہ سندیؒ نے نسائی شریف کے حاشیہ میں دیا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی اتارنا زیادہ زینت کی کراہت کی وجہ سے تھا اور سادگی کی تعلیم کے لیے کہ میں تو مہر کی ضرورت کی وجہ سے پہنتا ہوں تم محض زینت کے لیے مت پہنو۔ (درؔ)

(۳) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خَاتَمِ الذَّهَبِ
مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننے کا بیان

(۴۸۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ بْنَ الرَّبِيعِ يُحَدِّثُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَرْمَلَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ عَشْرَ خِلَالٍ الصُّفْرَةَ يَعْنِي الْخَلُوْقَ وَتَغْيِيْرَ الشَّيْبِ وَجَرَّ الْإِزَارِ وَالتَّخَتُّمَ بِالذَّهَبِ وَالتَّبَرُّجَ بِالزِّيْنَةِ لِغَيْرِ مَحَلِّهَا وَالضَّرْبَ بِالْكِعَابِ وَالرُّقٰى إِلَّا بِالْمُعَوِّذَاتِ وَعَقْدَ التَّمَائِمِ وَعَزْلَ الْمَاءِ لِغَيْرِ أَوْ غَيْرَ مَحَلِّهِ أَوْ عَنْ مَحَلِّهِ وَفَسَادَ الصَّبِيِّ غَيْرَ مُحَرِّمِهِ.

"مسدد، معتمر، رکین، قاسم، عبدالرحمٰن، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کو دس عادتیں بری لگتی تھیں: (۱) زردی یعنی خلوق، (۲) سفید بالوں کو تبدیل کرنا (مراد سفید بالوں کو نوچنا یا ان کو کالا کرنا)، (۳) تہبند لٹکانا، (۴) سونے کی انگوٹھی پہننا، (۵) خواتین کا حرام جگہ پر ریاکاری کے لئے بناؤ سنگھار کرنا، (۶) گوٹیوں سے کھیلنا، (۷) معوذتین کے علاوہ اور کوئی منتر (یعنی عمل) پھونکنا، (۸) گنڈے لٹکانا، (۹) حرام جگہ منی خارج کرنا، (۱۰) اور (ایام رضاعت میں بیوی سے صحبت کر کے) بچے کی صورت برباد کر دینا۔ لیکن آپ ﷺ نے اس کو حرام نہیں فرمایا وغیرہ وغیرہ"

تشریح: حدیث اول: یکرہ عشر خلال. یہ خلة بمعنی خصلة کی جمع ہے بمعنی عادت وتیرہ۔ (۱) الصفرة یعنی الخلوق الصفرة مبتداء محذوف ہونے کی بناء پر مرفوع، خلال سے بدل کی بناء پر مجرور، عشر سے بدل کی بناء پر منصوب، تو اس پر تینوں اعراب پڑھے جا سکتے ہیں اور تینوں درست ہیں اور ایسے ہی تمام تفصیلی کلمات کی ترکیب ہوگی۔ فساد الصبی تک۔ تاہم نصب کو زیادہ اختیار کیا گیا ہے یعنی الخلوق۔ یہ ابن مسعودؓ کی تفسیر ہے یا ان کے بعد کے رواۃ میں سے کسی کی۔

هو طيب مركب من الزعفران وغيره. زعفرانی اور رنگت والی مخلوط ومرکب خوشبو جس پر لال یا پیلا رنگ غالب ہو یہ مردوں کے لیے ناپسندیدہ ہے جیسے باب ۸ کتاب الترجل میں گزر چکا ہے۔ (عون) (۲) تغییر الشیب ای بالسواد. سیاہ

خضاب۔ قد مر تفصيله۔ (۳) جر الازار بالتكبر والخيلاء. (۴) والتبرّج بالزينة........ بمعنی نامحرم کے سامنے اظہار زینت۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس کو منع کیا گیا ہے۔ (۵) التختم بالذهب. باب کے مناسب یہ جملہ ہے اور یہ حکم مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لیے بلا کراہت وقباحت درست ہے۔ برمحل اظہار زینت درست ہے جیسے محارم، ماں، باپ، شوہر کے سامنے۔ اگرچہ زیادہ کنگھی چوٹی اور زیبائش میں لگا رہنا فضول ہے۔ (۶) الضرب بالكعاب هي فصوص النرد. بمعنی گوٹیاں۔ کعاب کعبۃ مثل لعبۃ کی جمع ہے۔ واللعب بها حرام وكرهها عامة الصحابة. (بذل) یہ منع ہے اور صحابہ کرامؓ نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ بذل میں بقول ضعیف لکھا ہے کہ ابن مغفلؓ اپنی زوجہ کے ساتھ شرط وجوا لگائے بغیر کھیلتے تھے یہ بھی ہے کہ ابن مسیبؒ نے رخصت دی ہے لیکن یہ ضعیف ومرجوح قول ہے جیسے خود مصنفؒ کے صنیع سے معلوم ہو رہا ہے۔ پھر حضرتؒ نے صراحۃً لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور شطرنج، قمار، نرد بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ کعاب کی تشریح حضرت گنگوہیؒ نے یہ فرمائی ہے کہ اسے بارہ سیا یا اٹھارہ سیا کہتے ہیں اور یہ تختہ یا ہموار زمین پر خانے بنا کر کھیلتے ہیں۔ یعنی ٹرینٹر۔ (عون) سنن ابن ماجہ میں ہے: من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله" (عون) ۷-۸ والرقى (الباطل) مکمل تفصیل طب کے باب ۱۷ میں گزر چکی ہے الا کے استثناء سے پتہ چلا کہ اس کی علی الاطلاق ممانعت نہیں۔ (۹) عزل الماء........ اس میں راوی کو شک ہے کہ لغیر فرمایا یا غیر محله فرمایا، یا عن محله فرمایا۔ بہر صورت مفہوم یہ ہے کہ آدمی بیوی کی اجازت کے بغیر فرج سے باہر منی کا اخراج نہ کرے فقہاء کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ آزاد عورت کی اجازت کے ساتھ عزل کی اجازت ہے۔ کنیز سے وطی کرنے میں اس کی رضاء واجازت کے بغیر عزل درست ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس میں نطفے کا ضیاع اور قطع نسل ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر توکل وبھروسے میں کمی کا شیبہ ہے۔ هكذا في البذل والعون.

اس کا دوسرا محمل بھی بیان کیا گیا ہے جو یقیناً برمحل ہے کہ اس سے عزل معتاد کے بجائے منی کا ضیاع یعنی وطی فی الدبر کرنا ہے یا کسی دوسرے حرام طریقے سے منی کا اخراج ہے جو یقیناً برا اور حرام ہے۔ (درؔ)

(۱۰) فساد الصبي. یہ دسواں اور آخری حکم ہے کہ بچے کو بگاڑنا یعنی مدت رضاعت کے دوران بچے کی ماں سے وطی کرنا جس سے دودھ متأثر ہو اور بچے کی صحت بگڑ جائے۔ طب میں باب ۱۶ فی الغیلۃ کے عنوان سے اس پر بحث گذر چکی ہے۔

غير محرمة. غیر منصوب اور مضاف ہے اور یہ یکرہ کے فاعل سے حال ہے یعنی اس دوران وطی کو حرام نہیں بلکہ ناپسند کرتا ہوں۔ المراد ان النهي في فساد الصبي ليس هو على طريق الحرمة بل بالكراهة بان فيه كراهة تنزيهة. (بذل) یہ حکم کراہت تنزیہی کا ہے حرمت کا نہیں۔ محرمة بتشديد الراء المكسورة. اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ (عون)

سوال: عورت کا اپنے محارم مثلاً باپ بھائیوں کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے بیٹھے رہنا یا ان کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا؟

الجواب: باسم ملهم الصواب. فی نفسه جائز ہے مگر اس زمانہ میں قلوب میں فساد غالب ہے اور ٹی وی اور وی سی آر (کیبل) کی لعنت نے اخلاقی اقدار وحیاء کو بالکل پامال کر دیا ہے، بے حیائی اور بے باکی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ باپ کے اپنی بیٹی کے ساتھ اور بھائیوں کے اپنی بہنوں کے ساتھ منہ کالا کرنے کے واقعات پیش آ رہے ہیں اس لیے شوہر کے سوا کسی بھی محرم کے سامنے بناؤ سنگھار کر کے آنا خطرہ سے خالی نہیں اس سے احتراز ضروری ہے۔ والله سبحانه و تعالى اعلم.

(احسن الفتاویٰ ج ۸، ص ۶۸)

(۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ الْحَدِيْدِ

لوہے کی انگوٹھی پہننے کا بیان

(۴۸۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِي رِزْمَةَ الْمَعْنٰى أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ أَخْبَرَهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمِ نِ السُّلَمِيِّ الْمَرْوَزِيِّ أَبِي طَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ شَبَهٍ فَقَالَ لَهُ مَا لِيْ أَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الْأَصْنَامِ فَطَرَحَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ خَاتَمٌ مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ مَا لِيْ أَرٰى عَلَيْكَ حِلْيَةَ أَهْلِ النَّارِ فَطَرَحَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ أَتَّخِذُهُ قَالَ اتَّخِذْهُ مِنْ وَرِقٍ وَلَا تُتِمَّهُ مِثْقَالًا وَلَمْ يَقُلْ مُحَمَّدٌ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُسْلِمٍ وَلَمْ يَقُلِ الْحَسَنُ السُّلَمِيَّ الْمَرْوَزِيَّ.

''حسن بن علی' محمد بن عبدالعزیز' زید بن حباب' عبداللہ بن مسلم' عبداللہ بن بریدہ' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ مجھے' تم سے بتوں کی بدبو آرہی ہے تو (یہ سن کر) اس شخص نے انگوٹھی پھینک دی اور پھر وہ شخص لوہے کی (ایک) انگوٹھی پہنے ہوئے آیا تو پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ مجھے کیا ہو گیا کہ میں تم کو جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تو (یہ بات سن کر) اس شخص نے اپنی انگوٹھی پھر پھینک ڈالی اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں کس شے کی انگوٹھی تیار کراؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا چاندی کی (ایسی) انگوٹھی بنواؤ جو کہ مثقال سے کم ہو۔''

(۴۸۶) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَزِيَادُ بْنُ يَحْيٰى وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالُوْا حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ أَبُوْ عَتَّابٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَكِيْنٍ نُوْحُ بْنُ رَبِيْعَةَ حَدَّثَنِيْ إِيَاسُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَيْقِيْبِ وَجَدُّهُ مِنْ قِبَلِ أُمِّهِ أَبُوْ ذُبَابٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ حَدِيْدٍ مَلْوِيٌّ عَلَيْهِ فِضَّةٌ قَالَ فَرُبَّمَا كَانَ فِيْ يَدِهِ قَالَ وَكَانَ الْمُعَيْقِيْبُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّ ﷺ.

''ابن مثنیٰ' زیاد' حسن' سہیل' ابومکین' ایاس' حضرت ابوذباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جو کہ ایاس بن حارث کے نانا تھے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی لوہے کی (بنی ہوئی) تھی لیکن اس انگوٹھی پر چاندی کا ملمع تھا وہ انگوٹھی کبھی میرے ہاتھ میں رہتی اور وہ انگوٹھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیقیب کی سپردگی (قبضہ) میں رہتی۔''

(۴۸۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاذْكُرْ بِالْهِدَايَةِ هِدَايَةَ الطَّرِيْقِ وَاذْكُرْ بِالسَّدَادِ تَسْدِيْدَكَ السَّهْمَ قَالَ وَنَهَانِيْ أَنْ أَضَعَ الْخَاتَمَ فِيْ هٰذِهِ أَوْ فِيْ هٰذِهِ لِلسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى شَكَّ عَاصِمٌ وَنَهَانِيْ عَنِ الْقَسِّيَّةِ وَالْمِيْثَرَةِ قَالَ أَبُوْ بُرْدَةَ فَقُلْنَا لِعَلِيٍّ مَا الْقَسِّيَّةُ قَالَ ثِيَابٌ تَأْتِيْنَا مِنَ الشَّامِ أَوْ مِنْ مِصْرَ مُضَلَّعَةٌ فِيْهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُجِّ قَالَ وَالْمِيْثَرَةُ شَيْءٌ كَانَتْ تَصْنَعُهُ النِّسَاءُ لِبُعُوْلَتِهِنَّ.

''مسدد' بشر' عاصم بن کلیب' ابوبردہ' حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے نبیؐ نے ارشاد فرمایا (تم) یہ دُعا مانگا کرو: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ. اے اللہ تعالیٰ مجھ کو ہدایت عطا فرما اور مجھے سیدھا رکھ۔ ہدایت کی دُعا کے وقت راستے پر سیدھا چلنے کو یاد رکھو اور سداد کی دُعا

پر اپنے تیر کو سیدھا رکھنے کو یاد رکھو اور آپؐ نے مجھ کو اس انگلی یا اس انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا اور آپؐ نے شہادت کی یا درمیان کی جانب اشارہ فرمایا۔ عاصم کو شک ہے کہ کونسی انگلی تھی اور آپؐ نے مجھے قسیہ اور میثرہ سے منع فرمایا۔ ابو بردہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ قسیہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا قسیہ ایک قسم کے کپڑے ہیں جو کہ ملک شام یا مصر سے درآمد ہوتے ہیں اور ان کپڑوں کی دھاریوں میں ترنج کی صورت بنی ہوتی ہیں اور میثرہ وہ شے ہے جو خواتین اپنے شوہروں کے لئے تیار کرتی تھیں۔"

تشریح: حدیث اول: **علیه خاتم من شبه ای النحاس.** سونے کے مشابہ تانبا، پیتل، تانبے اور لوہے دونوں کی انگوٹھی پر نکیر فرمائی اور چاندی کا حکم دیا اور مقدار و وزن بھی ساتھ متعین فرمادی۔ مسند احمد ج ۲/ ۲۱۱ میں ایک اور حدیث بھی موجود ہے۔ عبداللہ ابن عمرو بن عاص کی روایت ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی اتار کر لوہے کی پہن لی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **هذا اخبث** اور **اخبث زیّ اهل النار** ہونے کی وجہ سے یہ اس سے بدتر اور زیادہ بری ہے اگرچہ لوہے کی انگوٹھی کے متعلق احادیث متکلم فیہ اور ضعیف ہیں لیکن شواہد کی وجہ سے ان سے کراہت ثابت ہو سکتی ہے حرمت قطعی نہیں۔

لوہے کی انگوٹھی کا حکم: حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک لوہے کی انگوٹھی مکروہ ہے جبکہ شوافع کے اصح قول میں بلا کراہت جائز ہے۔ جمہور کی دلیل حدیث باب اور مسند احمد والی مذکورہ روایت ہے اور شوافع کا استدلال **امرأة واهبة** (اپنے آپ کو ہبہ کرنے والی) کی حدیث ہے "**اطلب ولو خاتم من حدید**" (بخاری) تلاش کر کے لاخواہ لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے لوہے کی انگوٹھی کا ثبوت و جواز لیتے ہیں۔

جواب: جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہنے گی نہیں بلکہ کوئی اور نفع حاصل کرے گی صاحب عون نے یہ جواب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: "**انتهى كلام الحافظ ولا يخفى ما فيه من الضعف والوهن**" حافظ ابن حجرؒ کی بات کی کمزوری ظاہر ہے کہ انگوٹھی میں کوئی اتنا زیادہ لوہا تو ہوتا نہیں کہ اسکریپ میں بیچ کر یا ٹین ڈبے والے کو دے کر رقم حاصل کرے گی پھر اسے اپنی ضرورت میں لائے گی کیونکہ اس میں اتنا وزن اور مقدار کہاں ہوتی ہے کہ اس سے انتفاع آخر حاصل کر سکیں وہ تو اسی حالت میں استعمال ہو سکتی ہے اور ٹوٹنے کے بعد تو وہ لاشیء اور ناکارہ ہو جاتی ہے کہ مقدار معتاد نہیں۔ ہاں سونے چاندی کی انگوٹھی باوجود کم وزن کے بیش قیمت ہونے کی وجہ سے ٹوٹنے کے باوجود بھی کام میں آ سکتی ہے لیکن لوہے کی انگوٹھی کی یہ حیثیت نہیں۔ **والحدیث یدل علی کراهیة لبس خاتم الحدید والصفر قال القاری وبه صرح علمائنا.** (عون) حدیث صرف لوہے اور پیتل وغیرہ کی انگوٹھی کی کراہت پر دلالت کرتی ہے ملا علی قاریؒ نے اسے اپنے علماء احناف کا مسلک قرار دیا ہے۔

فقہاء کی رائے: **وفی الجوهرة: والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء فی القنیة قال: ویکره بیع خاتم الحدید والصفر ونحوه.** (شامی ج ۵/ ۲۵۳) اس تفصیل سے واضح ہو چکا کہ محض لوہے، پیتل وغیرہ کی انگوٹھی مکروہ و منع ہے یعنی انگوٹھی مستورات کے لیے صرف سونے چاندی کی اور باقی زیورات مطلقاً درست ہیں۔ مرد کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے پھر مستورات کے لیے وزن و مقدار اور تعداد کی کوئی حد نہیں اور مردوں کے لیے ایک خاص وزن مقرر ہے۔

حدیث ثانی: **وجده من قبل امه.** یہ جملہ معترضہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نوح بن ربیعہ کو بیان کیا ایاس بن حارث نے اپنے

نانا معیقیب سے کہ جن کی کنیت ابوذباب ہے۔ من حدیث ملویّ علیه فضة. لوہے کی انگوٹھی جس پر چاندی چڑھی ہوئی ہو یہ جائز ہے کیونکہ انگلی سے مس لوہے کا نہیں کیونکہ وہ تو چھپا ہوا ہے چاندی میں اس لیے درست ہے۔ سابقہ حکم صرف لوہے وغیرہ کا ہے اور لوہے پر خالی رنگ کیونکہ تابع مہمل ہوتا ہے اس لیے اس کا اعتبار نہیں۔ اس سے معلوم ہوا عورتوں کے لیے لوہے وغیرہ کی ایسی انگوٹھی جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو وہ درست ہے۔ (شامی ج۵/۲۵۴ میں ہے) (فرع) **لا بأس بان یتخذ خاتم حدید قد لوّی علیه فضة حتی لا یری، تاتار خانیة.** معیقیبؓ کے ذمہ انگوٹھی سنبھال کر رکھنا تھا۔

حدیث ثالث: اس میں دعاء کے متعلق ہدایت ہے کہ نہایت خشوع خضوع اور استحضار قلب کے ساتھ دعاء کیا کرو یعنی دعاء مانگا کرو صرف پڑھا نہ کرو۔ باقی بحث کتاب اللباس باب ۸ میں گذر چکی ہے۔

(۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّخَتُّمِ فِي الْيَمِينِ أَوِ الْيَسَارِ

انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنے یا بائیں میں؟

(۴۸۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ شَرِيكٌ وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ.

''احمد بن صالح' ابن وہب' سلیمان بن بلال' شریک' ابونمر' ابراہیم بن عبداللہ بن حنین' ان کے والد' حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ شریک کہتے ہیں کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی ہے۔ کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

(۴۸۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَسَارِهِ وَكَانَ فَصُّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ وَأُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِهِ فِي يَمِينِهِ

''نصر بن علی' ان کے والد' عبدالعزیز' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ اپنے بائیں (مبارک) ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس انگوٹھی کا نگینہ ہتھیلی کی جانب ہوتا تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ابن اسحٰق نے بیان کیا اور اُسامہ یعنی ابن زید نے نافع سے اس سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔''

(۴۹۰) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَدِهِ الْيُسْرٰى.

''ہناد' عبدہ' عبیداللہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنی انگشتری بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔''

(۴۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ خَاتَمًا فِي خِنْصَرِهِ الْيُمْنٰى فَقُلْتُ مَا هٰذَا قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ هٰكَذَا وَجَعَلَ فَصَّهُ عَلٰى ظَهْرِهَا قَالَ وَلَا يَخَالُ ابْنَ عَبَّاسٍ إِلَّا قَدْ كَانَ يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ كَذٰلِكَ.

''عبداللہ' یونس' محمد بن اسحٰق سے روایت ہے کہ میں نے صلت بن عبداللہ بن نوفل بن عبدالمطلب کے دائیں ہاتھ کی چھنگلیا (چھوٹی

اُنگلی) میں انگوٹھی دیکھی۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس طریقہ سے انگوٹھی پہنتے ہوئے نہیں دیکھا اور انہوں نے انگوٹھی کے نگینہ کو ہتھیلی کی پشت کی جانب اُوپر کر دیا اور یہ کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق یہی خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ذکر کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ بھی اسی طریقہ سے انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: **كان يتختم في يمينه**. انگوٹھی کس ہاتھ میں پہنی جائے؟ اس باب میں امام ابوداوُدؒ نے دو قسم کی احادیث ذکر کر کے تطبیق اور اجازت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔

شوافع کا مسلک: شوافع کے نزدیک انگوٹھی دائیں ہاتھ میں افضل ہے کہ یہ زینت ہے اور زینت کے لیے دایاں ہاتھ زیادہ موزوں ہے بائیں ہاتھ میں سبب کراہت یہ ہے کہ استنجاء وغیرہ کے دوران انگوٹھی کے نجس ہونے کا اندیشہ ہے۔ (عون)

جمہور کا مسلک: حنابلہ، حنفیہ، مالکیہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو افضل قرار دیتے ہیں۔ (کشف) شرح شمائل میں علامہ مناویؒ نے کہا ہے کہ دائیں ہاتھ والی روایات نو صحابہ سے اور بائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات تین صحابہ سے مروی ہیں گویا کہ مناوی کا رجحان بھی دائیں ہاتھ کی طرف ہے۔ بذل و کوکب الدری میں لکھا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہے اس لیے اب علماء احناف بائیں ہاتھ میں پہننے سے منع کرتے ہیں اس کے برعکس درمختار ۵/۲۵۴ میں ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہے لہٰذا اس سے بچنا چاہیے۔ درحقیقت یہ اختلاف عرف و عادت کی وجہ سے ہے کہ صاحب درمختار کے دور میں روافض کی عادت دائیں ہاتھ کی تھی اور حضرت گنگوہیؒ اور سہارنپوریؒ کے زمانہ میں بائیں ہاتھ کی۔ اپنے اپنے زمانہ کی عادت کے مطابق انہوں نے تحریر کر دیا۔

حاصل کلام: جملہ اقوال و تقاریر کا نتیجہ یہ ہے کہ عندالاحناف بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل و اولیٰ ہے اگر فساق و مبتدعین سے تشبہ نہ ہو ورنہ ان کی مشابہت سے بچ کر جس ہاتھ میں پہنیں درست ہے۔ یہی تطبیق امام ابوداوُدؒ کے صنیع و ترتیب سے ثابت ہو رہی ہے۔

حدیث رابع: **خاتما في خنصره اليمنى**. انگوٹھی کس انگلی میں پہنی جائے؟ اس کے بارے میں حدیث باب میں دائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھوٹی انگلی میں پہننے کا ذکر ہے۔

عون میں ہے: **عن انس قال كأني انظر الى بياض خاتم النبيؐ في اصبعه اليسرى واشار الى الخنصر**........
اس میں بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہننے کا ذکر ہے اور عون میں اسی حدیث کی تشریح میں بائیں ہاتھ کے متعلق مزید متعدد روایات مذکور ہیں۔

عن علي نهاني رسول الله عن ان البس خاتمي في هذه وفي هذه يعني السبابة والوسطى. (مسلم) اس حدیث میں انگوٹھے کے ساتھ والی دونوں انگلیوں کی ممانعت ہے۔ ان روایات میں دو انگلیوں سے ممانعت اور ایک میں پہننے کا ذکر ہے اور ابہام و بنصر کے متعلق سکوت ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ چھنگلی میں انگوٹھی پہنی جائے اور بنصر میں بھی درست ہے بس شہادت و درمیان والی انگلی میں نہ پہنیں۔ چھوٹی انگلی میں پہننے کی علت تکملہ میں ہے کہ اس میں انگوٹھی کی حفاظت اور اہانت سے بچت ہے کہ ایک طرف ہے اور کام کاج اور مصافحہ وغیرہ میں آڑ بھی نہ ہوگی۔

نگینہ ظاہر ہو یا اندر؟: پہلے باب کی پانچویں حدیث میں ہے: **وجعل فصه مما يلي بطن كفه**. کہ نگینہ اندر کی طرف کر دیا اور ابن عباسؓ کی تصریح ہے کہ نگینہ ہتھیلی کے ظاہر کی طرف کرتے تھے۔ پہلا اکثری معمول تھا اور ثانی بیان جواز کے لیے۔ اور اولیٰ یہی ہے کہ نگینہ اندر اور بطن کف کی طرف ہو کیونکہ انگوٹھی ضرورت کے لیے ہے نمائش کے لیے نہیں لیکن چونکہ ظاہر کف کی ممانعت وارد نہیں

اس لیے اس میں بھی کوئی کراہت وقباحت نہیں بلا تردد درست ہے۔ عبد الرحمٰن بن شحنہ کے والد کا قطعہ فتاوی شامیہ ۲۵۵/۵ میں ہے اس میں ظاہر و باطن اور دائیں بائیں دونوں کی اجازت ہے:

تختّم كيف شئت ولا تبالي بخنصرك اليمين او الشمال
سوى حجر وصفر أو حديد او الذهب الحرام على الرجال
وان احببت باسملك فانقشنه وباسم الله ربك ذى الجلال

انگوٹھی کا نگینہ: انگوٹھی کے نگینے کے متعلق بھی عام اجازت ہے کسی پتھر کا ہو یا چاندی کا ہو یا کسی اور دھات کا کیونکہ نگینہ انگوٹھی کے تابع ہوتا ہے اس لیے اس کی اجازت ہے اسی طرح اپنا نام، ذکر، حکمت کی بات، جملہ وغیرہ کندہ کرا سکتے ہیں۔

(٦) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْجَلَاجِلِ

گھونگرو پہننے کا بیان

(۴۹۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ أَنَّ عَامِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَوْلَاةً لَهُمْ ذَهَبَتْ بِابْنَةِ الزُّبَيْرِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَفِي رِجْلِهَا أَجْرَاسٌ فَقَطَعَهَا عُمَرُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مَعَ كُلِّ جَرَسٍ شَيْطَانًا.

''علی بن سہل، ابراہیم، حجاج، ابن جریج، عمر بن حفص، حضرت عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ علی بن سہل بن زبیر نے انہیں بتایا کہ ان کی ایک آزاد کردہ باندی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور اس کے پاؤں میں گھونگرو تھے۔ تو حضرت عمرؓ نے ان گھونگرو کو کاٹ ڈالا اور فرمایا میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ہر ایک گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے (اور گھونگرو کے ساتھ بھی شیطان ہوتا ہے کیونکہ اس میں سے بھی (ساز جیسی) آواز نکلتی ہے)''

(۴۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ بُنَانَةَ مَوْلَاةِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَّانَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا هِيَ عِنْدَهَا إِذْ دَخَلَ عَلَيْهَا بِجَارِيَةٍ وَعَلَيْهَا جَلَاجِلُ يُصَوِّتْنَ فَقَالَتْ لَا تُدْخِلْنَهَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ تَقْطَعُوا جَلَاجِلَهَا وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ جَرَسٌ.

''محمد بن عبد الرحیم، روح، ابن جریج، حضرت بنانہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبد الرحمٰن بن حسان انصاری کی آزاد کردہ باندی تھیں وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ ایک لڑکی ان کے ہاں آئی جس کے پیروں میں آواز والے گھونگرو تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے پاس اس کو گھونگرو کاٹے بغیر نہ لانا۔ اس لئے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے جس گھر میں گھنٹی (باجہ) ہوتا ہے اس مکان میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

تشریح: یہ جُلجُل کی جمع ہے وہ گھنگرو اور گھنٹی جو جانور کے گلے یا باز کے پاؤں اور بچوں کے پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں۔ (عون) حسب اختلاف اس کے حجم و آواز میں بھی فرق ہوتا ہے بیل، بھینس، اونٹ کے گلے میں بڑی ہوتی ہے اور باز اور بچے کے پاؤں میں چھوٹے ہلکی ہلکی آواز والے ہوتے ہیں۔ فيدخل فيه الجرس الكبير والصغير سواء كان في الاذن او

الرجل او عنق الحیوان و سواء کان من نحاس او حدید او فضة او ذهب. (عون)

حدیث اول: فی رجلها اجراس فقطعها عمر فیه تغییر المنکر للحاکم بیده. حاکم کی جانب سے اپنے ہاتھ سے نقد منکر کو ختم کرنے کی بہترین صورت ہے۔

والحاصل ان کل حلیة لها صوت فهی فی حکم الجرس لا یجوز لبسها للنساء ولا الباسها للبنات الصغار (وکیف یجوز للبنین) (بذل) اس کا حاصل یہ ہے کہ ہر بجنے والا زیور ممنوع اور گھنٹی کے حکم میں ہے اور بڑی عورتوں اور بچیوں سب کے لیے منع ہے بچوں کے بارے میں خود ہی غور کرلیں کہ کیسے درست ہوسکتا ہے؟

حدیث ثانی: لا تدخل الملئکة بیتا فیه جرس. سیدہ عائشہؓ کے عمل سے واضح ہے کہ چھوٹی بچیوں کو بھی اس سے بچایا جائے اور پہلے دن سے ان کی عادات جائز بنائی جائیں تاکہ بڑی ہو کر ان پر عمل پیرا رہیں ورنہ دشواری ہوگی اور بچی سدھر کے نہ دیگی اور صاف کہے گی اب تک پینٹ اور شرٹ اور آدھے بازوؤں والے کرتے درست تھے تو اب بھی درست ہیں اب تو میری عادت ہوگئی، کشادہ و کامل لباس تو میں جانتی ہی نہیں......... مشہور ہے کہ "کشتن گربہ روز اول"

قال العلقمی وفی معناه ما یعلق فی ارجل النساء وأذانهن والبنات والصبیان. (عون) باآواز پازیب اور بالیوں کا یہی حکم ہے بلکہ ہر بجتا زیور ممنوع ہے۔ جو زیر گھنگرو والا نہ ہو لیکن اس کی کڑیاں، موتی باہم ٹکرانے کی وجہ سے ہلکی آواز پیدا ہو تو وہ درست ہے حکم ممانعت میں داخل نہیں۔ (بذل) زیب و زینت کے لیے زیور ہو زہر نہ ہو اس کے برعکس بغیر آواز والا زیور بالکل درست اور مباح ہے مستورات و بنات کے لیے۔ بچے اس سے بھی مستثنیٰ ہیں ان کو صرف چاندی کی انگوٹھی پہنا سکتے ہیں۔

(۷) بَابُ مَا جَاءَ فِی رَبْطِ الْأَسْنَانِ بِالذَّهَبِ

سونے سے دانت بندھوانے کا بیان

(۴۹۴) حَدَّثَنَا مُوسٰی بْنُ إِسْمٰعِیلَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِیُّ الْمَعْنٰی قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ أَنَّ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ بْنَ أَسْعَدَ قُطِعَ أَنْفُهُ یَوْمَ الْکُلَابِ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ وَرِقٍ فَأَنْتَنَ عَلَیْهِ فَأَمَرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَ أَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ

"موسیٰ بن اسماعیل، محمد بن عبداللہ، ابو اشہب، عبدالرحمن بن طرفہ سے روایت ہے کہ انکے دادا حضرت عرفجہ بن اسعد کی کلاب (جنگ) کے دن ناک کاٹی گئی تو انہوں نے اپنی ناک چاندی کی بنوائی تو اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو نبی ﷺ نے ان کو سونے کی ناک لگوانے کا حکم فرمایا تو انہوں نے سونے کی ناک بنوائی (کیونکہ سونے میں بدبو نہیں ہوتی اور عرصہ تک لگنے کے باوجود اس میں کسی قسم کا تعفن پیدا نہیں ہوتا)۔"

(۴۹۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ هَارُونَ وَأَبُو عَاصِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ بِمَعْنَاهُ قَالَ یَزِیدُ قُلْتُ لِأَبِی الْأَشْهَبِ أَدْرَکَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ طَرَفَةَ جَدَّهُ عَرْفَجَةَ قَالَ نَعَمْ

"حسن بن علی، یزید بن ہارون، ابو عاصم، ابو الاشہب، حضرت عبدالرحمن عرفجہ بن اسعد سے دوسری روایت میں اسی طرح ہے یزید کہتے ہیں

کہ میں نے ابوالاشہب سے معلوم کیا کہ عبدالرحمٰن کی ملاقات عرفجہ سے ثابت ہے؟ انہوں نے جواب دیا جی ہاں (ثابت ہے)۔''

(۴۹۶) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَبِي الْأَشْهَبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ أَسْعَدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَرْفَجَةَ بِمَعْنَاهُ.

''مؤمل بن ہشام' اسماعیل' ابوالاشہب' عبدالرحمٰن بن طرفہ' حضرت عرفجہ بن اسعد سے اسی طرح روایت ہے۔''

تشریح: اس سے قبل مردوں کے لیے چاندی کی اجازت اور سونے کی ممانعت مذکور تھی اب عندالضرورۃ سونے کی اباحت کا ذکر ہے۔

حدیث اول: یوم الکلاب. کاف کے ضمہ کے ساتھ ایک کنویں کا نام ہے جو بصرہ وکوفہ کے درمیان ہے یہاں دور جاہلیت میں ایک معروف معرکہ ہوا تھا جس میں عرفجہ کا ناک کٹا تھا یہ آپ ﷺ کے غزوات میں سے نہیں بلکہ پہلے کا واقعہ ہے۔

فانتن علیه بر طوبة الانف. ناک میں اترنے والی مسلسل تری وغیرہ سے بدبودار ہوگیا تو سونے کی ناک کی اجازت دے دی جو بدبودار نہیں ہوتا۔ باب کا عنوان دانتوں کو سونے کی تار سے باندھنے کا ہے اور یہاں ذکر سونے کی ناک کی اجازت کا ہے تو اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک عضو کامل سونے کا لگانا درست ہے تو دانتوں کو باندھنے کے لیے جزوی سونے کی بھی اجازت ہے اس طرح قیاساً مناسبت ثابت ہے۔ ترجمۃ الباب میں دانتوں کا ذکر کثرت ضرورت کی وجہ سے ہے کہ عموماً اس کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے اور مستقل ناک وغیرہ کی حاجت کم پیش آتی ہے۔ **فیه اباحة استعمال الیسیر من الذهب للرجال عند الضرورة کربط الاسنان به**. (معالم) اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی دانت سونے کا بنوائے تو بھی درست ہے۔ (بذل)

(۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي الذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ

خواتین کو سونا پہننا؟

(۴۹۷) حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِلْيَةٌ مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ أَهْدَاهَا لَهُ فِيهَا خَاتَمٌ مِنْ ذَهَبٍ فِيهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ قَالَتْ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مُعْرِضًا عَنْهُ أَوْ بِبَعْضِ أَصَابِعِهِ ثُمَّ دَعَا أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ ابْنَةَ ابْنَتِهِ زَيْنَبَ فَقَالَ تَحَلَّيْ بِهٰذَا يَا بُنَيَّةُ.

''ابن نفیل' محمد بن سلمہ' محمد بن اسحٰق' یحیٰ' ان کے والد حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں زیور آیا جو کہ حبش کے بادشاہ نے آپ ﷺ کو ہدیتاً پیش کیا تھا۔ اس زیور میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی جس میں (ملک) یمن کا نگینہ لگا ہوا تھا آپ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کو ایک لکڑی سے چھوا لیکن آپ ﷺ نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت زینب کی بیٹی حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا جو کہ آپ ﷺ کی نواسی تھی' کو طلب فرمایا اور فرمایا بیٹی! یہ انگوٹھی تم پہن لو۔''

(۴۹۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَسِيدِ بْنِ أَبِي أَسِيدِ نِ الْبَرَّادِ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحَلِّقَ حَبِيبَهُ حَلْقَةً مِنْ نَارٍ فَلْيُحَلِّقْهُ حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُطَوِّقَ حَبِيبَهُ طَوْقًا مِنْ

نَارٍ فَلْيُطَوِّقْهُ طَوْقًا مِنْ ذَهَبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسَوِّرَ حَبِيْبَهُ سِوَارًا مِنْ نَارٍ فَلْيُسَوِّرْهُ سِوَارًا مِنْ ذَهَبٍ وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِالْفِضَّةِ فَالْعَبُوْا بِهَا.

''عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز بن محمد، اُسید بن ابی اُسید، نافع بن عیاش، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے محبوب کو سونے کا حلقہ پہنانا چاہے تو اس شخص کو سونے کا حلقہ پہنا دے اور جو شخص اپنے محبوب کو آگ کی ہنسلی پہنانا چاہے تو اس کو سونے کی ہنسلی پہنا دے اور جو شخص اپنے محبوب کو آگ کا کنگن پہنانا چاہے تو اس کو سونے کا کنگن پہنا دے لیکن تم لوگوں کے لئے چاندی (کا زیور) استعمال کرنا درست ہے تو چاندی سے کھیلو (یعنی چاندی کا زیور پہنو)۔''

(۴۹۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنِ امْرَاَتِهٖ عَنْ اُخْتٍ لِحُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ اَمَا لَكُنَّ فِي الْفِضَّةِ مَا تَحَلَّيْنَ بِهٖ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْكُنَّ امْرَاَةٌ تَحَلّٰى ذَهَبًا تُظْهِرُهٗ اِلَّا عُذِّبَتْ بِهٖ.

''مسدد، ابو عوانہ، منصور، ربعی، ان کی اہلیہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے خواتین کی جماعت! کیا تم کو زیور تیار کرنے (اور پہننے) کے لئے چاندی کافی نہیں ہے، باخبر رہو تمہارے میں سے کوئی ایسی خاتون نہیں کہ وہ سونے کے زیور پہنے اور وہ اس سے زینت ظاہر کرے مگر اسی کنگن سے اس پر (قیامت میں) عذاب دیا جائے گا۔''

(۵۰۰) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا يَحْيٰى اَنَّ مَحْمُوْدَ بْنَ عَمْرٍو الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيْدَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اَيُّمَا امْرَاَةٍ تَقَلَّدَتْ قِلَادَةً مِنْ ذَهَبٍ قُلِّدَتْ فِيْ عُنُقِهَا مِثْلَهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَيُّمَا امْرَاَةٍ جَعَلَتْ فِيْ اُذُنِهَا خُرْصًا مِنْ ذَهَبٍ جُعِلَ فِيْ اُذُنِهَا مِثْلُهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''موسیٰ بن اسماعیل، ابان بن یزید، یحییٰ، محمود بن عمرو، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس خاتون نے اپنی گردن میں سونے کا ہار لٹکایا تو اس کی گردن میں قیامت کے روز اسی جیسا ہار پہنایا جائے گا اور جس خاتون نے سونے کی بالی اپنے کان میں پہنی تو اللہ جل جلالہ قیامت کے دن اس کے کان میں اسی جیسی بالی ڈلوائے گا۔''

(۵۰۱) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ مَيْمُوْنِ نِ الْقَنَّادِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنْ رُكُوْبِ النِّمَارِ وَعَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا.

''حمید بن مسعدہ، اسماعیل، خالد، میمون، ابو قلابہ، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے چیتوں کی کھال پر سواری کرنے اور سونے کے پہننے سے لیکن تھوڑا سا (یعنی دانت وغیرہ ہو سکتا ہے)''

تشریح: حدیث اول: تحلی بهذا یا بنیة. یہ آپ ﷺ کی نواسی زینب بنت محمد کی صاحبزادی ہیں۔ آپ ﷺ نے اسے سونے کی انگوٹھی دی اور اس طرح اعراض و انداز سے دی جس سے دنیا سے بے رغبتی اور زہد و تقویٰ ٹپک رہا تھا اور یہ اس لیے تھا کہ دیکھنے والوں کو عبرت حاصل ہو کہ اس کا استعمال درست ہے لیکن ان میں اشتغال درست نہیں۔ اس سے تو ثابت ہوا کہ سونا استعمال کرنا، پہننا مستورات کے لیے درست ہے کہ آپ ﷺ نے بدست خود عطاء فرمایا اور ارشاد فرمایا تحلی یعنی زیور سمجھ کر پہن لو۔

مستورات کے لیے سونے کا حکم: عن ابی موسیٰؓ عن النبی قال: احل الذهب والحرير للاناث من امتی وحرم علی ذكورها. (ترمذی) میری امت کی عورتوں کے لیے سونا اور ریشم حلال ہے اور مردوں پر حرام ہے۔ یہ حدیث نص صریح وصحیح ہے کہ مستورات کے لیے سونا درست ہے۔ حدیث باب عملی دلیل ہے اس طرح آپ ﷺ کے قول وعمل دونوں سے ثابت ہوا کہ عورتوں کے لیے سونا بالکل بلاتردد مباح ہے۔

احادیث باب کا جواب: باب کی آخری چار حدیثوں میں سونے کے استعمال پر عورتوں کے لیے شدید وعید وممانعت مذکور ہے جس

سے حرمت کا شائبہ ہوا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وعیدیں عدم حلت پر نہیں بلکہ غلط استعمال پر ہیں جیسے محدثین کے کلام سے واضح ہوگا۔ یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو: عن عقبة بن عامر ان النبیؐ کان یمنع اهله الحلية والحرير ويقول ان كنتم تحبون حلية الجنة وحريرها فلا تلبسوها في الدنيا. (نسائی ازعون) اس میں یہی ہے کہ اگر تم آخرت کی نعمتوں کو چاہتے ہو تو پھر یہ نہ پہنو۔ اس کا حاصل زہد کی تعلیم اور دنیا کی نعمتوں میں مگن ہونے کی ممانعت ہے یہ نہیں کہ حلال ہی نہیں۔ کمال تو ترک کرنا ہی ہے بہر حال ہماری رائے یہی ہے کہ یہ وعیدیں ان کی حرمت کے لیے نہیں بلکہ ان سے بے رغبتی کی تعلیم اور ان سے دوری کے لیے ہیں یا ان کے بارے میں احکام وحدود شرع کو پورا نہ کرنے کی صورت میں ہیں مستورات کے لیے مطلقا سونا مباح ہے۔ اب محدثین کی طرف سے دیئے گئے مفصل جوابات ملاحظہ ہوں:

(۱) ان الحلى كانت محرمة في اول الاسلام ان ذلك كان اول الاسلام ثم نسخ. (بذل وعون) ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ یہ احادیث منسوخ ہیں اور ناسخ حدیث ترمذی ہے۔

(۲) طائفة حملت احاديث الوعيد على من لم تؤد زكوة حليها. یہ وعیدیں اس عورت کے لیے ہیں جو ان کی زکوۃ نہ دے اس کے تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: ان امرأة من اليمن اتت رسول الله........ في يد ابنتها مسكتان غليظان من ذهب فقال لها أتؤدين زكوة هذا قالت لا قال ايسرّك ان يسوّرك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار؟ قال فخلعتهما، فالقتهما الى النبي وقالت هما لله ورسوله. (عون) معلوم ہوا وعید عدم زکوۃ پر ہے۔

(۳) انه في حق من تزينت وتبرجت. (بذل) یہ وعیدیں ان کے حق میں ہیں جو فخر ومباہات کے لیے زیور پہنتی ہیں زینت کے لیے پہننا درست ہے ریاء وتکبر کے لیے نہیں۔

(۴) فطائفة سلكت بها مسلك التضعيف وعللتها كلها. (عون) محدثین کی ایک جماعت نے انہیں ضعیف ومعلول قرار دیا ہے۔

حدیث ثانی: حبيبه ولد او زوجة او غيرهما. یعنی اپنی پیاری بیوی، بیٹی، بہن کو جب آگ پہنانا پسند نہیں تو شریعت کے احکام کو توڑ کر سونا پہنانا بھی درست نہیں۔

فالعبوا بها. اس کا حاصل یہ ہے کہ مرد اپنی تلواروں وغیرہ کے لیے چاندی کا جڑاؤ کرا سکتے ہیں۔ عورتوں کے لیے دونوں کے زیور درست ہیں۔

حدیث ثالث: حضرت حذیفہؓ کی بہن کا نام فاطمہ یا خولہ تھا یہ حدیث منسوخ ہے۔

حدیث خامس: نهى عن ركوب النمار لما فيه من الخيلاء او فيه تشبه بزىّ العجم. (بذل) اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں فخر وریاء اور نمود ونمائش ہے یا عجم کی عادت ومشابہت ہے۔ الا مقطعا. اس کا حاصل یہ ہے کہ بہت زیادہ سونا نہ پہنا جائے بلکہ مختلف ٹکڑوں، زیوروں اور حصوں میں پہنا جائے مثلاً بالیاں، انگوٹھی، کنگن وغیرہ۔

كره الكثير منه الذى هو عادة اهل الخيلاء والتكبير. (بذل) زیادہ سونا اس لیے ناپسند کیا کہ یہ اہل فخر کی عادت ہے یہ استثناء مستورات کے لیے ہے مردوں کے لیے نہیں کیونکہ یہ گزر چکا ہے کہ مردوں کے لیے سونا حرام ہے۔

قال ابوداؤد: ابو قلابة يلق معاوية، وفي نسخة لم يسمع مطوية. اس میں امام ابوداؤدؒ نے حدیث کے منقطع ہونے کو واضح کیا ہے کہ ابو قلابہؒ قديم كتاب الخاتم ويليه بعده من نصابنا آخر الكتاب كتاب الأدب.

كِتَابُ الْاَدَبِ

ماقبل سے ربط: یہ سنن ابوداؤد شریف میں آخری کتاب ہے، اور ادب بھی شریعت میں آخر دم تک مطلوب ہے، یہ نہیں کہ ہم فارغ التحصیل ہو گئے اب اس کی ضرورت نہیں بلکہ اب زیادہ اہتمام کی ضرورت ہے۔ اس سے پہلے بنیادی طور پر عقائد، عبادات، معاملات، فرائض وواجبات وغیرہ کے تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں اب بتا رہے ہیں کہ ہر ایک عمل کا ادب ہے اور اس کی ادائیگی موزوں اور شائستہ طریقہ سے ہو کیونکہ کھڑے کھڑے پانی حلق میں اتر جائے گا اور پیاس بجھ جائے گی لیکن اس طریقے سے پینے میں ادب واستحباب نہیں۔ اس لیے رہن سہن، سلام وکلام، طعام ومنام، نشست وبرخاست، ملاقات وزیارت، قرب وجوار، خوشگوار وناگوار، جلوت وخلوت، آمد ورفت، اقارب واجانب......... ان سب امور کے لیے مذہب اسلام، اللہ کے قرآن اور پیغمبر اسلام نے ہدایات وآداب تعلیم فرمائے اور سکھائے ہیں۔ اب آخر میں وہ جملہ آداب بیان ہوتے ہیں جن میں بعض کا تعلق عبادات سے ہے، بعض کا تعلق معاملات سے ہے، بعض کا تعلق معاشرت سے ہے، بعض کا تعلق اخلاقیات سے ہے۔ اور پوری کامیابی اسی میں ہے کہ ہر محل کے ادب کا لحاظ کیا جائے اور اسے عملی جامہ پہنایا جائے۔ بنو صاحب آداب، رہو ہر دم شاد

شریعت نے مسلمانوں کے لیے پوری زندگی کے احکام وآداب مقرر کیے ہیں اور ہر کام کی مکمل نورانیت جب ہی حاصل ہوتی ہے جب اسے سنت کے اہتمام اور آداب کے ساتھ بجا لائیں، لاپرواہی اور دیکھا دیکھی کیے ہوئے عمل سے سر سے فرض تو اتر جاتا ہے، لیکن مکمل فائدہ اور برکات وانوارات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ آئندہ اصل عمل اور فریضہ سے بھی محرومی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اہل ایمان کو "یا ایها الذین اٰمنوا" کے خطاب سے سب سے پہلا حکم ادب کا دیا گیا، کہ آپ ﷺ کو ادب واحترام سے بلاؤ اور بات کرو، یہود کی طرح بے ادبی والے الفاظ سے مت بلاؤ۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

مَنْ تَهَاوَنَ بِالْاٰدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ. (تفسیر عزیزی ۱/ ۴۷۹)

"جو آداب میں لاپرواہی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلاء میں مبتلا ہوتا ہے، جو سنتوں میں سستی کرتا ہے وہ فرائض سے محروم ہوتا ہے، جو فرائض میں کوتاہی کرتا ہے وہ اللہ کی معرفت اور پہچان سے محروم ہوتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمائیں اور محروم نہ فرمائیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ ایک ادب یا عمل میں لاپرواہی دوسرے کئی اعمال سے محروم کر دیتی ہے، ہوتے ہوتے بندہ بالکل رب کو ہی بھلا بیٹھتا ہے، اس لیے ہر عمل آداب کے اہتمام سے بجا لانا چاہیے۔ ہاں کسی عذر یا مجبوری کی وجہ سے کوئی ادب، سنت پر عمل نہ کر سکیں تو اس میں گرفت نہیں لیکن صرف ادب یا سنت کہہ کر بے قیمت نہ سمجھیں اور نہ ہی عذر ومجبوری کے بغیر چھوڑیں۔

ادب کا معنی اور وجہ تسمیہ: انه مأخوذ من المأدبة وهي الدعوة الى الطعام سمیّ بذلك لانه يدعى اليه. لفظ ادب مأدبة سے مشتق ہے جس کا لفظی معنی ہے کھانے کی طرف بلانا، دعوت، مجلس طعام ادب کے مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔

(۱)الادب: ما یحمد قولا وفعلا. اصطلاح وعرف میں ادب کہتے ہیں ہر قابل تعریف قول وفعل کو جسے قولی اور عملی طور پر سراہا جائے وہ ادب ہے۔(۲)الادب: هو الطريقة الحسنة فى المعاشرة وغيرها. ادب حسن معاشرت اور صفائی معاملات کا نام ہے اور رہن سہن میں عمدہ طریقے کا نام ہے۔(۳)الادب: هو تعظيم من فوقك والرفق بمن دونك. اپنے سے بڑے کی عزت اور چھوٹے پر شفقت کرنا یہ ادب ہے۔(۴)الادب: الاخذ بمكارم الاخلاق. اچھے اخلاق اور شائستہ عادات کو اپنانا ادب ہے۔(۵) الحلم والاناة والتثبت فى الامور. کام میں بردباری اور دلجمعی۔ الحليم الذى لا يستخفه شئى من العصيان جسے نافرمانی خفا نہ کر سکے۔(۶)حضرت تھانویؒ نے ادب کا معنی بیان کیا ہے: حفظ حدود، ادائے حقوق یعنی حدود شرعیہ کا لحاظ کرتے ہوئے سب کے حقوق ادا کرنا۔ حد سے بڑھنا یا حق تلفی کرنا خلاف ادب ہے۔

اب ان اعمال کا ذکر شروع ہو رہا ہے جن کا پابند رہنے، اپنانے اور بروئے کار لانے سے آدمی صاحب فضیلت بنتا ہے اور حیوانیت سے نکل کر ملکانیت کی طرف آتا ہے۔ اس کتاب میں نیکی، صلہ رحمی اور آداب کا ذکر ہے۔

ادب کا معنی: الادب معرفة امور الحسنة. اچھی باتوں کی پہچان کا نام ادب ہے، جب تمام اخلاق و شرعی حدود کی حفاظت ہوگی اور سب کے حقوق کی پاسداری ہوگی تو جانبین بلکہ سب کو راحت پہنچے گی۔

بعض محدثین استیذان بر وصلہ وغیرہ کے عنوان بھی قائم کرتے ہیں جن میں اسی قسم کی احادیث مذکور ہوتی ہیں جو امام ابوداؤدؒ نے کتاب الادب میں ذکر کی ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی کتاب الادب کا عنوان قائم کیا ہے اور کتاب اللباس کے بعد تفصیلی احادیث جمع کی ہیں۔ ان شاء اللہ ہماری ترمذی ثانی کی شرح میں بھی آپ ''ابواب الادب'' کے عنوان سے ۱۳۸ احادیث پڑھیں گے۔

ابواب واحادیث کی تعداد: امام موصوفؒ کتاب الادب میں چھوٹے بڑے ایک سو بیاسی ۱۸۲- ابواب اور چار سو اٹھاسی ۴۸۸ احادیث لائے ہیں اس طرح صحاح ستہ میں کتاب الادب سنن ابوداؤد میں سب سے مفصل اور زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

(۱) بَابٌ فِي الْحِلْمِ وَأَخْلَاقِ النَّبِيِّ ﷺ

تحمل اور اخلاقِ نبوی ﷺ

(۵۰۲) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدِ نِ الشُّعَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَأَرْسَلَنِي يَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَذْهَبُ وَفِي نَفْسِي أَنْ أَذْهَبَ لِمَا أَمَرَنِي بِهِ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فَخَرَجْتُ حَتّٰى أَمُرَّ عَلٰى صِبْيَانٍ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي السُّوقِ فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَابِضٌ بِقَفَايَ مِنْ وَرَائِي فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ يَا أُنَيْسُ اذْهَبْ حَيْثُ أَمَرْتُكَ قُلْتُ نَعَمْ أَنَا أَذْهَبُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ أَنَسٌ وَاللّٰهِ لَقَدْ خَدَمْتُهُ سَبْعَ سِنِينَ أَوْ تِسْعَ سِنِينَ مَا عَلِمْتُ قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُ لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُ هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا.

''مخلد، عمر، عکرمہ، اسحٰق، انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ تمام انسانوں میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہترین شخص تھے۔ آپ نے مجھے ایک دن کسی کام کیلئے بھیجا، میں نے کہہ دیا کہ بخدا میں اس کام کو نہیں جاؤں گا اور دل میں یہی ارادہ تھا

کہ (ضرور) جاؤں گا کیونکہ حکم نبوی تھا چنانچہ میں نکلا تو میں نے لڑکوں کو بازار میں کھیلتا ہوا دیکھا (میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا) رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے آ کر میری گردن پکڑ لی میں نے آپ کی جانب دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے انیس! (یہ لفظ انس سے ہے شفقت و محبت میں آپ نے انسؓ کے بجائے انیس فرمایا) جاؤ جہاں میں نے جانے کیلئے کہا ہے۔ میں نے عرض کیا بہت بہتر جا رہا ہوں یا رسول اللہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم میں نے آپ کی سات سال یا نو سال خدمت کی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کوئی کام انجام دیا ہو اور آپؐ نے حکم فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا یا میں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور آپ نے فرمایا ہو تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔''

(۵۰۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ بِالْمَدِينَةِ وَأَنَا غُلَامٌ لَيْسَ كُلُّ أَمْرِي كَمَا يَشْتَهِي صَاحِبِي أَنْ أَكُونَ عَلَيْهِ مَا قَالَ لِي فِيهَا أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا أَوْ أَلَّا فَعَلْتَ هٰذَا.

''عبداللہ بن مسلمہ، سلیمان بن مغیرہ، ثابت، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نے دس سال تک مدینہ منورہ میں خدمت کی اور میں لڑکا تھا اور میرا ہر ایک کام آپ کی مرضی کے مطابق نہیں تھا لیکن آپ نے کبھی اُف نہیں فرمایا اور نہ آپ نے کبھی یہ فرمایا تم نے یہ کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا؟''

(۵۰۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَهُوَ يُحَدِّثُنَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْلِسُ مَعَنَا فِي الْمَجْلِسِ يُحَدِّثُنَا فَإِذَا قَامَ قُمْنَا قِيَامًا حَتّٰى نَرَاهُ قَدْ دَخَلَ بَعْضَ بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ فَحَدَّثَنَا يَوْمًا فَقُمْنَا حِينَ قَامَ فَنَظَرْنَا إِلٰى أَعْرَابِيٍّ قَدْ أَدْرَكَهُ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ فَحَمَّرَ رَقَبَتَهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَكَانَ رِدَاءً خَشِنًا فَالْتَفَتَ فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ احْمِلْ لِي عَلٰى بَعِيرَيَّ هٰذَيْنِ فَإِنَّكَ لَا تَحْمِلُ لِي مِنْ مَالِكَ وَلَا مِنْ مَالِ أَبِيكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا أَحْمِلُ لَكَ حَتّٰى تُقِيدَنِي مِنْ جَبْذَتِكَ الَّتِي جَبَذْتَنِي فَكُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا أُقِيدُكَهَا فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ ثُمَّ دَعَا رَجُلًا فَقَالَ لَهُ احْمِلْ لَهُ عَلٰى بَعِيرَيْهِ هٰذَيْنِ عَلٰى بَعِيرٍ شَعِيرًا وَعَلَى الْآخَرِ تَمْرًا ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ انْصَرِفُوا عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى.

''ہارون، ابو عامر، حضرت محمد بن ہلال کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے حدیث بیان فرمائی کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور ہم سے گفتگو فرماتے جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی (آپ کے ساتھ) کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ ہم لوگ آپ کو اپنی کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جاتے ہوئے دیکھ لیتے۔ ہم لوگوں نے ایک دن آپ سے باتیں کیں پھر جب آپ کھڑے ہوئے تو ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے ہم نے ایک دیہاتی شخص کو دیکھا کہ انہوں نے آپ کو پکڑ کر چادر ڈال کر کھینچا۔ یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ چادر کھردری تھی آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا اس دیہاتی نے کہا میرے ان دونوں اُونٹ کو آپ (غلّہ سے) لاد دیں کیونکہ آپ مجھ کو اپنا مال نہیں دیتے نہ اپنے والد (کا مال مجھے دیتے ہیں) آنحضرت ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میں اپنا مال نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد ارشاد فرمایا میں تمہارے اُونٹوں کو نہیں لاد دوں گا جب تک کہ تم مجھ کو اس کھینچنے کا بدلہ نہ دو گے جو تم نے مجھے کھینچا' دیہاتی شخص ہر مرتبہ یہی کہتا رہا کہ

بخدا میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ پھر آپ نے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا اس شخص کے دونوں اُونٹوں کو لاددو۔ ایک اُونٹ کو جو سے اور دوسرے کو کھجور سے۔ پھر آپ نے ہم لوگوں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی خیر و برکت پر توکل کر کے جاؤ۔''

تشریح: آداب واخلاقیات کے ابواب میں سب سے پہلا باب مکارم اخلاق کے پرتو اور معلم الاخلاق سرور کونین ﷺ کے اخلاق پر قائم کیا ہے جس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں تصریح ہے اس بات کی کہ کائنات میں سب سے بلند ترین اور عمدہ اخلاق آنحضرت ﷺ کے اخلاق ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے: **انك لعلى خلق عظيم.** (القلم:۴) بلاشبہ آپ اخلاق کے عظیم اور بلند ترین رتبے پر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعلیم اور تلمیح ہے اس طرف کہ ہم سب ان ابواب کے پڑھانے والوں اور پڑھنے والوں کو بلکہ جملہ امت کو کہ آپ ﷺ کے اخلاق ہی اپنانے چاہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة.** (احزاب: ۲۱) البتہ تحقیق تمہارے لیے آپ ﷺ کے اخلاق عمدہ نمونہ ہیں۔

اخلاق یہ خلق بضم الخاء کی جمع ہے بمعنی عادت، حسن اخلاق، اچھی عادات۔ (۱) **هو طلق الوجه، كف الاذى، بذل المعروف.** (۲) **حسن الخلق ان لا تغضب ولا تحقد.** (احمد) غصہ وکینہ نہ ہو۔ احادیث باب کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے خدام اور عام اعراب واعداء تک کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور ان کی بعض ناگوار باتوں کو خوشگوار انداز سے برداشت فرمالیا قیامت کے دن میزان عمل میں سب سے بھاری چیز حسن اخلاق ہی ہوں گے چنانچہ ترمذی ثانی میں ہم نے پڑھا ہے:
ما من شيء يوضع فى الميزان اثقل من حسن الخلق، وان صاحب الخلق ليبلغ به درجة صاحب الصوم والصلوة.
حسن خلق کا معنی: **احتمال اذى، قلت غضب، طلاقة الوجه** اور **طيب الكلام.**

ابن مبارکؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ **حسن الخلق طلاقة الوجه وبذل المعروف وكف الاذى. الادب** کے عنوان سے امام ابوداؤدؒ ایسی احادیث لائے ہیں جن سے انسان! انسان بن سکتا ہے اور دین حقیقی سے مقصود بھی یہی ہے۔

دکتور احمد امینؒ رقمطراز ہیں: **الحق تحسين علاقة الانسان بالله وتحسين علاقة الانسان بالانسان، فتحسن علاقتهم جميعا بالله.** دین برحق اور شریعت حقیقی تو انسان کو اللہ کے ساتھ جوڑنے کا نام ہے اور انسان کو انسان کے ساتھ صحیح ربط کا نام ہے تاکہ نتیجتاً ان سب کا تعلق اللہ تعالیٰ سے درست ہو جائے اور سعادت دارین پالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائیں۔ اور اخلاق سدھارنے کی توفیق عطاء فرمائیں کیونکہ ادب کا حاصل مکارم اخلاق ہے۔ اور اسی میں فلاح ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ فرماتے تھے: دین کا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ اللہ کو عبادت سے راضی کرو۔ رسول اللہ کو اطاعت سے راضی کرو۔ خلق اللہ کو خدمت سے راضی کرو۔

حسن الخلق قسمان: احدهما مع الله، والثانى حسن الخلق مع الناس..... (عون ۱۳/۹۱) حسن اخلاق کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ سے۔ (۲) مخلوق سے اچھا برتاؤ۔ اللہ تعالیٰ سے حسن خلق یہ ہے کہ اپنے ہر عمل کو ناقص سمجھتا رہے اور معذرت واستغفار کرتا رہے اور اس کی عطاء کردہ نعمتوں پر شکر کرتا رہے یعنی اس کی نعمتوں پر شکر اور اپنے عمل پر عذر کرتا رہے اس کی ذات کے کمال اور اپنے پر عیب ہونے کا اقرار کرتا رہے۔ بندوں سے حسن اخلاق یہ ہے کہ اپنے قول وفعل سے انہیں نفع پہنچائے اور مضرت سے بچائے۔ ان میں بنیادی چیزیں علم، حلم، سخاوت، صبر واستقامت، ماننے کا جذبہ اور قوت واطاعت ہیں۔

طبائع کی تین قسمیں: (۱) **طبيعة حجرية صلبة قاسية لاتلين ولا تنقاد.** سخت ضدی اجڈ نرم ہو نہ بات مانے۔ (۲) طبیعہ

مائية سريعة الانقياد مستجيبة كالغصن بالکل پانی جیسی نرم جدھر کھینچو آگے لگ جائے جیسے ٹہنی ہوا کے لیے۔ الاولی لا تقبل الثانی لا تحفظ یہ دونوں ناکام ہیں پہلی قبول نہیں کرتی دوسری محفوظ نہیں کرتی۔ (۳) طبیعة قد جمعت اللینة والصلابة........ فھذہ الطبیعة الکاملة التی ینشأ عنھا کل خلق صحیح. تیسری جونرمی گرمی اور سختی کا مجموعہ ہو یہ کامل ہے اور اس سے درست اخلاق صادر ہوں گے کہ نرمی کے وقت نرمی سے اور گرمی کے موقع پر سختی سے کام لے۔ اس قول کا مصداق ہو۔

لا تکن سکرا فتؤکل ولا حنظلا فترمی.

حدیث اول: ان میں نبی ﷺ کے اخلاق کا ذکر ہے:

صاحب روح المعانی نے بروایت ابن المنذر حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے سیدہ عائشہ ؓ سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: "فقالت کان خلقه القرآن یرضی لرضاہ ویسخط لسخطه" آپ ﷺ کے اخلاق قرآن کریم ہے ان کی رضا اس کی رضا میں اور ان کی ناراضگی اس کی ناراضگی میں (روح المعانی ج ۱۵ ص ۴۳) حدیث ثانی اف قط مجھے اف تک نہیں کہا۔ اف بضم الالف وتشدید الفاء کلمہ مذمت، گھن آور۔ اس کی اصل تف ہے ناخنوں میں پوشیدہ میل (ناخن کی میل) اب یہ بے جا، نامناسب، حقارت آمیز کلام، گھٹیا بات کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ اس میں دیگر لغات بھی ہیں علامہ قرطبیؒ نے دس اور ابن عطیہ نے چالیس تک لغات لکھیں ہیں مشہور وہی ہے جو اوپر مذکور ہے (من اراد التفصیل فلیراجع الی فتح الباری ج۱۰ ص ۴۶۰) لم فعلت کذا لم صنعت کذا ھلا فعلت کذا. ان تمام کلمات کا حاصل ترک عتاب ہے۔ زجر، توبیخ، مذمت، ڈانٹنا، جھڑکنا، برا بھلا کہنا، عار دلانا وغیرہ۔ کبھی بھی آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا جس سے خادم وغلام کہتری وابتری کا شکار ہو بلکہ آپ ﷺ حوصلہ افزائی فرماتے جو آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

ایک حدیث میں ہے خدمت رسول الله تسع سنین.

سوال: پہلے حدیث میں سبع سنین یا عشر سنین کا ذکر ہے یہ تعارض ہے سات دس یا نو ایک نسخہ درست ہوسکتا ہے۔

جواب: فی الحقیقت حضرت انس ؓ نے آپ ﷺ کی نو سال اور چند ماہ خدمت کی ہے ان چند ماہ (قصر) کو حذف کر کے نو سال کہہ دیا یا پھر قصر کو پورا کر کے دس سال کہہ دیا اور قصر کا حذف کرنا یا بڑھانا عند العرب شائع وذائع ہے اس لیے کوئی تعارض نہیں۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔

سوال: واللہ لا اذھب ایہ کیسے کہا کہ بقسم میں نہیں جاؤں گا۔

جواب: علامہ طیبیؒ شارح مشکوۃ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ انسؓ طفل، نابالغ، غیر مکلف تھا اس لیے قابل مؤاخذہ نہیں اس کی دلیل آپ ﷺ کا "قد قبض بقفای من ورائی" والا عمل ہے کہ آپ ﷺ نے تنبیہ وتادیب نہیں کی بلکہ دعابة ومزاحا اس کی گدی کو پکڑا۔ (۲) یہ بھی کہا گیا ہے کہ انس ؓ کی نیت میں تو جانا ہی تھا بطور مزاح (مخول) ایسا کہا جیسے بچے بڑوں کو کہہ دیتے ہیں تو آپ ﷺ بھی سمجھ گئے کہ اس کا جانے کا ارادہ ہے پھر حضرت انس ؓ نے کہا بھی کہ "نعم انا اذھب" بس میں جا رہا ہوں۔ انسؓ کے والد ووالدہ ام سلیم کا تعارف "انعامات المنعم اول" باب ۱۳ میں ہم پڑھ چکے۔

حدیث ثالث: فجبذہ بردائه. قرآن سچ کہتا ہے الاعراب اشد کفرا ونفاقا واجدر ان لا یعلموا حدود ما انزل الله علی رسوله. (توبہ: ۹۷) کہ دیہاتی سخت دلی، بے عملی اور نافرمانی میں سخت ہوتے ہیں لیکن آپ نے ان کے ساتھ عتاب کے

بجائے پھر بھی عطاء کا معاملہ فرمایا اور قصاص و بدلہ کے لیے فرمانا ظاہراً اس کو مسئلہ سمجھانا تھا کہ اگر کسی پر زیادتی کریں تو بدلہ لیا جائے گا پھر آپ ﷺ نے فمن عفا واصلح فاجره علی الله پر عمل فرمایا۔

(۲) بَابٌ فِي الْوَقَارِ

باوقار رہنے کی فضیلت کا بیان

(۵۰۵) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا قَابُوسُ بْنُ أَبِي ظَبْيَانَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِنْ خَمْسَةٍ وَعِشْرِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

"نفیلی، زہیر، قابوس بن ابی ظبیان، ان کے والد، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نیک چال چلن، خوش اخلاقی، اعتدال، نبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔"

تشریح: وقار مثل سحاب ازباب کرم الرزانة والعظة. سنجیدہ ہونا، باوقار ہونا، اس باب سے مقصود یہ ہے کہ آدمی چال ڈھال میں، قال میں فی الحال اور بالمآل بلکہ ہر حال میں سنجیدہ اور باوقار رہے اطمینان اور پرسکون ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم آگے ادب کے مختلف ابواب میں متعدد آداب پڑھیں گے سب کا حاصل حفظ حدود اور اداء حقوق ہے کہ شرعی حدود پامال نہ ہوں اور اخلاقی قیود تار تار نہ ہوں اور بندوں کے حقوق ضائع اور پامال نہ ہوں بلکہ اللہ کی عبادت، رسول اللہ کی اطاعت، خلق اللہ کی خدمت کا اہتمام رہے پھر فضل اللہ سے جنت ملے گی اور قہر اللہ سے نجات حاصل ہوگی اور رسولؐ کی شفاعت کے حقدار ہوں گے منجملہ ابرار ہوں گے۔

حدیث اول: ان الهدى الصالح ای الطريقة الصلاحة درست راہ السمت الصالح ای حسن الهيئة واصله الطريق المنقاد سلیقہ مند اور اچھا انداز اس کا اصل معنی پر طاعت راستہ۔ الاقصاد ای سلوك القصد فی الامور القولیه والعملية، والدخول فيها برفق على سبيل يكن الدوام عليه، میانہ روی یعنی قول و عمل اور کردار و گفتار میں ایسا سہل راستہ جس میں نرمی اور دوام و استقامت رہ سکے۔

نبوت کا پچیسواں درجہ: یعنی درست راہ، پر طاعت طریقہ اور میانہ روی یہ نبوت کا پچیسواں حصہ ہیں۔ (۱) اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ یہ انبیاء و مرسلین اور مقربین کی صفات ہیں تم ان کی پیروی کر دان کو اپناؤ اور تابعداری کرو۔ حدیث کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ نبوت متجزی چیز ہے کہ اس کی تقسیم ہو سکتی ہے اور یہ بھی کہ نبوت اکتسابی نہیں بلکہ عطائی چیز ہے اور عطیہ رحمٰن ہے پھر وہ نبیؐ پر ختم ہو چکی اس لیے پچیسواں حصہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ پیغمبری صفات میں سے ہیں انہیں اپناؤ اختیار کرو ابتداع کی بجائے اتباع کرو۔

(۲) علقمی کہتے ہیں: ایک اور احتمال بھی ہے وہ یہ ہے کہ جس میں یہ صفات ثلثہ مجتمع ہو گئیں اور سب پر پابندی کر لی تو انبیاء کی مثل لوگ ان کی تکریم و تعظیم کریں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں تقویٰ کا وہ لباس پہنائیں گے جو انبیاء کو عطاء فرمایا تو گویا کہ حصہ نبوت ہوا۔

(۳) وفيه وجه آخر وهو ان يكون معنى النبوة ههنا ماجاء ت به النبوة ودعت اليه الانبياء..... جزء مما جاء ت به النبوة. (بذل وعون) حذف عبارت کے ساتھ تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ نبوت میں لائی گئی تعلیمات کا پچیسواں حصہ ہیں یعنی پیغمبر جو

ہدایات لائے یہ تین ان میں سے ہیں اس طرح کوئی التباس واشکال نہ ہوگا۔ اس کی کچھ بحث چند ابواب بعد باب فی ھدی الرجل میں آ رہی ہے۔

(۳) بَابُ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا

غصہ پر قابو رکھنے کی فضیلت

(۵۰۶) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيدٍ يَعْنِى ابْنَ أَبِى أَيُّوبَ عَنْ أَبِى مَرْحُومٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رُئُوسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِينِ مَا شَاءَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ اسْمُ أَبِى مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَيْمُوْنٍ.

''ابن سرح' ابن وہب' سعید' ابو مرحوم' حضرت سہل بن معاذ اپنے والد حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص غصہ کو پی لے حالانکہ وہ اپنا غصہ اُتار سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو تمام لوگوں کے سامنے بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ تم جس حور کو چاہو پسند کر لو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابو مرحوم کا نام عبدالرحمٰن بن میمون ہے۔''

(۵۰۷) حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِى ابْنَ مَهْدِيٍّ عَنْ بِشْرٍ يَعْنِى ابْنَ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَبْنَاءِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ نَحْوَهُ قَالَ مَلَأَهُ اللّٰهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ دَعَاهُ اللّٰهُ زَادَ وَمَنْ تَرَكَ لُبْسَ ثَوْبِ جَمَالٍ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ بِشْرٌ أَحْسِبُهُ قَالَ تَوَاضُعًا كَسَاهُ اللّٰهُ حُلَّةَ الْكَرَامَةِ وَمَنْ زَوَّجَ لِلّٰهِ تَعَالٰى تَوَّجَهُ اللّٰهُ تَاجَ الْمُلْكِ.

''عقبہ بن مکرم' عبدالرحمٰن بن مہدی' بشر بن منصور' محمد بن عجلان' حضرت سوید بن وہب' ایک صحابی کے بیٹے سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طرح فرمایا اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے امن اور ایمان سے بھر دے گا اور اس حدیث میں (قیامت میں) بلانے کا حال بیان نہیں فرمایا ہے۔ البتہ یہ اضافہ ہے کہ جو شخص بطور عاجزی اچھے کپڑے پہننا چھوڑ دے حالانکہ وہ اس کے پہننے (استعمال کرنے) کی قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے روز عزت کا جوڑا پہنائے گا اور جو شخص (کسی غریب محتاج) کا اللہ کے لئے نکاح کرا دے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ بادشاہی کا تاج پہنائے گا۔''

(۵۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِى شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا تَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ قَالُوا الَّذِى لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهُ الَّذِى يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابو معاویہ' اعمش' ابراہیم' حارث' حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ پہلوان' کشتی مارنے والے کس کو کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا وہ شخص کہ جس کو لوگ نہ پچھاڑ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں' پہلوان وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس پر غصہ کے وقت قابو رکھے۔''

تشریح: قال في النهاية كظم الغيظ تجرعه واحتمال سببه والصبر عليه. (عون) كظم غیظ کا معنی ہے غصہ پینا اس کی کیفیت کو برداشت کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا۔

حدیث اول: من كظم غيظا اى اجترع غضبا. یعنی جس نے غصہ پیا۔ ان ينفذه من التنفيذ والانفاذ اى يمضيه. یہ باب تفعیل اور افعال دونوں سے ہوسکتا ہے یعنی اس پر عمل پیرا ہونے اور نافذ کرنے پر طاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شہرت اور تحسین فرمائیں گے کہ یہ ہے میری وجہ سے غصہ پینے والا آج میں اس پر اپنے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہوں۔

ای فی اخذ ایهن، كناية عن ادخاله الجنة وايصاله الدرجة الرفيعة. یعنی حور کے متعلق اختیار دینا یہ جنت میں داخل کرنے اور بلند درجات عطاء کرنے سے کنایہ ہے۔ علامہ طیبیؒ نے اس رضا وعطاء کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس نے غصے کو برداشت کر کے نفس امارہ کی مخالفت کی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مدح فرمائی اور غصہ پینے والوں کی تعریف قرآن پاک میں مذکور ہے۔

حدیث ثانی: من ترك لبس ثوب جمال......... تواضعا وهو مفعول له لترك لفظ تواضعا ترک کا مفعول لہ ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دنیا دار العمل ہے اور اس کے بدلے آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل اور داخلہ جنت عطاء ہوگا۔ اور جتنا دنیا سے توغل وانہماک کم ہوگا آخرت میں زیادہ رغبت ہوگی اور وہاں زیادہ میسر ہوگا چنانچہ جو دنیا میں روزے رکھ کر کھانے سے رکتا ہے اور تھوڑے حلال پر کفایت وقناعت کر کے حرام سے بچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں خوب عطاء فرمائیں گے اور جس کافر نے دنیا ہی میں مزے لوٹے تو محروم کر دیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے: "كلوا واشربوا هنيئا بما اسلفتم في الايام الخالية" (الحاقۃ ۲۴) دنیا میں روزے والے کھانے سے خالی دنوں کے بدلے میں جو تم نے گذارے خوب کھاؤ اور پیو اور آپؐ نے جب حضرت بلالؓ کو کھانے کی طرف بلایا انہوں نے عرض کیا انا على الصوم تو آپؐ نے فرمایا: بلال اپنا رزق آخرت میں جمع کر رہا ہے اس سے معلوم ہوا دنیا کی چیزوں میں زیادہ نہ لگنا آخرت میں زیادہ ملنے کا موجب ہے۔ اور یہی بات زیر بحث جملے میں ہے۔

ومن زوج لله توجه الله یعنی جس نے مستی شہوت پرستی اور حسن پرستی کی بجائے پاکدامنی اور عفت وحفاظت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بوقت احتیاج شادی کی تو اللہ تعالیٰ اسے بادشاہوں جیسی عزت دیں گے۔ وهو كناية عن اجلاله وتوقيره او اعطى تاجا ومملكة في الجنة. (عون) تاج پہنانا یہ اس کی تعظیم وتوقیر اور اعزاز واکرام سے کنایہ ہے یا حقیقت پر محمول کریں۔ تو اسے جنت میں بادشاہت ملے گی اور تاج پوشی ہوگی گویا شاہی درجہ میں ہے۔

سوال: اس حدیث پر مالک بن نضلہ یا مالک بن عوف بن نضلہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے اشکال ہوتا ہے وہ حدیث کتاب اللباس باب فی الخلقان میں گذر چکی ہے۔ "قال اتيت النبيؐ في ثوب دون (اى خسيس وخلق) فقال ألك مال، قال نعم، قال من اىّ المال؟ قال قد أتانى الله من الابل والغنم والخيل والرقيق، قال فاذا أتاك الله مالا فيُرَ اثر نعمة الله عليك وكرامته، اس کا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہر قسم سے کثیر مال دیا ہے تو اس کی نعمت کا تجھ پر اثر نمایاں ہونا چاہیے اور شامی ج ۵/۵۳۳ میں ہے "يستحب التجمل" کہ خوبصورتی اور صفائی ستھرائی مستحب ہے اور زیر بحث حدیث میں ترک جمال کا ذکر ہے؟

جواب: اس کا جواب صراحۃً راقم کو نہیں مل سکا یہ بات ذہن میں آئی ہے کہ مالکؓ کی حدیث اور زیر بحث حدیث میں تعارض نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت مالکؓ نے زیادہ بوسیدہ و پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے جو سادگی کی بجائے پراگندگی کو پہنچ چکے تھے اس لیے

آپؐ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسی کیا مجبوری ہے کہ ایسے پھٹے پرانے کپڑے زیب تن ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی طبیعت میں کسل وسستی غالب ہو اور لباس و پوشاک کی بالکل پرواہ ہی نہ کرتے ہوں جو تفریط ہے اس لیے آپؐ نے انہیں فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا تجھ پر اثر نظر آنا چاہیے اور زیر بحث حدیث میں ترفع اور بڑائی کے طور پر عمدہ اور قیمتی لباس ترک کرنے کی ہدایت ہے۔ جس میں افراط ہو اور افراط وتفریط کے درمیان راہِ اعتدال میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں اسی وضاحت سے شامی کی عبارت کا مفہوم بھی واضح ہوگیا کہ تجمل مستحب ہے۔ ترفع اور تکبر منع ہے۔

فائدہ: ہمیں چاہیے کہ ہر کام میں خواہشات کی بجائے اتباع کو ترجیح دیں اور ''ہم خرما وہم ثواب'' کے حقدار بنیں مثلاً کھانا کھانے سے ایک لحہ پہلے ذرا سوچ لیں کہ ایک کھانا بھوک کی آگ کو بجھانا اور پیٹ بھرنا ہے دوسرا اس کھانے سے قوت حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگنا ہے سبق یاد کرنا ہے اب پیٹ تو دونوں صورتوں میں بھرے گا لیکن دوسری صورت میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور پہلی میں نفس خوش ہوگا۔ اسی طرح بچوں سے پیار کرنا محبت پدری اور مامتا کی وجہ سے ہے یا اللہ کے رسولؐ کی پیروی کی وجہ سے اس طرح اگر ہم ذرا سا غور کر کے چلیں گے تو خواہش پرستی کی بجائے خدا پرستی ہوگی اور اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت دونوں میں اعزاز واکرام فرمائیں گے۔

حدیث ثالث: **ما تعدون الصرعة**. پہلوانی کسے کہتے ہو؟ جو سب کو پچھاڑ دے، لاثانی پہلوان۔ شریعت وشارع کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شیطان کو پچھاڑ دے کہ غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو پالے اور اس کے مقتضاء پر عمل کر کے ظلم وزیادتی نہ کرے۔ یہ قابل تعریف ہے کیونکہ پہلوانی نام ہے اپنے مقابل، مبارز اور دشمن کو ہرا دینا اور لاچار کر دینا ظاہر ہے جب جان کے دشمن کو زیر کرنا پہلوانی ہے تو ایمان کے دشمن کو رسوا کرنا بطریق اولیٰ بہادری ہے۔ پہلوان صاحب سے پوچھو موت نے کیا حشر کیا کہ اب اُخری آرام گاہ تک ہمت نہیں کندھوں کا منتظر ہے اور زبان حال سے اپنی بے بسی اور بے کسی کا واویلا کر رہا ہے!!! کون ہے، یہ وہی تو ہے جو کل اکڑ کر چلتا تھا اور **هل من مبارز** کے نعرے لگاتا تھا۔

اگر غصہ پینا سیکھ لیا تو جام کوثر پیو گے۔ رب کا غصہ ٹھنڈا ہوگا۔ معاف کرنے کی عادت بناؤ معاف کئے جاؤ گے۔

(۴) بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ

غصہ آنے کے وقت کیا پڑھنا چاہئے؟

(۵۰۹) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَغَضِبَ أَحَدُهُمَا غَضَبًا شَدِيدًا حَتّٰى خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّ أَنْفَهُ يَتَمَزَّعُ مِنْ شِدَّةِ غَضَبِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُهُ مِنَ الْغَضَبِ فَقَالَ مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ قَالَ فَجَعَلَ مُعَاذٌ يَأْمُرُهُ فَأَبٰى وَمَحِكَ وَجَعَلَ يَزْدَادُ غَضَبًا.

''یوسف بن موسیٰ، جریر بن عبدالحمید، عبدالملک بن عمیر، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے گالم گلوچ کی۔ ان میں سے ایک آدمی کو بہت غصہ آیا یہاں تک کہ میں سمجھا کہ اس کی ناک غصہ کی وجہ سے پھٹ جائے گی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے ایک ایسی بات کا علم ہے کہ اگر یہ شخص اس کو کہہ لے تو اس شخص کا غصہ زائل ہو

جائے۔اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ نے بیان فرمایا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھو۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ کلمہ پڑھنے کا حکم فرمانے لگے اس شخص نے انکار کردیا اور اس نے مزید لڑائی کرنا شروع کردی اور زیادہ غصہ کرنے لگا۔"

(۵۱۰) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنِّیْ لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا هٰذَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِیْ يَجِدُ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فَقَالَ الرَّجُلُ هَلْ تَرٰى بِیْ مِنْ جُنُوْنٍ.

"ابوبکر بن ابی شیبہ ابومعاویہ اعمش عدی حضرت سلیمان بن صرد سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالم گلوچ کیا ان دونوں میں سے ایک آدمی کی آنکھیں لال ہوگئیں (غصہ کی زیادتی کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک بات کا علم ہے اگر یہ شخص اس کو کہے تو اس کا غصہ زائل ہوجائے اور وہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے یہ سن کر اس شخص نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مجنون سمجھتے ہیں؟"

(۵۱۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِیْ هِنْدٍ عَنْ أَبِیْ حَرْبِ بْنِ أَبِی الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَنَا إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ.

"احمد بن حنبل ابومعاویہ داؤد ابوحرب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص غصہ ہو (تو اگر وہ) کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ اگر غصہ چلا جائے تو ٹھیک ہے ورنہ لیٹ جائے۔"

(۵۱۲) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ بَكْرٍ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَ أَبَا ذَرٍّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَهٰذَا أَصَحُّ الْحَدِيْثَيْنِ.

"وہب بن بقیہ خالد داؤد اس سند سے بھی آنحضرت ﷺ نے اسی طریقہ سے روایت کیا گیا ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث زیادہ صحیح ہے۔"

(۵۱۳) حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ خَلَفٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ وَائِلِ نِ الْقَاصُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عُرْوَةَ بْنِ مُحَمَّدِ نِ السَّعْدِيِّ فَكَلَّمَهُ رَجُلٌ فَأَغْضَبَهُ فَقَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ تَوَضَّأَ فَقَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَطِيَّةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَإِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَإِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ.

"بکر حسن ابراہیم ابووائل قصہ گو سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت عروہ بن محمد سعدی کے پاس گئے ان سے ایک آدمی نے باتیں کیں اور ان کو غصہ دلا دیا۔ وہ کھڑے ہوئے اور وضو کی اور کہا کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی انہوں نے میرے دادا عطیہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا غصہ شیطان کی طرف ہوتا ہے اور شیطان کی آگ سے پیدائش ہوئی ہے اور آگ پانی سے ٹھنڈی کی جاتی ہے لہذا جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کو غصہ آجائے تو وہ وضو کر لے۔"

تشریح: غضب کی حقیقت وعلاج: ہر ذی روح کے قلب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک مادہ رکھا ہے اس سے دل میں خون جوش مارتا ہے اور جسم کی رگوں تک یہ علیان سرایت کر جاتا ہے۔ جس کا اثر رگوں کے پھولنے، چہرے کی سرخی، زردی اور بات میں

تندی سے نمایاں ہوتا ہے۔ اس کو غصہ کہتے ہیں۔

غصہ کو پیدا کرنے کی حکمت: یہ اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ اپنی جان مال عزت اور دین وایمان کی حفاظت ودفاع کر سکے۔

غصہ کا استعمال اور صحیح محل: غصہ انعام کا سبب بھی ہے اور انتقام کا بھی ایک شخص غصہ کی وجہ سے رحمت کا مستحق ہوتا ہے اور ایک لعنت وگرفت میں آتا ہے۔ اگر آدمی غصہ کو جہاد فی سبیل اللہ میں مبتدعین وکفار کے خلاف استعمال کرلے تو یہ سبب رحمت ہے۔ اور اگر ظلم زیادتی چھینا جھپٹی ایذاء رسانی اور اعمال شیطانی میں اس صفت کو صرف کرے تو پکڑ کرکا سبب ہے۔

☆ شیخ الحدیث والتفسیر استاد کبیر میرے مرشد وپیر محقق دوراں غزالیٔ زماں حضرت مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر صاحب دامت برکاتہم فرماتے تھے۔ بچو سنو! غصے سے کبھی کام نہیں سنورتے بلکہ بگڑتے ہیں۔

غصہ کی تین حالتیں ہیں۔ (۱) افراط (۲) تفریط (۳) اعتدال پہلی دونوں مذموم ہیں آخری مطلوب ومحبوب اور مقصود ہے۔

فائدہ: قوت غضبیہ کو اعتدال اور قابو میں لانے کے لیے ریاضت وعبادت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے۔

حدیث پاک میں **بطیء الغضب سریع الفیء.** آدمی کی تعریف کی گئی ہے غصہ دیر سے آئے جلدی جائے۔ بعض لوگ نادانی کی وجہ سے اظہار غصہ اور منہ پھاڑ کر چلانے کو شجاعت اور بہادری سمجھتے ہیں حالانکہ یہ حماقت ہے۔ شجاعت سعادت اور شہادت کی طرف لے جاتی ہے اور غصہ تو **فوران نار** میں سے ہے جیسے آگے حدیث باب میں موجود ہے۔

وتنتفخ او داجه. ودج کی جمع ہے بمعنی رگیں۔ اتنا غصہ ہوئے کہ رگیں پھول گئیں اور یوں لگا جیسے ابھی پھٹیں **اعوذ بالله من الشیطان الرجیم** پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور رفق ونری رحمان کی طرف سے ہے اس لیے اس سے پناہ مانگی جائے۔ تعوذ پڑھنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے۔ قرآن کریم میں ہے **واما ینزغنك من الشیطان نزغ فاستعذ بالله.** (حم سجدۃ ۳۶) جب بھی شیطان حملہ آور ہو تو اللہ سے پناہ مانگو۔

شیطانی حملے کا انداز: شیطان کے حملے کے دو ہی طریقے ہیں! حالت اطمینان میں دل میں وسوسہ ڈالنا اور حالت غضب میں دماغ میں فتور ڈالنا۔

غصے کا رحمانی علاج: (۱) ایسی آیات واحادیث کا استحضار جن میں غصے پر قابو پانے کی فضیلت اور زیادہ غصہ کرنے کی مذمت ہو۔

(۲) اهل اللہ، صالحین اور عادل حاکموں کے سچے واقعات پڑھے اور سنے۔ (۳) تعوذ ومعوذتین کا ورد رکھا جائے۔ (۴) موجودہ حالت قیام وقعود کو بدل دیا جائے۔ (۵) پانی پی لیں۔ (۶) وضوء کرلیں۔ (۷) اللہ کے غضب اور قہاریت کا تصور دل میں لائیں اور اپنی حقارت وبے بسی سوچیں۔

غصہ کی دعاء. یہ دعاء آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو تعلیم فرمائی تھی۔ **اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ﷺ اِغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْهِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مَضَلَّاتِ الْفِتَنِ.**

هل تری بی من جنون. سیاق کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شخص مبتدی تھا علم وفہم سے تا حال کورا تھا اور اعرابیوں والی سختی اس میں پائی جاتی تھی۔ اس نے یہ سمجھا کہ **اعوذ بالله** تو حالت جنون میں ہوتا ہے۔ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ غصہ بھی شیطانی نزغ کا اثر ہے۔ **والله اعلم. وقیل منافقا.**

ایک شخص صلح کرانے کے لیے کھڑا ہوا یہ صلح کرانے والے معاذ بن جبلؓ ہیں یہ اس لیے کھڑے ہوئے تاکہ انہیں ٹھنڈا کریں۔

گالی کا حکم: نوویؒ کہتے ہیں **واعلم ان سباب المسلم بغیر حق حرام.** انتقام لینے والا لے سکتا ہے بشرطیکہ جھوٹ کسی پاک دامن پر تہمت اور سلف صالحین کو برا بھلا نہ کہا گیا ہو۔ ہاں **یا احمق یا ظالم ناقص العقل** کم عقل وغیرہ سے انتقام لے سکتا ہے اگر چہ عفو ودرگذر افضل ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصّٰبرين.** (نحل:۱۲۶) اگر تم بدلہ لو تو اتنا لے سکتے ہو جتنا تمہیں ستایا گیا اور البتہ اگر تم صبر کرو تو صبر (کا اجر) صابروں کے لیے بہت بہتر ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین. (آل عمران:۱۳۴) (اچھے لوگ) غصہ پینے اور معاف کرنے والے محسنوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں۔

حدیث سادس: فلیضطجع بیٹھنے اور لیٹنے کا حکم اس لیے ہے کہ بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے کی بنسبت گرفت میں کمزور ہوتا ہے اور لیٹا ہوا بیٹھے ہوئے کی بنسبت پکڑنے میں کمزور ہوتا ہے اور یہی مقصود ہے کہ غصے میں ایسا ہاتھ نہ اٹھادے جس پر بعد میں ندامت کے ہاتھ ملتے رہیں۔ (عون)

حدیث ثامن: فلیتوضأ ای وضوء ہ للصلوٰۃ وان کان علی وضوء. اگر چہ پہلے باوضو ہو غصے کے وقت پھر بھی وضو کر لے اس سے مقصد تبرید ہے تطہیر بھلے پہلے سے موجود ہے۔

واقعہ: سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۴ کے تحت یہ واقعہ لکھا ہے کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ وضو کر رہے تھے اور کنیز ان پر پانی ڈال رہی تھی اس کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹا اور ان کے سر پر گرا جس سے وہ زخمی ہوئے اور نشان پڑ گیا اس پر جب انہوں نے نظر اٹھائی تو اس نے پڑھا **والکظمین الغیظ**" انہوں نے کہا میں نے غصے کو پی لیا پھر اس نے پڑھا "**والعافین عن الناس**" تو انہوں نے کہا میں نے معاف کیا پھر اس نے پڑھا "**والله یحب المحسنین.**" تو انہوں نے کہا **انت حرۃ لله** اللہ کے لیے تم آزاد ہو۔ (صاوی ج۱/۱۷۹)

سبحان اللہ کیسے صاحب علم وحلم اور باعمل تھے کہ سنتے گئے اور عمل کرتے گئے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کا علم تمام مشکلات سے بچاتا ہے۔

(۵) بَابٌ فِی الْعَفْوِ التَّجَاوُزِ
معاف کردینے کا بیان

(۵۱۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ أَنَّھَا قَالَتْ مَا خُیِّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ أَمْرَیْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَیْسَرَھُمَا مَا لَمْ یَکُنْ إِثْمًا فَإِنْ کَانَ إِثْمًا کَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْہُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِہٖ إِلَّا أَنْ تُنْتَھَكَ حُرْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ بِھَا.

"عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابن شہاب، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کام کو اختیار فرماتے جب تک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہو اور اگر وہ گناہ کا کام ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس کام سے دور رہتے اور آنحضرت ﷺ نے کبھی اپنے لئے انتقام نہیں لیا ہاں البتہ جس صورت میں کوئی شخص حرمت الٰہی کو

چاک کرتا (یعنی حرام کا ارتکاب کرتا) تو آپ اللہ کے لئے اس سے انتقام لیتے۔"

(۵۱۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَادِمًا وَلَا امْرَأَةً قَطُّ.

"مسدد، یزید، معمر، زہری، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی خادم یا کسی خاتون کو نہیں مارا۔"

(۵۱۶) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الزُّبَيْرِ فِي قَوْلِهِ خُذِ الْعَفْوَ قَالَ أُمِرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْخُذَ الْعَفْوَ مِنْ أَخْلَاقِ النَّاسِ.

"یعقوب، محمد بن عبدالرحمن، ہشام، ان کے والد، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ کی تفسیر میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو لوگوں کے اخلاق میں سے معاف اور درگزر کر دینے کا حکم ہوا"

تشریح: ما انتقم رسول الله لنفسه. آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔ کسی پر ظلم تو کجا پوری زندگی آپ ﷺ نے کبھی بھی بدلہ نہیں لیا، اللہ کا امر اور حضور ﷺ کا عمل یہی ہے جو احادیث بالا میں بیان ہوا، اب ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ کتنی اتباع ہو رہی ہے یا خالی دعویٰ مسلمانی ہے؟

سوال: (۱) آپ ﷺ نے عقبہ ابن ابی معیط اور عبداللہ ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (۲) مرض وفات میں آپ ﷺ کو جن حضرات نے دوائی ڈالی تھی ان کو دوائی ڈالنے کا حکم دیا یہ تو انتقام ہے؟

جواب: یہ آپ ﷺ کا اپنی ذات کے لیے انتقام لینا اور حکم دینا نہیں تھا ان دونوں (عقبہ ابن ابی معیط اور عبداللہ ابن خطل) نے احکام خداوندی کو پامال کیا تھا اس لیے مارے گئے نیز ابن خطل مرتد ہو گیا تھا تو یہ انتقام لنفسہ نہیں تھا بلکہ للہ تھا۔ (۲) دوائی ڈالنے والوں کی تادیب کے لیے دوائی پلانے کا حکم دیا اور ان کی حفاظت کے لیے کہ نبی ﷺ کو ایذاء دینے پر اللہ کی گرفت نہ آن پڑے۔ آپ ﷺ نے بدلہ نہیں لیا بلکہ اچھا بدلہ دیا لوگوں نے پتھروں سے لہولہان کیا آپ ﷺ نے دعائے ہدایت سے نوازا۔ انہوں نے ظلم کیا حضور ﷺ نے حلم اپنایا اور حسن معاشرت کا حکم دیا۔"

(٦) بَابٌ فِي حُسْنِ الْعِشْرَةِ

حسن معاشرت اور مہذب رہنے کا بیان

(۵۱۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي الْحِمَّانِيَّ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ وَلٰكِنْ يَقُولُ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا.

"عثمان بن ابی شیبہ، عبدالحمید، اعمش، مسلم، مسروق، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جس وقت کسی شخص کے بارے میں ناگوار چیز کا علم ہوتا تو آپ یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا کہ وہ اس طرح کہتا ہے بلکہ آپ اس طرح فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس اس طرح کہتے ہیں۔"

(۵۱۸) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا سَلْمٌ نِ الْعَلَوِيُّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُوَاجِهُ رَجُلًا فِي وَجْهِهِ

بِشَیْءٍ یَکْرَهُهُ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ لَوْ أَمَرْتُمْ هٰذَا أَنْ یَغْسِلَ ذَا عَنْهُ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ سَلْمٌ لَیْسَ هُوَ عَلَوِیًّا کَانَ یُبْصِرُ فِی النُّجُوْمِ وَشَهِدَ عِنْدَ عَدِیِّ بْنِ أَرْطَاةَ عَلٰی رُؤْیَةِ الْهِلَالِ فَلَمْ یُجِزْ شَهَادَتَهٗ.

''عبیداللہ' حماد' سلم' حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گیا اور اس پر زردی کا نشان تھا اور آپ کی یہ عادت تھی کہ کسی شخص کے سامنے اس شخص کی ایسی بات نہ کہتے کہ جو بات اس شخص کو ناگوار ہو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کاش تم لوگ اس شخص سے کہو کہ وہ زردی کو دھو کر صاف کر لے۔ امام ابوداؤد نے فرمایا اس حدیث کی اسناد میں مسلم علوی ہے اور علوی کو اس بنا پر نہیں کہتے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہے بلکہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ وہ شخص ستاروں کو دیکھتا تھا یعنی علمِ نجوم سیکھا کرتا تھا اس نے ایک مرتبہ ابن ارطاۃ کے پاس شہادت دی چاند دیکھنے کی۔ انہوں نے اس کی شہادت قبول نہیں فرمائی۔''

(۵۱۹) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ قَالَ أَخْبَرَنِیْ أَبُوْ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ فُرَافِصَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَکِّلِ الْعَسْقَلَانِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ أَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَفَعَاهُ جَمِیْعًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَالْفَاجِرُ خِبٌّ لَئِیْمٌ.

''نصر بن علی' ابواحمد' سفیان' حجاج' ایک شخص' ابوسلمہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دوسری سند) محمد بن متوکل' عبدالرزاق' بشر' یحییٰ' ابوسلمہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن سیدھا (بھولا بھالا) اور شریف ہوتا ہے جبکہ فاسق وفاجر شخص دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔''

(۵۲۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِیْرَةِ أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِیْرَةِ ثُمَّ قَالَ ائْذَنُوْا لَهٗ فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ وَقَدْ قُلْتَ لَهٗ مَا قُلْتَ قَالَ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ وَدَعَهٗ أَوْ تَرَکَهُ النَّاسُ لِاتِّقَاءِ فُحْشِهٖ.

''مسدد' سفیان' ابن منکدر' عروہ' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ سے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا (یہ شخص) خاندان کا برا شخص ہے پھر ارشاد فرمایا اس شخص کو اندر داخل ہونے دو۔ جس وقت وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے اس سے نرمی سے باتیں کیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اس شخص سے نرمی سے باتیں کیں اور اسکے متعلق آپ پہلے کیا ارشاد فرما چکے تھے (کہ یہ برا آدمی ہے اسکے ساتھ برابرتاؤ کرنا چاہئے تھا) آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن سب سے برا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہوگا کہ جس سے لوگ اس کی سخت زبانی (یا بدزبانی) کی وجہ سے میل جول چھوڑ دیں۔''

(۵۲۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ نِ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شَرِیْكٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ فِیْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَتْ فَقَالَ تَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ الَّذِیْنَ یُکْرَمُوْنَ اتِّقَاءَ أَلْسِنَتِهِمْ.

''عباس عنبری' اسود' شریک' اعمش' مجاہد' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اے عائشہ وہ لوگ برے ہیں کہ جن کی زبان کے ڈر سے ان لوگوں کی تعظیم کی جائے۔''

(۵۲۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ قَطَنٍ أَخْبَرَنَا مُبَارَكٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا رَأَیْتُ رَجُلًا الْتَقَمَ أُذُنَ رَسُوْلِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُنَحِّيُ رَأْسَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِيْ يُنَحِّيْ رَأْسَهُ وَمَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَخَذَ بِيَدِهٖ فَتَرَكَ يَدَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ الَّذِيْ يَدَعُ يَدَهُ.

''احمد بن منیع' ابوقطن' مبارک' ثابت' حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی آدمی نے آنحضرت ﷺ کے کانوں پر (اپنا) منہ رکھا ہو (یعنی چپکے سے کوئی بات کہنے کے لئے) پھر آپ نے اپنا سر مبارک ہٹا لیا ہو اس شخص کے سر ہٹانے سے قبل اور میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑا ہو پھر آپ نے اس شخص سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا ہو اس کے ہاتھ چھوڑنے سے قبل۔''

(۵۲۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهُ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمَّا اسْتَأْذَنَ قُلْتَ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيْرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ انْبَسَطْتَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' محمد بن عمرو' ابوسلمہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے اندر داخل ہونے کی اجازت مانگی' آپؐ نے فرمایا یہ شخص اپنے خاندان میں برا شخص ہے' جس وقت وہ شخص اندر داخل ہوا تو آپ اس شخص سے خندہ پیشانی سے ملے اور آپؐ نے اس شخص سے باتیں کیں جب وہ شخص چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس شخص نے جس وقت اجازت طلب کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا (یہ شخص) اپنے خاندان کا برا شخص ہے۔ پھر جب وہ شخص اندر داخل ہوا تو آپ نے اس شخص سے خندہ پیشانی سے ملاقات فرمائی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ اللہ تعالیٰ بے ہودہ گو اور فحش گفتگو کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔''

تشریح: یہ کتاب الادب کے ابتدائی ابواب ہیں اس لیے ان میں اجتماعی آداب کا ذکر ہے اس باب کا حاصل یہ ہے کہ معاشرت بھی دین کا اہم حصہ اور ضروری چیز ہے کہ آدمی کی اٹھک بیٹھک، رہن سہن، میل جول با اخلاق اور مہذب ہو کسی کو تکلیف نہ دیں اور نہ دھوکہ کھائیں اور اگر کسی سے ناگوار بات پیش آئے تو بھی اسے رسوا نہ کریں اور حسن تدبیر سے سمجھا دیں دیکھئے یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر پوچھنے والے قیدیوں کے بارے میں معلوم ہو گیا تھا کہ سولی پر کون لٹکے گا اور نجات کون پائے گا لیکن دل شکنی نہ کی بلکہ مطلق فرمایا کہ اے میرے قید کے ساتھیوں دو میں سے ایک سولی چڑھا دیا جائے گا اور دوسرا رہائی پائے گا۔

حدیث ثانی: لیس هو علویا اس سے سلم علوی کی توضیح ہے معروف ہے کہ علوی وہ کہلاتے ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت علیؓ تک پہنچتا ہو۔ لیکن یہاں یہ مراد نہیں بلکہ علو و بلندی اور ستاروں کی طرف بار بار دیکھنے کی وجہ سے علوی (بلندی کی طرف دیکھنے والا) کہلایا نہ کہ نسبا علوی ہے۔

حدیث ثالث: المؤمن غر كريم. بكسر الغين وتشديد الراء خب لئيم فتح الخاء وقيل بكسر الخاء قال الخطابي. معنى هذا الكلام: ان المؤمن المحمود هو من كان طبعه وشميته الغرارة و قلة الفطنة للشر وترك البحث عنه، وان ذلك ليس منه جهلا لكنه كرم وحسن خلق، وان الفاجر هو من كانت عادته الخب والدهاء والوغول في معرفة الشرو صحبة الاشرّار وليس منه عقلا ولكنه خب ولؤم. (عون) یعنی

مؤمن خوش اخلاقی اور کریم الطبع ہونے کی وجہ سے شرور و برائیوں کی طرف ملتفت نہیں ہوتا بلکہ اپنے اعمال واذکار اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتا ہے اور یہ سادگی ہے نادانی نہیں، اس کے برعکس فاجر آدمی تو دیکھتا پھرتا ہے کہ کھیل تماشا کہاں ہے کہاں کس طرح شرارت ہو سکتی ہے۔ اور یہ عقلمندی نہیں بلکہ خباءت و خباثت اور کمینگی ہے۔

حدیث رابع: ان رجلا استأذن. ابن بطالؒ، قاضیؒ، نوویؒ، قرطبیؒ کہتے ہیں یہ عیینہ بن محصن فزاری تھا اس کو احمق مطاع کہا جاتا تھا آپ ﷺ نے اس کی مدارات و تالیف فرمائی تا کہ اس کی قوم اسلام قبول کر لے کیونکہ یہ سردار تھا۔ والناس علی دین ملوکھم. ابن بشکوالؒ اور عبدالغنیؒ نے مبہمات میں یہی کہا ہے جبکہ عبدالغنی نے دوسری جگہ ایک حدیث کی تخریج میں مخرمہ بن نوفل کی طرف اشارہ دیا ہے۔ ابن حجرؒ کی رائے بھی مخرمہ کی طرف ہے۔

فلبئس ابن العشیرة قبیلے کا برا آدمی۔ کہ سردار ہو کر بھی ایسا ہے۔

☆ عیینہ اس وقت تک پورا اسلام میں نہ آیا تھا اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی حیات میں ضعیف الایمان ہی رہا بالآخر مرتد ہو گیا اور بعد میں ابو بکرؓ کے سامنے قید ہو کر آیا۔ وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ مغیبات اور پیش گوئی میں سے ہے کہ جیسے حضور ﷺ نے فرمایا بعینہ ویسے ہی ہوا۔ (فتح الباری)

☆ اگر قول ثانی اختیار کیا جائے اور رجل سے مراد مخرمہ بن نوفل لیا جائے تو تقریر یہ ہوگی کہ مخرمہ مسلمان تھا لیکن فظ و غلیظ القلب اور تندخو تھا اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا بدخلق و ترش رو ہے۔

سوال: کسی کے عیب کو ذکر کرنا یہ غیبت ہے اور غیبت حرام ہے آپ ﷺ نے کیسے اس کے عیب کا ذکر کیا؟

جواب: غیبت کے مباح ہونے کی صورتیں آگے ذکر ہوں گی یہ بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ یہ آپ ﷺ نے اس لیے فرمایا تا کہ لوگ اس کے شر سے بچ سکیں ورنہ حسن ظن میں کوئی ڈسا جاتا کہ یہ تو حضور ﷺ کے پاس بھی آتا جاتا ہے۔ کسی کے شر و فتنہ اور غدر و ضرر سے بچانے کے لیے اس کا نقص ذکر کرنا درست ہے۔

الان له القول. آپ ﷺ نے اس سے نرم بات اور مدارات کی۔ اس سے پتہ چلا کہ کافر و فاسق مہمان کی بھی مدارات و خاطر تواضع جائز ہے۔ بسا اوقات (مصلحت دینی کی وجہ سے) مستحب ہوتی ہے۔ لیکن کفار و فساق کی تعریف کے گن گائیں اور آسمان و زمین کے قلابے ملائیں اس کی کوئی گنجائش نہیں بس نڈر ہو کر اخلاق کے دائرہ میں دل کھول کر بات کریں۔

ثم النبت له القول. اس جملے میں یہ بات قابل غور اور تفصیل طلب ہے کہ سیدہ عائشہؓ نے کہا جب آپ ﷺ نے پہلے بئس العشیرة فرمایا تو پھر اس کے ساتھ برتاؤ بھی تو ویسا تندہی کے ساتھ ہوتا جیسے پہلے سخت جملہ فرمایا: ان میں کیا ربط ہے؟

اب بیک وقت نرمی! اس کا داعیہ کیا ہے۔ ابتداء گرم انتہاء نرم یہ فرق کیسے۔ آگے اس کی وجہ حدیث میں موجود ہے پہلا انداز لوگوں کو اس کے شر سے بچانے کے لیے تھا دوسرا انداز اس کی ترغیب کے لیے اور اس کی قوم کے اسلام کی امید پر ہے انداز میں فرق ہے مقصود دونوں سے محمود ہے۔ واللہ اعلم

بعض لوگ مدارات کی ترغیب میں مداہنت کو بھی ملا دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ میل جول خوب ہو بھلے دین باقی نہ رہے اس لیے دونوں میں فرق ذکر کیا جاتا ہے تا کہ مدارات پر عمل کریں اور مداہنت سے بچ سکیں۔

مدارات اور مداہنت: المداراة: بذل الدنيا لاصلاح الدنيا او الدين او لكليهما. دنیا کو دنیاوی یا دینی یا دونوں

کاموں کے لیے صرف کرنا یہ مدارات ہے۔
المداهنة: بذل الدين لصلاح الدنيا يا ترك الدين لمصلحة الدنيا. دین کو دنیا کے لیے داؤ پر لگانا یا دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دینا یہ مداہنت ہے۔ اول محمود اور ثانی مبغوض و مردود ہے۔ دنیا کو دین پر ترجیح نہیں بلکہ دین مقدم ہے۔

(۷) بَابٌ فِي الْحَيَاءِ

شرم وحیا کے بارے میں

(۵۲۴) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ دَعْهُ فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْإِيْمَانِ.

''قعنبی، مالک، ابن شہاب، سالم، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے آنحضرت ﷺ کا ایک انصاری شخص کے پاس سے گزر ہوا وہ اپنے بھائی کو شرم وحیا کے بارے میں کہہ رہا تھا (یعنی اتنے شرم وحیا کی ضرورت نہیں) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کو رہنے دے شرم وحیا تو ایمان میں داخل ہے۔''

(۵۲۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَثَمَّ بَشِيْرُ ابْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ أَوْ قَالَ الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ فَقَالَ بَشِيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ مِنْهُ سَكِيْنَةً وَوَقَارًا وَمِنْهُ ضَعْفًا فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيْثَ وَأَعَادَ بَشِيْرٌ الْكَلَامَ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتّٰى احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَقَالَ أَلَا أُرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ كُتُبِكَ قَالَ قُلْنَا يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِيْهٍ إِيْهٍ.

''سلیمان بن حرب، حماد، اسحٰق، حضرت ابوقتادہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضرت عمران بن حصین ؓ کے ہمراہ تھے اور حضرت بشیر بن کعب ؓ بھی اس جگہ تشریف فرما تھے تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا شرم وحیا سب سے بہتر ہے یا (فرمایا) شرم وحیا تمام کی تمام بہتر ہے۔ بشیر ؓ نے کہا کہ ہم لوگوں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ بعض شرم وقارو اطمینان کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض شرم وحیا کمزوری سے ہوتی ہے۔ حضرت عمران نے پھر یہی حدیث بیان کی۔ بشیر ؓ نے پھر وہی بات کہی تب عمران کو غصہ آ گیا یہاں تک کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور کہنے لگے کہ میں تم سے نبی ؐ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور (تم اسکے بالمقابل) اپنی کتاب بیان کرتے ہو، ہم لوگوں نے عمران بن حصین ؓ سے کہا اے ابونجید (یہ حضرت عمران کی کنیت ہے) بس کیجئے بس کیجئے۔''

(۵۲۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلٰى إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ.

''عبداللہ بن مسلمہ، شعبہ، منصور، ربعی بن حراش، حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو پہلے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جو کلام یاد رہ گیا ہے اس میں یہ بھی ہے جب تجھ کو شرم وحیا نہ ہو جو چاہو سو کرو۔''

تشریح: حیاء کی تعریف: حیاء (الف ممدودہ کے ساتھ ہے) شرمانا۔ حیاء حیاۃ سے ماخوذ ہے ایک سے زمین کی زندگی ہے دوسرے سے دل کی زندگی ہے (بے حیاء مردہ دل ہوتا ہے) لغوی تعریف. الحیاء تغیّر یعتری المرأ من خوف ما یعاب علیه شرعا او عرفا. حیاء اس تبدیلی کو کہتے ہیں جو انسان پر شرعی یا عرفی عیب سے بچنے اور ڈرنے کے لیے طاری ہوتی ہے۔

اصطلاحی تعریف: (۱) جو وصف انسان کو برے کاموں سے بچنے اور بھلے کاموں کے کرنے پر ابھارے اس کو حیاء کہتے ہیں۔

(۲) الحیاء هو انقباض النفس خشیة ارتکاب ما یکره! اعم من ان یکون شرعیا او عقلیا او عرفیا. حیاء نفس کا رکنا ہے ناپسندیدہ کے ارتکاب سے عام ہے کہ کراہت و ناپسندیدگی شرعی ہو یا عقلی یا عرفی۔

ان تینوں کی ضدوں کا حکم۔ اگر مکروہ و ممنوع شرعی کا ارتکاب کیا تو فاسق ہوگا۔ ممنوع عقلی (عقل کے خلاف) کا ارتکاب کیا تو مجنوں کہلائے گا۔ مکروہ عرفی کا ارتکاب کیا تو ابلہ (پرلے درجے کا بیوقوف) کہلائے گا۔ اسی لیے تو حدیث پاک میں ہے کہ الحیاء کله خیر شرع، عقل، عرف تینوں کے اعتبار سے حیاء مجسمۂ خیر ہے۔

حیاء کا حکم: حرام سے حیاء واجب ہے! مکروہ سے حیاء مندوب ہے! اگر مباح چیز ہو تو اس سے عرفا حیاء ہونا چاہیے۔ مثلاً چلتے ہوئے پھل کھانا مباح مگر عرفا خلاف حیاء ہے۔ (۳) الحیاء رؤیة النعم و رؤیة التقصیر فیتولد بینهما حالة تسمی حیاء. اللہ کی نعمتوں کو دیکھنا (دوسری طرف) اپنی کوتاہیوں اور نالائقیوں کو دیکھ کر جو شرم کی حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہتے ہیں۔

یہی حیاء ہی تو ہے جو انسان کو معاصی سے بچاتا اور نیکیوں پر ابھارتا ہے۔

حیاء کی اقسام ☆ کریم کا حیاء: نبی کریم ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ زینبؓ کے ولیمہ میں زیادہ دیر ٹھہرنے والوں سے حیاء کی وجہ سے جانے کا نہ کہا۔ یہ کریم کا حیاء ہے۔

☆ عبد و عبدیت کا حیاء: بندہ اپنے نیک اعمال کی قلت اور بداعمالیوں کی کثرت دیکھ کر شرمندہ و نادم ہو۔ یہ بندے کا اپنے معبود سے حیاء ہے۔

☆ عبادت میں اپنے آپ سے حیاء: آدمی جب کسی بلند منصب پر فائز ہو پھر اپنے نقائص کا تصور کرے اور خود سے شرمائے۔ (کہ میں کہاں)۔ ☆ بندے کا اپنے رب سے حیاء کرنا: کہ معصیت سے بچنا اور اطاعت کو بجالانا۔

☆ بندے کا انسانوں سے حیاء: کسی کی دل آزاری نہ کرنا۔ اعمال محمودہ کو اختیار کرنا اور افعال قبیحہ و مذمومہ کو چھوڑنا یہ حیاء کا خلاصہ ہے۔ فرمایا ''اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ'' حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

☆ حیاء مذموم: اگر کسی فرد کی وجہ سے آدمی شریعت کا پابند ہو تو یہ حیاء قابل تعریف ہے۔

☆ حیاء مذموم: اگر حیاء کی وجہ سے آدمی حق نہ کہہ سکے حدود قائم نہ کر سکے سچ نہ بول سکے باطل کی آنکھ میں آنکھ ملا کر بات نہ کر سکے تو یہ حیاء مذموم ہے۔

سوال: بسا اوقات حیاء کی وجہ سے آدمی (نڈر ہو کر) حق بیان نہیں کر سکتا یا صحیح مسئلہ نہیں سمجھا سکتا حالانکہ حدیث میں ہے۔ ''الحیاء کله خیر! الحیاء لایأتی الا بخیر'' کہ حیاء سراسر بھلائی ہے حیاء نہیں لاتی مگر نیکی کو۔ یہاں تو حیاء نیکی لا نہیں رہی بلکہ مانع بن رہی ہے۔

جواب: یہ حق سے رکنا یا مسئلہ سمجھا نہ پانا حیاء کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ بزدلی ہے حیاء یقیناً بھلائی کی طرف لاتی ہے یا پھر یہ حیاء مذموم

ہوگی جس سے بچنا ضروری ہے آج کل ہمارے معاشرے میں حیاء کا بالکل بے جا استعمال ہوتا ہے اور اپنی کمزوری، بزدلی کو، چھپانے کے لیے حیاء کا پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کے لیے کہہ دیا جائے کہ بلند آواز سے پڑھیے تو جواب دیا جاتا ہے بچہ شرما رہا ہے، شرما رہی ہے۔ غیبت اور فضول گوئی میں تو سب سے بلند آواز سے بولتا ہے اور تلاوت کے لیے بہانہ بن گیا کہ شرما رہا ہے۔ "**وکثیر من الامثلة**"

بغرض افادیت بحث حیاء قدرے مفصل پیش کر دی اللہ جل جلالہ ہم سب کو حقیقی حیاء عطا فرمائے اور حیاء کے پیکر اپنے حبیب کی کامل محبت اتباع نصیب فرمائے آمین۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد حسن وخوبی حیاء کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔

حسن اخلاق کے بارے میں: حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ **حسن اخلاق! بذل المعروف کف الاذی وطلاقة الوجه** کا نام ہے۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں: "**مخالطة الناس بالجميل والبشر والتوددلهم والاشفاق عليهم واحتمالهم والحلم عنهم والصبر عليهم فى المكاره و ترك الكبر**" لوگوں سے حسن وخوبی، شفقت، احسان واکرام، حلم وحوصلہ صبر وتحمل سے پیش آنا غصہ وتکبر نہ کرنا حسن اخلاق ہیں۔

اخلاق جبلی ہیں یا کسبی: علامہ طبریؒ نے سلف صالحین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ یہ کسبی ہیں یا جبلی وعطائی اور پیدائشی ونسبی۔ قاضی عیاضؒ کہتے ہیں حتماً ویقیناً ایک بات نہیں کہی جاسکتی کہ سب جبلی ہیں یا سب کسبی بلکہ بعض جبلی ہیں جیسے وقار، تودد، لطافت ونرمی اور بعض اخلاق (بلکہ اکثر) کسبی ہیں کہ محنت مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں اور نفس کو روندنا (اور لتاڑنا) پڑتا ہے۔ جیسے صدق مقال، اصلاح اعمال، غیبت، نمیمہ کا ترک کرنا وغیرہ۔ اس لیے اخلاق حمیدہ کے اپنانے اور اخلاق رذیلہ سے اجتناب کا حکم ہے۔

(۸) بَابٌ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ

خوش اخلاقی کا بیان

(۵۲۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي الْإِسْكَنْدَرَانِيَّ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ عَائِشَةَ رَحِمَهَا اللَّهُ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ.

"قتیبہ' یعقوب' عمرو' مطلب' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مؤمن اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے اُس شخص جیسا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو کہ تمام دن روزہ رکھے اور رات کو عبادت کرے۔"

(۵۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ أَبِي بَزَّةَ عَنْ عَطَاءٍ الْكَيْخَارَانِيِّ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ.

"ابوولید' حفص بن عمر (دوسری سند) ابن کثیر' شعبہ' قاسم' عطاء' اُمّ درداءؓ ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میزان (نامۂ اعمال کی ترازو) میں کوئی شے حسن اخلاق سے زیادہ وزن دار نہ ہوگی۔ (مطلب یہ ہے کہ تمام نیک کاموں میں حسن اخلاق کا سب سے زیادہ وزن ہوگا اور قیامت کے دن تمام نیکیوں میں سب سے زیادہ پلہ حسن اخلاق کا بھاری ہوگا)۔"

(۵۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو كَعْبٍ أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ نِ السَّعْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ابْنُ حَبِيبٍ نِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَإِنْ كَانَ مَازِحًا وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ.

''محمد بن عثمان' ابوکعب' سلیمان' حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک مکان کا ذمہ دار ہوں جو کہ لڑائی جھگڑا چھوڑ دے اگر چہ وہ شخص برحق ہو اور (میں اس شخص کے لئے (ذمہ دار ہوں) جنت کے درمیان میں ایک مکان کا جو کہ جھوٹ چھوڑ دے اگر چہ دِل لگی (جھوٹ موٹ) اور مذاق سے ہو اور (میں ذمہ دار ہوں) جنت کی بلندی میں ایک مکان کا اس کے لئے جس کے اخلاق عمدہ ہوں۔''

(۵۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حَارِثَةَ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ الْجَوَّاظُ وَلَا الْجَعْظَرِيُّ قَالَ وَالْجَوَّاظُ الْغَلِيظُ الْفَظُّ.

''ابوبکر' عثمان بن ابی شیبہ' وکیع' سفیان' معبد' حضرت حارثہ بن وہب سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں نہیں داخل ہوگا بدخلق و بدلحاظ اور مغرور و متکبر شخص یا موٹا اور بد اخلاق شخص جواظ' بدخلق اور بدطنیت آدمی کو کہتے ہیں۔''

تشریح: خلق بضم الخاء والفتح كالشرب. یہ خاء پر پیش و زبر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے پھر خاء پر فتحہ کے ساتھ ہو تو معنی ہے وہ حالات وھیئات اور صورتیں جن کا ادراک ظاہر نظر اور بصر سے ہوتا ہے یعنی مخلوقات، اور خاء پر ضمہ کے ساتھ ہو تو ان صفات واخلاق پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو باطنی نظر اور بصارت سے دیکھی جاتی ہیں یعنی اخلاق۔

اخلاق وعادات کی قسمیں: پھر اخلاق کی دو قسمیں ہیں (۱) اخلاق حمیدہ اور حسنہ جیسے حلم وصبر عفو و درگزر سخاوت وشرافت صداقت و دیانت وغیرہ۔ (۲) اخلاق رذیلہ اور عادات سیئہ جیسے بدگوئی، بخل، حسد کبر فتنہ پردازی وغیرہ۔

ابھی سابقہ باب میں ہم نے پڑھا ہے کہ برے اخلاق کو ترک کرنا چاہیے اور اچھے اخلاق کو اپنانا چاہیے یعنی کذب کو صدق میں بخل کو سخاوت میں، خیانت کو امانت میں، غضب کو حلم وصبر میں، حرص و بدخواہی کو خیر خواہی میں بدلنا چاہیے اور صوفیاء حضرات تقبل الله جهودهم و كثر الله جنودهم. کی بہت ساری محنت اسی پر صرف ہوتی ہے کہ رذائل سے صاف ہوں گے تو شمائل و عمدہ خصائل سے معمور ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب ورضا حاصل ہوگی۔

سوال: اس تقریر پر مسند احمد کی ایک روایت سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔ عن ابی الدرداءؓ اذا سمعتم بجبل زال عن مكانه فصدقوه، واذا سمعتم برجل تغير عن خلقه فلا تصدقوه. (بذل) کہ تم پہاڑ کے اپنی جگہ سے ہٹنے کی تصدیق کرو لیکن آدمی کی عادت بدلنے کی سنو تو مت تصدیق کرو؟

جواب: واجاب عنه القارى بان المراد فى (هذا) الحديث التبديل بالكلية، والمراد فى احاديث التحسين الازالة الوصفى. اللہ تعالیٰ محدثین پر اپنی بے پایاں رحمت نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے کیسے دقیق عقدے حل فرما گئے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ابو درداءؓ کی حدیث میں عدم تصدیق سے مراد یہ ہے کہ عادت بالکلیہ جڑ سے ختم اور زائل ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' ہاں اس کو ظاہری طور پر بدل سکتے ہیں جیسے حسن اخلاق والی احادیث کا حاصل ہے کہ عادات بالکل ختم اور زائل نہیں ہوتیں ان کا رخ بدل جاتا ہے۔ پہلے زبان جھوٹ پر چلتی تھی اب تسبیح وتلاوت میں مگن

ہے پہلے جبین غیر کے سامنے جھکتی تھی اب رب کریم کی سامنے سجدہ فگن ہے، پہلے اسراف وعیاشی میں مال تباہ کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہار ہے ہیں یہ رخ بدل گیا عادت ختم نہ ہوئی، اور حضرت عمرؓ کا مقولہ اس کی بہترین توجیہ وتصویر ہے، فرماتے ہیں: ''لم یزل عنی الغضب لکنه کان اولا فی عداوة الاسلام وحمایة للکفر والآن فی حمایة الاسلام''اب جواب واضح ہو چکا کہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں صفات ختم نہیں ہوتیں ان کا رخ بدل جاتا ہے جواب کا حاصل یہ ہے کہ امالہ اور ازالہ میں فرق ہے عادات زائل اور ختم نہیں ہوسکتیں، تبدیل اور مائل ہوسکتی ہیں۔

واقعہ: ایک بادشاہ کے دربار میں یہ نقشہ تھا کہ اس میں تربیت یافتہ بلیاں شمعیں تھامے رکھتی تھیں اور ایسی خوب ان کی تربیت کی گئی تھی کہ اس میں ذرہ بھی جھکاؤ نہ آتا اور سیدھی تھامے رکھتیں۔ درباریوں سے گفتگو کے درمیان ایک دن یہ بات ہوئی کہ تربیت غالب ہے یا فطرت وطینت بادشاہ نے بااصرار کہا کہ تربیت غالب ہوتی ہے اور اس کی جیتی جاگتی مثال یہ ہماری درباری بلیاں ہیں کہ کس طرح یکسو رہتی ہیں ایک عالم جو انہیں شرکاء میں سے تھے انہوں نے کہا کہ نہیں فطرت غالب ہوتی ہے اور تربیت مغلوب ہوجاتی ہے۔ لیکن بادشاہ نے مان کے نہ دیا جیسی ان کی عادت شریفہ ہوتی ہے۔ اس بھلے مانس نے کیا کیا ایک دن چوہا مخفی طور پر لے آیا اور دربار سجنے اور لگنے کے بعد عین وسط میں چپکے سے بلیوں کی سمت چوہا چھوڑ دیا وہ بھاگا تو سب بلیاں شمعیں پھینک کر اس پر لپکیں اور سارا انظام درہم برہم ہوگیا۔...... بادشاہ برہم اور آگ بگولا ہوگیا یہ کیا حرکت یہ کس نے کری کون ہے کون ہے۔ تو صاحب واقعہ نے کہا جو دراصل بات سمجھانا چاہتے تھے اور خوب سمجھائی حضور اگر جان بخشی ہو تو میں بتا سکتا ہوں مثبت جواب ملنے پر اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور بادشاہ کی کھوپڑی میں بات بیٹھی کہ فطرت تربیت پر غالب رہتی ہے۔ اخلاق کا جبلی یا کسبی ہونا ہم نے ابھی باب سابق میں پڑھا ہے۔

حدیث اول: لیدرك بحسن خلقه درجة الصائم القائم. حسن اخلاق اور اچھے برتاؤ والا بندہ معاشرے میں ہر قسم کے افراد سے ملتا جلتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے اور لوگوں کی مختلف طبیعتوں اور پیچ پیچ کا مقابلہ کرتا ہے اور اخلاق کا دامن نہیں چھوڑتا فکأنه یجاهد نفوسا کثیرة، فادرك ما ادركه الصائم القائم، فاستویا فی الدرجة، بل ربما زاد. (عون) عون میں اسی جگہ مزید احادیث بھی اخلاق کے متعلق لکھی ہیں۔ (ج ۱۳/ ۱۰۷) المجواظ ای سیئی الخلق بد اخلاق، اترانے والا، الجعظری الذی یفتخر بما لیس عنده وقیل المتکبر.

(۹) بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الرِّفْعَةِ فِي الْأُمُورِ
شیخی بھگارنے کی ممانعت

(۵۳۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لَا تُسْبَقُ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ عَلَى قَعُودٍ لَهُ فَسَابَقَهَا فَسَبَقَهَا الْأَعْرَابِيُّ فَكَأَنَّ ذٰلِكَ شَقَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ.

''موسیٰ بن اسماعیل حماد ثابت حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ (آنحضرت ﷺ کی اُونٹنی) عضباء کبھی شرط میں پیچھے نہیں رہتی تھی۔

ایک مرتبہ ایک دیہاتی شخص اپنے نوعمر اُونٹ پر آیا اور اس نے عضباء سے دوڑ کا مقابلہ کیا پھر وہ اُونٹ عضباء سے آگے نکل گیا تو یہ بات آپ کے صحابہ کرامؓ پر ناگوار گزری۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ضروری ہے کہ جو شے بڑھ جائے اس کو نیچا دکھائے۔''

(۵۳۲) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ لَا يَرْتَفِعَ شَيْءٌ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا وَضَعَهُ.

''نفیلی' زہیر' حمید' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طریقہ سے روایت ہے اس روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ جب دُنیا کی کوئی شے بہت بڑھ جائے تو اس کو کم کردے (گھٹادے)۔''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو اعتدال وانکساری سے رہنا چاہیے آپے سے باہر بڑ مارنا اور اپنے تئیں خوبیاں جتانا اور اپنے آپ کو سب سے لائق فائق گردانا اچھی چیز نہیں، جھکنے میں کمال ہے اکڑنے میں زوال ہے۔ اور اصول ہے جب کوئی چیز اپنی بلندیوں کی انتہاء کو پہنچتی ہے تو اس کی زد (تنزل) لازم آتی ہے۔ **کل شیء اذا بلغ علوہ لزوم زدہ**'' گرم پُر جوش آگ پر نرم خاموش مٹی برتر ہے اور پھلوں سے لدا پیڑ جھکا ہوا ہوتا ہے۔ **فنبه بذلك امته على ترك المباهاة والفخر بمتاع الدنيا.** (عون) آخری جملے میں آپؐ نے امت کو آگاہ فرمایا ہے کہ دنیوی چیزوں پر فخر ومباہات کچھ نہیں اسے ترک کرو اور تقویٰ اپناؤ۔

حدیث اول: عضباء وہ اونٹنی جس کا کان پھٹا ہوا ہو، قعود بفتح القاف وضم العین وہ اونٹ جو سواری کے قابل ہو گیا ہو، دو سال سے چھ سال تک ''قعود'' کہتے ہیں پھر جمل کہتے ہیں۔ (عون)

(۱۰) بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ التَّمَادُحِ

خوشامد' چاپلوسی کی مذمت

(۵۳۳) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَأَثْنٰى عَلٰى عُثْمَانَ فِيْ وَجْهِهٖ فَأَخَذَ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ تُرَابًا فَحَثَا فِيْ وَجْهِهٖ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا لَقِيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' وکیع' سفیان' منصور' ابراہیم' حضرت ہمام سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے سامنے ان کی خوشامد کرنے لگا تو حضرت مقداد بن الاسود نے مٹی لے کر اس کے چہرے پر ڈال دی اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم خوشامد کرنے والے لوگوں سے ملو تو ان کے چہرے پر مٹی ڈال دو۔''

(۵۳۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا أَبُوْ شِهَابٍ عَنْ خَالِدِ نِ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا أَثْنٰى عَلٰى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَهٗ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ إِذَا مَدَحَ أَحَدُكُمْ صَاحِبَهٗ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ أَحْسِبُهٗ كَمَا يُرِيْدُ أَنْ يَقُوْلَ وَلَا أُزَكِّيْهِ عَلَى اللّٰهِ.

''احمد بن یونس' ابوشہاب' خالد حذاء' عبدالرحمٰن' حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی کی تعریف کی۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ اس کے

بعدارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے دوست کی ضرورت کے وقت تعریف کرے تو اس طرح کہے میں اس کو ایسا خیال کرتا ہوں لیکن میں اس کو اللہ کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان نہیں کرتا۔''

(۵۳۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَسْلَمَةَ سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ أَبِيْ انْطَلَقْتُ فِيْ وَفْدِ بَنِيْ عَامِرٍ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا أَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قُلْنَا وَأَفْضَلُنَا فَضْلًا وَأَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ.

''مسدد، بشر، ابومسلمہ، ابونضرہ، حضرت مطرف سے مروی ہے کہ میرے والد قبیلہ بنی عامر کے لوگوں کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے آقا ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا آقا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ ہم نے عرض کیا ٹھیک ہے، ہم تمام میں صاحب فضیلت اور مرتبہ میں آپ سب سے بڑے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم لوگ جو کہتے تھے وہی کہو (یعنی اللہ کے رسول اور نبی کہو) یا اس میں سے کچھ کہو (یعنی رسول اللہ و نبی اللہ کہو) تم لوگوں کو شیطان وکیل نہ کر لے۔''

تشریح: منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کی وجہ؟: اچھی صفات اور نیک بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند و مقبول ہیں اور کتاب الادب میں بیسیوں حدیثیں ہمارے سامنے آئیں گی جن میں میل ملاپ بات چیت اور گفت وشنید کے آداب اور ہدایات مذکور ہیں اور مسلم شریف ابواب البر والصلۃ کے آخر میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اگر کسی صالح و عامل اور متقی پرہیزگار کی تعریف کی جائے تو یہ اس کے لیے نقد بشارت اور دنیا ہی میں مقبولیت کی دلیل ہے۔ اور زیر بحث باب میں کراہت کا لفظ موجود ہے۔ اور اس سے مقصود یہی ہے کہ کسی کی حد سے زیادہ منہ پر تعریف مت کریں اور آسمان وزمین کے قلابے نہ ملائیں۔ آسان الفاظ میں اس کی وجہ یہ ہے کہ مادح وممدوح کے لیے مضرت اور نقصان ہے کہ منہ پر بے جا تعریف کرنے والا محض مبالغہ آرائی، خلاف حقیقت الفاظ اور خوشامد و چاپلوسی کا ارتکاب کرتا ہے اور موصوف فخر و غرور اور عجب و گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے اور دونوں کی آخرت کا نقصان ہوتا ہے اور دنیا میں بھی تأثر خراب ہوتا ہے اور لوگ جملے کسنے لگتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر منہ پر تعریف کرنے والے کے منہ میں مٹی بھرنے یعنی حقارت کے ساتھ چپ کرانے کا ذکر ہے اور اس کی ممانعت ہے۔

سوال: **قال النوویؒ فی شرح المسلم: وردت الاحادیث فی النھی عن المدح، وقد جاء ت احادیث کثیرۃ فی الصحیحین بالمدح فی الوجہ؟** اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ منہ پر تعریف کی ممانعت کے متعلق بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں اور دوسری طرف بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں منہ پر تعریف کرنے کے واقعات بھی مذکور ہیں چنانچہ غزوۃ العسرۃ یعنی غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے کثیر چندہ دینے پر آپؐ نے تعریف وتحسین فرمائی **فکیف الجمع؟**

جواب: **قال العلماء...... ان النھی محمول علی المجاوزۃ فی المدح والزیادۃ فی الاوصاف او علی من یخاف علیہ فتنۃ من اعجاب..... واما من لا یخاف علیہ ذلک لکمال تقواہ ورسوخ عقلہ ومعرفتہ فلا نھی فی مدحہ فی وجہہ بل ان کان یحصل بذلک مصلحۃ کنشاطہ للخیر او الازدیاد فیہ او الدوام الاستقامۃ او الاقتداء بہ کان مستحبا.** (عون) علماء نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اباحت وممانعت کے محمل جدا ہیں اس لیے تعارض نہیں تطبیق ہو سکتی ہے نہی کی احادیث اور باب کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ بے جا مبالغہ غلط بیانی اور ممدوح کا فتنے میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو بالکل منع ہے اور اگر مبنی بر حقیقت گفتگو اور تعریفی کلمات ہوں اور ممدوح کے راسخ فی المعرفۃ والتقویٰ ہونے کی وجہ سے فتنے کا

اندیشہ نہ ہوتو منہ پرتعریف درست ہے بلکہ جب اس سے کوئی نیک مقصود ہوتو پھر مستحب ہے۔ مثلاً ممدوح کا استقامت اختیار کرنا اور نیکی میں آگے بڑھنا دوسروں کو تشویق وترغیب دلانا یا دوسروں کو اس کی پیروی پر ابھارنا تو یہ بالکل مباح و مستحب ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے مخفی صدقہ دینے کا حکم ہے اور کبھی اظہار بھی بہتر ہوتا ہے قرآن کریم میں ہے: ''ان تبدوا الصدقت فنعما ھی'' (بقرۃ: ۲۷۱) اگر تم (ترغیب کے لیے) صدقہ ظاہر کرو تو اچھا ہے اور اگر چھپا کر فقراء کو دو تو بہت بہتر ہے۔

حدیث اول: **اذا لقیتم المداحین ای المداحون الذین اتخذوا مدح الناس عادۃ وجعلوہ بضاعۃ یستأکلون بہ الممدوح ویفتنونہ.** (عون) علامہ خطابی کہتے ہیں اس سے پیشہ ور کرائے کے لوگ مراد ہیں جو اس کے ذریعے کماتے اور لوگوں کے بے جا تعریفیں کر کے انہیں فتنے میں ڈالتے ہیں مبنی برحقیقت تعریف کرنے والا اس ممانعت میں شامل نہیں۔

حدیث ثالث: **السید اللہ.** یعنی مکمل قدرت و برتری اسی ذات کے لیے اور وہی اس کی سزاوار ہے ہاں مجازی طور پر انسانوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ جائز ہے چنانچہ کتاب الفضائل مسلم کے آغاز میں ہی ہم نے پڑھا ہے: ''**انا سید ولد آدم**'' **السید ھو الذی یفوق قومہ فی الخیر:** سید و سردار وہ ہے جسے قوم خوش دلی سے (وردی کے ڈر سے نہیں) اپنے فیصلوں میں نیک نامی کے ساتھ بڑا سمجھے۔ یہ لفظ کیونکہ عام وڈیروں اور سرداروں کے لیے زیادہ استعمال ہوتا تھا اس لیے آپ ؐ نے ناپسند فرمایا۔ اور فرمایا اس کے سوا دوسری میری صفات نبی و رسول بشیر و نذیر قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ ان سے موسوم کرنا اور پکارنا بہتر ہے۔

(۱۱) بَابٌ فِي الرِّفْقِ

نرمی کرنے کا بیان

(۵۳۶) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يُونُسَ وَحُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَيْهِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، یونس، حسن، حماد، یونس، حمید، عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نرم ہے (وہ) ملائمت اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرمی پر جو کچھ عطا فرماتا ہے، وہ تندخوئی اور سختی پر عطا نہیں فرماتا۔''

(۵۳۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ قَالُوا حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْبَدَاوَةِ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هٰذِهِ التِّلَاعِ وَأَنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ لِي يَا عَائِشَةُ ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِي حَدِيثِهِ مُحَرَّمَةٌ يَعْنِي لَمْ تُرْكَبْ.

''عثمان اور ابوبکر، محمد بن صباح، شریک، حضرت مقدام اپنے والد شریح سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا کہ جنگل میں جانا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ ان نالوں کی جانب جنگل میں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے جنگل تشریف لے جانے کا ارادہ کیا تو میرے پاس ایک اُونٹنی بھیجی جس پر سواری نہیں ہوئی تھی زکوٰۃ کے اُونٹوں میں سے اور فرمایا اے عائشہ! نرمی کیا کرو کیونکہ جس شے میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے اور جس شے سے نرمی نکل جاتی ہے اس کو

معیوب بنا دیتی ہے۔ابن الصباح اپنی حدیث میں کہتے ہیں کہ مُحْرَمَةٌ کا مطلب ہے جس پر سواری نہیں ہوئی تھی۔''

(۵۳۸) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابومعاویہ' وکیع' اعمش' تمیم' عبدالرحمٰن' حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی نرمی سے محروم ہے وہ تمام قسم کی خیر وخوبی سے محروم ہے۔''

(۵۳۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ الْأَعْمَشُ وَقَدْ سَمِعْتُهُمْ يَذْكُرُونَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ الْأَعْمَشُ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ التُّؤَدَةُ فِي كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا فِي عَمَلِ الْآخِرَةِ.

''حسن بن محمد الصباح' عفان' عبدالواحد' سلیمان' اعمش' مالک' حضرت مصعب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کام میں ارشاد فرمایا جلدی نہ کرنا اچھا ہے لیکن آخرت کے کاموں میں۔''

تشریح: الرفق بكسر الراء ضد العنف، وهو المدارة مع الرفقاء والاحباء ولين الجانب، واللطف فی اخذ الامر باحسن الوجوه ویسرها. (عون)

حدیث اول: ان الله رفيق ای لطیف بعباده يريد بهم اليسر ولا يريد بهم العسر فلا يكلّفهم فوق طاقتهم. (عون) ويعطى عليه. ای فی الدنيا ثناء الجميل ونيل المطالب وتسهيل المقاصد وفی الآخرة الثواب الجزيل. رفق ونرم دلی ایک امر مطلوب اور وصف محبوب ہے جو اتفاق اجتماعیت اور محبت والفت کی جڑ ہے خود نبی ﷺ کو رؤوف، رحیم، شفیق وصاحب رحمت فرمایا گیا اور عنف وسختی اور ترش روئی سے نفی کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولك فاعف عنهم. (آل عمران:۱۵۹)

''اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت وعنایت سے آپ ﷺ نرم خو ہیں اور اگر بالفرض والمحال (ایسا ہے نہیں) آپ ﷺ تیز وتند اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ ﷺ سے (چشم زدن میں بدک کر) بھاگ جاتے سو آپ ﷺ ان کو معاف کر دیا کریں اور ان سے مشورہ لے کر دلجوئی بھی فرمادیا کریں۔''

حدیث ثالث: يحرم الخير. اس سے معلوم ہوا کہ نرم گوئی، کم گوئی اور خوشخبری سراپا خیر ہی خیر ہے۔ اور ترشی اس کی ضد ہے۔ ان الله رفيق يحب الرفق. اس سے پتہ چلا جن اوصاف واسماء سے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ میں اگرچہ احاد ہوں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوان سے خطاب ذات باری تعالیٰ کو کیا جا سکتا ہے اور ایسے نام لے کر دعا بھی کی جا سکتی ہے مثلاً: یا رفیق ارفقنی یا جمیل اجمل دینی ودنیای. باقی وہ نام وصفات جن کا ذکر نہیں تو ان میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ استصحاب حال کا حکم ہوگا کہ پہلے کی طرح مطلق نہ حلت کا حکم نہ حرمت۔ اور بعض کہتے ہیں نہیں غیر مذکورہ ناموں کو ذکر کی اجازت نہیں اور یہی صواب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعدد نام احادیث میں موجود ہیں ضرور نئے گھڑنے ہیں۔ کہتے ہیں خدا حافظ؟ ارے بھائی اللہ حافظ کیوں نہیں کہتے۔ جو قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

فائدہ: الوداع اور جدائی کے وقت خدا حافظ یا اللہ حافظ کہنا مسنون نہیں بلکہ ''السلام علیکم''..... مسنون ہے۔ جس میں حفاظت

برکت، رحمت، عنایت، سلامتی اور اہل وعیال و مال سب کی خیر جمع ہیں۔ صرف دعاء میں مذائقہ نہیں۔ خوب سمجھ لو۔

حدیث خامس: ان الرفق لا یکون......... الا شانه. ای تغیر حاله و جعله فی شین. عیب دار کرنا۔

حدیث سادس: علیك بالرفق. اندازہ کیجئے جب بدکنے والی سرکش سواری کے لیے نرمی وعدم گرمی کا حکم ہے تو طلبہ وطالبات سے، اساتذہ ومعلمات سے، بنین وبنات سے، اولاد واحفاد سے، بلکہ پوری اشرف المخلوقات سے کس برتاؤ کا حکم اور معاملہ ہم سے مطلوب ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار.

فائدہ: دوسری حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ اونٹنی صدقہ کے اونٹوں میں سے تھی اور ظاہر ہے خالی چرنے پھرنے والے کام نہ کرنے والے جانور تو سرکش ہوتے ہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کبھی کبھار کھلی فضا میں راحت کے لیے تشریف لے جاتے یہ واقعہ اسی دوران پیش آیا۔ اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ اونٹنی صدقہ کے مال کی تھی جس کا استعمال درست نہ تھا تو حضرت عائشہؓ نے کیسے سواری کی۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مال غنیمت میں سے تھی اور صدقہ کا لفظ مال غنیمت پر بولا جاتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ومنهم من یلمزك فی الصدقات. (توبہ: ۵۸) یہ لفظ صدقات مال غنیمت پر بولا گیا ہے فلا اشکال علیہ۔ (تکملہ)

(۱۲) بَابٌ فِیْ شُكْرِ الْمَعْرُوْفِ

احسان کا شکر ادا کرنا لازمی ہے

(۵۴۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ.

''مسلم، ربیع، محمد بن زیاد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا (وہ) اللہ تعالیٰ کا شکر گزار نہیں ہوتا۔''

(۵۴۱) حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْمُهَاجِرِينَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَتِ الْأَنْصَارُ بِالْأَجْرِ كُلِّهِ قَالَ لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت، انسؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے عرض کیا یا رسول اللہ! انصاری لوگ تمام اجر وثواب لوٹ گئے (لے گئے) آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کیلئے دُعا مانگتے رہو گے اور انکی تعریف کرتے رہو گے (تمہیں بھی ان جیسا اجر ملتا رہیگا)''

(۵۴۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ قَوْمِي عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ أُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهِ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ بِهِ فَمَنْ أَثْنٰى بِهِ فَقَدْ شَكَرَهُ وَمَنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ شُرَحْبِيلَ عَنْ جَابِرٍ.

''مسدد، بشر، عمارہ، ایک شخص، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس آدمی کو کوئی شے

دی جائے پھر اس کو قدرت ہو تو اس کا عوض ادا کرے اگر عوض نہ دے سکے تو اس کی تعریف کردے جس شخص نے (کسی کی) تعریف کی اس نے اس کا شکر ادا کیا اور (احسان کو) جس شخص نے چھپایا اس نے ناشکری کی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس روایت کو یحییٰ، عمارہ، شرحبیل، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔''

(۵۴۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أُبْلِيَ بَلَاءً فَذَكَرَهُ فَقَدْ شَكَرَهُ وَإِنْ كَتَمَهُ فَقَدْ كَفَرَهُ.

''عبداللہ، جریر، اعمش، ابوسفیان، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو کوئی شے ملے وہ اس کا تذکرہ کرے تو اس نے اس کا شکر ادا کیا تو جس شخص نے اس کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی۔''

تشریح: المعروف هو اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله والتقرب اليه والاحسان الى الناس. (عون) معروف ایک ایسا لفظ ہے جو حقوق العباد اور حقوق اللہ اور جملہ طاعات سب کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت اس کا قرب حاصل کرنا اور بندوں سے اچھا برتاؤ کرنا سب لفظ معروف میں آجاتے ہیں۔ اور قرآن کریم میں بارہا حسن خلق نیکی اور اچھائی پر لفظ معروف کا اطلاق ہوا ہے مثلاً: **فامساك بمعروف او تسريح باحسان.** (بقرۃ:۲۲۹)

حدیث اول: **لا يشكر الله من لا يشكر الناس.** علامہ خطابی نے اس کی دو توجیہات بیان کی ہیں۔ (۱) ایک آدمی کی عادت ہی ناشکری ہے اور یہ اس کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے کہ بندوں کا شکریہ ادا کرتا ہے نہ رب کا بلکہ ہر وقت صدا ہے تم نے مجھے کیا دیا؟ میرے پاس ہے ہی کیا تو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ (۲) جو بندوں کی ناشکری کرے اللہ تعالیٰ اس کی شکر گزاری کو قبول ہی نہیں کرتے تو معنی یوں ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری نہیں کہ جس نے بندوں کی شکر گزاری نہ کی یعنی دوسری ناشکری کی نحوست سے پہلی بھی قبول نہ ہوئی۔ (عون وبذل) اور شکریہ ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا اس کی فرمانبرداری ہے اور ناشکری اس کی نافرمانی ہے کہ اس نے سب کچھ دیا پھر ہم اسی کی نافرمانی کریں یہ ناشکری ہے اور بندوں کا شکریہ قولی بھی ہے اور عملی بھی ہے دعا دے دینا اور چند کلمات خیر کہہ دینا یہ قولی شکر ہے یہ ہر ایک کرسکتا ہے قرآن کریم میں ہے: **هل جزاء الاحسان الا الاحسان.** (الرحمٰن: ۶۰) نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔

حدیث ثالث: **حدثنی رجل** مراد شرحبیل ہیں جیسے امام ابوداؤد نے تصریح کردی ہے۔

حدیث رابع: **من ابلى بلاء اى اعطى عطاء بصيغة المجهول. والبلاء يستعمل فى الخير والشر لكن اصله الاختيار والمحنة واكثر ما يستعمل فى الخير كما قال تعالىٰ "بلاء حسنا" وان كتمه فقد كفر اى ستر نعمة العطاء، والكفر فى اللغة الغطاء والستر.**

(۱۳) بَابُ فِي الْجُلُوْسِ فِي الطُّرُقَاتِ

راستہ میں بیٹھنے کا بیان

(۵۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوْسَ بِالطُّرُقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا بُدَّ لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيْهَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْ أَبَيْتُمْ فَأَعْطُوا الطَّرِيْقَ حَقَّهُ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِيْقِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذٰى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىُ عَنِ الْمُنْكَرِ.

''عبداللہ بن مسلمہ' عبدالعزیز' زید' عطاء بن یسار' حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ راستوں (اور سڑک) میں بیٹھنے سے بچو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہاں بیٹھے بغیر ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں کیونکہ ہم وہاں گفتگو کرتے ہیں۔ (یہ سن کر) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر راستہ پر بیٹھنا ضروری ہے تو راستہ کا حق ادا کیا کرو ان حضرات نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ راستہ کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا نگاہ نیچی رکھنا اور کسی کو تکلیف نہ پہنچانا' سلام کا جواب دینا اور خیر کی بات کا حکم دینا اور بری بات سے لوگوں کو روکنا۔''

(۵۴۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَإِرْشَادُ السَّبِيْلِ.

''مسدد' بشر بن مفضل' عبدالرحمٰن بن اسحٰق' سعید مقبری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے یہی روایت بیان کی ہے اور اس روایت میں اس طرح مذکور ہے کہ (راستہ بھولے ہوئے کو) راستہ بتلانا۔''

(۵۴۶) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى النَّيْسَابُوْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنِ ابْنِ حُجَيْرِ نِ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ وَتُغِيْثُوا الْمَلْهُوْفَ وَتَهْدُوا الضَّالَّ.

''حسن بن عیسیٰ' ابن مبارک' جریر بن حازم' اسحٰق بن سوید' ابن حجیر' حضرت عمر بن خطابؓ نے آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت بیان کی ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ مصیبت زدہ شخص کی امداد کرو اور راستہ بھولے ہوئے کو راستہ بتلاؤ۔''

(۵۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسٰى وَكَثِيْرُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ قَالَ ابْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَائَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ لَهَا يَا أُمَّ فُلَانٍ اجْلِسِيْ فِيْ أَيِّ نَوَاحِي السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى أَجْلِسَ إِلَيْكِ قَالَ فَجَلَسَتْ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا حَتّٰى قَضَتْ حَاجَتَهَا لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عِيْسٰى حَتّٰى قَضَتْ حَاجَتَهَا وَقَالَ كَثِيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ.

''محمد بن عیسیٰ' کثیر بن عبید' مروان' انسؓ سے مروی ہے کہ نبیؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہنے لگی یارسول اللہؐ! آپ سے مجھ کو کچھ کام ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا تم کسی گلی کے کونے میں چلو' جس جگہ تمہارا دل چاہے گا میں تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔ وہ عورت بیٹھ گئی اور آنحضرتؐ نے (اس جگہ جا کر) تشریف فرما ہو گئے یہاں تک کہ اس عورت نے اپنا کام مکمل کر لیا۔ راوی ابن عیسیٰ نے راستہ میں بیٹھنا یہ الفاظ بیان نہیں کئے البتہ کثیر نے حمید سے اسی طرح بیان کیا۔ (اس عورت کو جو عرض کرنا تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ واضح رہے کہ راستہ میں بیٹھ جانا اچھا نہیں ہے اگر ضرورت ہو تو کسی کونے میں جو راستہ سے علیحدہ ہو وہاں بیٹھ جائے)۔'' اور کثیر نے عَنْ حُمید ذکر کیا ہے۔

(۵۴۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِيْ عَقْلِهَا شَيْءٌ بِمَعْنَاهُ.

''عثمان بن ابی شیبہ' یزید بن ہارون' حماد بن سلمہ' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طریقہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کی عقل

میں کچھ خلل تھا۔ پہلی روایت کی طرح (روایت بیان کی)۔"

تشریح: اس باب میں راستے اور گذرنے والوں کے حقوق و آداب کا ذکر ہے کہ راستہ میں ایسا کوئی عمل جس سے راستہ مسدود محدود ہو یا گذرنے والوں کو تکلیف ہو منع ہے یہ حلقہ لگانے سے ہو، گاڑی کھڑی کرنے سے ہو یا مال سجانے اور ٹھیلہ لگانے سے بہر صورت یہ تکلیف دہ اور منع ہیں۔ قوم لوط کی بری عادات میں سے یہ بھی تھا کہ وہ آنے جانے والوں کو تنگ کرتے تھے۔ جب صرف بیٹھنا منع ہے تو چھینا، جھپٹی اور جھانک تاک کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ حدیث اول ہی میں بامر مجبوری راستے میں رکنے اور بیٹھنے کے چار آداب مذکور ہیں ان کا ضرور خیال رکھا جائے۔ اسی طرح حدیث ثالث میں دو مزید مذکور ہیں تو ان سب کا اہتمام ہونا چاہیے۔

حدیث رابع: **نواحی السکك ای جوانبها. ان امرأة کان فی عقلها شئی.** بیشک ایک خاتون کہ جس کی عقل میں کچھ تھا فی عقلها شئے کے متعلق بندہ کو کسی کتاب میں وضاحت نہیں ملی اس کا مقصد جنون تردد یا عقل کی کمی ہے۔ فحوائے کلام سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے (جنون، پاگل پن، کم عقلی) مراد نہیں بلکہ صرف تیز مزاجی یا اپنی بات پر اصرار کی وجہ سے راوی نے کہہ دیا **فی عقلها شئی** جیسے جب کوئی تیز مزاج ہو یا بات پر بے جا مصر ہو یا کوئی اور سبب خفی پایا جاتا ہو تو اس کو کہہ دیا جاتا ہو کہ تمہاری عقل ٹھکانے ہے اسی طرح یہ بھی اصطلاحی کلمہ ہے۔

مسلم شریف میں ہے **فخلا معها فی بعض الطرق.** راستے کے کنارے اس سے علیحدہ بات کی اس جملہ پر خلوت بالاجنبیہ کا سوال نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے کہ اس کا معنی ہے "**ای وقف معها فی طریق مسلوك لیقضی حاجتها ویفتیها فی الخلوة**" یعنی آپ ﷺ اس کے ساتھ کشادہ راستہ کے کنارے پر ٹھہرے تا کہ اس کی بات سنیں اور اس کی ضرورت پوری کرتے ہوئے علیحدہ اس کو دینی مسئلہ سمجھا دیں۔ نوویؒ کے الفاظ یہ ہیں: "**فانّ هذا کان فی ممرّ الناس ومشاهد تهم ایاها لکن لا یسمعون کلامهما لان مسئلتها ممالا تظهره**" تحقیق یہ آپ ﷺ کا ٹھہرنا راستہ میں لوگوں کے سامنے تھا صرف اتنی بات ہے کہ لوگ ان کی آواز نہیں سن رہے تھے اس لیے کہ مسئلہ کوئی ایسا تھا جس کو وہ خاتون سب کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ ہے شفقت کا بحر بے کراں کہ ایک عورت کے لیے کھڑے رہے جب تک اس نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ آخری حدیث میں مزید یہ بیان فرمایا کہ مجلس میں وسعت بنسبت تنگی کے زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس عورت کے قصے سے عارضی طور پر ایک لمحہ کے لیے راستے کے کنارے رکنے کا ثبوت ہے۔

(۱۴) بَابٌ فِي سَعَةِ الْمَجْلِسِ

کشادہ ہو کر بیٹھنا

(۵۴۹) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ الْمَجَالِسِ أَوْسَعُهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ.

"قعنبی، عبد الرحمن بن ابو الموال، عبد الرحمن بن ابی عمرہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بیٹھنے کی عمدہ جگہ وہ ہے جو کہ کھلی ہوئی ہو۔"

تشریح: یہ عنوان حاشیہ کے نسخے کے اعتبار سے درج ہے ورنہ متن میں یہ حدیث باب سابق کے تحت ہے۔ اس میں کشادہ مجلس کا ذکر ہے اور ظاہر ہے راستے کے کنارے کشادہ جگہ نہیں مل سکتی اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

(۱۵) بَابٌ فِي الْجُلُوسِ بَيْنَ الشَّمْسِ وَالظِّلِّ!

کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے کا بیان

(۵۵۰) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَمَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الشَّمْسِ وَقَالَ مَخْلَدٌ فِي الْفَيْءِ فَقَلَصَ عَنْهُ الظِّلُّ وَصَارَ بَعْضُهُ فِي الشَّمْسِ وَبَعْضُهُ فِي الظِّلِّ فَلْيَقُمْ.

''ابن سرح، مخلد بن خالد، سفیان محمد بن منکدر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص کچھ دھوپ میں بیٹھا ہو اور مخلد کہتے ہیں کہ سائے میں بیٹھا ہو۔ پھر وہ سایہ اس سے سرک جائے جس کی وجہ سے اس کے جسم کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ سائے میں ہو تو اسے وہاں سے اُٹھ جانا چاہئے۔''

(۵۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمٰعِيلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ جَاءَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَامَ فِي الشَّمْسِ فَأَمَرَ بِهِ فَحُوِّلَ إِلَى الظِّلِّ.

''مسدد، یحییٰ، اسماعیل، قیس، ان کے والد، حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آئے جبکہ آنحضرت ﷺ خطبہ دے رہے تھے تو وہ دھوپ میں کھڑے ہو گئے آپؐ نے ان کے متعلق فرمایا تو وہ سائے میں آ گئے۔''

تشریح: آدمی کچھ دھوپ میں اور کچھ سائے میں بیٹھے دو وجہ سے منع ہے۔ (۱) اس لیے کہ اس میں آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے اور اَخلاط میں بگاڑ آتا ہے کہ تپش میں موجود جسم کے حصے میں دوران خون زیادہ ہوگا بنسبت سایئے والے حصے کے کہ اس میں جمود غالب ہوگا اس تفاوت سے طبیعت متاثر ہوگی۔ (۲) "بانه مجلس الشيطان" (عون) یہ شیطانی بیٹھک ہے اس لیے منع ہے اس لیے اس حکم میں شفقت و شریعت دونوں موجود ہیں۔ اور دھوپ سے تو جگہ بدل لیں۔

فائدہ: بذل کے حاشیہ میں ہے عن ابی هريرةؓ رايته فی فناء الكعبة، بعضه فی الشمس وبعضه فی الظل. (رواه البيهقی) اس کا جواب یہ ہے کہ ابو ہریرۃؓ نے دھوپ آتے ہی ابتدائی مرحلے میں دیکھا ہوگا کہ اس کے بعد آپؐ سایے کی طرف بڑھ گئے ہوں گے انہوں نے اپنی مرئی ہیئت کو نقل کیا دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ بیان جواز کے لیے ہے کہ یہ حکم شفقت اور ارشاد ہے بالکل حرام نہیں۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی بالکل دھوپ میں بیٹھے جیسے سردیوں میں اس کا تجربہ ہوتا ہے یا پھر پورے سایے میں۔

(۱۶) بَابٌ فِي التَّحَلُّقِ

حلقہ بنا کر بیٹھنا کیسا ہے؟

(۵۵۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُسَيَّبُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ

قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ حِلَقٌ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ عِزِيْنَ.

''مسدد' یحییٰ' اعمش' مسیب' تمیم' حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگ علیحدہ علیحدہ حلقے باندھے بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے کیا ہو گیا میں تم کو علیحدہ علیحدہ دیکھ رہا ہوں۔''

(۵۵۳) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا قَالَ كَأَنَّهُ يُحِبُّ الْجَمَاعَةَ.

''واصل' ابن فضیل' حضرت اعمش سے اسی طرح روایت ہے اس روایت میں اس طرح ہے کہ گویا آپ کو جماعت کی صورت میں بیٹھنا پسند تھا۔''

(۵۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ نِ الْوَرَكَانِيُّ وَهَنَّادٌ أَنَّ شَرِيْكًا أَخْبَرَهُمْ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ أَحَدُنَا حَيْثُ يَنْتَهِيْ.

''محمد بن جعفر' ہناد' شریک' سماک' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جہاں جگہ ملتی ہم وہیں بیٹھ جاتے۔''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کہیں متعدد افراد کے اجتماع اور بیٹھنے کا اتفاق ہو تو ایک ایک ہو کر جدا جدا نہ بیٹھیں بلکہ حلقہ وار مجتمع ہو کر بیٹھیں نفع کی بات کا سب کو فائدہ ہو اور مجلس مذاکرہ اور تعلیم و تعلم رہے اور اجتماعیت قائم رہے۔ یہ بات ذہن میں آرہی ہے کہ اگر جدا جدا بیٹھا ہر ایک اپنی تلاوت و تسبیح میں شروع ہوئے اور اکٹھے بیٹھنے میں اندیشہ ہے کہ عمل متاثر ہوگا اور ایران توران اور سارے جہان کی باتیں شروع ہو جائیں گی۔ تو پھر بہتر ہے کہ اپنے عمل میں مصروف رہیں اگر مجلس تعلیم اور مذاکرہ ہو رہا ہے اجتماعی عمل شروع ہونے والا ہے تو پھر الگ بیٹھنا محرومی کا باعث ہے اس لیے حلقے میں شامل اور مجتمع ہونا بہتر ہے۔ دوسری بات یہ بھی ذکر ہے کہ جہاں مناسب جگہ ملے بیٹھ جائیں گردنیں مت پھلانگیں اگرچہ آپ پہلوان ہیں۔ آداب مجلس میں سے دوسری بات اگلے باب میں مذکور ہے کہ وسط حلقہ میں بیٹھنا بھی مناسب نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی گردنیں پھلانگتا ہوا بیچ میں آ دھمکا یہ منع اور موجب لعنت ہے کہ اس میں ایذاء مسلم حرام کا ارتکاب ہے۔ (خطابی) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو درمیان میں مسخرا پن کے لیے بیٹھے اور عزین سے مراد بکھرے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے فضولیات کے لیے بیٹھنا ہے۔ (بذل)

(۱۷) بَابٌ فِي الْجُلُوْسِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

حلقہ کے درمیان میں بیٹھنے کا بیان

(۵۵۵) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ جَلَسَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' ابان' قتادہ' ابو مجلز' حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو حلقہ کے درمیان بیٹھے۔''

(١٨) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُومُ لِلرَّجُلِ مِنْ مَجْلِسِهٖ

کسی شخص کا دوسرے کے لئے اپنی جگہ سے اُٹھنا

(۵۵۶) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى آلِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ جَائَنَا أَبُو بَكْرَةَ فِي شَهَادَةٍ فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَأَبٰى أَنْ يَجْلِسَ فِيهِ وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ ذَا وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَمْسَحَ الرَّجُلُ يَدَهُ بِثَوْبِ مَنْ لَمْ يَكْسُهُ.

''مسلم' شعبہ' عبدربہ' ابوعبداللہ' حضرت سعید بن ابوالحسن سے مروی ہے کہ ایک شہادت کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرہؓ ہم لوگوں کے پاس آئے تو ان کے لئے ایک آدمی اپنی جگہ سے اُٹھا۔ حضرت ابوبکرہؓ نے اس جگہ بیٹھنے سے انکار فرما دیا اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے اور آپ نے اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنا ہاتھ ایسے کپڑے سے پونچھے جو اسے پہنایا نہیں گیا (یعنی اس کا اپنا نہیں ہے)''

(۵۵۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَقِيلِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْخَصِيبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَامَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ مَجْلِسِهٖ فَذَهَبَ لِيَجْلِسَ فِيهِ فَنَهَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْخَصِيبِ اسْمُهُ زِيَادُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' محمد بن جعفر' شعبہ' عقیل' ابوالخصیب' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے لئے ایک آدمی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور وہ آدمی اس جگہ بیٹھنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس جگہ بیٹھنے سے منع فرما دیا۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوالخصیب کا نام زیاد بن عبدالرحمٰن تھا۔''

تشریح: (۱) کہ جو جس جگہ بیٹھ چکا ہے وہی اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے اسے بلا وجہ کسی اشارے کنایہ سے اٹھانا اور خود براجمان ہونا بھی حرکت شنیعہ ہے اور اللہ و رسول کو ناپسندیدہ ہے۔

(۲) آداب معاشرت میں سے اہم ترین ادب یہ ہے کہ کسی کی چیز اور حق اس کی اجازت اور دلی خوشی کے بغیر استعمال کرنا درست نہیں جیسے عام ہے کہ کھانے سے فارغ ہو کر دائیں بائیں گھورتے ہیں کہ کس کا کپڑا چیک کرنے کے بہانے ہاتھ پونچھوں یا تعریفی جملہ بھی کس دیا اور اپنا کام بھی نکال لیا واہ یہ رومال بہت اچھا ہے کہاں سے منگوایا ہے۔ اتنے میں ہاتھ صاف ہو چکے۔ یہ قبیح حرکت ہے ایسا کرنا درست نہیں۔

کسی کے کپڑے سے ہاتھ صاف کرنا: پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ کسی بھی اجنبی کے کپڑے سے ہاتھ نہ پونچھے ہاں اگر اپنی اولاد، غلام، ملازم، تلمیذ و مرید ایسا ہو جسے کپڑا اسی نے ہی پہنایا ہو یا وہ اس کو برا ماننے کی بجائے اپنی سعادت سمجھتے ہوں تو فلا حرج کوئی مضائقہ نہیں۔ (بذل)

کسی کو اپنی جگہ سے اٹھانا؟: ایک شخص اور طالبہ مجلس میں ایک جگہ بیٹھ چکی اب اسے اٹھانا درست نہیں ایک تو اس لیے کہ اس نے صاحب کلام اور استاذ کے قریب جگہ لی ہے اٹھانے میں اسے بات صاف سننے اور سمجھنے میں محرومی یا دشواری ہو سکتی ہے دوسری وجہ یہ

ہے کہ "الحق للمتقدم" جب وہ پہلے جگہ لے چکے تو اب اٹھانا ان کی حق تلفی ہے اور اس کی اہانت ہے جو جائز نہیں اور دونوں حدیثوں میں اس کی ممانعت مذکور ہے اور چند ابواب کے بعد باب نمبر ۳۰ "باب اذا قام من مجلسه ثم رجع" میں "فهو احق به" کے الفاظ موجود ہیں جس سے واضح طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بیٹھنے والا اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ ہاں اگر خوش دلی سے وہ کسی عالم و بزرگ یا معلّمہ کو جگہ دے دے تو مستحسن ہے لیکن اسے بھی ساتھ ہی بٹھانے کی کوشش ہو کہ وہ بھی قرب و مصاحبت سے محروم نہ ہو۔

ایک لچر عذر: وما احتجّ به من حمله على الادب لكونه ليس ملكاله لا قبل ولا بعد، ليس بحجّة (قوية و ملتفة) لانا نسلم انه غير ملك له، لكن يختص به الى ان يفرغ غرضه، فصار كانه ملك منفعته فلا يزاحمه غيره. (فتح الباری از عون) بعض بعد میں آنے والے یہ دلیل پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جی کونسا مالک بن گیا ہے بس جگہ ہے وہ بھی بیٹھ سکتا ہے ہم بھی یہ کونسی بات ہوئی لیکن ان سے عرض کیا جائے گا کہ وہ مالک نہیں تو آپ نے کون سا پٹا لکھوایا ہوا ہے کہ اسے اٹھا کر آپ نے بیٹھنا ہے ہرگز نہیں جب وہ پہلے بیٹھ گیا تو اب وہی منتفع ہوگا اور یہ لچر اور نقش بر آب جیسی جناب کی دلیل حجت نہیں۔

حدیث اول: نهى عن ذاى ان يقوم احد ليجلس غيره فى مجلسه. (طیبیؒ) او الجلوس فى المجلس القاعد. (ملاعلی قاری، عون) ذا کی تشریح میں علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے منع فرمایا کہ ایک کھڑا ہو کر دوسرا اس کی جگہ بیٹھ رہے اور ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دوسرے بیٹھنے والے کی جگہ پر بیٹھنا ہے یہ تعبیر مختلف اور مقصود متحد ہے۔

بثوب من لم يكسه والمراد منه النهى عن التصرف فى مال الغير والتحكم على من لاولاية له عليه. (عون) مطلب یہ ہے کہ اس میں دوسرے پر بے جا زیادتی اور اس کی ملک میں تصرف کرنا ہے جو درست نہیں۔ لباس نہ پہنانے کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں مثلاً ایسا معتقد جسے کپڑا آپ نے پہنایا اور دیا نہیں اور وہ محسوس نہیں کرتا تو درست ہے اسی طرح ایک آدمی کو کپڑا تو کسی نے دیا ہے لیکن اب وہ مالک بننے کے بعد اسے ناپسند کرتا ہے کہ دینے والا اس سے ہاتھ صاف کرے تو یہ بھی منع ہوگا۔

حدیث ثانی: انما نهاه رسول اللهؐ لان هذا الفعل فيه اهانة للمجلس او حرمانا عن منافع المجلس. (بذل) اس اٹھانے اور دوسرے کے بیٹھنے میں پہلے آدمی کی اہانت اور مجلس سے نفع حاصل کرنے میں کمی یا محرومی ہے۔ فنهاه کی ضمیر مفعول کا مرجع جالس بھی ہو سکتا ہے اور جائی آنے والا بھی پہلے کو اٹھنے سے منع کیا اور دوسرے کو اس کی جگہ بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بذل)

(۱۹) بَابُ مَنْ يُؤْمَرُ أَنْ يُجَالِسَ

کس شخص کی صحبت میں بیٹھنا چاہئے؟

(۵۵۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِى يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِى لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ طَعْمُهَا طَيِّبٌ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِى يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْفَاجِرِ الَّذِى لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ طَعْمُهَا مُرٌّ وَلَا رِيحَ لَهَا وَمَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْهُ شَيْءٌ أَصَابَكَ مِنْ رِيحِهِ وَمَثَلُ جَلِيسِ السُّوْءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْكِيرِ إِنْ لَمْ يُصِبْكَ مِنْ سَوَادِهِ أَصَابَكَ مِنْ دُخَانِهِ.

''مسلم' ابان' قتادہ' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس مؤمن کی مثال جو کہ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے ایسی ہے جیسے کہ ترنج' اس کی بو بھی اچھی ہے اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے اور اس مؤمن کی مثال جو کہ قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا کھجور جیسی ہے اس کا ذائقہ عمدہ ہے اور اس کی خوشبو نہیں ہے اور اس فاسق شخص کی مثال جو کہ قرآن کریم پڑھتا ہے گلاب جیسی ہے کہ جس کی خوشبو عمدہ ہے اور ذائقہ کڑوا ہے اور اس فاسق کی مثال جو کہ قرآن کریم نہیں پڑھتا اندرائن کے پھل جیسی ہے اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے اور اچھے ساتھی کی مثال مشک والے جیسی ہے اگر اس میں سے تم کو کچھ نہ ملے تو خوشبو ہی سہی اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دھونکنے والا' اگر اس کی کالک سے تم بچ بھی جاؤ تو دھواں ہی لگ جائیگا۔''

(۵۵۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْكَلَامِ الْأَوَّلِ إِلٰى قَوْلِهٖ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وَكُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّ مَثَلَ جَلِيْسِ الصَّالِحِ وَسَاقَ بَقِيَّةَ الْحَدِيْثِ.

''مسدد' یحییٰ (دوسری سند) ابن معاذ' ان کے والد' شعبہ' قتادہ' حضرت انس' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے ابن معاذؓ نے کہا کہ ہم آپ سے میں کہتے تھے کہ اچھے ساتھی کی مثال' پھر بقیہ حدیث اسی طریقہ سے ہے۔''

(۵۶۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُبَيْلِ بْنِ عَزْرَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

''عبداللہ بن صباح' سعید بن عامر' شبیل بن عزرہ' حضرت انس بن مالکؓ نے آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

(۵۶۱) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ غَيْلَانَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ.

''عمرو بن عون' ابن مبارک' حیوۃ بن شریح' سالم' ولید' ابوسعید یا ابوالہیثم' حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن کے علاوہ کسی شخص کا ساتھ نہ رکھو اور تیرا کھانا پرہیزگار شخص کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔''

(۵۶۲) حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ وَأَبُوْ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ عَلٰى دِيْنِ خَلِيْلِهٖ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ.

''ابن بشار' ابوعامر' ابوداؤد' زہیر' موسیٰ بن وردان' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوگا۔ (تم اچھی طرح دیکھ لو کہ تم کس شخص سے دوستی کر رہے ہو؟)''

(۵۶۳) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِي ابْنَ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ.

''ابن بشار' ان کے والد' جعفر' یزید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ارواح منظم لشکر تھیں پھر جس میں باہمی طور پر وہاں (ایک دوسرے سے) شناخت تھی وہ تو دنیا میں ایک دوسرے سے الفت کرتے ہیں اور جن میں وہاں ناواقفیت تھی وہ لوگ دنیا میں بھی علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: وفی الحدیث ارشاد الی الرغبة فی صحبة الصلحاء والعلماء ومجالستهم، فانها

تنفع فی الدنیا والآخرۃ، والی الاجتناب عن صحبۃ الاشرار والفجار، فانھا تضر دینًا ودنیا.

اس میں اچھی صحبت میں رہنے اور بروں کی معیت سے بچنے کا ذکر ہے۔ اس پر پوری دنیا کا اتفاق ہے کہ صحبت اثر کرتی ہے جب پھل اور جانور تک ایک دوسرے سے رنگ اور ڈھنگ پکڑتے ہیں تو حساس اور صاحب الحواس انسان کیونکر متاثر نہ ہوگا۔ اس لیے تو شیخ سعدیؒ کا مشہور ترین قطعہ ہے۔ **صحبت صالح ترا صالح کند و صحبت طالح ترا طالح کند.** مار کا یار مارا ہی ہوتا ہے۔ یہی صحبت تو ہے جو صدیق کو جنت میں لے گئی اور ابو جہل کو جانب ثانی میں۔ اچھے اور برے ساتھی کی مثال اور اس کے مختلف اثرات متن وترجمہ سے واضح ہیں حدیث صحبت صالحین اختیار کرنے پر دلالت کر رہی ہے اور ہم سب کو اصلاح کی راہ دکھا رہی ہے۔ اشارات النص سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسک ومشک (جو ہرن کے ناف کا جما ہوا خون ہے) پاک ہے اور اس کا استعمال درست ہے۔ دم حرام کے حکم میں نہیں۔ جیسے حسن بصریؒ اور عطاؒ وغیرہ کا قول تھا اگرچہ بعد میں یہ حضرات بھی جمہور کے راجح مسلک کی طرف مائل ہوئے کہ مشک طیب وپاک ہے۔ اس کا استعمال خرید وفروخت اور عطاء وقبول ہدیہ درست ہیں۔ اسی پر اجماع ہے۔

حدیث رابع: **ولا یاکل طعاملث الاتقی. ای متورع.**

قال الخطابی: انما جاء ھذا فی طعام الدعوۃ دون طعام الحاجۃ..... فان المطاعمۃ توقع الالفۃ والمودۃ فی القلوب. (عون) یعنی اس سے مراد طعام دعوت اور اکرام کا کھانا ہے اس کی وجہ واضح ہے کہ باہم کھانے پینے سے الفت ومحبت پیدا ہوگی اور فساق وفجار اور اشرار کی صحبت تو دین ودنیا دونوں کو اجاڑ دیتی ہے۔ اس لیے فرمادیا۔

مجبوروں کو کھلانا: باقی ضرورت مند اور فقیر اگرچہ فاسق وفاجر اور کافر بھی ہو اسے بھوک کے وقت کھانا کھلانا درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یاد رہے کہ کافر کو صدقات واجبہ زکوۃ، صدقۂ فطر وغیرہ نہ دیں باقی اپنے طور پر نفلی صدقہ سے اعانت کریں درست ہے۔ اسی طرح قربانی کا گوشت کافر پڑوسی کو دینا درست ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ "**ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا**" (الدھر ۸) اور اس وقت قیدی کافر ہی تھے متقی نہ تھے۔

الطعام علی نوعین: اما ان یکون طعام مودۃ واخاء (ودعوۃ) او حاجۃ، فاذا کان طعام المودۃ والاخاء فینبغی ان یؤ اکلہ مؤمنا، واما طعام الحاجۃ (والفاقۃ) فھو عام. (بذل)

حدیث سادس: **الارواح جنود مجندۃ لانھا خلقت مجتمعۃ تم فرقت فی اجسادھا فمن وافق بشیمۃ ألفہ ومن باعدہ نافرہ وخالفہ وایضا وکانت الارواح قسمین متقابلتین، فاذا تلاقت الا جساد فی الدنیا ائتلفت واختلفت بحسب ما خلقت علیہ، فیمیل الاخیار الی الاخیار والاشرار الی الاشرار.** (عون)

ان میں روحوں کی تخلیق اور انواع کا ذکر ہے **الارواح جنود مجندۃ.** روحوں کے گروہ اور لشکر تھے۔

فما تعارف. عالم ارواح میں تمام روحیں اپنی مختلف عادات، صفات، حالات اور انواع کے ساتھ مجتمع تھیں۔ (۱) وہاں جن کی باہم مناسبت ہوئی اور ایک دوسرے کو پہچانا تو جسموں میں آنے اور سرایت کرنے کے بعد وہ تعارف سابقہ ظاہر ہوا اور یہاں عالم اجساد اور عالم دنیا میں بھی متعارف ہوئے اور جو وہاں منہ موڑے کھڑے تھے یہاں پشتیں دکھا رہے ہیں اور یہ تعارف وتناکر (اوپراپن) خلقت وجبلت کے اعتبار سے ہے۔ عادات مل گئیں تو دنیا میں بھی قارورہ مل گیا بھلے دور کے ہوں یا قریب کے۔ اس تعارف کی بنیاد عالم ارواح کی ملاقات وپہچان ہے۔ (۲) علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ خیر وشر صلاح وفساد کے

اعتبار سے مناسبت پیدا ہوئی۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ. (النور:۲۶) برے اعمال والوں نے اشرار کی طرف اور اچھے اعمال والوں نے ابرار کی طرف میلان کیا، اس صورت میں تعارف ومناسبت کا سبب عمل ہوگا۔ (۳) یہ احتمال بھی ہے کہ خلقت وسرایت اجسام سے پہلے روحیں آپس میں ملیں اور جسم میں آتے ہی اس ملاقات وعہد کو یاد کیا اور ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

سوال: اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ بعض لوگ پہلے محبت کرتے ہیں پھر نفرت اسی طرح بعضوں سے پہلے نفرت ہوتی ہے اور بعد میں الفت پیدا ہو جاتی ہے اگر عالم ارواح کے تعارف کا لحاظ رکھیں تو پھر تعارف نہ ہونے کی وجہ سے نفرت ہمیشہ کے لیے یا تعارف کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے الفت۔

جواب: محبت والفت کا ابتدائی سبب تو یہی عالم ارواح کی معرفت ہے بعد میں کسی عمل قبیح کی وجہ سے نفرت ہونا یہ امر طاری ہے بعد میں پیش آنے والا ہے۔ اسی طرح پہلے نفرت کی حرکت قبیح اور غلط عقیدہ کی وجہ سے پھر اصلاح کی وجہ سے محبت ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی کافر سے ایمان لانے کے بعد حالت ایمان میں محبت ہونا یہ بعد میں ہوا۔ حدیث کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جن کا تعارف ہوا ان کی اول ملاقات میں الفت ہوئی بعد میں کسی سبب سے نفرت ہو جائے اسی طرح وہاں جن سے اوپرا پن رہا ان سے یہاں دنیا میں آکر نفرت ہی تھی بھلے بعد میں ان کے کسی عمل واحسان کی وجہ سے محبت ہو بھی جائے، تو یہ حدیث کے منافی نہیں۔

فائدہ: ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ انسان کو اگر اہل اللہ سے نفرت یا کفار وفجار سے محبت ہو تو اس کے ازالے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بے جا نفرت اور بے جا محبت سے نجات پاکر اس ادراک وکیفیت کو برمحل استعمال کرے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ. تاکہ انجام اور آخرت میں حشر نیکوکاروں کے ساتھ ہو، غداروں کے ساتھ نہ ہو۔ جو عالم ارواح میں تو کہہ کر آئے: بَلٰی! اور یہاں کہہ رہے ہیں انا ربکم الاعلی یا معین الدین چشتی تیرا دے ہماری کشتی؟ العیاذ باللہ.

حدیث باب کا شان ورود: مکہ مکرمہ میں ایک مزاحی خاتون تھی وہ مدینہ میں بھی اپنے جیسی گپی مزاج عورت کے پاس آئی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: صدق حبی میرے محبوب ﷺ نے سچ فرمایا: پھر یہ حدیث سنائی الارواح.....

(۲۰) بَابٌ فِيْ كَرَاهِيَةِ الْمِرَآءِ

جھگڑے فساد کی ممانعت کا بیان

(۵۶۴) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِيْ بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا وَيَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابواسامہ' یزید' ان کے دادا ابوبردہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی شخص کو کسی کام پر روانہ فرماتے تو فرما دیتے نفرت نہ دلانا اور سہولت کرتے رہنا اور دشواری نہ ڈالنا' تنگ اور پریشان نہ کرنا۔''

(۵۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُهَاجِرِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَائِدِ السَّائِبِ عَنِ السَّائِبِ قَالَ

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوْا يُثْنُوْنَ عَلَيَّ وَيَذْكُرُوْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا أَعْلَمُكُمْ يَعْنِيْ بِهٖ قُلْتُ صَدَقْتَ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ كُنْتَ شَرِيْكِيْ فَنِعْمَ الشَّرِيْكُ كُنْتَ لَا تُدَارِيْ وَلَا تُمَارِيْ.

''مسدد' یحییٰ' سفیان' ابراہیم' مجاہد' قائد' حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور لوگ میرا تذکرہ اور میری تعریف کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہاری بہ نسبت اس کا زیادہ واقف ہوں میں نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ سچ فرماتے ہیں آپ میرے شریک تھے پھر آپ کتنے اچھے شریک تھے نہ آپ لڑائی کرتے اور نہ جھگڑا کرتے تھے۔''

تشریح: آداب گفتگو میں سے ایک ادب یہ ہے کہ بات چیت میں نزاع اور ناامیدی کے بجائے سہولت اور امید ہو کہ لوگ اور قریب ہوں اور ہدایت و بشارت اور رہنمائی حاصل کریں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ'' (البقرة:۱۸۵) اور ''وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ'' (آل عمران:۱۵۹) پہلی حدیث میں سہولت اور دوسری حدیث میں نہ جھگڑنے کا ذکر ہے جس سے باب کا عنوان معنون ہے۔ **بشروا مغفرته لا تنفروا اى لا تخوفوا بالمبالغة فى الانذار والاقناط.** مطلب یہ ہے کہ امید دلاؤ اور مت بدکاؤ اور ناامید ہرگز نہ کرو۔

(۲۱) بَابُ الْهَدْيِ فِي الْكَلَامِ

طریق گفتگو

(۵۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا جَلَسَ يَتَحَدَّثُ يُكْثِرُ أَنْ يَرْفَعَ طَرْفَهٗ إِلَى السَّمَاءِ.

''عبدالعزیز' محمد بن سلمہ' محمد بن اسحٰق' یعقوب بن علیہ' عمر بن عبدالعزیز' یوسف' حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب گفتگو کرنے کے لئے تشریف رکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر آسمان کی جانب نظر اٹھاتے۔''

(۵۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ شَيْخًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كَانَ فِيْ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ تَرْتِيْلٌ أَوْ تَرْسِيْلٌ.

''محمد بن علاء' محمد بن بشر' مسعر' ایک شخص' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف (یعنی واضح طور پر) گفتگو فرماتے تھے۔''

(۵۶۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُوْ بَكْرٍ ابْنَا أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أُسَامَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ كَلَامُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهٗ كُلُّ مَنْ سَمِعَهٗ.

''عثمان اور ابوبکر' وکیع' سفیان' اسامہ' زہری' عروہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ طریقہ سے علیحدہ علیحدہ (یعنی واضح الفاظ میں) گفتگو فرماتے کہ ہر ایک آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سمجھ لیتا تھا۔''

(۵۶۹) حَدَّثَنَا أَبُوْ تَوْبَةَ قَالَ زَعَمَ الْوَلِيْدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قُرَّةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كُلُّ كَلَامٍ لَا يُبْدَأُ فِيْهِ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ فَهُوَ أَجْذَمُ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ يُوْنُسُ وَعَقِيْلٌ وَشُعَيْبٌ وَسَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مُرْسَلًا.

''ابوتوبہ' ولید' اوزاعی' قرہ' زہری' ابوسلمہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جوگفتگو اللہ تعالیٰ کی تعریف سے شروع نہ کی جائے وہ ناقص اور اُدھوری ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس کو یونس' عقیل' شعیب' سعید بن عبدالعزیز' زہری نے آنحضرت ﷺ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ گفتگو کرنے والے کے قلب میں رجوع الی اللہ ہو اور ظاہری توجہ مجمع پر ہو پھر کلام واضح ہو اور صاف صاف آرام سے ایسی تیزی کہ جوش میں ہوش نہ رہے اور سمجھ نہ آسکے ایسا نہ ہو۔ آپ ؐ کے کلام میں وقار واطمینان ہوتا تھا اور گفتگو کا آغاز حمد وثنا سے۔ آپ ؐ کا آسمان کی طرف بار بار دیکھنا اشتیاق جبرائیل اور انتظار وحی کے لیے ہوتا تھا۔

(۲۲) بَابٌ فِيْ الْخُطْبَةِ

خطبہ کے بارے میں

(۵۷۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ.

''مسدد' موسیٰ بن اسماعیل' عبدالواحد بن زیاد' عاصم بن کلیب' ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا جس خطبہ میں تشہد نہ ہووہ ایسا ہے کہ جیسے کٹا ہوا ہاتھ (یعنی ایسا خطبہ نامکمل اور اُدھورا ہے)۔''

تشریح: حدیث اول: کل خطبة. خطبہ خا پر ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی خطبہ دینا اور بیان کرنا ہے یہ عربی میں بیان کے لیے بولا جاتا ہے اور خطاب اردو میں بیان پر بولا جاتا ہے۔ اور خطبہ خا کے کسرہ کے ساتھ کا معنی ہے پیغام نکاح دینا قرآن کریم میں ہے ''لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ''(البقرۃ:۲۳۵) تم پر پیغام نکاح اشارے سے دینے میں حرج نہیں۔
خطبہ کے آداب اور مندرجات: نورالایضاح میں خطبے کے آداب اور سنتوں میں درج ذیل چیزیں مذکور ہیں۔ (۱) خطبے کا آغاز حمد وثنا سے ہو۔ (۲) نبی ؐ پر درود پاک ہو۔ (۳) وعظ ونصیحت اور دنیا وآخرت میں کام آنے والی باتیں ہوں۔ (۴) قرآن پاک کی برمحل آیت کی تلاوت ہو۔ ایسا نہ ہو کہ خطبہ نکاح میں ''کل نفس ذائقة الموت، کل من علیها فان'' پڑھا جا رہا ہو جس غرض کے لیے خطبہ ہے اس کی مکمل ہدایات اور مسائل وفضائل ہوں مثلاً خطبہ عرفات میں امور حج، وقوف، طواف زیارت، قربانی، حلق وقصر، جمع بین الصلوٰتین اور خطبہ نکاح میں اس کے متعلقات بیان ہوں۔ مسلمان مردوں عورتوں اور زندوں مردوں سب کے لیے دعاء واستغفار ہو یہ بھی لکھا ہے کہ خطبہ معتدل ہو زیادہ لمبا نہ ہو۔ یہ تلخیص ہے خطبے کی بعض مندرجات کی جو نورالایضاح میں مذکور ہیں۔ اور خطبہ جمعہ کے متعلق اٹھارہ آداب وسنن مذکور ہیں ہم نے ان کا انتخاب کیا ہے جو تمام خطبوں میں مشترک ہیں۔ مزید ہر خطبے کی خصوصیات اس کے احکامات اور متعلقات ہیں جن کا خطیب کو اہتمام کرنا ضروری ہے۔ ''فهی کالید الجذماء ای المقطوعة

التی لا فائدة لها. کیونکہ جو چیز مقصود اصلی سے عاری ہو اسے کون کامل باور کرسکتا ہے۔

فائدہ مہمہ: اعلم ان السنة فی ابتداء جمیع الامور الحسنة ان یقول: بسم الله الرحمن الرحیم..... فالحاصل الافضل ان یقول: بسم الله الرحمن الرحیم بتمامه. (ابن قیمؒ ازعون) صاحب عون نے اس جگہ بطور فائدہ کے ابن القیم کی مفید ترین عبارت نقل کی ہے جس کا حاصل ہے کہ ہر اچھے نیک اور عمدہ کام کا آغاز بسم الله الرحمن الرحیم سے ہو اور پوری بسم اللہ پڑھی جائے۔

تفصیل: والتفصیل ان الاحادیث واردة فی التسمیة علی اربعة اقسام الاول: ما وقع فیه بسم الله الرحمن الرحیم تاما..... والثانی: ما وقع فیه لفظ بسم الله فقط..... والثالث: ما وقع فیه بسم الله مع زیادة معه من غیر لفظ الرحمن الرحیم والرابع. ما وقع فیه ذکر اسم الله من غیر تصریح بلفظ بسم الله الرحمن الرحیم ولا بلفظ بسم الله........ بسم اللہ کے متعلق منقول احادیث چار قسم کی ہیں۔

(۱) جس میں پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم منقول ہے حضرت علی کی مرفوع حدیث ہے: اذا وقعت فی ورطة فقل بسم الله الرحمن الرحیم اور حضرت عثمانؓ کی حدیث میں ہے "مرضت فکان رسول اللهؐ یعودنی فعودنی یوما، فقال: بسم الله الرحمن الرحیم اعیذك بالله الصمد الذی لم یلد ولم یولد"

(۲) وہ احادیث جن میں صرف بسم اللہ مروی ہے اور کچھ زیادتی نہیں مثلاً عمرو بن ابی سلمہ کی حدیث میں ہے "قل بسم الله وکل بیمینك" اور چند ابواب کے بعد باب لا یقال خبثت نفسی کی حدیث خامس میں اسامۃ بن عمیر کی حدیث آرہی ہے اس میں ہے "ولکن قل بسم الله فانك اذا قلت ذلك تصاغر حتی یکون مثل الذباب.

(۳) وہ احادیث جن میں بسم اللہ کے ساتھ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ دوسرے لفظ زائد ہیں مثلاً بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شیء فی الارض ولا فی السماء اور اذا وضعتم موتا کم فی القبر فقولوا: بسم الله وعلی ملة رسول الله، ابن عباسؓ کی حدیث ہے لو ان احدکم اذا اراد ان یاتی اهله، قال بسم الله اللهم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقتنا.

(۴) وہ احادیث جن میں اللہ کا نام لینے کا ذکر ہے بسم اللہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کوئی تصریح نہیں ہے مثلاً حدیث عائشہؓ میں ہے: "اذا اکل احدکم طعاما فلیذکر اسم الله" اور لا صلوة لمن لا وضوء له والوضوء لمن لم یذکر اسم الله علیه" حدیث جابرؓ میں ہے "اذا سمعتم نباح الکلب ونهیق الحمر باللیل، فتعوذوا بالله من الشیطان واذکروا اسم الله علیه" وغیر ذلك من الاحادیث الواردة فی هذا الباب.

جامع حدیث: ان سب کی جامع حدیث ابوہریرہؓ ہے: "عن النبیؐ انه قال: کل امر ذی بال لا یبدأ فیه بسم الله الرحمن الرحیم اقطع، اس حدیث پاک میں تصریح ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پوری ہر نیک کام کے شروع میں پڑھنی چاہیے۔ اور یہی بہتر ہے کہ بسم اللہ پوری پڑھیں کہ اس میں بسم اللہ اور اللہ کا ذکر سب آجاتے ہیں۔ ہاں جس موقع پر منصوص و منقول ہے اس میں صرف وہی پڑھیں جو مروی ہے۔ مثلاً ذبح کرتے وقت بسم الله الله اکبر اس میں کمی زیادتی نہ ہو اسی طرح جماع کے وقت کی دعاء میں جو الفاظ ابھی گذرے ہیں ان میں تفاوت نہ ہو اور مردے کو قبر میں رکھتے وقت جتنے الفاظ منقول ہیں اتنا ہی کہیں کھانے

کے آغاز میں "بسم الله وعلی برکة الله" اور درمیان میں بسم الله اوله وآخره، اس کے علاوہ جہاں پڑھیں پوری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں کہ یہی افضل ہے۔

(۲۳) بَابٌ فِیْ تَنْزِیْلِ النَّاسِ مَنَازِلَھُمْ

ہر ایک شخص کو اس کے درجہ پر رکھنا چاہئے

(۱۵۷) حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ إِسْمٰعِیلَ وَابْنُ أَبِیْ خَلَفٍ أَنَّ یَحْیَی بْنَ الْیَمَانِ أَخْبَرَھُمْ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ حَبِیْبِ بْنِ أَبِیْ ثَابِتٍ عَنْ مَیْمُوْنِ ابْنِ أَبِیْ شَبِیْبٍ أَنَّ عَائِشَةَ مَرَّ بِھَا سَائِلٌ فَأَعْطَتْهُ کِسْرَةً وَمَرَّ بِھَا رَجُلٌ عَلَیْهِ ثِیَابٌ وَھَیْئَةٌ فَأَقْعَدَتْهُ فَأَکَلَ فَقِیْلَ لَھَا فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَھُمْ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدِیْثُ یَحْیٰی مُخْتَصَرٌ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ مَیْمُوْنٌ لَمْ یُدْرِكْ عَائِشَةَ.

"یحیٰی، ابن ابی خلف، یحیٰی بن یمان، سفیان، حبیب، حضرت میمون بن ابی شبیب سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے ایک بھیک مانگنے والا شخص گزرا انہوں نے اس شخص کو روٹی کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا پھر کپڑے پہنے ہوئے ایک معقول صورت شخص گزرا تو انہوں نے اس شخص کو بٹھا کر (کھانا وغیرہ) کھلایا، لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ہر ایک انسان کو اس کے درجہ پر رکھو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میمون نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا۔"

(۲۵۷) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاھِیْمَ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُمْرَانَ أَخْبَرَنَا عَوْفُ بْنُ أَبِیْ جَمِیْلَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ عَنْ أَبِیْ کِنَانَةَ عَنْ أَبِیْ مُوْسَی الْأَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللّٰهِ إِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَةِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْهِ وَالْجَافِیْ عَنْهُ وَإِکْرَامَ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ.

"اسحق بن ابراہیم، عبداللہ بن حمران، عوف بن ابی جمیلہ، زیاد بن مخراق، ابوکنانہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہے سفید بالوں والے مسلمان کا اکرام کرنا اور ایسے حامل قرآن کی عزت کرنا جو قرآن میں غلو اور کمی نہ کرتا ہو اور اس حکمران کی تعظیم کرنا جو کہ انصاف کرنے والا ہو۔"

تشریح: یہاں سے چند ابواب میں مجلس کے آداب ذکر ہو رہے ہیں کہ مجلس میں آنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ اور موجودین کیا رویہ اپنائیں اور مجلس میں کونسی بات مفید اور کونسی مضر ہے وغیرہ۔

مجلس کے آداب: (۱) پہلی بات یہ ہے کہ واردین اور مجلس میں آنے والے مندوبین وشرکاء کے مراتب کا ضرور خیال رکھا جائے مرتبے علم وعمل کے اعتبار سے ہو یا ظاہری اشیاء اور ہنر کے اعتبار سے بہر دوصورت اس کا خیال رہے، ہوسکتا ہے یہی اچھا برتاؤ اور اکرام دعوت الی العمل کا کام دے اور اگلے کی زندگی ہی بدل جائے، اس لیے ہمیں صرف اپنے آدمیوں کا احترام نہیں بلکہ آنے والوں کا خیال کرنا چاہیے۔ ہاں چاپلوسی اور خوشامد نہ ہو اور کسی مبتدع اور علی الاعلان فسق وفجور کے مرتکب کی زیادہ تکریم نہ ہو کہ یہ اعانت علی المعصیة کے زمرے میں شمار ہوگی۔ (۲) اسی طرح بڑوں اور چھوٹوں میں بھی فرق ومرتبے کا خیال رہے ایسا ہرگز نہ ہو کہ سفید ریش زمین پر اور لونڈا قالین وکرسی پر۔ (۳) مجلس میں آنے والے کے لیے یہ ادب اور حکم ہے کہ بلا اجازت مت گھسے بلکہ

اجازت سے مجلس میں شریک ہواور دوآدمیوں کے درمیان نہ بیٹھے بن بلائے شریک ہونے والے کے لیے غاصب وسارق کی وعید اطمعہ میں گذر چکی ہے۔ (۴) مجلس میں جہاں گنجائش ہواور بسہولت جگہ ملے بیٹھ جائے صدر مقام اور نمایاں جگہ پر بیٹھنے کے لیے گردنیں پھلانگ کر ایذاء کا مرتکب نہ ہو۔ وہی آواز اور کھانا یہاں بھی پہنچ جائے گا۔ (۵) مجلس میں اس انداز سے نہ بیٹھے کہ اس کمرے اور قالین وچاندنی اور چٹائی پر کسی اور کے لیے گنجائش نہ رہے بلکہ پر اطمینان سمٹ کر بیٹھے ہاں زیادہ تنگ بھی نہ ہو کہ پہلو ہی نہ بدل سکے۔ (۶) پہلے سے موجود حاضرین مجلس میں آنے والوں کے لیے حتی المقدور جگہ بنانے کی کوشش کریں نہ یہ کہ دور سے پکار اٹھیں بس بس یہ کمرہ تو بھر گیا حالانکہ صرف اڑھائی آدمی بیٹھے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: **يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ.** (مجادلۃ:۱۱)

''اے ایمان والو! جب تمہیں مجلس میں کشادگی کو کہا جائے تو کشادگی کرلو اللہ تعالیٰ (جنت میں) تمہارے لیے کشادگی فرما دیں گے۔'' (۷) گفتگو کرنے والا اتنی آواز اور اس انداز سے بات کرے کہ تمام سامعین تک پہنچے اور سب سمجھ سکیں۔ (۸) کسی کی طرف بلا عذر اور مجبوری کے ٹانگیں سیدھی نہ کرے اور پاؤں نہ پھیلائے معذور حسب سہولت بیٹھ سکتا ہے۔ (۹) ایسی چیز کھا کر مجلس میں نہ آئے جس کی بدبو سے حاضرین کو ایذاء پہنچے اور مجلس میں بھی ایسی حرکت نہ کرے کہ سگریٹ پینے لگے کہ سب دھویں سے پریشان ہوں۔ (۱۰) اگر شرکاء مجلس میں سے کسی حاجت کے لیے کوئی اٹھ کر جائے مثلاً پانی پینے، وضو کرنے، یا ناک صاف کرنے کے لیے تو اس کی جگہ پر قبضہ نہ کریں اور اسے بھی چاہیے کہ کوئی کپڑا رومال تسبیح وغیرہ اپنی جگہ پر رکھے تا کہ دوسروں کو اس کی واپسی کا اندازہ ہو۔ اور بھی بہت سارے آداب ہیں جن کو حضرت تھانویؒ نے ''تعلیم الدین'' میں جمع کیا ہے جو راقم کی تسہیل وترجمہ کے ساتھ ''مکتبہ المقیت'' سے طبع ہو چکی ہے۔

(۲۴) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

کوئی شخص دوآدمیوں کے درمیان ان کی بلا اجازت نہ بیٹھے

(۵۷۳) **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا عَامِرُ نِ الْأَحْوَلُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يُجْلَسُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا.**

''محمد بن عبید' احمد بن عبدۃ' حماد' عامر' حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص دوآدمیوں کے درمیان بلا اجازت گھس کر نہ بیٹھے۔''

(۵۷۴) **حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدِ نِ اللَّيْثِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا.**

''سلیمان بن داؤد' ابن وہب' اسامہ' حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کسی آدمی کے لئے درست نہیں کہ بلا اجازت دو شخصوں کو علیحدہ کردے۔''

(۲۵) بَابٌ فِيْ جُلُوْسِ الرَّجُلِ

کس طرح بیٹھنا چاہیے؟

(۵۷۵) حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ رُبَيْعِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ احْتَبٰى بِيَدِهِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ.

''سلمہ بن شبیب' عبداللہ' اسحٰق بن محمد' ربیع بن عبدالرحمٰن' ان کے والد' ان کے دادا' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے اِحْتِبَاء فرما لیتے۔امام ابوداؤد ✱ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابراہیم حدیث کے انکار کرنے والے ایک شیخ ہیں۔''

(۵۷۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ وَمُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَتْنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ وَدُحَيْبَةُ ابْنَتَا عُلَيْبَةَ قَالَ مُوْسٰى بِنْتِ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَبِيبَتَيْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُمَا أَنَّهَا رَأَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَاعِدٌ نِ الْقُرْفُصَاءَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ الْمُخْتَشِعَ وَقَالَ مُوْسٰى الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ.

''حفص بن عمر' موسیٰ بن اسماعیل' عبداللہ بن حسان' صفیہ' دُحیبہ' بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قُرْفُصَاءِ کے طور پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ عاجزی' انکساری فرمانے والے تھے تو میں خوف سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے) گزر گئی۔(قرفصاء اس نشست کو کہتے ہیں کہ جس میں احتباء (اس لفظ کا مفہوم اُوپر کی حدیث میں ہے) کے طریقہ پر بیٹھنا ہو اور دونوں ہاتھ پر وزن دینا یا دونوں گھٹنے کے زور پر بیٹھنا اور دونوں ران کو پیٹ سے ملانا اور دونوں ہتھیلی کو بغلوں کے نیچے کرنا ہوتا ہے)۔''

تشریح: القرفصاء: اس کا مطلب ہے کہ آدمی بیٹھے اس طرح کہ سرینیں ٹکی ہوئی ہوں پنڈلیاں سیدھی ہوں اور دونوں ہاتھ آپس میں ملائے ہوئے ہیں کہ متفکر اور سوچ و بچار میں مستغرق شخص یوں بیٹھتا ہے۔اس میں عاجزی بھی ہے اور چستی بھی اور یہ عرب کی مشہور بیٹھک ہے ذیل کی عبارت واضح ہے۔ **القرفصاء بضم القاف ان یجلس علی الیتیه، ویلصق فخذیه ببطنه، ویحتبی بیدیه، یضعهما علی ساقیه، ویتکی علی الرکبتین......... وهذه جلسة الاعراب، ولا یدری انهٗ فی ای حال کان فی ذلك الوقت.** (لمعات)

تین میں سے دو کی سرگوشی منع ہے۔اگر تین آدمی ایک جگہ یا سفر میں ہوں تو دو کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ الگ ہو کر بات چیت کرنے میں لگیں کہ اس میں تیسرے کے لیے تکلیف ہے اور اندیشہ ہے کہ اسے نقصان پہنچانے کی سوچ رہے ہیں ہاں اگر چار ہیں تو پھر دو کی سرگوشی بالکل درست ہے کہ دوسرے بھی تو دو ہوں گے۔

(۲۶) بَابٌ فِي الْجِلْسَةِ الْمَكْرُوهَةِ

ناپسندیدہ نشست

(۵۷۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ الشَّرِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جَالِسٌ هٰكَذَا وَقَدْ وَضَعْتُ يَدِيَ الْيُسْرٰى خَلْفَ ظَهْرِي وَاتَّكَأْتُ عَلٰى أَلْيَةِ يَدِي فَقَالَ أَتَقْعُدُ قِعْدَةَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ.

''علی بن بحر، عیسیٰ بن یونس، ابن جریج، ابراہیم، عمرو، حضرت شرید بن سوید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں اس طریقہ سے بیٹھا کرتا تھا کہ میرا بایاں ہاتھ پیٹھ پر رکھا تھا اور میں ایک ہاتھ کے انگوٹھے پر سہارا لگائے ہوئے تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو کہ جن پر غضب الٰہی نازل ہوا۔''

(۲۷) بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

بعد عشاء گفتگو کرنے کا بیان

(۵۷۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عَوْفٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ النَّوْمِ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثِ بَعْدَهَا.

''مسدد، یحییٰ، عوف، ابوالمنہال، حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز عشاء سے قبل سونے اور بعد عشاء باتیں کرنے کی ممانعت فرماتے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: ینھی عن النوم قبلھا والحدیث بعدھا. اس ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ نماز فوت نہ ہو عشاء کی نہ فجر کی اگر مغرب کے بعد سو گئے تو عشاء کے لیے اٹھنا دشوار اور اگر عشاء کے بعد بات چیت اور خوش گپیوں میں لگے رہے (اور خدانخواستہ اسکرین پر بیٹھے رہے) تو صبح کی نماز کے لیے بیدار ہونا ناگوار اس لیے امر ارشادی فرمایا کہ عشاء سے پہلے سونا نہیں اور عشاء کے بعد جاگنا نہیں تاکہ تہجد اور نماز فجر کی عادت اور حفاظت ہو۔

عشاء سے پہلے سونا: اگر آدمی دن کو نہ سو سکا ہو یا سفر سے تھکا ہوا آیا ہو اور عشاء کی نماز کے لیے اٹھانے والے کا انتظام ہو تو پھر عذر اور بلا عذر دونوں صورتوں میں پہلے سونا درست ہے بشرطیکہ بیدار ہونے کا پختہ عزم اور یقین ہو اگر طبیعت ایسی ہے کہ ایک مرتبہ نیند آنے کے بعد اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تو پھر بہتر بلکہ ضروری ہے کہ نہ سوئیں تاکہ نماز عشاء نہ کھوئیں اور نماز پڑھ کر سو جائیں۔ اصل مقصود نماز کی حفاظت ہے سونے سے روکنا نہیں۔

عشاء کے بعد تعلیم و تعلم اور تکرار: علماء نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ عشاء کے بعد فضول گفت وشنید سے ممانعت ہے پڑھنا پڑھانا اور تکرار و مطالعہ اور دینی مسائل پر بحث و مباحثہ اور گفتگو درست ہے۔ ہاں اگر رات کو دو بجے اہمیت نما۔ پر بیان فرمائیں گے۔ تو

یقیناً فجر کی نماز قضاء ہوگی اس لیے تقریبات اور جلسوں میں بھی اس کا اہتمام رہے اور اتنی زیادہ تاخیر نہ ہو جس سے نماز صبح ضائع ہو یا پھر حضرت شاہ جی بخاریؒ کی طرح عشاء کے بعد سے صبح صادق تک بیان ہو اور فجر پڑھ کر آرام ہو۔

(۲۸) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَجْلِسُ مُتَرَبِّعًا

آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کا بیان

(۵۷۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِي مَجْلِسِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابوداؤد' سفیان' سماک' حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر پڑھ کر چارزانو پر بیٹھتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔''

(۲۹) بَابٌ فِي التَّنَاجِي

سرگوشی کرنے کا بیان

(۵۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِ فَإِنَّ ذَلِكَ يُحْزِنُهُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابومعاویہ' اعمش (دوسری سند) مسدد' عیسیٰ' اعمش' شقیق' حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا دو شخص اپنے تیسرے ساتھی کو نظر انداز کر کے کانا پھونسی (سرگوشی) نہ کریں اس لئے کہ اس سے اس کو تکلیف ہوگی (کہ گفتگو میں مجھے کس وجہ سے شریک نہیں کیا)''

(۵۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِثْلَهُ قَالَ أَبُو صَالِحٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ فَأَرْبَعَةٌ قَالَ لَا يَضُرُّكَ.

''مسدد' عیسیٰ' اعمش' ابوصالح' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طریقہ سے مروی ہے۔ ابوصالح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے میں نے معلوم کیا اگر چار آدمی ہوں تو انہوں نے جواب دیا کوئی حرج نہیں۔''

(۳۰) بَابٌ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ

کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر گیا اور دوبارہ آ گیا

(۵۸۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَالِسًا وَعِنْدَهُ غُلَامٌ فَقَامَ ثُمَّ رَجَعَ فَحَدَّثَ أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسٍ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' سہیل بن حضرت ابی صالح سے مروی ہے کہ میں اپنے والد کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہاں پر ایک لڑکا بھی موجود تھا وہ شخص اُٹھ کر گیا پھر واپس آیا تو میرے والد صاحب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان فرمائی' انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کی کہ جب کوئی شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو اور پھر وہ واپس آئے تو وہی شخص اس جگہ کا حق دار ہے۔''

(۵۸۳) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ الْحَلَبِيُّ عَنْ تَمَّامِ بْنِ نَجِيحٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ الْإِيَادِيِّ قَالَ كُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَامَ فَأَرَادَ الرُّجُوعَ نَزَعَ نَعْلَيْهِ أَوْ بَعْضَ مَا يَكُونُ عَلَيْهِ فَيَعْرِفُ ذَلِكَ أَصْحَابُهُ فَيَثْبُتُونَ.

''ابراہیم بن موسیٰ' مبشر' تمام' کعب ایادی' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ بیٹھتے اور آپ ﷺ کے گرد ہم لوگ بھی بیٹھتے پھر آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور آپ ﷺ کا واپس تشریف لانے کا ارادہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنے جوتے اُتار کر رکھ جاتے یا آپ ﷺ کوئی دوسری چیز (وہاں پر) رکھ جاتے آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سمجھ جاتے (کہ آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائیں گے) لہٰذا وہ وہیں پر ٹھہر جاتے۔''

(۳۱) بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللَّهَ تَعَالَى

آدمی کا کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کئے بغیر اُٹھ جانا مکروہ ہے

(۵۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ مِثْلِ جِيفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ لَهُمْ حَسْرَةً.

''محمد بن صباح' اسماعیل بن زکریا' سہیل بن ابی صالح' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو لوگ کسی جگہ پر (بیٹھ کر پھر اس جگہ سے) کھڑے ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں تو وہ لوگ گویا مردہ گدھے کے پاس سے اُٹھے اور یہ بیٹھنا ان لوگوں کے لئے (قیامت کے روز) حسرت کا باعث ہوگا۔''

(۵۸۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ.

''قتیبہ بن سعید' لیث' ابن عجلان' سعید مقبری' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی جگہ بیٹھے اور وہ اس نشست میں ذکر الٰہی نہ کرے تو اس کو (قیامت کے دن) شرمندگی ہوگی اور اگر وہ کسی جگہ لیٹے (آرام کرے) اور اس جگہ ذکر الٰہی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو شرمندگی ہوگی۔''

(۳۲) بَابٌ فِي كَفَّارَةِ الْمَجْلِسِ

مجلس کا کفارہ

(۵۸۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدِ بْنِ

الْمَقْبُرِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ كَلِمَاتٌ لَا يَتَكَلَّمُ بِهِنَّ أَحَدٌ فِيْ مَجْلِسِهِ عِنْدَ قِيَامِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَّا كُفِّرَ بِهِنَّ عَنْهُ وَلَا يَقُوْلُهُنَّ فِيْ مَجْلِسِ خَيْرٍ وَمَجْلِسِ ذِكْرٍ إِلَّا خُتِمَ لَهُ بِهِنَّ عَلَيْهِ كَمَا يُخْتَمُ بِالْخَاتَمِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ.

''احمد بن صالح' ابن وہب' عمرو' سعید بن ابی ہلال' سعید بن ابی سعید' حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چند کلمات ہیں جو شخص ان کلمات کو مجلس سے اُٹھتے وقت پڑھے گا تو وہ (مجلس میں کیے گئے گناہوں کا) کفارہ بن جائیں گے اور اگر نیک کام یا ذکر الٰہی کی مجلس میں ان کلمات کو کہے تو وہ کلمات مُہر کے مانند خاتمہ بن جائیں گے جس طرح تحریر پر آخر میں مہر ہوتی ہے وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ.''

(۵۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِيْ بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ عَمْرٍو عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

''احمد بن صالح' ابن وہب' عمرو اور اسی طریقہ سے عبدالرحمٰن بن ابی عمرو' مقبری' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

(۵۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَرْجَرَائِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى أَنَّ عَبْدَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَهُمْ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ هَاشِمٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ بِأَخَرَةٍ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّكَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا كُنْتَ تَقُوْلُهُ فِيْمَا مَضٰى فَقَالَ كَفَّارَةٌ لِمَا يَكُوْنُ فِي الْمَجْلِسِ.

''محمد بن حاتم' عثمان بن ابی شیبہ' عبدہ بن سلیمان' حجاج بن دینار' ابو ہاشم' ابو العالیہ' حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اُٹھنے کا ارادہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ﷺ یہ کلمات جو کہتے ہیں پہلے تو یہ نہیں فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ان اُمور کا کفارہ ہیں جو کہ مجلس میں پیش آئے۔''

تشریح: یہ بھی مجلس کے آداب کے تتمہ میں سے ہے کہ آخر میں ایسے کلمات کہہ دیں کہ اگر حاضرین مجلس میں سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو وہ معاف کر دیں یہ تو حقوق العباد میں حق تلفی کی تلافی ہوئی اور حقوق اللہ میں کوتاہی پر بھی توبہ اور معافی مانگنی چاہیے کہ ''کیا پتا زندگی کو کس گلی میں شام ہو جائے۔'' اس کا سہل ترین طریقہ باب کی احادیث میں ہے کہ یہ کلمات پڑھ لیں تو صغائر معاف ہو جائیں گے اور کبائر سے توبہ اور اجتناب کی توفیق ہوگی۔ اسی طرح تیسرا کلمہ اور صورۃ الصافات کی آخری آیات کے متعلق بھی روایات میں منقول ہے۔ اس لیے کوشش ہو کہ وقتاً فوقتاً ان میں سے ہر ایک پر عمل ہو اور سب کو جمع کر لیں تو یہ سونے پہ سہاگہ ہے۔

ورواه الطبرانی فی الکبیر..... ما جلس رسول اللّٰہ مجلسا قط، ولا تلاقرآنا، ولا صلی الاختم. ذلك بكلمات، قال: نعم: من قال خیرا ختم له طابع علی ذلك الخیری ومن قال بشر کن له کفارة. (عون) اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ہر مجلس میں ان کلمات کا اہتمام فرماتے پھر دوسری بات یہ ہے کہ اگر نیک بات کہی تو اس پر یہ بھلائی کی مہر ہے اور اگر کوئی لغزش سرزد ہوئی تو یہ اس کے لیے کفارہ اور مداوا ہے۔ واللہ اعلم

(۳۳) بَابٌ فِيْ رَفْعِ الْحَدِيْثِ مِنَ الْمَجْلِسِ

شکایت لگانے کی ممانعت کا بیان

(۵۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْوَلِيْدِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَنَسَبَهُ لَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حُسَيْنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ الْوَلِيْدُ ابْنُ أَبِيْ هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يُبَلِّغُنِيْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِيْ عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّيْ أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ.

''محمد بن یحییٰ بن فارس' فریابی' اسرائیل' ولید (دوسری سند) زہیر بن حرب' حسین بن محمد' اسرائیل' ولید' زید بن زائد' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص میرے پاس دوسرے صحابی کی طرف بطور (شکایت) کوئی بات نہ پہنچائے اس لئے کہ میں چاہتا ہوں (میں) تم لوگوں کے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔''

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی مجلس اور دوست احباب میں بیٹھتا ہے اور ظاہر ہے مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہو جاتی ہیں جن میں سے کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو ناگوار گزرتی ہیں اور انسان کے دل کو ٹھیس پہنچاتی ہیں اور مزاج کے خلاف ہوتی ہیں تو ایسی باتیں اوپر پہنچانا اور ہر چھوٹی بڑی بات سربراہ کو بتانا مناسب نہیں کہ اس کا قلب متوحش اور طبیعت مکدر ہوگی بلکہ کوشش رہے کہ اصلاح ہو جائے اور ہر بات اوپر نہ پہنچے اس لیے آپ نے فرمایا ہر صحابی کی ہر چھوٹی موٹی بات مجھ تک مت پہنچاؤ۔ اگر بالکل خلاف شرع کام کسی سے سرزد ہوا اور وہ توبہ کر کے باز بھی نہ آئے تو پھر اس کی اطلاع بغرض اصلاح ضروری دینی چاہیے۔

(۳۴) بَابٌ فِيْ الْحَذَرِ مِنَ النَّاسِ

لوگوں سے پرہیز کرنے کا بیان

(۵۹۰): حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا نُوْحُ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ سَيَّارِ نِ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْهِ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ عِيْسٰى بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْفَغْوَاءِ الْخُزَاعِيِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَنِيْ بِمَالٍ إِلٰى أَبِيْ سُفْيَانَ يَقْسِمُهُ فِيْ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ بَعْدَ الْفَتْحِ فَقَالَ الْتَمِسْ صَاحِبًا قَالَ فَجَائَنِيْ عَمْرُو ابْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ فَقَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ تُرِيْدُ الْخُرُوْجَ وَتَلْتَمِسُ صَاحِبًا قَالَ قُلْتُ أَجَلْ قَالَ فَأَنَا لَكَ صَاحِبٌ قَالَ فَجِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قُلْتُ قَدْ وَجَدْتُ صَاحِبًا قَالَ فَقَالَ مَنْ قُلْتُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيُّ قَالَ إِذَا هَبَطْتَ بِلَادَ قَوْمِهِ فَاحْذَرْهُ فَإِنَّهُ قَدْ قَالَ الْقَائِلُ أَخُوْكَ الْبِكْرِيُّ وَلَا تَأْمَنْهُ فَخَرَجْنَا حَتّٰى إِذَا كُنْتُ بِالْأَبْوَاءِ قَالَ إِنِّيْ أُرِيْدُ حَاجَةً إِلٰى قَوْمِيْ بِوَدَّانَ فَتَلَبَّثْ لِيْ قُلْتُ رَاشِدًا فَلَمَّا وَلّٰى ذَكَرْتُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَدَدْتُ عَلٰى بَعِيْرِيْ حَتّٰى خَرَجْتُ أُوْضِعُهُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ بِالْأَصَافِرِ إِذَا هُوَ يُعَارِضُنِيْ فِيْ رَهْطٍ قَالَ وَأَوْضَعْتُ فَسَبَقْتُهُ فَلَمَّا رَآنِيْ قَدْ فُتُّهُ انْصَرَفُوْا وَجَائَنِيْ فَقَالَ كَانَتْ لِيْ إِلٰى قَوْمِيْ حَاجَةٌ قَالَ قُلْتُ أَجَلْ وَمَضَيْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَدَفَعْتُ الْمَالَ إِلٰى أَبِيْ سُفْيَانَ.

''محمد بن یحییٰ بن فارس' نوح' ابراہیم' ابن اسحٰق' عیسیٰ' حضرت عبداللہ بن عمرو فغواء خزاعی سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے بلایا آپ مجھے کچھ مال دے کر ابوسفیان کے پاس بھیجنا چاہتے تھے تاکہ وہ اس مال کو مکہ میں فتح مکہ کے بعد قریش میں تقسیم کر دیں۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دوسرا ساتھی تلاش کر لو۔ میرے پاس حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے میں نے سنا ہے کہ تم مکہ معظمہ جانا چاہتے ہو اور کسی ساتھی کی تلاش کر رہے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کون شخص (ملا ہے) میں نے کہا عمر بن اُمیہ ضمری۔ آپ نے فرمایا جس وقت تم اس کی قوم کے ملک میں پہنچو تو تم ذرا بچ کر جانا (یعنی ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے خلاف سازش کر کے تم کو قتل نہ کرا دیں) اس لئے کہ ایک شخص کا قول ہے کہ اپنے حقیقی بھائی سے مطمئن نہیں ہونا چاہئے۔ عمرو بن فغواء نے کہا پھر ہم لوگ نکلے (یعنی چل دیئے) جب ہم لوگ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع مقام ابواء میں پہنچے تو حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری نے کہا کہ میں ایک ضرورت کی بناء پر اپنی قوم کے پاس (مقام) ودان میں جا رہا ہوں تو تم میرا انتظار کرنا میں نے کہا خوشی سے جاؤ جب وہ چلا گیا تو مجھے آنحضرت ﷺ کا فرمان یاد آیا۔ میں اپنے اُونٹ پر سوار ہوا اور اس کو زور سے (یعنی تیزی سے) دوڑاتا ہوا نکل آیا۔ جب میں (مقام) اصافر میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ عمرو بن اُمیہ ضمری اپنی قوم کے کچھ لوگوں کو لئے ہوئے میرے مقابلہ کے لئے آ رہا ہے۔ میں نے اُونٹ کو اور زیادہ دوڑا دیا یہاں تک کہ میں ان سے بہت زیادہ آگے نکل گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں اس کی پہنچ سے باہر ہو گیا ہوں تو ان کے ساتھی واپس ہو گئے اور وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ مجھے اپنے لوگوں سے کچھ کام تھا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کام ہوگا۔ پھر ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ مکہ معظمہ میں پہنچ گئے اور وہ مال ابوسفیان کے حوالے کیا۔''

(۵۹۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ.

''قتیبہ' لیث' عقیل' زہری' حضرت سعید بن مسیب' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ (یعنی ایک مرتبہ دھوکہ کھانے کے بعد دوبارہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔ ایمان کا تقاضا یہی ہے)۔''

تشریح: **والحاصل انه لا ینبغی ان یعتمد حق الاعتماد فی السفر علی کل احد من الناس، لان النیة قد تبدل بادنی احوال، وتتغیر باقل شئی فلا یعتبر بها، بل لابد لکل عابر سبیل ان یراعی حاله، ویحفظ متاعه، ولا یتکل علی غیره.** (عون) اس باب کا خلاصہ اور مقصد یہ ہے کہ انسان حضر اور گھر کی طرح سفر میں بھی چاق و چوبند اور باخبر و چوکنا رہے ہر کسی سے دوستی اور ہر کس و ناکس پر اعتماد و بھروسہ مت کرے اور اپنے سامان سفر بالخصوص جیب کی نوعیت مت بتائیے۔ اور نہ ہی بے جا سخاوت و شیخی دکھائے کہ کسی وقت بھی نیت میں فساد اور کھوٹ آ سکتا ہے اور مال تو ایسی چیز ہے کہ اس پر کسی وقت بھی دل پھر سکتا ہے اور ساری صحبت و محبت عداوت میں بدل سکتی ہے اور خدمت مضرت کا روپ دھار سکتی ہے اور اکرام انتقام کا بھیس بدل سکتا ہے اور شیطان اپنا کام دکھا سکتا ہے اس لیے سفر اور رفیق سفر کے بارے میں محتاط رہیں اور اللہ تعالیٰ سے عافیت و راحت مانگتے رہیں ہاں بد اخلاقی اور ترش روئی کی ضرورت و اجازت نہیں لیکن دوستی کی بھی چنداں حاجت نہیں۔ بس اس انداز سے سفر کریں کہ کسی کو گزند پہنچائیں نہ نقصان اٹھائیں اور دوسرے کی گٹھڑی کے پیچھے اپنی جوتیاں نہ گنوائیں۔ پورے سفر میں اول تا آخر دعاؤں کا اہتمام رہے اور اردگرد کے ماحول و افراد سے باخبر رہیں۔ **اللھم یسر لنا ھذا السفر واحفظنا من کل الشر و صاحب المکر.**

حدیث اول: عمرو بن فغوی خزاعیؓ کو آپؐ نے فتح مکہ کے بعد ابوسفیان اور دیگر نومسلموں کے لیے مال دیا اور فرمایا اکیلامت جانا کوئی رفیق وہمراہی تلاش کرلو۔ تو عمرو بن امیہ ضمری نے اظہار کیا کہ تجھے ساتھی ضرورت ہے تو میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں جب آپؐ کو اطلاع ہوئی تو ابن فغوی سے فرمایا اسے ساتھ لے جاؤ لیکن جب اس کے قبیلے والے علاقے سے گذرو تو ہوشیار رہنا۔

اخوك البكرى بكسر الباء اول ولد الابوين اى اخوك شقيقك احذره. بکری با کے کسرے کے ساتھ ہے۔ پہلا بچہ۔ یہاں مراد سگا بھائی ہے اور یہ تحذیر کا لطیف وبلیغ عربی مقولہ اور انداز ہے اپنے سگے بھائی سے بچنا سوتیلے اور اجنبیوں سے تو بطریق اولیٰ بچنا چاہیے کہ موقع پا کر ڈس نہ لیں اور مشہور ہے کہ بچھو سے کسی نے پوچھا تھا تم اپنے دوست کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو؟ تو اس نے کہا میری دم پر ہاتھ رکھوابھی بتائے دیتا ہوں یعنی موقع پاتے ہی ڈس لیتا ہوں۔

ترکیب: اخوک موصوف البکری صفت موصوف صفت سے مل کر مبتداء یخاف منہ محذوف جملہ اس کی خبر ہے۔

نکتہ: علامہ خطابی نے کہا ہے ڈرانے اور کسی کے زک پہنچانے سے بچانے کے لیے یہ عرب میں مشہور مقولہ ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایسی بدگمانی جو حفاظت وسلامتی کی غرض سے ہو اور مخاطب کو سمجھانا مقصود ہو کہ سنبھل کر رہنا ایسی بدگمانی درست ہے اور اس پر گمان کرنے والا آثم نہ ہوگا۔ **حتى اذا كنت بالابواء.**

ابواء: یہ جحفہ سے تیئس میل کے فاصلے پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑ ہے اور اتنا ہی فاصلہ مدینے سے ہے۔ (عون)

ودان: یہ جحفہ کے قریب ایک بڑی بستی اور قصبہ ہے۔ **قلت راشدا اى سر راشدا** اس کا فعل محذوف ہے۔ جیسے ہم نے ھدایۃ النحو میں حال کی بحث میں پڑھا ہے۔ سالما، غانما، خیر نال جا۔ **فشددت على بعيرى** میں نے اپنا کجاوا کسا شدرحال مشہور جملہ اور اس میں معروف فقہی اختلاف ہے۔ **كنت بالاصافر.** یہ اصفر کی جمع ہے مدینے کی قریب بدر کے راستے میں آتا ہے۔ سرخ پہاڑ **جبل احمر بقرب المدينة. اذا هو يعارضنى فى رهط.** یہ اذا مفاجاتیہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس کا اندیشہ اور گمان تھا وہ آنکھوں دیکھا ہو گیا لیکن یہ پہلے سنبھل چکے تھے اس لیے ان کے ہاتھ نہ لگے اور آپؐ کی بات پر عمل کر کے ان سے نجات پا گئے اور کافی آگے نکل گئے۔

رهط: یہ اسم جمع ہے تین سے دس تک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے یہ بھی کہا گیا کہ سات سے نیچے کو نفر اور سات سے دس تک کو رھط کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رھط دس سے کم ایسے افراد پر بولا جاتا ہے جن میں عورت نہ ہو۔ (عون) **واوضعت** یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے **الايضاع مصدر افعال بمعنى الاسراع فى السير.** تیز چلانا۔ **ان قدفته** یہ واحد متکلم ہے فات یفوت سے۔ تو لوٹنے والا گروہ ناکام ہو کر واپس لوٹ گیا اور شرماتے منہ ابن امیہ مجھے آملا میں نے حقیقت قصہ جانتے ہوئے بھی ظاہراً اسے کہہ دیا کہ تو اپنی حاجت کے لیے ہی گیا تھا۔ (جو پوری نہ ہوئی)

حدیث ثانی: لا يلدغ المؤمن. اللدغ بالفارسية كزيدن مار فارسی میں لدغ سانپ کے ڈسنے کو کہتے ہیں۔ **جحر بضم الجيم وسكون الحاء ثقب وخرق.** بھٹ اور سوراخ، **بل معناه ان المؤمن الممدوح هو الكيس الحازم والمستيقظ..... وهو قد يصلح ان يكون فى امر الدنيا والآخرة.** (عون) اس کا مقصد یہ ہے کہ مؤمن دوراندیش، بیدار مغز، حاضر باش اور زیرک ہوتا ہے کہ غفلت وسستی اور لاپرواہی سے دوسری مرتبہ دھوکہ نہیں کھاتا پہلا ڈنک یاد رکھتا ہے جیسا کہ شان ورود سے ظاہر ہوگا۔ اس کا متبادر اور پہلا مطلب تو یہی ہے کہ دنیوی امور ومعاملات میں دھوکہ نہیں کھاتا اور پہلے تجربے سے سنبھل جاتا

ہےاور دوسرا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں دھوکے میں نہیں پڑتا کہ خالی امیدوں پر جمارہے ہاں ایک آدھ دفعہ شیطان نے ورغلایا اور بہکا دیا تو پھر چوکنا رہتا ہے اوراس کے جال میں نہیں پھنستا، یہ تقریر غین پر ضمہ یعنی فعل مضارع منفی مجہول کی تقدیر پر ہے اور یہی مشہور اور راجح ہے۔ **والوجه الآخر ان تكون الرواية بكسر الغين علي (صيغية) النهي.** (عون) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فعل نہی غائب معروف کا صیغہ ہے کہ مؤمن غفلت ودھوکے میں نہ رہے کہ کسی برائی اور شر میں یا کسی کے مکر میں مبتلا ہو اور بار بار نقصان اٹھائے۔

شان ورود: عون میں اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ آپؐ نے غزوۂ بدر میں ابوغرہ شاعر کو گرفتار کرالیا پھراس نے معافی وخلاصی چاہی اور معاہدہ کیا کہ میں مسلمانوں کی مخالفت نہ کروں گا اور اپنی قوم کو ان کے خلاف نہ اکساؤں گا اور ان کی ہجو نہیں کروں گا...... آپؐ نے اسے چھوڑ دیا پھر رہا ہو کر اپنی قوم سے جاملا اور عادت بد سے باز نہ رہا اور پھر قوم کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے لگا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہو کہ غزوۂ احد کے دن پھر قید ہوا اور وہی معافی تلافی اور رہائی کے لیے دھوکہ دہی سے کام لینے لگا۔ تو آپؐ نے فرمایا: **لا يلدغ المؤمن جحر واحد مرتين اى مرة بعد اخرىٰ.** اورانسان کو ایسے بے شمار تجربے آئے دن ہوتے ہیں لیکن سنبھلتا اور سمجھتا نہیں حالانکہ اسے چاہیے کہ ایک جگہ اور ادارے سے دوسری مرتبہ دھوکہ نہ کھائے اور کسی کی چرب لسانی میں نہ آئے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دین اور آخرت کے مقابلے میں دنیا کے دھوکے میں نہ آئے۔

(۳۵) بَابٌ فِیْ هَدْیِ الرَّجُلِ

چال چلن

(۵۹۲) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ إِذَا مَشٰی كَأَنَّهٗ يَتَوَكَّأُ.

''وہب بن بقیہ، خالد، حمید، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب چلتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ گویا آپ آگے کی طرف جھکے جارہے ہیں۔''

(۵۹۳) حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ خَنِيفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰی حَدَّثَنَا سَعِيْدُ نِ الْجُرَيْرِیُّ عَنْ أَبِی الطُّفَيْلِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ كَيْفَ رَأَيْتَهٗ قَالَ كَانَ أَبْيَضَ مَلِيْحًا إِذَا مَشٰی كَأَنَّمَا يَهْوِیْ فِیْ صَبُوْبٍ.

''حسین بن معاذ، عبدالاعلیٰ، سعید، حضرت سعید جریری کہتے ہیں کہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے، میں نے کہا کس کیفیت میں دیکھا۔ ابوالطفیل نے جواب دیا آنحضرت ﷺ سفید رنگ کے ملیح تھے۔ جب آپ چلتے تو ایسا لگتا کہ آپ نشیب میں اُتر رہے ہیں۔''

تشریح: رجل **بفتح الراء وسكون الجيم راجل** کی جمع ہے پیادہ پا چلنے والا اس کے مقابلے میں فارس سوار کے لیے آتا ہے اور **هدی** کا معنی ہے۔ **سيرة اى هذا باب فى سيرة الماشي علي القدمين.** یعنی یہ باب ہے چلنے والے کی ہیئت وحالت کے بارے میں۔ **والرجل بفتح الراء وضم الجيم معناه المعروف نوع من الانسان خلاف المرأة** تو رجل کے دو معنی ہوئے مرد اور پیدل چلنے والا۔ (عون) اس باب سے مقصود چلنے کا ادب ذکر کرنا ہے کہ کمر اور نظر جھکا کر پروقار ہو کر میانہ

روی سے چلیں نہ بہت تیز کہ دوڑنے لگیں نہ بالکل آہستہ کہ دیکھنے والا کہے ابھی گرے اور قدم اٹھا کر اور جما کر آہستہ رکھیں۔ حیاء، ادب، وقار، تواضع کا خیال رکھیں۔ آپؐ ہلکے جھک کر چلتے تھے۔ صبوب طہور وغسول کی مثل ہے ای ینزل فی موضع منخفض یعنی نشیبی جگہ کی طرف اتر رہے ہوں۔ آپؐ کے عمل اور قرآن کریم میں اس چال کی تصریح اور ترغیب ہے ارشاد ربانی ہے ''وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا'' (فرقان:۶۳) اور رحمٰن کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر وقار سے چلتے ہیں اور جب ان سے اجڈ جاہل ملتے (اور جھگڑتے) ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام۔

(۳۶) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَضَعُ إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى

لیٹتے وقت ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر نہیں رکھنا چاہئے

(۵۹۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يَضَعَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى زَادَ قُتَيْبَةُ وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ.

''قتیبہ بن سعید لیث (دوسری سند) موسیٰ بن اسماعیل، حماد زبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسرے ٹانگ پر رکھنے سے منع فرمایا۔ قتیبہ کی روایت میں ہے کہ ٹانگ نہ اُٹھائے۔''

(۵۹۵) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهٖ أَنَّهٗ رَأٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرٰى.

''نفیلی، مالک (دوسری سند) قعنبی، مالک، ابن شہاب، حضرت عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ چت لیٹے ہوئے تھے۔ قعنبی کہتے ہیں مسجد میں اور آپ نے اپنی ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔ (معلوم ہوا کہ اگر ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو تو ٹانگ پر ٹانگ رکھی جاسکتی ہے)۔''

(۵۹۶) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ.

''قعنبی، مالک، ابن شہاب، حضرت سعید بن میسب سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان بن عفانؓ اسی طرح کرتے تھے۔''

تشریح: اس میں لیٹنے کے آداب میں سے ایک ادب بیان کیا ہے جیسے آگے مجلس اور بیٹھنے کے آداب کا ذکر ہے۔

ممانعت واباحت کا محل؟: پہلی حدیث میں ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر لیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے اور یہی آپؐ کا اکثری عمل ہے اور متقین وصالحین کی اکثری عادت اس کے ترک کی ہے الاقلیل۔ دوسری حدیث میں بیان جواز کے لیے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر لیٹنے کا ذکر ہے جو نادر اور قلیل ہے اور بہت کم آپؐ سے ثابت ہے۔ اب تطبیق یہ ہوئی کہ اقرب الی التواضع اور اکثری عمل پہلا ہے احیانا اور کبھی کبھار دوسرا بھی درست ہے دوسری تطبیق یہ بھی ہے کہ اگر ستر کھلنے کا ڈر ہو جیسا کہ تہہ بند اور لنگی پہنے ہوئے بندہ اس طرح لیٹے تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہے بالخصوص جو کبھی کبھار دھوتی باندھتے ہوں، تو پھر منع ہے اور اگر ستر کھلنے کا امکان نہیں تو پھر ایسا کرنا درست ہے۔ پھر لیٹنے کے بھی دو طریقے ہیں: (۱) دونوں ٹانگیں بچھائی ہوئی اور ایک پاؤں دوسرے پر رکھیں یہ بالاتفاق بلاکراہت درست

ہے۔(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک ٹانگ سیدھی پنڈی کے بل بلند کی ہوئی ہو پھر دوسری ٹانگ اس پر رکھیں اس کے لیے دو حکم ابھی ذکر ہوئے۔

وقد قیل: ان وضع احدی الرجلین علی الاخری یکون علی نوعین. (۱) ان تکون رجلاه ممدود تین احداهما فوق الاخری، ولابأس بهذا، فانه لا ینکشف من العورة بهذه الهیئة. (۲) وان یکون ناصبا ساق احدی الرجلین، ویضع الرجل الاخریٰ علی الرکبة المنصوبة، وعلی هذا فان لم یکن انکشاف العورة جاز، والافلا. (عون)

(۳۷) بَابٌ فِیْ نَقْلِ الْحَدِیْثِ

راز کی بات کسی کو بتانا

(۵۹۷) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ جَابِرِ ابْنِ عَتِیْكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِالْحَدِیْثِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهِیَ أَمَانَةٌ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' یحیٰ بن آدم' ابن ابی ذئب' عبدالرحمٰن بن عطاء' عبدالملک بن جابر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص کوئی بات کرے پھر ادھر اُدھر دیکھے تو وہ بات امانت ہے۔ (وہ بات راز ہے اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے)۔''

(۵۹۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ أَخِیْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ إِلَّا ثَلَاثَةَ مَجَالِسَ سَفْكُ دَمٍ حَرَامٍ أَوْ فَرْجٌ حَرَامٌ أَوْ اقْتِطَاعُ مَالٍ بِغَیْرِ حَقٍّ.

''احمد بن صالح' عبداللہ بن نافع' ابن ابی ذئب' ابن اخی جابر' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی مجلس میں بیٹھے تو وہ مجلس امانت ہے مگر تین قسم کی مجالس۔ ایک وہ مجلس کہ جہاں ناحق قتل کی بات ہو' دوسرے وہ مجلس کہ جس جگہ بدکاری کی بات کی جائے' تیسرے وہ مجلس کہ جس جگہ دوسرے کا مال ناحق لوٹ لینے کی بات ہو۔''

(۵۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُوْسَی الرَّازِیُّ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ قَالَ إِبْرَاهِیْمُ هُوَ عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْعُمَرِیُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ الرَّجُلُ یُفْضِیْ إِلٰی امْرَأَتِهٖ وَتُفْضِیْ إِلَیْهِ ثُمَّ یَنْشُرُ سِرَّهَا.

''محمد بن علاء' ابراہیم' ابواسامہ' عمر' حضرت عبدالرحمٰن بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہوگی کہ مرد اپنی اہلیہ سے ہمبستر ہو اور عورت شوہر سے ہمبستر ہو' پھر مرد اس کے راز کو فاش کردے۔''

تشریح: یہ باب المجالس بالامانة کا عکس ہے کہ حدیث ثانی میں مذکور تین صورتوں کے علاوہ دیگر گفتگو میں اخفاء ہو افشاء نہ

ہواور یہ بددیانتی ہے کہ کسی نے آپ پر اعتماد کیا اور آپ نے اس کا راز فاش کر دیا۔ **المجالس بالامانة الاثلاثة مجالس** یہ مستثنیٰ منقطع ہے **ای حسن المجالس وشرفها بامانة**. (ابن ارسلان)

حدیث اول: ادھر ادھر متوجہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ راز کی بات ہے جس کے بارے میں دائیں بائیں دیکھ کر اس نے اطمینان حاصل کیا کہ کسی اور نے تو نہیں سنا۔

حدیث ثالث: اعظم الامانة ای اعظم نقض الامانة واشدّ الخیانة. (بذل)

(۳۸) بَابٌ فِي الْقَتَّاتِ

چغل خور کے بارے میں

(۶۰۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ.

''مسدد، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابومعاویہ، اعمش، ابراہیم، ہمام، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا چغل خور شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

تشریح: القتات النمام والنمیمة الکلام علی وجه الفساد، النمام هو الذی یتسمّع عن القوم وهم لا یعلمون. (عون وبذل) چغل خور انجانے میں لوگوں کی باتیں سننے والا اور دوسروں کو لگانے والا فسادی۔ **لا یدخل الجنة فی اول وهلة.** یعنی دخول اولی نہیں ہوگا۔ نفس ایمان کی وجہ سے کبھی نہ کبھی ہو جائے گا۔ مثل کذب وغیبت کے یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

نمّام اور قتات میں فرق: نمام وہ ہے جو مجلس اور گفتگو میں حاضر ہو کر کوئی بات سن لے پھر فساد کی نیت سے آگے پھیلائے۔ قتات وہ ہے جو بلا تحقیق محض سنی سنائی باتیں بدنیتی سے فساد کے لیے آگے کرتا پھرے۔ (کشف)

(۳۹) بَابٌ فِي ذِي الْوَجْهَيْنِ

دورُخے پن کا بیان

(۶۰۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

''مسدد، سفیان، ابوالزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام لوگوں میں برا وہ شخص ہے جو کہ دو مُنہ رکھتا ہے اِن لوگوں کے پاس ایک مُنہ لے کر آتا ہے اور اُن لوگوں کے پاس دوسرا مُنہ لے کر آئے (یعنی چغل خوری کرے)''

(۶۰۲) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَنْظَلَةَ عَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، شریک، رکین، نعیم، حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی

کے دو چہرے ہوں قیامت کے دن اس کی دو زبانیں ہوں گی آگ کی۔"

تشریح: قال النووی: وصنیعه نفاق ومحض کذب وخداع وتحیل علی الاطلاع علی اسرار الطائفتین وهی مداهنة محرمة، فاما من یقصد بذلك الاصلاح بین الناس فهو محمود. (عون)

ان من شر الناس ذو الوجهین. کیونکہ دو شخصوں، گھروں، خاندانوں، گروہوں اور ملکوں تک کے درمیان فساد بپا کرا دیتا ہے ہر ایک کو نئی لگاتا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا ہے لڑا کر پھر تماشا دیکھتا ہے اس سے بڑا شریر کون ہوگا۔

☆ اگر کوئی آدمی اصلاح کی نیت سے دو افراد کو مختلف باتیں کہتا ہے تو یہ مباح ہوگا۔ ابن عبد البرؒ نے کھوٹے اور اندر کے چور شخص کو بھی ذوالوجہین کا مصداق قرار دیا ہے کہ اس کے بھی دو منہ ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی کھوٹ۔ لیکن ذوالوجہین کا صحیح و راجح معنی پہلا ہے خود ابن عبد البرؒ نے بھی اس کا بعد میں اقرار کیا ہے۔

(۴۰) بَابُ فِی الْغِیْبَةِ

غیبت کے بارے میں

(۷۰۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِیْهِ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّهُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْغِیْبَةُ قَالَ ذِکْرُكَ أَخَاكَ بِمَا یَکْرَهُ قِیْلَ أَفَرَأَیْتَ إِنْ کَانَ فِی أَخِی مَا أَقُوْلُ قَالَ إِنْ کَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَهَتَّهُ.

"عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی، عبد العزیز، علاء، انکے والد، ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ سے کسی شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) اپنے (مسلمان) بھائی کا اس طریقہ سے تذکرہ کرنا کہ (اگر وہ سامنے موجود ہو تو) اس کو ناگوار محسوس ہو کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو جس کا میں تذکرہ کروں (تو وہ عیب ہے یا نہیں؟) آپ نے فرمایا اگر اس شخص میں وہ عیب موجود ہے تب تو غیبت ہے اور اگر اس شخص میں وہ عیب موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔"

(۷۰۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا یَحْیٰی عَنْ سُفْیَانَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِیْ حُذَیْفَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِیَّةَ کَذَا وَکَذَا قَالَ غَیْرُ مُسَدَّدٍ تَعْنِیْ قَصِیْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ کَلِمَةً لَوْ مُزِجَ الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ وَحَکَیْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنِّیْ حَکَیْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا.

"مسدد، یحییٰ، سفیان، علی بن اقمر، حضرت ابو حذیفہ، حضرت عائشہؓ مروی ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا آپ کو (حضرت) صفیہؓ کا فلاں فلاں عیب کافی ہے۔ مسدد کی روایت میں (اس طرح مذکور ہے کہ) یعنی ان کا قد چھوٹا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر وہ دریا میں گھول دی جائے تو وہ دریا پر غالب آ جائے۔ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا میں نے آپ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میں کسی شخص کی نقل اتاروں خواہ مجھے اس قدر، اس قدر مال بھی ملے۔"

(۷۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْیَمَانِ حَدَّثَنَا شُعَیْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِیْ حُسَیْنٍ حَدَّثَنَا نَوْفَلُ بْنُ مُسَاحِقٍ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الْإِسْتِطَالَةَ فِيْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ.

''محمد بن عوف' ابوالیمان' شعیب' ابن ابی حسین' نوفل' حضرت سعید بن زیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمام (قسم کی) زیادتیوں سے زیادہ یہ زیادتی ہے کہ کوئی شخص ناحق کسی مسلمان کی عزت کے بارے میں زبانِ طعن دراز کرے۔''

(۲۰۶) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ وَأَبُو الْمُغِيْرَةِ قَالَا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَاشِدُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ وَيَقَعُوْنَ فِيْ أَعْرَاضِهِمْ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عُثْمَانَ عَنْ بَقِيَّةَ لَيْسَ فِيْهِ أَنَسٌ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ أَبِيْ عِيْسَى السَّيْلَحِيْنِيُّ عَنْ أَبِي الْمُغِيْرَةِ كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُصَفّٰى.

''ابن مصفی' بقیہ' ابومغیرہ' صفوان' راشد' عبدالرحمٰن' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں جس رات معراج پر گیا تو میں نے ایسے لوگ دیکھے کہ جن کے تانبے کے ناخن تھے اور وہ ان سے اپنے مُنہ اور سینے نوچ رہے تھے' میں نے دریافت کیا اے جبریل' یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو کہ انسانوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت کے درپے رہتے تھے (یعنی بے عزتی کرتے تھے) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ نے بقیہ سے اس روایت کو بیان کیا لیکن (اس روایت میں) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ نہیں ہے اور عیسیٰ بن ابی عیسیٰ نے ابومغیرہ سے ابن مصفی کے طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

(۲۰۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ قَلْبَهُ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِيْ بَيْتِهِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' اسود' ابوبکر' اعمش' سعید' حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اے وہ لوگو! جو کہ زبان سے ایمان لائے ہیں اور ان لوگوں کے دلوں میں ایمان نہیں پہنچا تم لوگ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی عزتوں کے پیچھے (یعنی بے عزت کرنے کے درپے نہ ہو) نہ پڑو۔ اس لئے کہ جو شخص کسی شخص کی عزت کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کی عزت کے پیچھے پڑے گا اور اللہ تعالیٰ جس کی عزت کے پیچھے پڑ جائے تو وہ اس شخص کو اسی کے گھر میں ذلیل وخوار کرے گا۔''

(۲۰۸) حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحِ نِ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ وَقَّاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أُكْلَةً فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَكْسُوْهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْمُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''حیوۃ بن شریح' بقیہ' ابن ثوبان' ان کے والد' مکحول' وقاص' حضرت مستورد بن شداد سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان بھائی کا عیب ذکر کر کے ایک نوالہ کھالے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ سے اسی قدر نوالہ کھلائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب ذکر کر کے ایک کپڑا پہنے گا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ سے اسی قدر کپڑا پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کو یا کسی کی وجہ سے ریاکاری اور تشہیر کے مقام پر پہنچائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے روز ایسے مقام پر کھڑا کرے گا کہ جہاں پر اس کی اچھی طرح سے شہرت ہو۔''

(٢٠٩) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَعِرْضُهُ وَدَمُهُ حَسْبُ امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.

واصل، اسباط بن محمد، ہشام بن سعد، حضرت زید بن اسلم، ابوصالح، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا مال اس کی عزت و آبرو اور اس کا خون حرام ہے اور انسان میں اس قدر برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو کم تر سمجھے۔''

تشریح: اس باب میں مختلف اندازوں سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ غیبت کتنی بری حرکت ہے اور اس میں ابتلاء بہت زیادہ عام ہے۔ اس میں غیبت کی حرمت و مذمت کا بیان ہے۔ غیبت و بہتان میں فرق پھر آخرت میں رسوائی احادیث سے واضح ہے جسے بدترین سود قرار دیا گیا کہ اس میں بھی بلاعوض دوسرے کی برائی کی گئی۔

غیبت کی تعریف اور حکم: **ذکرك اخاك بما یکرہ**. اپنے بھائی کی کمی کا ذکر کرنا۔ یہ کمی عام ہے زبان، جنان، ارکان یا کسی عضو و انداز سے ہو! **سواء کان ذکرا بنقص فی بدنه او نسبه او فی خلقه او فی فعله وعمله اوفی قوله اوفی دینه اوفی دنیاه، حتی فی ثوبه وداره ودابته**. اللہ اکبر

☆ امام ابوحامد غزالیؒ نے یہ کہا ہے کہ غیبت قول سے حرام ہے اور تعریض و کنایہ بھی مثل تصریح کے حرمت میں داخل ہے۔

☆ اسی طرح قول، فعل، اشارہ، ایماء، غمز، لمز، ھمز، کتابۃ، حرکت اور ہر وہ انداز جس میں دوسرے کی تحقیر ہو قطعاً حرام ہے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں۔ **دخلت علینا امراۃ فلما ولّت او مأت بیدی انها قصیرة فقال علیه السلام اغتبتها**. ایک عورت آئی جب وہ واپس ہوئی تو میں نے اس کے ٹھگنا قد ہونے کا اشارہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کی غیبت کی۔ کسی طرح بھی کسی کی نقل اتارنا یہ سب غیبت ہیں۔ اس قسم کی تمام حرکات سے اجتناب ضروری ہے۔ **فقد بهته** بہتان وافتراء۔ یہ اس سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ کہ غیبت و بہتان جمع کر دیئے۔ اگر اصلاح کی غرض سے کسی کی کمی کو بلاتعیین ذکر کیا جائے۔ بشرطیکہ اس شخص کے متعلق مخاطب انداز و اشارے سے نہ سمجھتا ہو تو درست ہے۔ ورنہ غیبت قطعی حرام اور گناہ کبیرہ ہے سوائے چند جگہوں کے۔

غیبت کے جواز کے محل: بعض مواقع ایسے ہیں جہاں غیبت اعذار و اضطرار کی وجہ سے جائز ہے۔

(۱) مظلوم سلطان و حاکم کے سامنے ظالم کے ظلم کو بیان کرے تو یہ غیبت ہے کہ ظالم کی برائیاں اور زیادتیاں بیان ہو رہی ہیں لیکن یہ ظلم سے نجات پانے کے لیے جائز ہے۔

(۲) نہی منکر اور برائیوں کی اصلاح کے لیے ذکر کرنا اور یہ اس شخص یا ادارے سے کہنا جائز ہے جو قوت اقدام رکھتا ہو۔

(۳) استفتاء مسئلہ معلوم کرنے کے لیے کسی کی غلطی بیان کرنا کیونکہ اگر مفتی کے سامنے بات واضح نہ کرے گا تو فتویٰ کیسے دیا جائے گا۔

(۴) لوگوں کو کسی شریر و فسادی کی شرارتوں کی خبر دینا تاکہ لوگ سنبھل جائیں اور اس کے شر و فساد سے بچ سکیں۔

(۵) مشورے کے وقت کسی ایک کی رائے میں نقص کے پہلو کو واضح کرنا تاکہ صحیح فیصلہ کی راہ ہموار ہو سکے۔

(۶) مشتری کو بائع و مبیعہ کا عیب بتانا تاکہ وہ دھوکے سے بچ سکے مثلاً عبد سارق، زانی، شارب خمر کی اطلاع دینا۔

(۷) ایسے عالم برحق کو کسی مبتدع اور فاسق کی خبر دینا جو اس کے پاس آمد و رفت رکھتا ہو اور استفادہ کرتا ہو تا کہ یہ بھی بدعات وخرافات میں ملوث نہ ہو جائے۔

(۸) راویوں، گواہوں، مصنفوں کے متعلق جرح کرنا تا کہ غلط فیصلہ اور ان کے تقریری شرور سے بچ سکیں۔

(۹) مجاهر ومعلن. (ایسا آدمی جو کھلے عام فسق و فجور کا مرتکب ہو) اس کا ایسے آدمی سے ذکر کرنا جس کے بس میں اس کی درستگی ہو)

(۱۰) ایسے الفاظ جن میں عیب کا معنی ہو لیکن متعارف ہو گئے ہوں کہ اب عیب کا معنی معروف نہ ہو بلکہ بطور علامت استعمال ہوتے ہوں مثلاً اعمش، ازرق، اعمی، قصیر.

غیبت سے توبہ: غیبت کرنے والے پر واجب ہے کہ توبہ کرنے میں جلدی کرے اللہ سے ڈرے اور نادم ہو پھر صاحب حق (جس کی غیبت کی) سے رجوع کرے تا کہ ظلم وعتاب سے بچے۔ علامہ خیاطیؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ مغتاب لہ کو اگر غیبت نہیں پہنچی تو اس سے توبہ کے لیے صرف استغفار وندامت کافی ہے۔ ابن صباغؒ، نوویؒ، ابن صلاحؒ، زرکشیؒ اور کثیر اہل علم نے اسے پسند کیا، ابن عبدالبرؒ نے ابن مبارکؒ سے بھی یہی نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارکؒ نے سفیانؒ سے اس پر مناظرہ کیا۔ ابن صباغؒ نے اسے بالجزم نقل کیا اور اس میں اتنی زیادتی کی ہے کہ جن کے سامنے غیبت کی ان کے سامنے جا کر علی الاعلان اپنی غلطی کا اقرار کرے اور مغتاب لہ کی براءت بیان کرے اور اس کی تعریف کرے۔

☆ اگر مغتاب لہ کو اس کی غیبت کی خبر پہنچ چکی تو اس سے معافی بھی لازمی ہے۔

☆ اگر مر چکا ہو تو اس کے لیے کثرت سے استغفار کرے ورثاء سے معافی لازمی نہیں۔ (مزید تفصیل دیکھیے روح المعانی ج ۱۳ جز ۲۶ ص ۲۴۰)

(۴۱) بَابُ الرَّجُلِ يَذُبُّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ!

کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی عزت کی حفاظت کے لئے بولے

(۶۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ يَحْيَى الْمُعَافِرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسِ نِ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ أُرَاهُ قَالَ بَعَثَ اللَّهُ مَلَكًا يَحْمِي لَحْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيدُ شَيْنَهُ بِهِ حَبَسَهُ اللَّهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ.

''عبداللہ بن محمد، ابن مبارک، یحییٰ بن ایوب، عبداللہ بن سلیمان، اسمٰعیل بن یحییٰ، سہیل بن معاذ، معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی نے کسی مسلمان کو کسی منافق شخص سے بچایا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو کہ اس کے گوشت کو دوزخ سے بچائے گا اور جو آدمی کسی مسلمان شخص پر الزام تراشی کرے عیب لگانے کے لئے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر روک دے گا جب تک اس کی سزا پوری نہ ہو۔''

(۶۱۱) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ أَنَّهُ سَمِعَ إِسْمٰعِيلَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ

سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَأَبَا طَلْحَةَ بْنَ سَهْلٍ نِ الْأَنْصَارِيَّ يَقُوْلَانِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنِ امْرِءٍ يَخْذُلُ امْرأً مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ تُنْتَهَكُ فِيْهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيْهِ نُصْرَتَهُ وَمَا مِنِ امْرِءٍ يَنْصُرُ مُسْلِمًا فِيْ مَوْضِعٍ يُنْتَقَصُ فِيْهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيْهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مَوْطِنٍ يُحِبُّ نُصْرَتَهُ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَعُقْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ هٰذَا هُوَ ابْنُ زَيْدٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِسْمٰعِيْلُ بْنُ بَشِيْرٍ مَوْلٰى بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قِيْلَ عُتْبَةُ بْنُ شَدَّادٍ مَوْضِعَ عُقْبَةَ.

''اسحٰق بن صباح' ابن ابی مریم' لیث' یحییٰ' حضرت اسمٰعیل بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوطلحہ بن سہل انصاری سے سنا وہ دونوں کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو ایسی جگہ رُسوا کرے کہ جہاں اس کی عزت کو نشانہ بنایا جارہا ہو یا اس کی عزت کم ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسے مقام پر رسوا کرے گا کہ جہاں پر وہ اس کی امداد چاہے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی مدد کرے ایسی جگہ کہ جس جگہ اس کی عزت کم ہوتی ہو یا عزت جاتی رہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایسی جگہ مدد کرے گا کہ جس جگہ وہ اس کی مدد چاہے گا (یعنی قیامت کے دن) یحییٰ نے بیان کیا کہ عبیداللہ بن عبداللہ اور عقبہ بن شداد نے مجھ سے یہ روایت بیان کی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سلیم بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کئے ہوئے غلام ہیں اور اسمٰعیل بن بشیر قبیلہ بنی مغالہ کے آزاد کئے ہوئے غلام ہیں اور عقبہ کی جگہ عتبہ بن شداد بھی بیان کیا گیا ہے۔''

تشریح: ان تین احادیث کا حاصل یہ ہے کہ آدمی دوسرے کو جس قدر ہو سکے فائدہ پہنچائے اور دفاع کرے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں اور اس کے کام سہل کر دیتے ہیں اگلے باب کی حدیث میں لفظ ''هو اضل ام بعيره'' کا مطلب جہالت و نادانی ہے کہ بھولا بھالا اللہ تعالیٰ کی رحمت کو مقید کر دیا خود اور حضورؐ پر۔ کیونکہ اس کا اخلاص بھرا کلمہ اور دلی دعاء تھی اس لیے اسے کچھ تنبیہ نہیں فرمائی ہاں صحابہ کرام کو سمجھا دیا تم ایسا مت کہو کہ یہ بھولا پن ہے۔ ''لانه ضيق رحمة الله الواسعة'' (بذل) اس نے اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کو محدود کر دیا۔

(۴۲) بَابُ مَنْ لَيْسَتْ لَهُ غِيْبَةٌ

اس شخص کا بیان کہ جس کی غیبت کرنا غیبت میں شمار نہیں ہوتا

(۶۱۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ مِنْ كِتَابِهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجُشَمِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا جُنْدُبٌ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتٰى رَاحِلَتَهُ فَأَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ نَادَى اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِيْ رَحْمَتِنَا أَحَدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَتَقُوْلُوْنَ هُوَ أَضَلُّ أَمْ بَعِيْرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلٰى مَا قَالَ قَالُوْا بَلٰى.

''علی بن نصر' عبدالصمد' ان کے والد جریری' ابوعبداللہ جشمی' حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص آیا۔ اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اور اسے باندھا پھر وہ مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب آپ نے نماز کا سلام پھیر دیا تو وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اس کو کھول دیا پھر وہ اس پر سوار ہوا پھر اس نے آواز لگائی اے اللہ میرے اُوپر اور حضرت محمد ﷺ

پر رحم فرما اور ہماری رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر آنحضرت ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا تم لوگ کیا کہتے ہو یہ دیہاتی شخص زیادہ بے وقوف ہے یا اس کا اُونٹ؟ کیا تم لوگوں نے نہیں سنا اس نے کیا کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں سنا (یعنی ہم نے بھی ضرور سنا ہے)''

تشریح: ابن قیمؒ کہتے ہیں امام ابوداؤد نے اس باب میں یہ حدیث لا کر ثابت کر دیا کہ کبھی بوقت اصلاح واطلاع اور عندالحاجۃ غیبت درست ہوتی ہے جیسے مفصل ایک باب قبل گذرا ہے۔ اس کی چھ مزید نظیریں عون میں مذکور ہیں، سب کا حاصل یہی ہے کہ ضرورت کے وقت غیبت کا جواز ممکن ہے۔

(۴۳) بَابٌ فِی النَّھْیِ عَنِ التَّجَسُّسِ

ٹوہ لگانے کی ممانعت

(۶۱۳) حَدَّثَنَا عِیْسٰی بْنُ مُحَمَّدٍ نِ الرَّمْلِیُّ وَابْنُ عَوْفٍ وَھٰذَا لَفْظُہٗ قَالَا حَدَّثَنَا الْفِرْیَابِیُّ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ إِنَّکَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَھُمْ أَوْ کِدْتَ أَنْ تُفْسِدَھُمْ فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ کَلِمَۃٌ سَمِعَھَا مُعَاوِیَۃُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ نَفَعَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھَا.

''عیسیٰ بن محمد ابن عوف' فریابی' سفیان' ثور' راشد' حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اگر تم لوگوں کی عیب جوئی میں لگو گے تو تم انہیں مزید بگاڑ دو گے یا بگاڑنے کے قریب کر دو گے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ جملہ ہے جس کو آنحضرت ﷺ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے فائدہ پہنچایا۔''

(۶۱۴) حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو نِ الْحَضْرَمِیُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ حَدَّثَنَا ضَمْضَمُ بْنُ زُرْعَۃَ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ عُبَیْدٍ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ وَکَثِیْرِ بْنِ مُرَّۃَ وَعَمْرِو بْنِ الْأَسْوَدِ وَالْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ وَأَبِیْ أُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ إِنَّ الْأَمِیْرَ إِذَا ابْتَغَی الرِّیْبَۃَ فِی النَّاسِ أَفْسَدَھُمْ.

''سعید بن عمرو' اسماعیل' ضمضم' شریح' جبیر بن نفیر' حضرت کثیر بن مرہ' حضرت عمرو بن اسود' حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاکم جب لوگوں میں شک کی تلاش کرے گا تو وہ انہیں بگاڑ دے گا۔''

(۶۱۵) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَکْرِ بْنُ أَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ قَالَ أُتِیَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقِیْلَ ھٰذَا فُلَانٌ تَقْطُرُ لِحْیَتُہٗ خَمْرًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ إِنَّا قَدْ نُھِیْنَا عَنِ التَّجَسُّسِ وَلٰکِنْ إِنْ یَظْھَرْ لَنَا شَیْءٌ نَأْخُذْ بِہٖ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابو معاویہ' اعمش' زید سے روایت ہے کہ ایک شخص کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ لوگوں نے بتایا یہ وہ آدمی ہے کہ جس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں تجسس کرنے سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر کوئی بات ظاہر ہو جائے تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔''

تشریح: تجسس کا معنی کھود کرید، پیچھے پڑنا، کسی کی برائیاں اور غلطیاں تلاش کرنا، عیب جوئی کرنا یہ سب منع ہیں اور اس سے انسان مصیبت میں پڑ جاتا ہے، خیالات فاسد رہتے ہیں، ایسا بندہ چین نہیں پاتا اور بے جا دوسرے کو تکلیف و رسوائی میں مبتلا کرتا ہے۔ ہاں اگر کسی کی حرکت سامنے آ جائے تو پھر اسے سزا دینی چاہیے تاکہ آئندہ کے لیے نڈر نہ ہو۔ اصلاح کریں رسوا نہ کریں۔

حدیث ثانی: ابوالصلت: شریح بن عبیدہ حضرمی شامی تابعی ہیں انہوں نے معاویۃ بن ابی سفیان سے سماع کیا ہے پانچ حضرات سے شریحؒ نے روایت کیا ہے۔ (۱) جبیر بن نفیر اس نے آپ کا دور پایا ہے، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں اسلام قبول کیا، یہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ (۲) کثیر بن مرہ عبدان نے اسے صحابی ذکر کیا ہے، ائمہ کی تصریح یہ ہے کہ یہ بھی تابعی ہیں۔ (۳) عمرو ابن اسود عنسی جمعی نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور دورِ جاہلیت بھی پایا ہے یہ بھی تابعی ہو گئے۔ (۴) مقدام بن معدی کربؓ۔ (۵) ابوامامہ دونوں مشہور صحابی ہیں۔ (عون)

(۴۴) بَابٌ فِي السِّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ

مسلمان کے عیب کو پوشیدہ رکھنا بہتر ہے

(۶۱۶) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَشِيطٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ أَحْيَا مَوْءُ وْدَةً.

"مسلم بن ابراہیم، عبداللہ، ابراہیم، کعب بن علقمہ، ابوالہیثم، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص کسی کے عیب کو دیکھے پھر اس کو چھپا لے تو گویا اس نے زندہ در گور لڑکی کو زندہ کر دیا۔"

(۶۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَشِيطٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الْهَيْثَمِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ دُخَيْنًا كَاتِبَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَ لَنَا جِيرَانٌ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ فَنَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَقُلْتُ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ إِنَّ جِيرَانَنَا هٰؤُلَاءِ يَشْرَبُونَ الْخَمْرَ وَإِنِّي نَهَيْتُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوا فَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ فَقَالَ دَعْهُمْ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى عُقْبَةَ مَرَّةً أُخْرَى فَقُلْتُ إِنَّ جِيرَانَنَا قَدْ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنْ شُرْبِ الْخَمْرِ وَأَنَا دَاعٍ لَهُمُ الشُّرَطَ قَالَ وَيْحَكَ دَعْهُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ مُسْلِمٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ لَيْثٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ عِظْهُمْ وَتَهَدَّدْهُمْ.

"محمد بن یحییٰ، ابن ابی مریم لیث، ابراہیم، کعب بن علقمہ، ابوالہیثم سے مروی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے منشی دُخین سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں کچھ لوگ رہا کرتے تھے جو کہ شراب پیا کرتے تھے میں نے ان لوگوں کو منع کیا لیکن وہ باز نہیں آئے میں نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے کہا کہ ہمارے تمام پڑوسی شراب پیتے ہیں میں نے انہیں منع کیا لیکن وہ لوگ باز نہیں آئے۔ اب میں ان لوگوں کے لئے پولیس کو بلاؤں گا۔ حضرت عقبہ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو۔ دوسری مرتبہ حضرت عقبہ کے پاس گیا اور کہا کہ ہم لوگوں کے پڑوسیوں نے شراب پینا نہیں چھوڑی اور میں نے ان لوگوں کو روکا لیکن وہ نہیں رکے۔ اب میں ان کے لئے پولیس کو بلانے لگا ہوں حضرت عقبہ نے فرمایا تمہاری خرابی ہو تم خاموش رہو۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر اس حدیث کو بیان کیا جو اوپر

کی روایت میں بیان ہوئی تھی امام ابوداؤد نے فرمایا ایک روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ عقبہ نے کہا کہ تم داروغہ کو خبر نہ کرنا لیکن ان کو سمجھاتے اور ڈراتے رہو۔"

تشریح: حدیث اول: من رای عورۃ ای ھی ما یکرہ الانسان ظھورہ، فالمعنی: من علم عیبا اوامرا قبیحا فی مسلم او خصلۃ قبیحۃ ولو معصیۃ ولم یتجاھر بفعلھا. (عون) لفظ عورت کا معنی ہے وہ چیز جس کا ظاہر ہونا آدمی کو ناگوار ہو۔ بری عادت اور عیب جو کسی مسلمان مرد وعورت میں نظر آئے تو اسے رسوا وافشاء کرنے کی بجائے اخفاء کرے تاکہ وہ توبہ کر لے ہاں اگر علی الاعلان اور کھلم کھلا اس حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو پھر یہ حکم نہ ہوگا اگرچہ انداز پھر بھی اصلاحی ہو اعتراض نہ ہو کہ اس سے سدھرنے کی توقع ہے ورنہ مزید بگڑنے کا اندیشہ۔

کان کمن احیی موؤودۃ. قال المناوی: وجہ الشبہ ان الساتر دفع عن المستور الفضیحۃ بین الناس التی ھی کالموت، فکانہ احیاہ کما دفع الموت عن الموؤدۃ من اخرجھا من القبر قبل ان تموت. (عون) علامہ مناوی نے وجہ تشبیہ ظاہر فرمادی ہے کہ جس طرح زندہ درگور کو مرنے سے پہلے نکالنے سے بندہ اسے زندگی دیتا ہے کیونکہ معاشرے میں بدنامی اور رسوائی موت سے بدتر ہے کہ زندہ رہ کر بھی مردہ معلوم ہوتا ہے اسی طرح رسوائی سے بچانا۔

حدیث ثانی: دخین یہ تصغیر ہے اور شرط یہ شرطۃ کی جمع ہے۔ سپاہی "ھی جمع شرطۃ وشرطی وھم اعوان السلطان لتتبع احوال الناس وحفظھم ولاقامۃ الحدود وایضا الشرط علی وزن ورد من نصبہ الامام لتنفید الاوامر وما یتعلق بہ ومن حبس وضرب واخذبمن یستحقہ. (عون) اس حدیث میں بھی یہی ہے کہ عقبۃ بن عامرؓ نے دخین کو سمجھایا اور پردہ پوشی کی تلقین کی۔

(۴۵) بَابُ الْمُؤَاخَاۃِ

بھائی چارہ اور اُخوت کا بیان

(۶۱۸) حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ مَنْ کَانَ فِیْ حَاجَۃِ أَخِیْہِ فَإِنَّ اللّٰہَ فِیْ حَاجَتِہٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ کُرْبَۃً فَرَّجَ اللّٰہُ عَنْہُ بِھَا کُرْبَۃً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ.

"قتیبہ بن سعید لیث، عقیل زہری حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر کسی قسم کا ظلم کرتا ہے نہ اس کو آفت میں چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام میں لگا ہوا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کو پورا کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف کو دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تکلیف کو رفع فرمائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کے عیب کو چھپائے گا۔"

تشریح: اس میں بھائی چارگی پردہ پوشی اور باہمی تعاون کرنے کا ذکر ہے۔

حدیث اول: المسلم اخو المسلم. (ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے)
مواخات کی تعریف: المواخات اخوة. سے مشتق باب مفاعلہ کا مصدر ہے بمعنی بھائی چارگی، آپس میں بھائی بھائی بننا۔ المواخات هي ان يتعاقد الرجلان على التناصر والمواسات والتوارث حتى يصير كالاخوين نسبًا. مواخات یہ ہے کہ دو آدمی باہم مدد و مدارات اور وراثت پر عقد کرلیں اور برتاؤ میں مثل حقیقی بھائیوں کے ہوں۔ قبل از اسلام اسی کو حلف کہا جاتا تھا۔ اس کا باقی حکم بحالہا ہے۔ وراثت کو شریعت نے منسوخ کر کے اہل قرابت و عصبات کے ساتھ مختص کر دیا ہے۔ اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے پر وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ. (احزاب: ۵) اور اعلان فرمایا: لا حلف في الاسلام. اب مدارات اور معاونت علی الحق باقی ہے اور وراثت نہیں۔ اسی طرح پہلے رائج تھا کہ ہر حال میں اپنے حلیف کی مدد کرنی ہے بھلے حق پر ہو یا ناحق اور ظالم ہو۔ اس میں اسلام نے اصلاح کر دی کہ سچ اور حق پر تعاون کرو۔ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ. (مائدہ: ۲) اور تم نیکی اور پرہیزگاری پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم و زیادتی پر مدد نہ کرو اللہ سے ڈرو۔ ظالم کو ظلم سے روکیں اور مظلوم کو ظلم سے بچائیں یہ دونوں کی مدد ہے وہ گناہ سے بچے اور یہ مصیبت سے۔

حدیث پاک میں ہے ولينصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما ان كان ظالما فلينهه فانه له نصرو ان كان مظلوما فلينصره. (مسلم ج ۲ ص ۳۲۰) اور چاہیے کہ آدمی اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ ظالم ہو یا مظلوم اگر ظالم ہو تو اس کو روک دے پس یہی اس کی مدد ہے اور اگر مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرے۔ اس حدیث میں نصرت کا محل متعین کر دیا ہے۔ انعامات المنعم اول فضائل صحابہ باب نمبر ۸۴ میں مکہ اور مدینہ میں مواخات کی تفصیل ہم پڑھ چکے ہیں۔

(۴۶) بَابُ الْمُسْتَبَّانِ!

گالم گلوچ کرنے کا بیان

(۷۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مِنْهُمَا مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ.

''عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز، علاء، ان کے والد، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب گالم گلوچ کرنے والے جو کچھ ایک دوسرے کو کہتے ہیں تو دونوں کا گناہ اس شخص پر ہوتا ہے کہ جس نے پہل کی جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔''

تشریح: اس باب میں ایک حدیث ہے اس میں گالی گلوچ اور بدزبانی سے منع کا ذکر ہے۔ المستبان ما قالا فعلى البادی..... دونوں کے گالم گلوچ کا مجموعی وبال ابتداء کرنے والے پر ہوگا کیونکہ ابتداء اس نے کی دوسرا تو انتقاما بولا لیکن یہ اس وقت تک ہے جب دوسرا حد سے تجاوز نہ کرے اگر پہلے نے ایک کہی اور اس نے ایک سانس میں دس سنا دیں تو نو کا خمیازہ اسی کو بھگتنا ہوگا۔
گالی کا حکم: نوویؒ کہتے ہیں واعلم ان سباب المسلم بغير حق حرام. انتقام لینے والا لے سکتا ہے بشرطیکہ جھوٹ کسی پاک دامن پر تہمت اور سلف صالحین کو برا بھلا نہ کہا گیا ہو۔ ہاں یا احمق یا ظالم ناقص العقل. کم عقل وغیرہ کے الفاظ سے انتقام لے سکتا ہے۔ اور عفو و درگذر افضل ہے۔ اس کی مزید تفصیل اسی کتاب الادب باب ۴ میں ہم پڑھ چکے ہیں۔

(۴۷) بَابٌ فِیْ التَّوَاضُعِ

تواضع اور عاجزی اختیار کرنا

(۶۲۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ حَدَّثَنِیْ إِبْرَاهِیْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنِ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰی إِلَیَّ أَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَبْغِیَ أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ وَلَا یَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰی أَحَدٍ.

''احمد بن حفص' ابراہیم' حجاج' قتادہ' یزید' حضرت عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو یہاں تک کہ کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے پر فخر کرے۔''

تشریح: اس باب میں بھی ایک حدیث ہے۔ عجز وانکساری اور درگذر کا ذکر ہے۔

حدیث میں ہے **وما زاد الله عبدابعفو الاعزا**. اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بندے کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ اس کا بھی دنیا آخرت دونوں سے تعلق ہے معاف کرنے والے کو آخرت میں اجر جزیل ملے گا اور دنیا میں عزت کہ زیادتی کرنے والا بھی ایک دن آکر کہے گا غلطی میری ہے۔ عندالمخلوق باعزت اور عندالخالق بھی باعزت۔ لیکن نفس وشیطان یہ کرنے نہیں دیتا بلکہ کہتا ہے اچھا تو نے معاف کردیا تو ناک کہاں جائے گی؟

تواضع کی حقیقت: **التواضع ان لا یعتقد نفسه اهلا لرفعة**. تواضع یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی مرتبہ کے لائق نہ جانے۔ بلکہ حقیر وخاکسار رہے عزت ورفعت اسی میں ہے۔ جو اونچے تختوں پر بیٹھتے ہیں پھر تختہ کی زینت بھی بنتے ہیں۔ (نووی) **التواضع الاستسلام للحق وترك الاعراض عن الحکم وقبول الحق**. حق کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، حکم اور حق کے قبول کرنے سے اعراض نہ کرنا، عون میں مزید اقوال بھی مذکور ہیں۔

(۴۸) بَابٌ فِیْ الْاِنْتِصَارِ

انتقام لینے کا بیان

(۶۲۱) حَدَّثَنَا عِیْسٰی بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ سَعِیْدِ نِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ بَشِیْرِ بْنِ الْمُحَرَّرِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ أَنَّهُ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَمَعَهُ أَصْحَابُهُ وَقَعَ رَجُلٌ بِأَبِیْ بَکْرٍ فَآذَاهُ فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ آذَاهُ الثَّانِیَةَ فَصَمَتَ عَنْهُ أَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ آذَاهُ الثَّالِثَةَ فَانْتَصَرَ مِنْهُ أَبُوْ بَکْرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حِیْنَ انْتَصَرَ أَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَ أَبُوْ بَکْرٍ أَوَجَدْتَ عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ یُکَذِّبُهُ بِمَا قَالَ لَكَ فَلَمَّا انْتَصَرْتَ وَقَعَ الشَّیْطَانُ فَلَمْ أَکُنْ لِأَجْلِسَ إِذْ وَقَعَ الشَّیْطَانُ.

''عیسیٰ بن حماد' لیث ' سعید' بشیر' حضرت سعید بن میتب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے قریب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا اور ان کو تکلیف پہنچائی اور حضرت ابوبکر خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار تکلیف پہنچائی تو بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے تیسری بار چھیڑ خانی کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ان کے جواب دیتے ہی آنحضرت ﷺ کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ پر ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا وہ تمہیں برا کہنے والے شخص کی تکذیب کرتا رہا جب تم نے جواب دیا تو شیطان (درمیان میں) آ گیا۔ پھر جب شیطان آ گیا تو میں بیٹھ نہیں سکتا۔''

(۶۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَسَاقَ نَحْوَهُ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ صَفْوَانُ بْنُ عِيْسٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ كَمَا قَالَ سُفْيَانُ.

''عبدالاعلیٰ بن حماد' سفیان' ابن عجلان' سعید بن ابی سعید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طریقہ پر مروی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ پر صفوان نے بھی عجلان سے روایت بیان کی ہے۔''

(۶۲۳) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ نِ الْمَعْنٰى وَاحِدٌ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُ عَنِ الْإِنْتِصَارِ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَأُولٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيْلٍ فَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنْ أُمِّ مُحَمَّدٍ امْرَأَةِ أَبِيْهِ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَزَعَمُوْا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ عَلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ قَالَتْ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَعِنْدَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَجَعَلَ يَصْنَعُ شَيْئًا بِيَدِهٖ فَقُلْتُ بِيَدِهٖ حَتّٰى فَطَّنْتُهُ لَهَا فَأَمْسَكَ وَأَقْبَلَتْ زَيْنَبُ تَقَحَّمُ لِعَائِشَةَ فَنَهَاهَا فَأَبَتْ أَنْ تَنْتَهِيَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ سُبِّيْهَا فَسَبَّتْهَا فَغَلَبَتْهَا فَانْطَلَقَتْ زَيْنَبُ إِلٰى عَلِيٍّ فَقَالَتْ إِنَّ عَائِشَةَ وَقَعَتْ بِكُمْ وَفَعَلَتْ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَقَالَ لَهَا إِنَّهَا حِبَّةُ أَبِيْكِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَانْصَرَفَتْ فَقَالَتْ لَهُمْ أَنِّيْ قُلْتُ لَهٗ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَجَاءَ عَلِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهٗ فِيْ ذٰلِكَ.

''عبیداللہ بن معاذ' ان کے والد (دوسری سند) عبیداللہ بن عمر' معاذ' حضرت ابن عون سے روایت ہے کہ میں اس آیت کریمہ: ﴿وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ﴾ میں لفظ انتصار کے معنی معلوم کرتا تھا تو مجھ سے علی بن زید بن جدعان نے اور انہوں نے اپنے والد کی بیوی اُمّ محمد سے حدیث بیان کی کہ لوگ بیان کرتے تھے کہ وہ حضرت اُمّ المومنین (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کی خدمت میں جاتی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ اُمّ المومنین نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور (دوسری زوجہ مطہرہ) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہمارے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ اپنے ہاتھ سے مجھ کو چھیڑنے لگے۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے آپ کو بتلایا کہ حضرت زینب بنت جحش بیٹھی ہوئی ہیں میں نے آپ کو بتایا اور آپ سمجھ گئے تو آپ رک گئے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا کہنے لگیں۔ آپ نے ان کو منع فرمایا۔ انہوں نے نہیں مانا۔ پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم بھی ان کو برا بھلا کہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کو برا کہنا شروع کیا اور ان پر غالب آ گئیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئیں اور ان سے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمہیں برا بھلا کہا ہے۔ پھر حضرت فاطمہ آپ کے پاس تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارے والد کی لاڈلی ہے''

تشریح: انتصار۔ یہ باب افتعال کا مصدر ہے انتقام کے لفظ ومعنی دونوں میں بمعنی بدلہ لینا قرآن کریم میں انتقام لینے کی اجازت مذکور ہے اس کی حدود بھی مقرر ہیں۔ اور معاف اور درگزر کرنے کو زیادہ پسند کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "**ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل**۔ اور البتہ جس نے ظلم وزیادتی کے بعد اس کا بدلہ لیا تو ان پر کچھ حرج وملامت کا راستہ نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: **والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون، وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله**، اور وہ لوگ جن کو ظلم وتعدی پہنچی وہ انتقام لے سکتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ برائی اس کے برابر سو جس نے معاف کیا اور درستگی کی پس اس کا اجر تو اللہ تعالیٰ پر ہے۔ **وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصبرين**. اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنا تمہیں تکلیف دی گئی اور البتہ اگر تم نے صبر کیا تو وہ صابرین کے لیے بہتر ہے۔

ان آیات سے دو باتیں، بخوبی واضح ہوئیں۔ (۱) زیادتی کے برابر بدلہ لینا جائز ہے۔ (۲) معاف کرنا افضل واولیٰ ہے۔

(شوریٰ: ۳۹، ۴۰، ۴۱)

"**الانتقام وهو جائز على قدر الظلم، والاحسن العفو والصفح**" (بذل)

حدیث اول: **وقع رجل بابى بكر اى سبه المراد ههنا من الوقوع سبه**. (بذل وعون) وقوع کا معنی گرنا اور واقع ہونا ہے اور یہاں اس سے مراد برا بھلا کہنا ہے۔

سوال: جب انتقام لینا جائز ہے تو آپ ﷺ کیوں کھڑے ہوئے؟

جواب: ملا علی قاریؒ نے اس کا حل یہ بیان کیا ہے کہ عمومی اصول کے مطابق حضرت ابوبکرؓ کو برابر سرابر بدلہ لینا درست تھا لیکن مرتبہ صدیقی اور کمال کی وجہ سے ان کو زیادہ لائق یہ تھا کہ عفو ودرگزر کا معاملہ فرماتے جب انہوں نے بدلہ لینا چاہا تو ان کا معاف نہ کرنا اور بدلہ لینا آپ ﷺ کو ناگوار ہوا اور تشریف لے گئے۔ **وابوبكرؓ وان كان جمع بين الانتقام عن بعض حقه وبين الصبر عن بعضه، لكن لما كان المطلوب منه الكمال المناسب لمرتبته من الصديقية ما استحسنه** دوسری وجہ حدیث پاک میں واضح ہے۔ (مرقاۃ از بذل)

حدیث ثانی، سوال: پہلی حدیث میں ہے آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے بدلہ لینے کو ناپسند کیا اور اس میں ہے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تو حضرت زینبؓ کو جواب دے کر بدلہ لے سکتی ہے؟

جواب: بذل میں اس کا جواب یہ مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ کا رتبہ حضرت ابوبکرؓ سے کم ہے اس لیے ان کو رخصت پر عمل کی اجازت دی اور ابوبکرؓ کے لیے عزیمت کو پسند کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مقصود اس بات اور اختلاف کو ختم کرنا تھا اگر حضرت عائشہؓ اب جواب نہ دیتیں تو معاملہ اور بڑھتا اور حضرت ابوبکرؓ کے قصے میں خاموش ہونا ہی دفع کرنا تھا عبارت یہ ہے "**وامر عائشة بالانتصار لان ابابكر افضل فكره منه تركه لما هو اولى، ولا كذلك فى عائشة لانها ليست بمنزلة ابى بكر، وايضا فالمقصود وهو دفع الفتنة وارتفاعها كان حاصلا فى قضية عائشة فى الانتصار، فلو سكتت لزادت القصة على ما كانت واما واقعة ابى بكر فكان ترك الانتصار هو اندفاع للفتنة**. اس سے واضح ہو گیا کہ معاف کرنا اور خاموش رہنا بہتر ہے اگر کہیں خاموشی سے غلط تأثر لیا جا رہا ہے اور معاملہ زیادہ بگڑ رہا تو پھر جواب اور گرم جوشی کا کچھ اظہار ہونا چاہیے تاکہ کوئی اپنی اوقات اور حد سے زیادہ نہ بڑھے اور دونوں کا ثبوت باب کی حدیثوں میں موجود ہے ہاں یہ معاملہ فہمی اور مردم شناسی ہے کہ کہاں کونسا

طریقہ مؤثر اور کارگر ہوگا۔ کانت تدخل علی ام المؤمنین. یہاں المؤمنین سے سیدہ عائشہؓ مراد ہیں کہ ام محمد ان کے پاس آتیں اور آپؐ کی تمام ازواج امہات المؤمنین ہیں چنانچہ سورۃ احزاب کی ابتداء میں ہے "وازواجه امهاتهم" ای فی الاحترام واستحقاق التعظیم، ولذ احرم نکاحهن. (بذل) اس سے ملتا جلتا واقعہ فضائل عائشہؓ میں بھی پڑھا ہے۔ (انعامات اول باب نمبر ۵۱)

(۴۹) بَابُ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الْمَوْتٰی

مردوں کو برا کہنے کی ممانعت

(۶۲۴) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ وَلَا تَقَعُوا فِيهِ.

"زہیر بن حرب، وکیع، ہشام، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں کا ساتھی انتقال کر جائے تو تم لوگ اس کی مذمت کرنا چھوڑ دو اور اس کا عیب بیان نہ کیا کرو۔"

(۶۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَنَسٍ نِ الْمَكِّيِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيهِمْ.

"محمد بن علاء، معاویہ، عمران، عطاء، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کیا کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے رک جاؤ۔"

تشریح: کسی کی برائی کر کے تکلیف پہنچانا مطلقاً منع اور ناجائز ہے بالخصوص جو مسلمان مرد و عورتیں وفات پا چکے اپنے اعمال کے انجام کو پہنچ چکے اب ان کے لیے دعاء کریں مغفرت طلب کریں، بلندیٔ درجات مانگیں، ان کی برائیوں کا ذکر نہ کریں کہ اس سے اس کے لواحقین کو تکلیف ہوگی اور اپنا اعمال نامہ سیاہ ہوگا۔ ہاں اس کی خوبیاں ذکر کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ دوسروں کو بھی ترغیب اور عمل کی توفیق ہوگی تو یہ بھی ایک دعوت الی الخیر ہوئی۔

وغیبة المیت افحش من غیبة الحی واشدّ، لان عفو الحیّ واستحلاله ممکن، بخلاف المیت. (عون) اس میں دلیل کے ساتھ واضح کر دیا کہ مرے ہوئے کی غیبت زیادہ بری اور سخت ہے کہ اس سے معافی تلافی بھی نہ ہو سکے گی اور ممکن بھی نہیں اور میدان حشر میں کون کسی کا بنے گا۔

عن مساویهم یہ مسوی کی جمع ہے اور مسوی سوء سے مشتق ہے یعنی اس کی برائیوں اور لغزشوں سے تم باز رہو ہاں اچھائیاں ذکر کرو۔ محاسن موتاکم میں مولانا محمد یحییٰ نے یہ نقطہ بیان فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان مردے ہوں گے اور کفار و منافقین اس میں شامل نہ ہوں گے اور کفار کی برائی بھی اس کی شناعت اور اصلاح کی غرض سے کی جائے صرف دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے مردار کفار کی برائی بھی نہ ہو۔

یزید کے متعلق قول ہیں: (۱) لعنت درست نہیں یہ امام ابو حنیفہ کا قول فقہ الاکبر میں ہے۔ (۲) لعنت جائز ہے امام احمد اور ابن جوزی کا قول ہے اور تفتازانی نے شرح عقائد میں اسے اختیار کیا ہے۔ (۳) سکوت و توقف اور یہی بہتر ہے کہ جتنی دیر یزید پر لعنت

کریں گے (جس کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں) اتنی دیر حمد و ثناء ذکر و تسبیح اور درود پاک پڑھ لیں جو یقیناً ہمارے لیے مفید ہے۔ ہم لعنت کریں یا چپ رہیں وہ اپنے انجام کار کو پہنچ چکا اب وہ اس کی قبر...... ہم اپنی فکر کریں۔ (حاشیہ بذل)

قال العلقمی شیخ شیوخنا والاصح ما قیل فی ذلک ان اموات الکفار والفساق یجوز ذکر مساویھم للتحذیر منھم، وقد اجمع العلماء علی جواز جرح المجروحین من الرواۃ احیاء واموانا. (عون)

(۵۰) بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْبَغْيِ

شرارت اور غرور کی ممانعت

(۶۲۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي ضَمْضَمُ بْنُ جَوْسٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ كَانَ رَجُلَانِ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ مُتَوَاخِيَيْنِ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يُذْنِبُ وَالْآخَرُ مُجْتَهِدٌ فِي الْعِبَادَةِ فَكَانَ لَا يَزَالُ الْمُجْتَهِدُ يَرَى الْآخَرَ عَلَى الذَّنْبِ فَيَقُولُ أَقْصِرْ فَوَجَدَهُ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ فَقَالَ لَهُ أَقْصِرْ فَقَالَ خَلِّنِي وَرَبِّي أَبُعِثْتَ عَلَيَّ رَقِيبًا فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ أَوْ لَا يُدْخِلُكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ فَقَبَضَ أَرْوَاحَهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَقَالَ لِهٰذَا الْمُجْتَهِدِ أَكُنْتَ بِي عَالِمًا أَوْ كُنْتَ عَلَى مَا فِي يَدِي قَادِرًا وَقَالَ لِلْمُذْنِبِ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي وَقَالَ لِلْآخَرِ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ.

"محمد بن صباح، علی بن ثابت، عکرمہ، ضمضم بن جوس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں دو برابر کے آدمی تھے ایک آدمی تو (شب و روز) گناہ کے کام کرتا تھا اور دوسرا عبادت کیا کرتا تھا۔ عبادت گزار شخص دوسرے کو ہمیشہ گناہ کا ارتکاب کرتے دیکھتا تو کہتا کہ اس گناہ سے باز آ جاؤ۔ ایک دن اس نے اسے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے کہا کہ باز آ جاؤ تو اس نے کہا کہ تو میرا معاملہ میرے ربّ کے حوالے کر۔ کیا تم میرے نگران بن کر آئے ہو؟ اس (عبادت گزار شخص) نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہیں کرے گا یا کہا کہ تم کو جنت میں داخل نہ کرے گا پھر دونوں شخصوں کا انتقال ہو گیا اور ان دونوں کی ارواح ایک ساتھ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت گزار شخص سے فرمایا کیا تم کو میرے حال کا علم تھا یا تم میرے اُوپر اختیار رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے گنہگار شخص سے کہا میری رحمت کی وجہ سے تم جنت میں جاؤ اور عبادت گزار کے بارے میں فرمایا اس کو دوزخ میں لے جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شخص نے ایسی بات کہی کہ جس نے اس کی دُنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دیا۔"

(۶۲۷) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ تَعَالَى لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِثْلُ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ.

"عثمان بن ابی شیبہ، ابن علیہ، عیینہ، ان کے والد، حضرت ابی بکرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ظلم و زیادتی اور قطع رحمی کے علاوہ کوئی اور گناہ اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو آخرت کی سزا کے ساتھ ساتھ دُنیا میں بھی جلدی عذاب سے دوچار کر دے۔"

تشریح: بغی کا معنیٰ ظلم وتعدی اور زیادتی ہے کہ آدمی اپنے عمل کو بہت کچھ سمجھے اور بدعمل کو بدتر سمجھے اس میں قوی اندیشہ ہے کہ بدعمل کا ترساں وحراساں ہونا اور گناہ گار ہونے کی وجہ سے عاجزی وانکساری کرنا اسے نجات دلا دے اور اپنے اعمال پر اترانے والے کو اس کی یہ حالت ہلاک کر دے اس لیے گناہ گار تو ڈرتا ہی ڈرتا رہے پرہیز گار اور باعمل بھی ڈرتا ہے کہیں سب کچھ منہ پر نہ مار دیا جائے اس ذات بالاصفات سے کون پوچھ سکتا ہے۔ ابواب البر والصلة مسلم شریف میں تو تصریح بھی ہے کہ ہم نے تیرے عمل حبط کر دیئے اور اسے معاف کر دیا۔ اس میں گناہ گار کو اللہ کی رحمت سے ناامید کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ مسلم میں ہے من ذالذی یتالی علی. کون ہوتا ہے جو مجھ پر نہ بخشنے کی قسم کھاتا ہے۔ فانی قد غفرت لفلان. بے شک میں نے اپنے فلاں بندے کو محض اپنے فضل خاص سے بخش دیا۔

☆ اس سے اہل سنت والجماعت کے مسلک کی تائید وتثبیت ہوتی ہے کہ بغیر توبہ کے بھی کسی کے گناہ وہ غفور رحیم ذات بخش سکتی ہے اس سے پوچھ گچھ کرنے والا کوئی نہیں ولا یخاف عقبھا. معاف کر دے اس کی مرضی! اسے انجام کا اندیشہ نہیں اس لیے ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے اور جتنا ممکن ہو دوسروں کی اصلاح اور خیر پر اطلاع بھی کرتے رہیے کسی کو ناامید ہرگز نہ کیجئے۔

(۵۱) بَابٌ فِي الْحَسَدِ

حسد کا بیان

(۶۲۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحِ نِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ يَعْنِي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِيْ أَسِيْدٍ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ أَوْ قَالَ الْعُشْبَ.

''عثمان بن ابی صالح' ابوعامر' سلیمان بن بلال' ابراہیم' ان کے والد' ان کے دادا' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ حسد سے بچو۔ اس لئے کہ حسد نیک کاموں کو اس طرح کھالیتا ہے کہ جس طرح آگ لکڑی یا گھاس کو کھالیتی ہے۔''

(۶۲۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي الْعَمْيَاءِ أَنَّ سَهْلَ بْنَ أَبِيْ أُمَامَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ هُوَ وَأَبُوْهُ عَلٰى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ أَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ فَإِذَا هُوَ يُصَلِّيْ صَلَاةً خَفِيْفَةً دَقِيْقَةً كَأَنَّهَا صَلَاةُ مُسَافِرٍ أَوْ قَرِيْبًا مِنْهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ أَبِيْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ أَرَأَيْتَ هٰذِهِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوْبَةَ أَوْ شَيْءٌ تَنَفَّلْتَهُ قَالَ إِنَّهَا الْمَكْتُوْبَةُ وَإِنَّهَا لَصَلَاةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْطَأْتُ إِلَّا شَيْئًا سَهَوْتُ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ وَرَهْبَانِيَّةِ نِ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ.

''احمد بن صالح' عبداللہ بن وہب' سعید' حضرت سہل بن ابی امامہ کہتے ہیں کہ وہ اور ان کے والد حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے کہا آنحضرت ﷺ فرماتے تھے تم لوگ اپنی جانوں پر سختی نہ کیا کرو تم لوگوں پر سختی ہوگی

اس لئے کہ بعض لوگوں نے اپنی جانوں پر سختی کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان لوگوں پر سختی کی اور گرجاؤں اور عبادت گاہوں میں انہی کے بقایا جات ہیں۔ رہبانیت (دُنیاوی لذات کو ترک کر دینا) ان لوگوں نے اس کو (یعنی احکام میں شدت خود پیدا کی تھی) خود نکال لیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر (وہ سخت حکم) فرض نہیں فرمایا تھا۔''

تشریح: ایاکم والحسد. اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ حسد اور بغض یہ حب کی ضد ہے۔

بغض وحسد کی تعریف حکم اوران کے واجب الاجتناب نقصانات: حسد کہتے ہیں جلن اور دوسرے سے نعمت کے زوال کی تمنا کرنے کو۔ اس کے مقابلے میں دوسری چیز غبطہ ہے رشک کرنا حسد حرام اور غبطہ مباح ہے۔

امام غزالیؒ کی تحقیق انیق۔ ابو حامد غزالیؒ کہتے ہیں کہ جب آدمی کو غصہ آئے اور کسی خارجی یا باطنی مانع کی وجہ سے یہ غصہ نہ نکال سکے اور کڑھتا و گھٹتا رہے تو اس غضب و ناچارگی کی کیفیت سے دل میں ایک چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کو حقد (کینہ) کہتے ہیں جس سے نفرت، بگاڑ، پیدا ہوتے ہیں اور دل میں پیوست ہو جاتے ہیں۔ اب اس حقد سے آٹھ چیزیں جنم لیتی ہیں جو انسان کے اخلاق کو برباد کر دیتی ہیں۔

حقد کے کڑوے اور مہلک پھل: (۱) حسد۔ (۲) شماتہ دوسروں کی مصیبت پر خوش ہونا۔ (۳) ترک کلام۔ (۴) حقارت دوسرے کو کمتر سمجھنا۔ (۵) افشاء راز اور اهانت۔ (۶) تمسخر واستھزاء۔ (۷) ایذاء رسانی کا جذبہ۔ (۸) مبغوض کے (جائز) حقوق وآداب سے انکار

یہ سب حرام ہیں: یرحم الله الغزالی ما احسن. ان سب کی ابتداء بغض سے ہوتی ہے اس لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: حسد سے بچو بلکہ محبت واخوت سے رہو۔ ایک جملے میں کتنی مضرتوں سے بچادیا۔ یادرکھیے کسی سے بغض وکینہ انسان کو ترقی درجات سے دور کر دیتا ہے دوسرے کا تو نقصان ہو نہ ہو حاسد خود مصیبت میں رہتا ہے ایک حدیث مبارکہ میں لا تحاسدوا فرما کر جانبین کو نقصان سے بچادیا۔ تم جلو نہ دوسرا نعمت سے محروم ہو۔

حسد کی قسمیں: (۱) حسد ظاہری جس میں محسود علیہ کو نقصان پہنچانا ترک کلام اور قطع رحمی تک بات چلی جائے یہ قطعاً حرام اور حقوق العباد سے ہے اس میں صاحب حق سے معافی اور توبہ دونوں ضروری ہیں۔ (۲) حسد باطنی کہ صرف اندر اندر کسی کی بدخواہی پائی جاتی ہو اعمال وجوارح پر اس کا اظہار نہ ہو یہ بھی گناہ ہے اور حقوق اللہ میں سے ہے جس کی تلافی صرف توبۂ نصوحا سے ہو سکتی ہے۔

سوال: بغض وعداوت اعمال قلب میں سے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ قلب بندے کی قدرت وگرفت میں نہیں یوں سمجھ لیں کہ آدمی میں اس کے قابو کرنے کی ہمت ہی نہیں تو پھر ایک غیر مقدور کام سے کیسے منع کیا گیا یہ تو غیر مکلّف کو مکلّف بنانا ہوا؟

جواب: صراحۃ کہیں اس کا جواب بندہ نہیں پاسکا۔ ہاں علامہ نوویؒ کی اس عبارت سے جواب اخذ کیا جاسکتا ہے۔ وفی النھی عن التباغض اشارة الی النھی عن الاھوء المضلّة الموجبة للتباغض. بغض وعداوت اگرچہ قلبی چیزیں ہیں لیکن تمہیں روکا جا رہا ہے ان کاموں سے جو محبت کو نفرت وعداوت اور بغض میں بدلنے والی ہیں دوسرے کو براذکر کرنا، حقیر سمجھنا، عیوب پر نظر و تجسس کرنا وغیرہ اعمال سے بچو جن سے بغض پیدا ہوتا ہے۔ یعنی قلب اور اس کے اعمال تمہارے بس میں نہیں لیکن وہ اعمال تمہارے بس میں ہیں جو دل میں خرابیاں پیدا کرتے ہیں ان سے بچو ولله در القائل. واللہ اعلم

(۵۲) بَابٌ فِي اللَّعْنِ

لعنت کے بارے میں

(۶۳۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ قَالَ سَمِعْتُ نِمْرَانَ يَذْكُرُ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا لَعَنَ شَيْئًا صَعِدَتِ اللَّعْنَةُ إِلَى السَّمَاءِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ دُونَهَا ثُمَّ تَهْبِطُ إِلَى الْأَرْضِ فَتُغْلَقُ أَبْوَابُهَا دُونَهَا ثُمَّ تَأْخُذُ يَمِينًا وَشِمَالًا فَإِذَا لَمْ تَجِدْ مَسَاغًا رَجَعَتْ إِلَى الَّذِي لُعِنَ فَإِنْ كَانَ لِذٰلِكَ أَهْلًا وَإِلَّا رَجَعَتْ إِلَى قَائِلِهَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ هُوَ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ سَمِعَ مِنْهُ وَذَكَرَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ حَسَّانَ وَهِمَ فِيهِ.

''احمد بن صالح' یحییٰ' ولید' نمران' اُمّ درداء' حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بندہ کسی شخص پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے اس کے جاتے ہی آسمان کے دروازے بند ہو جاتے ہیں پھر وہ اپنے دائیں بائیں گھومتی ہے اس کو جب کوئی راستہ نہیں ملتا تو پھر اس شخص کی طرف جاتی ہے کہ جس پر لعنت بھیجی گئی تھی اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت' کہنے والے شخص کی طرف واپس آ جاتی ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مروان نے بیان کیا کہ وہ (ولید بن رباح نہیں بلکہ) رباح بن ولید ہے جس کا سماع نمران سے ثابت ہے اور یحییٰ بن حسان سے اس میں وہم ہو کہ انہوں نے (نام الٹ دیا)۔''

(۶۳۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَاعَنُوا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِالنَّارِ.

''مسلم بن ابراہیم' ہشام' قتادہ' حسن' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ لعنت کرو اللہ کی لعنت سے' نہ اس کے غصہ سے' نہ دوزخ سے (یعنی کسی شخص کو اس طرح نہ کہو تم پر اللہ کی لعنت ہو یا اس کا غضب نازل ہو)''

(۶۳۲) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ أُمَّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ.

''ہارون بن زید' ان کے والد' ہشام' ابو حازم' زید بن اسلم' حضرت اُمّ درداءؓ' حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لعنت بھیجنے والے نہ سفارش کریں گے نہ قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔ (مفہوم حدیث یہ ہے کہ ایسے لوگ قیامت کے دن اُمت محمدیہ سے نہیں ہوں گے کیونکہ آپ کی اُمت دیگر اُمتوں پر گواہ ہوگی)۔''

(۶۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ ح حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ زَيْدٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَجُلًا لَعَنَ الرِّيحَ وَقَالَ مُسْلِمٌ إِنَّ رَجُلًا نَازَعَتْهُ الرِّيحُ رِدَاءَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَنَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنْهَا فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ.

''مسلم بن ابراہیم' ابان (دوسری سند) زید' بشر' ابان بن یزید' قتادہ' ابو العالیہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک

شخص نے لعنت بھیجی۔ مسلم نے بیان کیا کہ دور نبوی میں (تیز) ہوا نے ایک شخص کی چادر اُڑا دی تو اس شخص نے ہوا پر لعنت بھیجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ فرمانبردار ہے اور بلاشبہ جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ اس لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ لعنت اس شخص پر واپس آجاتی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ہوا کا کوئی قصور نہیں وہ تو اپنے پروردگار کے حکم سے ہلکی اور تیز ہوتی ہے اس لئے ہوا یا کسی شے پر لعنت بھیجنا جائز نہیں)۔''

تشریح: حدیث اول: اس باب میں لعنت کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے مسلم شریف میں ہم نے پڑھا ہے حدیث عائشہؓ میں ہے **فضجرت فلعنتها**. سواری کو بھڑکایا اور لعنت کی۔ لعنت کا لغوی معنی دھتکارنا اور دور کرنا ہے۔ اصطلاح میں لعنت اللہ کی رحمت او ثواب سے دوری اور محرومی اور سزا وعتاب میں گرفتاری کو کہتے ہیں اور یہی ہوا کہ وہ اونٹنی قافلے اور مالک سے دور ہوئی یہ لغوی اور لفظی معنی کے اعتبار سے ہے ورنہ ناقہ مکلف نہیں کہ بعد عن الرحمۃ والا معنی حقیقۃً متحقق ہو۔

ہوا، جانوروں کو لعنت کرنے کا حکم: جانوروں کو لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اسی طرح مسلم شریف میں یہ بھی ہے: **لا ينبغي لصديق ان يكون لعانا**. اس حدیث کا شان ورود اور سبب بروایت عائشہؓ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکرؓ اپنے غلاموں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور آپ ﷺ اس طرف آئے ان کی آواز سن کر فرمایا: **لعانين و صد يقين** سچے اور لعنت (کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟) **كلا و رب الكعبة**. ہرگز نہیں۔ ابوبکرؓ نے اسی دن کچھ غلام آزاد کیے اور حاضر ہو کر عرض کیا **لا اعود**. آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ مؤمن کو لعنت زیب دیتی ہے نہ جائز ہے اس لیے اپنے نوکروں اور گھر میں کام کرنے والیوں کو لعنت نہ کریں سمجھائیں۔

لا يكون اللعانون شفعاء و لا شهداء. **شفعاء** جب لوگ قیامت کے دن گناہ گار اقارب واصدقاء کی شفاعت کریں گے تو لعنت کرنے والے اس نعمت سے محروم ہوں گے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی شفاعت نہ کرسکیں گے۔

شهداء اس میں تین قول ہیں۔(۱) جب امت انبیاء سابقین کے متعلق گواہی دے گی تو لعنت کرنے والوں کو گواہی کا حق نہ ہوگا۔(۲) لعنت کی وجہ سے امور قضاء کے اندر دنیا میں ان کی شہادت و گواہی قبول نہ ہوگی۔(۳) ان کو اللہ کے راستہ میں موت اور شہادت نصیب نہ ہوگی۔ اس میں لفظی طور پر اتنی سہولت اختیار کی جاسکتی ہے کہ لعانون مبالغہ کا صیغہ ہے اور یہ محرومی اور سزا اس کے لیے ہے جو لعنت کا عادی اور بات بات پر لعنت کرتا ہو کبھی کبھار اکا دکا واقعہ میں اگر لفظ منہ سے نکل گیا تو یہ وعید نہ ہوگی اسی طرح توبہ کرنے والا بھی محروم نہ ہوگا۔ وہ آدمی جو مباح لعنت کرے تو وہ بھی اس وعید میں نہ آئے گا۔ مثلاً ظالمین، یہود، نصاریٰ، کفار، واشمہ، مستوشمہ، مدمن الخمر پر۔

لعنت کے مباح ہونے کی وجوہ: لعنت کی اباحت کے تین سبب ہیں۔(۱) کفر (۲) بدعت (۳) فسق۔

سوال: آپ ﷺ نے رعل، ذکوان، عصیہ، وغیر قبائل پر لعنت کی ہے اور مسلم کی ایک حدیث میں فرمایا میں لعنت کے لیے مبعوث نہیں ہوا یہ تو تعارض ہوا۔

جواب: (۱) قرطبیؒ کہتے ہیں کہ حدیث باب ناسخ ہے ان قبائل پر لعنت کا واقعہ مقدم ومنسوخ ہے۔

(۲) بعض مواقع **لم ابعث لعانا** سے مستثنیٰ ہیں۔ واللہ اعلم

(۵۳) بَابُ فِيمَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَهُ

ظالم کے لئے بددُعا کرنے کا بیان

(۶۳۴) حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُرِقَ لَهَا شَيْءٌ فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تُسَبِّخِي عَنْهُ.

''ابن معاذ' ان کے والد' سفیان' حبیب' عطاء' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ان کی کوئی شے چوری ہوگئی تو انہوں نے چور کو بددُعا کرنا شروع کردی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا (تم بددُعا کر کے) چور پر سے عذاب کم نہ کرو۔''

تشریح: لا تسبخي عليه. اى لا تخفي اثم السرقة عنه. یعنی بددعا کر کے چور کا گناہ کم نہ کر۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چور کو سزا دیں گے اگر آپ بددعا کریں گے تو اس کے وبال وسزا میں کمی آئے گی کیونکہ کسی حد تک آپ نے بدلہ لے لیا اس لیے بددعا چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اسے اس کا مزا چکھا دیں گے۔ مسند احمد میں اتنا اضافہ ہے ''وَدَعِيهِ'' اسے چھوڑ دو۔ (عون)

(۵۴) بَابُ فِيمَنْ يَهْجُرُ أَخَاهُ

ناراض ہو کر اپنے بھائی سے ملاقات چھوڑنا

(۶۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابن شہاب' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا نہ عداوت رکھو ایک دوسرے سے نہ حسد کرو ایک دوسرے سے' نہ پشت دکھاؤ ایک دوسرے کو اور آپس میں اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے تین روز سے زیادہ قطع تعلق کرنا درست نہیں۔''

(۶۳۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ابن شہاب' عطاء' حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ گفتگو چھوڑنا درست نہیں۔ کہ دونوں کا آمنا سامنا ہو تو یہ اس سے پھر جائے اور وہ اس سے پھر جائے (یعنی ایک دوسرے سے دونوں کترا کر چلیں) اور ان دونوں میں وہ شخص بہتر ہے جو سلام میں پہل کرے۔''

(۶۳۷) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ أَنَّ أَبَا عَامِرٍ أَخْبَرَهُمْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَإِنْ مَرَّتْ بِهِ ثَلَاثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ

عَلَيْهِ فَإِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْأَجْرِ وَإِنْ لَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْإِثْمِ زَادَ أَحْمَدُ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ.

''عبیداللہ بن عمر' احمد بن سعید' ابوعامر' محمد بن ہلال' ان کے والد' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے مسلمان بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑنا درست نہیں کہ اگر تین روز گزر جائیں تو اس سے ملے اور اس کو سلام کرے پھر اگر وہ جواب دے تو دونوں شخص اجر میں حصہ دار ہو گئے اور اگر جواب نہ دے تو تمام گناہ اسی شخص پر رہا (کہ جس نے سلام کا جواب نہیں دیا) احمد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ سلام کرنے والا شخص چھوڑنے کے گناہ سے نکل گیا (یعنی اس پر اب ذمہ داری نہیں رہی)۔''

(۶۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ عَثْمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُنِيبِ يَعْنِي الْمَدَنِيَّ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا يَكُونُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثَةٍ فَإِذَا لَقِيَهُ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مِرَارٍ كُلُّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِإِثْمِهِ.

''محمد بن مثنیٰ' محمد بن خالد' عبداللہ' ہشام بن عروہ' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑنا درست نہیں پھر جب وہ اس شخص سے ملے تو وہ اس کو تین مرتبہ سلام کرے اگر وہ سلام کا جواب نہ دے تو تمام گناہ اسی شخص پر رہا۔''

(۶۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ هَجَرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ.

''محمد بن صباح' یزید' سفیان' منصور' ابوحازم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑنا درست نہیں۔ جس شخص نے تین روز سے زیادہ چھوڑے رکھا پھر اس کا اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔''

(۶۴۰) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي أَنَسٍ عَنْ أَبِي خِرَاشٍ نِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ.

''ابن سرح' ابن وہب' حیوۃ' ابوعثمان' عمران' حضرت ابوخراش سلمی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے جو آدمی اپنے بھائی کو ایک سال تک چھوڑ دے تو گویا اس نے اس کو قتل کر دیا۔''

(۶۴۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ فَيُغْفَرُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمَيْنِ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا قَالَ أَبُو دَاوُدَ النَّبِيُّ ﷺ هَجَرَ بَعْضَ نِسَائِهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَابْنُ عُمَرَ هَجَرَ ابْنًا لَهُ إِلٰى أَنْ مَاتَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ إِذَا كَانَتِ الْهِجْرَةُ لِلّٰهِ فَلَيْسَ مِنْ هٰذَا بِشَيْءٍ وَإِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَطّٰى وَجْهَهُ عَنْ رَجُلٍ.

''مسدد' ابوعوانہ' سہیل' ان کے والد' ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کے دن کھول دیئے جاتے ہیں پھر ان دونوں دنوں میں ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا لیکن وہ بندہ جو اپنے مسلمان بھائی سے بغض وعناد رکھتا ہو (اس کی مغفرت نہیں کی جاتی) پھر کہا

جاتا ہے کہ ان کو رہنے دو جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے صلح کرلیں۔ ابوداؤد نے فرمایا ان احادیث میں وہ ترکِ تعلق داخل نہیں جو اللہ کے لئے ہو۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنا چہرہ ایک شخص سے ڈھانپ لیا تھا (یعنی ان کو جس شخص سے ملنا پسند نہیں تھا اس سے انہوں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا)۔''

تشریح: ان میں عذر شرعی نہ ہوتے ہوئے تین دن سے زائد بات چیت چھوڑنے کی حرمت کا بیان ہے۔

حدیث اول: **لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث** ہجر و ہجران کا لغوی معنی ہے ترک کرنا چھوڑنا۔ شرعی تعریف ہجر کی تعریف یہ ہے کہ ایک مسلمان سے بات چیت چھوڑ دینا۔

ترک کلام کی مراد اور اس کی حدود: اکثر اہل علم کا کہنا ہے کہ اس کی حد سلام ہے کہ ایک شخص دوسرے کو سلام تک نہیں کرتا اور نہ جواب دیتا ہے تو اس کو مہاجر و تارک کلام کہا جائے گا جس کے لیے وعید شدید وارد ہوئی ہے۔

اس قول کے مطابق جس نے سلام کرلیا اس وعید سے نکل گیا اور یہ تفصیل ابتداء بالسلام کی ہے سلام کا جواب تو ہر حال میں لازم ہے ایک لمحہ کے لیے بھی سلام کا جواب نہ دینے کی اجازت نہیں۔

قاضی عیاضؒ، احمد بن حنبلؒ اور ابن القاسمؒ: کہتے ہیں کہ صرف ابتداء بالسلام سے نہیں بلکہ معتاد کلام اور گفتگو کرے گا تو وہ اس وعید سے نکلے گا۔ پہلا قول اوسع اور دوسرا اوفق وارفق ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بوقت ضرورت اگر بات نہیں کرتا اور صرف سلام کرتا ہے تو بھی مہاجر و تارک کلام تصور ہوگا اور یہی شیخ الاسلام کا مختار ہے۔ اگر چہ دوستی ضروری نہیں بس تک بتلک۔ **خیرھما الذی یبدأ بالسلام.** کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ صرف سلام پر اکتفاء کرے بلکہ کچھ نہ کچھ بات کرلے اگر چہ انقباض کے ساتھ کیوں نہ ہوتا کہ وعید سے بچ جائے۔ **فوق ثلاث لیال.**

اس میں دو باتیں ہیں۔ (۱) مابین المسلمین تین دن سے زائد ترک کلام کا حرام ہونا۔ (۲) تین دن کے اندر اندر اس کی اجازت و اباحت ہونا۔ پہلی بات عبارت النص سے ثابت ہے اور دوسری بات اشارۃ النص اور اس کے مفہوم سے ثابت ہے۔ تین دن رات تک ترک کلام کی اباحت کی وجہ: نوویؒ فرماتے ہیں کہ آدمی میں غضب و سوءِ خلق کا مادہ موجود ہے اب اس کو ٹھنڈا کرنے اور صفاء قلبی کے لیے تین دن کی اجازت دی گئی لیکن اس کو طول و دوام نہ دیں۔

ترک کلام کس وجہ سے مباح اور کس وجہ سے ممنوع ہے: خطابیؒ کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کو کسی آدمی سے کسی دنیوی سبب اور ایذاء کی وجہ سے بات چھوڑنے کی حاجت پیش آئی ہے تو اسے تین دن کے اندر اندر اس کی اجازت ہے اس سے زائد نہیں ہاں اگر ترک کلام کی وجہ فسق و فجور طغیان و عصیان حقوق اللہ کے بے فرمان میں سے کوئی ہے تو پھر تین دنوں سے زائد کی اجازت ہے اس عذر شرعی (مذکور) کی وجہ سے جیسا کہ حدیث کعب بن مالکؓ وصاحبیہؓ میں پچاس دنوں تک ترک کلام کا حکم دیا گیا۔ یہ حدیث کتاب التوبہ مسلم شریف میں ہم پڑھ چکے ہیں۔ (انعامات المنعم دوم باب ۱۹۲)

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص سے سلام دعا رکھنے کی وجہ سے فساد فی الدین قساوت قلب اور اعمال میں کاہلی و سستی کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے لیکن نیت کی تصحیح ضروری ہے کہ اس بہانے سے دنیوی دشمنی نہ پوری ہو رہی ہو۔

ملا علی قاریؒ نے والد، استاد، شیخ کے ناراض ہونے اور اصلاح وفلاح کے لیے ترک کلام اور بے التفاتی کو اسی پر محمول کیا ہے کہ یہ ان دینی اغراض کی وجہ سے درست ہے۔ بشرطیکہ اصلاح کا گمان غالب ہو مزید بگاڑ و فساد کا نہیں۔ اس باریکی کا ادراک معاملہ

سنج اور صاحب فہم وفراست شخص ہی کر سکتا ہے۔
نتیجہ: صرف غصہ ٹھنڈا کرنے اور نکالنے کے لیے نہیں تادیب وتہذیب کے لیے ترک کلام کی اجازت ہے۔ **لا تدابروا.** روگردانی اور قطع تعلقی نہ کرو۔

کونوا عباد الله اخوانا. ترکیب۔(۱) عباد اللہ منصوب کونوا کی خبر اول اور اخوانا خبر ثانی ہے۔(۲) عباد اللہ منادی کی وجہ سے منصوب ہو بحذف ندا اور اخوانا خبر عبارت یوں ہوگی۔ **کونوا یا عباد الله اخوانا.**
علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ دوسری منادی والی وجہ بہتر ہے لیکن شیخ الاسلام مدظلہ کا کہنا ہے کہ پہلی صورت راجح ہے اس کی معنوی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حکم دیا گیا: ہو جاؤ تم اللہ کے پیارے بندے بھائی بھائی (یہ خبر کا ترجمہ ہے) بندہ اس میں اضافہ کر رہا ہے کہ لفظاً بھی پہلی وجہ راجح اور صواب ہے کیونکہ افعال ناقصہ کے اسم وخبر حقیقۃً مبتداء خبر ہوتے ہیں اور ان میں فاصلہ نہ ہونا افصح ہے۔ اس لیے لفظاً و بلاغۃً پہلی وجہ واضح ہے۔ ارے اللہ کے بندے بھائی بھائی بنو تم سب ایک ہی خدا کے پیدا کردہ بندے ہو ایک اور نیک ہو کر رہو۔

(۵۵) بَابٌ فِي الظَّنِّ
بدگمانی کرنے کے بارے میں

(۶۴۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا.

''عبداللہ بن مسلمہ، مالک، ابو الزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بدگمانی کرنا سب سے بڑا جھوٹ ہے اور نہ خود تجسس کرو اور نہ دوسرے کو تجسس کرنے دو (یعنی نہ تم کسی کے عیب کی ٹوہ لگاؤ اور نہ دوسرے کو اپنے عیب کی ٹوہ لگانے دو)۔''

تشریح: (۱) گمان سے بچنے کا پہلا مطلب یہ ہے کہ صرف گمان پر عمل مت کرو بلکہ ہر مسئلے اور بات میں یقین حاصل کرلو پھر عمل میں لاؤ ایسے اٹکل وہ اندازے پر مت چلو بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے یعنی گمان پر عمل کرنے سے۔(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے کے بارے میں بدگمانی سے بچاؤ اور ایسے ہی کسی کے پیچھے مت پڑو بلکہ بدگمانی کی بجائے حسن ظن رکھو۔ چند ابواب کے بعد باب نمبر ۸۹ **باب فی حسن الظن.** مستقل آرہا ہے۔ (عون) قرآن کریم میں بھی اس برائی اور فتنہ انگیزی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا.** (حجرات:۱۲)
ظن کا معنیٰ: خطابیؒ کہتے ہیں کہ ظن کی دو قسمیں ہیں۔(۱) **اتیان الشئی فی الذهن.** خالی گمان! یہ قابل گرفت ومنع نہیں کیونکہ یہ انسان کی قدرت سے خارج ہے خیال تو کوئی بھی آسکتا ہے۔(۲) وہ گمان جو مظنون بہ کے لیے مضرت خجالت کا سبب بنے اور اس کی کوئی صریح دلیل نہ ہو یہ ممنوع ہے کہ اس میں قدرت کا تعلق ہے کہ تانا بانا پھر اچھالا اور مقاصد مذمومہ کی تکمیل وتحصیل کی کوشش کی۔ اس ظن سے اجتناب اور بچنا ضروری ہے۔

یادر ہے! کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ظن غالب جو مؤید بالقرائن ہو اور اس سے احکام ثابت ہوتے ہوں کہ چھوڑ دو! نہیں۔ حدیث میں صرف بدگمانی کی نفی ہے۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ ایاکم والظن. میں ظن سے مراد تہمت ہے کہ تہمت لگانے اور گھڑنے سے بچو جو بے سروپا باتوں کا پلندہ (بلکہ گندہ انڈہ) ہے۔ جس کا سبب نہ قرینہ اور نہ کوئی دلیل بین ہو۔ اس لیے تو ساتھ ہی فرمایا: لا تجسسوا۔ کیونکہ آدمی تہمت کے لیے تجسس وتفتیش کرتا ہے اس کے مبادی تہمت وجاسوسی سے بھی روک دیا گیا۔ ظن کی دو قسمیں ہیں ظن محمود اچھا گمان کرنا ظن مذموم بدگمانی کرنا اول مامور ثانی ممنوع ہے۔

فان الظن اکذب الحدیث. (۱) سب سے بڑا جھوٹ اس لیے فرمایا کہ کذب میں کوئی ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے اور ظن و گمان میں تو کچھ بھی نہیں خالی ہوا میں پتھر پھینکنے والی بات ہے۔ (۲) جھوٹا اپنے آپ کو کاذب تو سمجھتا ہے بدگمان تو اپنے تئیں کچھ بھی نہیں آنے دیتا اور اس میں بدگمانی سے بچنے کے لیے تغلیظ ومبالغہ کیا گیا۔ اس لیے بدگمانی کذب سے اشد ہے۔ مجموعی طور پر بدگمانی، تہمت اور کذب تینوں سے بچنا لازمی ہے۔

دل میں آنے والی باتوں اور خیالات کی قسمیں: انسان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں ان کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) ہاجس۔ (۲) خاطر۔ (۳) حدیث النفس۔ (۴) ہمّ۔ (۵) عزم۔ ان میں سے پہلے چار معاف اور آخری قابل مواخذہ ہے۔

مراتب القصد خمس هاجس ذکروا   وخاطر فحدیث النفس فاستمعا

یلیه همّ فعزم کلها رفعت سوی   الاخیر ففیه الاخذ قدوقعا

”محققین نے ارادے کی پانچ قسمیں ذکر کیں، ہاجس، خاطر، حدیث النفس پھر ہم وعزم ہے سب معاف ہیں۔ آخری عزم کے سوا کہ اس میں گرفت ہے۔“

ولا تجسسوا. ای لا تتبعوا عورات الناس ولا تلتمسوا مساویهم. (بذل) اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کی کھوج کرید نہ کرو اور نہ ان کے پیچھے پڑو اور نہ کسی کو پیچھے لگنے دو۔

اداروں کی طرف سے جاسوسی اور مخبری کے نظام کا حکم: اس کے حکم کے ذکر سے پہلے ایک واقعہ ملاحظہ ہو بشرؒ کہتے ہیں قاضی ابو یوسف حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کا کہا جس گھر سے گانے باجے کی آواز آرہی تھی الفاظ یہ ہیں: ”ادخل علیهم بغیر اذنهم لارتکابهم المنکر“ تو ان کے گھر میں بلا اجازت (تغیر منکر کے لیے) داخل ہوجا! اس سے پتہ چلا کہ کسی امر منکر سے روکنے اور اس کو مٹانے کے لیے بشرط قدرت ناجائز کے ارتکاب کی اجازت ہے۔ آمدیم بسوئے مطلب۔ کسی کے ظلم وجبر تخریب ونقصان سے بچنے یا ادارے، ملک، عوام اور اپنی حفاظت کے لیے جاسوسی اور مخبری کی اجازت ہے تاکہ معاشرے ملک وملت کی حفاظت کی جاسکے۔

راقم کی رائے یہ ہے کہ مدارس میں انتظام وانصرام کے لیے اہل ادارہ کو باخبر اور چوکنا رہنے کے لیے مخبری اور خفیہ اطلاعات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ مدیر اور ذمہ داروں کو مدرسے کے حالات سے بے خبر اور غیر ملتفت رہنا ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔

لیکن اس کے لیے طلبہ وطالبات کو استعمال نہ کیا جائے بالخصوص ابتدائی درجات کے خالی الذہن طلبہ وطالبات کہ ان کے اندر جاسوسی کی دھن ہی بیٹھ جاتی ہے اور پھر ساری زندگی گھر والوں کے لیے اہل وعیال کے لیے عزیز واقارب کے لیے ایک مصیبت کھڑی

ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ عادت اکثر اوقات اُنکے اپنے لیے بھی کوفت واذیت کا سبب بن جاتی ہے۔ اس کے لیے چوکیدار یا کوئی دوسرا با اعتماد کارندہ ہو جو پکے خیال کا ہو کہ اپنی عادت نہ بگاڑے اور آپ کو کام دے اگر بالفرض ناگزیر ہو تو ایسے پختہ ذہن سلیم الطبع طلبہ وطالبات کو کہا جائے جو خیر خواہی اور اصلاح وتعمیر کی غرض سے یہ کام سرانجام دیں لیکن جاسوسی اور جستجو کے عادی نہ بنیں ورنہ ان کو اپنی زندگی گذارنا دشوار ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے: **ولا تنافسوا**. منافسہ کا معنی ہے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔ دُنیا (زن، زر، زمین) کی دوڑ اور اس کی حرص منع ہے۔ ہاں دین وآخرت میں آگے بڑھنا محبوب ومقصود ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وفی ذلك فليتنا فس المتنافسون ای نعيم الجنة**. جنت کی نعمتوں کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو (نہ کہ دنیا فانی کے لیے) دنیا کی حرص سے اس لیے روکا گیا کہ اس سے حسد وبغض پیدا ہوتا ہے جب آدمی دوسرے سے بڑھنا چاہتا ہے لیکن آگے نہیں نکل سکتا تو پھر دوسرے کی حقارت وعداوت دل میں جگہ پاتی ہے جو کئی بدبودار بیماریاں دل میں لی آتی ہے پھر **خسر الدنيا والآخرة** کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔

(٥٦) بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ
خیر خواہی کرنے کا بیان

(٦٤٣) حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَلَيْهِ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ.

"ربیع بن سلیمان' ابن وہب' سلیمان' کثیر' ولید' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان شخص دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے اور مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کا نقصان روکتا اور غائبانہ طور پر (بھی) اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

تشریح: **النصيحة** کا معنی صیانت وحفاظت اور خیر خواہی ہے۔ بھلے صاحب خانہ اور مالک موجود ہو یا نہ ہو بہرصورت ایک مسلمان اس کے مال جان اور آبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اخلاص کے ساتھ غلطی پر اسے تنبیہ کرتا ہے نہ یہ کہ اسے سرعام رسوا کرے کما قیل **فان النصيحة فی الملأ فضيحة**. اس کی مزید تشریح آگے باب نمبر ٦٦ میں آ رہی ہے۔

(٥٧) بَابٌ فِي إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ
تعلق درست کرانے کی فضیلت

(٦٤٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ قَالُوا بَلَى يَا

رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةُ.

''محمد بن علاء' ابومعاویہ' اعمش' عمرو' سالم' اُمّ درداء' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تم لوگوں کو وہ بات نہ بتلاؤں جو کہ درجہ کے اعتبار سے نماز' روزہ اور زکوٰۃ سے بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ضرور یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا آپس میں صلح کرادینا آپس کی لڑائی اور اختلاف مونڈ دینے والی ہے (یعنی دین کو ختم کردینے والی ہے)''

(۶۴۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكْذِبْ مَنْ نَمٰى بَيْنَ اثْنَيْنِ لِيُصْلِحَ وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُسَدَّدٌ لَيْسَ بِالْكَاذِبِ مَنْ أَصْلَحَ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ خَيْرًا أَوْ نَمٰى خَيْرًا.

''نصر بن علی' سفیان' زہری (دوسری سند) مسدد' اسمٰعیل (تیسری سند) احمد بن محمد' عبدالرزاق' معمر' زہری' حضرت حمید بن عبدالرحمٰن نے اپنی والدہ ماجدہ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے جھوٹ نہیں بولا کہ جس نے دو شخصوں کے درمیان مصالحت کرانے کے لئے بات بنائی۔ احمد اور مسدد کی روایت میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو کہ لوگوں کے درمیان مصالحت کرائے پھر وہ شخص نیک بات بیان کرے (یا دوسرے کی طرف سے) بات بنائے۔''

(۶۴۶) حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْجِيْزِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَسْوَدِ عَنْ نَافِعٍ يَعْنِي ابْنَ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ عَبْدَ الْوَهَّابِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عُقْبَةَ قَالَتْ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُرَخِّصُ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْكَذِبِ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا أَعُدُّهُ كَاذِبًا الرَّجُلُ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ يَقُوْلُ الْقَوْلَ وَلَا يُرِيْدُ بِهِ إِلَّا الْإِصْلَاحَ وَالرَّجُلُ يَقُوْلُ فِي الْحَرْبِ وَالرَّجُلُ يُحَدِّثُ امْرَأَتَهُ وَالْمَرْأَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا.

''ربیع بن سلیمان' ابوالاسود' نافع' ابن الہاد' عبدالوہاب' ابن شہاب' حضرت حمید بن عبدالرحمٰن اپنی والدہ حضرت اُمّ کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ بولنے کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا لیکن تین مواقع میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں اس آدمی کو جھوٹا نہیں سمجھتا جو کہ لوگوں کے درمیان صلح کرائے بات بنا کر کہے جس سے میں جول کرانا منظور ہو یا لڑائی کے دوران کوئی بات بنا کر بیان کرے یا شوہر اپنی بیوی سے کہے یا بیوی اپنے شوہر سے کہے۔''

تشریح: حدیث اوّل: اصلاح ذات البین ای فیما بین المسلمین والاخوان. دو جھگڑنے والے مسلمانوں اور بھائیوں کے درمیان اصلاح کرانا یہ کام بہت ساری عبادات سے افضل ہے اس لیے کہ اتفاق اصلاح دین متین کو مضبوط تھامنے کا ذریعہ ہے جب دین پر جمع ہوں گے دین کی قلب میں اہمیت ہوگی تو اعمال وعبادات مقبول ہوں گے۔ لفظ بین اضداد میں سے ہے اور وصل وفرق یعنی اتحاد وافتراق دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

وفساد ذات البین هی الحالقة ای الخصلة التی تستأصل الدین کالموسٰی. (بذل، عون) یعنی باہمی ناچاقی اور بے اتفاقی تو دین کو بالکل مونڈ دینے والی ہے اور صفایا کر دینے والی ہے۔ ترمذی میں یہ الفاظ منقول ہیں: ''هی الحالقة، لا اقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین، حالقہ مونڈ نیوالی میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ نیوالی ہے بلکہ یہ تو دین کو مونڈ دینے والی ہے۔ گنج کو تو ٹوپی کے نیچے چھپا سکتے ہیں۔ بے دینی کیسے چھپ سکے گی۔ ''وفی الحدیث حث وترغیب فی اصلاح ذات

البين، واجتناب عن الافساد فيها، لان، الاصلاح سبب الاعتصام بحبل الله، وعدم التفرق بين المسلمين، وفساد ذات البين ثلمة فی الدين، فمن تعاطی اصلاحها ورفع فساد نال درجة فوق ماينالہ الصائم القائم المصلی المشتغل بخويصة نفسه، والبين من الاضداد: الوصل والفرق. (عون) حدیث کا جو مطلب اوپر بیان ہوا وہ اسی عبارت کا مفہوم ہے۔

حدیث ثالث: یرخص فی شئی من الکذب الافی ثلث (۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مواقع میں جھوٹ بولنا درست ہے۔ (۲) صریح جھوٹ مراد نہیں بلکہ اس سے مراد توریہ ہے کہ عبارت کا ظاہری مفہوم اور ہو اور قائل کی مراد اور بہتر یہ ہے کہ بالکل صاف جھوٹ سے حتی الامکان بچنے کی کوشش رہے اور توریہ وکنایہ میں بات کریں اگر مجبوراً جھوٹ بولنا پڑے تو توریہ سے کام نہ چلے اور بات قابو میں نہ آرہی ہو تو پھر صریح جھوٹ کی بھی اجازت ہے۔ جیسے حدیث میں تصریح ہے اس کی مثال مضطر کی سی ہے کہ حتی الامکان بچے بامر مجبوری اور بحالت اضطرار حرام جان بچانے کے لیے کھا سکتے ہیں۔ باب نمبر ۸۷ باب التشدید فی الکذب. میں اس کی مزید بحث آرہی ہے۔

(۱) پہلا مقام دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا ہے اس میں ہر ایک کے سامنے جھوٹ بولنا پڑتا ہے اس نے تمہیں معاف کر دیا، وہ تمہیں اچھا سمجھتا ہے وہ تمہارے بغیر رہ نہیں سکتا وغیرہ۔ (۲) والرجل یقول فی الحرب. میدان جنگ کا جھوٹ یہ ہے کہ مجاہد کہے آج ہمیں خوب کمک پہنچ چکی، ہم تازہ دم اور مضبوط ہو گئے (بھلے تیس گھنٹوں سے کچھ بھی نہ کھایا ہو) دشمن سے کہے پیچھے دیکھ تجھے مارنے کے لیے دشمن آچکا، اسی طرح دیگر ایسے الفاظ جس سے دشمن پر رعب پڑے۔

والرجل یحدث امرأته. بیوی سے جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ اسے تمنا دلائے، جتنی محبت ہے اس سے زیادہ جتائے اور اس کی تعریف کرے اور اس کے اخلاق سدھارنے کی کوشش کرے ایسے ہی بیوی کہ شوہر کی تمام تر توجہات کے وصول کے لیے زائد از حقیقت اظہار کرلے۔

قال الخطابی: هذه امور قد يضطر الانسان فيها الى زيادة القول ومجاوزة الصدق طلبا للسلامة ودفعا للضرر عن نفسه، وقد رخص فی بعض الاحوال فی اليسير من الفساد..... (از بذل) مطلب یہ ہے کہ ان تین مواقع میں کچھ بات حد سے بڑھ جاتی ہے اور کبھی مبالغہ آمیزی میں سچ سے متجاوز ہو کر کذب تک جا پہنچتے ہیں۔ تو یہ فساد سے بچاؤ اور سلامتی کے حصول کے لیے مجبوراً جائز ہے۔

(۵۸) بَابٌ فِي الْغِنَاءِ
گانے سے متعلق

(۶۴۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ ابْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ جَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَدَخَلَ عَلَيَّ صَبِيحَةَ بُنِيَ بِي فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِدُفٍّ لَهُنَّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِلَى أَنْ قَالَتْ إِحْدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي الْغَدِ فَقَالَ دَعِي هَذِهِ وَقُولِي الَّذِي كُنْتِ تَقُولِينَ.

''مسدد، بشر، خالد بن ذکوان کہتے ہیں کہ ربیع بنت معوذ بنت عفراءؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس نبیؐ تشریف لائے اس شب کی صبح کو جس

شب میں میں اپنے شوہر کے پاس رہی (یعنی میری شادی کی صبح کو آپ میرے پاس تشریف لائے) تو آپ میرے بستر پر جس طریقہ سے تم بیٹھے ہو اسی طرح بیٹھ گئے۔ پھر ہمارے یہاں کی لڑکیوں نے ڈھول بجانا اور گانا شروع کر دیا وہ ہمارے باپ دادا جو کہ غزوۂ بدر میں قتل کر دیئے گئے تھے انکے بارے میں بیان کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کہنے لگی کہ ہم میں ایک اللہ کے رسول ہیں جو کہ آئندہ کی بات سے واقف ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو بلکہ وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔''

(۶۴۸) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ لَعِبَتِ الْحَبَشَةُ لِقُدُوْمِهِ فَرَحًا بِذٰلِكَ لَعِبُوْا بِحِرَابِهِمْ.

''حسن بن علی، عبدالرزاق، معمر، ثابت، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو حبشی لوگ آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں اپنے نیزے لے کر کھیلے۔''

تشریح: حدیث اول: **جاء رسول الله فدخل علی**...... ربیع بنت معوذؓ کے پاس آپ ﷺ تشریف لے گئے اور یہ ان کی شادی کا دن تھا آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور چھوٹی چھوٹی بچیاں دف اور ایک سمت والا ڈھپرا بجانے اور اشعار پڑھنے لگیں جن کا مفہوم ہرگز شہوت کو ابھارنے والا نہ تھا بلکہ ہمارے شہداء کی یاد میں کہہ رہی تھیں اور کوئی غلط کلمات نہ تھے ہاں ایک جملہ کہہ دیا ''**وفینا نبی یعلم ما فی غد**'' تو آپ ﷺ نے بروقت اصلاح فرمادی اس سے واضح ہوا خوشی کے موقع پر بھی تفسیر منکر اور برائی کی روک تھام ضروری ہے یہ کہنا کہ چلو خوشی کا دن ہے، بچے ہیں بالکل غلط ہے۔ اس روایت سے موجودہ فحش و بے حیائی اور شہوت و رعنائی کی لعنت سے بھرپور موسیقی اور اس کے مؤثر و مضر آلات کا ثبوت قطعاً ممکن نہیں اور سادہ لوح خواتین و حضرات کو دھوکہ دینا اور اپنے آپ کو دوزخ میں پھینکنا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اگلے باب میں آتی ہے۔

عون میں ہے: **ویحتجون بغناء جویریتین غیر مکلفتین بغیر شابة ولا دف ولا رقص ولا تصفیق ویدعون المحکم الصریح لهذا المتشابه وهذا شان کل مبطل.**

سوا علمی اور شرعی طور پر اس جملہ پر اشکال یہ ہے کہ ربیع بنت معوذؓ آپ ﷺ کی محرم نہ تھیں تو آپ ﷺ ان پر کیسے داخل ہوئے اور تشریف فرما ہوئے؟

جواب: (۱) اس کا بے غبار جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے فلا اشکال علیہ۔ (۲) مجلس تو ایک تھی لیکن درمیان میں القاء حجاب یعنی پردہ ڈالا ہوا تھا اور تقریبات کے موقع پر ایسا اکثر ہوتا ہے کہ قلت مقام اور کثرت انام کی وجہ سے ایک ہی کمرے میں پردہ لٹکا کر دونوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ ایک تیسرا جواب بھی کوکب الدری میں ہے جو ''غیر مرضیۃ'' کا مصداق ہے۔ (بذل و در)

(۵۹) بَابُ كَرَاهِيَةِ الْغِنَاءِ وَالزَّمْرِ

گانے بجانے کی ممانعت کا بیان

(۶۴۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْغُدَانِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ مِزْمَارًا قَالَ فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلٰى أُذُنَيْهِ وَنَأٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَقَالَ لِيْ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا

قَالَ فَقُلْتُ لَا قَالَ فَرَفَعَ إِصْبَعَيْهِ مِنْ أُذُنَيْهِ وَقَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ مِثْلَ هٰذَا فَصَنَعَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ يَقُوْلُ هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ.

''احمد بن عبید اللہ ولید بن مسلم' سعید' سلیمان' حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک باجے کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں دے لیں اور راستہ سے دور ہو گئے (تا کہ گانے کی آواز نہ سن سکیں) اور مجھ سے فرمایا اے نافع اب تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے اُنگلیاں کانوں سے نکال لیں اور فرمایا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ ﷺ کو بھی ایسی آواز آئی اور آپ ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **فوضع اصبعیه علی اذنیه**. یہ استاد صحابی رسول ابن عمرؓ اور شاگرد نافعؒ کا واقعہ ہے۔ جو بعینہ اسی طرح معلم الاخلاق ﷺ اور عبد اللہؓ کے ساتھ پیش آیا تھا۔ جو دلیل ہے اس بات کی کہ گانا بجانا حرام اور نا قابل سماع ہے۔

سوال: اس پر سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بنفس نفیس تو کان بند فرما لیے اور ابن عمرؓ سنتے رہے حالانکہ ان کے لیے بھی یہ سننا منع تھا؟

جواب: اس کا دوٹوک جواب یہ ہے کہ ابن عمرؓ کم سن بچے اور نابالغ تھے اس لیے ان کے لیے یہ حکم تاکیدی نہ تھا یہ جواب قاضی شوکانیؒ نے دیا ہے۔

سوال: یہی سوال وارد ہوگا ابن عمرؓ پر کہ انہوں نے نافع کو کیوں اجازت دی؟

جواب: اس کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ نافع کم عمر تھے لیکن یہ قرین قیاس سے بعید ہے اس لیے کہ نافع کی تحصیل علم کا دور جوانی کا ہے۔ اس کا تسلیمی جواب یہ ہے یہ سننا ایسے ہے جیسے محرم واحرام والے کا دوسرے سے خوشبو سونگھنا اور نظر فجائت کہ خوشبو لگانا بھی منع ہے اور قصداً نظر ٹکا کر دیکھنا بھی منع ہے ہاں ایک نظر معاف ہے اسی طرح نافع کے لیے بھی اجازت اس لیے تھی کہ ابن عمرؓ کو بتا سکے نہ یہ کہ اس کے لیے یہ سننا جائز تھا۔ مزید یہ بھی کہ دراصل قصداً سننا حرام ہے اگر آواز اتفاقاً کان میں پڑ جائے تو بس سے باہر ہے باقی ابن عمرؓ نے آپؐ سے مشابہت اور کمال تقویٰ کی بنا پر کان بند فرما لیے اس لیے کوئی اعتراض نہیں۔

سوال: اس چرواہے پر نکیر کیوں نہیں فرمائی اور منع کیوں نہیں کیا حالانکہ تغیر منکر بقدر وسعت لازم ہے؟

جواب: **فلعله سمعه بلا رؤیته وبعیدا منه علی راس الجبل او مکان لا یمکن الوصول الیه او الراعی لم یکن مکلفا (بالغا) فلم یتعین الانکار علیه.** (عون، سیوطی) اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ چرواہا دور تھا جہاں پہنچنا سہل نہ تھا یا غیر مکلف بچہ تھا اس لیے نکیر نہ فرما سکے۔

موسیقی اور گانے بجانے کے متعلق آیات واحادیث اور علماء کے اقوال: ذیل میں دور حاضر کی امت کے اخلاق اور معاشرے کی اقدار کو پامال کرنے والی حیاء سوز اور بے ہودہ موسیقی اور ناچ گانے کے متعلق قدرے تفصیل سے لکھا جاتا ہے اور بے حیائی کی دلدل میں پھنسنے والوں کے لیے قلب کو ٹھنڈک پہنچانے والی راحت جاں تعلیمات اسلامی کا ذکر کیا جاتا ہے شاید ہماری غیرت جاگ اٹھے اور کان راگ سے ہٹیں اور مثل جنید جمشید اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیں، بخدا جنہوں نے لا الٰہ الا اللّٰہ کی ضرب کا ایک بار مزا چکھا ہے، ان کو سالوں کی موسیقی کی لذت بھول گئی اور اب ذکر خدا سے رطب اللسان ہیں اور بہترین انسان ہیں۔ جنید جمشید...... کی تاریخ اور موجودہ بہتری اور برتری بلکہ مہتری دیکھ لیجیے بلکہ ایک تشکیل میں جب چند ساتھی نصرت فتح علی خان سے دعوت وتبلیغ کی مناسبت سے ملنے گئے تو فراش علالت پہ پڑے نصرت نے غور سے بات سنی اور ذکر خدا کی لذت کا اقرار کیا......

صرف یہ نہیں بلکہ جملہ گھر والوں کو باری باری بلا کر کہا دیکھو یہ ہیں کامیاب لوگ۔ ہماری دعوت ہی یہی ہے کہ طبلہ کی دھن میں مست رہنے والے اور برسوں اجاڑنے والے ایک لمحہ کے لیے "لا الٰہ الا اللہ" کی ضرب لگائیں مزہ نہ آئے تو ہم مجبور نہیں کرتے اس دائمی لذت کا ذائقہ چکھ کر تو دیکھ لیں آگے فیصلہ آپ پر!! ہائے افسوس آقائے نامدار ﷺ جس کو مٹانے آئے تھے آج ہم اسے اپنی باعزت ثقافت قرار دیتے ہیں اس سے تو لفظ ثقافت بھی شرماتا ہوگا کہ مجھے کہاں چسپاں کر دیا؟ موسیقی دل کی غذا نہیں یہ تو من عند اللہ لعنت وسزا ہے۔

فتاویٰ شامیہ میں ۵/ ۲۴۶ میں ہے: **استماع صوت الملاهی هی حرام والجلوس علیها فسق والتلذذ بها كفر بالنعمة**" اس کی آواز گاجا باجا سننا حرام ہے اس مجلس میں بیٹھنا نافرمانی ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا نعمت کی ناقدری اور کفر ہے۔ قرآن کریم میں ہے "**ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله........ اولئك لهم عذاب مهين.**" (لقمان:۶) لوگوں میں سے بعض بے ہودگی کا سامان خریدتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکائیں........ ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ یہ ناس نہیں خناس ہیں۔

ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، عکرمۃ ابن جبیر رحمہم اللہ ودیگر مفسرین کرام نے کہا: "**قالوا لهو الحديث هو الغناء والآية نزلت فيه**" لھوالحدیث کا مصداق گانا ہے آیت کریمہ اسی کے متعلق نازل ہوئی۔ (ابن کثیر، خازن) بالترتیب احادیث ملاحظہ کیجیے۔

(۱) **اخرج احمد عن ابى امامة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ان الله بعثنى رحمة وهدى للعالمين وأمرنى ان امحق المزامير والكبارات يعنى البرابط والمعازف والاوثان التى كانت تعبد فى الجاهلية والحديث فيه ضعف.** (عون) نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت وہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے ساز و باجے مٹانے کا اور ان بتوں کے مٹانے کا جن کی جاہلیت میں پوجا کی جاتی تھی۔

(۲) **واخرج احمد عن ابن عمرانّ النبى صلى الله عليه وسلم قال ان الله حرم الخمر والميسر والكوبة (الطبل) والغبيراء (الطنبور او البربط) وكل مسكر حرام.** (عون) اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، طبلہ، سارنگی، باجا گاجا اور ہر نشہ آور چیز کو حرام کیا ہے۔

(۳) **واخرج البخارى فى كتاب الاشربة.... ليكونن من امتى اقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف.** (عون) البتہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو آزاد لوگوں کو اور ریشم، شراب اور موسیقی کے آلات کو حلال کریں گے۔

(۴) **اخرج الترمذى.... قال: انى لم انه عن البكاء وانما نهيت عن صوتين احمقين فاجرين صوت عند نعمة لهو ولعب ومزامير الشيطان وصوت عند مصيبة خمش وجوه وشق جيوب ورنّة. حديث حسن.** (عون) اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے انتقال پر جب آپ ﷺ کے آنسو بہے تو عبدالرحمٰنؓ نے کہا آپ لوگوں کو روکتے ہیں اور خود روتے ہیں؟..... تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے صرف آنسو بہانے اور رونے سے نہیں روکا میں نے تو دو نافرمانی والی بدترین آوازوں سے روکا ہے، ایک موسیقی کی آواز دوسری بین کرنے کی آواز جس میں چہرے کو نوچا جائے اور گریبان چاک کیا جائے۔

(۵) **واخرج ابن ماجة فى كتاب الفتن باسناد صححه ابن القيم..... ليشر بنّ ناس من امتى الخمر يسمونها بغير اسمها يعزف على رؤوسهم بالمعازف والمغنيات يخسف الله بهم الارض ويجعل منهم القردة**

والخنازير. (عون) البتہ میری امت کے لوگ شراب کا نام بدل کر اسے پئیں گے، ان پر باجے بجائیں جائیں گے اور رنڈیاں ناچیں گی اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسائے گا اور ان میں سے کچھ کو بندر وخنزیر بنا دیں گے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

(۲) ما من رجل يرفع صوته بالغناء الا بعث الله له شيطانين احدهما على هذا المنكب والآخر على هذا المنكب فلا يزالان يضر بانه بارجلهما حتى يكون هو الذى يسكت. اخرجہ الترمذی (خازن ۳) جب بھی کوئی گویہ گانے کے لیے راگ الاپتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان بھیجتے ہیں جو اس کے دونوں کندھوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور گدھے کی طرح اس کو ہانکتے اور پاؤں مارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ چپ ہو رہے۔

قال ابن القيم: ومن مكائد عدو الله التى كاد بها من قلّ نصيبه من العلم والعقل والدين وصادبها قلوب الجاهلين والمبطلين سماع المكاء والتصدية والغناء حتى كانت مزامير الشيطان احبّ اليهم من آيات القرآن وبلغ منهم امله من الفسوق والعصيان ولم يزل انصار الاسلام وطوائف الهدى يحذرون من هؤلاء وافتقاء سبيلهم والمشى على طريقتهم المخالفة لاجماع آئمة الدين كما ذكر الامام ابوبكر الطرطوشى. (عون)

اقوال: (۱) قال ابن مسعود: الغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء الزرع، والذكر ينبت الايمان فى القلب كما ينبت الماء الزرع..... وهذا ادل دليل على فقه الصحابة فى احوال القلوب وادوائها وادويتها وانّهم اطباء القلوب. (عون) ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اور یاد الٰہی دل میں ایمان کو پیدا کرتی ہے جیسے پانی کھیتی کو...... ابن ابی الدنیا کہتے ہیں یہ قوی ترین دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں کے حالات کو سمجھنے اور بھانپنے کی اور ان کی بیماریوں اور دوائیوں کی اور یقیناً وہ تو روحانی امراض کے ماہر تھے۔

(۲) قال بعض العارفين: السماع يورث النفاق فى قوم، والعناء فى قوم، والكذيب فى قوم، والفجور فى قوم، واكثر ما يورث عشق الصور..... (عون) بعض عارفین صادقین کا فرمان ہے کہ گانا کسی کے دل میں کھوٹ پیدا کرتا ہے، کسی کے دل میں ہٹ دھرمی، کسی میں تکذیب، کسی میں نافرمانی اور اکثر لوگوں میں حسن پرستی اور بے جا مستی پیدا کرتا ہے۔

(۳) ومن امثالهم المشهورة: الغناء رقية الزنا. (نووی ۲/۲۵۵) گانا زنا کی سیڑھی ہے۔ سیڑھی پر چڑھا ہوا چھت پر سے ہوتا ہوا ہی آتا ہے اس لیے زنا کی روک تھام غناء کے روکنے میں ہے۔

(۴) وايضا فمن علامات النفاق: قلة ذكر الله، والكسل عند القيام الى الصلوة، ونفر او نقر الصلوة، وهذه صفة المفتونين بالغناء. (عون) اور یہ گانے کے ہی کرشمے ہیں نماز میں سستی، یاد الٰہی نہ ہونے کے برابر نماز سے بے رخی۔

(۵) قال الضحاك: الغناء مفسدة للقلب، مسخطة للرب. گانا دل کو بگاڑتا ہے رب کو ناراض کرتا ہے۔

(۶) قال الشوكانى: قد اختلف فى الغناء مع آلة من آلات الملاهى وبدونها فذهب الجمهور الى التحريم. (عون) بقول قاضی شوکانیؒ عند الجمہور باطل گاجا باجا اور مروجہ بے حیائی سے مملوء موسیقی حرام ہے۔

(۷) واما ابو حنيفة فانه يكره الغناء ويجعله من الذنوب وكذلك مذهب اهل الكوفة سفيان وحماد وابراهيم وشعبى وغيرهم، ولا نعلم خلافا لاهل البصرة ايضا........ قد صرّح اصحابه بتحريم سماع الملاهى كلها........ بل قالوا التلذذ به كفر........ قالوا ويجب عليه ان يجتهد فى ان لا يسمعه اذا مر به او

كان في جواره. (عون) عبارت بالا سے بالتصریح معلوم ہوا کہ گانا گناہ کی چیز ہے اس سے لذت مفضی الی الکفر ہے اور ہر حال میں اس کی جمیع اقسام سے اجتناب لازم ہے۔

(۸) اما مالکؒ فانه نهى عن الغناء وعن استماعه وقال اذا اشترى جارية فوجدها مغنية فله ان يرده بالعيب. (عون) امام مالکؒ کا مسلک بھی سنیے وہ گانے اور اس کے سننے سے منع کرتے ہیں اور فرمایا جب کوئی شخص کنیز خرید لایا (یا ملازمہ لایا) وہ گانے والی نکلی تو اس (بدترین) عیب کی وجہ سے اسے رد کر دے۔

(۹) واما الشافعيؒ فقال في كتابه القضاء: انّ الغناء لهو مكروه يشبه الباطل وصرّح به اصحابه العارفون بمذهبه بتحريمه وانكر على من نسب اليه حلّه كالطبرى وابن الصباغ. (عون) بہرحال امام شافعیؒ تو انہوں نے کتاب القضاء میں اس کے باطل و ناپسندیدہ ہونے کی تصریح کی ہے اور بیدار مغز شوافع نے ان کا تحریم کا قول صراحۃً ذکر کیا ہے اور جو طبری اور صباغ جیسوں نے ان کی طرف حلت کی نسبت کی ہے اس کا یکسر انکار کیا ہے۔

(۱۰) واما الامام احمدؒ فقال عبدالله ابنه: سألت ابى عن الغناء فقال: الغناء ينبت النفاق في القلب لا يعجبني: ثم ذكر قول مالك انما يفعله عند الفساق. (عون) باقی رہے امام احمدؒ ان کی ان کے بیٹے سے ہی سنیے ان کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابا سے گانے کے متعلق پوچھا تو کہا یہ تو دل میں کھوٹ و منافقت کو اگاتا ہے اور مجھے بالکل نہیں بھاتا پھر امام الحرمین امام مالکؒ کا قول نقل فرمایا کہ یہ گانا بجانا تو رنڈیوں اور بھڑووں کا کام ہے جو استار نہیں بلکہ اشرار ہیں، بدکردار ہیں، بلاتوبہ مرے تو داخل نار ہیں، دنیا میں بھی خوار ہیں۔

(۱۱) قال ابو يوسفؒ: في دار يسمع فيها صوت المعازف والملاهي ادخل فيها بغير اذنهم لان النهى عن المنكر فرض فلو لم يجز الدخول بغير اذن لا متنع الناس من اقامة الفرض. (عون) قاضی یعقوب ابو یوسفؒ نے فرمایا: اس گھر والوں کے متعلق جس سے گاجے باجے اور موسیقی کی آواز آرہی تھی بلا اجازت ہی گھس جاؤ کیونکہ بقدر وسعت برائی سے روکنا فرض ہے اگر بلا اجازت دخول کی اجازت نہ ہو تو ادائیگی فرض نہ ہو سکے گی۔

(۱۲) في كتاب المستطرف في مادة عجل: نقل القرطبى عن سيدى ابى بكر طرطوشى انه سئل عن قوم يجتمعون في مكان فيقرؤون من القرآن ثم ينشد لهم الشعر فيرقصون ويطربون ثم يضرب لهم بعد ذلك بالدف والشبابة هل الحضور معهم حلال ام حرام؟

فقال مذهب الصوفية: ان هذه بطالة وجهالة وضلالة وما الاسلام الا كتاب الله وسنة رسوله، واما الرقص والتواجد: فأول من احدثه اصحاب السامرى لما اتخذوا العجل، فهذه الحالة هى عبادة العجل (سبب الخجل) وانما كان النبیؐ مع اصحابه في جلوسهم كانما على رؤوسهم الطير مع الوقار والسكينة فينبغى لولاة الامر وفقهاء الاسلام ان يمنعوهم من الحضور وفي المساجد وغيرها ولا يحل لاحد يؤمن بالله واليوم الآخر ان يحضر معهم ولا يعينهم على باطلهم، هذا مذهب الشافعى وابى حنيفة ومالك واحمد ابن حنبل. (عون)

(٦٠) بَابُ الْحُكْمِ فِي الْمُخَنَّثِيْنَ

ہیجڑوں کے بارے میں

(٦٥٠) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ أَبَا أُسَامَةَ أَخْبَرَهُمْ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ يُونُسَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ أَبِي يَسَارٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَّبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بَالُ هٰذَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا نَقْتُلُهُ فَقَالَ إِنِّي نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ وَالنَّقِيعُ نَاحِيَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِالْبَقِيعِ.

''ہارون بن عبداللہ محمد بن علاء ابواُسامہ مفضل اوزاعی ابو یسار ابوہاشم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک ہیجڑا (یعنی مخنث) لایا گیا جس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں مہندی سے رنگ لئے تھے آپ نے فرمایا اس کو کیا ہو گیا ہے۔ آپ سے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص عورت بننے کی کوشش کر رہا ہے۔ آپ نے حکم فرمایا اور اس شخص کو (مقام) نقیع کی طرف نکال دیا گیا (یعنی اس کو شہر بدر کر دیا گیا) لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس شخص کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا مجھے نمازی لوگوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا گیا ہے ابواُسامہ نے کہا نقیع مدینہ منورہ سے باہر ایک مقام کا نام ہے اور یہ بقیع نہیں ہے۔''

(٦٥١) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا مُخَنَّثٌ وَهُوَ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ أَخِيهَا إِنْ يَفْتَحِ اللهُ الطَّائِفَ غَدًا دَلَلْتُكَ عَلَى امْرَأَةٍ تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ وکیع ہشام ان کے والد عروہ زینب اُمّ سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ انکے پاس تشریف لائے اور انکے پاس ایک ہیجڑا بیٹھا ہوا تھا وہ انکے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کل (شہر) طائف کو فتح فرما دیں گے تو میں تم کو ایک عورت بتلاؤں گا کہ جب وہ عورت سامنے آتی ہے تو چار تہیں لے کر سامنے آتی ہے اور جس وقت وہ پشت پھیرتی ہے تو وہ آٹھ تہیں لے کر جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان ہیجڑوں کو اپنے گھروں سے نکال دو (اسلئے کہ وہ عورتوں کی اچھائی برائی سے واقف ہیں اور انکو عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے)۔''

(٦٥٢) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِينٍ عَنْ شَيْخٍ شَهِدَ أَبَا وَائِلٍ فِي وَلِيمَةٍ فَجَعَلُوا يَلْعَبُونَ يَتَلَعَّبُونَ يُغَنُّونَ فَحَلَّ أَبُو وَائِلٍ حَبْوَتَهُ وَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ.

''مسلم بن ابراہیم ہشام یحیٰ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی مخنث اور ہیجڑوں پر اور ان عورتوں پر جو مردانہ رنگ ڈھنگ اختیار کریں اور ارشاد فرمایا تم انہیں اپنے گھروں سے نکال دو۔''

(٦٥٢) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ وَأَخْرِجُوا فُلَانًا فُلَانًا يَعْنِي الْمُخَنَّثِينَ.

''مسلم بن ابراہیم ہشام یحیٰ عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہیجڑوں پر اور

مردانہ عورتوں پر اور ارشاد فرمایا ہیجڑوں کو اپنے گھروں سے نکال دو اور فلاں، فلاں یعنی ہیجڑوں کو نکال دو۔"

تشریح: مخنث کی توضیح: مخنث۔ یہ خنث مثل فرح سے اسم مفعول کا صیغہ ہے نون پر فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، نون کے کسرہ کے ساتھ اسم فاعل بھی پڑھا جاتا ہے اس کا معنی ہے گراوٹ، نرمی، ڈھیلا پن۔ هو الذی یتشبه بالنساء فی اخلاقه و کلامه وحرکاته وسکناته وتارة یکون هذا خلقة ولا ذمّ له ولا اثم علیه وتارة یکون تصنعا من الفسقة. (بذل وعون) وہ جو چال ڈھال احوال واقوال میں عورتوں کے مشابہہ ہو کبھی یہ خلقۃً اور پیدائشی ہوتا ہے جس پر کوئی ملامت و گناہ نہیں اور کبھی یہ تصنع اور بناوٹی ہوتا ہے اس ثانی پر تشبہ بالنساء اور فسق کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ فالغالب من حاله انه لا ارب له فی النساء. (عون) عموماً یہ ہوتا تھا کہ خنثی قابل شہوت نہ ہوتا اور یہی سمجھ کر ازواج مطہرات اسے داخل ہونے سے منع نہ کرتیں پھر اس کی باتوں اور نسوانی تذکروں میں دلچسپی سے معلوم ہوا کہ یہ غیر اولی الاربة. میں سے نہیں پھر منع کر دیا گیا اور اسی میں سلامتی ہے۔ اس حدیث میں تصریح کے ساتھ ہے کہ یہ ام سلمہؓ کے پاس تھا اور ان کے بھائی عبداللہؓ سے بیان کر رہا تھا کہ اگر طائف فتح ہو گیا تو تجھے میں بادیہ بنت غیلان ثقفی کا حال بتلاؤں......۔

اقبلت باربع........ بثمان. اس سے مراد پیٹ اور پہلو کی سلوٹیں ہیں جو بھاری جسم کی وجہ سے ہو جاتی ہیں چار سامنے پیٹ کی آتے ہوئے اور چار پہلو کے پیچھے جاتے ہوئے دو اس طرف اور دو اُس طرف........ کیونکہ عرب فربہ عورت میں زیادہ رغبت رکھتے تھے اس لیے یہ ان کے نزدیک عمدگی کا سبب تھا (خواہ قیام وقعود بھی دشوار ہو) یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اخرجوهم من بیوتکن. انہیں اپنے گھروں سے نکال دو پھر یہ بھی ہے کہ اپنے معاشرے سے الگ رکھو چنانچہ اسے مدینہ سے باہر بیداء کی طرف نکال دیا گیا۔ یہ تین تھے۔ ہیت، ہرم، مانع۔ لفظ "المصلین" سے معلوم ہوا یہ احکام اور صوم وصلوٰۃ کے مکلف ہیں۔

(٦١) بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْبَنَاتِ

گڑیوں سے کھیلنے کا بیان

(٦٥٤) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فَرُبَّمَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي الْجَوَارِي فَإِذَا دَخَلَ خَرَجْنَ وَإِذَا خَرَجَ دَخَلْنَ.

"مسدد، حماد، ہشام بن عروہ، ان کے والد، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی تو بعض مرتبہ آنحضرت ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور لڑکیاں بیٹھی ہوتیں جب آپ تشریف لاتے تو وہ لڑکیاں چلی جاتیں اور جب آپ تشریف لے جاتے تو وہ لڑکیاں آجاتیں۔"

(٦٥٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ خَيْبَرَ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتِ الرِّيحُ فَكَشَفَتْ نَاحِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لُعَبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأَى بَيْنَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِي أَرَى وَسْطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هٰذَا الَّذِي عَلَيْهِ قَالَتْ جَنَاحَانِ قَالَ

فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قُلْتُ أَمَا سَمِعْتَ أَنَّ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحِكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ.

''محمد بن عوف' سعید بن ابی مریم' یحییٰ بن ایوب' عمارہ' محمد بن ابراہیم' ابوسلمہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ تبوک یا غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے اور میرے گھر کے طاق پر پردہ پڑا تھا (اس میں گڑیاں رکھی تھیں) ہوا جو چلی تو پردہ کا ایک کونا ہوا سے اُڑ گیا اور میرے کھیلنے کی گڑیاں نظر آنے لگیں۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا میری گڑیاں ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ ان گڑیوں میں ایک گھوڑا تھا جس کے دونوں پر کپڑے کے تھے آپ نے فرمایا یہ گڑیوں کے درمیان مجھے کیا نظر آ رہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا گھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کے اُوپر یہ کیا لگے ہوئے ہیں؟ میں نے عرض کیا اس پر پَر لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا گھوڑے کے بھی پَر ہوتے ہیں؟ میں نے عرض کیا آپ نے نہیں سنا' حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پروں والے گھوڑے تھے' یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے مبارک داڑھیں کھل گئیں۔''

تشریح: اس باب میں کپڑے کی بنی عارضی چھوٹی چھوٹی گڑیوں سے کھیلنے کا ذکر ہے جو مکمل تصویر نہ تھیں اور بچیاں اس سے کھیلتی تھیں اور آپؐ کے ادب اور رعب کی وجہ سے چلی جاتیں جب آپؐ تشریف لے جاتے تو آ جاتیں۔ اور ایسی گڑیوں سے کھیلنا درست ہے، ہاں ان میں مکمل ناک، کان، آنکھیں اور باقاعدہ مورتی بنانا درست نہیں، بعض حضرات نے اسے تصویروں کی ممانعت والی حدیث کی وجہ سے منسوخ کہا ہے حالانکہ اس کے منسوخ ہونے کے لیے ناسخ و دلیل نہیں، پھر اس کی حاجت ہی کیا ہے کہ یہاں مستقل مورتی و تصویر کی اجازت و ذکر ہی نہیں بلکہ چھوٹی چھوٹی گڑیوں کا ذکر ہے جو کپڑوں کے ٹکڑوں سے بچیاں بناتی ہیں۔

تنبیہ: پلاسٹک، ماربل، یا لکڑی کی گڑیاں جو ملتی ہیں وہ منع ہیں کیونکہ وہ تو مکمل تصویر اور مورتی ہیں اور بعض ان میں سے مصنوعی طور پر حرکتیں بھی کرتی ہیں۔ تصویر کی مفصل بحث کتاب اللباس کے آخر میں گذر چکی ہے اور مفتی بہ قول آگے مذکور ہے۔

کانت تلعب بالبنات. گڑیوں اور کھلونوں سے کھیلتی تھیں۔ اس حدیث پر اشکال ہے کہ تصویر ممنوع ہے تو سیدہ عائشہؓ کیسے ان سے کھیلتی تھیں۔

جواب: (۱) یہ بالکل واضح تصاویر نہ تھیں بلکہ مدہم تصویر نما تھیں جو درست ہیں۔ (۲) نابالغ غیر مکلفین کے لیے جائز ہے۔ لیکن یہ جواب غیر معقول ہے اس لیے کہ سیدہ عائشہ تو اس وقت بالغہ تھیں۔ (۳) علامہ بیہقیؒ اور ابن الجوزیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ تصویر کی حرمت کے نزول سے پہلے کا ہے۔ بہر حال تصویر جائز نہیں اور سیدہ عائشہؓ کا عمل قبل از نزول حکم تحریم تھا۔ شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ اگر صرف کھلونے اور گڑیاں تصویری ہوں تو بچے کھیل سکتے ہیں لیکن مجسمے اور بتوں جیسے گھڑے اور بنائے ہوئے جن سے آفس دکانیں اور ڈرائنگ روم سجائے جاتے ہیں ان کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں۔

لعب لعبة کی جمع ہے کھلونے۔ گڑیا۔

مصنوعی مجسموں کے کھلونوں کا حکم، سوال: بچوں کو کھلونے دینا کیسا ہے؟ جب کہ کھلونے میں جاندار جیسے مصنوعی انسان، گھوڑے، بکری، بلی وغیرہ کے بھی مجسمے ہوتے ہیں بینوا توجروا؟

الجواب: باسم ملہم الصواب بچوں کو کھلونے دینا جائز ہے۔ مگر جاندار کے مجسمے جیسے انسان، گھوڑا، بکری، بلی وغیرہ دینا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۸، ص ۲۰۱)

(٦٢) بَابٌ فِي الْأُرْجُوحَةِ

جھولے کے بارے میں

(٦٥٦) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَزَوَّجَنِي وَأَنَا بِنْتُ سَبْعٍ أَوْ سِتٍّ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ أَتَيْنَ نِسْوَةٌ وَقَالَ بِشْرٌ فَأَتَتْنِي أُمُّ رُومَانَ وَأَنَا عَلَى أُرْجُوحَةٍ فَذَهَبْنَ بِي وَهَيَّأْنَنِي وَصَنَعْنَنِي فَأُتِيَ بِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَبَنَى بِي وَأَنَا ابْنَةُ تِسْعِ سِنِينَ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ہشام، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے اور میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی، میرے بال چھوٹے چھوٹے تھے اور وہ مجھے لے گئیں اور مجھے سنوار کر خدمت نبوی میں لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے جماع کیا۔ اس وقت میں نو سال کی تھی۔''

(٦٥٧) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ بِإِسْنَادِهِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ وَأَنَا عَلَى الْأُرْجُوحَةِ وَمَعِي صَوَاحِبَاتِي فَأَدْخَلْنَنِي بَيْتًا فَإِذَا نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ.

''بشر بن خالد، ابواُسامہ، ہشام بن عروہ سے یہی روایت بیان کی گئی ہے کہ میں ایک جھولے پر تھی اور میرے ہمراہ سہیلیاں تھیں وہ مجھے ایک کوٹھری میں لے گئیں وہاں پر انصار کی کچھ خواتین تھیں انہوں نے کہا آؤ خیر و برکت کے ساتھ۔ (یعنی مبارک ہو)''

(٦٥٨) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَنَزَلْنَا فِي بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَالَتْ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَعَلَى أُرْجُوحَةٍ بَيْنَ عِذْقَيْنِ فَجَاءَتْنِي أُمِّي فَأَنْزَلَتْنِي وَلِي جُمَيْمَةٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ .

''عبیداللہ بن معاذ، ان کے والد، محمد بن عمرو، یحییٰ بن عبدالرحمٰن، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم جب مدینہ منورہ آئے اور قبیلہ بنی حارث بنی خزرج کے پاس ٹھہرے تو اللہ کی قسم میں اس وقت جھولے پر تھی تو میری والدہ صاحبہ تشریف لائیں اور انہوں نے مجھے اُتارا۔ اس وقت میرے سر پر چھوٹے چھوٹے بال تھے پھر راوی نے حدیث کو آخر تک بیان کیا۔''

تشریح: ارجوحۃ کا معنی عموماً جھولے سے کیا جاتا ہے اور یہ کھیل وتفریح کے آلات میں سے بالخصوص بچوں کے لیے اس کی تعریف میں بنیادی قول علامہ نووی کا ہے کہ عون وبذل اور دیگر شروحات میں اسی کو نقل کیا گیا ہے۔

ارجوحہ کی تعریف: (١) هی خشبة یلعب علیها الصبیان والجواری الصغار، یکون وسطها علی مکان مرتفع (خشبة)، ویجلسون علی طرفیها، ویحر کونها، فیرتفع جانب منها، وینزل جانب. (٢) فی المعجم الارجوحة حبل یشد طرفاه فی موضع عال (سقف او شجر) تم یر کبه (ویجلس علیه) الانسان ویحرك وهو فیه (ویرفع الی جانب مرة والی جانب مرة) (عون) ارجوحہ وہ لمبی لکڑی ہے جو ایک لمبی ستون نما گاڑھی ہوئی لکڑی پر رکھی جاتی ہے۔ پھر اس کے دونوں طرف بچے، بچیاں بیٹھتے ہیں۔ پھر اسے اوپر نیچے کرتے ہیں ہمارے یہاں لوہے کی تیار ملتی ہیں عموماً تفریحی مقامات پر نصب ہوتی ہے اور اسے ''سیسو'' کہتے ہیں۔ دوسرا معنی وہ رسے کا جھولا ہے جو بالکل متعارف ہے۔ اس پر بیٹھے وہی

جو مضبوط دل والی ہو ورنہ سونے والوں کی نیند خراب ہوگی۔

ان احادیث میں سیدہ عائشہؓ کی رخصتی اور عروسی کا ذکر ہے۔ کاش کہ ہم بھی اپنی بچیوں کی ترتیت زندگی بروقت اور اتنی سادگی سے طے کردیں تو اللہ اور رسول ﷺ راضی ہوں اور رسوائی سے بھی بچ جائیں۔

وانا مجمة کا مطلب یہ ہے کہ میرے بال اتنے لمبے تھے جیسے زلفیں یعنی بال بہت لمبے نہ تھے اور یہ بیماری کی وجہ سے بال جھڑنے کے بعد کی حالت ہے۔ یہ مباح کھیل ہے آگے ممنوع کھیل کا ذکر ہے۔

(٦٣) بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ اللَّعِبِ بِالنَّرْدِ

شطرنج کھیلنے کی ممانعت کا بیان

(٦٥٩) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

''عبداللہ بن مسلمہ، مالک، موسیٰ، سعید، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی شطرنج کھیلے اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔''

(٦٦٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيْرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهٗ فِيْ لَحْمِ خِنْزِيْرٍ وَدَمِهٖ.

''مسدد، یحییٰ، سفیان، علقمہ، حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی شطرنج کھیلے (تو وہ شخص ایسا ہے کہ) گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں ڈبو دیا۔''

تشریح: اسلام ایک فطری دین اعتدال پسند مذہب اور موزوں ترین طریقہ حیات ہے اور انسان کی دنیاوی اور اخروی جملہ ضروریات پر محیط و مشتمل ہے اور زندگی کے ہر گوشے اور انسانیت کے ہر طبقے کے لیے ہدایات اور رہنمائی کامل ہے اور اتنا فراخ دلی اور ظریف الطبع ہے کہ اپنے منکرین و معاندین کے لیے بھی اپنے اندر بڑی گنجائش رکھتا ہے اور انہیں تیوری چڑھا کر ترش روئی سے نہیں بلکہ عفو بھری نظر بخشش سے دیکھتا ہے اور انہیں اپنی آغوش میں لینے کے لیے بے تاب رہتا ہے حتیٰ کہ بڑے سے بڑے دشمن اور معاند کے لیے بھی اپنا دروازہ بند نہیں کرتا اور وحشیؓ، ابوسفیانؓ اور عکرمہؓ بن ابی جہل جیسوں کو آنے اور شرمانے پر چشم زدن میں معاف کر دیتا ہے اور ''**الاسلام یھدم ما کان قبلہ**'' کا مژدہ سناتا ہے اور یکسر اپنا انداز بیان بدل دیتا ہے۔......... اس لیے شریعت مطہرہ میں عقائد و اعمال، اخلاق و عادات، معیشت و معاشرت اور ورزش و سیاحت سب کے لیے نمایاں تعلیمات و تصریحات موجود ہیں اور حدیث باب میں انہیں میں سے ایک کا ذکر ہے ورزش و ریاضت اور سیر و سیاحت کی اجازت و اباحت ہے اور آپؐ سے آج تک تمام متبعین سنت اور عاملین شریعت سے یہ سب ثابت ہے کہ سیر و تفریح اور ہنسی مذاق فرماتے تھے قریب ہی باب نمبر ۹۲ ''**باب فی المزاح**'' آ رہا ہے اور جس اونٹنی پر حضرت عائشہؓ نے سختی کی تھی اور آپؐ نے منع فرمایا وہاں ہم نے (انعامات منعم اول باب نمبر ۱۷ اور اسی کتاب الادب کے باب نمبر ۱۱ میں) پڑھا ہے کہ وہ تفریح کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

شطرنج اور گوٹیوں سے کھیلنے کا حکم: نرد جمہور اہل علم کے نزدیک حرام ہے اور شطرنج بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حرام ہے اور جو نرد کھیلتا ہے اس کی شہادت مردود ہوگی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شطرنج جائز ہے۔ دیگر کھیلوں کے لیے اصول یہ ہے کہ اگر محض ورزش وتفریح کے لیے ہوں اور ایک حد تک آدمی کھیلتا ہے تو اجازت ہوگی اور اگر ان میں اتنا شغب ہو اور اس قدر مشغول ہوں کہ ذکر وتلاوت نماز وعبادت سب کچھ بھول جائیں تو یقیناً منع ہیں اور اگر کسی بھی مباح کھیل میں شرط وسٹہ اور جوا آ جائے تو قطعاً حرام ہوگا۔ (عون، بذل)

نرد کا معنی، موجد: نرد یہ چوسر کی طرح ایک کھیل ہے جو دہری بساط پر کھیلا جاتا ہے ایک ڈبیہ میں کنکریاں یا پلاسٹک کی گوٹیاں ہوتی ہیں اور دو ننگ ہوتے ہیں جن کو ہلا کر جیسا ننگ نکل آتا ہے اس کے مطابق کنکریاں یا گوٹیاں آگے بڑھائی جاتی ہیں۔ (قاموس وحید)
نرد یہ عجمی لفظ ہے معرب ہو کر عربی میں مستعمل ہے۔ شیر اس کا معنی ہے۔ میٹھا "**فالنرد عجمي معرب، وشير معناه حلو**" (عون) نردشیر گوٹیوں والا میٹھا کھیل۔ حیوٰۃ الحیوان کے حوالے سے بذل کے حاشیہ میں ہے کہ اسے فارس کے بادشاہوں میں سے پہلے "بادشاہ اردشیر بن بابک" نے وضع کیا اور دنیا والوں کو ضیاع وقت کے لیے یہ کھیل دیا اور اس کے لیے سال کے بارہ مہینوں کی تعداد کے اعتبار سے بارہ کمرے اور بارہ ہی کھیل کے لیے بساط تیار کرائیں۔ اس کے برعکس ہند کے بادشاہ "شہرام" بکسر الشین کے لیے صفۃ نامی شخص نے فارسیوں کے مقابلے میں شطرنج ایجاد کیا یہ مشہور حکیم تھا یہ بھی ہے کہ "ابوبکر الصولی الکاتب" نے شطرنج ایجاد کیا اور راجح یہ لکھا ہے کہ "بلہیت" نے شطرنج ایجاد کیا۔ ہائے جب بندہ رب کو بھول جاتا ہے تو پھر شیطان یہی سمجھاتا ہے اور بھٹکاتا، بہکاتا ہے قرآن سچ کہتا ہے: "**ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ما تولى ونصله جهنم**. (نساء: ۱۱۵) جو ماننے والوں کی راہ پر نہیں چلتا تو اسے ہم ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر اس کا منہ ہوتا ہے اور دوزخ میں انڈیل دیتے ہیں۔

جہڑا مؤمنین توں پھردے اساں   اوندا رسا کنڈے سٹ چھڑیندے سے وچ دوزخ اچ

فكانما غمس يده........ وهو تشبيه لتحريم اللعب بالنرد بتحريم اكلهما. (عون) اس سے مقصود حرمت میں تشبیہ ہے کہ جس طرح خنزیر اور اس کا خون حرام اور نجس العین ہیں اسی طرح یہ کھیل بھی حرام ہے۔

(۶۴) بَابٌ فِي اللَّعِبِ بِالْحَمَامِ
کبوتر بازی کا بیان

(۲۶۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً.

"موسیٰ بن اسماعیل' حماد' محمد بن عمرو' ابوسلمہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو کبوتر کا پیچھا کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا (یہ شخص) شیطان ہے جو شیطانہ کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔"

تشریح: کبوتر باز کو ضیاع وقت اور کھیل میں مشغول ومنہمک ہونے کی وجہ سے شیطان کہا گیا کہ جس طرح شیطان چاہتا ہے انسان اپنی ساری عمر ضائع کر دے اور کچھ بھی عمل نہ کر سکے اسی طرح یہ کبوتر باز ہے کہ کچھ خبر نہیں گھربار کی نہ اللہ کے دربار کی، بس ایک فضول لگن ہے کہ ہر وقت اس میں مگن ہے۔

کبوتر رکھنے کا حکم: علامہ نوویؒ کہتے ہیں کبوتر (یا دیگر پرندے) انڈوں، چوزوں اور بچوں کے لیے اور انس ومحبت کے لیے پالنا رکھنا بلا کراہت درست ہے اور اڑانے کے لیے رکھنا مکروہ ہے۔ پھر اگر اس میں شرط بازی اور جوابازی شامل ہو جائے تو قطعاً حرام ہے اور مزید یہ بھی کہا گیا ہے۔ **قال النوویؒ: اتخاذ الحمام للبیض والفرخ اوالانس جائز بلا کراهة، واما اللعب بها للتطیرّ فالصحیح انه مکروہ، فان انضم الیه قمار ونحوہ ردت الشهادة کذا فی المرقاة.** (عون)

تنبیہ: علامہ سراج الدین قزوینی نے اس حدیث کو موضوعات میں سے شمار کیا ہے اور تنقید کی ہے لیکن فتح الودود میں ہے "**والحدیث لا یتنزّل عن درجة الحسن، کما حققه ابن حجر، فزعم من زعم انه موضوع باطل**" (بذل) یہ حدیث درجۂ حسن میں ہے جیسے ابن حجر نے ثابت کیا اور انہوں نے خیال کیا کہ اسے موضوع کہنے والوں کا گمان باطل ہے اس لیے حدیث قابل عمل ہے۔

دیگر پالتو پرندوں کا حکم: انعامات المنعم ابواب البر والصلة باب نمبر ۱۳۱ میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ گھر میں پالتو پرندے رکھنا جائز ہے بشرطیکہ ان کی غذاء اور دانہ پانی کا خیال رکھا جائے ورنہ ایک بلی کی وجہ سے حمیری عورت کے جہنم میں جانے کا ذکر بھی ہم وہیں پڑھ چکے ہیں۔

(۶۵) بَابٌ فِیْ الرَّحْمَةِ

شفقت کرنا

(۶۶۲) حَدَّثَنَا وَمُسَدَّدٌ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰی قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ أَبِیْ قَابُوْسَ مَوْلٰی لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ ارْحَمُوْا أَهْلَ الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِیْ السَّمَاءِ لَمْ يَقُلْ مُسَدَّدٌ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَقَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ.

"مسدد، ابوبکر بن ابی شیبہ، سفیان، عمرو، حضرت ابو قابوس مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمٰن (یعنی اللہ تعالیٰ) رحم نازل فرمائے گا۔ تم لوگ اہلِ زمین پر رحم کرو، جو آسمان میں ہے وہ تمہارے اُوپر رحم فرمائے گا۔ مسدد نے اپنی روایت میں مولیٰ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے الفاظ کا تذکرہ نہیں کیا۔"

(۶۶۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ كَتَبَ إِلَیَّ مَنْصُوْرٌ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ فِیْ حَدِيْثِهِ وَقَرَأْتُهُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ أَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ مَنْصُوْرٌ فَقَالَ إِذَا قَرَأْتَهُ عَلَیَّ فَقَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ ثُمَّ اتَّفَقَا عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ مَوْلَی الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ ﷺ صَاحِبَ هٰذِهِ الْحُجْرَةِ يَقُوْلُ لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِیٍّ.

"حفص بن عمر (دوسری سند) ابن کثیر، شعبہ، منصور، ابو عثمان، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو کہ سچے تھے اور ان کو لوگ سچا سمجھتے تھے جو اس حجرے میں رہا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے شفقت، مہربانی، رحمت اور نرمی نہیں چھینی جاتی ہے مگر بدنصیب شخص سے۔"

(۶۶۴) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِیْ نَجِيْحٍ عَنِ ابْنِ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يَرْوِيْهِ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ حَقَّ كَبِيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا.

''ابوبکر بن ابی شیبہ ' ابن سرح ' سفیان ' ابن نجیح ' ابن عامر ' حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی چھوٹے پر رحم نہ کرے اور بڑے کا حق نہ پہچانے وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔''

تشریح: حدیث اول: **عن ابی قابوس، قابوس عجمة وعلمية** کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ **الراحمون**.........
یہ حدیث ہے مسلسل بالاولیت کے ساتھ مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث پڑھنے اور پڑھانے والے سب سے پہلے یہ حدیث پڑھ لیں اور اس کا تسلسل سفیان بن عیینہ تک ہے اور ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ جو تسلسل کو ابن عیینہ سے اوپر تک بیان کرتا ہے تحقیق اسے وہم ہوا۔ **قال السخاوی فی تائیده انما یصح التسلسل فیه الی ابن عیینة خاصة ثم انقطع فیمن فوقه علی القول المعتمد.** (بذل)

مسلسل کا مطلب: مسلسل کا مطلب یہ ہے کہ ایک حدیث ایک خاص ہیئت بیان کے ساتھ چلی آ رہی ہو کہ آپ ؐ نے صحابی کو پھر صحابی نے اپنے تلمیذ تابعی کو پھر اس نے اپنے شاگرد محدث کو......... ایک خاص ہیئت وحالت کے ساتھ حدیث بیان فرمائی مثلاً ایک حدیث **مسلسل بالماء والتمر** یا **مسلسل بالاسودین** ہے کہ آپ ؐ سے اب تک سلسلہ یوں ہی چلا آ رہا ہے کہ حدیث پڑھانے والا پانی اور کھجور دیتا ہے پھر حدیث سناتا ہے کہ آپ ؐ نے ایسے ہی کیا تھا کہ پانی اور کھجور دیئے پھر ارشاد فرمایا۔ اسی طرح مسلسل **بالمصافحة والتشبیك** ہے کہ آپ ؐ نے مصافحہ فرمایا اور تشبیک کی یعنی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں (جیسے بلا تکلف دوست کرتے ہیں) اسی طرح ایک مسلسل **"بوضع الید علی الرأس"** ہے کہ آپ ؐ نے حدیث ارشاد فرماتے وقت سر پر ہاتھ رکھا تو ابو ہریرہؓ نے بھی بیان کرتے وقت سر پر ہاتھ رکھا، اسی طرح ایک حدیث ''مسلسل بالعاشورہ'' ہے کہ آپ ؐ نے دس محرم کو حدیث بیان فرمائی تو صحابیؓ نے بھی دس محرم کو بیان کی اور آج تک یہی سلسلہ چلا آ رہا ہے کہ وہ حدیث محرم الحرام کی دس تاریخ کو بیان کرتے ہیں۔
استاد کبیر شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے پاس مسلسلات والی کثیر احادیث ہیں جن کی وہ دس محرم کو جامعہ دار العلوم کراچی میں اجازت دیتے ہیں اور باقاعدہ تشبیک ومصافحہ کرتے ہیں۔
راقم کو (بحمد اللہ) بھی دس کے قریب مسلسلات کی اجازت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور مسلسلات پر مستقل رسالے بھی طبع شدہ ملتے ہیں۔

اہل زمین کے لیے رحمت ہونے کا مطلب؟: رحمت کا معنی رأفت ونرمی ہے کہ آدمی انسان وحیوان اور دیگر جملہ مخلوقات سے رقت وشفقت اور نرمی وعطوفت سے پیش آئے ایذاء نہ پہنچائے بلکہ تکلیف ومصیبت اور آفت سے بچائے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر وقت ایک ہی حالت میں پیش آئے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی پیروی میں ان سے نرمی کرے اور اگر خلاف شرع کا ارتکاب ہو تو پھر سزا کا اجراء اور حدود کا نفاذ ضروری ہے کیونکہ قرآن کریم میں صحابہ کرامؓ کی صفات کے لیے صرف رحماء اور اذلۃ نہیں ہے بلکہ **"اشداء علی الکفار، رحماء بینهم، اذلة علی المؤمنین اعزّة علی الکفرین** اور **لا یخافون لومة لائم''** موجود ہیں۔ جیسا کہ حضورؐ بتصریح نص قرآنی رؤف ورحیم اور رحمۃ اللعالمین ہیں لیکن حدود کو نافذ فرمایا ہے کہ یہ رحمت وشفقت کے خلاف نہیں بلکہ عین انصاف اور عدل ہے۔ **والرحمة مقیدة باتباع الکتاب والسنة، فاقامة الحدود والا لانتقام لحرمة الله تعالی لا ینافی کل منهما الرحمة.** (عون)

حدیث ثانی: **فقال اذا قرأته علیّ فقد حدثتك به.** یہ سند میں الفاظ بیان کے متعلق منصور کا قول ہے۔ اصول یہ ہے کہ استاد

پڑھے اور تلامذہ سنیں تو طالب علم آگے بیان کرتے وقت حدثنا، حدثنی کہیں گے اور اگر طالب علم پڑھے اور استاد سنے تو پھر آگے بیان کرتے وقت شاگرد اخبرنی، اخبرنا کہیں گے۔ اس طرح استاد کے پڑھنے کے لیے الگ اور سننے کے لیے تعبیر دو جدا الفاظ سے ہو گی۔ عموماً محدثین کے ہاں یہی ہے کہ اخبرنا اور حدثنا میں فرق ہے۔ تفصیل ہم مقدمے میں پڑھ چکے ہیں اب دیکھ کر تازہ کرلیں۔ اس کے برعکس منصورؒ کا یہ کہنا ہے کہ شیخ واستاد پڑھے یا سنے بہردوصورت حدثنا کہنا درست ہے یہ منصور کا مذہب ہے دیگر محدثین کا قول اس کے خلاف ہے۔ وحاصله ان عند منصور قرأة الشيخ على التلميذ وقراء ة التلميذ على الشيخ كلاهما سواء في اطلاق التحديث، وخالف فيه بعضهم. (بذل) مزید قراءة، رسالة، كتابة، اجازة، وجارة، کی بحث مقدمے میں ملاحظہ ہو۔

لا تنزع الرحمة الامن شقي. یہ فعل مضارع مجہول ہے شقی سے مراد کافر وفاجر ہے کہ دنیا میں تھکا اور آخرت میں عذاب میں مبتلا ہوا۔ اى كافر او فاجر يتعب فى الدنيا ويعاقب فى العقبى. (عون) اور رحمت وشفقت کا فائدہ درحقیقت اپنے آپ کو ہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ان احسنتم احسنتم لانفسكم" وان اسأتم فلها. (اسراء: ۷)

حدیث ثالث: ويعرف حق كبيرنا. اس کا یرحم پر عطف ہے اور لم کی وجہ سے مجزوم ہے۔ پہلی حدیث میں يرحمكم ارحموا کا جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

صلہ رحمی اور قطع رحمی کا حکم: صلہ رحمی عند الكل بالاجماع واجب ہے۔ قطع رحمی گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ صلہ رحمی کا ادنی درجہ سلام وکلام، عزت واحترام وعدم انتقام، سب کا خیال واہتمام ہے۔

صلہ رحمی کی اقسام: قدرت اور وسعت کے اعتبار سے ندب واستحباب اور وجوب کی طرف ترقی ہوتی ہے۔

صلہ رحمی عمومی: صلہ رحمی محبت والفت، نصیحت وخیر خواہی، عدل وانصاف اور حقوق واجبہ ومستحبہ کی ادائیگی کا نام ہے۔

صلہ رحمی خصوصی: اپنے عزیز واقارب کی خیر خبر معلوم کرنا بقدر وسعت ان سے مالی واخلاقی تعاون کرتے رہنا اور الاقرب فالاقرب کے تحت سب سے برتنا (قرطبی) ابن ابی جمرہؒ کہتے ہیں کہ مال سے تعاون مضرت سے دفاع، خندہ پیشانی سے ملاپ، دعاء خیر، خیر پہنچانے کی ممکنہ کوشش یہ سب صلہ رحمی کا حصہ ہیں۔

صلہ رحمی کن سے واجب ہے: (۱) قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ ذی رحم محرم اور جن سے نکاح درست نہیں ان سے صلہ رحمی واجب ہے چچازاد، خالہ زاد وغیرہ شامل نہ ہوں گے۔

(۲) صلہ رحمی عام ہے جو وراثت میں حصے دار ہوں بھلے نکاح جائز ہو یا نہ ہو سب سے صلہ رحمی لازم ہے اور یہی قول صواب وراجح ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مصر کو ذمة ورحما کی پاسداری کا حکم دیا تھا اور اهل ودابيه میں اصدقاء الاب سے بھی صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے مابین محارم کا رشتہ نہیں۔ واللہ اعلم

قطع رحمی کرنے والوں کے لیے مسلم شریف میں وعید مذکور ہے، فرمایا: لا يدخل الجنة قاطع. اى قاطع الرحم دخولا اوليا.

(٦٦) بَابٌ فِي النَّصِيحَةِ
خیر خواہی کے بارے میں

(٦٦٥) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ تَمِيمِ نِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ إِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ إِنَّ الدِّيْنَ النَّصِيْحَةُ قَالُوْا لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِلّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَأَئِمَّةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ أَوْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.

''احمد بن یونس' زہیر' سہیل' عطاء' حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے۔ خیر خواہی کا نام ہے خیر خواہی کا نام ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کس کس کے ساتھ یا رسول اللہؐ! آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کی کتاب کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور مسلمانوں کے امراء اور حکام کے ساتھ اور عام مسلمانوں کے ساتھ۔''

(٦٦٦) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَأَنْ أَنْصَحَ لِكُلِّ مُسْلِمٍ قَالَ وَكَانَ إِذَا بَاعَ الشَّيْءَ أَوِ اشْتَرَاهُ قَالَ أَمَا إِنَّ الَّذِيْ أَخَذْنَا مِنْكَ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِمَّا أَعْطَيْنَاكَ فَاخْتَرْ.

''عمرو بن عون' خالد' یونس' عمرو بن سعید' حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر' حضرت جریر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سننے اور فرمانبرداری پر بیعت کی (یعنی آپ جس بات کا حکم فرمائیں گے ہم اس کو تسلیم کریں گے) اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر (بیعت کی) حضرت جریر جب کوئی شے فروخت کرتے یا خریدتے تو یہ فرماتے کہ بھائی صاحب ہم تم سے جو شے لے رہے ہیں وہ ہمیں اس چیز سے زیادہ پسند ہے جو تمہیں دے رہے ہیں اب تم کو اختیار ہے۔''

تشریح: اصل النصيحة في اللغة الخلوص، وهي ارادة الخير للمنصوح له. (عون) نصیحت کا اصل معنی اخلاص اور صدق نیت ہے اور اس کا مفہوم خیر خواہی اور بھلائی چاہنا ہے آدمی کے لیے، امت کے لیے، ادارے کے لیے، تلامذہ کے لیے، خدام کے لیے......... دین اسلام اس کا مجسمہ اور مجموعہ ہے کہ سب کی خیر چاہیں حتیٰ کہ اس امت کے سب سے بڑے کافر کے لیے بھی ہدایت اور خیر خواہی چاہیں آپؐ نے بنفس نفیس ابوجہل کے لیے بھی ہدایت کی دعاء فرمائی۔

حدیث کا مطلب: قالوا: لمن يا رسول الله؟ قال: لله وكتابه......... اللہ تعالیٰ کے لیے نصیحت کا معنی ہے ''الاعتقاد في واحدانيته واخلاص النية في عبادته کہ توحید پر عقیدہ صحیح اور پختہ ہو عبادت و اعمال میں اخلاص ہو۔ کتاب کے لئے نصیحت کا معنی ہے۔ ''الایمان به والعمل بما فيه'' اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا، رسول کے لئے التصديق بنبوته، وبذل الطاعة له، فيما امر به ونهى عنه'' ان کی نبوت کی تصدیق کرنا اور ان کے نبی آخر الزمان ہونے پر ایمان لانا اور اوامر و نواہی میں ان کی مکمل اطاعت کرنا جتنی بس میں ہو۔ امراء و سلاطین کے لئے نصیحت کا معنی ان يطيعهم في الحق، وان لا يرى الخروج عليهم بالسيف اذا جاروا. ان کی اطاعت کرنا اور بغاوت نہ کرنا۔ عام مسلمانوں کے لیے نصیحت کا معنی ہے ''ارشادهم الى مصالحم، واردة الخير لهم'' اصلاح و فلاح اور ان کی مصالح کی طرف رہنمائی کرنا اور ان سے بھلائی کا ارادہ رکھنا۔

حدیث ثانی میں سراپا اطاعت گذار جان نثار جریرؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ خیر خواہی کی انتہاء کر دی کہ مالک بھی شرما گیا ہوگا کہ مجھے کتنی زیادہ رقم ثمن ادا کی جا رہی ہے۔ اس کے برعکس ہم ہیں کہ کسی مجبور کو دیکھ کر کہتے ہیں آج مندہ ہے پانچ کی چیز تین میں بک رہی ہے اور مرتا کیا نہ کرتا وہ مجبور ہو کر اپنا نقصان برداشت کرتا ہے۔ حالانکہ ایک مسلمان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی مجبور حال کی مجبوری سے فائدہ اٹھائے اور بجائے تعاون کے اور کاٹ لے۔ اگلے باب میں یہی مذکور ہے کہ مسلمان کی اعانت ہو بقدر وسعت نصرت ہو اور اس کا دکھ درد ختم یا کم کرنے کی ضرور کوشش کریں۔

(٦٧) بَابٌ فِي الْمَعُوْنَةِ لِلْمُسْلِمِ

مسلمانوں سے تعاون کرنا

(٦٦٧) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُثْمَانَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ عُثْمَانُ وَجَرِيْرٌ الرَّازِيُّ ح وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ وَقَالَ وَاصِلٌ قَالَ حُدِّثْتُ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ ثُمَّ اتَّفَقُوْا عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ عَلٰى مُسْلِمٍ سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ عَنْ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ.

''ابوبکر، عثمان بن ابی شیبہ، ابومعاویہ، جریر (دوسری سند) واصل، اسباط، اعمش، ابوصالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان سے کوئی دُنیاوی تکلیف دور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اُوپر سے قیامت کی تکلیف دُور کرے گا اور جو شخص کسی نادار شخص پر آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کا عیب چھپائے اتو اللہ تعالیٰ اس شخص کا دُنیا اور آخرت میں عیب چھپائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہے گا۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عثمان نے (حدیث کی سند میں) ابومعاویہ رضی اللہ عنہ کو اور (حدیث شریف کے متن میں) وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ کے الفاظ بیان نہیں کئے۔''

(٦٦٨) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ نِ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ نَبِيُّكُمْ ﷺ كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ.

''محمد بن کثیر، سفیان، ابومعاویہ، ربعی، حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر ایک نیک کام صدقہ ہے۔''

(٦٨) بَابٌ فِيْ تَغْيِيْرِ الْأَسْمَاءِ

نام تبدیل کرنا

(٦٦٩) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ زَكَرِيَّا عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوْا أَسْمَائَكُمْ. قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ ابْنُ أَبِيْ زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ.

''عمرو بن عون (دوسری سند) مسدد، ہشیم، داؤد، عبداللہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ قیامت میں اپنے ناموں اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں سے بلائے جاؤ گے تو تم لوگ اچھے نام رکھا کرو۔''

(٦٧٠) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ.

''ابراہیم' عباد' عبید اللہ' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام ہیں عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔''

(٦٧١) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الطَّالِقَانِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَقِيْلُ ابْنُ شَبِيْبٍ عَنْ أَبِيْ وَهْبِ نِ الْجُشَمِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تَسَمَّوْا بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ وَأَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَأَصْدَقُهَا حَارِثٌ وَهَمَّامٌ وَأَقْبَحُهَا حَرْبٌ وَمُرَّةُ.

''ہارون بن عبداللہ' محمد بن مہاجر' عقیل' حضرت ابو وہب جشمی سے روایت ہے اور وہ صحابی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نام رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کو تمام ناموں میں زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں اور تمام ناموں سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں اور تمام ناموں میں برے نام حرب اور مرہ ہیں۔''

(٦٧٢) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَبَائَةٍ يَهْنَأُ بَعِيْرًا لَهُ قَالَ هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ فَأَلْقَاهُنَّ فِيْ فِيْهِ فَلَاكَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَ فَاهُ فَأَوْجَرَهُنَّ إِيَّاهُ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد بن سلمہ' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کو ان کی پیدائش کے وقت خدمتِ نبوی میں لایا گیا اس وقت آپ ایک عبا پہنے ہوئے اپنے اُونٹ کو دوا لگا رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہارے پاس کھجور ہے میں نے عرض کی جی ہاں پھر میں نے چند کھجوریں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے ان کو اپنے مُنہ میں ڈال لیا اور ان کو چبا کر بچہ کا مُنہ کھولا اور ان کو اس بچہ کے مُنہ میں ڈال دیا۔ بچہ اپنی زبان چلانے لگا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کھجور انصار کی جان ہے۔ پھر آپ نے اس لڑکے کا نام عبداللہ رکھا۔''

تشریح: اس کی بجائے عنوان "باب في حسن الاسماء" زیادہ موزوں ہے کیونکہ تغییر کا باب آگے مذکور ہے۔ (بذل) قرآن کریم میں ہے: "ليبلوكم ايكم احسن عملا" تو اللہ تعالیٰ حسن عمل کو دیکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں اور کام اچھا، نام اچھا انجام اچھا، عمل اچھا، علم اچھا، اس لیے برے نام کو، بدل دیا جائے اور عمدہ نام رکھیں آگے متعدد احادیث میں اچھے اور قبیح نام مذکور ہیں اور اسلامی نام کے عنوان سے کتابیں بھی ملتی ہیں اس لیے ہمیں اس کا اہتمام وخیال کرنا چاہیے۔

قیامت کے دن کس طرح پکارے جائیں گے؟: حدیث اول میں تصریح ہے: "انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آبائكم" کہ تم اپنے آباء کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے۔ طبرانی میں ایک روایت میں ہے۔ "يا فلان بن فلانة" جس سے پتہ چلتا ہے کہ ماؤں سے پکارا جائے گا۔ پھر اس کی حکمت یہ بھی بتائی جاتی ہے۔ (۱) کہ اگر باپ سے پکاریں اور ماں نے خیانت کی ہو تو یہ پکار غلط ہوئی اور اگر اس کے نام سے پکارا جائے جس کا نطفہ ہے تو خجالت ورسوائی ہے۔ اس لیے پردہ پوشی اور سچ اسی میں ہے کہ ماؤں سے پکارا جائے۔ (۲) دوسری بات یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے تو والد ہیں ہی نہیں اس لیے سب کو ماؤں سے پکارا جائے گا جیسے حدیث طبرانی کا مقتضا ہے۔

راجح بات: صحیح بات اور راجح قول یہ ہے کہ قیامت کے دن آباء کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔

جوابات: حدیث طبرانی کے متعلق ابن قیمؒ لکھتے ہیں: "**ولکن هذا الحدیث متفق علی ضعفه فلا تقوم به حجة**" پہلی وجہ کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے مکلف ہیں اور ظاہر پر حکم لگے گا اور یہ مسلم اصول میں ہم نے بار ہا پڑھا "**الولد للفراش**" اس لیے یہ قوی بات نہیں۔ دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ابن مریم سے پکارا جانا ہے اس سے متصادم اور متضاد نہیں اس لیے کہ ان کے والد تو ہیں نہیں اس لیے ان کو ابن مریم سے پکارا جائے تو کیا بعید ہے باقی جن کے والد ہیں ان کا کیا قصور ہے کہ یہاں ثابت النسب اور وہاں پتہ نہیں کس کے نطفے سے ہیں چلو ماؤں سے پکارا جائے۔ مزید براں یہ کہ سورۃ الطور میں جو ہے کہ صالح اولاد اپنے والدین سے ملا دی جائے گی اگر خائنہ کا بچہ مؤمن وصالح ہو تو فرمایئے اسے قیامت کے دن خائن زانی سے ملایا جائے گا یا ثابت النسب والد سے؟؟؟ آیت کریمہ یہ ہے "**والذین اٰمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنابهم ذریتهم**" (طور:۲۱) مؤمنوں کی ایماندار اولاد کو ان سے ملا دیں گے۔

تطبیق: لمعات میں یہ تطبیق بھی مذکور ہے کہ بعض کو آباء سے اور بعض کو امہات سے بلایا جائے گا۔ لیکن اس کی بھی حاجت نہیں اس لیے کہ اگر صحیح حدیث کے ساتھ تعارض ہو تو تطبیق کی کوشش کریں جب بتصریح ابن القیم حدیث طبرانی عند الکل بالکل ضعیف ہے تو تعارض ہی نہیں پھر تطبیق اور رفع تعارض چہ معنی دارد؟

حدیث ثالث: حارث بہادر، ہمام سخی، پرعزم، حرب لڑائی، لڑاکا، مرة کڑوا۔ جو نام اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت والے ہیں وہ سب سے پسندیدہ ہیں، پھر انبیاء کے نام رکھنے کا حکم ہے اسی طرح صحابہ کے نام اور صحیح مطلب ومفہوم والے نام رکھیں۔ آگے باب نمبر ۷۲ میں مفصل بحث آرہی ہے۔

واقعہ: سعید بن مسیب تابعیؒ نے نقل کیا ہے کہ سیدنا عمرؓ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ کہا **جمرة** (انگارہ) فرمایا کس کا بیٹا ہے؟ **قال شهاب** (جلانے والا استارہ) کہا کس قبیلہ سے؟ جواب دیا: **حراقة** (جلا ہوا) پوچھا کہاں رہتے ہو؟ کہا **حرة النار**. میں، پوچھا وہ کہاں ہے؟ کہا **ذات لظیٰ** میں، سب جواب وہ دیئے جن میں آگ ہی ٹپک رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: **ادرك اهلك فقد احترقوا فكان كما قال عمرؓ.** "گھر والوں کو پاؤ وہ جل چکے سو ایسے ہی ہوا جیسے امیر المؤمنینؓ نے فرمایا۔" (عون) یہ نتیجہ ہے برے ناموں کا آپ ﷺ نے متعدد صحابہؓ کے نام تبدیل فرمائے۔ چنانچہ اپنے نواسے کا نام حرب کے بجائے حسن رکھا اور عبداللہ بن سلام کا نام عبداللہ حضور ﷺ نے رکھا۔ ان کا پہلا نام حصین تھا۔ جگہ کا نام بھی بدلا کہ یثرب سے مدینہ فرمایا۔

(٦٩) بَابٌ فِيْ تَغْيِيْرِ الْاِسْمِ الْقَبِيْحِ.

برے نام کو تبدیل کر لینا چاہیے

(٦٧٣) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيىٰ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ أَنْتِ جَمِيْلَةُ.

"احمد بن حنبل، مسدد، یحییٰ، عبید اللہ، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عاصیہ کا نام تبدیل

فرمادیا اور ارشاد فرمایا تم تو جمیلہ ہو۔''

(۶۷۴) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ سَأَلَتْهُ مَا سَمَّيْتَ ابْنَتَكَ قَالَ سَمَّيْتُهَا بَرَّةَ فَقَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ هَذَا الِاسْمِ سُمِّيتُ بَرَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمُ اللَّهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ فَقَالَ مَا نُسَمِّيهَا قَالَ سَمُّوهَا زَيْنَبَ.

''عیسیٰ بن حماد' لیث' یزید' محمد بن اسحٰق' حضرت محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے اپنی صاحبزادی کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا برہ (یعنی نیک بخت نام رکھا ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا تم اپنے آپ کو پاک باز نہ کہو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح علم ہے کہ تم میں سے کون نیک بخت ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اس کا نام زینب رکھو۔''

(۶۷۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِي بَشِيرُ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ عَمِّهِ أُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيٍّ أَنَّ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ أَصْرَمُ كَانَ فِي النَّفَرِ الَّذِينَ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا اسْمُكَ قَالَ أَنَا أَصْرَمُ قَالَ بَلْ أَنْتَ زُرْعَةُ.

''مسدد' بشر' بشیر' ان کے چچا' حضرت اُسامہ بن اخدری سے روایت ہے کہ ایک شخص کا نام ان شخصوں میں سے جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اصرم تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا اصرم (یعنی کاٹ دینے والا) آپ نے ارشاد فرمایا نہیں تم زرعہ ہو (زرعہ کے معنی کھیتی اُگانے والے کے ہیں)''

(۶۷۶) حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ هَانِئٍ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ فَقَالَ إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحْسَنَ هَذَا فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ.

''ربیع' یزید' ان کے والد' ان کے دادا' حضرت شریح' اپنے والد ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ خدمتِ نبویؐ میں اپنی قوم کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگ ان کو ابوالحکم کے نام سے پکارتے ہیں آپ نے ان کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ حکم تو (صرف) اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے تمہارا نام ابوالحکم کس وجہ سے ہے؟ اس شخص نے عرض کیا میری قوم کے لوگ جب کسی معاملہ میں اختلاف کرتے ہیں تو میرے پاس آتے ہیں میں اس معاملہ کا اس طرح فیصلہ کرتا ہوں کہ فریقین رضامند ہو جاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کیا عمدہ بات ہے؟ پھر دریافت فرمایا تمہارے کتنے بیٹے ہیں؟ میں نے عرض کیا شریح' مسلم' عبداللہ۔ آپ نے فرمایا ان تمام میں بڑا بیٹا کون ہے؟ میں نے عرض کیا شریح' آپ نے فرمایا بس تم ابوشریح ہو۔''

(۶۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ مَا اسْمُكَ قَالَ حَزْنٌ قَالَ أَنْتَ سَهْلٌ قَالَ لَا السَّهْلُ يُوطَأُ وَيُمْتَهَنُ قَالَ سَعِيدٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُصِيبُنَا بَعْدَهُ حُزُونَةٌ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَغَيَّرَ النَّبِيُّ ﷺ اسْمَ الْعَاصِ وَعَزِيزٍ وَعَتَلَةَ وَشَيْطَانٍ وَالْحَكَمِ وَغُرَابٍ وَحُبَابٍ وَشِهَابٍ فَسَمَّاهُ هِشَامًا وَسَمَّى حَرْبًا سَلْمًا وَسَمَّى الْمُضْطَجِعَ الْمُنْبَعِثَ وَأَرْضًا تُسَمَّى عَفِرَةَ سَمَّاهَا خَضِرَةَ وَشَعْبَ الضَّلَالَةِ سَمَّاهُ شَعْبَ

الْهُدٰى وَبَنُو الزِّنْيَةِ سَمَّاهُ بَنُو الرِّشْدَةِ وَسَمّٰى بَنِيْ مُغْوِيَةَ بَنِيْ رِشْدَةَ قَالَ أَبُوْدَاوُدَ تَرَكْتُ أَسَانِيْدَهَا لِلاخْتِصَارِ.

''احمد بن صالح' عبدالرزاق' معمر' زہری' حضرت سعید بن میسب اپنے والد اور وہ ان کے دادا حزنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حزن' آپ نے فرمایا تم سہل ہو۔ اس شخص نے عرض کیا سہل کو تو لوگ (پاؤں) میں روند دیتے ہیں اور رُسوا کرتے ہیں۔ سعید نے بیان کیا میں سمجھا کہ ہم لوگوں کے خاندان میں کچھ شدت اور تکلیف پیش آنے والی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے عاص' عزیز' عتلہ' شیطان' حکم' غراب' حباب' شہاب کا نام تبدیل فرما دیئے اور آپ نے شہاب کا نام (تبدیل فرما کر) ہشام نام رکھ دیا' اور حرب (نام تبدیل فرما کر) سلم نام رکھ دیا اور مضطجع کے بدلہ منبعث نام رکھ دیا اور جس زمین کا نام عفرہ تھا آپ نے اس نام کو تبدیل فرما کر خضرہ نام رکھ دیا اور شعب الضلالہ کا نام شعب الہدیٰ رکھا اور بنوالزنیہ کا نام بنورشدہ رکھا اور اور بنی مغویہ کا نام بنی رشدہ تجویز فرمایا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا میں نے ان ناموں کی تبدیلی کی اسناد بوجہ اختصار بیان نہیں کیں۔''

(٦٧٨) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَقِيْلٍ حَدَّثَنَا مُجَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ لَقِيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَنْ أَنْتَ قُلْتُ مَسْرُوْقُ بْنُ الْأَجْدَعِ فَقَالَ عُمَرُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ الْأَجْدَعُ شَيْطَانٌ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ہاشم' ابوعقیل' مجالد' سعید' شعبی' حضرت مسروق سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے دریافت فرمایا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا مسروق بن الاجدع۔ انہوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے اجدع شیطان کا نام ہے۔''

(٦٧٩) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ رَبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِيْحًا وَلَا أَفْلَحَ فَإِنَّكَ تَقُوْلُ أَثَمَّ هُوَ فَيَقُوْلُ لَا إِنَّمَا هُنَّ أَرْبَعٌ فَلَا تَزِيْدَنَّ عَلَيَّ.

''نفیلی' زہیر' منصور' ہلال' ربیع' حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے غلام کا نام رباح نہ رکھو اور نہ ہی یسار نام رکھو اور نہ نجیح اور نہ افلح نام رکھو کیونکہ جب تم معلوم کرو گے کیا (وہ) وہاں ہے؟ پھر دوسرا شخص کہے گا نہیں ہے۔ سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ یہ صرف چار نام ہیں اب مجھ پر زیادہ کی تہمت نہ لگاؤ۔''

(٦٨٠) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيْقَنَا أَرْبَعَةَ أَسْمَاءٍ أَفْلَحَ وَيَسَارًا وَنَافِعًا وَرَبَاحًا.

''احمد بن حنبل' معتمر' رکین' ان کے والد' حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو اپنے غلاموں کا چار ناموں میں سے نام رکھنے سے منع فرمایا۔ (وہ نام یہ ہیں) افلح' یسار' نافع' رباح۔''

(٦٨١) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنْ عِشْتُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنْهٰى أُمَّتِيْ أَنْ يُسَمُّوْا نَافِعًا وَأَفْلَحَ وَبَرَكَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ وَلَا أَدْرِيْ ذَكَرَ نَافِعًا أَمْ لَا فَإِنَّ الرَّجُلَ يَقُوْلُ إِذَا جَاءَ أَثَمَّ بَرَكَةُ فَيَقُوْلُوْنَ لَا قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوٰى أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ بَرَكَةَ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' محمد بن عبید' اعمش' ابوسفیان' حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر میں زندہ رہا تو میں ان شاء اللہ اپنی اُمت کو منع کروں گا نافع اور افلح اور برکت نام رکھنے سے' اعمش نے بیان کیا مجھ کو یاد نہیں ہے کہ ابوسفیان نے نافع بھی بیان کیا یا نہیں؟ کیونکہ ایک آدمی معلوم کرتا ہے کہ اس جگہ برکت ہے وہ کہتا ہے نہیں ہے (اس لئے یہ ایک بری فال ہوئی) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابوزبیر نے جابر سے انہوں نے' آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے لیکن اس میں لفظ برکت کا تذکرہ نہیں ہے۔''

(۶۸۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ يُسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ أَخْنَأُ اسْمٍ. (الخناء الفحش فی الکلام)

''احمد بن حنبل' سفیان' ابوالزناد' اعرج' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برے نام والا وہ شخص ہوگا جس کو لوگ (دُنیا میں) بادشاہوں کا بادشاہ کہتے ہوں گے۔ (حالانکہ شہنشاہ تو اللہ تعالیٰ ہیں) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شعیب نے ابوالزناد سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں اخنع کے بجائے اخنا اسم ہے۔''

تشریح: اس میں واضح فرمایا کہ برا نام نہ رکھیں اور وہ نام جس کا معنی درست ہو لیکن استعمال میں عجیب لگے اور غلط مطلب نکلے تب بھی منع ہے مثلاً کسی کا نام افلح رکھ دیا، کامیاب یہ معنی درست ہے لیکن جب پوچھا افلح ہیں تو جواب ملا نہیں۔ بجائے آدمی اور مسمّٰی کے مطلب بنا کامیابی نہیں اس لئے اس سے احتراز کریں، اسی طرح متکبرانہ وجابرانہ شہنشاہ وغیرہ بھی رکھیں۔

(۷۰) بَابٌ فِي الْأَلْقَابِ

برے القاب

(۶۸۳) حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو جُبَيْرَةَ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ فِينَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي بَنِي سَلِمَةَ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مِنَّا رَجُلٌ إِلَّا وَلَهُ اسْمَانِ أَوْ ثَلَاثَةٌ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا فُلَانُ فَيَقُولُونَ مَهْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ يَغْضَبُ مِنْ هٰذَا الِاسْمِ فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' وہیب' داؤد' عامر' حضرت ابوجبیرہ بن ضحاک سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کی یعنی قبیلہ بنی سلمہ کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا﴾ یعنی ایک دوسرے کو برے ناموں سے نہ پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام اچھا نہیں ہے ابوجبیرہ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ہم میں سے کوئی شخص نہیں تھا کہ جس کے دو تین نام نہ ہوں (لیکن وہ شخص بعض نام لینے سے خوش ہوتا ہے اور بعض نام لینے سے ناراض ہوتا تھا) تو آنحضرت ﷺ پکارتے اے فلاں! تو لوگ آپ سے عرض کرے یارسول اللہ ﷺ آپ خاموش رہیں۔ اس لئے وہ شخص اس نام سے غصہ ہوتا ہے اس پر یہ آیت: ﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ﴾ نازل ہوئی۔''

(۷۱) بَاب فِيمَنْ يَتَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى
جو شخص ابو عیسیٰ کنیت رکھے

(۶۸۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ضَرَبَ ابْنًا لَهُ يُكَنَّى أَبَا عِيسَى وَأَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ تَكَنَّى بِأَبِي عِيسَى فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَمَا يَكْفِيكَ أَنْ تُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنَّانِي فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ وَإِنَّا فِي جَلْجَتِنَا فَلَمْ يَزَلْ يُكْنَى بِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ حَتَّى هَلَكَ.

''ہارون' ان کے والد' ہشام' حضرت زید بن اسلم اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک صاحبزادہ کو اس بات پر مارا کہ اس نے ابو عیسیٰ اپنی کنیت رکھی تھی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم کو ابو عبداللہ کنیت رکھنا کافی نہیں ہے۔ انہوں نے عرض کیا میری کنیت آنحضرت ﷺ نے رکھی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آنحضرت ﷺ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے گئے تھے اور ہم لوگ تو ایک جھنجھناہٹ میں ہیں یا یہ فرمایا کہ ہم لوگ تو اپنے جیسے لوگوں میں ہیں پھر حضرت مغیرہ ہمیشہ ابو عبداللہ کی کنیت سے پکارے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔''

(۷۲) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِابْنِ غَيْرِهِ يَا بُنَيَّ
کوئی شخص دوسرے کے بیٹے کو کہے اے میرے بیٹے!

(۶۸۵) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ وَسَمَّاهُ ابْنُ مَحْبُوبٍ الْجَعْدَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ يَا بُنَيَّ.

''عمرو بن عون (دوسری سند) مسدد' ابن محبوب' ابو عوانہ' ابو عثمان' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا اے میرے بیٹے! (آپ ﷺ نے شفقت و محبت سے ان کو بیٹا کہہ کر پکارا اور اس طرح پکارنا درست ہے)۔''

(۷۳) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنَّى بِأَبِي الْقَاسِمِ
ابو القاسم کنیت رکھنے کا بیان

(۶۸۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي قَالَ أَبُو دَاوُد وَكَذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَكَذَلِكَ رِوَايَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَسَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ وَسُلَيْمَانَ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَهُمْ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

''مسدد' ابوبکر بن ابی شیبہ' سفیان' ایوب سختیانی' محمد بن سیرین' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ میرا نام رکھو لیکن میری کنیت نہ رکھو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طریقہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابوصالح نے روایت کیا ہے اور اسی طریقہ سے ابوسفیان کی جابر سے اور ابن منکدر کی حضرت جابر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔''

تشریح: اچھا نام رکھنا: امام ابوداؤدؒ نے باب في تغيير الاسماء سے باب في المرأة تكنى تک دس ابواب قائم کیے ہیں جن میں نام، لقب، کنیت اور پسندیدہ اور قبیح ناموں کا ذکر کیا ہے اور مختلف احادیث اس بارے میں لائے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قبیح اور برا نام نہ رکھا جائے اس لیے کہ اسم کا مسمی پر یقیناً اثر ہوتا ہے۔ مثلاً کلب اسی طرح شرکیہ نام مثلاً پیر بخش، غوث بخش، پیریں دتہ، بھی نہ رکھے جائیں۔ ہاں اللہ بخش، غلام نبی یہ نام درست ہے اگر کوئی قبیح یا شرکیہ نام والا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا نام بدل لے جس میں کوئی ممانعت نہیں متعدد روایات قبیح نام کے بدلنے پر باب میں موجود ہیں۔

کنیت ولقب: اسی طرح اپنی کنیت رکھنا یا کوئی لقب یا تخلص وغیرہ اختیار کرنا بالکل درست ہے بشرطیکہ اس میں ایذاء وقباحت نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے: ولا تنابزوا بالالقاب. (حجرات:۱۱) برے (نام و) القاب سے مت پکارو۔ اسی طرح کسی کا نام بگاڑ کر نہ لیا جائے جیسے محمد بلال کو بلو، محمد عرفان کو انی، محمد احمد کو ممدو، عبدالقادر یا غلام قادر کو قادرو، عبدالرشید کو شیدا وغیرہ یہ بالکل درست نہیں۔ قرآن کریم میں صراحۃ اس کی ممانعت آئی ہے۔ باقی کنیت والقاب اور تخلصات کی فہرست ہمارے سامنے اسناد میں اکثر آتی رہتی ہے اور مسلم شریف میں ہم نے فضائل صحابہؓ میں پڑھا ہے کہ صحابہ کرام کے نام ولقب وکنیت وغیرہ مذکور ہیں آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسمؐ حدیث باب میں مذکور ہے۔

مستورۃ کی کنیت: یہ حکم عام ہے مرد وعورت سب کی کنیت رکھی اور پکاری جاسکتی ہے بلکہ ضروری نہیں کہ اولاد ہو بلکہ نوعمر بچے اور جس کی حقیقی اولاد نہ ہو تو بھی اس کی کنیت رکھنا درست ہے جیسے ابوعمیرؓ اور ام عبداللہؓ آگے متن میں موجود ہیں۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے نیک فالی کے طور پر بچے کی ولادت سے پہلے اپنی کنیت ابوراشد رکھی تو اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ پہلے بچی پیدا ہوئی بہرحال یہ درست ہے۔

محمد نام، ابوالقاسم کنیت کی تفصیل: کائنات میں اچھے نام والے کثیر نامور گذرے ہیں اس میں سب سے برتر اور بہتر سرکار دو جہاں، محبوب کل، ہادی سُبل، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، راحۃ للعالمین، ابوالقاسم ﷺ ہیں جن کا قابل احترام نام نامی اسم گرامی محمد واحمد ہے۔ (تفصیل وفرق دیکھئے انعامات المنعم اول باب فی اسماءہؐ)

زیر بحث یہ بات ہے کہ آپ ﷺ کے نام جیسا نام اپنے بچوں کا رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

امام ابوداؤدؒ نے اور دیگر اصحاب صحاح ومحدثین نے ممانعت واباحت کی احادیث نقل کی ہیں، جیسے متن میں ملاحظہ ہوں گی۔ بخاری، شریف سمیت کتب حدیث میں بالتصریح موجود ہے: "سموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي" اور حضرت علیؓ کی حدیث میں "قال نعم" پہلے نام کی اجازت اور کنیت کی ممانعت پھر دونوں کی اباحت مذکور ہے اور ثانی ہی عند الجمہور معمول بہا اور مقبول ہے اور آپ ﷺ کے پرملال وصال وارتحال کے بعد دونوں درست ہیں کیونکہ روایات میں اختلاف کی وجہ سے مسئلہ اختلافی ہے اس لیے ذیل میں علماء کے اقوال رقم کیے جاتے ہیں اور قول راجح بھی ذکر ہوگا۔

علماء کے اقوال: (۱) آپ ﷺ کے نام جیسا نام رکھنا درست ہے لیکن کنیت رکھنا منع ہے۔ یہ شوافع وظاہریہ کا مسلک ہے جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ نام کی اجازت اور کنیت کی عدم اباحت موجود ومذکور ہے۔ (۲) جس کا نام محمد ہو اسے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز نہیں ہاں اگر محمد نام نہیں تو کنیت ابوالقاسم رکھنا جائز ہے یعنی محمد نام اور ابوالقاسم کنیت کو جمع نہ کریں۔ (۳) کلاهما ممنوعان مطلقا. یعنی محمد نام اور ابوالقاسم کنیت دونوں منع ہیں۔ لیکن یہ قول مرجوح ہے۔ (۴) اس کی ممانعت آپ ﷺ کے زمانہ اور حیات بابرکات کے ساتھ خاص تھی آپ ﷺ کی رحلت کے بعد دونوں درست ہیں یعنی یجوز الکل الأن وهو مذهب الجمهور. (درّ)

ممانعت کی علت: اس کی ممانعت کی وجہ صحیح مسلم میں وارد احادیث سے معلوم ہوتی ہے کہ "نادی رجل رجلا بالبقیع: یا ابا القاسم، فالتفت الیه رسول اللهؐ: فقال یا رسول الله انی لم ادعك، انما دعوت فلانا، فقال رسول اللهؐ سموا باسمي ولا تکتنوا بکنیتي، ایضا "لا تکنوا بکنیتي" فانما بعثت قاسما اقسم بینکم. (باب النهی عن التکنی بابی القاسم کتاب الآداب) احادیث بالا سے دو وجوہ سامنے آئیں۔ (۱) التباس۔ (۲) غنیمت وعلم الٰہی کو تقسیم کرنے والے صرف آپؐ ہیں۔ پہلی وجہ تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد نہ رہی دوسری وجہ کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قاسم وتقسیم کرنے والا تصور کرتا ہے اور اس کا واویلا بھی کرتا ہے اور پھر اسی وجہ سے اپنی کنیت ابوالقاسم رکھتا ہے تاکہ مزید شہرت ہو جیسے اپنے آپ کو از خود الحاج لکھنا کہ لوگوں کو ہمارے کثرت سے حج کرنے کی شناخت ہو تو اس طرح کرنا یہ ممنوع ہے اور اس زعم سے ابوالقاسم کنیت رکھنا درست نہیں۔ اگر کسی کے بچے کا نام قاسم ہے یا کیف، ما اتفاق ابوالقاسم کنیت رکھتا ہے تو بالکل بلا کراہت درست ہے بلکہ آپ ﷺ سے تعلق ومحبت کا موجب ہے اور برکت ومحبت کے لیے دونوں درست ہیں؟

خلاصہ کلام قریب بالمرام: عند الجمہور محمد نام اور ابوالقاسم کنیت رکھنا بلاتردد درست ہے۔ تاہم راقم اس میں اتنا اضافہ کرتا ہے کہ پھر اس کی لاج بھی رکھے ہزار بار، ایسا نہ ہو کہ نام محمد اور ہو فساق وفجار اور اہل نار کی فہرست میں۔ حضرت علیؓ کی حدیث سے یہی ثابت ہے اور امام ابوداؤد کے صنیع سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ جملہ روایات نقل کرنے کے بعد آخر میں اسے لائے ہیں جو قول راجح کی طرف واضح تلمیح ہے۔ وفی فتاوی الشامیة ۲۹۶/۵ جوازهما معا والنهی منسوخ. فتاویٰ شامیہ میں نام وکنیت دونوں کا جائز ہونا اور نہی والی احادیث کا منسوخ ہونا مذکور ہے۔

فائدہ: جیسے پہلے گذرا کہ اچھا نام رکھنا والدین پر لازم اور بچے کے حقوق میں سے ہے اس میں انبیاء کرام کے نام رکھنا مستحب ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے کا نام ابراہیم رکھا۔ کیونکہ جملہ انبیاء کے نام محبوب وپسندیدہ ہیں اسی طرح صحابہ کرام وصحابیاتؓ کے نام رکھنا بھی نیک فال اور باعث برکت ہے۔ امام مالکؒ نے فرشتوں کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے۔ (ارشاد الساری) اسی طرح وہ نام جس میں برائی ہو یا تزکیہ وبڑائی ہو نہ رکھیں۔

ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کا حکم: انبیاء کے نام رکھنا تو بالکل درست بلکہ مستحب ہیں لیکن ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کے بارے میں کراہت منقول ہے کیونکہ اس میں یہ ایہام وشائبہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے والد تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے ابوعیسیٰ نام رکھنا مناسب نہیں آپ ﷺ نے بیان جواز کے لیے حضرت مغیرہ کی یہ کنیت رکھی کیونکہ فی نفسہ اس میں کوئی قباحت نہیں صحیح المعنی لفظ ہے لیکن ایہام مذکور کی وجہ سے منع ہے۔

سوال: امام ترمذیؒ کی کنیت ابوعیسیٰ ہونے پر سوال وارد ہوتا ہے۔
جواب: (۱) حدیث نہی پہنچنے سے پہلے ان کی کنیت رکھی گئی۔ (۲) یہ کنیت ان کے والدین کی طرف سے تھی۔ (۳) انہوں نے حدیث مغیرہ پر عمل کیا جس میں اس کا جواز منقول ہے۔ (۴) آپ ﷺ کی رکھی ہوئی کنیت کو پسند کیا تو گویا کہ انہوں نے اس کراہت پر سنت کو ترجیح دی۔ کما قرأنا فی مقدمة الترمذی.

(۷۴) بَابٌ فِيْ مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا

جس کی رائے میں نام محمد رکھنا اور کنیت ابوالقاسم رکھنا درست نہیں اس کی دلیل

(۶۸۷) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَسَمَّى بِاسْمِي فَلَا يَتَكَنَّى بِكُنْيَتِي وَمَنْ تَكَنَّى بِكُنْيَتِي فَلَا يَتَسَمَّى بِاسْمِي قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى بِهٰذَا الْمَعْنَى ابْنُ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُخْتَلِفًا عَلَى الرِّوَايَتَيْنِ وَكَذٰلِكَ رِوَايَةُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ اخْتُلِفَ فِيهِ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَلَى مَا قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ وَرَوَاهُ مَعْقِلُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَلَى مَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ وَاخْتُلِفَ فِيهِ عَلَى مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَيْضًا عَلَى الْقَوْلَيْنِ اخْتَلَفَ فِيهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ وَابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ.

''مسلم بن ابراہیم' ہشام' ابوزبیر' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی میرا نام رکھے وہ میری کنیت نہ رکھے اور جو شخص میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عجلان نے اسی طریقہ سے' ان کے والد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابوزرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طریقہ سے کچھ اختلاف روایات کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی طریقہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبدالرحمٰن کی' کچھ اختلاف کے ساتھ روایت ہے اس روایت کو ثوری' ابن جریج نے ابوزبیر کی طرح روایت کیا ہے اور معقل نے ابن سیرین کی طرح اور موسیٰ بن یسار اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اختلاف ہے اس میں حماد بن خالد اور ابن فدیک نے اختلاف کیا ہے۔''

(۷۵) بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا

کنیت اور نام دونوں رکھنے کی اجازت کا بیان

(۶۸۸) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُو بَكْرٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ فِطْرٍ عَنْ مُنْذِرٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ وُلِدَ لِي مِنْ بَعْدِكَ وَلَدٌ أُسَمِّيهِ بِاسْمِكَ وَأُكَنِّيهِ بِكُنْيَتِكَ قَالَ نَعَمْ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''عثمان' ابوبکر' ابواسامہ' فطر' منذر' حضرت محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کے (وصال کے) بعد میرے یہاں کسی لڑکے کی پیدائش ہو تو میں اس لڑکے کا نام آپ کے نام پر رکھوں گا اور اس کی کنیت بھی وہی

رکھوں گا جو کہ آپ کی کنیت ہے (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا ٹھیک ہے (حضرت) ابوبکر صدیق بن شیبہ نے لفظ قُلتُ نہیں فرمایا بلکہ بیان فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔"

(٦٨٩) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِمْرَانَ الْحَجَبِيُّ عَنْ جَدَّتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَائَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ وَلَدْتُ غُلَامًا فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا وَكَنَّيْتُهُ أَبَا الْقَاسِمِ فَذُكِرَ لِي أَنَّكَ تَكْرَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَا الَّذِيْ أَحَلَّ اسْمِيْ وَحَرَّمَ كُنْيَتِيْ أَوْ مَا الَّذِيْ حَرَّمَ كُنْيَتِيْ وَأَحَلَّ اسْمِيْ.

"نفیلی، محمد بن عمران، صفیہ بنت شیبہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ میرے ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم رکھی ہے پھر مجھ سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس کو برا سمجھتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کیا وجہ ہے کہ میرا نام رکھنا تو صحیح ہو اور میری کنیت رکھنا صحیح نہ ہو؟ یا فرمایا میری کنیت حرام ہو اور میرا نام رکھنا جائز ہو۔"

(٧٦) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَتَكَنّٰى وَلَيْسَ لَهُ وَلَدٌ

کوئی آدمی کنیت تو رکھے مگر اس کے بیٹا نہ ہو

(٦٩٠) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلِيْ أَخٌ صَغِيْرٌ يُكْنٰى أَبَا عُمَيْرٍ وَكَانَ لَهُ نُغَرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَرَآهُ حَزِيْنًا فَقَالَ مَا شَأْنُهُ قَالُوْا مَاتَ نُغَرُهُ فَقَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ.

"موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے پاس تشریف لایا کرتے تھے میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس کی کنیت ابوعمیر تھی اور اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی پھر ایک دن آنحضرت ﷺ تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ وہ (یعنی ابوعمیر میرا بھائی) رنجیدہ ہے۔ آپ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی، لوگوں نے عرض کیا کہ اس کی پالتو چڑیا مر گئی (اس لئے رنجیدہ بیٹھا ہے) آپ نے فرمایا اے ابوعمیر، (تمہارا) نغیر کیا ہوا؟ (نغیر عربی زبان میں ایک چڑیا کا نام ہے جو کہ کبوتر سے چھوٹی اور چڑیا سے بڑی ہوتی ہے)۔"

(٧٧) بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تُكْنٰى

عورت کی کنیت رکھنے کا بیان

(٦٩١) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ نِ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّ صَوَاحِبِيْ لَهُنَّ كُنًى قَالَ فَاكْتَنِيْ بِابْنِكِ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ أُخْتِهَا قَالَ مُسَدَّدٌ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ فَكَانَتْ تُكْنٰى بِأُمِّ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَهٰكَذَا قَالَ رَوَاهُ قُرَّانُ بْنُ تَمَّامٍ وَمَعْمَرٌ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ وَكَذٰلِكَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَمَسْلَمَةُ بْنُ قَعْنَبٍ عَنْ هِشَامٍ كَمَا قَالَ أَبُوْ أُسَامَةَ.

''مسدد، سلیمان، حماد، ہشام، ان کے والد، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تمام سہیلیوں کی کنیت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم بھی اپنے بیٹے عبداللہ کے نام سے کنیت رکھ لو (حضرت عبداللہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے لڑکے ہیں) مسدد نے بیان کیا عبداللہ بن زبیر اس لئے ان کی کنیت اُمّ عبداللہ تھی۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن اور معمر نے ہشام سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے اور ابواُسامہ نے ہشام، عباد بن حمزہ سے اس کو روایت کیا ہے اور حماد اور مسلمہ نے ہشام سے ابواُسامہ کی طرح روایت کیا ہے۔''

(۷۸) بَابٌ فِي الْمَعَارِيضِ

ذو معنی گفتگو کرنا

(۶۹۲) حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحِ نِ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ مَالِكِ نِ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ نِ الْحَضْرَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهِ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ لَهُ بِهِ كَاذِبٌ.

''حیوۃ بن شریح، بقیہ، صبارہ، ان کے والد، عبدالرحمٰن بن جبیر، ان کے والد، حضرت سفیان بن اُسید حضرمی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی سے اس قسم کی بات بیان کرو جس کو وہ سچ سمجھے اور تم اس سے جھوٹ بیان کرو۔''

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ مخاطب کو جانچنے کے لیے کبھی ظاہراً پوشیدہ الفاظ میں توریے کے طور پر ایسی گفتگو کرنا جس کے ظاہر سے ایک اور باطن سے دوسرا مطلب سمجھ آتا ہو یہ درست ہے اور تشحیذ اذہان اور ذہنوں کو پرکھنے اور تیز کرنے کے لیے ایسا کرنا درست ہے لیکن دھوکہ وغدر اور کذب نہ ہو اور نہ ہی جھوٹ بولنا مقصود ہو کہ اس سے بدتر کیا ہوگا کہ وہ آپ کو صادق وامین جانے اور تو اس سے کذب وخیانت سے پیش آئے۔ قرآن کریم میں ہے: ''ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء'' (بقرہ:۲۳۵) اشارۃً پیغام نکاح میں تم پر کوئی حرج نہیں حاصل یہ ہے کہ فریب مت دو صاف بات کرو۔

(۷۹) بَابٌ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ زَعَمُوْا

لفظ زَعموا یعنی لوگوں کا گمان ہے کہنا

(۶۹۳) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ قَالَ أَبُوْ مَسْعُوْدٍ لِأَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ أَوْ قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِأَبِيْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ زَعَمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوْا قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا حُذَيْفَةُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، وکیع، اوزاعی، یحییٰ، حضرت ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوعبداللہ سے کہا یا ابوعبداللہ نے حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ آپ نے آنحضرت ﷺ سے لفظ زَعَمُوْا کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے جواب

دیامیں نے سنا ہے آپ فرماتے تھے انسان کا 'زَعَمُوْا تکیہ کلام مذموم ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ابوعبداللہ کا نام حذیفہ ہے۔''

تشریح: حدیث اول: بئس مطية الرجل زعموا. مطیة کی جمع مطایا آتی ہے، جیسے خطیة کی جمع خطایا اور ضحیة کی جمع ضحایا، بمعنی مرکوب وسواری۔ زعم یہ اضداد میں سے ہے کہ سچ اور جھوٹ دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور اکثر شک وتردد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علامہ خطابیؒ نے کہا جس طرح ایک آدمی سواری پر سوار ہوکر اپنی منزل تک پہنچتا ہے، اس طرح ایک آدمی زعم وخیالی باتیں کہہ کر اپنے مقصد کو پہنچتا ہے، ساری کہنے میں یہی تشبیہ ہے۔ (بذل)

اس کا مقصد یہ ہے کہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلاتحقیق ہر کان پڑی بات نقل کرتے اور کہتے رہتے ہیں اور کوئی تحقیق نہیں کرتے کہ قائل کون ہے عادل ہے؟ فاسق ہے؟ کاذب ہے؟ اس کی ابتداء وانتہاء کیا ہے نہیں بلکہ بے سروپا من گھڑت واقعات اور تجربے ہیں کہ زبان زد ہیں میرا خیال ہے، دل میں یوں آتا ہے، شاید ایسے سنا تھا وغیرہ یعنی سواری کی طرح ہر وقت گمان، خیال، اندازہ، اٹکل سے بات کرتے ہیں فرمایا یہ برا ہے تحقیق وتصدیق کے بغیر مت بیان کریں، معروف ہے پہلے تو لو پھر بولو۔ تخمینے اور اٹکل سے مت ہانکتے رہو۔ پر اعتماد بات با اعتماد سے ہو تو نقل کریں ورنہ خاموش رہیں۔ اور خوامخواہ جھوٹی بات کہنے کے لیے یہ نہ کہیں کہ لوگ کہتے ہیں، لوگوں نے بیان کیا۔

زعموا کا استعمال: اگر آدمی دھوکہ دینے اور جھوٹ بولنے کے لیے اس لفظ کا سہارا لیتا ہے اور بولتا ہے تو یہ منع ہے اور اگر مطلقاً بلا قصد کذب یہ لفظ اتفاقاً بولتا ہے تو مضائقہ نہیں جیسا کہ بخاری شریف کتاب الادب باب ماجاء فی زعموا میں ام ہانیؓ کی حدیث میں ہے ''زعم ابن امی'' اور آپؐ نے اس کے تکلم پر کچھ اظہار وانکار نہیں فرمایا۔ واللہ اعلم

(٨٠) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُوْلُ فِي خُطْبَتِهِ أَمَّا بَعْدُ

خطبہ میں امابعد کہنے کا بیان

(٦٩٤) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ حَيَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهُمْ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، محمد بن فضیل، ابوحیان، یزید، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ میں) فرمایا: ((أَمَّا بَعْدُ!))۔''

تشریح: اس باب باندھنے سے مقصود یہ ہے کہ لفظ امابعد کہنا مستحب ومتوارث ہے اور انبیاء وسابقین اور صحابہ وتابعین فقہاء ومجتہدین اور محدثین کے ہاں یہ مستعمل اور متداول رہا ہے۔ اور خطباء واعظین اور مقررین ومتکلمین کو حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ کلمہ کہنا چاہیے۔

بعد مضاف الیہ محذوف منوی ہونے کی وجہ سے مبنی برضم ہے۔

امابعد سب سے پہلے کس نے کہا؟: مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہے اور قرآن کریم میں ''واتيناه الحكمة وفصل الخطاب'' (ص: ٢٠) کی تفسیر اسی سے کرتے ہیں کہ وہ حمد ووعظ کے درمیان امابعد

سے فصل کرتے۔ وقیل ان فصل الخطاب، هو قول الانسان بعد حمد الله والثناء علیه "امابعد"..... واول من قاله داؤد علیه السلام. (خازن ۴/۳۵)

(۸۱) بَابٌ فِي الْكَرْمِ وَحِفْظِ الْمَنْطِقِ

انگور کو کرم کہنے اور زبان کو مشتبہ اور مشکوک الفاظ سے روکنے کی ممانعت

(۶۹۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ وَلَكِنْ قُولُوا حَدَائِقَ الْأَعْنَابِ.

''سلیمان بن داوٗد، ابن وہب، لیث، جعفر بن ربیعہ، اعرج، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص (انگوروں کو) کرم نہ کہے اس لئے کہ کرم مسلمان شخص ہے (بلکہ) اس طرح کہو کہ ''انگور کے باغات''

تشریح: کرم راء کے فتح اور جزم دونوں کے ساتھ آتا ہے اور یہ باب کرم کا مصدر ہے مفرد تثنیہ جمع اور مذکر مؤنث سب کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے **الکرم کثرة الخیر والمنافع** اس کا معنی ہے بھلائی اور فائدے۔ **رجل، کرم، امرأہ کرم، رجلان کرم، امرأتان کرم، رجال کرم، نسوۃ کرم.** عرب اس کا اطلاق عنب وانگور پر کرتے تھے۔ آپؐ نے اس میں ایک شبہ کی وجہ سے منع فرمایا۔

عنب کو کرم کہنے کی ممانعت کی وجہ؟: (۱) اس کی سہل اور پہلی وجہ یہ ہے کہ عرب انگور کو زیادہ فوائد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کرم کہتے اور عمدہ شراب بھی انگور ہی سے بنائی جاتی اور شراب انہیں پسند تھی اور خوب گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ اس شبہ کی وجہ سے کہ شراب کی کچھ محبت واثر ان میں رہے اچھے نام کی وجہ سے کہ کرم اور عمدہ انگوروں سے حاصل ہوتی ہے اس لیے آپؐ نے سد ذرائع کے طور پر منع فرمادیا کہ کثیر الفوائد انگور کی بجائے مؤمن کو کرم کہیں کہ وہ اس سے کئی درجے کثیر المنافع اور محترم ہے اور شراب سے بچتا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ بھی ابن قیمؒ نے لکھی ہے کہ عرب عنب کو کرم اس لیے کہتے کہ انگور کھانے سے بخیل سخی اور کریم ہوجاتا ہے اس وہم کے دفعیے کے لیے فرمایا اسے کرم ہی مت کہو۔ چنانچہ **فیهما اثم کبیر ومنافع للناس.** کے تحت جمل میں لکھا ہے **من منافعها تصفیة اللون، حمل البخیل علی الکرم، وزوال الهم، وهضم الطعام.........** (بقرة: ۲۱۹)

عنب کی خصوصیات: (۱) ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ انگور خوش ذائقہ اور خوش منظر ہے۔ (۲) توڑنے والے کے لیے سہل الوصول ہے۔ (۳) چننے والے کے لیے اس میں کانٹے نہیں۔ (۴) تنے اور بلندی کی وجہ سے مثل کھجور وغیرہ کے مشکل اور دور نہیں ہوتا۔ (۵) باوجود ہلکی سی بیل کے اپنے سے دگنا چوگنا پھل دیتا ہے۔ (۶) کھجور کی طرح اوپر کاٹ دینے سے سوکھ نہیں جاتا بلکہ دوسری طرف اگتا ہے۔ (۷) پھلوں اور میووں میں سے معتدل تاثیر والا ہے۔ کھجور کی مثل گرم اور سنگترے کی طرح ٹھنڈا نہیں۔ اسی طرح کھجور کے فوائد ہم ابواب الاطعمہ باب نمبر ۴۲ میں لکھ چکے ہیں اور قرآن کریم میں کھجور وانگور اکٹھے مذکور ہوئے ہیں۔ اس پر مزید طویل بحث حاشیہ عون میں ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ کھجور مدینے کی اور انگور شام کے عمدہ ہوتے ہیں، پھر یہ بھی ہے جہاں کھجور کثرت سے ہو وہاں انگور نہیں ہوتے اور جہاں انگور کثرت سے ہوں وہاں کھجور نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہمارے یہاں کھجور سکھر کی اور انگور چمن کے مشہور ہیں۔

(ملخص من العون) مسلم شریف میں ہے "ولا تسموا لعنب الکرم، فان الکرم الرجل المسلم" ای ان الفوائد التی، ودعها الله تعالی فی قلب المؤمن من البر و کثرۃ الخیر اعظم من فوائد العنب" (عون)

حفظ منطق کا مطلب یہ ہے کہ آدمی بولتے ہوئے اشیاء وخواص اوران کے فوائد کا لحاظ رکھے گدھے کو سر نہ کہہ دے اور ڈاکٹر صاحب کو میڈم اور معلم کو باجی؟ بلکہ غور کرکے بولے اور اشتباہ والے اور جاہلیت والے الفاظ سے اجتناب کرے۔

(۸۲) بَابٌ لَا يَقُولُ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي

باندی یا غلام اپنے مالک کو اے میرے ربّ نہ کہے

(۶۹۶) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ وَحَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ رَبِّي وَرَبَّتِي وَلْيَقُلِ الْمَالِكُ فَتَايَ وَفَتَاتِي وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوكُ سَيِّدِي وَسَيِّدَتِي فَإِنَّكُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ایوب' حبیب' ہشام' محمد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص (اپنی باندی یا غلام کو) اس طریقہ سے نہ کہے اے میرے عبد اور میری امہ اور نہ باندی اور غلام میرا ربّ اور ربہ کہیں (یعنی آقا کو ربّ اور مالکہ کو ربہ نہ کہیں) مالک اپنے غلام کو میرا جوان اور باندی کو میری جوان کہے اور غلام اور باندی کہے میرے میاں اور اے میری بی بی' کیونکہ تم سب لوگ خود غلام ہو اور ماتحت ہو اور مالکِ حقیقی اور پالن ہار اللہ تعالیٰ ہے۔''

(۶۹۷) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي هٰذَا الْخَبَرِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلْيَقُلْ سَيِّدِي وَمَوْلَايَ.

''ابن سرح' ابن وہب' عمرو بن حارث' ابویونس' حضرت ابوہریرہؓ سے اسی طریقہ سے روایت ہے اور اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ نہیں ہے اور اس روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ غلام' باندی اس طریقہ سے کہیں سیدی اور میرے مولیٰ۔''

(۶۹۸) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَإِنَّهُ إِنْ يَكُ سَيِّدًا فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ.

''عبیداللہ بن عمر' معاذ' ان کے والد' قتادہ' حضرت عبداللہ بن بریدہ' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ منافق شخص کو سردار نہ کہو کیونکہ اگر وہ منافق سردار ہوا تو تم نے اپنے ربّ کو ناراض کیا۔''

تشریح: اس باب میں مالک اور مملوک دونوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ باہم ایسے الفاظ نہ کہیں جن میں ابہام ہو کیونکہ حقیقۃ عبودیۃ اور بندگی کے لائق اللہ تعالیٰ ہیں اور ہم سب عبید اللہ اور اماء اللہ ہیں اور ربوبیت بھی اس کے لائق ہے۔ ہاں لفظ سید اللہ تعالیٰ سے مختص نہیں چنانچہ شوہر کے لیے سید کا لفظ مستعمل ہے۔ دوسرا لفظ مولیٰ بھی درست ہے اور مولیٰ کی بجائے سیدی وسیدتی زیادہ سہل و مستعمل ہے۔

حدیث ثالث میں نااہل منافق کو سید کہنے سے رب تعالیٰ کو ناراض کرنے کا ذکر ہے کیونکہ یہ تعظیم کے لائق نہیں اور اگر آپ

نے تعظیم کے لیے نہیں ٹالنے کے لیے کہا ہے تو بھی جھوٹ ہے اور غلط ہے۔ اگر وہ آپ کا سید وسردار ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی ہوگی تو بھی رب تعالیٰ کو ناراض کیا الغرض بے جا تعظیم، غلط بیانی اور ناجائز اطاعت کی وجہ سے تینوں صورتیں منع ہیں۔ وقال ابن الاثیر لا یقولوا للمنافق سید، فانه ان کان سید کم وهو منافق، فحالکم دون حاله، والله لا یرضی لکم. (عون)

(۸۳) بَابٌ لَا يُقَالُ خَبُثَتْ نَفْسِي

اِس طرح نہ کہو کہ میرا نفس خبیث ہو گیا ہے

(۶۹۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي وَلْيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي.

''احمد بن صالح، ابن وہب، یونس، ابن شہاب، حضرت ابوامامہ، سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص اس طرح نہ کہے کہ میرا دل خبیث ہوگیا۔ بلکہ (اگر ضرورت پڑے تو) یوں کہے کہ میرا دل پریشان ہوگیا، ویران ہوگیا۔''

(۷۰۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ جَاشَتْ نَفْسِي.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ہشام، ان کے والد، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص یوں نہ کہے کہ میرا دل جوش مار رہا ہے (بلکہ اس طریقہ سے کہے کہ میرا قلب پریشان ہے ویران ہے)''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ آدمی قبیح اور گھٹیا و برے الفاظ مت استعمال کرے اور ایک ہی چیز کے لیے دو الفاظ میں سے مہذب ومناسب کلمات اور باادب کلمات کو ترجیح دے۔ جیسے آدمی کی طبیعت خراب ہوئی جی متلا نے لگا قی کی سی کیفیت ہوگئی تو ایسے میں بجائے خبثت نفسی کے لقست نفسی کہے پہلا باب کرم سے اور دوسرا سمع سے ہے دونوں کا معنی ایک ہے لیکن دوسرا پہلے سے مناسب ہے تا کہ خبیث برے لفظ کی نسبت اپنی طرف نہ ہو۔ وانما کره علیه السلام لفظ الخبث لشناعة الاسم وقبحه، وعلمهم الادب فی المنطق والکلام وارشدهم الی الحسن وهجران القبیح منه.

سوال: کتاب الصلوۃ باب قیام اللیل. میں ہے ''والا اصبح خبیث النفس کسلانا'' جو آدمی صبح اٹھتا ہے دعاء پڑھتا ہے وضو کر کے نماز پڑھتا ہے تو وہ نشیط ہوتا ہے ورنہ بدحال کاہل پرملال۔ تو یہاں خبیث النفس بولا گیا ہے؟ واجیب بان النهی باعتبار الاصل والقول تنفیر. (بذل ۲/۲۸۰) دراصل اس لفظ کے کہنے میں ممانعت ہے، یہ نفرت دلانے کے لیے فرمایا۔

(۸۴) بَابٌ مِنْهُ

اسی سے ہے یعنی سابقہ باب کے قریبی معنی کے بیان میں

(۷۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ لَا تَقُولُوا مَا

شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ.

''ابوولید' شعبہ' منصور' عبداللہ بن یسار' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا یوں نہ کہو جو اللہ اور فلاں شخص چاہے بلکہ اس طرح کہو جو اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلاں شخص چاہے۔''

(۷۰۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمِ نِ الطَّائِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّ خَطِيْبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَالَ قُمْ أَوْ قَالَ اذْهَبْ فَبِئْسَ الْخَطِيْبُ أَنْتَ.

''مسدد' یحییٰ' سفیان' عبدالعزیز' تمیم طائی' حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے خطبہ پڑھا تو کہنے لگا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی تو اس کو ہدایت ملی اور جس شخص نے ان دونوں کی نافرمانی کی (صرف یہ بات سن کر) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا چلو جاؤ' تم بدترین خطیب ہو۔''

(۷۰۳) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي الْحَذَّاءَ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ عَنْ رَجُلٍ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَثَرَتْ دَابَّةٌ فَقُلْتُ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَقَالَ لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ وَيَقُوْلُ بِقُوَّتِيْ وَلٰكِنْ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ.

''وہب' خالد بن عبداللہ' حضرت خالد حذاء' ابوتمیمہ سے اور وہ ابوالملیح سے اور وہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آدمی بیان کرتا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ کی سواری پھسل گئی تو میں نے کہا بیڑا غرق ہو شیطان کا۔ آپ نے فرمایا یہ مت کہو کہ بیڑا غرق ہو شیطان کا۔ اس لئے کہ اس طرح کہنے سے شیطان (خوشی سے) پھول جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ایک گھر کے برابر ہو جاتا ہے وہ (خوشی سے) کہتا ہے کہ میری طاقت کو مان لیا بلکہ یوں کہو بسم اللہ جب تم بسم اللہ کہتے ہو تو شیطان سکڑ کر اس قدر چھوٹا ہو جاتا ہے کہ جس قدر مکھی۔''

(۷۰۴) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا سَمِعْتَ وَقَالَ مُوْسٰى إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ قَالَ مَالِكٌ إِذَا قَالَ ذٰلِكَ تَحَزُّنًا لِمَا يَرٰى فِي النَّاسِ يَعْنِيْ فِيْ أَمْرِ دِيْنِهِمْ فَلَا أَرٰى بِهٖ بَأْسًا وَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ عُجْبًا بِنَفْسِهٖ وَتَصَاغُرًا لِلنَّاسِ فَهُوَ الْمَكْرُوْهُ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْهُ.

''قعنبی' مالک (دوسری سند) موسیٰ بن اسماعیل' حماد' سہیل' ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ لوگ برباد ہو گئے تو وہ شخص تمام لوگوں سے زیادہ برباد ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مالک نے بیان کیا جب کوئی شخص یہ کلمہ رنج وغم سے کہے لوگوں کے (دین کی حالت دیکھ کر) تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جب کوئی شخص تکبر وغرور کی بنا پر دوسروں کو کم تر سمجھ کر کہے تو مکروہ ہے اور اسی کی ممانعت ہے)''

تشریح: حدیث اول: لا تقولوا ماشاء الله وشاء فلان........ پہلی صورت اس لیے منع ہے کہ قائل نے اس میں اللہ اور بندے کو مشیت و چاہت میں ملا دیا اور حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی چاہت و توفیق ہوتی ہے اور بندے کی چاہت کبھی ہوتی

ہے کبھی نہیں ہوتی اور واؤ جمع کے لیے ہے، تو اس نے بندے کو اللہ سے ملا دیا اس لیے ادب سکھایا فرمایا کہو مگر صحیح کہو۔ دوسری صورت درست ہے کہ ثم عطف وتراخی کے لیے آتا ہے اللہ تعالیٰ چاہے پھر اس کا فلاں بندہ بھی چاہے اس میں شرک کا شبہ بھی نہیں ہے اس لیے یہ درست ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت بندے کی چاہت پر مقدم بھی ہوئی۔

حدیث ثانی: ومن یعصمها......... فبئس الخطیب انت.

سوال: یہ جملہ کہنا صحیح ہے چنانچہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے حاجت وضرورت کے وقت کے لیے خطبہ سکھایا جس میں "ومن یعصمها" کے الفاظ موجود ہیں اور آج کل ہمارے ہاں جو خطبے پڑھے جاتے ہیں ان میں یہ لفظ موجود ہے تو یہاں ممانعت اور بئس الخطیب انت کہنے کا کیا مطلب؟

جواب: یہ جملہ کہنا درست اور صحیح ہے اور بالکل کہا جاسکتا ہے باقی ممانعت اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قائل شخص اپنے کچے عقیدے اور نووارد ہونے کی وجہ سے اللہ اور رسول کو برابر سمجھتا تھا اور یہ درست نہیں اس وجہ سے آپؐ نے تنبیہ فرما دی تاکہ عقیدہ درست کرلے اور اللہ اور نبی میں خالق ومخلوق مالک ومملوک اور عابد ومعبود کا فرق کرے بذل میں ہے "ولعل هذا الجواب اقوی" یہ حدیث ابواب الجمعة باب الرجل یخطب علی قوس" میں گذر چکی ہے بذل میں اس پر وہیں مفصل بحث اور علامہ طحاوی کا بعید جواب کئی جوابات کے ساتھ مذکور ہے۔ (بذل ۲/۱۸۲) مسلم شریف میں تنبیہ کے ساتھ اصلاح بھی منقول ہے اور اس کے بعد ہے "قل ومن یعص الله ورسوله" اس لیے ایسے الفاظ جن میں اللہ و نبی کے درمیان مساوات کا شبہ ہو ان سے دریغ کرنا چاہیے۔

حدیث ثالث: اس کا مطلب یہ ہے کہ خوشی غمی اور دکھ درد میں بھی ایسے الفاظ کہیں جن سے اللہ راضی ہو شیطان کو خوش نہ کریں۔ تعس باب سمع، فتح سے ہے اس کا معنی ہے پھسلنا، ہلاک ہونا، ناکام ہونا۔ شیطان پھولتا ہوا کہتا ہے میری طاقت سے ہوا۔

حدیث رابع: (۱) عوام کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر بطور افسوس کہنا ہائے لوگ ہلاک ہوگئے یہ کیا کیا کرتوت کر رہے ہیں۔

(۲) اس طرح کہے کہ برائیوں میں پڑ کر لوگ ہلاک ہوگئے میں تو محفوظ ہوں اور بڑا نیکوکار اور برگزیدہ ہوں یہ تو سب ہلاک ہوگئے۔

(۳) یوں کہے کہ لوگ سلف صالحین کے طریقے چھوڑ کر بدعات وخرافات میں لگ گئے یہ تو ہلاک ہوگئے کہ اپنا دین وعمل سرمایہ چھوڑ کر غیروں کی راہ پر چل پڑے یہ تو اپنے معاشرے ومعیشت کو ہلاکت کے دہانے لے گئے۔ ان میں سے دوسری صورت کے لیے ہے اهلکم یہ سب سے پہلے ہلاک ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید کرتا ہے اور خود کو برتر سمجھتا ہے صرف ہلاک نہیں ہوگا بلکہ سب سے نیچے رکھا جائے گا۔ پہلی اور آخری صورت درست ہے۔ امام ابوداودؒ نے اسی کی تصریح کی ہے۔ (انعامات المنعم اول باب ۱۳۵)

(۸۶) بَابٌ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ

نمازِ عشاء کو عتمہ کہنا؟

(۷۰۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَبِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَاتِكُمْ أَلَا وَإِنَّهَا الْعِشَاءُ وَلَكِنَّهُمْ يُعْتِمُونَ بِالْإِبِلِ.

"عثمان بن ابی شیبہ، سفیان، ابن ابی لبید، ابوسلمہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہیں ایسا

نہ ہو جائے کہ عرب کے دیہاتی باشندے تم لوگوں پر اس نماز (عشاء) کے نام میں غالب آ جائیں خبردار! اس نماز کا نام عشاء ہے لیکن وہ لوگ اُونٹنیوں کے دودھ نکالنے میں اندھیرا کرتے ہیں (اس لئے اس کو عتمہ کہتے ہیں)۔"

(۷۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا مِسْعَرُ بْنُ كِدَامٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ قَالَ رَجُلٌ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهُ مِنْ خُزَاعَةَ لَيْتَنِي صَلَّيْتُ فَاسْتَرَحْتُ فَكَأَنَّهُمْ عَابُوا عَلَيْهِ ذٰلِكَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ يَا بِلَالُ أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا.

"مسدد، عیسیٰ، مسعر، عمرو بن مرہ، حضرت سالم بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کاش میں نماز ادا کرتا تو مجھے آرام نصیب ہو جاتا۔ لوگوں نے اس شخص کی اس بات کو معیوب سمجھا اس شخص نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے اے بلال رضی اللہ عنہ تم نماز پڑھنے کے لئے تکبیر کہو ہم کو نماز سے آرام پہنچاؤ۔"

(۷۰۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبِي إِلَى صِهْرٍ لَنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالَ لِبَعْضِ أَهْلِهِ يَا جَارِيَةُ ائْتُونِي بِوَضُوءٍ لَعَلِّي أُصَلِّي فَأَسْتَرِيحَ قَالَ فَأَنْكَرْنَا ذٰلِكَ عَلَيْهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ قُمْ يَا بِلَالُ فَأَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ.

"محمد بن کثیر، اسرائیل، عثمان، سالم بن ابی الجعد، حضرت عبداللہ بن محمد الحنفیہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے والد اپنے سسر کے گھر اس کی عیادت کے لئے چلے جو انصار میں سے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ اس نے اپنے گھر میں ایک لڑکی سے کہا کہ تم وضو کا پانی لے کر آؤ تا کہ میں نماز پڑھوں اور آرام حاصل کروں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات ہمیں بری لگی۔ تو اس شخص نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اے بلال رضی اللہ عنہ اُٹھو اور ہم کو آرام دو نماز کے ذریعے۔"

(۷۰۸) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَنْسِبُ أَحَدًا إِلَّا إِلَى الدِّينِ.

"ہارون، ان کے والد، ہشام، زید بن اسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو کسی کی نسبت دین کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف کرتے نہیں دیکھا۔"

تشریح: حدیث اول: **لا تغلبنکم الاعراب.** تم پر بدو غالب نہ آئیں نماز عشاء پر عتمہ بولنے اور نام رکھنے میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عتمہ کہتے ہیں ظلمۃ وتاریکی اور تاخیر کو دیہاتی لوگ تاریکی چھانے تک اونٹنیوں کا دودھ دھنے میں دیر کرتے اور اس کا نام عتمہ رکھتے، پھر دودھ نکالنے اور نماز کا وقت تاریکی چھا جانے پر ایک ہو جاتا، اس لیے نماز عشاء کو بھی عتمہ کہنے لگے، تو آپؐ نے اصلاح فرمائی کہ اپنی عادت وزبان کی بجائے قرآن میں مذکور نام کو رواج دیں اور استعمال کریں، اگرچہ عتمہ کہنا منع نہیں لیکن قرآنی نام زیادہ اولیٰ ہے۔

عشاء کو عتمہ کہنا: **فالمراد النهی عن اکثار اسم العتمة لاعن استعماله مطلقا.** (عون) یہ نہی ارشادی واصلاحی ہے کہ لفظ عتمہ ایسا غالب اور اکثر استعمال نہ ہو کہ قرآن میں مذکور نام عشاء بھول جائے بلکہ اصل لفظ عشاء ہے اپنی عادت وزبان کی وجہ سے عتمہ اور دوسرے نام لے سکتے ہیں۔ اگلے باب میں اس کی اجازت اور صریح حدیث مذکور ہے۔ نماز عشاء کا نام سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۷ میں مذکور ہے۔

سوال: اس حدیث میں عشاء کو عتمہ کہنے کی ممانعت ہے اور اگلے باب میں صحیحین کی حدیث آپ ﷺ کے فرمان میں عتمہ کا لفظ موجود ہے؟

جواب: والجواب انه استعمل لبیان الجواز، والنهی عن العتمة للتنزیه. (نووی) اب بسہولت تطبیق ہوگئی کہ دونوں کا محمل جدا ہے۔

حدیث ثانی، ثالث: قال فی النهایة: ای نستریح بادائها من شغل القلب بها......... فكان يستريح بالصلاة لما فيها من مناجاة الله......... اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ غم وفکر کے وقت میں نماز پڑھنے سے دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا زبان تلاوت وتسبیح اور تکبیر وتہلیل میں مشغول ہوگی جسم رب تعالیٰ کے سامنے یکسو ہوگا اور انابت الی اللہ ہوگی تو یقیناً راحت ہوگی اور یہ آپ ؐ کا معمول تھا اور ہمارے لیے یہی تعلیم ہے اسی لیے تو "جعلت قرة عینی فی الصلوة" فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (بذل وعون)

قلت هذا الحديث وكذا حديث علی......... لیس فیهما دلالة ظاهرة علی ترجمة الباب والله اعلم بمراد المؤلف. (عون) ان دو حدیثوں میں باب سے صراحۃً مناسبت نہیں۔

قال فی النهایة: ای نستریح بادائها من شغل القلب بها. (بذل وعون) یعنی ادا کر کے اس کی فکر سے آرام پائیں، نماز پڑھنے والی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں کہ الحمدللہ نماز پڑھ لی۔ باب سے عدم مناسبت کے متعلق صاحب عون کا قول اوپر مذکور ہے۔ راقم یہ کہتا ہے کہ حدیث بلال ؓ عشاء کے متعلق ہوگی جس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سفر یا دیگر مصروفیات جہاد وتبلیغ کی تعب کی وجہ سے عشاء کے وقت آپ ؐ نے فرمایا بلال ؓ اقامت کہہ تا کہ نماز پڑھ کر آرام حاصل کریں پھر اسی کو دیگر صحابہ نے بھی نقل کیا......... تو باب سے اب مناسبت ثابت ہوگئی ہے کہ ان میں عشاء کے لیے حکم اقامت اور ذکر استراحت ہے۔

حدیث رابع: ینسب احدا الا الی الدین. یعنی آپ ؐ سب کو دین اور اس کی ہدایات وتعلیمات کی طرف منسوب کرتے اور متوجہ کرتے تا کہ عام بول چال میں بھی اسلامی رنگ ہو اور دینی ادب اور ڈھنگ ہو۔ لیر شدهم بذلك الی استعمال الالفاظ الواردة فی كتاب الله وسنة نبیه، فیصر فهم عن عبارات الجاهلیة. (بذل) آپ ﷺ یہ اس لیے فرماتے تا کہ لوگوں میں اسلامی تہذیب وثقافت اور بود وباش پختہ ہو جائے اور آوارہ وبازاری اور دیہاتی قسم کے الفاظ کے استعمال سے دریغ کریں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہم غیروں کے اندھے پیرو بننے کی بجائے اپنے اسلامی الفاظ والقاب اور اطوار وانداز اپنائیں۔ سلام کلام میں میل جول میں تقریبات میں، لقاء ووداع میں بائے بائے، انکل، ھیلو، ھائے، بزی، کے بجائے اپنے الفاظ کو ترجیح دیں اور یہ نہایت ہی بے غیرتی ہے کہ کوئی انگریز تو ہمارے الفاظ کو نہیں لیتا اور ہم ہیں کہ ان کی بولی بولنے میں عظمت سمجھتے ہیں؟ وائے افسوس احساس زیاں نہ رہا۔

(٨٦) بَابٌ فِيمَا يُرْوٰى مِنَ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ!

اس کے متعلق اجازت کا بیان

(٤٧١٣) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا شَيْئًا أَوْ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا.

''عمرو بن مرزوق، شعبہ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں (کسی دشمن کا) خوف محسوس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ ہم نے ڈر کی کوئی بات نہیں محسوس کی اور ہم نے اس گھوڑے کو (رفتار کے اعتبار سے) دریا پایا یعنی بہت زیادہ دوڑنے والا۔''

تشریح: وان وجدناه لبحرا ای جریه (وسیره کجری ماء البحر او اذا ماج فعلا بعض مائه فوق بعض. (عون) گھوڑے کو بحر اس لیے کہتے ہیں کہ مائی رفتار سے دوڑتا ہے یا اس لیے کہ جب دوڑتا اور ہنہناتا ہے تو جھاگ ایک دوسرے پر گرتی ہے۔ یہ ان مخفف من المثقل ہے۔

فزع اهل مدينة ایک رات آواز سن کر اہل مدینہ گھبرائے کہ شاید کہیں دشمن نے دھاوا بول دیا۔ لوگ (تحقیق حال کے لیے) اس آواز کی طرف بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سید الاولین والآخرین ماہ جبین تشریف لا رہے ہیں۔

لم تراعوا لم تراعوا. مت گھبراؤ (مطمئن ہو جاؤ) على فرس لابی طلحة عری. ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے برہنہ خالی پشت (بلا زین) گھوڑے پر سوار تھے۔ ابوطلحہ ام سلیم (حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ) کے شوہر ہیں ان کا نام زین ابن سہل ہے۔ عری بضم العین وہ گھوڑا جس پر زین نہ ہو۔ اگر عری عاریہ سے مشتق مانیں تو معنی ہوگا مستعار مانگا ہوا۔ دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں کہ گھوڑا زین کے بغیر تھا اور مانگا ہوا بھی تھا۔ اول معنی (خالی پشت) اقرب ہے۔

اس سے ثابت ہوا ☆ گھوڑے پر بغیر زین کے سوار ہونا درست ہے ☆ عاریہ لینا اور دشمن کے مقابلہ میں استعمال کرنا درست ہے ☆ اور تحقیق حال کے بعد لوگوں کو خبر دینا۔ وجدناه بحرا. ہم نے اس کو سمندر پایا۔ بحر (سمندر) میں دو چیزیں ہیں۔ (۱) وسعت (۲) کثرت۔ تو گھوڑے کی دوڑ میں سرعت وشدت تھی اس لیے بحر کہہ دیا۔ پہلے یہ گھوڑا سست رفتار تھا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہونے کی برکت سے تیز رفتار ہو گیا۔

سوال: ایک گھوڑا مندوب نامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر استعمال بھی رہا ہے۔ کیا وہ یہی تھا یا دوسرا؟

جواب: (۱) یہ دو الگ نام کے گھوڑے تھے ایک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں تھا اور دوسرا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ (۲) مندوب نامی گھوڑا یہی ابوطلحہ والا ہی ہے لیکن بعد میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا یا بیچ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا یا خرید لیا۔ گھوڑا ایک ہے ایک وقت میں (پہلے) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی کو قاضی عیاض نے پسند کیا ہے ایک اور گھوڑا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور اس کا نام بھی بحر تھا لیکن وہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ والا (بحر ومندوب) نہیں بلکہ وہ یمنی تاجروں سے خریدا تھا۔ (عمدة القاری ج۶ ص ۲۱۳) اس حدیث میں دلالت واشارۃ ہے کہ کسی چیز کا دوسرا نام رکھ سکتے ہیں جیسے گھوڑے کا نام بحر رکھا اسی طرح عشاء کا نام عتمہ بھی درست ہے اور اس سے زیادہ صریح روایت صحیحین سے عون میں منقول ہے ''ولا یعلمون ما فی العتمة والصبح لأتوهما ولو حبوا'' اگر لوگ جان لیتے نماز عشاء اور فجر کے اجر کو تو گھسٹ کر بھی آتے۔ یہ حدیث بالکل مصرح ہے کہ عشاء کو عتمہ کہنا درست ہے چنانچہ بعض زبانوں میں ظہر کو پیشی کی نماز، مغرب کو نماشیں کی نماز، عشاء کو کفتاں کہتے ہیں اور اس باب میں یہی رخصت مذکور ہے بشرطیکہ مخاطب کو التباس واشتباہ نہ ہو۔ (بذل)

فی ذلک کا مشار الیہ صرف باب فی العتمة نہیں بلکہ گفت وشنید کے متعلق جتنے ابواب قریب گذرے ہیں ان سب

کے متعلق ہے کہ اصل آداب تو وہی ہیں جو ذکر ہوئے بہرحال ان میں کچھ اجازت ہے۔ (درّ)

(۸۶) بَاب التَّشْدِيْدِ فِي الْكَذِبِ

جھوٹ بولنے کی وعید

(۷۰۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، وکیع، اعمش (دوسری سند) مسدد، عبداللہ، اعمش، ابووائل، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جھوٹ سے بچو۔ اس لئے کہ جھوٹ (انسان کو) گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ (انسان کو) دوزخ کی طرف لے جاتا ہے اور انسان جھوٹ بولتا ہے پھر وہ جھوٹ بولتے بولتے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے اور تم لوگ سچ بولنے کو لازم کرلو کیونکہ سچ انسان کو نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی (انسان کو) جنت میں لے جاتی ہے اور انسان سچ بولتا ہے پھر سچ بولتے بولتے انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔''

(۷۱۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ.

''مسدد بن مسرہد، یحییٰ، حضرت بہز بن حکیم نے اپنے والد سے سنا انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو کہ لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولے اس کیلئے ہلاکت ہے اس کیلئے ہلاکت ہے''

(۷۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ مَوَالِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ الْعَدَوِيِّ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ دَعَتْنِي أُمِّي يَوْمًا وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَاعِدٌ فِي بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيكَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيهِ قَالَتْ أُعْطِيهِ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ.

''قتیبہ، لیث، ابن عجلان، ایک شخص، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے مجھے ایک دن بلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے مکان میں تشریف فرما تھے تو انہوں نے کہا اس طرف آؤ۔ میں تم کو کوئی شے دوں گی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا تم نے اس کو کیا دینے کی نیت کی ہے؟ اس نے کہا میں کھجور دوں گی۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی تو تم پر ایک جھوٹ کا گناہ لکھ دیا جاتا۔''

(۷۱۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ حُسَيْنٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرْ حَفْصٌ أَبَا هُرَيْرَةَ.

''حفص بن عمر، شعبہ (دوسری سند) محمد بن حسین، علی بن حفص، شعبہ، حبیب، حفص بن عاصم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انسان کے گناہ کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اس کو بیان کر دے امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حفص بن عمر نے اپنی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان نہیں کیا۔''

تشریح: جھوٹ کی تعریف اور حکم: ☆ جھوٹ خلاف واقع بات کہنا۔ ☆ ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے۔

☆ جھوٹا شخص قابل گرفت اور مستحق لعنت ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **لعنت اللہ علی الکاذبین.**

کذب کن جگہوں میں مباح ہے: تین جگہوں میں جھوٹ درست ہے۔ (۱) میدان حرب (۲) دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے وقت۔ (۳) میاں بیوی کی غلط فہمی کو دور کرتے اور صلح کراتے وقت۔ ☆ اسی طرح کوئی عذر شرعی ہو جس میں کذب کے سوا چارہ نہ ہو۔ قریب باب نمبر ۵۷ میں حدیث ہم پڑھ چکے ہیں۔

سوال: بوقت ضرورت شرعیہ کذب صریح کی اجازت ہے یا صرف توریہ و کنایہ کی؟

جواب: اس میں علماء کا اختلاف ہے اکثر بلکہ جمہور، اہل علم یہ کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت کذب صریح درست ہے۔

دلیل: **لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس.** صلح کرانے والا جھوٹا نہیں۔ (۱) حدیث پاک میں ہے جو صحیح اور صریح ہے کہ مصلح بین الناس جھوٹ بولنے کے باوجود جھوٹا نہیں نہ گناہ گار ہوگا اور نہ مؤاخذہ عند اللہ ہوگا۔ (۲) **بل فعلہ کبیرھم.** ابراہیم علیہ السلام نے صاف فرما دیا تمہارے گرو نے یہ کیا ہے جو موقع کا ملزم اور رنگے ہاتھوں پکڑا جانے والا صریح مجرم ہے کہ کلہاڑا اسی کے کندھے پر ہے (میرے ہاتھ میں تو تسبیح ہے)۔ (۳) **ایتھا العیر انکم لسارقون.** یہ بھی صریح ہے۔ حالانکہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چوری نہ کی تھی۔

قول ثانی: علامہ طبریؒ کہتے ہیں کہ جھوٹ حرام ہے اور کبھی جائز نہیں جہاں اجازت ہے وہ توریہ پر محمول ہے پہلا قول راجح ہے۔

توریہ اور اس کی مثال: انسان ایسا کلمہ کہے جس سے مخاطب ایک معنی سمجھے اور متکلم کی مراد دوسرا مطلب ہو۔ اس کی مثال۔ استاد محترم حضرت مولانا عارف باللہ مفتی عبدالقادر صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک دن یہ قصہ سنایا کہ شاملی کے معرکے کے بعد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جب انگریز جج کے سامنے پیش ہوئے فاضل جج نے پکار کر کہا: آپ نے سرکار کے خلاف اسلحہ اٹھایا ہے اس وقت حضرتؒ کے ہاتھ میں تسبیح تھی انتہائی وقار اور اطمینان سے تسبیح سامنے کرتے ہوئے فرمایا میاں ہمارا اسلحہ تو یہ ہے! بس بری (انگریز کو پتہ تھا کہ تسبیح کی مار کوئی برداشت نہیں کر سکتا)

احادیث باب میں بھی جھوٹ کی قباحت و حرمت کو واضح کیا گیا ہے۔ اور تنبیہ فرما دی کہ ہر سنی سنائی بات بلا تحقیق نہ کہتے پھرو، ہنسی مذاق اور بچوں کو بہلانے میں بھی جھوٹ مت بولو کہ ہلاکت و دوزخ میں لے جانے والا ہے، اس کے برعکس سچ کی عادت اپناؤ کہ راہ نجات ہے، سچوں سے راضی اللہ کی ذات بالا صفات ہے آپ سے نصیحت یہی بات ہے۔

(۸۸) بَابٌ فِیْ حُسْنِ الظَّنِّ

ہر ایک شخص کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا حکم

(۷۱۴) حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مُهَنَّا أَبِیْ شِبْلٍ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَلَمْ أَفْهَمْهُ مِنْهُ

جَيِّدًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ وَاسِعٍ عَنْ شُتَيْرٍ قَالَ نَصْرُ ابْنُ نَهَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَصْرٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد (دوسری سند) نصر بن علی' مہناء ابی شبیل' حماد بن سلمہ' محمد بن واسع سہیر یا شتیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مسلمان سے) حسن ظن رکھنا بہترین عبادت ہے۔''

(۷۱۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ وَقُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِيْ وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِيْ دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ ﷺ أَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ فَخَشِيْتُ أَنْ يَقْذِفَ فِيْ قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا أَوْ قَالَ شَرًّا.

''احمد بن محمد' عبدالرزاق' معمر' زہری' علی بن حسین' حضرت صفیہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف میں تھے میں آپ کی خدمت میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ میں نے آپ سے باتیں کیں پھر میں جانے کے لیے کھڑی ہوئی۔ آپ بھی میرے ساتھ مجھ کو پہنچانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان دنوں حضرت صفیہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے مکان میں رہتی تھیں۔ اسی دوران انصار میں سے دو آدمی گزرے۔ انہوں نے جس وقت آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے چلنا شروع کر دیا۔ آپ نے ان کو دیکھ کر ارشاد فرمایا تم لوگ اپنی رفتار سے چلو یہ خاتون صفیہ بنت حیی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا انسان کے اندر شیطان اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں تمہارے دِل میں شیطان بری بات نہ ڈال دے۔''

تشریح: چند ابواب پہلے باب ۵۵ فی الظن میں گذر چکا ہے وہاں بدگمانی سے بچنے کا ذکر تھا اور یہاں حسن ظن کا حکم اور ترغیب ہے۔ حدیث ثانی سے ہمیں بھی سبق حاصل کرنا چاہیے اور کسی کو بدگمانی کا موقع فراہم نہ کرنا چاہیے کہ ہم تو عالم وعامل اور پاک صاف ہیں ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور حیاء وحجاب میں برکت وترقی دے، دوسروں کو بدگمانی کا موقع نہ دیں اور خود حسن ظن اور اچھا گمان رکھیں۔
گمان کی دو قسمیں: (۱) محمود اچھا گمان کرنا۔ (۲) مذموم برا گمان کرنا، حسن ظن ہو اور سوء ظن سے اجتناب رہے۔

(۸۹) بَابٌ فِي الْعِدَةِ

وعدہ کا بیان

(۷۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْأَعْلٰى عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ عَنْ أَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ أَخَاهُ وَمِنْ نِيَّتِهِ أَنْ يَفِيَ لَهُ فَلَمْ يَفِ وَلَمْ يَجِ ئْ لِلْمِيْعَادِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ.

''ابن مثنیٰ' ابو عامر' ابراہیم' علی بن عبدالاعلیٰ' ابو النعمان' ابو وقاص' حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص اپنے بھائی سے وعدہ کرے تو اس شخص کی یہ نیت ہو کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرے گا پھر وہ شخص وعدہ وفا نہ کر سکے اور وعدے پر نہ آئے تو اسے کوئی گناہ نہ ہوگا۔"

(۷۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسِ نِ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْحَمْسَاءِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِبَيْعٍ قَبْلَ أَنْ يُبْعَثَ وَبَقِيَتْ لَهُ بَقِيَّةٌ فَوَعَدْتُهُ أَنْ آتِيَهُ بِهَا فِي مَكَانِهِ فَنَسِيتُ ثُمَّ ذَكَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَجِئْتُ فَإِذَا هُوَ فِي مَكَانِهِ فَقَالَ يَا فَتًى لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَيَّ أَنَا هَاهُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ أَنْتَظِرُكَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى هٰذَا عِنْدَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ.

"محمد بن یحیٰ، محمد بن سنان، ابراہیم، بدیل، عبدالکریم، ان کے والد، حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی نبوت سے قبل کوئی شے خریدی۔ اس شے کی کچھ قیمت میری طرف باقی رہ گئی تھی تو میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں کل اسی جگہ آ کر قیمت ادا کروں گا۔ پھر میں بھول گیا اور مجھے تین روز کے بعد یاد آیا۔ میں وہاں گیا اور دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اسی جگہ تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا اے نوجوان شخص! تم نے مجھے اذیت پہنچائی میں تین دن سے اسی جگہ پر ہوں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ محمد بن یحیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم لوگوں کے پاس عبدالکریم بن عبداللہ بن شقیق ہیں۔"

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا اور ایفاء عہد ایک ضروری چیز ہے اور صریح حدیث میں آتا ہے: "**لا ایمان لمن لا عهدله**" جو ایفاء عہد نہیں کرتا اس کا ایمان ناقص ہے اور قرآن کریم میں ہے: "**ان العهد کان مسئولا**" (بنی اسرائیل: ۳۴) بلاشبہ وعدے کے متعلق پوچھا جائے گا۔

وعدہ خلافی اور دھوکہ دہی: (۱) ایک صورت تو یہ ہے کہ آدمی نے کسی سے کسی چیز کا وعدہ کیا اور نیت درست تھی اور ایفاء کا ارادہ تھا پھر پورا نہ کر سکا تو اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا گناہ گار نہ ہوگا۔ (۲) اگر وعدہ کرتے اور بات کرتے ہی دل میں کھوٹ تھا اور اندر اندر کہہ رہا تھا کہ میں چقمہ دے رہا ہوں کونسا مجھے اداء وایفاء کرنا ہے تو یہ غدر ونفاق اور گناہ ہے کہ پہلے سے ہی نیت میں فساد اور ایذاء کا پروگرام ہے۔ چنانچہ ہم چھٹی لیتے ہیں اور وقت موعود پر آنے کا عزم ہے پھر کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوئی تو یہ عنداللہ قابل مؤاخذہ نہیں ہاں اگر پہلے سے ہی یہی دل میں ہے کہ درخواست منظور تو ہو آئیں گے۔ تو مرضی سے یہ غدر ودھوکہ ہے۔

وعدہ خلافی کی تفصیل: **قال النووی: اجمعوا علی ان من وعد انسانا شیئا لیس بمنهی عنه فینبغی ان یفی بوعده، وهل ذلك واجب او مستحب، فیه خلاف، ذهب الشافعی وابوحنیفة والجمهور الی انه مستحب، فلو ترکه فاته الفضل، وارتکب المکروه کراهة شدیدة ولا یأثم یعنی من حیث هو خلف، وان کان یأثم ان قصدبه. (اولا) الاذی، قال وذهب جماعة الی انه واجب......... فان کان عند الوعد عاز ما علی ان لا یفی به فهذا هو النفاق کذا فی المرقاة.** (ازعون) اس عبارت سے وعدے کی دو قسمیں اور علماء کا اختلاف واضح طور پر ثابت ہو چکا۔ بہتر یہی ہے کہ وعدہ وہی کریں جو پورا کر سکیں سب کو ہاں، ہاں کر کے پھر مایوس نہ کریں اور وعدہ پورا کرنا افضل واولیٰ ہے۔

حدیث اول: **فلا اثم علیه**. یہ جمہور کی صریح دلیل ہے عدم وجوب اور گنہگار نہ ہونے پر۔

حدیث ثانی: یہ آپ کا عمل قبل از بعثت کا ہے اور پوری امت وانسانیت کو وفاء کا سبق سکھا دیا۔ اسی طرح کا واقعہ سورۃ مریم کی آیت نمبر ۵۴ کے تحت حضرت اسماعیل علیہ السلام کا بھی موجود ہے۔ **وقیل انه وعد رجلا ان یقوم مکانه حتی یرجع**

الرجل، فوقف اسماعيل مكانه ثلاثة ايام للميعاد، حتى رجع اليه الرجل" (خازن ج ۳، ص ۲۳۸)

جی ہاں آپؐ بھی تو اولادِ اسماعیل میں سے ہیں اور اس خاندان کا طرہ امتیاز ہی وفا ہے جس کی اعداء نے بھی شہادت دی ہے۔

(۹۰) بَابٌ فِي الْمُتَشَبِّعِ بِمَا لَمْ يُعْطَ

جو شخص بطور فخر یا دوسرے شخص کو تکلیف پہنچانے کے لئے وہ چیزیں بیان کرے جو اس کے پاس نہیں

(۴۷۱۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَةً تَعْنِي ضَرَّةً هَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ لَهَا بِمَا لَمْ يُعْطِ زَوْجِي قَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ.

''سلیمان بن حرب' حماد' ہشام' فاطمہ' حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ ایک خاتون نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری ایک سوکن ہے کیا مجھے گناہ ملے گا اگر میں اسے بتلاؤں کہ شوہر نے مجھے یہ دی ہیں حالانکہ اس نے مجھے نہیں دی۔ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے پاس وہ اشیا بیان کرے کہ جو اس کو نہیں ملیں تو اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے کسی شخص نے فریب اور جھوٹ کے دو کپڑے پہن لئے ہوں۔''

تشریح: حدیث اول: انّ لی جارة تعنی ضرة قال الخطابی: ان العرب تسمی امرأة الرجل جارة وتدعو الزوجتین الضرتین وذلك لقرب محل اشخاصهما كالجارین. (عون) جارة بیوی کے لیے اور ضرة سوکن کے لیے عرب استعمال کرتے ہیں۔ بیوی کیونکہ مثل جار کے قریب ہوتی ہے اور سوکن (اکثر) دوسری بیوی کو نقصان پہنچانے اور اس کی طرف شوہر کی توجہ کم کرانے میں لگی رہتی ہے، تو ضرر کی وجہ سے ضرة ہے جیسے نیکی کی وجہ سے برة اور حسن سلوک کی وجہ سے حسنة۔ اس عورت کا مقصد یہ تھا کہ میری طرف جو شوہر کی توجہ اور عطاء ہے میں اس سے زیادہ ظاہر کروں تا کہ دوسری احساس کمتری اور ابتری کا شکار ہو اور سر پکڑ کے بیٹھ جائے تو آپؐ نے اسے منع فرمایا اور تمثیل سے بات واضح فرمادی۔

کلابس ثوبی زور. یعنی دو جھوٹے کپڑے پہننے والا کہ اصل ستر ولباس کے لیے رداء وازار اور قمیص وشلوار ہیں ٹوپی عمامہ رومال تتمہ ہیں۔ لفظ پوشاک وخلعت اور حلہ کا اطلاق انہیں دو پر ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے فاسق زاہدوں کا اور کاذب سچوں کا لبادہ اوڑھ لے کہ اسے زاہد وصادق باور کریں اور اس کی عزت وتصدیق ہو تنقیص وتردید نہ ہو۔ جیسے اس جھوٹے لباس والے نے جھوٹ اور دھوکہ دیا اسی طرح جسے ملا نہیں اور اظہار کرتا ہے کہ میں انعام یافتہ ہوں یہ بھی دو جھوٹ بولتا ہے ایک نہ ملنے کے باوجود پاس ہونے کا اور دوسرا دینے والے پر کہ اس نے دیا ہے حالانکہ اس نے دیا کچھ نہیں تو حاصل کرنے اور دینے والے دونوں پر جھوٹ بولا۔

(۹۱) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ

خوش طبعی کرنے کا بیان

(۴۷۱۹) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ

اللهِ احْمِلْنِيْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا حَامِلُوكَ عَلٰى وَلَدِ نَاقَةٍ قَالَ وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ.

''وہب بن بقیہ' خالد' حمید' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے سواری عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہم تم کو اُونٹنی کے بچے پر سوار کریں گے۔ اس شخص نے عرض کیا میں اُونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا آخر اُونٹوں کو بھی تو اُونٹنیاں ہی جنتی ہیں۔ یعنی اونٹ بھی تو بچے ہی ہوتے ہیں۔''

(۷۲۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ أَلَا أَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجِزُهُ وَخَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ أَبُوْ بَكْرٍ كَيْفَ رَأَيْتِنِيْ أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَكَثَ أَبُوْ بَكْرٍ أَيَّامًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا أَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا كَمَا أَدْخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا.

''یحییٰ بن معین' حجاج' یونس' ابواسحٰق' عیز ار' حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ انہوں نے سنا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آواز بلند ہوئی ہے۔ جب وہ اندر تشریف لائے تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے لئے پکڑا اور فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آنحضرت ﷺ پر اپنی آواز بلند کر رہی ہو؟ آپ نے ان کو روکنا شروع کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غصہ ہو کر باہر نکل گئے۔ جب وہ باہر تشریف لے گئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تم کو اس شخص سے (یعنی تمہارے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے) کس طرح بچایا؟ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کئی دن تک نہ آئے اس کے بعد جب تشریف لائے اور نبیؐ سے اندر آنے کی اجازت مانگی اور انہوں نے دیکھا کہ دونوں (ایک دوسرے سے) رضامند ہو گئے ہیں (یعنی آپ اور عائشہ صدیقہؓ کا ملاپ ہو گیا) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ لوگ مجھے اپنی صلح میں (بھی) شامل کرو جس طریقہ سے کہ مجھے لڑائی میں شامل کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم نے شامل کیا' ہم نے شامل کیا۔''

(۷۲۱) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكِ نِ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِيْ قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَسَلَّمْتُ فَرَدَّ وَقَالَ ادْخُلْ فَقُلْتُ أَكُلِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كُلُّكَ فَدَخَلْتُ.

''مؤمل' ولید' عبداللہ' بشر' ابوادریس' حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوہ تبوک میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ ایک چمڑے کے خیمے میں تھے میں نے سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اور ارشاد فرمایا اندر آ جاؤ۔ میں نے عرض کیا پورا اندر آ جاؤں؟ آپ نے فرمایا پورا تو میں اندر داخل ہو گیا۔''

(۷۲۲) حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ قَالَ إِنَّمَا قَالَ أَدْخُلُ كُلِّيْ مِنْ صِغَرِ الْقُبَّةِ.

''صفوان بن صالح' ولید' حضرت عثمان بن ابی عاتکہ نے فرمایا کہ عوف نے یہ اس لئے دریافت فرمایا کہ وہ خیمہ چھوٹا تھا۔''

(۲۳‏۷) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيّ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ.

''ابراہیم شریک عاصم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا: اے دوکان والے شخص۔''

تشریح: قال في الصراح مزح من باب فتح. (مصدرالمزاح) لاغ کردن، ہنسی مذاق کرنا اسی طرح دوسرا لفظ دعابۃ ہے مقامات میں ہم نے پڑھا ہے: ودعابة الاقرآن آنس لك من تلاوت القرآن" صحیحین میں ہے "وكان رسول اللّٰه يخالطنا. اور ترمذی ثانی میں ہے "قالوا يا رسول الله، انك تداعبنا قال: انی لا اقول الا حقا" اور اباعمیر مافعل النغير ہم چند ابواب پہلے باب نمبر ۷۶ میں پڑھ چکے ہیں۔

مزاح کی حدود اور حکم: گھر والوں، دوست احباب، اہل مجلس سے مذاق کرنا جائز اور ثابت ہے اور منہ چڑھانے کی بجائے خندہ روئی اور خوش گوئی بہتر ہے، آپؐ کے عمل سے یہ بات بالکل ثابت ہے، لیکن مزاق کی ایک حد مباح سے اور دوسری حرام سے ملی ہوئی ہے اگر کذب وتمسخر اور ایذاء واستھزاء سے پاک ہے تو مباح ہے ورنہ حرام ہے اور بالکل عادت بنالینا اور ہر وقت ہنسی مذاق اچھا نہیں۔ اس سے وجاہت وہیبت متاثر ہوتی ہے اور آدمی کی قیمت گر جاتی ہے۔ اور محل ومزاج کے مطابق جچتی ہے ورنہ برائی کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ تفصیل ان عبارات کا حاصل ہے۔ (۱) فاجاب بأنه لا ضير فيه (المزاح) ما لم يتضمن كذبا او خديعة او ايذاء لمسلم، فاذا تضمن شيئا من مناهي الشرع فلا يجوز. (کوکب) (۲) قال الغزالي: من الغلط ان يتخذ المزاح حرفة (في الاحيان كلها) (فتح) (۳) قيل لسفيان بن عيينة المزاح محنة قال بل سنة لكن الشان فيمن يحسنه ويضعه مواضعه. (۴) دخل الشعبي وليمة، فرأىٰ اهلها سكوتا، فقال مالي اراكم في جنازة. (بذل وکوکب)

آپؐ کی مزاح کے واقعات: (۱) حضرت زاہرؓ کو پیچھے سے آ کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ (۲) ایک بوڑھی سے فرمایا کوئی بوڑھی جنت میں نہ جائے گی۔ (۳) آپؐ کے سامنے حضرت عائشہؓ کا حضرت سودہؓ کے منہ پر حلوا پھینکنا اور آپؐ کا ضحک فرمانا۔ (۴) ابا عمير مافعل النغير. (۵) انا حاملوك على ولدناقة. (۶) انقذتك من الرجل. (۷) أكلي يا رسول الله قال كلك. (۸) يا ذالاذنين. معناه الحض والتنبيه على حسن الاستماع. (عون) ان میں سے کچھ حاشیہ بذل میں اور باقی دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ: یہ چند مزاح کے واقعات راقم نے اپنی ناقص معلومات کے مطابق جمع کیے ہیں اور یہ بات انتہائی قابل غور ہے کہ یہ چند واقعات ایک دن ایک ہفتے ایک مہینے ایک سال کے نہیں بلکہ تیئیس سالہ دور نبوت کے ہیں، جس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذاق کے لیے جواز واباحت کی کیا حقیقت ہے، اور کس حد تک اجازت ہے، اس لیے ہر وقت ہنسی مذاق مناسب نہیں، ہاں "عبوسا قمطريرًا" بھی نہ ہوں اعتدال ہو اعتداء نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معتدین کو ناپسند کرتے ہیں اور معتدلین کو محبوب رکھتے ہیں۔

حدیث اول: هل تلد الابل الا النوق. نہیں جنتی اونٹ کو مگر اونٹنیاں هل ما نافیہ کے معنی میں ہے تلد واحد مؤنث غائب الابل مفعول مقدم النوق فاعل مؤخر ناقۃ کی جمع ہے۔ ابل اسم جمع ہے اس کا مفرد نہیں آتا والابل اسم جمع ولا واحد له من لفظه. (عون)

حدیث ثانی: یہ طبعی اور فطری تقاضا ہے کہ انسان کبھی کبھار غصے اور تدلل وناز میں اونچی آواز میں بھی اپنے میاں سے بات کر لیتا

ہے، اس میں سوءادبی وغیرہ سے اشکال نہیں ہوسکتا کہ گھریلو زندگی میں ایسے واقعات رونما ہوسکتے ہیں۔

سوال: مذکورہ تفصیل اور باب کی احادیث سے مزاح کا جائز ہونا ثابت ہورہا ہے اور ترمذی میں ہے "**عن ابن عباس مرفوعا، لا تمار اخاك ولا تمازحه**" اپنے بھائی سے جھگڑ نہ اس سے مذاق کر۔

جواب: **والجمع بينهما ان المعنى عنه (في رواية الترمذي) مافيه افراط او مالومة عليه........ ويؤدي الى قسوة القلب والا يذاء والحقد وسقوط المهابة والوقار، والذي يسلم من ذلك (كما في هذا الباب) هو المباح فان صادف مصلحة مثل تطييب نفس المخاطب ومؤانسة فهو مستحب.** (عون) اس عبارت سے خوب تطبیق سمجھ آئی کہ تکلیف دہ نہ ہو تو درست ورنہ منع جیسے ابتداء میں ہی ہم نے لکھا کہ اس کی ایک حد مباح سے اور دوسری حرام سے ملی ہوئی ہے اگلا باب بغور پڑھیے۔ واللہ اعلم

(۹۲) بَابٌ مَنْ يَأْخُذُ الشَّيْءَ عَلَى الْمِزَاحِ

تفریح طبع میں کسی کی کوئی شے لے لینا

(۷۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ ابْنُ إِسْحٰقَ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَا يَأْخُذَنَّ أَحَدُكُمْ مَتَاعَ أَخِيْهِ لَاعِبًا وَلَا جَادًّا وَقَالَ سُلَيْمَانُ لَعِبًا وَلَا جِدًّا وَمَنْ أَخَذَ عَصَا أَخِيْهِ فَلْيَرُدَّهَا لَمْ يَقُلِ ابْنُ بَشَّارٍ ابْنَ يَزِيْدَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

"محمد بن بشار، یحییٰ (دوسری سند) سلیمان، شعیب، ابن ابی ذئب، حضرت عبداللہ بن سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے ان کے دادا سے سنا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کوئی شے نہ لے نہ سچے دل سے اور نہ ہنسی مذاق میں اور جو شخص اپنے بھائی کی لکڑی لے تو اس کو واپس کردے۔ محمد بن بشار نے اپنی روایت میں ابن یزید کا تذکرہ نہیں کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"

(۷۲۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَانْطَلَقَ بَعْضُهُمْ إِلٰى حَبْلٍ مَعَهُ فَأَخَذَهُ فَفَزِعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يُرَوِّعَ مُسْلِمًا.

"محمد بن سلیمان، ابن نمیر، اعمش، عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ وہ حضرات آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے تو ان حضراتؓ میں سے ایک شخص کو نیند آگئی کسی نے اس کے پاس سے اس کی ایک رسی لے لی تو وہ شخص پریشان ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے (دوسرے) مسلمان کو پریشان کرنا درست نہیں ہے۔"

تشریح: اس باب میں سابقہ باب کا تتمہ اور فائدہ مہمہ ہے کہ بسا اوقات تو گپ شپ بات چیت کی حد تک ہوتی ہے اور کبھی عملی حد تک پہنچ جاتی ہے اس لیے اس کا حکم بھی ذکر فرمادیا۔

مذاق میں کسی کی چیز لینے کی صورتیں اور حکم: لا یأخذنّ احدکم متاع اخیه لاعبا و لا جادا ای لاعبا فی الحال وجادا فی المآل. اولا عبا ظاهرا وجادا باطنا.........(بذل) (۱) پہلی صورت یہ ہے کہ بروقت تو مذاق کے طور پر لیا پھر نیت بگڑنے پر بعد میں سچ مچ رکھ لیا۔ (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ لیتے وقت ہی نیت میں فساد ہے کہ ظاہراً لے تو مذاق میں رہا ہے لیکن دل میں ابھی سے یہی ہے ہاتھ تو چڑھے پھر کون واپس کرتا ہے۔ (۳) اس کے برعکس یعنی ظاہراً تو سچ مچ لے رہا ہے اگلے کو تپانے کے لیے اور دل میں یہی ہے کہ لوٹا دیں گے اس کا ہم کیا کریں گے؟ (۴) چوتھی صورت یہ ہے کہ دونوں کلمے باہم معطوف ہوں اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے یعنی مذاق میں لے اور نہ سچ مچ لے کہ ظاہراً یا حقیقۃً دونوں میں تکلیف وایذاء ہے۔ حاصل یہی ہے کہ یہ حرکت کرے ہی نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے اب لینے والے کی نیت صحیح اور نہ لینے کی ہے اور بعد میں رال ٹپک جائے اور شیطان بہکا دے اور گناہ گار ہوا ایسا ہرگز کریں ہی نہیں اور ایسے واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ایک آدمی نے فون کیا کہ تمہارے فلاں عزیز کا انتقال ہو گیا۔ انا لله و انا الیه راجعون. وہ سارا کنبہ دور دراز سے سفر کر کے جب پہنچا تو مردہ کھانا کھا رہا تھا اور مہمانوں کا روتا ہوا جم غفیر آن پہنچا اب آنے والوں کو حرج اور جس کے پاس آئے ان کے لیے بھی ایذاء کا سبب ذہنی کوفت وتکان کا تو پوچھیے مت...... کیا اسے مذاق کہیں گے یا غدر؟ اسی طرح ڈرانا دھمکانا تمہاری امی کا ایسے ایسے فون آیا تھا آپ کا فلاں پوچھنے آیا تھا یہ سب غلط اور منع ہیں سچ کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے۔

ہماری حالت: ہمارے بعض طلبہ وطالبات ماشاء اللہ سند فراغت اور دوپٹہ پوشی کے بعد میں بھی معلوم ہوتا ہے امتحان کے وقت کوئی قلم چھپا لیتا ہے، تو کوئی گتا اور روانگی کے وقت کوئی ٹوپی چھپا لیتا ہے اور کوئی دستانے، عجیب بھاگم دوڑی ہوتی ہے کیا ہم نے یہی پڑھا ہے یا از خود گھڑا ہے۔ مسلمان کی تو شان یہ ہے کہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے۔ ہمیں تو یہ فکر ہو!

میرا آشیانہ کہیں شاخ چمن پہ بار نہ ہو

(۹۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَشَدِّقِ فِي الْكَلَامِ

تر تر باتیں بنانا (چپڑ چپڑ گفتگو کرنا)

(۲۶ ۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانِ نِ الْبَاهِلِيُّ وَكَانَ يَنْزِلُ الْعَوَقَةَ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ الْبَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِي يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ تَخَلُّلَ الْبَاقِرَةِ بِلِسَانِهَا.

''محمد بن سنان، نافع، بشر، ان کے والد، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ دشمنی رکھتا ہے بہت چبا چبا کر گفتگو کرنے والے سے جو کہ اپنی زبان کو اس طریقہ سے گھمائے کہ جس طریقہ سے گائے چپڑ چپڑ کرتی ہے۔''

(۲۷ ۷) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ صَرْفَ الْكَلَامِ لِيَسْبِيَ بِهِ قُلُوبَ الرِّجَالِ أَوِ النَّاسِ لَمْ يَقْبَلِ اللَّهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا .

''ابن سرح' ابن وہب' عبداللہ بن میتب' ضحاک' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کوئی آدمی لوگوں کے دِل پھیرنے کے لئے بہترین گفتگو سیکھے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کے نفل اور فرض کچھ قبول نہیں فرمائے گا۔''

(۷۲۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا فَعَجِبَ النَّاسُ يَعْنِي لِبَيَانِهِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا أَوْ إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' حضرت زید بن اسلم' حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ دو شخص مشرق کی جانب سے آئے۔ انہوں نے خطبہ دیا لوگوں کو ان کے بیان سے حیرت ہوئی۔ نبیؐ نے ارشاد فرمایا کچھ بیان جادو ہوتا ہے کچھ بیان جادو کی تاثیر رکھتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ جادو ہی جیسا اشعار اور بیان کا بھی اثر ہوتا ہے)۔''

(۷۲۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الْبَهْرَانِيُّ أَنَّهُ قَرَأَ فِي أَصْلِ إِسْمٰعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ وَحَدَّثَهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ ابْنُهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي ضَمْضَمٌ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ ظَبْيَةَ أَنَّ عَمْرَو ابْنَ الْعَاصِ قَالَ يَوْمًا وَقَامَ رَجُلٌ فَأَكْثَرَ الْقَوْلَ فَقَالَ عَمْرٌو لَوْ قَصَدَ فِي قَوْلِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لَقَدْ رَأَيْتُ أَوْ أُمِرْتُ أَنْ أَتَجَوَّزَ فِي الْقَوْلِ فَإِنَّ الْجَوَازَ هُوَ خَيْرٌ.

''سلیمان بن عبدالحمید' اسمٰعیل محمد بن اسماعیل' ان کے والد' ضمضم' شریح' حضرت ابوظبیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آدمی سے کہا کہ جس نے بہت لمبی تقریر کی تھی اگر وہ درمیانہ طریقہ سے گفتگو کرتا تو بہت اچھا ہوتا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے مجھے حکم ہوا یا فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں گفتگو کرنے میں درمیان کا طریقہ اختیار کروں کیونکہ (تمام کاموں میں) درمیان کی چال بہتر ہوتی ہے۔''

تشریح: لسان وکلام کے آداب ذکر ہورہے ہیں، آگے بیہودہ اشعار کی ممانعت بھی مذکور ہے اور ایسے اشعار بھی منع ہیں جو بھلے صحیح ہوں مگر عبادات واعمال ذکر وتلاوت اور ضروری کاموں میں حرج کا سبب ہوں، اسی طرح زیادہ چرب لسانی چاپلوسی اور موڑ توڑ کے الفاظ نکالنا یہ بھی بے جا تکلف کی وجہ سے ممنوع ہے۔ تشدق شدق سے ہے شدق جانب الفم کو کہتے ہیں **المراد انّ المبغوض والمذموم هو المبالغة فی الکلام علی التکلّف والتصنّع، واما اذا کانت البلاغة خلقیا فلا یدخل فی الذمّ.** (بذل) برا اور قابل مذمت طرز کلام وہ ہے جس میں تصنع بازی تکلف اور بے جا مبالغہ ہو، ہاں جو طبعی بلاغت ومہارت کی وجہ سے فصیح گفتگو ہو وہ بالکل قابل مذمت نہیں ترمذی ثانی میں بھی ہم نے "**المتشدقون والمتفیهقون**" پڑھا ہے۔ اس لیے سادہ پر مغز مفید ومدلل گفتگو ہونی چاہیے تصنع بازی کو قریب بھی نہ پھٹکنے دیں کہ عندالناس اور عنداللہ ورسولہ مبغوض ہے۔

حدیث اول: **الباقرة** یہ تاء کے ساتھ قلیل استعمال ہوتا ہے اور قاموس میں ہے کہ **باقر، باقور، بقیر، بیقور** یہ اسم جمع ہیں۔

گائے کے ذکر کی وجہ؟: **وخصّ البقرة لان جمیع البهائم تأخذ النبات بأسنانها، وهی تجمعها بلسانها، واما من بلاغته خلقیة فغیر مبغوض.** (عون) اس عبارت سے واضح کر دیا کہ گائے گھاس زبان سے لپیٹتی ہے اس لیے اس کا ذکر کیا جیسے تصنع باز زبان موڑ موڑ کر بولتا ہے۔

حدیث ثانی: **من تعلم صرف الکلام.** صرف کلام کا مطلب زائد اور پر تکلف فضول کلام جو بالکل بے سود ہو۔ **انما کره**

رسول اللهؐ ببلوغ الحاجة غير زائدة عليها توافق ظاهره باطنه وسرّه علانيته. (عون) اس میں بیان ہوگیا کہ آپؐ صرف کلام کو ناپسند کیوں کرتے تھے۔ لم يقبل......... صرفا ولا عدل نهايه میں ہے صرف سے مراد توبہ ہے یا نفل اور عدل سے مراد فدیہ ہے یا فرائض۔ کیونکہ اس نے بدنیتی پر مبنی کلام کیا اور اس سے غلط ارادہ کیا تو اب قبولیت کے لیے اس میں اخلاص تو رہا نہیں تو قبول کیا ہوگا یہ کلام تہدید اور وعید شدید کے لیے ہے جس کا مطلب ہے کہ ایسی حرکت سے بچے اور باز رہے۔ فاما لو نوى فيه ان يؤثر كلامه ووعظه في سبيل الله مخلصا فلا ضير. (بذل) حضرت مولانا یحییٰ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا اگر اپنی گفتگو اور وعظ کو اللہ کی راہ میں اخلاص کے ساتھ مؤثر بنانے کے لیے قدرے تکلف سے کہتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ (بذل)

حدیث ثالث: قدم رجلان من المشرق. یہ نو ہجری میں آنے والے وفد کا ذکر ہے جس کا پورا قصہ اگلے باب میں مذکور ہے۔

حدیث رابع: فان الجواز هو خير اى الاقتصار على قدر الكفاية. یعنی اتنی بات جس سے مقصود پورا ہو اور مراد واضح ہو جائے ایجاز و اطناب نہ ہو اعتدال ہو اور ایحاش تو بالکل مذموم ہے۔ كما قيل: خير الكلام ما قلّ ودلّ.

(۹۴) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الشِّعْرِ

شعر کے بارے میں

(۷۳۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِءَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِءَ شِعْرًا قَالَ أَبُو عَلِيٍّ بَلَغَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ وَجْهُهُ أَنْ يَمْتَلِءَ قَلْبُهُ حَتّٰى يَشْغَلَهُ عَنِ الْقُرْآنِ وَذِكْرِ اللّٰهِ فَإِذَا كَانَ الْقُرْآنُ وَالْعِلْمُ الْغَالِبَ فَلَيْسَ جَوْفُ هٰذَا عِنْدَنَا مُمْتَلِئًا مِنَ الشِّعْرِ وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا قَالَ كَأَنَّ الْمَعْنٰى أَنْ يَبْلُغَ مِنْ بَيَانِهِ أَنْ يَمْدَحَ الْإِنْسَانَ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتّٰى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلٰى قَوْلِهِ ثُمَّ يَذُمَّهُ فَيَصْدُقَ فِيهِ حَتّٰى يَصْرِفَ الْقُلُوبَ إِلٰى قَوْلِهِ الْآخَرِ فَكَأَنَّهُ سَحَرَ السَّامِعِينَ بِذٰلِكَ.

''ابوولید، شعبہ، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم لوگوں میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے اچھا ہے کہ اس شخص کا پیٹ اشعار سے بھرے۔ ابوعلی نے بیان کیا کہ مجھے ابوعبید سے معلوم ہوا کہ انہوں نے بیان کیا کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اس شخص کا پیٹ اشعار سے اتنا بھر جائے کہ وہ قرآن کریم اور ذکر الٰہی سے محروم رہے۔ جب قرآن کریم یا علمِ دین زیادہ ہو اور اشعار کم ہوں تو اشعار سے پیٹ کو بھرا ہوا نہیں کہا جائے گا اور (جملہ حدیث) ((وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا)) کا مفہوم یہ ہے کہ جس آدمی کا بیان اس درجہ کو پہنچ جائے کہ وہ جب کسی کی تعریف کرے تو اس خوش اسلوبی سے بیان کرے کہ لوگوں کے قلوب اس طرف متوجہ ہو جائیں پھر جب کسی شخص کی برائی بیان کرے تو اس طرح بیان کرے کہ دل پھر اسی کی طرف آ جائیں تو اس شخص نے سامعین پر جادو کر دیا۔''

(۷۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابن مبارک' یونس' زہری' ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام' مروان بن حکم' عبدالرحمٰن بن الاسود بن یغوث' حضرت اُبی بن کعب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔''

(۷۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا.

''مسدد' ابوعوانہ' سماک' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (غیر معمولی فصاحت و بلاغت سے) گفتگو کرنے لگا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ بیان جادو ہوتے ہیں اور کچھ اشعار حکمت ہوتے ہیں۔''

(۷۳۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ تُمَيْلَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَعْفَرٍ النَّحْوِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَخْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا وَإِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا فَقَالَ صَعْصَعَةُ بْنُ صُوْحَانَ صَدَقَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ أَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا فَالرَّجُلُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَهُوَ أَلْحَنُ بِالْحُجَجِ مِنْ صَاحِبِ الْحَقِّ فَيَسْحَرُ الْقَوْمَ بِبَيَانِهِ فَيَذْهَبُ بِالْحَقِّ وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ جَهْلًا فَيَتَكَلَّفُ الْعَالِمُ إِلٰى عِلْمِهِ مَا لَا يَعْلَمُ فَيُجَهِّلُهُ ذٰلِكَ وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُكْمًا فَهِيَ هٰذِهِ الْمَوَاعِظُ وَالْأَمْثَالُ الَّتِيْ يَتَّعِظُ بِهَا النَّاسُ وَأَمَّا قَوْلُهُ إِنَّ مِنَ الْقَوْلِ عِيَالًا فَعَرْضُكَ كَلَامَكَ وَحَدِيْثَكَ عَلٰى مَنْ لَيْسَ مِنْ شَأْنِهِ وَلَا يُرِيْدُكَ.

''محمد بن یحییٰ' سعید' ابوتمیلہ' ابوجعفر' حضرت عبداللہ بن ثابت' حضرت صخر بن عبداللہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کچھ بیان جادو ہوتے ہیں اور کچھ علم جہل ہوتا ہے اور کچھ شعر حکمت ہوتے ہیں اور کچھ گفتگو بوجھ ہوتی ہے۔ صعصہ بن صوحان نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے سچ فرمایا کہ جو بیان فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کا کسی شخص پر روپیہ واجب ہو وہ شخص اپنے مقروض شخص سے زبان میں تیز ہو اور لوگوں کے سامنے اس قسم کی باتیں کر کے دوسرے شخص کا روپیہ غصب کر لے اور حدیث میں جو یہ فرمایا ہے بعض علم جہل ہے وہ یہ ہے کہ عالم شخص ایسی باتوں میں اپنے علم کو لے جائے کہ جن کا اس شخص کو علم نہیں تو وہ شخص جاہل بن جائے گا اور یہ جو فرمایا کہ بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں تو وہ یہی نصائح اور امثال کے اشعار ہیں جن سے لوگوں کو نصیحت حاصل ہوتی ہے اور یہ جو فرمایا کہ بعض بات بوجھ ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس شخص کے سامنے اپنا کلام پیش کرو کہ جو اس کلام کا خواہش مند نہ ہو یا اس کلام کے لائق نہ ہو۔''

(۷۳۴) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ خَلَفٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ مَرَّ عُمَرُ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ فِي الْمَسْجِدِ فَلَحَظَ إِلَيْهِ فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ.

''ابن ابی خلف' احمد بن عبدۃ' سفیان' زہری' سعیدؓ سے روایت ہے کہ عمرؓ کا حسان بن ثابتؓ کے پاس سے گزر ہوا اور وہ مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے تو عمرؓ نے ان کی جانب دیکھا۔ حسانؓ نے بیان کیا کہ میں تو مسجد میں اس وقت اشعار پڑھتا تھا جب کہ یہاں آپ سے بہترین صاحب (یعنی آنحضرت ﷺ) تشریف فرما ہوتے تھے۔''

(۷۳۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ

بِمَعْنَاهُ زَادَ فَخَشِيَ أَنْ يَرْمِيَهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَازَهُ.

''احمد بن صالح، عبدالرزاق، معمر، زہری، سعید بن مسیب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طریقہ سے روایت ہے البتہ اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو (اشعار پڑھنے سے) منع کردوں تو وہ نبی کی اجازت کی دلیل پیش کریں گے اس وجہ سے ان کو اجازت عطا فرمائی گئی۔''

(۷۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمِصِّيْصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُرْوَةَ وَهِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ فَيَقُوْمُ عَلَيْهِ يَهْجُوْ مَنْ قَالَ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''محمد بن سلیمان، ابن ابی الزناد، ان کے والد، عروہ، ہشام، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر بچھاتے تھے وہ کھڑے ہو کر ہجو (یعنی اشعار میں کفار کی مذمت بیان کرتے تھے) ان لوگوں کی جو کہ آنحضرت ﷺ کی شانِ اقدس میں بے ادبی کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا حسان کے ساتھ رُوح القدس (یعنی حضرت جبریل امین) ہیں جب تک کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے دفاع کرتے رہیں۔''

(۷۳۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ فَنَسَخَ مِنْ ذٰلِكَ وَاسْتَثْنٰى فَقَالَ إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا.

''احمد بن محمد، علی بن حسین، ان کے والد، یزید نحوی، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے: ﴿وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ﴾ یعنی شعراء کی وہ لوگ اتباع کرتے ہیں جو کہ گمراہ ہیں۔ اس حکم میں سے وہ لوگ مستثنیٰ ہو گئے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ میں بیان فرمایا۔ یعنی مگر وہ لوگ جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا۔''

تشریح: شعر: شعر گوئی ایک پرتکلف بلکہ اکثر پرتعیش اور فحش قسم کی تمثیلات اور بیہودگی کا نام ہے قرآن کریم میں شعراء وشعر کو قابل مذمت وحقارت آمیز انداز میں بیان کیا گیا ہے، اس وجہ سے آنحضرت ﷺ نے اسے بھی ناپسند کیا کیونکہ یہ تکلفات وبیہودہ تشبیہات اور منبع شہوات ہے۔ قرآن کریم میں بھی آنحضرت ﷺ کو شعر کی تعلیم نہ دینے کا ذکر ہے۔ **وما علمناه الشعر وما ینبغی له.** (یٰس: ۶۹) اور ہم نے اسے شعر کی تعلیم نہ دی اور نہ ہی ان کے لیے مناسب ہے۔ **والشعراء یتّبعهم الغاوٗن الم ترانهم فی کل واد یهیمون وانهم یقولون مالا یفعلون.** (شعراء: ۲۲) اس میں ہوا پرستی بدمستی اور بدعملی تینوں پہلو بیان کیے اور سب ہی قابل مذمت ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول ہے: **لولا الشعر یزری للعلماء لکنت اشعر من لبید.** اگر شعر علماء کی شان کے لائق ہوتے تو میں لبید سے بڑا شاعر ہوتا۔ اس طرح کتاب الطب باب نمبر ۱۰ کی پہلی حدیث میں ہم نے پڑھا ہے جس میں تریاق نجس، مشرکانہ تعویذ گنڈے اور فضول شعر وشاعری سے منع کیا اور شدید تہدید وتنبیہ کے انداز میں اسے پیش کیا کہ یہ تو شریعت سے بالکل بیگانگی والی بات ہے۔

شعر کہنے کا حکم: اگر اشعار اور منظم کلام ایسا ہو جس میں بیہودگی بالکل نہ ہو بلکہ توحید، سیرت، مدح صحابہ، اظہارِ حق ہو تو وہ درست ہے اسی طرح اگر کیف ما اتفق کچھ جملے منظوم منہ سے بلاتکلف نکلیں تو ان میں مضائقہ نہیں چنانچہ غزوۂ خندق کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اللهم لا عیش الا عیش الآخرة   فاغفر الانصار والمهاجرة

صحابہ کرام نے کہا:

نحن الذین بایعوا محمدا — علی الجهاد ما بقینا ابدًا

حضرت حسانؓ نے کہا:

احسن منك لم ترقطّ عینی — واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرّاً من کل عیب — کانك قد خلقت کما تشاء

آپ ﷺ نے فرمایا:

انا النبی لا کذب — انا ابن عبدالمطلب

حدیث اول: لان یمتلی جوف احدکم قیحا. قیحا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس میں مطلقاً شعر گوئی اور فضول گفتگو میں لگنے کی برائی اور قباحت بیان کی گئی ہے جو ایک قبیح مثال سے سمجھائی جارہی ہے کہ اس سے بچا جائے جس طرح اجزاء جسم میں سے پیپ کی حیثیت ہے ایسے کلام وگفتگو میں سے بیہودہ شعر گوئی کی شناعت وبرائی ہے جب پیپ قابل نفرت ہے تو بیہودہ شعر کیسے قابل محبت ہو سکتے ہیں؟ ابن حجرؒ نے اس سے بعض اشعار کو مخصوص مانا ہے "لکنه مخصوص منه ما یکون من مدح الله ورسوله........ (عون)

ابو عبید نے توجیہ کردی ہے کہ مقصود یہ ہے کہ شعر گوئی میں ایسا مت لگو کہ ذکر ودرود اور تلاوت وعبادت یاد ہی نہ رہے۔

حدیث ثالث: ان من البیان سحرا.........

شان ورود: اس جملے کی وضاحت سے پہلے پس منظر اور پورا واقعہ لکھا جاتا ہے کہ آپؐ نے کس وقت فرمایا: میدانیؒ کہتے ہیں کہ جب آپؐ کے پاس تین آدمیوں (عمرو بن اہتم، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم) کا وفد آیا اور مکالمہ ہوا آپؐ نے عمرو سے زبرقان کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا: "مطاع فی اذنیه، شدید العارضه مانع لما وراء ظهره" یعنی به ظهره" یعنی یہ سردار وبہادر ہے تو زبرقان نے کہا: یا رسول الله: انه لیعلم من اکثر منها ولکنه حسدنی، یہ اس سے زیادہ میرے بارے میں جانتا ہے لیکن اس نے مجھ سے حسد کیا پھر عمرو نے کہا: "انه لزمر المروة، ضیق العطن، احمق الوالد لئیم الخال، والله یا رسول الله: ما کذبت فی الاولیٰ، ولقد صدقت فی الاخری، ولکنی رجل رضیت، فقلت احسن، ما عملت، وسخطت، فقلت اقبح ما وجدت، "تو عمرو نے اپنے اس دوسرے قول میں سارا پول کھول دیا اور خوب وضاحت کردی اور انداز بھی سنجیدہ تھا تو اس پر آپؐ نے فرمایا: ان من البیان لسحرا، بیشک بعض لوگ جادو بیانی کے حامل ہوتے ہیں، "یعنی بعض البیان یعمل عمل السحر، ومعنی السحر اظهار الباطل فی صورة الصدق. (عون) اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض بیان جادو کا سا عمل اور اثر کرتے ہیں اور جادو کا مطلب یہ ہے کہ غلط کو سچ کے سانچے میں پیش کرنا۔ والبیان اجتماع الفصاحة والبلاغة وذکاء القلب مع اللسان وانما شبه بالسحر لحده عمله فی سامعه و سرعة القبول......... (عون)

بیان کی تعریف یہ ہے کہ جس میں قلب وقالب اور جنان ولسان کی چستی ومہارت اور براعت ہو اور بات کان چیرتی ہوئی دل میں جا لگے۔ چنانچہ دروس البلاغۃ میں ہم کلام کے حسن وقبح کے متعلق مع فوائد وقیود مفصل پڑھ چکے ہیں اور ایسے ہی مختصر المعانی اور مطول میں آتا ہے۔

اس جملے کا مطلب: قال المنذری: قد اختلف العلماء فی قوله صلی الله علیه وسلم وان من البیان لسحرا" فقیل اورده مورد الذم..... وقیل او رده مورد المدح. (بذل وعون) منذریؒ کہتے ہیں علماء ومحدثین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ مدح ہے یا مذمت؟ بعض کا کہنا ہے کہ یہ مذمت ہے اس لیے کہ جادو بری چیز ہے اور اس سے اسے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں جھوٹی باتوں کو ملمع سازی سے اور باطل کو حق کے لبادے میں پیش کیا جاتا ہے اور بے جا آسمان وزمین کے قلابے ملائے جاتے ہیں، اس لیے یہ جملہ مذمت ہے۔ امام مالک نے "باب مایکره من الکلام" کے تحت اس حدیث کو درج کیا ہے جس سے مقصود اس کا قابل مذمت ہونا ہی ہے۔

بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ یہ تعریف ہے اچھے انداز اور مؤثر پیرایہ میں گفتگو کی کہ ایسی تقریر دل پذیر اور پر تاثیر سے دل ملتے اور مائل ہوتے ہیں ناراض خوش ہو جاتے ہیں اور روٹھے ہوئے مان جاتے ہیں یہ فہم وذکاء اور براعت ومہارت قابل تعریف ہے مذمت نہیں، باقی اسے سحر وجادو سے تشبیہ دینے میں محض اظہار تعجب ہے کہ عمرو نے بیک وقت زبرقان کی مذمت بھی کی اور مدح بھی اور دونوں اپنی جگہ درست تو اس انداز کو ساحرانہ اور پر تعجب فرمایا نہ یہ کہ اس کے کلام کی مذمت فرمائی۔ فکانه سحر السامعین بذلك میں اسی طرف اشارہ ہے۔

تطبیق: عون میں مفصل بحث کے آخر میں علامہ سیوطیؒ کا مقولہ مذکور ہے جس سے دونوں میں تطبیق ہو سکتی ہے۔

قال السیوطی: وهو ظاهر صنیع ابی داوٗد، قلت: فان کان البیان فی امر باطل فهو کذلك والّا فمدح لا محالة والله اعلم. (عون) سیوطی کہتے ہیں امام ابوداؤد کے طرز بیان سے دوسری قسم سمجھ آتی ہے کہ یہ محل مدح میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس کا معیار مضمون ومقولہ ہے اگر باطل گفتگو غلط مقصود ہے تو یقیناً عند الکل قابل مذمت ہے ورنہ بالتصریح مدح ہے۔

ان من الشعر حکمة. اصل الحکمة المنع، فالمعنٰی ان من الشعر کلا مانا فعا یمنع عن السفه والجهل، وهو ما نظمه الشعراء من المواعظ والامثال التی ینتفع بها الناس. (عون) اس عبارت میں حکمت کہنے کی وجہ تسمیہ اور حکمت ہونا دونوں واضح کر دیئے کہ دانائی بے وقوفی اور برائی سے روکتی ہے اور اس سے نصیحت بھرے وہ اشعار مراد ہیں جو نصیحت آمیز اور سبق آموز ہوں جیسے شیخ سعدیؒ، رومیؒ کا کلام۔ مزید یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کلام جس میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دوامی مذکور ہو۔ کیونکہ حکمت کا معنی ہے علم وعدل، حلم وعمل جیسے

فان ترحم فانت لذاك اهل	وان تطردفمن یرحم سواکا
کن ابن من شئت واکتسب ادبًا	یغنیك مضمونه عن النّسب
لیس الفتیٰ من یقول کان ابی کذا	ان الفتی من یقول ها اناذا
نوائب من خیر وشر کلاهما	فلا الخیر ممدود ولا الشر لازب
ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی	کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست	در باغ لالہ روید و در شورۃ بوم وخس
حالت نہ پوچھتے مرے شیب وشباب کی	دو کروٹیں تھیں عالم غفلت میں خواب کی
انقلابات جہاں واعظ رب ہیں دیکھو	ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافہم فافہم

حدیث رابع: ان من العلم جهلا ای لکونه علما مذموما والجهل به خیر منه، او لکونه علما بما لا یعنیه فیصیر جهلا بما یعنیه، قیل هو ان لا یعمل بعلمه فیکون ترك العمل بالعلم جهلا به، وفی النهایة، ان یتعلّم مالا حاجة الیه کالنجوم ویدع ما یحتاج الیه فی دینه من علم القرآن والسنة، قیل هو ان یتکلّف العالم القول فیما لا یعلمه فیجهله ذلك. (عون) کبھی علم بھی جہل ونادانی ثابت کرتا ہے کیونکہ عین، لام، میم، ع، ل، م کا معنی ہے جاننا حق تعالیٰ اور اپنی حقیقت کو پہنچاننا پھر حق بات کو حق جان کر ماننا اور عمل پیرا ہونا کہ علم حق کی وجہ سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کامیاب ہوئے اور باوجود جاننے کے ابوجہل ناکام ہوا اور قارون اپنے فن کو علم کہہ کر بے راہ اور گمراہ ہوا۔ مذکورہ عبارت میں اس کی مختلف توجیہات مذکور ہیں (۱) اس سے مراد وہ علم ہے جو قابل مذمت ہو حالانکہ علم قابل مدح ہے ایسی چیز کا سیکھنا جو مذمت کا باعث ہو تو بجائے علم کے جہل مذموم ہوا۔ (۲) بے فائدہ چیزوں کو سیکھنا اور ضروریات کو چھوڑ دینا یہ بھی صورۃ علم حقیقۃ جہل ہوا کہ بے سود ہے۔ (۳) اس سے مقصودِ علم کے ہوتے ہوئے بدعملی کرنا اور باوجود جاننے اور مسئلہ معلوم ہونے کے عمل نہ کرنا ہے تو درحقیقت یہ بھی جہالت ہوئی سیکھ کر جب عمل نہ کیا تو فائدہ پڑھنے اور جاننے کا؟ (۴) نہایة میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد فضولیات کو جاننا ہے جیسے علم نجوم وغیرہ اور ضروریات دین کی تعلیم اور سیکھنے کو چھوڑ دینا جیسے قرآن وحدیث۔ (۵) ایک دقیق قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو جانتا نہ ہو اور باوجود بے علمی کے اٹکل وانداز سے تقریر جھاڑنا شروع کریں تو جب خود کو معلوم نہیں پھر بھی بتکلف رطب ویابس جمع کیے جا رہا ہے تو یہ بھی جہل بصورت علم ہے کہ صرف ناک بڑھانے کے لیے باوجود نہ جاننے کے بھی جاننا ظاہر کیا جا رہا ہے۔

وان من الشعر حکما. یہ حکما حکمت کے معنی میں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ہے "واتیناه الحکم صبیا. (مریم:۱۲) اور دیا ہم نے انہیں دانا بچہ حکما بھی پڑھا ہے حرف تا کے ساتھ حکمة کی جمع۔ ای حکمة وکلاما نافعا کالمواعظ وذم الدنیا...... (عون) وان من القول عیالا. عیال وعمل کالفظی معنیٰ ہے۔ سرگردان ہونا اور بات کے لیے کچھ بھی نہ سوجھنا جیسے عرب کہتے ہیں: "علت اذا لم تدرأیة جهة تبغیها. تو بے راہ اور متحیر ہوا کہ پتہ بھی نہیں گمشدہ اونٹنی اور چیز کس سمت تلاش کرے۔ عون میں اس کا یہ مطلب بیان ہوا کہ اس سے مراد ہے کہ آدمی اپنی بات ایسے نااہل پر پیش کرے جو توجہ دے نہ کان دھرے۔ اور نہ ہی سمجھ سکے صرف سمع خراشی اور ملال ہو۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی بندہ بے سوچے سمجھے منہ سے بک دیتا ہے پھر اس کا وبال اور مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لیے "پہلے تو لو، پھر بولو" پر عمل کرنا چاہیے۔ آگے صعصعۃ بن صوحانؒ نے بھی ان چاروں جملوں کا معنیٰ بیان کیا ہے۔

حدیث خامس: یہی حدیث مکمل بحث کے ساتھ ہم انعامات المنعم اول باب فضل حسان میں پڑھ چکے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا عمرؓ نے اس عمل کو مسجد کے وقار کے خلاف سمجھا اور ناگواری کا اظہار کیا جسے بھانپتے ہوئے حضرت حسانؓ نے آپؐ کے عمل کا حوالہ دے کر استدلال کیا اور صحابہ سے اقرار بھی کروایا۔ اور حضرت عمرؓ نے مضبوط دلیل کی وجہ سے اجازت دے دی۔

حدیث ثامن: فنسخ من ذلك........ (۱) درمنثور میں عروۃؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ جب سورۃ شعراء کی مذکورہ آیت اتری تو عبداللہ بن رواحہؓ نے عرض کیا: "قد علم الله انی منهم، فانزل الله الا الذین اٰمنوا..... اے اللہ کے رسول تحقیق اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں انہیں شعراء میں سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت نازل فرمائی اور صحیح شعر کہنے والے مؤمن مخلص عمل کرنے والوں کو مستثنیٰ قرار دیا۔ (۲) ابن ابی شیبہ میں ابن رواحہ، حسان ودیگر صحابہ کرام کے متعلق مروی ہے "وهم یبکون، فقالوا: یا رسول الله لقد انزل الله هذه الآیة، وهو یعلم انا شعراء اهلکنا، فانزل الله......... (عون) انہوں نے روتے ہوئے

عرض کیا اے اللہ کے رسول البتہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ہم شاعر ہیں اس لیے اس نے یہ آیت نازل فرمائی ہم تو ہلاک ہو گئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت نازل فرما کر انہیں تسلی دی اور مستثنیٰ کیا۔ اس وضاحت سے استثناء والی آیت کا سبب نزول واضح ہو چکا دوسری بات یہ ہے کہ ''الغاوٗن'' سے مراد کون ہیں عون کی عبارت ملاحظہ ہو، ''ای الضالون، قال هم الكفار يبتغون ضلال الجن والانس، منهم الذين كانو يهجون النبیؐ غواه الجن. اس سے مراد، گمراہ۔ (۲) گمراہ جنوں اور انسانوں کے پیچھے چلنے والے کفار۔ (۳) نبیؐ کی ہجو کرنے والے۔ (۴) بے راہ جن اور جنوں کے بہکاوے میں آنے والے۔ اب واضح ہو گیا۔ الشعراء يتبعهم الغاوٗن کا مصداق مذکورہ چار اقسام اور غلط شعر و شاعری میں عمر کھپانے والے ہوں گے اور الا الذين......... (شعراء: ۲۲۷) سے آپ کا دفاع کرنے والے، مجاہدین کو صحیح اشعار سے ابھارنے والے اور توحید و رسالت اور عبرت و نصیحت کے اشعار پڑھنے والے مراد ہوں گے۔ اس طرح شعر گوئی کی دو قسمیں اور حکم واضح ہو چکا۔ کمامر، راقم کہتا ہے کہ فنسخ کی بجا فخصص واستثنیٰ ہونا چاہیے کیونکہ لاحقہ آیت سابقہ کے لیے مخصص اور استثناء کرنے والی ہے نہ کہ منسوخ اور کالعدم کرنے والی یہ کہہ سکتے ہیں کہ نسخ میں بھی یہ معنیٰ ہے اس لیے مکمل نسخ فی الحقیقت مراد نہیں۔ واللہ اعلم

(۹۵) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الرُّؤْيَا

خواب کے بارے میں

(۷۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ زُفَرَ بْنِ صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَقُوْلُ هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنْكُمُ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا وَيَقُوْلُ إِنَّهُ لَيْسَ يَبْقَى بَعْدِيْ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

''عبداللہ بن مسلمہ، مالک، اسحٰق، زفر، ان کے والد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نمازِ فجر سے فارغ ہو جاتے تو فرماتے کیا تم لوگوں میں سے کسی شخص نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میرے (وصال کے) بعد نیک خواب کے علاوہ نبوت کا کوئی حصہ باقی نہیں رہے گا۔''

(۷۳۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ.

''محمد بن کثیر، شعبہ، قتادہ، انس، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مؤمن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔''

(۷۴۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ أَنْ تَكْذِبَ وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ وَالرُّؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهِ الْمَرْءُ نَفْسَهُ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثُ بِهَا النَّاسَ قَالَ وَأُحِبُّ الْقَيْدَ وَأَكْرَهُ الْغُلَّ وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ يَعْنِيْ إِذَا

اقْتَرَبَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ يَعْنِي يَسْتَوِيَانِ.

''قتیبہ' عبدالوہاب' ایوب' محمد' ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جب زمانہ قریب آجائے گا (یعنی قیامت قریب آجائے گی) تو مسلمان کا خواب جھوٹ نہ ہوگا اور سب سے زیادہ اس شخص کا خواب سچا ہوگا کہ جس کی گفتگو سب سے زیادہ سچی اور صحیح ہوگی اور خواب تین قسم کے ہیں ایک تو بہتر خواب ہے وہ تو من جانب اللہ بشارت ہے۔ دوسرا خواب رنج واذیت جو شیطان کی جانب سے ہوتا ہے۔ تیسرے اپنے دل کے خیالات۔ پھر تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص خواب میں بری بات دیکھے تو (اس کو چاہئے کہ) کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اور وہ خواب کسی سے بیان نہ کرے۔ آپ نے ارشاد فرمایا خواب میں گلے میں زنجیر دیکھنا میں برا سمجھتا ہوں اور پیر میں بیڑی دیکھنا اچھا سمجھتا ہوں اسلئے کہ اسکے دیکھنے کی تعبیر یہ ہے کہ وہ شخص دین میں ثابت قدم رہے گا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جملہ حدیث اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت شب و روز برابر ہوں یعنی بہار کا موسم جو کہ اعتدال کا زمانہ ہوتا ہے۔''

(۷۴۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ وَكِيعِ بْنِ عُدُسٍ عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِينٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَا تَقُصَّهَا إِلَّا عَلَى وَادٍّ أَوْ ذِي رَأْيٍ.

''احمد بن حنبل' ہشیم' یعلی' وکیع' ان کے چچا' حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خواب پرندے کے پیر پر ہوتا ہے جب تک کہ اس کی تعبیر بیان نہ کی جائے۔ جب اس کی تعبیر بیان کر دی گئی تو اسی طرح سامنے آئے گا یعنی جیسے تعبیر دی گئی' اسی کے مطابق ہوگا۔ راوی نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا خواب صرف دوست یا عقلمند آدمی کو بتاؤ۔''

(۷۴۲) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ زُهَيْرًا يَقُولُ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ لِيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ.

''نفیلی' زہیر' یحییٰ بن سعید' ابوسلمہ' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ سچے خواب اللہ کی جانب سے اور خراب خیالات اور پریشان کن خواب شیطان کی طرف سے ہیں اس لئے تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص خواب میں برائی دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دے اور اس کے بعد اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے تو وہ برا خواب اس شخص کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''

(۷۴۳) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ نِ الثَّقَفِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ.

''یزید بن خالد' قتیبہ بن سعید' لیث' ابوزبیر' حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص کوئی برا خواب دیکھے تو وہ اپنی بائیں جانب تھوک دے اور اللہ تعالیٰ کی تین مرتبہ شیطان سے پناہ مانگے اور جس کروٹ پر (سو رہا تھا) اسے بدل کر دوسری کروٹ لے لے۔''

(۷۴۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي.

''احمد بن صالح' عبداللہ' یونس' ابن شہاب' ابوسلمہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے جو آدمی خواب میں مجھے دیکھے تو قریب ہے کہ وہ شخص بیداری کی حالت میں دیکھے گا یا آپ نے اس طرح فرمایا (یہ راوی کو شک ہے) گویا اس نے مجھے جاگنے کی حالت میں دیکھا اس لئے کہ شیطان میری شکل وصورت نہیں بنا سکتا۔''

(۷۴۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَوَّرَ صُوْرَةً عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يَنْفُخَ فِيْهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ وَمَنْ تَحَلَّمَ كُلِّفَ أَنْ يَعْقِدَ شَعِيْرَةً وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيْثِ قَوْمٍ يَفِرُّوْنَ بِهِ مِنْهُ صُبَّ فِي أُذُنِهِ الْآنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''مسدد' سلیمان بن داوٗد' حماد' ایوب' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی (جاندار) کی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عذاب دے گا جب تک کہ وہ اس میں روح نہ پھونک دے مگر وہ نہیں پھونک سکے گا اور جو شخص لوگوں کو جھوٹے خواب سنائے تو اسے کہا جائے گا کہ وہ جو کے دو دانوں کو گرہ لگائے اور جو شخص دوسروں کی بات پر کان لگائے جبکہ وہ اپنی گفتگو اسے نہ سنانا چاہتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔ العیاذ باللہ''

(۷۴۶) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ كَأَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ وَأُتِيْنَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَأَوَّلْتُ أَنَّ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ثابت' حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جیسے ہم لوگ عقبہ بن رافع کے مکان میں ہیں اور ہم لوگوں کے پاس ابن طاب کی تر و تازہ کھجوریں لائی گئیں تو میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ ہم لوگوں کے لئے دُنیا میں بلندی ہے اور ہمارا دین عمدہ اور بہتر ہوگا۔ (ابن طاب عرب کی اعلیٰ قسم کی کھجور کا نام ہے)۔''

تشریح: رویا بروزن فعلی مثل یسریٰ بمعنی مرئیہ دیکھا ہوا، خواب۔

رؤیا کی تعریف وحقیقت: (۱) قال الحافظ: هي ما يراه الشخص في منامه. حافظ ابن حجر کہتے ہیں۔ رؤیا اور خواب وہ ہے جسے آدمی نیند میں دیکھے۔ (۲) قال ابن العربي: الرؤيا ادراكات علّقها الله تعالى في قلب العبد على يدي ملك او شيطان. (کوکب) ابن العربی کہتے ہیں کہ خواب وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ فرشتے یا شیطان کے ذریعے سے بندے کے دل میں ڈالتے اور معلق کر دیتے ہیں یعنی اس کے خیال میں اچھی یا بری بات آتی ہے۔ (۳) قال المازري: كثر كلام الناس في حقيقة الرؤيا، وقال فيها غير الاسلاميين اقاويل كثيرة منكرة لانهم حاولوا الوقوف على حقائق لا تدرك بالعقل ولا يقوى عليه برهان وهم لا يصدقون بالسمع فاضطربت اقوالهم......... اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس

عنوان پر ہر ایک نے موشگافیاں کی ہیں اور اٹکل و اندازے سے بہت کچھ کہا ہے جس کی بنیاد عقل و تجربہ ہے اور یہ دونوں ناقص ہیں تو اس پر کھڑی ہونے والی تعمیر بھی تو مجموعۂ نقائص ہوگی۔(۴) والصحیح ما علیہ اھل السنة ان اللہ یخلق فی قلب النائم اعتقادات کما یخلقھا فی قلب الیقظان، وتلک الاعتقادات تقع تارة بحضرة الملک، فیقع بعدھا ما یسر، او بحضرة الشیطان فیقع بعدھا ما یضر، والعلم عند اللہ........ وتکون فی الحالین مبشرة و منذرة. ماذریؒ نے نتیجہ یہ نکالا ہے کہ صحیح بات اہل السنة کے نزدیک رؤیا کی حقیقت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے بندے کے دل میں وہ چیز پیدا کر دیتے ہیں جو خوشی کا سبب ہوتی ہے اور کبھی شیطان کے ذریعے دل میں ڈالتے ہیں جو غمی کا سبب ہوتی ہے اور مضر ہوتی ہے درحقیقت علم اللہ تعالیٰ کے پاس ان دونوں میں سے ہر ایک خوش کرنے والی اور ڈرانے والی حالت ہوتی ہے۔

نیک خواب کے آداب: ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اچھے خواب کے تین آداب ہیں۔(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر کرے۔(۲) اس سے خوشخبری و خوشی حاصل کرے۔(۳) کسی صاحب علم اور مخلص دوست کو بتائے۔

برے خواب کے آداب: اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر کوئی برا، ڈراؤنا اور دہشت ناک خواب دیکھے تو اس کے چھ آداب ہیں۔(۱،۲) اس کے اور شیطان کے شر سے پناہ مانگے۔(۳) جب بیدار ہو تو تھوکے اگر تھوکنے کی جگہ نہ ہو تو تین مرتبہ صرف تھتکار دے۔(۴) بالکل کسی کو نہ بتلائے ولا یذکرھا لاحد اصلا. (۵) درود پاک پڑھے۔(۶) اور کروٹ بدل لے۔

ابن حجر کہتے ہیں بعض شروحات میں میں نے ساتواں ادب یہ دیکھا ہے کہ آیت الکرسی پڑھ لے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے چنانچہ ابو ہریرہؓ کو آپؐ نے فرمایا تھا آیت الکرسی پڑھ لینا پھر شیطان تیرے پاس نہ آئے گا۔

خواب کی تعبیر کیسے دی جائے: اس کے لیے کوئی مسلم اصول اور حرف آخر تو نہیں کہ کس خواب کی کیا تعبیر دینی چاہیے اور ہے۔ ہاں کچھ علماء نے اپنے تجربوں اور معلومات سے اشارات لکھے ہیں جن سے اندازہ کر کے تعبیر حاصل کی جا سکتی ہے اور ابن سیرینؒ کی کتاب ''تعبیر الرؤیا'' مرجع الکل ہے اور اب اس کا اردو ترجمہ بھی آ چکا ہے۔

قرآن سے تعبیر: مولانا بدیع الزمانؒ لکھتے ہیں جاننا چاہیے کہ خوابوں کی تعبیر کبھی آیت قرآنی سے ہوتی ہے اور کبھی حدیث مبارکہ سے اور کبھی زبان زد خلائق محاورات و امثلہ سے الغرض تعبیر ان میں سے کسی بھی آیت حدیث جملے سے حاصل ہوگی جو خواب اور دیکھنے والے میں قدر مشترک اور علت و سبب بن سکے گی بھلے سبب قریب یا سبب بعید پھر صراحۃ یا دلالۃ و اشارۃ ہو۔

خواب کی تعبیر قرآن سے: مثلاً خواب میں انڈہ دیکھنے کی تعبیر عورتوں سے ہے کہ قرآن میں ہے ''کانھن بیض مکنون'' اور پتھر کی تعبیر سخت دلی اور قساوت سے ہے جیسے قرآن میں ہے ''ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارة'' اور لحم و گوشت کی تعبیر غیبت اور گلے سے جیسے قرآن میں ہے ''ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکر ھتموہ'' اور تعبیر مفاتح اور چابیوں کی خزانوں سے ہوگی جیسے قرآن میں ہے۔ ''واٰتینہ من الکنوز ما انّ مفاتحہ لتنوء بالعصبة اولی القوة'' اور تعبیر سفینہ و کشتی سے نجات و خلاصی ہوگی قرآن میں ہے ''وانجینہ واصحاب السفینة اور فانجینہ ومن معہ فی الفلک'' اور ملک و بادشاہ کے داخل ہونے کی تعبیر فساد و بگاڑ اور ذلت و تباہی ہے قرآن میں ہے ''وان الملوک اذا دخلو قریة افسدوھا وجعلو اعزة اھلھا اذلة'' اس طرح خواب میں آگ کھانے کی تعبیر یتیم کا مال کھانا ہے قرآن میں ہے ''انما یاکلون فی بطونھم نارا'' اور خواب میں بجلی اور آندھی دیکھنے کی تعبیر طاقتور ظالم بادشاہ ہوگی اور صرف برقی و چمک خواب میں دیکھنا مسافر کے

لیے خوف ہے اور مقیم کے لیے امید ہے قرآن میں ہے "وهو الذی یریکم البرق خوفا وطمعا" اور لباس اگر مرد خواب میں دیکھے تو تعبیر عورت ہے اور اگر عورت خواب میں پوشاک اور لباس دیکھے تو تعبیر مرد سے ہوگی۔ قرآن میں ہے "هن لباس لکم وانتم لباس لهن"

واقعہ: ابن سیرینؒ مشہور معبر سے منقول ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا میں نے خواب دیکھا ہے مجھے کوئی پکارتا ہے ابن سیرین نے اس کی طرف دیکھا اور کہا تو چوری کرے گا اور تیرا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر دوسرا شخص آ کر کہنے لگا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ مجھے کوئی آواز دیتا ہے تو اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ تجھے حج نصیب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ پھر لوگوں نے ایک جیسے خواب کی دو منفرد تعبیروں کی علت دریافت کی تو بتایا کہ پہلے شخص کے چہرے کی طرف میں نے دیکھا تو اس میں میں نے فسق و نافرمانی کی علامت دیکھی تو مجھے قرآن کی آیت "فاذن موذن ایتها العیر انکم لسارقون" یاد آئی اور دوسرے شخص میں میں نے صلحاء کی علامت دیکھی تو آیت قرآنی "واذن فی الناس بالحج" یاد آئی سو ان دونوں شخصوں کے ساتھ ایسے ہی ہوا۔

خوابوں کی تعبیر حدیث سے: کوے کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر فاسق آدمی سے ہوگی کیونکہ آپؐ نے غراب کو فاسق فرمایا ہے اور چوہا خواب میں دیکھنے کی تعبیر فاسقہ عورت ہے اور ضلع و پسلی خواب میں دیکھنے کی تعبیر عورت ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے عورت پسلی سے پیدا ہوئی، خواب میں چوکھٹ دیکھنے کی تعبیر بیوی ہے جیسا کہ منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا تھا اپنی چوکھٹ بدل دو اور ان کی مراد بیوی تھی جو ناشکری اور بے صبری تھی۔

امثال واقوال سے تعبیر: خواب میں مرد کا لمبے ہاتھ دیکھنا اس کی تعبیر سخی مرد ہے اور لمبے ہاتھ والی عورت دیکھنا اس کی تعبیر سخی و مزاج دست عورت ہے عرب کا متعارف مقولہ ہے "هذا اطول منك باعا اويدا"

تعبیر: جاری چشمے کی تعبیر نیک عمل سے ہے اور گائے بیل ذبح کرنے کی تعبیر مقتولوں کی کثرت ہے اور امراۃ سوداء کالی عورت دیکھنے کی تعبیر وباء ہے اور بیچ سے تلوار کا ٹوٹنا مسلمانوں کے قتل ہونے سے تعبیر ہوگی۔ پھر تمثیلات واقوال میں اعتبار اس ملک وعرف کا ہوگا جہاں کا خواب دیکھنے والا ہے۔ تعبیر الرؤیا کا علم انبیاء کے علوم میں سے ہے۔ جیسے باب کی احادیث سے واضح ہو رہا ہے۔

(ابواب الرؤیا ترمذی مترجم)

خواب کی اقسام: ابن سیرینؒ نے فرمایا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) مبشرات ربانی (۲) تخویف شیطانی۔ (۳) خیالات نفسانی یعنی خیالات کا انعکاس اور حدیث النفس۔ سچا خواب اس لیے دکھایا جاتا ہے کہ بندہ لطف اندوز اور خوش اور طلب حق اور محبت الٰہی میں مزید سرگرم ہو اور آگے بڑھے ایسا خواب قابل تعبیر ہے۔ یہ تینوں اقسام حدیث ثالث میں مذکور ہیں۔

اکل حلال اور صدق مقال: حلال روزی راست گوئی اور خوش اخلاقی کا انسان کے خوابوں پر اثر اور بہت دخل ہوتا ہے اس لیے جو لوگ وحشت ناک اور ڈراؤنے خواب دیکھتے ہیں اور اکثر ان کے ساتھ یہ ہوتا ہے تو انہیں ضرور چاہیے کہ اپنی اخلاقی حالت کا خوب جائزہ لیں اور سیئات اور برے خیالات سے بچیں بالخصوص حرام یا مشتبہ غذاء ورغبت، چغلی، کذب بیانی فریب دہی وغیرہ بری عادات سے اجتناب کریں چنانچہ باب کی تیسری حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا راست گو اور سچا ہوگا اس کا خواب بھی خوب سچا ہوگا۔ ورنہ............

خواب کا حکم: خواب بشارت وخوشخبری ہے، خواب سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، کہ جس کی دلیل صرف خواب ہو۔

حدیث اول: **لیس یبقی بعدی من النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ.** آپؐ کا معمول تھا کہ صحابہ کرام سے خواب پوچھتے اور تعبیر بھی بتاتے اور کبھی اپنا خواب بھی سناتے چنانچہ لبید بن اعصم کے جادو کے متعلق جو خواب میں دو شخصوں کو کھڑے دیکھا پھر ان کا مکالمہ ہوا...... تو حضورؐ نے یہ خواب صحابہ کو بیان فرمایا۔ مذکورہ جملے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام اور بشارتوں کے ملنے کا طریقہ وحی بر نبیؐ تو اب موقوف و مکمل ہو چکا "**انا خاتم النبیین لانبی بعد**" ہاں اچھے خواب اور مبشرات باقی ہیں جو بشارت ہوتے ہیں اب اگر چہ خواب بھلے کسی کا بھی ہو اس سے کوئی شرعی حکم اور مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا خوشخبری ضروری ہیں علامہ سیوطی لکھتے ہیں "**ای الوحی منقطع بموتی ولایبقی ما یعلم منه ما سیکون الا الرؤیا**" یعنی وحی منقطع ہو جائے گی اب آئندہ ہونی والی چیزوں کے متعلق علم حاصل کرنے کا ذریعہ صرف خواب ہے۔ اور بالفاظ دیگر یوں بھی کہا گیا ہے نبوت ختم ہو چکی علم نبوت ختم اور منتہی نہیں ہوا علم نبوت باقی ہے۔ (عون)

ایک اور حدیث میں وارد ہے "**لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات؟ قال الرؤیا الصالحۃ.** (عون)

حدیث ثانی: **رؤیا المؤمن جزء من ستة......** مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

خواب کا جزء نبوت ہونے کا مطلب اور مقصد: آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام اترنا اور وحی آنا اس کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا کہ چھ ماہ تک نیند میں خواب دیکھتے رہے، پھر بیداری میں ہاتف غیبی کی آواز سنتے بالآخر ناموس **اقرا باسم ربك،** کا پیغام لے کر آن پہنچا اور وحی متلو یعنی قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا یہ سلسلہ تیئس سال تک رہا اور "**الیوم اکملت لکم دینکم**" کی تبشیر اور **اللهم بالرفیق الاعلی** کہتے ہوئے واصل برب ہوئے ان چند حروف میں نبوی زندگی سموں دی گئی ہے چھیالیسویں حصے کو سمجھانے کے واسطے یوں کہیں کہ تیئس سال کو اگر چھ ماہ پر تقسیم کریں تو چھ ماہ تیئس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتے ہیں یعنی نزول وحی اور اعلان نبوت کے کل تیئس سال ہیں جیسے اس سے پہلے چھ ماہ خواب دیکھنے کے ہیں اس لیے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا۔ (عون بذل)

سوال: ابن حجرؒ نے اشکال وارد کیا ہے کہ جب خاتم النبیینؐ پر نبوت ختم ہو چکی تو پھر بعد کے خوابوں کو نبوت کا حصہ کہنے کا کیا مطلب؟

جواب: (۱) سابقہ تقریر میں اس کا جواب موجود ہے کہ نبوت ختم ہوئی علم نبوت ختم نہیں ہوا پھر جزء نبوت ہونے کا مطلب یہی ہے کہ جس طرح نبیؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت حاصل ہوتی ہے اور یہ بات خواب کی تین قسموں کے ذکر سے واضح ہے کہ مبشرات من جانب اللہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ مازری کہتے ہیں "**یحتمل ان یراد بالنبوۃ ذکر هذا الحدیث الخبر بالغیب لا غیر**" (کوکب) اسی طرح خواب دیکھنے والا بھی غیب سے خوشخبری پاتا ہے بس اتنی مشابہت ومناسبت ہے پھر دوسرے احکام شرعیہ کی روشنی میں اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ (۲) اسی سے ملتی جلتی بات ابن العربیؒ نے بھی کہی ہے لکھتے ہیں "**اجزاء النبوۃ لا یعلم حقیقتها الا ملك او نبی وانما القدر الذی اراده النبیؐ ان یبین ان الرؤیا جزء من اجزاء النبوۃ فی الجملة، لان فیه اطلاعا علی الغیب بوجه ما......** اس کا حاصل یہ ہے کہ اجزاء نبوت کی حقیقت تو فرشتہ و نبی جانتے ہیں منجملہ غیبی خبر ہونے کے خواب کو نبوت کا حصہ کہا گیا کہ اس میں بھی کچھ نہ کچھ غیب پر اطلاع ہوتی ہے اگر چہ حتمی نہیں ہوتی ہے۔

(۳) قال ابن بطال: معنی النبوة بناء صادق من الله........ شارح بخاری ابن بطال نے ایک دوسری وجہ بیان کی ہے کہ جزء نبوت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبی کی وحی سچی ہوتی ہے اسی طرح خواب بھی سچا ہوتا ہے۔ بس سچا ہونا دونوں میں قدر مشترک ہے اس لیے جزء من النبوة کہا گیا۔ (۴) قال الخطابی: قیل معناه ان الرؤیا تجئی علی موافقة النبوة لا انها جزء باق من النبوة. خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خواب نبوت کے موافق ہیں اس لیے نبوت کا حصہ فرمایا نہ یہ کہ نبوت کا حصہ باقی ہے۔ (۵) قیل: المعنی انه جزء من علم النبوة، لان النبوة انقطعت فعلمها باق. (فتح وکوکب) یہ بھی جواب ہے کہ نبوت کا حصہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ علم نبوت کا حصہ ہے اور نبوت بھلے منقطع ہو چکی علم نبوت تو باقی ہے اس لیے نبوت کا حصہ کہنے میں کوئی اشکال نہیں۔ (۶) قال الخطابی معنی هذا الکلام تحقیق امر الرؤیا وتاکیده. (بذل) علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس کا حاصل خواب کی تصویب یا تاکید ہے یہ مطلب اس کا ہے ہی نہیں کہ یہ نبوت کا حصہ ہے اور اچھا خواب دیکھنے والے کو ایک حصہ نبوت مل گئی مزید پینتالیس کی کوشش کرے نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کا سادہ سا مطلب ہے کہ خواب درست ہے اور ثابت ہے کوئی غلط یا قابل تردید نہیں۔

حدیث ثالث: اذا اقترب الزمان........ (۱) المراد من اقتراب الزمان انتهاء مدته اذا دناقیام الساعة. (کوکب، بذل) زمانہ قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کی عمر کا آخر ہوگا اور قیامت قریب ہوگی تو خواب اکثر سچے ہوں گے اور جو دیکھیں گے وہی واقع ہوگا۔ (۲) فقیل: وقت استواء اللیل والنهار ایام الربیع فذلك وقت اعتدال الطبائع غالبا. اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس سے موسم بہار کے اعتبار سے دن رات کا برابر ہونا مراد ہے کہ جب دن رات برابر ہوتے ہیں تو طبائع میں بھی اعتدال اور عدم ہیجان ہوتا ہے اور کسی قسم کا کھینچاؤ دباؤ نہ ہونے کی وجہ سے حالت اعتدال میں جو خواب دیکھیں گے یقیناً درست اور سچا ہوگا یہ دونوں مطلب خطابی نے بیان کیے ہیں ابن بطال نے پہلے کی تصویب کی ہے۔ (۳) یہ مطلب بھی پہلے سے ملتا جلتا ہے کہ دن رات قریب اور سکڑ جائیں گے کہ گذرتے پتہ بھی نہ چلے گا اور کام دھرے کے دھرے رہ جائیں یہ بھی قرب قیامت کی نشانی ہے جب خواب سچے ہوں گے کہ ان کی تعبیر یا تکمیل کے لیے آگے لمبی مدت نہ ہوگی۔ (۴) کوکب میں ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قرب قیامت ہے اور مقصد یہ ہے کہ مومن قلیل وغریب اور غمگین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ سچے خوابوں سے انہیں تسلی وبشارت دیں گے اور جس کا دنیا میں مونس کوئی نہیں اللہ تعالیٰ ہی اسے ڈھارس بندھاتے اور تسلی دیتے ہیں چنانچہ اصحاب کہف کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وربطنا علی قلوبهم اذقاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض. (کہف:۱۴) جب کھڑے ہو کر انہوں نے ہمیں اپنا رب پروردگار پالن ہار کہا تو ان کے دلوں کو ہم نے ہی سہارا دیا اور تسلی دی۔ (۵) المراد بالزمان المذکور زمان المهدی عند بسط العدل. اس سے مراد جناب مہدی کا انصاف بھرا دور ہے کہ جب ہر طرف عدل ہوگا امن ہوگا لوگ خوش وخرم ہوں گے، فتنے فساد نہ ہوں گے، تو لوگ خواب سچے دیکھیں گے (اب تو ساری رات فحش خوابوں میں بیت جاتی ہے)۔ (۶) المراد زمان الطائفة الباقیة مع عیسی بعد قتل الدجال اور زمن الدجال او زمن یاجوج و ماجوج........ (کوکب عینی) اس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں دجال قتل کر دیا جائے گا اور عیسیٰ کے ساتھ ایک جماعت رہ جائے گی اور مزید بھی کہا گیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ صدق مقال کا خواب پر یقیناً اثر ہوتا ہے جیسے پہلے

ذکر ہوا۔اسی طرح الرؤیا کو الصالحة الحسنة الصادقة. سے بھی روایات میں مقید کیا گیا ہے اور خواب کی قسمیں پہلے ذکر ہو چکی ہیں اس حدیث میں ان کا ذکر ہے۔

قال ابوداؤد میں موصوف نے وہ معنی بیان کیا ہے جو ہم قول ثانی میں بزبان خطابی ذکر کر چکے ہیں۔

ابن سیرینؒ کا قول: علامہ ابن سیرینؒ کا قول ہے کہ جو خواب رات کے پہلے حصے میں دکھائی دے اس کی تعبیر پانچ سال میں ظاہر ہوتی ہے اور جو آدھی رات میں دکھائی دے اس کی تعبیر پانچ مہینوں تک ظاہر ہوتی ہے اور اگر خواب صبح سویرے صبح صادق کے قریب دکھائی دے تو اس کی تعبیر دس روز تک ظاہر ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو خواب جتنا صبح کے قریب ہوگا اتنا جلدی ظہور پذیر ہوگا۔ (مقدمہ کامل التعبیر) اور کوکب الدری میں **اذا اقترب الزمان** کا ایک معنی یہی لکھا ہے **المراد زمان الصبح** اور صبح صادق کے خوابوں کا سچا ہونا تو حدیث صحیح میں بھی مذکور ہے۔

حدیث رابع: **الرؤیا علی رجل طائر**......... اس کا حاصل یہ ہے کہ خواب ایک غیر مستقل چیز ہے جیسے پرندے کے پنجے پر کچھ رکھا ہو تو گرنے میں کتنی دیر لگے گی اسی طرح خواب ہے مقصود یہ ہے کہ خواب ہر کسی کو بیان نہ کریں اور اگر کوئی برا خواب ہو تو پھر بالکل ہی نہ بتائیں۔ آگے بیان ہے کہ مخلص دوست یا مشفق عالم ذی رائے کو بتائیں جس سے نقصان کا اندیشہ نہ ہو کہ وہ اچھی تعبیر بتائیں گے۔

حدیث خامس: برے خواب کے آداب پہلے بیان ہو چکے ہیں اس میں یہی سمجھایا گیا ہے۔

حدیث سابع: **من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة**......... (۱) اس کا پہلا اور آسان مطلب یہ ہے کہ یہ آپؐ کے مبارک زمانے کے متعلق ہے کہ آپؐ کی حیات طیبہ میں جس نے خواب میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ اسے ہجرت کی توفیق مرحمت فرمائیں گے اور خواب کی مانند بیداری میں بھی زیارت کا شرف پائے گا، فسیرانی اسی کا قرینہ ہے کہ عنقریب آکر مجھے دیکھے گا۔ (۲) اس کا دوسرا مطلب عام ہے اور ہر زمانے میں آپؐ کی خواب میں زیارت کرنے والے کے لیے ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ کل قیامت کے روز میری زیارت سے سرفراز ہوگا اور شفاعت نصیب ہوگی اور یہ حسن خاتمہ کے لیے پیشین گوئی ہے۔ **وھذا القول ضعیف تکملہ** میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ قیامت کے دن تو سب دیکھیں گے خواب میں زیارت کرنے والوں کی تخصیص نہیں۔ (۳) **معناہ سیری تفسیر ماړای الانه حق.** یعنی اس کی تفسیر و مراد جلد دیکھ لے گا کیونکہ یہ سچا خواب ہے۔ بذل کے حاشیہ میں مزید تین احتمالات موجود ہیں جو زیادہ مفید معلوم ہوئے ہم نے ذکر کر دیئے ہیں۔

حضورؐ کو مختلف حالتوں میں دیکھنا: آپ کو اگر کسی نے خواب کے اندر اسی معہود اور شمائل میں مذکور حلیہ اور حالت میں دیکھا تو یقیناً درست ہے اور اس میں تصرف شیطانی کا کوئی دخل نہیں۔ ابن سیرینؒ امام بخاریؒ قاضی عیاض و دیگر کثیر اہل علم کی یہی رائے ہے جب کہ علماء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ آپ کو اگر متعارف و معلوم حلیے میں دیکھے یا کسی متغیر حلیے میں دیکھے تو بھی وہ آپؐ کی زیارت ہوگی کہ اس میں شیطان کا کوئی صرف و دخل ہے ہی نہیں اور حدیث پاک کے جملے **فقد رانی** کا یہی حاصل ہے اس میں حلیہ و حالات کی قید نہیں۔ ہاں ابن عربی نے یہ تصریح کی ہے کہ اگر اصل حلیے میں دیکھا تو حقیقۃً ذات النبیؐ کو دیکھا اور اگر دوسرے حلیے میں دیکھا تو اس کی مثال میں دیکھا اور تحقیقی بات یہی ہے کہ جس نے آپ ﷺ کی خواب میں

زیارت کی تو اس نے آپ ﷺ کی حقیقی مثال دیکھی نہ کہ بالکل نفس بدن فما راہ من الشکل لیس ھو روح النبیؐ ولا شخصہ، بل ھو مثال له علی التحقیق. (عمدۃ القاری:۲/۱۵۵)

کسی حالت میں بھی دیکھا آپؐ کو ہی دیکھا: جیسے ابھی گذرا کہ آپؐ کی زیارت خواب میں جس حلیہ وحالت میں ہو وہ حضورؐ ہی کی زیارت ہے ہاں اگر حالت متغیر ہے تو اس کی وجہ خواب دیکھنے والے کی بگڑی ہوئی عادت وحالت کا عکس اور اس کی اصلاح کے لیے جیسے شفاف آئینے میں ہمارا چہرہ غبار آلود اور تھکا ماندلگتا ہے یہ آئینے کا نہیں ہمارا قصور ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔اس پر متعدد واقعات موجود ہیں جن سے اس کی تائید وتثبیت ہوتی ہے۔

(۱) علامہ تاج الدین سبکیؒ نے شرح منہاج السنۃ میں نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ آپؐ نے اسے فرمایا: اشرب الخمر شراب پی،اس وقت صاحب کنزالعمال شیخ علی متقیؒ باحیات تھے جب خواب ان کے سامنے بیان کیا تو انہوں نے دریافت کیا تم شراب پیتے ہو؟ فاقربه وقال نعم اشرب الخمر تو اس خواب دیکھنے والے نے اقرار کیا اور کہا جی میں شراب پیتا ہوں تو شیخ نے فرمایا اس سے مقصود شراب سے منع کرنا ہے لفظ "اتشرب الخمر" تھا شیطان نے بیدار ہونے کے بعد تم پر مختلط کردیا، والنوم وقت اختلال الحواس" کیونکہ نیند میں حواس مکمل ہوشیار نہیں ہوتے۔ بہرحال اس سے مقصود شراب سے باز رکھنا تھا جیسے شوگر کے مریض کو خیر خواہ حاذق طبیب کہے "اور چینی کھاؤ" تو ہر ذی عقل اسے منع پر ہی محمول کرے گا۔(۲) اسی طرح دوسرا واقعہ تکملہ میں ہے جسے شیخ انور شاہ کشمیریؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے خواب میں آپ کی زیارت کی اس حالت میں کہ آپؐ کے سر پر انگریزی کیپ تھی وہ خوب چونکا اور خوفزدہ ہوا پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو لکھا اور رہنمائی چاہی تو تعبیر وجواب میں حضرت نے لکھا کہ تیری زندگی میں بے دینی اور نصیرانیت کا غلبہ ہے اور دین متین سے دور ہے یہ تنبیہ اور اشارہ ہے کہ بے دینی اور فرنگی ازم کو ترک کرو اور اسلامی زندگی اپناؤ اس سے بھی پتہ چلا کہ اگر آدمی کی زندگی بگڑی ہوئی ہو تو اصلاح کے لیے دوسری ہیئت سے تنبیہ ہوتی ہے۔

کیا خواب میں حضورؐ کی زیارت کرنے والا صحابی ہوگا؟: علامہ عینی رقمطراز ہیں: "بانه لا تثبت له صحبة، لان الصحابی من رأی النبیؐ فی حالة الاسلام روایة معهودة جاریة علی العادة. (عمدۃ۲/۱۵۶) صحابیت خواب میں زیارت کرنے والے کیے ثابت نہ ہوگی کیونکہ وہ تو معتاد زیارت سے ہوتی ہے اور خواب میں دیکھنے کی یہ حیثیت نہیں۔

خواب میں زیارت سے کسی حکم کا ثبوت و جوب؟: یہ بات بھی زیر وضاحت ہے کہ اگر خواب میں آپؐ کی زیارت ہوئی آپؐ نے کوئی حکم دیا یا کسی چیز سے منع فرمایا تو کیا اس سے حکم شرعی ثابت ہوگا یا نہیں اور اسے بجالانے کا کیا حکم ہے۔

اس کا جواب تکملہ میں ان الفاظ سے دیا گیا ہے "واجمع العلماء علی انه لیس بحجة فی الدین، نعم ان کان ذلك القول لا یصادم حکما من الاحکام الشرعیة یستحسن العمل به ادبا......... (تکملہ۴/۴۵۲) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ باجماع علماء یہ بات طے ہے کہ صرف وصرف خواب حجت شرعی اور مثبت حکم نہیں ہاں اگر وہ ایسا حکم ہے جو شریعت کے کسی ضابطے اور حکم کے منافی ومتصادم نہیں تو محبت وادب میں اس پر عمل کرنا مستحسن ہے۔

حدیث ثامن: اس حدیث پاک میں تین چیزیں مذکور ہیں (۱) جانداروں کی تصویر بنانے والے کے لیے وعید شدید جس پر مفصل

ومدلل بحث باب فی الصورۃ کتاب اللباس کے آخر میں گذر چکی ہے۔(۲) دوسری چیز باب کی مناسبت سے ہے جھوٹا خواب بیان کرنا اور گھڑنا یہ بھی برا اور غلط ہے اور جو کو گرہ دینے کا مطلب عجز و مجبوری بیان کرنا ہے۔اور سورۃ یوسف میں جن دو قیدیوں کے دو خوابوں کا ذکر ہے تعبیر کے بعد انہوں نے بھی کہا تھا کہ ہم تو یونہی کہہ رہے تھے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "قضی الامر الذی فیہ تستفتیان. (یوسف:۴۱) جو تم پوچھتے ہو وہ ہو چکا پھر ایسے ہی پیش آیا تو اس سے معلوم ہوا غلط خواب بیان کرنے سے دنیا میں بھی نقصان ہو سکتا ہے اس لیے جھوٹے خوابوں سے بچنا چاہیے۔(۳) تیسری چیز آداب معاشرے میں سے ہے کہ بلا اجازت کسی کی بات میں دخل دینا اور سننا قابل عذاب ہے اور اس پر شدید وعید ہے۔انک تابنے کو کہتے ہیں کیونکہ یہ جرم کانوں سے ہوا ہے تو انہیں کی سزا کا ذکر فرمایا۔

حدیث تاسع: عقبۃ بن رافع۔لفظ رافع سے رفعت وعظمت اور عقبہ سے آخرت وعقبت اور عقبی اخذ کیا گیا۔یہ تعبیر قرآن کریم سے ہے۔(۱) یرفع اللّٰہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات.(۲) والعاقبۃ للتقوٰی رطب ابن طاب. نوع من التمر معروف وھو رجل من اھل المدینۃ. طاب یعنی طیب ہو کر معرب اور مکسور بالتنون ہے اور طاب مثل قال ماضی مبنی بھی پڑھا گیا ہے۔

خواب کس کا سچا؟: جیسے پہلے گذرا کہ سچ بولنے اور حلال کھانے والے باعمل صالح آدمی کا خواب زیادہ سچا ہوتا ہے ایسے ہی حدیث میں وارد ہوا ہے اور "فاما الکافر، والمنافق والکاذب والمختلط وان صدقت رؤیاھم احیانا، فانھا لا تکون من الوحی ولا من النبوۃ، اذلیس کل من صدق شئی مایکون خبرہ جزء نبوۃ، فقد یقول الکاھن کلمۃ حق........ کافر فاسق منافق اور ملا جلا رزق کھانے والوں کا خواب سچا ہونا یہ حیثیت نہیں رکھتا بلکہ وہ اتفاق اور مہلت ہے۔

(۹۶) بَابٌ مَا جَاءَ فِی التَّثَاؤُبِ

جمائی لینے کا بیان

(۷۴۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنِ ابْنِ أَبِی سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى فِيْهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ.

"احمد بن یونس، زہیر، سہیل، ابن ابی سعید، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص جمائی لے تو وہ اپنا منہ بند کر لے کیونکہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے۔"

(۷۴۸) حَدَّثَنَا ابْنُ الْعَلَاءِ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلٍ نَحْوَهُ قَالَ فِی الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ.

"ابن علاء، وکیع، سفیان، سہیل سے اسی طریقہ سے روایت ہے اور اس روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ جب کسی کو نماز میں جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اپنا منہ بند کر لے۔"

(۷۴۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِی ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِی

هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ فَإِذَا تَثَائَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ وَلَا يَقُلْ هَاهُ هَاهُ فَإِنَّمَا ذٰلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ يَضْحَكُ مِنْهُ.

''حسن بن علی' یزید' ابن ابی ذئب' سعید بن ابی سعید' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتے ہیں اور جمائی لینے کو برا سمجھتے پھر تم لوگوں میں جب کوئی شخص جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے اور ہاء ہاء نہ کرے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے وہ انسان کی یہ حالت دیکھ کر ہنستا ہے۔''

تشریح: جمائی پر شیطان کے خوش ہونے کی وجہ اور وضاحت: تثاؤب کا معنی جمائی ہے جو سستی کو لائی ہے اس کو رد کرنے کی حدیث آئی ہے۔ جمائی یہ کاہلی بوجھ اور طبیعت میں عدم انشراح کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی لیے یہ ناپسندیدہ ہے اس کے برعکس چھینک پسندیدہ ہے اگلے باب میں اس کا ذکر آ رہا ہے۔ کتاب الاداب بخاری ثانی میں بھی ہے۔ ''**ان الله يحب العطاس، ويكره التثاؤب**'' اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ عطاس میں چستی ہے اور تثاؤب میں سستی ہے۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں: ''**فالمحبة والكراهة المذكوران متصرفان الى ما ينشأ عن سببهما**'' ان دو میں سے ہر ایک کا پسند اور ناپسند ہونا اس سے پیدا ہونے والی حالت سے ہے۔ (کشف) حدیث باب میں ہے کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جمائی کاہلی کام میں بددلی اور وسوسوں کا مجموعہ ہے اور یہ شیطان کے ورغلانے اور بہکانے سے ہوتا ہے کہ کتاب اٹھائی اور جمائی شروع اس لیے اس کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔

جمائی کو رد کرنا: حدیث باب میں موجود ہے کہ جمائی کو جتنا ہو سکے رد کرو اور منہ پر کپڑا یا ہاتھ رکھ لو کہ چہرے کی ہیئت بگڑ جاتی ہے اور ہا ہا ہا شیطان خوشیاں مناتا ہے کہ دیکھو کیسا بگڑا۔ امام بخاریؒ نے ''**اذا تثاؤب فليضع يده على فيه**'' سے باب باندھا ہے اور ابن ماجہ باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ میں حدیث ہے ''**اذا تثاؤب احدكم فليضع يده على فيه (اى فمه) ولا يعوى، فان الشيطان يضحك**'' کہ جب کسی کو جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھے اور چلائے مت کہ شیطان اس سے ہنستا ہے۔ اسی طرح مسلم کتاب الزہد میں ہے ''**اذا تثاؤب احدكم فليسملك بيده على فمه**'' کونسا ہاتھ منہ پر رکھیں اس کی تصریح نہیں ہے کہ ہاتھ دایاں رکھیں یا بایاں البتہ صحیح ابوعوانہ میں اس روایت کے ذکر کے بعد اس کے راوی سہیل کا عمل مذکور ہے کہ انہوں نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا بایاں ہاتھ تعلیماً منہ پر رکھا۔ (ارشاد الساری: ۱۳/ ۲۲۷) اساتذہ سے ہم نے بھی یہی سنا ہے کہ بایاں ہاتھ الٹا یعنی ہتھیلی کی پشت اور ظہر الکف کو منہ پر رکھا جائے کہ لعاب وتری وغیرہ ہتھیلی کے اندرونی حصے کو نہ لگے اب تو اس کی تصریح بھی مل گئی ہے جو ابھی ابوعوانہ سے ذکر ہوئی پھر اس پر تعامل عمومی بھی قرینہ ہے کہ بایاں ہاتھ ہی رکھنا چاہیے کہ عموماً ناپسندیدہ اور گھن آور امور میں بایاں ہاتھ تو مستعمل ہوتا ہے اور جمائی بھی مذموم ہی ہے۔ واللہ اعلم

جمائی کی دعا؟: ایک مرتبہ جماعت میں چلنے والے ایک ساتھی نے پوچھا کہ جیسے چھینک کی دعا ہے اسی طرح جمائی کی بھی کوئی دعا ہے؟ باوجود کثیر جستجو کے کہیں کوئی دعا مل نہیں سکی تعوذ پڑھنا معقول معلوم ہوتا ہے مگر غیر منقول معتبر نہیں اس لیے اس باب میں جتنا مذکور ہے اسی پر عمل کیا جائے کہ جمائی کو رد کرنے کی کوشش کریں بالخصوص نماز میں تو اور زیادہ قبیح ہے۔ اس لیے عمل کثیر سے بچتے ہوئے نماز میں بھی اسے رد کریں۔

جمائی کو رد کرنے کا بہترین طریقہ: کشف الباری میں تاریخ بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے مرسل روایت مذکور ہے جو یزید بن اصمؒ سے ہے۔ "ماتثاؤب النبیؐ قط" آپؐ معصوم تھے اس لیے کبھی جمائی نہیں آئی۔ اس پر لکھا ہے کہ آپؐ کا تصور واستحضار کیا جائے تو جمائی رک جاتی ہے۔ اور یہ آپؐ کی خصوصیت بوجہ عصمت تھی۔

(۹۷) بَابٌ فِي الْعُطَاسِ

چھینکنا

(۷۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ أَوْ ثَوْبَهُ عَلٰى فِيْهِ وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ بِهَا صَوْتَهُ شَكَّ يَحْيٰى.

''مسدد، یحییٰ، ابن عجلان، سمی، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھینک لیتے تو اپنا ہاتھ یا کپڑے کو منہ پر رکھ لیتے اور آپ ہلکی آواز سے چھینک لیتے۔''

(۷۵۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوٗدَ بْنِ سُفْيَانَ وَخُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلٰى أَخِيْهِ رَدُّ السَّلَامِ وَتَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَازَةِ.

''محمد بن داؤد، خشیش، عبدالرزاق، معمر، زہری، ابن مسیب، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پانچ چیزیں ہر ایک مسلمان شخص پر دوسرے مسلمان بھائی کے لئے واجب ہیں: (۱) ایک تو سلام کا جواب دینا (۲) چھینک کا جواب دینا (۳) دعوت منظور کرنا (۴) مریض کی عیادت کرنا (۵) جنازہ کے پیچھے چلنا۔ (تدفین کے لئے)''

تشریح: اس سے پہلے جمائی کا ذکر تھا جو کاہلی کا سبب ہوتی ہے اب چھینک کا ذکر ہے جو طبیعت میں خفت ہلکے پن اور انشراح کا سبب ہوتی ہے۔ اسے بعد میں ذکر کیا ہے کہ سستی کا علاج چستی ہے۔ عطاس کا معنی ہے چھینک۔ امام ابوداؤد نے پانچ عنوانوں میں گیارہ حدیثیں جمع کی ہیں جن میں چھینک کے متعلق مختلف احکام مذکور ہیں پہلے مباحث کا خلاصہ لکھا جاتا ہے پھر ہر باب کی احادیث کا ترجمہ ذکر ہوتا ہے۔

چھینک کے فوائد: چھینکنے سے دماغ کھل جاتا ہے، طبیعت میں نشاط وانشراح پیدا ہو جاتا ہے، بعض کا کہنا ہے کہ چھینک سے دماغی جراثیم اور بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں اور چھینکتے وقت انسان کا جسم بالکل تن جاتا ہے اور اعضاء واعصاب کھچاؤ میں آ جاتے ہیں۔ یہ سب کیونکہ نعمت وراحت ہیں اس لیے چھینک آنے پر شکر بجالانا چاہیے۔ کہ ''الحمدللہ'' کہیں یہی سنت ہے اور زیر بحث ابواب میں مذکور ہے۔

تشمیت کا معنی: امّا لتشمیت: فمعناه: ابعد الله عنك الشمائت و جنبك ما يشمت به عليك، واما التسميت فمعناه جعلك الله على سمت حسن وهداك الله الى السمت. (نووی از کشف)

ابن عبداللہؒ نے تشمیت کا معنی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جگ ہنسائی اور رسوائی سے بچائے اور ان چیزوں سے تجھے دور و محفوظ رکھے جو تجھ پر دشمنوں کو جملے کسنے اور ہنسنے کا موقع دیں۔ دوسرا لفظ تسمیت سین کے ساتھ سمت سے مشتق ہے۔ بمعنی طریقہ پھر معنی یوں ہوں گے اللہ تعالیٰ تجھے سیدھی راہ دکھائے اور مراد بر لائے۔

تشمیت یعنی چھینک پر جواب کا حکم: (۱) چھینک کا جواب دینا فرض کفایہ ہے۔ احناف، اکثر حنابلہ، شوافع اصحاب مالک میں سے ابن رشد اور ابن العربی کا یہی مسلک ہے اور اس میں جملہ احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے کیونکہ اکثر احادیث میں لفظ ''حق'' اور صیغہ امر موجود ہے جن سے وجوب وفرضیت ثابت ہوتی ہے اور دلالت علی سبیل الکفایہ کہنے میں کوئی تردد نہیں اس لیے مذکورہ حکم راجح ہے۔ **هكذا قال ابن حجر فتح ۱۰/۶۳۶.**

(۲) یہ سنت علی الکفایہ ہے کہ مجلس میں سے کسی ایک کے جواب دینے سے باقیوں سے حکم مرتفع ہو جائے گا جبکہ سب کو جواب دینا منع نہیں بلکہ جواب دینا حسن ہے۔ یہ شوافع میں سے نوویؒ کا مختار ہے اور بعض مالکیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

(۳) اصحاب ظواہر مالکیہ میں سے ابن مزین اور بعض شوافع کے نزدیک فرض عین ہے۔ ظاہر الفاظ سے ان کا استدلال ہے، ابن قیمؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے اور یہ سب تفصیل اس وقت ہے جب چھینکنے والا ''الحمد للہ'' کہے ورنہ جواب نہیں۔ ہاں اسے الحمد للہ کہنا یاد دلائیں پھر جب الحمد للہ کہے تو جواب دیں، یاد دلانا مستحب ہے۔ (کشف)

جواب کیا کہے؟: جب عاطس **''الحمد لله''** کہے تو اسے **''یرحمك الله''** جواب میں کہا جائے پھر وہ **''یهدیکم الله و یصلح بالکم''** کہے۔ ابن بطالؒ نے لکھا ہے کہ اس کے بجائے چھینکنے والا **''یرحمك الله''** کے جواب میں **یغفر الله لنا و لکم** کہے۔ پہلا مشہور ہے اب دوسرا مذکور ہے علماء کا ہر ایک معمول ہے اس لیے احیانا ہر ایک پر عمل کر لیا جائے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ **''طالب کل فائت کل''** پہلا بھی بھول جائے۔ اسی طرح چھینکنے والا **الحمدلله علی کل حال، الحمدلله رب العلمین،** بھی کہہ سکتا ہے بعض دیگر کلمات بھی روایات میں ملتے ہیں زیادہ مشہور معمول پہلا ہے۔

کتنی دفعہ جواب دیں؟: اگر کسی شخص کو مسلسل اور بار بار چھینکیں آ رہی ہوں تو تین مرتبہ تو جواب دیں، چوتھی مرتبہ زکام والا کہہ کر ترک کر دیں چنانچہ **کم یشمت العاطس** میں ہے **''تشمت العاطس ثلاثا فان شئت ان تشمته فشمته، و ان شئت فکف''** تین مرتبہ چھینکنے والے کو جواب دو اس کے بعد جی چاہے تو دو ورنہ نہ دو۔ شامی ۵/۲۹۴ میں ہے۔ **ان التشمیت بعد الثلاث ایضا حسن،** اور عالمگیری ۴/۲۰۲ میں ہے **التشمیت واجب الی ثلاث ان حمد و بعد ذلك مخیر،** قاضی خان ص ۴۰۶ میں ہے **ان فعل حسن و ان لم یفعل فحسن.** (بذل)

سوال: مذکورہ تفصیل پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ **''یرحمك الله''** دعا ہے اور مزکوم ومریض تو اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے بار بار دعاء دی جائے اور شفاء پائے؟

جواب: ابن عربیؒ نے اس کا خوب جواب دیا ہے۔ **''یدعی له و لکن لیس بدعاء العاطس''** موصوف لکھتے ہیں۔ مریض یقیناً دعا کا حقدار ہے لیکن چھینک والی دعا کا استحقاق تو نہیں آپ اس کے لیے صحت وسلامتی کی خوب دعا کریں لیکن یہاں تو بحث تشمیت کی ہے اس لیے مذکورہ تفصیل زیر بحث ابواب میں برمحل اور درست ہے۔ (کشف) بذل میں ہے **لکن یدعی له بدعاء یلائمه**

بدعاء مشروع للعاطس.

تنبیہ: کیا حمد کے ساتھ درود وسلام کا اضافہ کر سکتے ہیں؟ اس کی تصریح ابن عمرؓ کی حدیث سے سن لیجئے۔ ان رجلا عطس الی جنب ابن عمرؓ، فقال: الحمدلله، والسلام علی رسول الله، قال ابن عمر: وانا اقول: الحمدلله والسلام علی رسول الله، لیس هکذا علمنا رسول اللهؐ، علمنا ان نقول: الحمدلله علی کل حال. (ترمذی باب ما یقول العاطس اذا عطس) ابن عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: "الحمد لله" والسلام علی رسول الله" ابن عمرؓ نے فرمایا حمد وسلام میں بھی کہتا ہوں (میں درود وسلام کا منکر نہیں) ہاں اس موقع پر حضورؐ نے ہمیں نہیں سکھایا (از خود نہ بڑھاؤ) آپؐ نے ہمیں الحمدللہ علی کل حال سکھایا ہے۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ چھینکنے والا اپنی طرف سے کچھ نہ بڑھائے جو ثابت ہے وہی کہے۔ ورنہ جی تو چاہتا ہے صبح کی نماز چار رکعات ہو تو خوب مزہ آئے لیکن یہ دین ہے ربڑ نہیں جب جتنا جی چاہے کھینچ لی دین کا مذاق نہ اڑائیں حلیہ نہ بگاڑیں۔ خیر القرون والے طریقوں میں ہی پیروی سنت ومحبت اور سعادت ہے۔

کس کو جواب نہ دیں: تشمیت کے اس عمومی حکم سے تین آدمی مستثنیٰ ہیں۔ (۱) جس نے "الحمدلله" نہ کہا ہو۔ (۲) کافر۔ (۳) تین سے زائد مرتبہ چھینکنے والا مزکوم شخص۔ هذ ما لخصت فی العطاس والتشمیت والکلام فیهما طویل فی الفتح والکوکب والکشف والبذل والعون والشامی.........

(۹۸) بَابٌ كَيْفَ تَشْمِيْتُ الْعَاطِسِ!

چھینکنے والے شخص کا کس طرح جواب دینا چاہیے؟

(۷۵۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا مَعَ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ سَالِمٌ وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ لَعَلَّكَ وَجَدْتَ مِمَّا قُلْتُ لَكَ قَالَ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ لَمْ تَذْكُرْ أُمِّي بِخَيْرٍ وَلَا بِشَرٍّ قَالَ إِنَّمَا قُلْتُ لَكَ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّا بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ ثُمَّ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَحْمَدِ اللهَ قَالَ فَذَكَرَ بَعْضَ الْمَحَامِدِ وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ عِنْدَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَلْيَرُدَّ يَعْنِي عَلَيْهِمْ يَغْفِرُ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ.

''عثمان بن ابی شیبہ، جریر، منصور، حضرت ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ ہم لوگ سالم بن عبید کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی نے چھینکا اور کہا السّلام علیکم۔ سالم نے جواب دیا تم پر اور تمہارے ماں باپ پر سلام۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا میرا خیال ہے کہ تمہیں میری بات ناگوار لگی ہے۔ اس نے جواب دیا میں تو یہ چاہتا تھا کہ آپ میری والدہ صاحبہ کا نہ بھلائی اور نہ برائی سے تذکرہ کرتے۔ سالم نے جواب دیا تم سے میں نے وہی کہا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ ہم لوگ ایک دن آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں میں سے کسی ایک نے چھینکا تو کہا السّلام علیکم آپ نے ارشاد فرمایا تم پر اور تمہاری والدہ پر سلام ہو۔ پھر ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص چھینکے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرے اور جو شخص اس کے پاس بیٹھا ہوا ہو تو وہ یرحمک

اللہ کہے پھر چھینکنے والا شخص اس کا جواب دے یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ۔"

(۷۵۳) حَدَّثَنَا تَمِيْمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ يَعْنِي ابْنَ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ وَرْقَاءَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عَرْفَجَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ نِ الْأَشْجَعِيِّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

"تمیم بن منتصر' اسحٰق بن یوسف' ابوبشر' منصور' ہلال بن یساف' خالد بن عرفجہ' حضرت سالم بن عبید اشجعی نے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔"

(۷۵۴) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَلْيَقُلْ أَخُوْهُ أَوْ صَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَيَقُوْلُ هُوَ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.

"موسیٰ بن اسماعیل' عبدالعزیز' عبداللہ' عبداللہ بن دینار' ابوصالح' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص چھینکے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ کہے اور اس شخص کا بھائی یا ساتھی يَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے پھر وہ چھینکنے والا شخص يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ کہے۔"

تشریح: حدیث اول: اذا عطس رجل من القوم فقال السلام عليكم فقال رسول الله وعليك وعلى املك اى معلمتك. یہ تنبیہ ہے اس بات پر کہ یہ تو تو نے اپنی ماں سے سیکھا ہے ہم نے تو یہ طریقہ نہیں سکھلایا اور بتلایا اور اس ناگواری کا مقصد یہ ہے کہ اپنی طرف سے باتیں نہ گھڑی جائیں اگر چہ السلام علیکم کہنا کوئی گناہ نہیں صحیح المفہوم کلمہ ہے لیکن بے محل ہے اس لیے یہ جملہ فرمایا۔ اس سے ثابت کر دیا کہ اپنی طرف سے کوئی طریقہ نہ گھڑا جائے بلکہ جو ماثور و منقول اور مسنون ہوا سے اپنائیں۔ اللهم وفقنا اتباع السنة وجنبنا من البدعة.

(۹۹) بَابٌ كَمْ مَرَّةً يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ

کتنی مرتبہ چھینک کا جواب دیا جائے؟

(۷۵۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ شَمِّتْ أَخَاكَ ثَلَاثًا فَمَا زَادَ فَهُوَ زُكَامٌ.

"مسدد' یحییٰ' ابن عجلان' سعید بن ابی سعید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین مرتبہ تک چھینک کا جواب دو پھر اگر کوئی شخص اس سے زیادہ چھینکے تو نزلہ اور زکام ہے۔"

(۷۵۶) حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ حَمَّادٍ نِ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا أَنَّهُ رَفَعَ الْحَدِيْثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ أَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ قَيْسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

''عیسیٰ بن حماد' لیث' ابن عجلان' سعید بن ابی سعید' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طریقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابونعیم موسیٰ بن قیس' محمد بن عجلان' سعید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ پر روایت کیا ہے۔''

(۷۵۷) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّهِ حُمَيْدَةَ أَوْ عُبَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ عَنْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ تُشَمِّتُ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تُشَمِّتَهُ فَشَمِّتْهُ وَإِنْ شِئْتَ فَكُفَّ.

''ہارون بن عبداللہ' مالک بن اسماعیل' عبدالسلام بن حرب' یزید بن عبدالرحمٰن' یحییٰ بن اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ ان کی والدہ حمیدہ یا عبیدہ' ان کے والد حضرت عبید بن رفاعہ زرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم چھینکنے والے شخص کو تین مرتبہ تک جواب دو اس کے بعد اگر تمہارا دل چاہے تو جواب دو چاہے جواب نہ دو (یعنی تین مرتبہ کے بعد جواب دینا ضروری نہیں ہے)۔''

(۷۵۸) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ثُمَّ عَطَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ الرَّجُلُ مَزْكُوْمٌ.

''ابراہیم بن موسیٰ' ابن ابی زائدہ' عکرمہ بن عمار' ایاس بن سلمہ' حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے سامنے چھینکا آپ نے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فرمایا پھر وہ شخص چھینکا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کو (ایسا محسوس ہوتا ہے کہ) زکام ہے۔''

(۱۰۰) بَابٌ كَيْفَ يُشَمَّتُ الذِّمِّيُّ

کافر ذمی کی چھینک کا کس طریقہ سے جواب دینا چاہئے؟

(۷۵۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ الدَّيْلَمِ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَعَاطَسُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ رَجَاءَ أَنْ يَقُوْلَ لَهَا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فَكَانَ يَقُوْلُ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ.

''عثمان بن ابی شیبہ' وکیع' سفیان' حکیم' حضرت ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودی چھینکا کرتے تھے اس توقع سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فرمائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ یعنی تم کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور تمہارا قلب ٹھیک کر دے۔''

(۱۰۱) بَابٌ فِيْمَنْ يَعْطِسُ وَلَا يَحْمَدُ اللّٰهَ

جس شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ نہ کہے تو؟

(۷۶۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ

التَّیْمِیُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَشَمَّتَ أَحَدُهُمَا وَتَرَکَ الْآخَرَ قَالَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَجُلَانِ عَطَسَا فَشَمَّتَّ أَحَدَهُمَا قَالَ أَحْمَدُ أَوْ فَسَمَّتَّ أَحَدَهُمَا وَتَرَکْتَ الْآخَرَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَإِنَّ هٰذَا لَمْ یَحْمَدِ اللّٰهَ.

''احمد بن یونس' زہیر (دوسری سند) محمد بن کثیر' سفیان' سلیمان' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے چھینکا آپ نے ایک کو جواب میں یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰهُ فرمایا اور دوسرے کو جواب نہیں دیا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ آپ نے ایک شخص کو تو جواب عنایت فرمایا اور دوسرے کو نہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے چھینکنے کے وقت الحمد للہ کہا تھا اور دوسرے نے الحمد للہ نہیں کہا تھا (اس لئے میں نے دوسرے شخص کو جواب نہیں دیا)۔''

(۱۰۲) بَابٌ فِی الرَّجُلِ یَنْبَطِحُ عَلٰی بَطْنِهٖ

اگر کوئی پیٹ کے بل لیٹے تو کیسا ہے؟

(۶۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ عَنْ یَحْیَی بْنِ أَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ یَعِیْشَ بْنِ طَخْفَةَ بْنِ قَیْسِ نِ الْغِفَارِیِّ قَالَ کَانَ أَبِیْ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقُوْا بِنَا إِلٰی بَیْتِ عَائِشَةَ فَانْطَلَقْنَا فَقَالَ یَا عَائِشَةُ أَطْعِمِیْنَا فَجَاءَتْ بِحَشِیْشَةٍ فَأَکَلْنَا ثُمَّ قَالَ یَا عَائِشَةُ أَطْعِمِیْنَا فَجَاءَتْ بِحَیْسَةٍ مِثْلَ الْقَطَاةِ فَأَکَلْنَا ثُمَّ قَالَ یَا عَائِشَةُ اسْقِیْنَا فَجَاءَتْ بِعُسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْنَا ثُمَّ قَالَ یَا عَائِشَةُ اسْقِیْنَا فَجَاءَتْ بِقَدَحٍ صَغِیْرٍ فَشَرِبْنَا ثُمَّ قَالَ إِنْ شِئْتُمْ بِتُّمْ وَإِنْ شِئْتُمُ انْطَلَقْتُمْ إِلَی الْمَسْجِدِ قَالَ فَبَیْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعٌ فِی الْمَسْجِدِ مِنَ السَّحَرِ عَلٰی بَطْنِیْ إِذَا رَجُلٌ یُحَرِّکُنِیْ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهٖ ضِجْعَةٌ یُبْغِضُهَا اللّٰهُ قَالَ فَنَظَرْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

''محمد بن مثنیٰ' معاذ بن ہشام' یحییٰ بن ابی کثیر' ابوسلمہ' حضرت یعیش بن طخفہ' ان کے والد طخفہ بن قیس الغفاری سے روایت ہے کہ میرے والد ماجد اصحاب صفہ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ہمارے ہمراہ (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو تو ہم گئے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ہم کو کھانا کھلا دو وہ ساگ کی قسم کا کھانا لے کر تشریف لائیں وہ ہم نے کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ہم کو کھانا کھلاؤ۔ وہ چڑیا کے برابر حیس (عرب کا خاص کھانا) لے کر تشریف لائیں ہم نے وہ بھی کھایا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ہم کو پلاؤ' سو وہ دودھ کا ایک بڑا پیالہ لے کر آئیں ہم نے پیا پھر آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا ہم کو پلاؤ۔ وہ ایک چھوٹا پیالہ لے کر آئیں ہم نے پیا۔ پھر آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا تمہارا دل چاہے تو سو جاؤ ورنہ مسجد میں چلو۔ میرے والد نے کہا ہے کہ میں صبح کے وقت مسجد میں سینے کے درد کی وجہ سے اپنے پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے اپنے پاؤں سے ہلایا اور یہ کہنے لگا کہ ایسا لیٹنا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ (راوی کہتے ہیں کہ) جب میں نے دیکھا تو آنحضرت ﷺ تھے۔''

تشریح: یہاں پر عون المعبود میں ابواب النوم کا عنوان لکھا ہوا ہے یہ اس کا پہلا باب ہے پھر چند ابواب سونے کے آداب، دعائیں طریقۂ مسنون وغیرہ کا ذکر ہے ہم نے دیگر نسخوں اور متون کے مطابق کتاب الادب سے آخر کتاب تک ترتیب اور نمبر درج

کیے ہیں تا کہ تلاش اور ترتیب میں آسانی رہے۔ سب سے پہلے ناپسندیدہ طریقے کا ذکر ہے تا کہ اس سے تو ضرور بچیں پھر مسنون ومحبوب طریقہ معلوم کر کے اس پر سوئیں۔

حدیث اول: عن یعیش بن طخفة بن قیس. یعیش کے والد طخفہ صاحب قصہ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی کہ ان کی تکلیف وعذر کا پہلے علم نہ تھا اس سے معلوم ہوا طالبین ومسترشدین کی ہر قسم کی اصلاح اور خیر خواہی کی جائے اور یہ حقوق تربیت میں سے ہے۔ ان کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ یعیش بن طخفہ یا طخفہ بن قیس راجح معلوم ہوتے ہیں ورنہ بذل میں طهفه، طخفه، طغفه، طقفه، قيس بن طخفة عبدالله بن طخفة مذکور ہیں۔

یجشیشة. جشیشة او حشیشة کا ایک معنی ہے دلیه الجش طحن خفیف فوق الدقیق، فظهر ان الجشیشة بالجیم والحشیشة بالحاء کلاهما بمعنی واحد. (عون) فجاء ت بحیسة. مالیدہ، کھجور، ستو، گھی، پنیر کا مرکب بھونا ہوا حلوہ۔ مثل القطاة۔ قطاۃ کی جمع قطوات ہے یہ کبوتر جیسا پرندہ ہوتا ہے۔ قال ابن قتیبة من اهل اللغة والرافعی من الفقهاء ان القطا من الحمام (عون) کانه شبه فی القلة. یعنی تھوڑا سا حلوہ لائیں جیسے قطا پرندہ بہت کم نظر آتا ہے۔ وقال ابو زیاد الکلابی: ان القطا تطلب الماء من مسیرة عشرین لیلة وفوقها ودونها، وقال الدمیری والعرب تصف القطا بحسن المشی لتقارب خطاها، ومشیها یشبه مشی النساء الخفرات. (شرمیلی) بمشیتهن، وتوصف القطا بالهدایة. (عون) مزید بھی اس پر مفید کلام درج ہے اس باب کے تحت۔

فجاءت بعسّ عس بڑا پیالہ انا مضطجع من السحر. سحر سین پر فتح اور ضمہ کے ساتھ ہے اس کی جمع اسحار، سُحُر، سحور آتی ہیں۔ پھیپھڑے (لسان) فی المصباح: السحر الرئة یقال بالفارسیة شش. (عون) ان هذه ضجعة یبغضها الله جیسے تکبر واترا کر چلنے کے متعلق ہے "ان هذه المشیة یبغضها الله" پیٹ کے بل اوندھے منہ لیٹنا شیطانی لیٹنا ہے اس لیے یہ مبغوض ہے۔ وفی الحدیث ان النوم علی البطن لا یجوز وانه ضجعة الشیطان. (عون)

سوال: صاحب عذر اور تکلیف والے کے لیے جس طرح کچھ راحت پہنچے لیٹنا درست ہے پھر اسے کیوں تنبیہ فرمائی؟

جواب: اس کا سادہ سا جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے عذر کا علم نہ تھا دوسری بات یہ بھی ہے کہ پھیپھڑوں میں تکلیف کی وجہ سے ضروری نہیں کہ آدمی اوندھے منہ سوئیں بلکہ پاؤں پھیلائے بغیر رانوں کے بل سونا درست ہے۔ لعله لم یتبین له عذره......... او .... یمکنه الاضطجاع علی الفخذین لدفع الوجع من غیر مدّالرجلین. (بذل وعون)

فائدہ: معلم ومرشد اور مصلح واستاد کے لیے ضروری اور حقوق واجبہ میں سے ہے کہ طالبین کی تعلیم وعبادت اور تربیت وآداب کی نگرانی کرے اور از بس اصلاح کی کوشش کرے کہ آپ ﷺ نے ابو ہریرہؓ کے لیے کپڑے پر پھونک کر اور دعا دے کر ان کی تعلیم اور حفظ حدیث کو محفوظ فرمایا، ابوبکرؓ وعمرؓ کی عبادت کی اصلاح فرمائی اور اعتدال سکھایا، اور طخفہؓ کو سونے کے آداب بتلائے اور عمرو بن سلمہ کو کھانے کے آداب سکھائے اور انسؓ کو خدمت کے آداب سکھائے اور سراپا مجسمۂ اطاعت ابن مسعودؓ کو کامل اتباع پر دعا دی کہ قدم اٹھائے بغیر "اجلسوا" سنکر دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ سو ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح کی فکر کریں اور عملاً اقدام کریں اور جو ہم سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں ان کی پوری پوری خیر خواہی اور اصلاح کریں ایسے ہی مکمل

ذمہ داری اساتذہ و معلمات کی ہے۔

(۱۰۳) بَابٌ فِيْ النَّوْمِ عَلَى السَّطْحِ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَارٌ

جو آدمی کسی چھت پر سوئے کہ جس پر کوئی رکاوٹ نہ ہو

(۷۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمٌ يَعْنِي ابْنَ نُوحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ جَابِرِ نِ الْحَنَفِيِّ عَنْ وَعْلَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَثَّابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ شَيْبَانَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ بَاتَ عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ لَهُ حِجَارٌ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ.

''محمد بن مثنیٰ' سالم بن نوح' عمرو بن جابر' حضرت عبدالرحمٰن بن علی بن شیبان اپنے والد حضرت علی بن شیبان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص گھر کی چھت پر سوئے کہ جس پر رکاوٹ نہ ہو تو اس شخص کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے (اگر گر کر مر گیا تو کوئی ذمہ داری نہیں)''

تشریح: یہ امر شفقتی ہے کہ آدمی نیند سے اٹھ کر بے خبری میں کس سمت چل دے اور بجائے زمین پر پہنچنے کے سیڑھی کے بغیر ہی رب تک نہ جا پہنچے یا اسی طرح نیند میں پہلو بدلتے بدلتے ہی گر پڑے۔ **الحجار جمع حجر وهو ما يحجر به من حائط و نحوه ومنه حجر الكعبة.** (عون) بمعنی آڑ، پردہ، گرل، جنگلا وغیرہ۔

(۱۰۴) بَابٌ فِيْ النَّوْمِ عَلٰى طَهَارَةٍ

باوضو سونا

(۷۶۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ بَهْدَلَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِيْ ظَبْيَةَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَبِيْتُ عَلٰى ذِكْرٍ طَاهِرًا فَيَتَعَارُّ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْأَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ ثَابِتُ نِ الْبُنَانِيُّ قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُوْ ظَبْيَةَ فَحَدَّثَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ثَابِتٌ قَالَ فُلَانٌ لَقَدْ جَهِدْتُ أَنْ أَقُوْلَهَا حِيْنَ أَنْبَعِثُ فَمَا قَدَرْتُ عَلَيْهَا.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' عاصم' شہر بن حوشب' ابوظبیہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسلمان شخص یادِالٰہی کر کے باوضو سوئے پھر رات میں چونک کر اللہ تعالیٰ سے دُنیا یا آخرت کی بھلائی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو وہ عنایت فرمائے گا۔ ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں کے پاس ابوظبیہ (بصرہ میں) تشریف لائے اور انہوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ثابت بیان کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے بیان کیا کہ میں نے بیدار ہوتے وقت ان ذکر و اذکار کے پڑھنے کی بہت سعی کی لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔''

(۷۶۴) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَامَ

مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ يَعْنِيْ بَالَ .

''عثمان بن ابی شیبہ، وکیع، سفیان، سلمہ بن کھیل، کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کی پھر ہاتھ مُنہ دھو کر سو گئے۔''

تشریح: یعنی آدمی طہارت وصفائی پر سوئے جیسے آگے سوتے وقت کے اعمال کا ذکر قریب ہی آ رہا ہے۔ **فيتعارّ من الليل قال الخطابي: معناه يستيقظ من النوم، واصل التعار السهر والتقلب على الفراش مع كلام وصوت، وهو ما خوذ من عرار الظليم.** (عون) **عرار الظليم.** کا معنی ہے شتر مرغ کا چیخنا۔ قرآن کریم میں ہے ''**فكلوا منها واطعموا القانع والمعتر.** (حج:۳۶) آگے اس کا مستقل باب آ رہا ہے۔ باوضو سونا مسنون ومستحب ہے اس کا خوب اہتمام ہو۔

(۱۰۵) بَابٌ كَيْفَ يَتَوَجَّهُ الرَّجُلُ عِنْدَ النَّوْمِ!

جس وقت انسان سوئے تو کس طرف چہرہ کرے؟

(۷۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ خَالِدِ نِ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ بَعْضِ آلِ أُمِّ سَلَمَةَ كَانَ فِرَاشُ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوًا مِمَّا يُوْضَعُ الْإِنْسَانُ فِيْ قَبْرِهٖ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عِنْدَ رَأْسِهٖ.

''مسدد، حماد، خالد، ابوقلابہ، حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتہ دار سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا بستر اس طریقہ سے بچھا کرتا تھا کہ جس طریقہ سے انسان قبر کے اندر لٹایا جاتا ہے اور مسجد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے (سوتے وقت) ہوتی تھی۔''

تشریح: آدمی کس رخ پر سوئے آپؐ کا عمل مذکور ہے کہ روبقبلہ ہو کر دائیں پہلو پر سوتے کیونکہ کعبہ شریف مدینہ منورہ سے جنوب کی سمت ہے تو آپؐ کا سر مبارک مسجد کی طرف ہوتا تو رخ قبلہ کی طرف ہو جاتا۔ درحقیقت یہ مشق ہے کہ قبر میں بھی روبقبلہ سونا ہے جس نے اپنا قبلہ کعبہ شریف کو اور معبود اللہ کو اور مقتداء ومحبوب رسول اللہؐ کو بنایا اسے قبر میں راحت حشر میں شفاعت اور جنت کی نعمت نصیب ہوگی۔

(۱۰۶) بَابٌ مَا يُقَالُ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت کیا دُعا مانگے؟

(۷۶۶) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَوَاءٍ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْقُدَ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل، ابان، عاصم، معبد، سواء، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب سونے کا ارادہ فرماتے

تو آپ ﷺ اپنا دایاں ہاتھ اپنے رُخسار مبارک کے نیچے رکھ لیتے اور ارشاد فرماتے: اَللّٰهُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ یعنی اے اللہ! مجھے آپ اپنے عذاب سے بچالیں جس روز کہ آپ اپنے بندوں کو اُٹھائیں گے۔ (یعنی قیامت کے دن)''

(۷٦۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُوْرًا يُحَدِّثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ وَقُلِ اللّٰهُمَّ أَسْلَمْتُ وَجْهِيْ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِيْ إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِيْ إِلَيْكَ رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجٰى مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ أَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ قَالَ فَإِنْ مِتَّ مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُوْلُ قَالَ الْبَرَاءُ فَقُلْتُ سَأَتَذَكَّرُهُنَّ فَقُلْتُ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ قَالَ لَا وَنَبِيِّكَ الَّذِيْ أَرْسَلْتَ.

''مسدد' معتمر' منصور' سعد بن عبیدہ' براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا جب تم سونے لگو تو وضو کرو جس طریقہ سے نماز کے لئے وضو کرتے ہو پھر دائیں کروٹ پر لیٹو اور کہو (یعنی یہ دُعا مانگو) اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ اے اللہ میں خود کو آپ کا فرمانبردار بنالیا اور میں نے تمام کام آپ کو سونپ دیئے اور میں نے آپ کی ذات سے اپنی پیٹھ کا سہارا حاصل کیا۔ رغبت اور ڈر صرف آپ کا ہے آپ سے بھاگ کر آپ ہی کی طرف ٹھکانہ اور جائے نجات ہے۔ میں آپ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا اور آپ کے نبی مرسل پر بھی ایمان لایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا انتقال ہو جائے گا تو تمہارا انتقال دینِ اسلام پر ہوگا اور تم سب سے اخیر میں یہ دُعا پڑھا کرو۔ براء نے بیان کیا کہ میں اس دُعا کو یاد کر لیتا ہوں تو میری زبان سے نکل گیا وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ آپ نے فرمایا نہیں اس طریقہ سے نہیں (بلکہ اس طریقہ سے ہے) وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔''

(۷٦۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ فِطْرِ بْنِ خَلِيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَوَيْتَ إِلٰى فِرَاشِكَ وَأَنْتَ طَاهِرٌ فَتَوَسَّدْ يَمِيْنَكَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ.

''مسدد' یحییٰ' فطر' سعد' حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے کہ جب تم اپنے بستر پر باوضو جاؤ تو تم اپنے دائیں ہاتھ کا تکیہ کرلو آگے سابقہ حدیث ہے۔''

(۷٦۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَحَدُهُمَا إِذَا أَتَيْتَ فِرَاشَكَ طَاهِرًا وَقَالَ الْآخَرُ تَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلَاةِ وَسَاقَ مَعْنٰى مُعْتَمِرٍ.

''محمد بن عبدالملک' محمد بن یوسف' سفیان' اعمش' منصور' سعد بن عبیدہ' حضرت براء رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے اس طریقہ سے روایت کیا ہے اور اس میں اس طریقہ سے ہے کہ ایک راوی نے یہ بیان کیا کہ جب تم طہارت کی حالت میں بستر پر آؤ دوسرے راوی نے بیان کیا کہ تم نماز جیسا وضو کرو۔''

(۷۷۰) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَامَ قَالَ اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَأَمُوْتُ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَمَا

أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' وکیع' سفیان' عبدالملک بن عمیر' ربعی' حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب سوتے تو فرماتے (یعنی یہ دُعا مانگتے) اے اللہ میں آپ کے ہی نام پر زندہ ہوں اور آپ ہی کے نام پر مروں گا اور آپ جس وقت بیدار ہوتے تو فرماتے اس اللہ کا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

(۷۷۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهِ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهُ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهٖ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِيْ مَا خَلَفَهُ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ لِيَقُلْ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكَ.

''احمد بن یونس' زہیر' عبیداللہ' سعید بن ابی سعید' ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر جائے (آرام کرنے کے لئے) تو اس کو اپنے تہبند (وغیرہ) کے کونے سے جھاڑ لے اس لئے کہ اس کو علم نہیں کہ اس کے پیچھے کون آیا ہے۔ پھر وہ شخص دائیں کروٹ پر لیٹ جائے اور (یہ) پڑھے بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ الخ یعنی اے میرے رب میں آپ کے نام پر اپنی کروٹ زمین پر رکھتا ہوں اور میں آپ کے نام پر (سے کروٹ) اُٹھاؤں گا اگر آپ میری روح کو روک لیں تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اس کو چھوڑ دیں تو اس کی حفاظت فرما جس طریقہ سے آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔''

(۷۷۲) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنَزِّلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيْلِ وَالْقُرْآنِ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ زَادَ وَهْبٌ فِيْ حَدِيْثِهِ اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِيْ مِنَ الْفَقْرِ.

''موسیٰ بن اسماعیل' وہیب (دوسری سند) وہب بن بقیہ' خالد' سہیل' ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے (سونے کے لئے) تو آپ فرماتے (یعنی یہ دُعا مانگتے) اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ ..... یعنی اے اللہ! آسمانوں' زمین کے مالک اور ہر ایک چیز کے پالن ہار' چیرنے والے دانے اور گٹھلی کے' تورات' انجیل' قرآن کریم کے نازل فرمانے والے میں آپ سے ہر ایک فتنہ فساد کرنے والے سے پناہ مانگتا ہوں جو کہ آپ کے قبضہ میں ہے آپ سب سے پہلے ہیں آپ سے پہلے کچھ نہیں اور آپ سب کے بعد رہیں گے آپ کے بعد کچھ نہیں ہے آپ ظاہر ہیں آپ سے اُونچا کوئی نہیں ہے آپ پوشیدہ ہیں آپ سے زیادہ کوئی پوشیدہ نہیں آپ میرا قرض ادا فرما دیجئے اور مجھ کو میری محتاجی سے بے نیاز کر دیجئے۔''

(۷۷۳) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ يَعْنِي ابْنَ جَوَّابٍ حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ

عَنِ الْحَارِثِ وَأَبِيْ مَيْسَرَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ عِنْدَ مَضْجَعِهِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَأْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ.

''عباس' احوص' عمار' ابواسحٰق' حارث اور ابومیسرہ' حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ دُعا مانگتے: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ...... یعنی اے اللہ' میں آپ کے چہرہ کی پناہ مانگتا ہوں جو کہ بزرگی والا ہے اور آپ کے تمام کلمات کی پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو کہ آپ کے قبضہ میں ہے اے اللہ' آپ ہی قرض ادا فرماتے ہیں اور گناہ کی مغفرت فرماتے ہیں اے ربّ' آپ کے لشکر کو شکست نہیں ہوگی اور آپ کا وعدہ خلاف نہیں ہوگا اور آپ کے سامنے کسی مالدار کی مالداری کام نہیں آئے گی آپ پاک اور برگزیدہ ہیں اور میں آپ کی تعریف کرتا ہوں۔''

(۷۷۴) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ.

''عثمان بن ابی شیبہ' یزید' حماد' ثابت' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے اس اللہ کا شکر کہ جس نے ہم کو کھلایا پلایا۔ ہماری کفایت کی اور ہم کو ٹھکانہ (رہنے کے لئے) عطا فرمایا اور کتنے ایسے بندے ہیں کہ جن کی کوئی حفاظت کرنے والا نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی جگہ دینے والا ہے۔''

(۷۷۵) حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرِ نِ التِّنِّيْسِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْأَنْمَارِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَأَخْسِءْ شَيْطَانِيْ وَفُكَّ رِهَانِيْ وَاجْعَلْنِيْ فِي النَّدِيِّ الْأَعْلٰى قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ أَبُوْ هَمَّامِ نِ الْأَهْوَازِيُّ عَنْ ثَوْرٍ قَالَ أَبُوْ زُهَيْرِ نِ الْأَنْمَارِيُّ.

''جعفر' یحییٰ بن حسان' یحییٰ بن حمزہ' ثور' خالد' حضرت ابوالازہر سے روایت ہے کہ جب رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر تشریف لے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِيْ' الخ یعنی اے اللہ' میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور (مجھ سے) میرے شیطان کو دفع کر دیجئے اور میرے رہن کو چھڑا دیجئے اور مجھ کو آپ اوپر کی مجلس میں کر دیجئے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ہمام نے ثور سے روایت کرتے ہوئے (ابوالازہر کے بجائے) ابوزہیر انماری بیان کیا ہے۔''

(۷۷۶) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ إِسْحٰقَ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِنَوْفَلِ نِ اقْرَأْ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ نَمْ عَلٰى خَاتِمَتِهَا فَإِنَّهَا بَرَاءَةٌ مِنَ الشِّرْكِ.

''نفیلی' زہیر' ابواسحٰق' فروہ' حضرت نوفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تم (سونے سے پہلے سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھ لو پھر اس کو پورا کر کے سو جاؤ کیونکہ وہ (انسان کو) شرک سے پاک کرتی ہے۔''

(۷۷۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَيَزِيْدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِيَانِ ابْنَ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا أَوٰى إِلٰى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا وَقَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ

اللّٰهُ أَحَدٌ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا عَلٰى رَأْسِهِ وَوَجْهِهِ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

''قتیبہ بن سعید' یزید بن خالد بن موہب' مفضل' عقیل' ابن شہاب' عروہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے ہر ایک رات میں تو (پہلے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ملاتے پھر ان میں پھونک مارتے اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھتے پھر جہاں تک ممکن ہوتا اپنے تمام بدن پر ہاتھ پھیرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع فرماتے تھے اپنے سر اور چہرہ سے اور جسم کے سامنے سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔''

(۷۷۸) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي بِلَالٍ عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ وَقَالَ إِنَّ فِيهِنَّ آيَةً أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ آيَةٍ.

''مؤمل بن فضل' بقیہ' بحیر' خالد' ابن ابی بلال' عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل مسبحات پڑھتے تھے اور فرماتے کہ ان میں ایک آیت کریمہ ہے جو کہ ہزار آیات کریمہ سے بہتر ہے۔''

(۷۷۹) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي وَالَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيكَهُ وَإِلٰهَ كُلِّ شَيْءٍ أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ.

''علی بن مسلم' عبدالصمد' ان کے والد' حسین' ابن بریدہ' ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو یہ دعاء پڑھتے: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ كَفَانِيْ وَاٰوَانِيْ.....)) یعنی اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری ہر ایک قسم کی آفت سے حفاظت فرمائی اور مجھے ٹھکانہ عطا فرمایا اور کھلایا اور پلایا اور جس نے مجھ پر احسان کیا تو بڑا احسان کیا اور مجھے عطا فرمایا تو بہت عطا فرمایا ہر ایک حالت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے جو کہ ہر ایک شے کے پالن ہار ہیں اور ہر ایک شے کے مالک ہیں اور ہر ایک شے کے معبود میں دوزخ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔''

(۷۸۰) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ تَعَالٰى فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِ تِرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''حامد بن یحییٰ' ابوعاصم' ابن عجلان' مقبری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بستر پر لیٹتے وقت اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کرے تو اس کو قیامت کے دن افسوس ہوگا اور جو شخص کسی جگہ بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے تو قیامت کے روز اس کو شرمندگی اور حسرت ہوگی۔''

تشریح: اس باب کی احادیث میں سونے کا عملی اور قولی طریقہ مذکور ہے یعنی کیسے سوئیں اور کیا پڑھ کر سوئیں حدیث اول ہی میں طریقہ ودعاء دونوں موجود ہیں اور آپ ؐ کا مستقل معمول یہی تھا۔ کہ سیدھی کروٹ لیٹنا اور تین بار دعاء پڑھنا۔

سونے کا مسنون طریقہ: آدمی کروٹ کے بل دائیں پہلو پر باوضو سوئے اس طرح کہ دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے ہو اور بایاں ہاتھ بائیں پہلو پر بچھا ہوا ہو اور گھٹنوں میں ہلکا سا خم ہو۔ آدمی اولاً اسی ہیئت پر سوئے پھر بھلے کسی کروٹ بدل جائے ابتداء اور اخلاص نیت کی وجہ سے پوری رات باسنت سونے کا ثواب ملے گا۔ مذکورہ بالا ہیئت پر سونے سے لفظ محمد بن جاتا ہے۔

دائیں کروٹ سونے کا فائدہ: وخص الایمان لانه اسرع الانتباه، هذه الهئية نص الاطباء على انها اصلح للبدن و ایضا قالوا! یبدأ بالابتداء على الایمن ساعة ثم ینقلب الى الایسر، لان الاول سبب لا نحدار الطعام (وفي الحاشية) قلت لکن مؤدى الحديث هو النوم على الایمن مطلقا لافي وقت خاص وذلك لان القلب اذا یکون عالیا غیر محتمل یکون متیقظا. (۱) اس عبارت سے پہلا فائدہ یہ واضح ہوا کہ دائیں کروٹ پر سونے والے کے دل پر بوجھ ہلکا رہتا ہے جس کی وجہ سے قدرے بیداری اور چستی رہتی ہے کہ متیقظا اور اسرع لانتباہ کہا گیا۔ (۲) دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ صحت بدن کے لیے سونے کا یہی طریقہ مفید تر ہے۔ (۳) تیسری بات یہ بھی واضح ہوگئی ہے کہ اولاً دائیں کروٹ پر سوئے پھر بھلے پہلو بدل جائے مزید تفسیر کبیر (۱۷۳/۴) میں ہے ان النوم على الجنب یکون اقرب اليقظة والذکر، والنوم على القفا یمنع التفکر والتدبیر اور اس سے بھی زیادہ تفصیل فتح الباری ج (۸۶/۱۱) میں ہے۔

حدیث نمبر ۱۴ میں یقرؤ المسبحات کا ذکر ہے ملا علی قاری کہتے ہیں یہ سات سورتیں ہیں جن کی ابتداء میں سبح، یسبح، تسبیح اور پاکی کا ذکر ہے۔ (۱) بنی اسرائیل (۲) الحدید (۳) الحشر (۴) الصف (۵) الجمعۃ (۶) التغابن (۷) الاعلیٰ۔ (بذل)

سوتے وقت کے اعمال: سونے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ مختصراً کچھ ذکر و تلاوت کر لیں، محاسبہ کر لیں، لوگوں کے حقوق معاف کریں، معافی و توبہ کریں، مراقبہ و محاسبہ کر لیں اور مشارطہ کا عزم کریں پھر باوضو سنت طریقہ پر سو جائیں ہو سکتا ہے پھر تو آنکھ قیامت کے دن کھلے معوذتین پڑھیں۔ موتوا قبل ان تموتون، حاسبوا قبل ان تحاسبوا مرنے سے پہلے نفس و خواہشات کو فنا کر دیں اور بڑے دن کے حساب سے پہلے ہی محاسبہ کر لیں اور ایک لمحہ کے لیے دماغ پر زور دے کر سوچ لیں اب کیسے نرم و گرم بستر پر آرام دہ کمرہ میں سو رہا ہوں اور کل تو ڈھیروں من مٹی کے نیچے تنہا سونا ہوگا؟ اس سونے سے پہلے تو امام ابوداؤد نے قبر والے سونے کا ذکر کیا ہے۔ اللهم حاسبنا حسابا یسیرا.

(۱۰۷) بَابٌ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ

انسان کی جب رات میں آنکھ کھل جائے تو کیا دُعا مانگے؟

(۷۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ ابْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَعَارَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ حِينَ يَسْتَيْقِظُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ دَعَا رَبِّ اغْفِرْ لِي قَالَ الْوَلِيدُ أَوْ قَالَ دَعَا اسْتُجِيبَ لَهُ فَإِنْ قَامَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلّٰى قُبِلَتْ صَلَاتُهُ.

''عبدالرحمٰن' ولید' اوزاعی' عمیر بن ہانی' جنادہ' حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی رات میں بیدار ہو جائے اور آنکھ کھلنے کے وقت یہ دُعا مانگے: ((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) پھر یہ پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ)) اے میرے پروردگار میرے گناہ معاف فرما دیجئے تو اس شخص کی دُعا قبول ہوگی اور اگر کھڑا ہوا اور وضو کرے پھر نماز ادا کرے تو اس کی نماز قبول ہوگی۔''

(۷۸۲) حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَيْقَظَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ أَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَأَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ اللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِيْ وَهَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

''حامد' ابوعبدالرحمٰن' سعید' عبداللہ بن ولید' حضرت سعید بن میسب' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو فرماتے: تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اے اللہ تو پاک ہے' میں تجھ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگتا ہوں' میں تجھ سے تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما' ہدایت دینے کے بعد میرے دِل کو ٹیڑھا نہ کر اور اپنی طرف سے مجھے رحمت عطا فرما بے شک تُو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔''

تشریح: رات کو جب بندہ کروٹ بدلے انگڑائی لے اور بیدار ہو تو اسے یہ کلمات کہنے چاہئیں اور سونے سے پہلے کی دعائیں اگلے باب میں آ رہی ہیں اور پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ **فی القاموس التعار السهرو التقلب على الفراش ليلا مع الكلام.** (بذل)

(۱۰۸) بَابٌ فِي التَّسْبِيْحِ عِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت سبحان اللہ کی فضیلت کا بیان

(۷۸۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ الْمَعْنٰى عَنِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ قَالَ شَكَتْ فَاطِمَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلْقٰى فِيْ يَدِهَا مِنَ الرَّحٰى فَأُتِيَ بِسَبْيٍ فَأَتَتْهُ تَسْأَلُهُ فَلَمْ تَرَهُ فَأَخْبَرَتْ بِذٰلِكَ عَائِشَةَ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ فَأَتَانَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ فَقَالَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِيْ فَقَالَ أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلٰى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا فَسَبِّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَاحْمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِيْنَ وَكَبِّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِيْنَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ.

''حفص بن عمر' شعبہ (دوسری سند) مسدد' یحیٰی' شعبہ' حکم بن ابن ابی لیلیٰ' حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے اس تکلیف کی شکایت فرمائی جو کہ ان کو چکی پیسنے سے پہنچتی تھی۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں (مشرکین کے) قیدی لائے گئے تو ایک خادم مانگنے کے لئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئیں لیکن آپ نہیں ملے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرما کر چلی گئیں۔ جب آپ تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے بیان کیا (کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک خادم مانگنے کے لئے تشریف لائی تھیں) یہ بات سن کر آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے ہم لوگ سونے کے لئے اپنے اپنے بستروں پر جا چکے تھے ہم لوگوں نے اُٹھنے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا نہیں کچھ ضروری نہیں تم لوگ اپنی جگہ رہو پھر آپ تشریف لا کر میرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ میرے سینہ کو آپ کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا ہے؟ تم لوگ جب سونے کا ارادہ کرو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ کہو اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہو اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہو یہ (عمل) تم لوگوں کے لئے ایک خادم سے بہتر ہے۔''

(۷۸۴) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامِ نِ الْيَشْكُرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْوَرْدِ بْنِ ثُمَامَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ لِابْنِ أَعْبُدَ أَلَا أُحَدِّثُكَ عَنِّي وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ أَحَبَّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ وَكَانَتْ عِنْدِي فَجَرَّتْ بِالرَّحٰى حَتّٰى أَثَّرَتْ بِيَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا وَقَمَّتِ الْبَيْتَ حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتّٰى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا وَأَصَابَهَا مِنْ ذٰلِكَ ضُرٌّ فَسَمِعْنَا أَنَّ رَقِيقًا أُتِيَ بِهِمْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَوْ أَتَيْتِ أَبَاكِ فَسَأَلْتِيهِ خَادِمًا يَكْفِيكِ فَأَتَتْهُ فَوَجَدَتْ عِنْدَهُ حُدَّاثًا فَاسْتَحْيَتْ فَرَجَعَتْ فَغَدَا عَلَيْنَا وَنَحْنُ فِي لِفَاعِنَا فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَأَدْخَلَتْ رَأْسَهَا فِي اللِّفَاعِ حَيَاءً مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ مَا كَانَ حَاجَتُكِ أَمْسِ إِلٰى آلِ مُحَمَّدٍ فَسَكَتَتْ مَرَّتَيْنِ فَقُلْتُ أَنَا وَاللّٰهِ أُحَدِّثُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذِهِ جَرَّتْ عِنْدِي بِالرَّحٰى حَتّٰى أَثَّرَتْ فِي يَدِهَا وَاسْتَقَتْ بِالْقِرْبَةِ حَتّٰى أَثَّرَتْ فِي نَحْرِهَا وَكَسَحَتِ الْبَيْتَ حَتّٰى اغْبَرَّتْ ثِيَابُهَا وَأَوْقَدَتِ الْقِدْرَ حَتّٰى دَكِنَتْ ثِيَابُهَا وَبَلَغَنَا أَنَّهُ قَدْ أَتَاكَ رَقِيقٌ أَوْ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَهَا سَلِيهِ خَادِمًا فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيثِ الْحَكَمِ وَأَتَمَّ.

''مؤمل' اسماعیل' جریری' ابوالورد بن ثمامہ سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ابن اعبد سے بیان کیا کہ میں تم سے اپنا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا صاحبزادئ رسول کی حالت ذکر نہ کروں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو تمام اہلِ خانہ سے زیادہ لاڈلی تھیں۔ وہ میری خدمت میں رہیں' انہوں نے چکی پیسی یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے اور انہوں نے مشک سے پانی بھرا یہاں تک کہ ان کے سینے پر نشان (زیادہ مشقت کرنے کی وجہ سے) پڑ گئے۔ اور انہوں نے مکان میں جھاڑو دی یہاں تک کہ ان کے تمام کپڑے گرد و غبار میں بھر گئے اور انہوں نے ہانڈی پکائی یہاں تک کہ ان کے کپڑے (دھوئیں سے) سیاہ ہو گئے اور ان کو تکلیف رہنے لگی پھر ہم لوگوں نے یہ بات سنی کہ چند غلام خدمت نبوی میں لائے گئے ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میں نے عرض کیا کاش تم اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور ان سے ایک خادم مانگتیں جو تمہاری خدمت کے لئے کافی ہوتا یہ بات سن کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور دیکھا کہ لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں انہوں نے بوجہ حیا کچھ عرض نہ کیا اور واپس آ گئیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے ہم لحاف اوڑھے ہوئے تھے آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سرہانے تشریف فرما ہوئے انہوں نے والد ماجد کے لحاظ سے اپنا سر لحاف کے اندر کر لیا۔ آپ نے دریافت فرمایا: آپ کو آلِ محمد سے کیا کام تھا جو تم کل آئیں تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دو

مرتبہ یہ سن کر خاموش رہیں۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! یارسول اللہ ﷺ میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے چکی پیسی اس قدر کہ ان کے (مبارک) ہاتھوں میں نشان ہو گئے اور مشکیں بھر بھر کے پانی لائیں یہاں تک کہ سینہ میں اس کا نشان پڑ گیا اور انہوں نے گھر میں جھاڑو دی یہاں تک کہ ان کے کپڑے غبار آلود ہو گئے اور انہوں نے کھانا پکایا یہاں تک کہ ان کے کپڑے سیاہ ہو گئے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کی خدمت میں غلام باندی لائے گئے ہیں۔ اس بنا پر میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ آپ سے ایک خادم مانگ لیں پھر حدیث کو اخیر تک بیان کیا جس طریقہ سے اُوپر حدیث مذکور ہوئی اور وہ روایت زیادہ کامل ہے۔''

(۷۸۵) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ شَبَثِ بْنِ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِهٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فِيهِ قَالَ عَلِيٌّ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِلَّا لَيْلَةَ صِفِّينَ فَإِنِّي ذَكَرْتُهَا مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَقُلْتُهَا.

''عباس عنبری، عبدالملک، عبدالعزیز، یزید بن ہاد، محمد بن کعب، شبث بن ربعی، حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طریقہ سے روایت کیا ہے کہ جس طرح اُوپر مذکور ہے اور اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا پھر میں نے جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس تسبیح کو کبھی ناغہ نہیں کیا مگر صفین کی رات میں مجھ کو آخر شب میں یاد آیا۔ میں نے اسی وقت اس کو پڑھ لیا۔''

(۷۸۶) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَصْلَتَانِ أَوْ خَلَّتَانِ لَا يُحَافِظُ عَلَيْهِمَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُمَا يَسِيرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ يُسَبِّحُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ عَشْرًا وَيَحْمَدُ عَشْرًا وَيُكَبِّرُ عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسُونَ وَمِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَأَلْفٌ وَخَمْسُ مِائَةٍ فِي الْمِيزَانِ وَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَيَحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَيُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَذٰلِكَ مِائَةٌ بِاللِّسَانِ وَأَلْفٌ فِي الْمِيزَانِ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُهَا بِيَدِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ هُمَا يَسِيرٌ وَمَنْ يَعْمَلُ بِهِمَا قَلِيلٌ قَالَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ يَعْنِي الشَّيْطَانَ فِي مَنَامِهِ فَيُنَوِّمُهُ قَبْلَ أَنْ يَقُولَهُ وَيَأْتِيهِ فِي صَلَاتِهِ فَيُذَكِّرُهُ حَاجَةً قَبْلَ أَنْ يَقُولَهَا.

''حفص بن عمر، شعبہ، عطاء، ان کے والد، عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا دو قسم کی خصلت و عادتیں ہیں جو مسلمان شخص ان کو ہمیشہ کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ عادتیں آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے لوگ کم ہیں۔ ہر ایک نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہنا اور دس مرتبہ الحمد للہ کہنا اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا پس یہ کُل ملا کر میزان کے اعتبار سے تو ایک سو پچاس مرتبہ ہوئے اور قیامت کے دن میزان (نامۂ اعمال وزن کرنے کی ترازو) میں ایک ہزار پانچ سو مرتبہ ہوں گے (اس لئے کہ انسان کے ہر نیک عمل کا اَجر دس گنا ہوتا ہے) اور سوتے وقت ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا یہ زبان سے ایک سو مرتبہ ہوئے اور میزان مین ایک ہزار مرتبہ ہوں گے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے نبیؐ کو دیکھا آپ تسبیحات کو اُنگلیوں سے شمار فرماتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ دونوں کام آسان ہیں پھر ان پر عمل کرنے والے کم کس طریقہ سے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص سونے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو شیطان ان کلمات کے پڑھنے سے قبل سلا دیتا ہے اسی طریقہ سے نماز کے اندر کوئی کام یاد دلا دیتا ہے پھر وہ شخص ان تسبیحات کے پڑھنے سے قبل چلا جاتا ہے۔''

(۷۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عُقْبَةَ الْحَضْرَمِيُّ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ حَسَنِ بْنِ الضَّمْرِيِّ أَنَّ ابْنَ أُمِّ الْحَكَمِ أَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ إِحْدَاهُمَا أَنَّهَا قَالَتْ أَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ سَبْيًا فَذَهَبْتُ أَنَا وَأُخْتِي فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيْهِ وَسَأَلْنَاهُ أَنْ يَأْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ سَبَقَكُنَّ يَتَامٰى بَدْرٍ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةَ التَّسْبِيْحِ قَالَ عَلٰى أَثَرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَذْكُرِ النَّوْمَ.

''احمد بن صالح' عبداللہ' عیاش' حضرت فضل بن حسن ضمری کہتے ہیں کہ ابن اُمّ حکم یا ضباعہ بنت زہیر میں سے کسی ایک نے ان سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں قیدی حاضر ہوئے تو میں اپنی ہمشیرہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہمراہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ہم نے اپنی محنت و مشقت کی حالت عرض کی اور ہم نے قیدیوں میں سے ایک ایک غلام' باندی مانگے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سے پہلے غزوہ بدر کی کچھ یتیم آگئے تھے اور غلام' باندی ان میں تقسیم ہوگئے اس کے بعد تسبیح کا واقعہ عرض کیا لیکن نماز کے بعد کا ذکر کیا۔ سونے سے قبل نہیں بیان کیا۔''

تشریح: اس باب میں رات کو سوتے وقت کے اعمال واذکار کا ذکر ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ بندہ خواب غفلت میں بھی ثواب پائے بالکل غفلت شمار نہ ہو اور بجائے دنیا کی چیزوں کے نظر آخرت پر ہو اور وسائل و مال سے پلنے کی بجائے اعمال پر پلنے کا یقین ہو حتیٰ کہ تعب و تکان دور کرنے کے لیے بھی بجائے خادم کے تسبیحات فرمائیں کہ یہ دونوں جہانوں میں کام دیں گی۔

فائدہ: حدیث اول اور رابع کے درمیان کوئی تعارض نہ سمجھا جائے بلکہ یہ تعداد میں تفاوت حسب ہمت و عادت ہے کہ اگر تینتیس مرتبہ کی ہمت نہیں تو دس بار ہی سہی اور اگر زیادہ ہمت ہے تو سو بار بھی ہر ایک کلمے کو پڑھ سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ سخت جنگ صفین کے موقع پر بھی تاخیر تو ہوئی مگر حضرت علیؓ سے ترک نہ ہوئیں۔

(۱۰۹) بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا أَصْبَحَ

بوقت صبح کیا دُعا مانگے؟

(۷۸۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِي بِكَلِمَاتٍ أَقُوْلُهُنَّ إِذَا أَصْبَحْتُ وَإِذَا أَمْسَيْتُ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ قَالَ قُلْهَا إِذَا أَصْبَحْتَ وَإِذَا أَمْسَيْتَ وَإِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ.

''مسدد' ہشیم' یعلیٰ' عمرو بن عاصم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھ کو کلمات کا حکم فرمائیں کہ جن کو میں صبح و شام پڑھ لیا کروں۔ آپ نے فرمایا تم ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَشِرْكِهٖ)) تک پڑھ لیا کرو یعنی اے اللہ' آسمان و زمین کے خالق' حاضر و غیب کے مالک' اور ہر ایک شے کے مالک و مختار میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں میں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شرک سے یا

مکروفریب سے پناہ مانگتا ہوں تم ان کلمات کو سوتے وقت اور صبح وشام پڑھ لیا کرو۔''

(۷۸۹) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا أَصْبَحَ اللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ النُّشُورُ وَإِذَا أَمْسَى قَالَ اللّٰهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ النُّشُورُ.

''موسیٰ بن اسماعیل' وہیب' سہل' انکے والد' ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ صبح کے وقت یہ دُعا فرماتے اے اللہ ہم نے آپ کے نام پر صبح کی اور آپ کے نام پر شام کی اور ہم آپ کے نام پر زندہ ہیں اور آپ کے نام پر مرتے ہیں اور مرنے کے بعد آپ کی ہی طرف لوٹ کر جائینگے اور آپ شام کے وقت یہ پڑھتے اے اللہ ہم نے آپ کے ہی نام پر شام کی اور ہم آپ کے ہی نام پر زندہ ہیں اور آپ کے ہی نام پر مرتے ہیں اور ہم مرنے کے بعد آپ کی ہی طرف لوٹ کر جائینگے۔''

(۷۹۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ عَنْ هِشَامِ بْنِ الْغَارِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ مَكْحُولِ نِ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ يُمْسِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أَصْبَحْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَعْتَقَ اللّٰهُ رُبْعَهُ مِنَ النَّارِ فَمَنْ قَالَهَا مَرَّتَيْنِ أَعْتَقَ اللّٰهُ نِصْفَهُ وَمَنْ قَالَهَا ثَلَاثًا أَعْتَقَ اللّٰهُ ثَلَاثَةَ أَرْبَاعِهِ فَإِنْ قَالَهَا أَرْبَعًا أَعْتَقَهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ.

''احمد بن صالح' محمد بن ابی فدیک' عبدالرحمٰن' ہشام' مکحول' حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح وشام یہ دُعا مانگے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ)) الخ یعنی اے اللہ میں نے صبح کی۔ میں آپ کو اور آپ کے عرش اُٹھانے والے فرشتوں کو اور باقی فرشتوں کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ آپ اللہ ہیں اور آپ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ اور بلاشبہ محمد ﷺ آپ کے بندے اور آپ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کا چوتھائی حصہ دوزخ سے آزاد فرما دے گا۔ اگر دو مرتبہ پڑھے تو آدھا حصہ آزاد فرمائے گا۔ اگر تین مرتبہ پڑھے تو تین چوتھائی آزاد فرمائے گا اگر چار مرتبہ پڑھے تو دوزخ سے مکمل آزاد فرمائے گا۔''

(۷۹۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ ثَعْلَبَةَ الطَّائِيُّ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ أَوْ حِينَ يُمْسِي اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ بِنِعْمَتِكَ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ أَوْ مِنْ لَيْلَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

''احمد بن یونس' زہیر' ولید' ابن بریدہ' انکے والد بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا جو صبح یا شام کے وقت یہ دُعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تک یعنی اے اللہ آپ میرے پروردگار ہیں آپ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ آپ نے مجھ کو پیدا فرمایا میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کے ساتھ جو عہد کیا ہے میں اس پر قائم ودائم ہوں اور میں آپ کے وعدے پر مجھ کو جہاں تک قدرت حاصل ہے مضبوط ہوں۔ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے اعمال کی برائی سے میں آپ کے احسان کا اقرار کرتا ہوں جو

کہ مجھ پر ہے اور میں اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہوں' آپ میری مغفرت فرمادیجئے آپ کے علاوہ کوئی میرا گناہ معاف کرنے والانہیں ہے پھر اگر اس دن یا اس رات میں اس شخص کا انتقال ہو جائے تو وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔''

(۷۹۲) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ عَنْ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ إِذَا أَمْسٰى أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ زَادَ فِي حَدِيْثِ جَرِيْرٍ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَمِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ أَوِ الْكُفْرِ رَبِّ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ مِنْ سُوْءِ الْكِبَرِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُوْءَ الْكُفْرِ.

''وہب بن بقیہ' خالد (دوسری سند) محمد بن قدامہ' جریر' حسن' ابر بن سوید' عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ شام کے وقت یہ دُعا مانگتے: ((اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ لَا شَرِيْكَ لَهُ)) تک۔ یعنی ہم نے شام کی اور اللہ تعالیٰ کی سلطنت نے بھی شام کی ان کا شکر و احسان ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے جریر نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ بھی کیا ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اور تعریف اسی کے شایانِ شان ہے اور وہ ہر ایک پر قدرت رکھتا ہے اے میرے ربّ میں آپ سے اس رات کی بھلائی اور اس کے بعد جو رات آئے گی اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ اور میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں کاہلی سے یا برے کفر سے۔ اے پروردگار میں دوزخ کے عذاب سے اور عذابِ قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور آپ بوقت صبح بھی یہ دُعا مانگتے لیکن (الفاظِ دُعا) ((اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ)) کے بدلے ((اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ)) فرماتے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو شعبہ' سلمہ' ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے سوءِ الکفر کو نقل نہیں کیا بلکہ لفظ سوءِ الکبر نقل کیا۔''

(۷۹۳) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَقِيْلٍ عَنْ سَابِقِ بْنِ نَاجِيَةَ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ أَنَّهُ كَانَ فِي مَسْجِدِ حِمْصَ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالُوْا هٰذَا خَدَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ إِلَيْهِ فَقَالَ حَدِّثْنِي بِحَدِيْثٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَتَدَاوَلْهُ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ الرِّجَالُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسٰى رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُرْضِيَهُ.

''حفص بن عمر' شعبہ' ابوعقیل' سابق بن ناجیہ' ابوسلام سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حمص کی مسجد میں تھے کہ ایک شخص گزرا۔ لوگوں نے عرض کیا یہ شخص آنحضرت ﷺ کا خادم ہے (چنانچہ) اس شخص کے پاس ابوسلام پہنچے اور کہا کہ تم مجھ سے ایسی حدیث بیان کرو جو کہ تم نے خاص آنحضرت ﷺ سے سنی ہو درمیان میں کسی (راوی کا) واسطہ نہ ہو۔ اس شخص نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جو آدمی صبح و شام یہ دُعا مانگے: ((رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا)) یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کی رسالت پر راضی ہوئے تو یہ اللہ کے ذمہ ہے کہ وہ اسے خوش کردے۔''

(۷۹۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ وَإِسْمٰعِيْلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَنْبَسَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ غَنَّامٍ نِ الْبَيَاضِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ اللّٰهُمَّ مَا أَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فَقَدْ أَدّٰى شُكْرَ يَوْمِهٖ وَمَنْ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ حِيْنَ يُمْسِيْ فَقَدْ أَدّٰى شُكْرَ لَيْلَتِهٖ.

''احمد بن صالح' یحیٰ' اسماعیل' سلیمان' ربیعہ' عبداللہ بن عنبسہ' حضرت عبداللہ بن غنام بیاضی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا جو آدمی صبح کو یہ پڑھے:((اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ لَهُ الشُّكْرُ)) تک یعنی اے اللہ میرے پاس صبح کو جو نعمتیں ہیں وہ آپ کی ہی عنایت کی ہوئی ہیں آپ تنہا ہیں آپ کا کوئی شریک وحصہ دار نہیں ہے۔تمام تعریف آپ کے ہی شایانِ شان ہے میں آپ کا ہی شکرادا کرتا ہوں' تو اس شخص نے اس روز کا شکرادا کردیا پھر جو شخص شام کے وقت یہ پڑھے اس نے رات کا شکرادا کردیا۔''

(۷۹۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ مُسْلِمٍ الْفَزَارِيُّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَدَعُ هٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ حِيْنَ يُمْسِيْ وَحِيْنَ يُصْبِحُ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَأَهْلِيْ وَمَالِيْ اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِيْ وَقَالَ عُثْمَانُ عَوْرَاتِيْ وَآمِنْ رَوْعَاتِيْ اللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَأَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ قَالَ وَكِيْعٌ يَعْنِي الْخَسْفَ.

''یحیٰ بن موسیٰ' وکیع (دوسری سند) عثمان بن ابی شیبہ' ابن نمیر' عبادہ' حضرت جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا' وہ کہتے تھے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام یہ دعا پڑھتے اور ناغہ نہ فرماتے:((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ سے اسْتُرْ عَوْرَتِيْ)) تک یعنی اے اللہ! میں آپ سے دُنیا اور آخرت میں صحت وعافیت چاہتا ہوں' اے اللہ میں تجھ سے دین ودُنیا خاندان اور مال ودولت میں عفوو درگزر اور عافیت چاہتا ہوں۔اے اللہ ہماری ستر چھپادے اور ہمارے قلوب کو امن عطا فرما۔اے اللہ میرے سامنے سے اور پیچھے سے میری حفاظت فرما اور دائیں اور بائیں جانب اور اُوپر کی جانب سے اور میں آپ کی عظمت کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں نیچے سے ہلاک ہوں (وکیع نے بیان کیا کہ یعنی میں زمین میں نہ دھنس جاؤں)''

(۷۹۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو أَنَّ سَالِمًا الْفَرَّاءَ حَدَّثَهٗ أَنَّ عَبْدَ الْحَمِيْدِ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ حَدَّثَهٗ أَنَّ أُمَّهٗ حَدَّثَتْهٗ وَكَانَتْ تَخْدِمُ بَعْضَ بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهَا فَيَقُوْلُ قُوْلِيْ حِيْنَ تُصْبِحِيْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ أَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا فَإِنَّهٗ مَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُصْبِحُ حُفِظَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِيْ حُفِظَ حَتّٰى يُصْبِحَ.

''احمد بن صالح' عبداللہ بن وہب' عمرو' حضرت عبدالحمید سے جو کہ قبیلہ بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام ہیں' روایت ہے کہ ان کی والدہ صاحبہ نے آنحضرت ﷺ کی کسی صاحبزادی سے روایت کیا جن کی وہ خدمت کرتی تھیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو سکھلایا کہ تم صبح کے وقت یہ پڑھا کرو:((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ لَا قُوَّةَ عِلْمًا)) تک یعنی میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہوں اور اس کی تعریف کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی میں قوت وطاقت نہیں وہ جو چاہیں گے وہی ہوگا اور وہ جس کام کو نہ چاہیں گے وہ نہیں ہو

گا۔ مجھ کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک شے پر قدرت رکھتے ہیں اور وہ تمام چیزوں کو جانتے ہیں جو شخص ان کلمات کو صبح کے وقت پڑھے گا وہ شام تک محفوظ رہے گا اور جو شخص شام کے وقت پڑھے گا وہ صبح تک (ہر ایک قسم کی آفت سے) محفوظ رہے گا۔''

(۷۹۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرِ نِ النَّجَّارِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَيْلَمَانِيِّ قَالَ الرَّبِيعُ ابْنُ الْبَيْلَمَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ إِلٰى وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي يَوْمِهِ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَهُنَّ حِيْنَ يُمْسِي أَدْرَكَ مَا فَاتَهُ فِي لَيْلَتِهِ قَالَ الرَّبِيعُ عَنِ اللَّيْثِ.

''احمد بن سعید (دوسری سند) ربیع بن سلیمان' ابن وہب' لیث' سعید بن بشیر' محمد بن عبد الرحمٰن' ان کے والد' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو آدمی صبح کے وقت یہ کہے: ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی شام اور صبح کے وقت پاکی بیان کرو اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں کہ جس قدر لوگ آسمانوں وزمین میں ہیں اور اس کی پاکی بیان کرو تیسرے پہر اور بوقت دوپہر مذکورہ (اور آیت کریمہ کے جملہ) ﴿تُخْرَجُوْنَ﴾ تک پڑھے تو اس شخص کے ہاتھ سے اس دن جس قدر اجر وثواب جاتا رہا وہ اس کو حاصل کر لے گا اور جو شخص ان کلمات کو شام کے وقت کہے گا وہ شخص رات کا ثواب جو اس سے ضائع ہو گیا ہو حاصل کر لے گا (یعنی یہ دُعا اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا)''

(۷۹۸) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَوُهَيْبٌ نَحْوَهُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عَائِشٍ وَقَالَ حَمَّادٌ عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كَانَ لَهُ عِدْلَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيْلَ وَكُتِبَ لَهُ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِي حِرْزٍ مِنَ الشَّيْطَانِ حَتّٰى يُمْسِيَ وَإِنْ قَالَهَا إِذَا أَمْسٰى كَانَ لَهُ مِثْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُصْبِحَ قَالَ فِي حَدِيْثِ حَمَّادٍ فَرَأٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا عَيَّاشٍ يُحَدِّثُ عَنْكَ بِكَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ أَبُوْ عَيَّاشٍ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ رَوَاهُ إِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُوْسَى الزَّمْعِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَائِشٍ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' وہیب' سہیل' ان کے والد' حضرت ابوعیاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی بوقت صبح یہ پڑھے: ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ)) تو اس کو غلام باندی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہو اس کے آزاد کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی' دس برائیاں معاف ہوں گی' دس درجات بلند ہوں گے اور وہ شیطان کے شر سے شام تک محفوظ رہے گا۔ اور اگر شام کے وقت یہ کہے تو (اس کا) صبح تک یہی حال رہے گی (یعنی وہ صبح تک شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا) حماد کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' ابوعیاش' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ابوعیاش سچے ہیں امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو اسماعیل موسیٰ' عبداللہ نے سہیل' ان کے والد' ابن عائش سے روایت کیا۔''

(٧٩٩) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُوْ النَّضْرِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَعِيْدِ نِ الْفِلَسْطِيْنِيُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَسَّانَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهِ فَقَالَ إِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقُلِ اللّٰهُمَّ أَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ سَبْعَ مَرَّاتٍ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ ثُمَّ مِتَّ فِيْ لَيْلَتِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا وَإِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ كَذٰلِكَ فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ فِيْ يَوْمِكَ كُتِبَ لَكَ جِوَارٌ مِنْهَا أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ قَالَ أَسَرَّهَا إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَنَحْنُ نَخُصُّ بِهَا إِخْوَانَنَا.

''اسحٰق بن ابراہیم' محمد بن شعیب' ابوسعید فلسطینی' حارث بن مسلم' ان کے والد حضرت مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سرگوشی فرمائی کہ تم جب نمازِ مغرب سے فراغت حاصل کرلو تو سات مرتبہ ((اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ)) یعنی اے اللہ مجھ کو دوزخ سے بچا لیجئے پڑھ لیا کرو تم جب یہ (دُعا) پڑھ لو اور اسی رات میں تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہارے لئے دوزخ سے پناہ لکھی جائے گی اور جب تم نمازِ فجر پڑھ کر یہ پڑھو پھر اس روز تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہاری دوزخ سے پناہ لکھی جائے گی۔ محمد بن شعیب نے بیان کیا کہ مجھ سے ابوسعید نے بیان کیا کہ حارث بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خاموشی سے ہم سے یہ بیان فرمایا اس وجہ سے ہم لوگ اپنے خاص بھائیوں سے اس (عمل) کو بیان کرتے ہیں۔''

(٨٠٠) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ وَمُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ سَهْلِ نِ الرَّمْلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰى الْحِمْصِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَسَّانَ الْكِنَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُسْلِمُ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ مُسْلِمٍ التَّمِيْمِيُّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَحْوَهُ إِلٰى قَوْلِهِ جِوَارٌ مِنْهَا إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِيْهِمَا قَبْلَ أَنْ يُكَلِّمَ أَحَدًا قَالَ عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ فِيْهِ إِنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ وَقَالَ عَلِيٌّ وَابْنُ الْمُصَفّٰى بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَمَّا بَلَغْنَا الْمُغَارَ اسْتَحْثَثْتُ فَرَسِيْ فَسَبَقْتُ أَصْحَابِيْ وَتَلَقَّانِي الْحَيُّ بِالرَّنِيْنِ فَقُلْتُ لَهُمْ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ تُحْرَزُوْا فَقَالُوْهَا فَلَامَنِيْ أَصْحَابِيْ وَقَالُوْا أَحْرَمْتَنَا الْغَنِيْمَةَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوْهُ بِالَّذِيْ صَنَعْتُ فَدَعَانِيْ فَحَسَّنَ لِيْ مَا صَنَعْتُ وَقَالَ أَمَا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَتَبَ لَكَ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ كَذَا وَكَذَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَنَا نَسِيْتُ الثَّوَابَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَمَا إِنِّيْ سَأَكْتُبُ لَكَ بِالْوَصَاةِ بَعْدِيْ قَالَ فَفَعَلَ وَخَتَمَ عَلَيْهِ فَدَفَعَهُ إِلَيَّ وَقَالَ لِيْ ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُمْ و قَالَ ابْنُ الْمُصَفّٰى قَالَ سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ مُسْلِمِ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ

''عمرو بن عثمان' مؤمل بن فضل' علی بن سہل' محمد بن مصفی تمیمی سے اسی طریقہ سے روایت ہے کہ جس طریقہ سے اُوپر مذکور ہے لیکن اس روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ مغرب اور فجر کی نماز کے بعد کسی شخص سے گفتگو کرنے سے قبل یہ دُعا مانگے اور اسی روایت میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو ایک لشکر کے ٹکڑے میں روانہ فرمایا ہم لوگ جب اس گاؤں میں پہنچے کہ جس کے لوٹنے (جہاد) کرنے کے لئے لڑائی کی جگہ پر پہنچے تو میں نے اپنے گھوڑے کو تیز کرلیا اور میں تمام ساتھیوں سے آگے نکل گیا گاؤں کے لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ (اگر) تم لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو تو بچ جاؤ گے ان لوگوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا میرے ساتھی میرے اُوپر ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہم کو غنیمت سے محروم کیا جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان لوگوں نے میرے عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باخبر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا اور میرے کام پر میری تعریف فرمائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہر ایک شخص کے بدلے میں اتنا اتنا اَجر عطا فرمایا ہے عبدالرحمٰن

کہتے ہیں کہ میں وہ اجر وثواب کی مقدار بھول گیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے لئے اپنے بعد کا ایک وصیت نامہ لکھتا ہوں چنانچہ آپ نے لکھوایا اور اس پر مہر لگا کر مجھے دے دیا اس کے بعد سابقہ حدیث کی طرح بیان کیا۔ ابن مصفی کہتے ہیں میں نے حارث بن مسلم بن حارث تمیمی سے سنا وہ یہ حدیث اپنے والد سے بیان کرتے تھے۔''

(۸۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِیْ فُدَیْكٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ ابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ عَنْ أَبِیْ أَسِیْدِ نِ الْبَرَّادِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ خُبَیْبٍ عَنْ أَبِیْهِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْنَا فِیْ لَیْلَةِ مَطَرٍ وَظُلْمَةٍ شَدِیْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِیُصَلِّیَ لَنَا فَأَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ أَصَلَّیْتُمْ فَلَمْ أَقُلْ شَیْئًا فَقَالَ قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَیْئًا ثُمَّ قَالَ قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَیْئًا ثُمَّ قَالَ قُلْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَقُوْلُ قَالَ قُلْ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ حِیْنَ تُمْسِیْ وَحِیْنَ تُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِیْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ.

''محمد بن مصفی' ابن ابی فدیک' ابن ابی ذئب' ابو اسید' معاذ بن عبداللہ' عبداللہ بن خبیب سے روایت ہے کہ ہم لوگ بارش اور اندھیری رات میں نکلے اور ہم لوگ آنحضرت ﷺ کو اس لئے تلاش کرتے تھے کہ آپ نماز پڑھائیں۔ پھر ہم نے آپ کو پالیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہو۔ میں نے کچھ عرض نہیں کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہو۔ میں نے کچھ عرض نہیں کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا شام کو ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھو یہ (سورتیں) تم کو ہر ایک قسم کی آفت سے کفایت کریں گی۔ (حفاظت کریں گی)۔''

(۸۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنِیْ أَبِیْ قَالَ ابْنُ عَوْفٍ وَرَأَیْتُهُ فِیْ أَصْلِ إِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنِیْ ضَمْضَمٌ عَنْ شُرَیْحٍ عَنْ أَبِیْ مَالِكٍ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَدِّثْنَا بِكَلِمَةٍ نَقُوْلُهَا إِذَا أَصْبَحْنَا وَأَمْسَیْنَا وَاضْطَجَعْنَا فَأَمَرَهُمْ أَنْ یَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ وَالْمَلَائِكَةُ یَشْهَدُوْنَ أَنَّكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَإِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ أَنْفُسِنَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَشِرْكِهِ وَأَنْ نَقْتَرِفَ سُوْءًا عَلٰی أَنْفُسِنَا أَوْ نَجُرَّهُ إِلٰی مُسْلِمٍ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْیَقُلْ أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْأَلُكَ خَیْرَ هٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَهُ وَنَصْرَهُ وَنُوْرَهُ وَبَرَكَتَهُ وَهُدَاهُ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْهِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهُ ثُمَّ إِذَا أَمْسٰی فَلْیَقُلْ مِثْلَ ذٰلِكَ.

''محمد بن عوف' محمد بن اسماعیل' ان کے والد' ضمضم بن شریح' حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگوں کو ایسی دعا سکھلا دیں کہ جس کو ہم صبح وشام اور لیٹتے وقت پڑھ لیا کریں۔ آپ نے یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا: ((اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ)) تک یعنی اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے خالق' حاضر اور غیب کا علم رکھنے والے آپ ہر ایک شے کے مالک ہیں اور فرشتے اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہم اپنے نفوس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور شیطان ملعون کے شر سے اور اس کے مکر وفریب سے یا اس کے شر سے اور خود گناہ کرنے یا کسی مسلمان سے گناہ کرانے سے پناہ مانگتے ہیں۔ امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اسی اسناد کے ساتھ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس وقت صبح ہو تو یہ پڑھے: ((اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ)) تک یعنی ہم نے اور اللہ تعالیٰ کی سلطنت نے صبح کی جو کہ تمام جہان کا پالن ہار ہے۔ اے اللہ! میں آپ سے فلاح وخیر کا خواستگار ہوں اس دن کی

اوراس کی فتح اوراس کی مدد اور نور و برکت اور ہدایت کا اور پناہ مانگتا ہوں میں اس کے شر سے اور اس کے بعد کے شر سے۔ پھر جب شام ہو جائے تو یہی دُعا پڑھے۔''

(۸۰۳) حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ عُمَرَ بْنِ جُعْثُمٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَرَازِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيقٌ الْهَوْزَنِيُّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا بِمَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا هَبَّ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ عَشْرًا وَحَمَّدَ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَشْرًا وَقَالَ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عَشْرًا وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا وَهَلَّلَ عَشْرًا ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ الدُّنْيَا وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عَشْرًا ثُمَّ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ.

''کثیر بن عبید، بقیہ، عمر، ازہر، حضرت شریق ہوزنی سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اوران سے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی دُعا مانگتے؟ انہوں نے جواب دیا تم نے مجھ سے ایسی بات دریافت کی کہ جوتم سے قبل کسی نے دریافت نہیں کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات میں بیدار ہوتے تو دس مرتبہ ((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ)) فرماتے اوردس مرتبہ ((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ)) فرماتے اور استغفار دس مرتبہ کرتے اور ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ)) دس مرتبہ پڑھتے پھر دس مرتبہ فرماتے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ)) الخ یعنی اے اللہ میں دُنیا کی تنگی سے اور قیامت کی تنگی سے پناہ مانگتا ہوں پھر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے۔''

(۸۰۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي سَفَرٍ فَأَسْحَرَ يَقُولُ سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَتِهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ صَاحِبْنَا فَأَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ.

''احمد بن صالح، عبداللہ بن وہب، سلیمان، سہیل، ان کے والد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دورانِ سفر صبح کا وقت ہوتا تو آپ پڑھتے: ((بِحَمْدِ اللّٰهِ وَنِعْمَتِهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ.....)) یعنی سننے والے نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور نعمت اور حسن امتحان کو سن لیا۔ اے اللہ ہماری رفاقت فرما اور ہم پر احسان فرما میں اللہ تعالیٰ کی دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔''

(۸۰۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ عَمَّنْ سَمِعَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَعْنِي ابْنَ عَفَّانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ مَنْ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تُصِبْهُ فَجْأَةُ بَلَاءٍ حَتّٰى يُمْسِيَ و قَالَ فَأَصَابَ أَبَانَ بْنَ عُثْمَانَ الْفَالِجُ فَجَعَلَ الرَّجُلُ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ الْحَدِيثَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا لَكَ تَنْظُرُ إِلَيَّ فَوَاللّٰهِ مَا كَذَبْتُ عَلٰى عُثْمَانَ وَلَا كَذَبَ عُثْمَانُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلٰكِنَّ الْيَوْمَ الَّذِي أَصَابَنِي فِيهِ مَا أَصَابَنِي غَضِبْتُ فَنَسِيتُ أَنْ أَقُولَهَا.

''عبداللہ بن مسلمہ، ایک شخص، حضرت ابان بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص تین مرتبہ (یہ دُعا) ((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)) پڑھے تو اس شخص کو صبح تک کسی قسم کی آفت ناگہانی نہیں پہنچے گی اور جو شخص صبح میں اس کو تین مرتبہ پڑھ لے تو اس کو شام تک کسی قسم کی آفت نہیں پہنچے گی پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابان بن عثمان کو فالج ہو گیا تو جس نے یہ حدیث ان سے سنی تھی وہ شخص ان کی طرف دیکھنے لگا۔ ابان نے کہا تم میری طرف کیا دیکھ رہے ہو اللہ کی قسم میں نے نہ عثمان کی طرف جھوٹ منسوب کیا اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب سمجھا لیکن جس دن مجھ کو یہ مرض لاحق ہوا میں اس دن غصہ میں تھا اور اس دُعا کا پڑھنا بھول گیا تھا۔"

(۸۰۶) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَاصِمِ نِ الْأَنْطَاكِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُوْ مَوْدُوْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْفَالِجِ.

"نصر بن عاصم' انس بن عیاض' ابو مودود' محمد بن کعب' ابان بن عثمان' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی طریقہ سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور اس روایت میں فالج کے واقعہ کا تذکرہ نہیں ہے۔"

(۸۰۷) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْجَلِيْلِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِيْهِ يَا أَبَتِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَدْعُوْ كُلَّ غَدَاةٍ اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ اللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيْدُهَا ثَلَاثًا حِيْنَ تُصْبِحُ وَثَلَاثًا حِيْنَ تُمْسِيْ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْ بِهِنَّ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ قَالَ عَبَّاسٌ فِيْهِ وَتَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تُعِيْدُهَا ثَلَاثًا حِيْنَ تُصْبِحُ وَثَلَاثًا حِيْنَ تُمْسِيْ فَتَدْعُوْ بِهِنَّ فَأُحِبُّ أَنْ أَسْتَنَّ بِسُنَّتِهِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ دَعَوَاتُ الْمَكْرُوْبِ اللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَبَعْضُهُمْ يَزِيْدُ عَلٰى صَاحِبِهِ.

"عباس بن عبدالعظیم' محمد بن مثنیٰ' عبدالملک بن عمرو' عبدالجلیل بن عطیہ' حضرت جعفر بن میمون کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ابی بکرہ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! میں آپ کو ہر ایک صبح کو یہ دُعا پڑھتے ہوئے سنتا ہوں: ((اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ)) صبح کو تین مرتبہ اور شام کو تین مرتبہ' تو انہوں نے جواب دیا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا پڑھتے دیکھا تو مجھے سنت نبوی پر عمل کرنا پسندیدہ ہے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ)) صبح کو تین مرتبہ اور تین مرتبہ شام کو پڑھو مجھے پسند ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کروں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص پریشان ہو اس کے لئے دُعا یہ ہے: ((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ)) بعض راویوں نے (اس دُعا کے الفاظ میں) کمی بیشی کی ہے۔"

(۸۰۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ وَإِذَا أَمْسٰى كَذٰلِكَ لَمْ يُوَافِ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ بِمِثْلِ مَا وَافٰى.

"محمد بن منہال' یزید بن زریع' روح بن قاسم' سہیل' سمی' ابوصالح' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ

الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهِ ایک سو مرتبہ صبح اور ایک سو مرتبہ شام کو پڑھے تو اس شخص کے برابر مخلوق میں کسی شخص کا مرتبہ نہیں ہو سکتا۔''

تشریح: اس باب میں ۲۳-احادیث ہیں جن میں متعدد دعائیں مذکور ہیں مطلب قریب قریب ایک ہے کہ صبح بیدار ہو کر اپنے رب کو یاد کریں (نہ کہ اٹھتے ہی سگریٹ پان راضی شیطان) دن میں کامرانی و کامیابی کے لیے دعائیں کریں پھر اللہ پر بھروسہ کر کے کام کو نکلیں شام کو بامراد لوٹیں گے۔ ان شاء اللہ۔ حدیث ثانی والی دعا زیادہ معروف ہے۔ اگر چہ عنوان صبح کا ہے بعض دیگر اوقات کی دعاؤں کا بھی ذکر ہے کہ صبح سے شام تک کی اکثر دعائیں مذکور ہیں۔ عنوان اور آغاز صبح کے ذکر سے ہوا۔

نئی صبح کی پکار: ہر نئی صبح آ کر یہ نداء دیتی ہے "انا یوم جدید و علی ما تعمل شهید" اے بنی آدم! میں تیری زندگی کا نیا دن ہوں پہلے کبھی آیا نہ آئندہ آؤں گا بس آج ہی تیرے پاس ہوں پھر تیرے اعمال میرے پاس ہوں گے اور تو جو کچھ (بھلائی برائی) کرتا ہے میں اس پر گواہ ہوں۔ اس لیے سنبھل کے چل صراط مستقیم سے نہ پھسل۔

(۱۱۰) بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ

جب چاند دیکھے تو کیا دُعا پڑھے؟

(۸۰۹) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَرُشْدٍ آمَنْتُ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ يَقُوْلُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا.

''موسیٰ بن اسماعیل، ابان، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے، یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے میں اسی ذات پر ایمان لایا جس نے تجھ کو پیدا کیا۔ یہ جملہ آپ تین مرتبہ ارشاد فرماتے پھر فرماتے اس اللہ کا شکر و احسان ہے کہ فلاں مہینہ (بخیر و عافیت) گزر گیا اور فلاں مہینہ شروع ہوا یعنی گزر رہوا مہینہ لے گیا اور (اللہ) اگلا مہینہ لے آیا۔''

(۸۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ زَيْدَ بْنَ حُبَابٍ أَخْبَرَهُمْ عَنْ أَبِيْ هِلَالٍ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ صَرَفَ وَجْهَهُ عَنْهُ.

''محمد بن علاء، زید، ابو بلال، حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو (تو دُعا کرتے وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف چہرہ پھیر لیتے۔''

تشریح: زمانہ قدیم سے یہ روش چلی آ رہی ہے کہ قومیں اپنی اپنی ترجیحات و رسومات کے اعتبار سے ہفتے مہینے اور سالانہ پروگرام اور خوشیاں مناتے ہیں، ایک ریت چلی آ رہی ہے اور اکثر ان میں سے فضولیات و فواحش اور اسراف و نمائش کا مجموعہ ہیں جن سے فرحت و راحت کی بجائے مصیبت و زحمت اور فضیلت اٹھانی پڑتی ہے، کتنے سارے زخمی اور معذور ہو جاتے ہیں اور کتنے سارے اپنی قیمتی اشیاء سے محروم ہو جاتے ہیں، اس طرح کی خوشی کیا خوشی ہے کہ ملامت و ندامت کا ڈھیر سر پر تھونپ دے، کتنے واقعات

سننے اور (دیکھنے والوں کو) دیکھنے کو آتے ہیں کہ نکلے تو جشن بارات اور بسنت کے لیے تھے اور جنازہ لایا جا رہا ہے، یہ سب فطرت انسانیت اور خدائی شریعت سے بیزاری اور دوری کا کرشمہ ہے، بہرحال یہ قوم خوشی مناتی ہے سال اور مہینے کے آنے پر جو دیکھتے ہی غم کا روپ دھار لیتی ہے اور کل قیامت کی ندامت کا تو کیا کہنا؟ اعاذنا الله منها و اهو الها.

لیکن اسلام نے جشن کی بجائے ایک مقدس مشن دیا ہے جس کی بدولت آدمی دونوں جہانوں میں سرخرو ہو سکتا ہے چنانچہ ہر نیا چاند دیکھنے کی بھی دعاء تعلیم فرمائی ہے۔ جو پورے مہینے کے امن وتحفظ اور خیر وبرکت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور سابقہ کی مغفرت اور آئندہ کی بشارت کی نوید ہے۔

نیا چاند دیکھنے کی دعاء: جب نیا چاند دیکھیں تو اللہ اکبر کہے اور یہ دعاء پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ.

حدیث اول: قال: خير ورشد قال العزيزي: الظاهر انه منصوب بمقدر اى اللهم اجعله هلال خير ورشد اى هلال بركة وهداية الى القيام بعبادة الله. (عون) اس میں ترکیب وتشریح دونوں باتیں آ گئیں کہ یہ فعل محذوف کا مفعول ہے اور مطلب یہ ہے کہ روزی اور وقت میں برکت اور علم وعمل اور دین ومذہب میں کثرت واستقامت اور ہدایت والا مہینہ بنا۔

حدیث ثانی: صرف وجهه عنه اس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں اشارہ ہے سورۃ الفلق کی آیت ومن شر غاسق اذا وقب اس کا مصداق چاند ہے۔ جب کہ پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد رات ہے۔ (عون) یہ روایات مرسل ہیں اس باب میں مسند ومرفوع روایت نہیں چنانچہ بعض نسخوں میں امام ابوداؤد نے تصریح کی ہے۔ (عون)

(۱۱۱) بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ

گھر سے نکلتے وقت کی دُعا

(۸۱۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا رَفَعَ طَرْفَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَضِلَّ أَوْ أُضَلَّ أَوْ أَزِلَّ أَوْ أُزَلَّ أَوْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَجْهَلَ أَوْ يُجْهَلَ عَلَيَّ.

''مسلم بن ابراہیم' شعبہ' منصور' شعبی' حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی جانب اپنی آنکھ اُٹھائے اور فرماتے اے اللہ میں گمراہ ہونے' گمراہ کئے جانے' پھسل جانے یا پھسلائے جانے' ظلم سے اور ظلم کئے جانے سے اور جہل سے اور جہل کئے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

(۸۱۲) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا خَرَجَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْتِهِ فَقَالَ بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ يُقَالُ حِينَئِذٍ هُدِيتَ وَكُفِيتَ وَوُقِيتَ فَتَتَنَحّٰى لَهُ الشَّيَاطِينُ فَيَقُولُ لَهُ شَيْطَانٌ آخَرُ

كَيْفَ لَكَ بِرَجُلٍ قَدْ هُدِيَ وَ كُفِيَ وَوُقِيَ.

''ابراہیم بن حسن، حجاج، ابن جریج، اسحق، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے اور ((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ)) پڑھتا ہے تو اس وقت ملائکہ اس شخص سے کہتے ہیں کہ تم نے راہ (ہدایت) حاصل کر لی اور تم ہر ایک قسم کی آفت سے بچا لئے گئے اور تم کو یہ دُعا کافی ہے پھر اس شخص سے شیطان علیحدہ ہو جاتا ہے اور اس سے دوسرا شیطان کہتا ہے اب تم اس شخص کا کیا کر سکتے ہو جس کو راستہ مل گیا اور وہ دُعا اس شخص کے لئے کافی ہو گئی اور وہ شخص ہر ایک قسم کی آفت سے محفوظ کر دیا گیا۔''

(۱۱۲) بَابُ مَا يَقُوْلُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دُعا

(۸۱۳) حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ قَالَ ابْنُ عَوْفٍ وَرَأَيْتُ فِيْ أَصْلِ إِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ ضَمْضَمٌ عَنْ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ نِ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا وَلَجَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ خَيْرَ الْمَوْلَجِ وَخَيْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا ثُمَّ لِيُسَلِّمْ عَلٰى أَهْلِهِ.

''ابن عوف، محمد بن اسماعیل، ان کے والد، ضمضم، شریح، حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو یہ پڑھے: ((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ تَوَكَّلْنَا)) تک یعنی اے اللہ میں آپ سے اندر داخل ہونے کی بہتری اور باہر نکلنے کی بہتری مانگتا ہوں اللہ کے نام پر ہم اندر داخل ہوتے ہیں اور اللہ ہی کے نام پر ہم باہر نکلتے ہیں اور ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں جو کہ ہمارا پروردگار ہے پھر (وہ شخص) اندر داخل ہو کر گھر والوں کو سلام کرے۔''

تشریح: مذکورہ دونوں بابوں میں دخول وخروج کی دعاؤں اور گھر والوں پر سلام کا ذکر ہے۔ اور دونوں سے احادیث کو مطابقت ہے کہ پہلی دوسری حدیث میں گھر سے نکلنے کی دعاء اور تیسری حدیث میں دخول وخروج کا اکٹھے ذکر ہے اور آپ کی قرآنی دعاء میں ہے "رب ادخلني مدخل صدق، واخرجني مخرج صدق" (اسراء: ۸۰) یہ دعائیں حرز جان اور حفظ وامن کی ضامن ہیں شیطان وشریر قسم کے لوگوں کے نقصانات سے آدمی حفاظت میں رہتا ہے اور ان میں زیادہ وقت بھی صرف نہیں ہوتا صرف اہتمام اور عادت بنانے کی ضرورت ہے۔

رايت في اصل اسمعيل. اس سے مراد اسماعیل راوی کی کتاب کا اصل نسخہ ہے کہ میں نے اس میں لکھا دیکھا۔

(۱۱۳) بَابُ مَا يَقُوْلُ إِذَا هَاجَتِ الرِّيْحُ

آندھی طوفان کے وقت کی دُعا؟

(۸۱۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَرْوَزِيُّ وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

حَدَّثَنِي ثَابِتُ ابْنُ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ قَالَ سَلَمَةُ فَرَوْحُ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَتَأْتِي بِالْعَذَابِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا وَاسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا .

''احمد بن محمد، سلمہ، عبدالرزاق، معمر، زہری، ثابت، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ہوا اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان ہے کبھی رحمت لاتی ہے کبھی عذاب لاتی ہے۔ جب تم لوگ ہوا کو دیکھو تو اس کو بُرا نہ کہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی مانگو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔''

(٨١٥) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ وَكَانَ إِذَا رَأٰى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَتْ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهِيَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤَمِّنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأٰى قَوْمٌ الْعَذَابَ فَقَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا.

''احمد بن صالح، عبداللہ، عمرو، ابونضر، حضرت سلیمان بن یسار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کبھی آنحضرت ﷺ کو اس قدر کھلکھلا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ میں آپ کا کوا (تالو میں لٹکا ہو ٹکڑا) دیکھ سکوں بلکہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ تبسم فرماتے تھے (یعنی مسکراتے تھے) اور آپ جب بادل یا ہوا کو دیکھتے تو اس کا اثر آپ کے چہرۂ انور پر معلوم ہوتا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب لوگ ابر دیکھتے ہیں تو اس توقع سے خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی اور آپ جب بادل کو دیکھتے ہیں تو آپ کے چہرۂ انور پر ناگواری معلوم ہوتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ اس میں عذابِ الٰہی (پوشیدہ) نہ ہو۔ ایک قوم کو ہوا سے عذاب دیا جا چکا ہے اور اس قوم نے جب عذاب کو دیکھا تو وہ کہنے لگے تھے یہ تو برسنے والا بادل ہے اور وہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔''

(٨١٦) حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأٰى نَاشِئًا فِي أُفُقِ السَّمَاءِ تَرَكَ الْعَمَلَ وَإِنْ كَانَ فِي صَلَاةٍ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا فَإِنْ مُطِرَ قَالَ اللّٰهُمَّ صَيِّبًا هَنِيئًا.

''ابن بشار، عبدالرحمٰن، سفیان، مقدام اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ جب آسمان کے کنارے سے بادل اُٹھتا ہوا دیکھتے تو آپ جس کام میں مشغول ہوتے اس کو چھوڑ دیتے اگرچہ آپ نماز میں بھی مشغول ہوتے اور ارشاد فرماتے اے اللہ میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں پھر اگر وہ بادل برسنے لگتا تو ارشاد فرماتے اے اللہ اچھے طریقہ سے بارش برسایئے بابرکت۔''

تشریح: ہوا کے متعلق ہے "وھو الذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمته.(فرقان ۴۸) فارسلنا علیهم ریحا صرصرا. (حم سجدۃ ۱۶) ان آیتوں کی مثل ہی باب میں وارد ہے کہ ہوائیں رحمت بھی ہیں نعمت بھی عنایت بھی ہیں گرفت بھی۔

حدیث ثانی: اس میں سورۃ احقاف کی آیت نمبر ۲۴ کا ذکر ہے جس میں قوم عاد کی ہلاکت مذکور ہے کہ سات دن اور آٹھ راتیں

مسلسل ان پر شدید ترین آندھی کا عذاب آیا اور ان کی جڑیں ہی اکھیڑ دیں۔ اور یہ عذاب سے ڈرانا اس وقت کی بات ہے جب آپؐ کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ عمومی اور اجتماع عذاب سے یہ امت مامون ومحفوظ ہے "لعل هذه الحالة قبل ان يعلم رسول اللهؐ ان امته مامونة من العذاب العام. (بذل) اب اس پر کوئی اشکال وارد نہ ہوگا۔

حدیث ثالث: وان كان في صلوة اى نافلة. (بذل) یہاں نماز سے نماز نفل مراد ہے اور ترک عمل سے تاخیر مراد ہے کہ فی الوقت کام مؤخر فرما دیتے اور دعاء وآہ وزاری میں مصروف ہو جاتے یہ حسن اتفاق ہے کہ آج بوقت تحریر حجرے کے سامنے بارش ہو رہی ہے اور اگلا باب بارش ہی کے بارے میں ہے صيبا دراصل صيوب تھا سید کی مثل تعلیل وادغام ہوا ہے۔ اللهم صيبا هنيئا. "اے اللہ برکت ورحمت بنا۔"

(۱۱۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَطَرِ

بارش کے بارے میں

(۸۱۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُسَدَّدُ نِ الْمَعْنَى قَالَا حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مَطَرٌ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَحَسَرَ ثَوْبَهُ عَنْهُ حَتّٰى أَصَابَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهِ.

"مسدد، قتیبہ بن سعید، جعفر، ثابت، انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہونے لگی آپ باہر تشریف لائے اور آپ نے اپنا جسم مبارک کھول دیا یہاں تک کہ بارش آپ کے جسم پر گری ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایسا کس وجہ سے کیا؟ ارشاد فرمایا اس وجہ سے کہ وہ ابھی تازہ دم اپنے پروردگار کے پاس سے آئی ہے۔"

تشریح: یہ مستحب ہے کہ آدمی بارش کے قطرات کو بلا واسطہ جسم پر پڑنے دے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازہ نازل شدہ پاک پانی ہے۔ باری تعالیٰ ہے وانزلنا من السماء ماء طهورا. (فرقان:۴۸) اور بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ مردوں کی طرح مستورات کو بھی حیاء وحجاب اور آداب ولحاظ اور عدم اختلاط کا خیال کرتے ہوئے باپردہ جگہ میں بارش کے پانی کو جسم پر پہنچانا درست ہے۔

(۱۱۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الدِّيكِ وَالْبَهَائِمِ

مرغ اور چوپاؤں کے بارے میں

(۸۱۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَسُبُّوا الدِّيكَ فَإِنَّهُ يُوقِظُ لِلصَّلَاةِ.

"قتیبہ بن سعید، عبد العزیز، صالح، عبید اللہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا مرغ کو بُرا نہ کہو اس لئے کہ وہ نماز (فجر) کے لئے بیدار کرتا ہے۔''

(۸۱۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَسَلُوا اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ فَضْلِهٖ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا.

''قتیبہ بن سعید' لیث' جعفر' اعرج' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ جب مرغ کی اذان سنو تو فضل الٰہی طلب کرو اس لئے کہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے اور جس وقت تم لوگ گدھے کی آواز سنو تو شیطان ملعون سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھ کر آواز نکالتا ہے۔''

(۸۲۰) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا سَمِعْتُمْ نُبَاحَ الْكِلَابِ وَنَهِيْقَ الْحُمُرِ بِاللَّيْلِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ فَإِنَّهُنَّ يَرَيْنَ مَا لَا تَرَوْنَ.

''ہناد بن سری' عبدۃ' محمد بن اسحٰق' محمد بن ابراہیم' عطاء بن یسار' حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ کتوں کا بھونکنا اور گدھوں کا آواز نکالنا' سنو تو تم اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کو تم نہیں دیکھ سکتے (یعنی عذاب وثواب وغیرہ کو اور دُنیا میں نازل ہونے والی آفات کو)۔''

(۸۲۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَغَيْرِهٖ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَقِلُّوا الْخُرُوْجَ بَعْدَ هَدْأَةِ الرِّجْلِ فَإِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى دَوَابَّ يَبُثُّهُنَّ فِي الْأَرْضِ قَالَ ابْنُ مَرْوَانَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ وَقَالَ فَإِنَّ لِلّٰهِ خَلْقًا ثُمَّ ذَكَرَ نُبَاحَ الْكَلْبِ وَالْحَمِيْرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ ابْنُ الْهَادِ وَحَدَّثَنِيْ شُرَحْبِيْلُ الْحَاجِبُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَهُ.

''قتیبہ بن سعید' لیث' خالد بن یزید' سعید بن ابی ہلال' سعید بن زیاد' حضرت جابر بن عبداللہ (دوسری سند) ابراہیم بن مروان' ان کے والد' لیث بن سعد' یزید بن عبداللہ' حضرت علی بن عمر بن حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (بلا ضرورت رات کو) آمد ورفت موقوف ہونے کے بعد نہ نکلا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ جانور ہیں کہ جن کو وہ زمین میں پھیلا دیتا ہے پھر کتوں اور گدھوں کے شور کرنے کو بیان کیا جس طریقہ سے اُوپر مذکور ہے۔ اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے ابن الہاد نے بیان کیا کہ شرحبیل بن حاجب نے مجھ سے حضرت جابر بن عبداللہ کے واسطہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اسی طریقہ سے روایت کیا ہے۔''

تشریح: اس میں چار احادیث ہیں جن میں مرغ حمار اور کلب کے آواز نکالنے اور بھونکنے کا ذکر ہے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ شر کے وقت پناہ مانگی جائے اور نزول رحمت کے وقت دعاء مانگی جائے کہ دعاء و پناہ ہر دو کی ضرورت ہے۔

حدیث اول: لا تسبوا الديك. ديك یہ مفرد ہے اس کی جمع ديكة ہے جیسے قرد کی جمع قردة ہے۔ اي قيام الليل بصياحة فيه ومن اعان على طاعة يستحق المدح لا الذم، قال المناوى: جرت العادة بانّه يصرخ صرخات

متتابعة، اذا قرب الفجر وعند الزوال فطرة فطره الله عليها، فلا يجوز اعتماده الا ان جرّب. (عون)

مرغ صبح صادق اور زوال کے وقت چند مرتبہ آواز دیتا ہے چنانچہ بعض زبانوں میں اسے مرغ کی آذان بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اطلاع ہی دیتا ہے جب اس نے نماز وقیام کا وقت یاد دلایا تو نیکی پر مددگار رہا جو قابل تعریف ہے نہ کہ قابل مذمت۔ دوسری بات یہ بھی یاد رہے کہ بالکل اسی کی آواز پر سہارا کر کے اوقات کی تعیین اور نماز کا وقت نہ سمجھ لیں (کہ وہ گھڑی دیکھ کر تو بولتا نہیں) ہاں چند دن تجربہ کرلیں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ فطرۃ وحس سے بھانپ کر بولتا ہے اگر تجربے سے اس کا بولنا بروقت ثابت ہو تو بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ محض اس کی آواز آمد وقت کی علامت ہے مکمل تعیین نہیں۔

مرغ کیا کہتا ہے؟: ابن عباسؓ نے فرمایا مرغ کہتا ہے: ''اذكروا الله يا غافلين. خواب غفلت میں پڑے سونے والو اٹھو اللہ کو یاد کرو۔ پرندوں کی بولیوں کے متعلق تفسیر خازن در سورۃ النمل آیت نمبر ۱۵ میں مفصل بحث ہے۔ اور سلیمان علیہ السلام کے ان کی آوازوں کے سمجھنے اور احباب واصحاب کو بتانے کا ذکر موجود ہے۔ ان جماعة من اليهود قالوا لابن عباس، انا سائلوك عن سبعة اشياء، ان اخبرتنا آمنا وصدقنا، فقال سلوا تفقها لا تعنتا، قالوا اخبرنا: ما تقول القنبرة في صفير ها، والديلك في صعيقه والضفدع في نقيقه والحمار في نهيقه والفرس في صهيله وما ذا يقول الزرزور والدراج؟ قال نعم! اما لقنبر فانه يقول: ''اللهم العن مبغض محمد وآل محمد والديلك........ اذكروا الله يا غافلين واما الضفدع........ سبحان الله المعبود في البحارد والضفدعة........ سبحان المذكور بكل لسان واما الحمار........ اللهم العن العشار واما الفرس........ اذا التقى الجمعان سبوح قدوس رب الملئكة والروح واما الزرزورء........ اللهم اني اسالك قوت بيوم يا رزاق واما الدراج........ الرحمن على العرش استوى، فاسلم هؤلاء اليهود حسن اسلامهم. اور مزید اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

حدیث ثانی: فسلوا الله من فضله. قال القاضي: سببه رجاء تأمين الملائكة على الدعاء واستغفارهم وشهادتهم بالتضرع والاخلاص. (عون) اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنے کا حکم اس لیے کہ فرشتے آمین کہیں۔ استغفار کریں اور عجز واخلاص پر گواہ ہو جائیں اس امید پر فرمایا تم مرغ کی آواز سن کر دعا مانگو۔ نهيق الحمار فتعوذوا. پناہ مانگنے کی وجہ یہی ہے کہ شر وشیطان سے حفاظت ہو اور نیکی کی عادت ہو نصیب رسول اللہؐ کی شفاعت ہو۔ علامہ طیبیؒ نے کہا ہے کہ مرغ کی آواز حیوانات میں سے ذاکرین کے قریب ہے کہ عموماً اوقات نماز میں بولتا ہے اور گدھے کی آواز مبغوض ترین ہے حیوانات میں سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والوں (شیطان) کے قریب ہے۔

صالحین کے ذکر پر نزول رحمت: قيل في الحديث دلالة على نزول الرحمة عند حضور اهل الصلاح، فيستحب الدعاء في ذلك الوقت، وعلى نزول الغضب عند رؤية اهل المعصية فيستحب التعوذ. (عون)

فانها رأت شيطانا. رأت فعل مؤنث ہے اصول کے مطابق رأى مذکر کا صیغہ آنا چاہیے چنانچہ بخاری مسلم میں فانه رأى شيطانا مروی ہے کیونکہ لفظ حمار مذکر ہے۔

مرغ وحمار کے فرشتوں اور شیطان کے دیکھنے کی تفصیل:........ ليس المعنى انها لا تصوت الا اذا رأت ملكا

او شیطانا، فان صیاح الدیکة وذالك نهیق الحمار کثیرا ما یکون لعوارض واسباب غیر رؤیة الملك والشیطان بل المعنی ان صوتهما قدیکون لذلك ایضا فلا یتعین ای الاصوات لذلك وایها لغیره فیستحب الدعوة والتعوذ عند کل تصویت......... والبرکة تنزل حیث وجود الصالح.....(بذل)

حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ مرغ کا ہر وقت بولنا فرشتوں کو دیکھنے کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ یہ کہ گدھا ہر وقت شیطان کو دیکھ کر ہینکتا ہے، بلکہ کبھی کبھار کسی دوسرے سبب بھوک پیاس دھوپ، تپش یا مار وغیرہ کی وجہ سے بولتے ہیں اور کبھی فرشتوں اور شیطان کو دیکھ کر پھر یہ فرق کیسے معلوم ہو کہ اب کس وجہ سے بول رہے ہیں اس کے لیے کوئی حتمی نشانی نہیں تھی اس لیے مطلقاً دعاء اور پناہ کا حکم دے دیا تا کہ خالی نہ رہیں اور یہاں بھی ہے کہ صالحین کے ذکر کے وقت برکت ورحمت اترتی ہے۔

حدیث ثالث: اس میں گدھے کے ساتھ کتے کا بھی ذکر ہے اور تعوذ کی وجہ وہی ہے جو پہلے گذری۔ ما لا ترون. ای الآفات والنوازل النازلة من السماء. (بذل وعون) حیوانات کو کیونکہ مصائب کا ادراک ہوتا ہے اس لیے فرمایا ان کے چلانے اور بلبلانے پر پناہ طلب کرو۔

حدیث رابع: اقلّوا الخروج بعد هدؤة الرجل. فی النهایة: الهدأة والهدوء السکون عن الحرکات ای بعد ما یسکن الناس عن المشی والاختلاف فی الطرق. هدأة او هدوء کا معنی سکون ووقار اور چپ چاپ ہونا مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں کی آمد ورفت کم اور ختم ہو جائے تو کھلے راستوں پر کم نکلا کرو کہ سانپ بچھو ہوام وحشرات الارض کھلے راستے پر آ جاتے ہیں جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

(۱۱۶) بَابٌ فِي الْمَوْلُودِ فَيُؤَذَّنُ فِي أُذُنِهِ

بچے کے کان میں (اس کی پیدائش کے بعد) اذان دینا

(۸۲۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَاصِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَّنَ فِيْ أُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ حِيْنَ وَلَدَتْهُ فَاطِمَةُ بِالصَّلَاةِ.

''مسدد' یحیٰی' سفیان' عاصم بن عبید اللہ' عبید اللہ' ان کے والد حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے کان میں جب وہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پیدا ہوئے ایسی اذان دی کہ جیسی نماز کے لئے اذان دیتے ہیں۔''

(۸۲۳) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيَدْعُوْلَهُمْ بِالْبَرَكَةِ زَادَ يُوْسُفُ وَيُحَنِّكُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بِالْبَرَكَةِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' محمد بن فضیل (دوسری سند) یوسف بن موسیٰ' ابو اسامہ' ہشام' عروہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے برکت کی دُعا فرماتے اور کھجور چبا کر ان کے مُنہ میں دیتے۔''

(۸۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِى الْوَزِيْرِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَطَّارُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أُمِّ حُمَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ رُئِىَ أَوْ كَلِمَةٌ غَيْرُهَا فِيْكُمُ الْمُغَرِّبُوْنَ قُلْتُ وَمَا الْمُغَرِّبُوْنَ قَالَ الَّذِيْنَ يَشْتَرِكُ فِيْهِمُ الْجِنُّ.

''محمد بن مثنیٰ' ابراہیم' داؤد بن عبدالرحمٰن' ابن جریج' ان کے والد' اُمّ حمید' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کسی شخص نے مُغرّبین دیکھے ہیں میں نے عرض کیا مغربین کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مُغرّبین وہ ہیں کہ) جن میں جنات کی شرکت ہو۔''

تشریح: اس باب کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ نے انسانیت کو ہر وہ طریقہ بتلایا ہے جو اسے شرور وفتن اور بے حیائی سے بچا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب دلا سکتا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ہر انسان شیطانی بہکاوے سے محفوظ رہے اور ایک اچھا انسان اور صاحب ایمان بنے اس کے تحفظ کے لیے ولادت سے پہلے بلکہ نطفہ ٹھہرنے سے بھی پہلے تک کی ہدایات دی ہیں کہ بچے کے ماں باپ میاں بیوی ہمبستر ہوتے وقت دعاء پڑھیں کہ بچہ باایمان رہے گا شیطان اسے کافر نہیں بنا سکے گا پھر دوران حمل والدہ رزق حلال اور پاکیزہ غذا کا اہتمام کرے اور باہم میل ملاپ اور بات چیت میں فحاشی و بے ہودگی سے بچیں کہ اس کا بھی بچے پر اثر ہوتا ہے چنانچہ اطفال کے ماہرین اطباء کا کہنا ہے کہ رحم مادر میں بچہ روح پھونکے جانے کے بعد باہر کے ماحول سے تأثر لیتا ہے اور ایک ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا ہے کہ وہ باہر کی آواز کو سنتا ہے واللہ اعلم۔ پھر پیدائش کے بعد جو کچھ ماں باپ کو کرتے دیکھتا ہے اور جیسی غذا سے نشو ونما پاتا ہے، بڑا ہو کر وہی گل کھلاتا ہے۔

اس لیے شریعت مطہرہ نے روز اول سے اہتمام وادعیہ سے روشناس کرایا ہے کہ جماع سے پہلے دعا پڑھیں، پاکیزہ غذا کا خیال رہے، پیدا ہو تو دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہیں، نام اچھا رکھیں، تربیت شریعت وصحت کے اصولوں کے مطابق کریں، بولنے لگے تو ''اللہ، رسول'' یاد کرائیں، کلمہ یاد کرائیں اور اللہ تعالیٰ سے اصلاح وفلاح کی دعاء کرتے رہیں۔

اس کے برعکس اگر نکاح فحاشی وعریانی میں ہوا، شادی گانے، باجے کے منحوس سائے میں ہوئی، گھونگھٹ بیہودگی کے جھرمٹ میں کھلا، دوران حمل حلال وحرام کی تمیز نہ رہی اور ولادت پر بھی خدا یاد نہ رہا اور بچے نے موسیقی کے آلات اور شیطانی چرخوں کے سامنے آنکھ کھولی، ایک مرتبہ بھی ماں بھولے سے لفظ اللہ نہ بولی، تو اس بچے میں حیاء ووفا کہاں اور خدمت وہمت کہاں اور ماں باپ کی سچی محبت کہاں ترکہ ووراثت پر قبضے تک جوتے اٹھانا تو اس کی مجبوری ہے ورنہ اس کے نزدیک تو جوتے لگانا ضروری ہے کہ یہ اس کی غلط تربیت وعادت اور مجبوری ہے۔

بو آئے کیا بچو سے ماں باپ کے اطوار کی ۔۔۔ دودھ ڈبو کا اور تعلیم ہے سرکار کی

حدیث اول: پہلی اور دوسری حدیث میں بچے کے کان میں اذان اور تحنیک وگھٹی ڈالنے کا عملی ذکر ہے اور یہی مسنون ہے کہ بچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام سنے اور سب سے پہلے اللہ ہی بولے اذان واقامت کا طریقہ ابھی گذرا یہ بھی خبردار کر دیا گیا کہ اذان

واقامت ہو چکی اب صرف نماز (جنازہ) ہونی ہے۔ دنیا کی زندگی یہ بیچ کا ذرا سا وقفہ ہے اور بس!

بالصلوۃ کا معنی ہے باذان الصلوۃ نماز والی اذان وہاں بھی صلوۃ وسلام نہ شروع کردیں۔ گھٹی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی میٹھی چیز چبا کر بالکل نرم کر کے بچے کے منہ پر تالو سے چپکا دیں اور رکھ دیں آپ ﷺ کھجور چبا کر گھٹی دیتے تھے چنانچہ ہم نے ام سلیم کے بچے کے متعلق پڑھا ہے۔ (انعام المنعم اول ص ۴۳۰ باب ۵۷)

حدیث ثالث: هل رُئي او كلمة غيرها فيكم المغربون. آپ ﷺ نے امی عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کیا تم میں مغربون یعنی مخلوط الجنس ہیں راوی کو شک ہے کہ ہل رئی کے الفاظ ہیں یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ۔

مغربون کی تعیین اور وجہ تسمیہ: (۱) فی القاموس! المغرّبون بكسر الراء المشددة في الحديث الذين تشترك فيهم الجن، سموا به لانّه دخل فيهم عرق غريب او لمجيئهم من نسب بعيد. (۲) المغربون بكسر الراء المشددة قيل اى المبعدون عن ذكر الله تعالى عند الوقاع (الجماع) حتى شارك فيهم الشيطان. (فتح الودود) (۳) وقيل المغرب من الانسان من خلق من ماء الانسان والجن، وهذا معنى المشاركة. (عون) (۴) وقيل اراد بمشاركة الجن فيهم امرهم اياهم بالزنا وتحسينه لهم فجاء اولادهم من غير رشدة كما قال الله تعالى "وشاركهم في الاموال والاولاد" مذکورہ عبارتوں میں مغرب کا معنی ومصداق مع وجہ تسمیہ خوب واضح طور پر مذکور ہے مغرب غریب اور اجنبیت کے معنی میں ہے جس کا مطلب ہے کہ دعاء کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی سے تیسرا اجنبی جن بھی حصے دار ہو گیا اور ولادت پانے والا بچہ مغرب ہوا یعنی غیر جنس اور اجنبی کا حصہ بھی اس میں ہے۔ قاموس میں یہ بیان ہوا کہ یہ لفظ راء مشدد اور کسرہ کے ساتھ ہے۔ اس کا معنی ہے کہ جن وشیطان وطی میں شریک ہوا اس کی وجہ واضح ہے کہ خلاف جنس اور دور سے اس کے نسب میں شریک ہوا اور نئی رگ اس میں آ گئی۔ دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ مغرب بمعنی مبعد کہ جماع کے وقت اللہ کی یاد اور دعاء سے دور ہوا کہ شیطان نے حصہ ڈال لیا۔ اطعمہ میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ جس گھر اور کھانے میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں تو شیطان کہتا ہے چلو "لا مبيت لكم ولا طعام لكم" کہ اس نے تو بسم اللہ پڑھ لی اور اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا۔ تیسرے قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان اور جن کے نطفے کے اشتراک سے یہ بچہ پیدا ہوا۔ چوتھے قول کا مطلب پہلے تینوں سے جدا ہے کہ اس سے مراد شیطان کا میاں بیوی کو زنا پر اکسانا اور اس کی اچھائی اور لذت میں بہکانا ہے اور اس کے بہکاوے میں آ کر زنا سے جو حرامی بچہ پیدا ہو گا اس کے ولد الزنا ہونے میں شیطان کا حصہ ہوا کہ یہ پٹی اس نے پڑھائی تھی۔

فائدہ: اس حدیث کا باب سے ربط اس طرح ہوا کہ اذان واقامت اور دعاء جس طرح بچے کے لیے مفید ہے اور اسے شرور وفتن سے بچانے کے لیے مؤثر ہے اسی طرح جماع سے پہلے دعاء پڑھنا بھی ایمان دار رہنے کی ضمانت ہے۔ حدیث پاک میں اثل ہے۔ "هل تحس منكن امرأة ان الجن تجامعها" اس کی تشریح میں عون میں ہے "ولعله ارادما هو معروف ان بعض النساء يعشق لها بعض الجن ويجامعها. یہ پہلے سے مشہور تھا کہ بعض جن کہ عورت پر فریفتہ ہو کر اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں جو زنا اور حرام ہے اگر تلاوت وعبادت پر مداومت رہے تو اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں گے۔

بچے کو زنا سے محفوظ رکھنے کی دعاء: يسنّ ايضا ان يقرأ في اذن المولود "قل هو الله احد" قال بعضهم

خاصيتها ان من فعل به ذلك لم يزن مدة عمره. (بذل حاشیہ)

اس کا حاصل یہ ہے کہ جس بچے یا بچی کے کان میں سورۃ اخلاص پڑھ لی تو یہ پوری زندگی زنا سے محفوظ ہوں گے۔ اور بچے کے بیر چرانے کا واقعہ تو معروف ہے کہ ماں نے ایام حمل میں بلا اجازت پڑوسی کی لٹکی ٹہنی سے ایک بیر کھالیا تو بچے نے بھی بیر ہی چرایا اس لیے ہمیں خوب خیال رکھنا چاہیے کہ اب مسئلہ صرف میاں بیوی دو کا نہیں بلکہ آگے پوری نسل کا ہے کہ انہیں کی عادات و اثرات منتقل ہوں گے۔

انسانوں اور جنوں کا آپس میں نکاح؟: یہ مسئلہ دراصل کتاب النکاح کا ہے ہوسکتا ہے ہم نے نہ پڑھا ہو اس لیے درج کیا جاتا ہے۔ بذل میں اسی جگہ حاشیہ پر اشارہ دیا گیا ہے اور فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۸۱ میں مذکور ہے۔ **فی الاشباه عن السراجية لا تجوز المناكحة بين بنى آدم والجن، وانسان الماء لاختلاف الجنس، واجاز الحسن البصرى كما فى البحر..... الاصح انه لا يصح نكاح آدمى جنية كعكسه لاختلاف الجنس فكانوا كبقية الحيوانات. بلفظه،**

اس کا حاصل یہ ہے کہ بنی آدم، جن اور سمندری انسان یہ تین جدا جدا جنسیں ہیں۔ ان کا نکاح خلاف جنس ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔ جیسا کہ دوسری جنس کے جانداروں سے نہیں۔ سمندری انسان کا ذکر اطعمہ کے باب ۳۶ فی السمک الطافی میں گذرا ہے اس کا اوپر کا نصف آدمی کے مشابہ ہوتا ہے اور نچلا دھڑ مچھلی کی مانند پانی میں رہتا ہے سونامی کے دنوں میں بعض لوگوں نے انہیں دیکھا ہے۔

(۱۱۷) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْتَعِيذُ مِنَ الرَّجُلِ

کوئی شخص کسی شخص سے پناہ مانگے تو کیسا ہے؟

(۸۲۵) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قَالَ نَصْرُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَهِيكٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِوَجْهِ اللّٰهِ فَأَعْطُوهُ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ مَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ.

''نصر بن علی، عبیداللہ بن عمر، خالد بن حارث، سعید نصر بن ابی عروبہ، قتادہ، ابونھیک، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ کی پناہ مانگے اس کو پناہ دو اور جو شخص اللہ کے نام پر مانگے اس کو دے دو۔''

(۸۲۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَسَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ الْمُعْنَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنِ اسْتَعَاذَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ وَمَنْ سَأَلَكُمْ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوهُ وَقَالَ سَهْلٌ وَعُثْمَانُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ ثُمَّ اتَّفَقُوا وَمَنْ آتَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَافِئُوهُ قَالَ مُسَدَّدٌ وَعُثْمَانُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَادْعُوا اللّٰهَ لَهُ حَتّٰى تَعْلَمُوا أَنْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ.

''مسدد، سہل، ابوعوانہ (دوسری سند) عثمان بن ابی شیبہ، جریر، اعمش، مجاہد، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں جو شخص اللہ کی پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو اور تم سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگے تو اس کو دے دیا کرو سہل اور عثمان نے بیان کیا کہ جو شخص تمہاری دعوت کرے تو تم اس کو قبول کرو اور تم پر جو شخص احسان کرے تو اس کا صلہ دو۔ مسدد اور عثمان نے بیان کیا کہ اگر تم اس کا عوض نہ دے سکو تو اس شخص کے لئے دُعا کرو یہاں تک کہ تم سمجھ لو کہ اس شخص کے احسان کا بدلہ تم نے چکا دیا ہے۔"

تشریح: اس باب کی دو حدیثوں میں انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کا بیان ہے کہ حتی المقدور کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہو تو نیکی ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اپنے نفس اور غصے کو دبالیں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور وہ بھی اپنا غضب وغصہ ٹھنڈا کرلے گا۔

حدیث اول: **من استعاذ منکم فاعیذوہ. قال العلقمی: ای یسألکم باللہ وبوجه اللہ ان تلجؤہ الی ملجًا یتخلص به من عدوّہ ونحوہ فاعیذواہ.** (عون) علقمیؒ نے اس کا معنی یہ بیان کیا کہ جب وہ تم سے اپنے دشمن سے بچنے کے لیے پناہ ومدد مانگے اور تمہارے بس میں ہے تو اس کی اعانت کرو اور پناہ دو۔ اسے کوئی گزند پہنچاتا ہے اسے روکو کوئی اس کی تحقیر وتذلیل کر رہا ہے یا اس کی عزت پہ دھبہ لگا رہا ہے اور تمہارے لیے ممکن ہے تو اس کی ضرور مدد کرو۔

حدیث ثانی: **ومن دعا کم فاجیبوہ. ای وجوبا ان کان لولیمة عرس، وند بافی غیرھا، ویحتمل من دعاکم لمعونة او شفاعة، قاله العزیزی.** (عون) بلانے کا پہلا مطلب دعوت ہے جس پر تفصیلی کلام اوائل اطعمہ میں ہو چکا ہے لا مزید علیہ۔ دوسرا احتمال بلانے سے اعانت وشفاعت کے لیے ہے بہر دو صورت ہمیں اپنی حیثیت کے مطابق ایک مظلوم ومجبور انسان کی مدد کرنی چاہیے۔

فائدہ: اس سے یہ بات واضح طور پر سامنے آئی کہ آدمی غلام، ملازم، شاگرد، بچے وغیرہ کو سزا دیتا ہے اور مارتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے دے اور سچی معافی مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے نام کی لاج رکھتے ہوئے اسے چھوڑ دیں اور نہ یہ کے غصے کی تاب نہ لاتے ہوئے اللہ کے نام اور واسطے کی پرواہ نہ کریں۔ **ھکذا قال الشیخ التھانویؒ.**

(۱۱۸) بَابٌ فِيْ رَدِّ الْوَسْوَسَةِ

وسوسہ رفع کرنے کا طریقہ

(۸۲۷) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ زُمَيْلٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ مَا شَيْءٌ أَجِدُهُ فِيْ صَدْرِيْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا أَتَكَلَّمُ بِهِ قَالَ فَقَالَ لِيْ أَشَيْءٌ مِنْ شَكٍّ قَالَ وَضَحِكَ قَالَ مَا نَجَا مِنْ ذٰلِكَ أَحَدٌ قَالَ حَتّٰى أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ الْآيَةَ قَالَ فَقَالَ لِيْ إِذَا وَجَدْتَ فِيْ نَفْسِكَ شَيْئًا فَقُلْ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.

"عباس، نضر بن محمد، عکرمہ بن عمار، ابوزمیل سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا (نہ معلوم)

میرے دِل کو کیا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا کیا بات ہے' کیا ہو گیا؟ میں نے کہا واللہ میں ان باتوں کو بیان نہیں کر سکتا انہوں نے فرمایا کیا کوئی شبہ ہے اور پھر ہنسنے لگے اور فرمایا اس سے کوئی شخص محفوظ نہیں رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اگر تم کو اس کلام میں شبہ ہے جو ہم نے آپ پر نازل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے دریافت کرلیں جو کتاب (یعنی توریت' انجیل) پڑھتے ہیں آپ سے پہلے۔ آخر آیت تک۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب تمہارے دِل میں اس قسم کے خیالات آئیں تو تم یہ آیت پڑھو: ((هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ))۔''

(۸۲۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَائَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَجِدُ فِیْ أَنْفُسِنَا الشَّیْءَ نُعْظِمُ أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهِ أَوِ الْكَلَامَ بِهِ مَا نُحِبُّ أَنَّ لَنَا وَأَنَّا تَكَلَّمْنَا بِهِ قَالَ أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ صَرِيْحُ الْإِيْمَانِ.

''احمد بن یونس' زہیر' سہیل' ان کے والد' ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ اپنے دِلوں میں اس قسم کے وسوسے محسوس کرتے ہیں کہ جن کو بیان کرنا ہمارے پر بہت گراں ہے اور ہم ان کو نقل کرنا نہیں چاہتے آپ نے دریافت فرمایا کیا تم واقعی لوگوں کو وسوسے پیش آتے ہیں؟ ان حضرات نے عرض کیا جی ہاں' آپ نے فرمایا یہ بات تو خاص ایمان کی علامت ہے۔''

(۸۲۹) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ وَابْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ ذَرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَحَدَنَا يَجِدُ فِیْ نَفْسِهِ يُعَرِّضُ بِالشَّیْءِ لَأَنْ يَكُوْنَ حُمَمَةً أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ كَيْدَهُ إِلَى الْوَسْوَسَةِ قَالَ ابْنُ قُدَامَةَ رَدَّ أَمْرَهُ مَكَانَ رَدَّ كَيْدَهُ.

''عثمان بن ابی شیبہ' ابن قدامہ' جریر' منصور' زر' عبداللہ بن شداد' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں سے کسی کے دِل میں اس طرح کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کو بیان کرنے سے راکھ بن جانا یا جل کر کوئلہ بن جانا اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سُن کر) ارشاد فرمایا: اللہ اکبر' اللہ اکبر اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے شیطان کے مکروفریب کو وسوسہ میں بدل دیا۔''

تشریح: اس باب کا حاصل یہ ہے کہ شیطان ''بھاگتے چور کی لنگوٹی سہی''، پر سو فیصد عمل کرتا ہے اور انسان کو بدعمل کرتا ہے اس کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ نماز کا خیال ہی نہ آئے اور اگر یاد آ جائے تو سستی و مجبوری کی نظر ہو جائے اور اگر بالکل ہی پڑھنے پر بندہ آمادہ ہو جائے تو پھر آخری داؤ چلاتا ہے کہ استحضار اور دلجمعی نہیں ہونے دیتا وسوسے اور خیالات کے جال ڈال دیتا ہے۔ اور آدمی کو زچ کر دیتا ہے...... یہی موقع ثابت قدمی اور دلیری کے اظہار کا ہوتا ہے کہ بھلے کچھ ہو مجھے نماز نہیں چھوڑنی تلاوت و ذکر عبادت و تسبیح میں لگے رہنا ہے جب نماز تک شیطان ہمیں نہیں چھوڑتا تو ہم ایسے باولے کیوں ہیں کہ اس کے وسوسے ڈالنے کی وجہ سے نماز چھوڑ دیں۔ وسوسوں کا آنا برا نہیں قصدا لانا برا ہے، پھر ہم کیوں گھبرائیں صحابی رسول رہنمائے امت معیار ایمان مبشر بالجنہ کو نہیں چھوڑتا تو ہم ''کس کھیت کی مولی ہیں'' جی ہاں وسوسے کی پیروی کرنا تانا بانا ملانا دائیں بائیں سوچنا پروگرام ترتیب دینا وغیرہ یہ غلط

ہیں اور صرف وسوسے پر گرفت نہیں۔ شیطان کی تو کوشش ہوتی ہے کہ ایمان سے خارج کر دے اور کفر میں مبتلا کر دے، لیکن جب اس میں کامیاب نہ ہوا تو وسوسہ کفر و معصیت میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے نصرت و استقامت اور حفاظت مانگتے رہیں اس مردود سے پناہ مانگتے رہیں اور عمل میں عزم و ہمت سے لگے رہیں لفظ شک کی نسبت تو محبوب کائنات کی طرف بھی موجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت و عصمت کی وجہ سے بچے رہے، ابن عباسؓ نے سورۃ یونس کی آیت نمبر ۹۴ کی تلاوت فرمائی جس میں آپؐ کا ذکر ہے اور سمجھانا امت کو مقصود ہے۔

واقعہ: محیٔ السنہ حضرت مفتی عبدالقادر صاحب سے سنا تھا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ایک مرتبہ وضو کر کے نماز کی صف میں آ گئے اور تکبیر تحریمہ ہونے ہی والی تھی کہ خیال آیا شاید وضو میں کوئی کمی رہ گئی ہے فوراً واپس ہوئے وضو کیا اور نماز میں شریک ہوئے لیکن تکبیر تحریمہ فوت ہو گئی پھر دوسرے دن عین اسی وقت خیال آیا کہ استنجا صحیح نہیں ہوا لوٹے استنجا کیا وضو کر کے نماز میں پہنچے رکعات نکل چکی تھی، پھر تیسرے روز بھی یہی وسوسہ اور تماشا ہوا تو بھانپ گئے یہ وضو میں کمی نہیں عدو مبین کا داؤ ہے، بس باوجود وضو کے ناقص ہونے کے خیال کے نیت باندھ لی اب زوردار خیال آ رہا ہے کہ وضو کے بغیر نماز نہ ہوگی اور بغیر وضو کے سجدہ کفر ہے، لیکن حضرت نے نماز نہ چھوڑی جمے رہے اور دشمن مردود نامراد ہو کر لوٹا پھر نہ آیا کیونکہ یہاں داؤ نہ چلا۔ تو شیطان کا حملے کا انداز مختلف ہوتا ہے اس لیے بے بس نہ ہوں ہمت سے چلتے رہیں یہ تو مرتے دم تک نہ چھوڑے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا معروف واقعہ ہے کہ آخری لمحات میں شیطان نے ان سے کہا احمدؒ تو میرے داؤ سے بچ گیا تو انہوں نے فرمایا نہیں نہیں جب تک روح پرواز نہ کر جائے تب تک تجھ سے امن نہیں۔

وسوسوں سے بچنے کا طریقہ: برے خیالات سے بچنے کے لیے ایک دعا تو حدیث باب میں موجود ہے "هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم" اسی طرح "لاحول ولا قوة الا بالله" کا کثرت سے ورد بہت مفید ہے تعوذ پڑھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہنا یہ چیزیں حفاظت کا ذریعہ ہیں بالکل وسوسے ختم تو نہیں ہوں گے کم ضرور ہو جائیں گے۔ پھر ایک ضروری بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو بری محافل فضول کتابچے اور بیکار چیزیں دیکھنے اور پڑھنے سے گریز ہو نظر کی حفاظت رہے بالکل اکیلے اور خالی نہ رہیں کام کاج میں لگے رہیں تو پھر شیطان کو وسوسے ڈالنے کا موقع کم ملتا ہے۔ بالخصوص جو اللہ کی یاد میں ہو ہاں تھوڑا سا بھی موقع پاتا ہے تو حملہ کر دیتا ہے عزم و ہمت اور محنت ہماری نتیجہ بر ذات باری۔

(۱۱۹) بَابٌ فِيْ الرَّجُلِ يَنْتَمِيْ إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ

جو غلام اپنے آزاد کرنے والے کو چھوڑ کر دوسرے کو اپنا آزاد کرنے والا بتلائے؟

(۸۳۰) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمُ نِ الْأَحْوَلُ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ قَالَ فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرَةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ قَالَ عَاصِمٌ فَقُلْتُ يَا أَبَا عُثْمَانَ لَقَدْ شَهِدَ عِنْدَكَ رَجُلَانِ أَيُّمَا رَجُلَيْنِ فَقَالَ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَأَوَّلُ مَنْ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ فِيْ الْإِسْلَامِ يَعْنِيْ سَعْدَ بْنَ

مَالِكٍ وَالْآخَرُ قَدِمَ مِنَ الطَّائِفِ فِيْ بِضْعَةٍ وَعِشْرِيْنَ رَجُلًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ فَذَكَرَ فَضْلًا قَالَ النُّفَيْلِيُّ حَيْثُ حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَاللّٰهِ إِنَّهُ عِنْدِيْ أَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَعْنِيْ قَوْلَهُ حَدَّثَنَا وَحَدَّثَنِيْ قَالَ أَبُوْ عَلِيٍّ وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوٗدَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُوْلُ لَيْسَ لِحَدِيْثِ أَهْلِ الْكُوْفَةِ نُوْرٌ قَالَ وَمَا رَأَيْتُ مِثْلَ أَهْلِ الْبَصْرَةِ كَانُوْا تَعَلَّمُوْهُ مِنْ شُعْبَةَ.

''نفیلی' زہیر' عاصم احول' ابوعثمان' حضرت سعد بن مالک سے روایت ہے کہ میرے کانوں نے سنا اور میرے دِل نے یاد رکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والد کے علاوہ قصداً خود کو دوسرے کسی کا بیٹا قرار دے تو اس پر جنت حرام ہے۔ ابوعثمان نے بیان کیا کہ یہ حدیث سن کر میں نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے بیان کیا کہ میرے کانوں نے سنا اور میرے دِل نے یاد رکھا کہ آنحضرت ﷺ نے اسی طریقہ سے ارشاد فرمایا۔ عاصم نے بیان کیا کہ میں نے ابوعثمان سے کہا کہ آپ کے ہاں دو مردوں نے گواہیاں دیں تو وہ دو مرد کون کونسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ایک تو ایسے مرد ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے راہ اللہ میں تیر پھینکا دوسرے وہ ہیں کہ جو کہ (مقام) طائف سے بیس سے زیادہ افراد کے ساتھ پیدل آئے پھر ان کی فضیلت بیان کی۔ ابوعلی بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد سے میں نے فرماتے ہوئے سنا نفیلی نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا اللہ کی قسم مجھے یہ حدیث شہد سے زیادہ میٹھی معلوم ہوتی ہے یعنی لفظ حدثنا اور حدثنی' ابوعلی بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے احمد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ کوفہ کے حضرات کی حدیث میں نور نہیں موجود ہے۔ احمد نے فرمایا میں نے بصرہ کے حضرات کی طرح کسی کو نہیں دیکھا جنہوں نے حضرت شعبہ سے پڑھا ہے۔''

(۸۳۱) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِيْ يَعْقُوْبَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَلَا صَرْفٌ.

''حجاج' معاویہ' زائدہ' اعمش' ابوصالح' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آقا کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں سے ولاء کرے تو اس پر اللہ کی' فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے روز نہ اس کے فرض قبول ہوں گے اور نہ نفل۔''

(۸۳۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ سَعِيْدٍ وَنَحْنُ بِبَيْرُوْتَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْمُتَتَابِعَةُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

''سلیمان' عمر' عبدالرحمٰن' جابر' سعید' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص اپنے والد کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا والد قرار دے یا اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے کو آقا قرار دے تو اس پر لگاتار قیامت تک اللہ کی لعنت۔''

تشریح: اس باب سے دور جاہلیت کی ایک غلط روش کی تردید اور ابطال ہے جیسا کہ ہم نے بخاری ثانی میں ''باب لا نکاح الا بولی'' پڑھا ہے کہ نکاح کے چار طریقے رائج تھے جن میں سے ایک کے سوا باقیوں کو باطل کر دیا پھر اولاد پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے

بیٹا کس کا اور منسوب کس کی طرف نسبت منع ہے اسی طرح اپنی قومیت بدلنا بھی حرام ہے۔

حدیث اول: اس میں واقعہ یہ ہے کہ جب ابو عثمان کو اس کے استاد سعد بن مالک نے یہ حدیث بیان کی تو ابو عثمان اصلاح واطلاع کی غرض سے ابو بکرہ سے ملے یہ ابو بکرہ زیاد بن عبید ثقفی کے اخیافی بھائی تھے اور زیاد اپنے آپ کو زیاد بن ابی سفیان کہتا.........

جس کی وجہ یہ ہے کہ دور جاہلیت میں ابوسفیان نے زیاد کی ماں سے زنا کیا تھا اس لیے یہ زیاد اپنے آپ کو زیاد بن ابی سفیان کہتا تھا حالانکہ زانی کے لیے نسب ثابت نہیں ہوتا بلکہ "الولد للفراش وللعاهر الحجر" کے مسلم اصول کی وجہ سے یہ بچہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوگا جس کے عقد میں اس کی ماں ہے۔ تو ابو عثمان کا مقصد یہ تھا کہ میں ابو بکرہ سے کہوں کہ اپنے بھائی زیاد سے کہہ کہ وہ اس کی اصلاح کرے لیکن ابو بکرہ نے بتلایا کہ میں زیاد سے بات کر چکا ہوں۔ مگر اسے پرواہ نہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں **وذلك ان زياد هذا المذكور، هو المعروف بزياد بن ابى سفيان، ويقال فيه زياد ابن ابيه، ويقال زياد ابن امه، وهو اخو ابى بكرة لامه، وكان يعرف بزياد بن عبيد ثقفى، ثم ادعاه معاوية بن ابى سفيان، والحقه بابيه ابى سفيان.......** (مسلم کتاب الایمان)

ليس لحديث اهل الكوفة نور. علم حدیث کی ترویج وروایت میں کوفہ وبصرہ کا ایک نام تھا اور ان دونوں شہروں میں خوب حدیث مبارکہ کے درس اور مجالس ہو رہی تھیں، پھر اہل بصرہ تنقیح وتنقید اور جرح وتعدیل کا خوب خیال کرتے اور چھان پھٹک کر سنتے اور بیان کرتے، ان کی بنسبت اہل کوفہ تساہل کرتے اور اتنا اہتمام نہ کرتے جتنا اہل بصرہ میں تھا اس پس منظر میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اہل کوفہ کی حدیث بالکل واضح ونمایاں اور روشن نہیں ہوتی سند میں مکمل چھان بین نہ ہونے کی وجہ سے جب کہ اہل بصرہ کی حدیث بالکل روشن اور واضح ہوتی ہے۔ کیونکہ اہل کوفہ اخبار واحادیث اور سند وعنعنہ میں فرق نہیں کرتے اور یہ اس زمانے اور منظر نامے کا بیان ہے جس میں امام احمدؒ نے اسے پایا ورنہ اس سے پہلے حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ، عقلمہؒ، اسودؒ اور کبار محدثین وائمہ گذرے ہیں جو یقین وتوکل کا نشان تھے اور قرآن حدیث کے مستنبط اور علمبردار پرہیزگار تھے۔ **ولكن ليس ذلك مطردا في حديث جميع اهل الكوفة، بل استثنى منه حديث بعض الحفاظ من اهل الكوفة** (عون) **وذلك لعدم اعتنائهم (اهل الكوفة) بالاسانيد الصحيحة كا عتناء اهل الحجاز والبصرة والشام، ولا يبالون هل هى بصيغة الاخبار او العنعنة، ولا يفرقون بين مرتبة الاتصال والانقطاع والارسال.....** (عون)

سعد بن ابی وقاصؓ کا ذکر ہے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور غزوۂ احد میں خوب تیر اندازی کرنے والے ہیں۔

حدیث ثالث: **ونحن ببيروت** یہ سوریہ کا اس وقت دار الخلافہ ہے۔

(۱۲۰) بَابٌ فِي التَّفَاخُرِ بِالْأَحْسَابِ

حسب ونسب پر ناز کرنا

(۸۳۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعَافَى ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَهٰذَا

حَدِيثُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِى سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ أَنْتُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ لَيَدَعَنَّ رِجَالٌ فَخْرَهُمْ بِأَقْوَامٍ إِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِنْ فَحْمِ جَهَنَّمَ أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللّٰهِ مِنَ الْجِعْلَانِ الَّتِى تَدْفَعُ بِأَنْفِهَا النَّتِنَ.

''موسیٰ بن مروان' معافی (دوسری سند) احمد بن سعید' ابن وہب' ہشام' سعید' ان کے والد' ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دورِ جاہلیت کے تکبر اور غرور اور اپنے آباء واجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا۔ اب انسان دو قسم کے ہیں یا مؤمن متقی ہیں یا فاجر بد بخت ہیں (یاد رکھو) تم سب آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کی خاک سے پیدائش ہوئی (تو تمام انسانوں کی اصل برابر ہے) تم لوگوں کو چاہئے کہ اپنی اپنی قوم پر فخر کرنا ترک کر دو وہ تو دوزخ کے کوئلوں میں سے ایک کوئلہ ہیں (اگر تکبر وفخر نہ چھوڑا تو) اللہ تعالیٰ کے ہاں گوبر کے کیڑے سے (زیادہ) ذلیل ہیں وہ گوبر کا کیڑا جو کہ گندگی کو اپنی ناک سے دھکیل کر لے جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے فخر کرنا نہ چھوڑا تو دُنیا اور آخرت میں ذلیل ہو جاؤ گے)''

تشریح: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے لیے قابل فخر چیز نسب و برادری نہیں بلکہ تقویٰ و پرہیز گاری ہے قول باری تعالیٰ ہے ''ان اکرمکم عند اللہ اتقکم'' (حجرات:۱۳) سب سے زیادہ باعزت اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں متقی و پرہیز گار ہے۔ اسی کا تتمہ اگلے باب میں ہے۔ انتم کلکم بنو آدم آدم من تراب فنتیجته انکم من تراب فلا فخر لا حد علی احد الا بالایمان والتقوی. (بذل)

(۱۲۱) بَابٌ فِى الْعَصَبِيَّةِ
تعصب کرنا

(۸۳۴) حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِى رُدِّىَ فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ.

''نفیلی' زہیر' سماک' عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس آدمی نے اپنی قوم کی ناحق مدد کی تو اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے اُونٹ کنویں میں گر گیا اب اس کی دُم کو پکڑ کر اُسے کھینچا جائے۔''

(۸۳۵) حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِى قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

''ابن بشار' ابو عامر' سفیان' سماک بن حرب' عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ (اس وقت) ایک قبہ کے اندر تھے جو کہ کھال کا تیار کردہ تھا۔ پھر آپ نے یہی ارشاد فرمایا جو کہ اُوپر مذکور ہے۔''

(۸۳۶) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدِ نِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ بِشْرِ نِ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ بِنْتِ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَاهَا يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْعَصَبِيَّةُ قَالَ أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ.

''محمود بن خالد فریابی' سلمہ بنت واثلہ' حضرت واثلہ بنت اسقع سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ عصبیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم ناحق اپنی قوم کی مدد کرو (یہ عصبیت ہے)۔''

(۸۳۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُ عَنْ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ الْمُدْلِجِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ خَيْرُكُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِيرَتِهِ مَا لَمْ يَأْثَمْ.

''احمد بن عمرو' ایوب' اسامہ' سعید بن مسیب' حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا تو ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں میں سے بہترین وہ شخص ہے جو کہ اپنی قوم کا دفاع کرے جب تک کہ گناہ نہ ہو۔''

(۸۳۸) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَكِّيِّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي لَبِيبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ.

''ابن سرح' ابن وہب' سعید' محمد بن عبدالرحمٰن' عبداللہ' حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص لوگوں کو تعصب کی دعوت دے اور تعصب کی وجہ سے لڑائی کرے اور تعصب پر مرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(۸۳۹) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ مِخْرَاقٍ عَنْ أَبِي كِنَانَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابواسامہ' عوف' زیاد' ابوکنانہ' حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی قوم کا بھانجہ اسی قوم میں سے ہے۔''

(۸۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُقْبَةَ عَنْ أَبِي عُقْبَةَ وَكَانَ مَوْلًى مِنْ أَهْلِ فَارِسَ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَقُلْتُ خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِيُّ فَالْتَفَتَ إِلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ فَهَلَّا قُلْتَ خُذْهَا مِنِّي وَأَنَا الْغُلَامُ الْأَنْصَارِيُّ.

''محمد بن عبدالرحیم' حسین بن محمد' جریر' محمد بن اسحٰق' داؤد' عبدالرحمٰن' حضرت ابوعقبہ سے روایت ہے کہ وہ ملک فارس کے باشندہ تھے اور عرب کے آزاد کردہ غلام تھے کہ میں غزوۂ احد میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا میں نے مشرکین میں سے ایک شخص کو مارا اور میں نے کہا کہ لو یہ ہے میرا وار اور میں فارسی غلام ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ لو میرا وار اور میں انصاری غلام ہوں۔''

تشریح: في النهاية: العصبي هو الذي يغضب لعصبته ويحامي عنهم، والعصبة الاقارب من الاب. (عون)
عصبی اس شخص قوم گروہ اور لوگوں کو کہا جاتا ہے جو صرف قومیت ولسانیت پر اپنی قوم کے لیے لڑیں حق و باطل کی پہچان نہ ہو۔ دراصل عصبہ ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جو باپ کی طرف سے ہوں جیسے دادا چچا وغیرہ دادھیال اور ماں کی طرف سے رشتہ داروں کو ننھیال اور ذوی الارحام کہتے ہیں۔ باب کا حاصل یہ ہے کہ صرف قومی اور لسانی بنیادوں پر ایک دوسرے کی حمایت حماقت

ہے اور یہ چیز انسان کو عدل وانصاف اور علم وعمل سے خارج کر دیتی ہے۔ اپنی قوم برادری اور ہم وطنوں کا دفاع کیا جائے اور نصرت ان کو حقوق دلوائے جائیں لیکن حق وباطل اور سچ جھوٹ کی بنا پر عنا پرستی پر نہیں کیونکہ سب ایک باپ کی اولاد اور مٹی کی پیداوار ہیں۔ بھلا مٹی کا بنا انسان بھی تکبر وبڑائی اور ڈھٹائی کر سکتا ہے یا دوسرے کو حقیر جان سکتا ہے۔ اس کو مثال سے سمجھایا کہ کنوئیں میں گر ... دم سے کھینچنے سے نہیں نکلے گا البتہ دم بھی ٹوٹ جائے گی اسی طرح ناحق مدد کرنے سے امن تھوڑا ہوگا؟

مسلم شریف میں ہم نے دو لڑکوں کے لڑنے کا واقعہ پڑھا ہے غزوۂ مریسیع ومصطلق کا واقعہ ہے۔ مہاجر کا نام جھجاہ بن قیس الغفاری ہے اور انصاری کا نام سنان بن وبرہ الجہنی ہے جو انصار کا حلیف تھا تفصیل قصہ وہیں ملاحظہ ہو۔ (انعامات المنعم ادب باب ۲۰)

دعویٰ جاہلیت: نسب اور برادری کی بنیاد پر پکارنا یہ دعویٰ جاہلیت ہے۔ جو عصبیت کی جڑ ہے۔ حق اور نصرت کے لیے پکارنا ممنوع نہیں۔

دعویٰ اسلام: اے مسلمانو حق پر میری مدد کرو۔ یہ دعویٰ اسلام ہے **یا للمسلمین اعینونی علی الحق**. نماز فجر میں حملہ کے وقت حضرت عمرؓ نے بھی پکارا تھا **یا الله یاللمسلمین**۔

حدیث مبارکہ میں ہے "**ولینصر الرجل اخاه ظالما او مظلوما**" ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ جملہ (**أنصر اخاك ظالما او مظلومًا**) سب سے پہلے جندب بن عنبر بن عمرو بن تمیم نے کہا تھا لیکن اس کا مقصد بھی وہی رسم جاہلیت والا تھا کہ بھائی کی مدد کرو کہ اور بڑھے اور مظلوم کو بچاؤ رسم جاہلیت میں حق گوئی نہ تھی بلکہ صرف بھائی کو دیکھنا تھا بھلے جیسے بھی ہو، آنحضرت ﷺ نے اس جملے کا صحیح مفہوم بیان فرمایا جو عصبیت سے بالاتر اور حق کے قریب تر ہے۔ اس لیے اپنی قوم برادری اور ہم لسانوں کا حق پر تعاون کریں غلط پر نہیں۔

(۱۲۲) بَابُ إِخْبَارِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِمَحَبَّتِهِ إِيَّاهُ

جس سے محبت کرے تو کہہ دے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں

(۸۴۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ثَوْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ وَقَدْ كَانَ أَدْرَكَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا أَحَبَّ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَلْيُخْبِرْهُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ.

''مسدد، یحییٰ، ثور، حبیب، حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ صحابی رسول ہیں سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی کسی مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔''

(۸۴۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتُ نِ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّ هٰذَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمْتَهُ قَالَ لَا قَالَ أَعْلِمْهُ قَالَ فَلَحِقَهُ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ فَقَالَ أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ.

''مسلم بن ابراہیم، مبارک بن فضالہ، ثابت بنانی، انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا کہ اسی وقت

ایک آدمی نبیؐ کے پاس سے گزرا اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے اس کو اطلاع دی ہے۔ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کو بتلا دو یہ بات سن کر وہ اُٹھا اور اس سے مل کر کہا کہ میں تم سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں اس شخص نے جواب دیا تم سے بھی وہ محبت کرے کہ تم نے جس کی وجہ سے مجھ سے محبت کی (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کی) وجہ سے۔"

(۱۲۳) بَابُ الرَّجُلِ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلٰى خَيْرٍ يَّرَاهُ!

ایک شخص کا دوسرے سے کسی نیک کام کی وجہ سے محبت رکھنا

(۸۴۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَعْمَلَ كَعَمَلِهِمْ قَالَ أَنْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ فَإِنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ فَأَعَادَهَا أَبُوْ ذَرٍّ فَأَعَادَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ.

"موسیٰ بن اسماعیل، سلیمان، حمید، عبداللہ، ابوذرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسا کام نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! تم اسی شخص کے ساتھ ہو گے کہ جس سے محبت کرتے ہو۔ ابوذرؓ نے عرض کیا میں تو اللہ اور اسکے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے کہ جس سے محبت رکھتے ہو۔ حضرت ابوذر نے پھر یہی عرض کیا آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔"

(۸۴۴) حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ لَمْ أَرَهُمْ فَرِحُوْا بِشَيْءٍ أَشَدَّ مِنْهُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرَّجُلُ يُحِبُّ الرَّجُلَ عَلَى الْعَمَلِ مِنَ الْخَيْرِ يَعْمَلُ بِهِ وَلَا يَعْمَلُ بِمِثْلِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ.

"وہب بن بقیہ، خالد، یونس، ثابت، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس قدر خوش کبھی نہیں دیکھا کہ جس قدر اس بات پر خوش ہوئے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص دوسرے سے محبت کرتا ہے نیک اعمال کی وجہ سے لیکن وہ خود اس طرح کے اعمال نہیں کرتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہو گا کہ جس سے وہ محبت وتعلق رکھتا ہو گا۔"

تشریح: ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کا مطمح نظر اللہ کی رضا ہونی چاہیے اور نیت بہتر سے بہتر اور تعلق ومحبت صالحین و نیک لوگوں سے ان کی نیک زہد وورع اور تقویٰ وپرہیز گاری کی وجہ سے اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور ان شاء اللہ انہیں کے ساتھ محشور ہوگا۔ المرأ مع من احب. علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس کم عمل والے محب وصادق النیۃ کو حسن نیت کی وجہ سے ارباب عمل کے ساتھ لاحق فرما دیا۔ ابن بطالؒ نے کہا کہ نیت کیونکہ اصل ہے اس لیے عمل والوں کے ساتھ ملا دیا گیا چنانچہ لکھتے ہیں "ان من احب عبدافی اللہ فان اللہ یجمع بینھما فی جنتہ، وان قصر من عملہ، وذلک لانّہ لما احبّ الصالحین لاجل طاعتھم اثابہ اللہ تلک الطاعۃ، اذا النیۃ ھی الاصل والعمل تابع لھا، واللہ یؤتی فضلہ من یشاء. (حاشیہ)

(۱۲۴) بَابٌ فِیْ الْمَشُوْرَةِ

مشورہ کا بیان

(۸۴۵) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ أَبِی بُکَیْرٍ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ أَبِی سَلَمَةَ عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ.

''ابن مثنی' یحیٰی' شیبان' عبدالملک' ابوسلمہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص سے مشورہ کیا جائے وہ شخص امین ہے۔''

(۱۲۵) بَابٌ فِیْ الدَّالِّ عَلَی الْخَیْرِ

نیک کام کی رہنمائی کرنے والا نیک کام کرنے والے کے برابر ہے

(۸۴۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِی عَمْرٍ نِ و الشَّیْبَانِیِّ عَنْ أَبِی مَسْعُوْدِ الْأَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّیْ أُبْدِعَ بِیْ فَاحْمِلْنِیْ قَالَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُکَ عَلَیْهِ وَلٰکِنِ ائْتِ فُلَانًا فَلَعَلَّهُ أَنْ یَحْمِلَکَ فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ فَأَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ.

''محمد بن کثیر' سفیان' اعمش' ابوعمرو شیبانی' حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سواری موجود نہیں مجھے آپ سواری عنایت فرما دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا میرے پاس تو سواری ہے نہیں' البتہ تم فلاں آدمی کے پاس جاؤ ہوسکتا ہے کہ وہ تم کو سواری دے دے۔ وہ شخص اس کے پاس پہنچا اس نے سواری دے دی پھر خدمت نبوی میں واپس آیا اور آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا جو کوئی نیک کام کی رہبری کرے تو اس کو اسی قدر اَجر ہے کہ جس قدر کہ اس کام کے انجام دینے والے کو ہے۔''

(۱۲۶) بَابٌ فِیْ الْهَوٰی

خواہشِ نفس

(۸۴۷) حَدَّثَنَا حَیْوَةُ بْنُ شُرَیْحٍ حَدَّثَنَا بَقِیَّةُ عَنْ أَبِی بَکْرِ بْنِ أَبِی مَرْیَمَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مُحَمَّدِ نِ الثَّقَفِیِّ عَنْ بِلَالِ بْنِ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ.

''حیوۃ بن شریح' بقیہ' ابوبکر' خالد بن محمد' بلال' حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی شے کی محبت تم کو بہرا اور نابینا بنا دیتی ہے۔''

تشریح: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہوائے نفسانی اور کیفیات شہوانی کا دلدادہ نہ ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی میں اتنا مستغرق نہ ہو جائے کہ اس کے سوا پر اس کی نظر نہ جمے اور کسی چیز پر اس کا دل نہ جھکے بلکہ صرف ایک ہی ذہن میں پڑ جائے یہ غلط ہے۔

بالخصوص اگر ایسا معاملہ کسی ناجائز صورت میں ہو تو قطعاً واجب الاجتناب ہے اور مباح میں بھی ایسا ممکن کہ دیگر کی پرواہ ہی نہ رہے درست نہیں اور ہر وقت ہوا پرستی عشق میں مستی منع ہے۔ حکم ربانی درآیت قرآنی ہے "ارایت من اتخذ الهه هواه. (فرقان: ۴۳) وفائدته النهي عن حب مالا ينبغي الاغراء في حبه" اس کا فائدہ اور حاصل یہ ہے کہ کسی کی محبت میں مبالغہ نہ ہو بالخصوص جب وہ ہو بھی (نامحرم ونامناسب۔)

اس حدیث پر بے جا تنقید: بذل میں ہے کہ سراج الدین قزوینیؒ نے اسے موضوع ومن گھڑت کہا ہے منذری اور ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں ضعف تو ہے لیکن موضوع نہیں۔ وقال صلاح الدين الغلائي: الحديث ضعيف لا ينتهي لدرجة الحسن اصلا، ولا يقال انه موضوعا. قال زين الدين العراقي قيل يعمي ويصم عن عيوب المحبوبين. لیکن کسی کے بارے میں خبر وتنقید کو سننا اور غور کرنا چاہیے بھلے جتنا بھی با اعتماد اور ثقہ ہو۔

(۱۲۷) بَابٌ فِي الشَّفَاعَةِ

سفارش سے متعلق

(۸۴۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْفَعُوْا إِلَيَّ لِتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ.

''مسدد' سفیان' بریدہ' حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ سے سفارش کرو تا کہ تم کو اجر وثواب ملے نبی کی زبان سے فیصلہ تو وہی ہوگا کہ جو اللہ کو منظور ہوگا۔''

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ بھلی سفارش کر دینے سے اگلے کا بھلا ہوگا اور آپ بھی اجر پائیں گے اصل فیصلہ تو وہی ہونا چاہیے جو مقدر میں ہے اور اللہ کے نبیؐ نے وہی کرنا ہے جس کا انہیں حکم ہوگا تو آپ سفارش نہ کر کے نیکی سے کیوں محروم رہیں؟ اس میں یہ شرط ہے کہ آپ سفارش کریں بے جا دباؤ اور اجبار نہ ہو اور سفارش بھی مباح اور جائز کام کی ہو ورنہ مؤاخذہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: "من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها وكان الله على كل شيء مقيتا. (نساء: ۸۵) اچھی شفاعت والا اجر پائے گا بری شفاعت والا بوجھ اٹھائے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہیں۔

یہ کتاب الادب سے پہلے اور کتاب السنۃ کے آخر میں قدرے مفصل ہے۔ قال رسول اللهؐ اشفعوا تؤجروا، فاني لاريد الامر فأخّره كيما تشفعوا فتوجروا فان رسول اللهؐ قال اشفعوا توجروا. شفاعت کرو اجر پاؤ۔

سفارش کا حکم: جائز کاموں میں کسی کی سفارش کرنا مستحب ہے۔ شفاعت بادشاہ کو ظلم سے روکنے یا تعزیر معاف کرنے یا حاجت

مند کی ضرورت پورا کرنے کے لیے ہو تو مستحب ہے۔ اسی طرح کسی والی، سینئر یا عام آدمی سے کسی مباح امر میں شفاعت کرنا بھی مستحب ہے۔ اس کے برعکس حدود اللہ میں یا کسی ناجائز کام میں شفاعت ناجائز اور باعث وبال ہے۔

سفارش کی تعریف: ایسے آدمی سے کام کرنے کو کہہ دینا جس کے اختیار اور بس میں ہو کہ تم یہ کام کر دو سفارش ہے۔ جبر واکراہ کا سفارش سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً میں نے کہہ دیا ہے نا اب ہونا چاہئے۔ یہ تو حکم ہے سفارش نہیں۔

ولنعم ما قیل! چند بھائی تھے۔ (۱) عدالت علی (۲) شفاعت علی (۳) رشوت علی (۴) صداقت علی، عدالت علی کا تو انتقال ہوگیا ہے **انا للہ وانا الیہ راجعون**. شفاعت علی بھی ارذل عمر کو پہنچ گیا ہے۔ صداقت علی مفقود ہے کہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ ہاں رشوت علی زندہ تکڑا بھلا بلکہ سارے گھر کا دارومدار کاروبار اسی پر منحصر ہے۔ مسلم میں ہے "**ولیقضی اللہ علی لسان نبیہ ما احب**" اللہ تعالیٰ جو پسند فرمائیں گے اپنے نبی ﷺ کی زبان پر فیصلہ صادر فرمائیں گے لیکن تم سفارش کر کے اس کا اجر حاصل کرلو۔

(۱۲۸) بَابٌ فِیْ الرجل یَبْدَأُ بِنَفْسِهٖ فِیْ الْکِتَابِ

خط لکھتے وقت اپنا نام پہلے

(۸۴۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ أَحْمَدُ قَالَ مَرَّةً يَعْنِي هُشَيْمًا عَنْ بَعْضِ وَلَدِ الْعَلَاءِ أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ كَانَ عَامِلَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَكَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَيْهِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ.

"احمد بن حنبل، ہشیم، منصور، ابن سیرین، احمد، حضرت علاء بن حضرمی کے کسی بیٹے سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے گورنر تھے۔ جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھتے تو اپنے نام سے ابتداء کرتے۔"

(۸۵۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ الْعَلَاءِ عَنِ الْعَلَاءِ يَعْنِي ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَدَأَ بِاسْمِهِ.

"محمد بن عبدالرحیم، معلی، ہشیم، منصور، ابن سیرین، ابن العلاء، حضرت علاء بن حضرمی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو انہوں نے خط تحریر کیا تو پہلے اپنا نام تحریر کیا۔"

تشریح: اس باب اور آئندہ باب سے مقصود دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ جب خط لکھیں تو اپنا نام نمایاں ایک طرف لکھیں تا کہ مکتوب الیہ پہلے پہل ہی مرسل وکاتب کی تعیین کرلے۔ دوسرے یہ کہ کافروں کو خطوط کیسے لکھے جائیں تو کفار کو احکام کی بجائے اولاً صرف اسلام کی دعوت دی جائے اور راغب کیا جائے اور "**السلام علیکم**" کی بجائے "**سلام علی من اتبع الھدٰی**" لکھا جائے۔

احادیث باب اور فضائل خضر (مسلم شریف) میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ آپ کا معمول مکتوب گرامی میں پہلے اپنا نام لکھنے کا تھا اور ایسے ہی آیت قرآنی اور مکتوب سلیمانی میں ہے۔ "**انه من سلیمان وانه بسم اللہ الرحمن الرحیم**" (نمل:۳۰)

سوال: پہلے باب میں تو احادیث کی عنوان اور ترجمۃ الباب سے مناسبت صریح اور واضح ہے لیکن "**باب کیف یکتب الی**

الذمی" سے حدیث پاک کی مناسبت واضح اور نمایاں نہیں کہ عنوان ذمی کے متعلق ہے اور مضمون ومکتوب ہرقل کافر کے متعلق ہے۔ جو مسلمانوں کے زیر عہد وامانت اور ذمی نہ تھا؟

جواب: اس حدیث پر امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے "باب کیف یکتب الی اهل الکتب" جو بالکل صریح مناسبت رکھتا ہے باب وعنوان سے اور وہی یا اس سے ملتا جلتا ترجمة الباب ہی مناسب تھا یا یہ کہ اس میں بھی دقیق نظر سے دیکھا جائے تو یقیناً مناسبت موجود ہے کہ آپؐ نے ایک غیر معاہد کافر کی طرف جب دعوتی خط لکھا تو پہلے نام لکھا اور ذمی جو ہمارا معاہد اور ماتحت ہے اور عمومی احکام کا مکلّف ہے تو اسے لکھنے میں بطریق اولیٰ درست ہوگا کہ آغاز مکتوب اپنے نام سے ہو۔ بذل کے حاشیہ میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عمدہ بات بالکل سادے اور مختصر دوٹوک الفاظ میں یہ فرمائی کہ اس باب ثانی سے مقصود یہ ہے کہ کافر وذمی کو سلام کیسے لکھا جائے اور یہ واضح ہے کہ غیر معاہد کافر اور معاہد ذمی دونوں کے لیے طریقہ سلام ایک ہی ہے اس لیے مناسبت کی بابت کوئی مشکل ودشواری نہیں۔

خط کا آغاز کس کے نام سے؟: اس میں اہل علم نے کلام کیا ہے کہ خط میں لکھنے والا پہلے اپنا نام لکھے یا مکتوب الیہ کا عموماً یہی ذکر ملتا اور کہا جاتا ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے آغاز کرے جیسا کہ علاء بن حضرمیؓ اور آپؐ کے مکتوب گرامی سے عملاً ثابت ہے اور نافع کی روایت منقول ہے: "**کان عمال عمرؓ اذا کتبوا الیه بدأوا بانفسهم**" کہ سیدنا عمرؓ کے عامل جب اطلاع احوال کے لیے خطوط لکھتے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے نیز "**قال المهلّب السنة ان یبدأ الکاتب نفسه**" مہلبؒ نے کہا مسنون طریقہ یہی ہے کہ لکھنے والا اپنے نام سے ابتداء کرے۔ اور امام نووی نے نقل کیا ہے **اختلف العلماء فی الابتداء فی عنوان الکتاب، فالصحیح الذی قاله کثیر من السلف وجاء به، الصحیح انه یبدأ بنفسه فیقد مها علی المکتوب الیه، فیقول من فلان الی فلان، واستدل علیه من حدیث هرقل........ ثم قال: وقال طائفة یبدا بالمکتوب الیه، فیقول الی فلان من فلان، قالوا الا ان یکتب الامیر الی من دونه، او السید الی عبده، او الوالد الی ولد.**

(از درّ) علامہ نووی نے (۱) یہی ذکر کیا ہے کہ ابتداء لکھنے والا اپنے ہی نام سے کرے اکثر سلف کی یہ رائے ہے۔ (۲) ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آغاز مکتوب الیہ کے نام سے کرے۔ (۳) تیسری بات جو بذل میں مفصل مذکور ہے اور نوویؒ کی آخری عبارت سے واضح ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بڑا چھوٹے کو لکھے تو پہلے اپنا نام لکھے جیسے امیر، مالک، سردار، والد وغیرہ اور اگر چھوٹا بڑے کو لکھے تو اپنا نام بعد میں لکھے اور آغاز اپنے محترم مکتوب الیہ کے نام سے کرے یہ تیسری قسم دلالة النص سے ثابت ہو سکتی ہے۔ صریح روایت نہیں ہے۔ پہلی قسم موزوں معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے اکثر اکابرین کا یہی اسلوب رہا ہے۔ یہ تفصیل ندب واستحباب اور اقرب الی السنۃ ہونے میں ہے نفس جواز دونوں کے لیے ہے کہ اپنے یا مکتوب الیہ کے نام سے ابتداء کرنے والا عاصی یا قابل ملامت نہ ہوگا۔ (راقم)

(۱۲۹) بَابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى الذِّمِّيِّ

کافر ومشرک کو کس طریقہ سے خط تحریر کیا جائے؟

(۸۵۰) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَ إِلَى هِرَقْلَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى قَالَ ابْنُ يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَإِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى أَمَّا بَعْدُ.

''حسن بن علی' محمد بن یحییٰ' عبدالرزاق' معمر' زہری' عبیداللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل کو اس طریقہ سے تحریر فرمایا: محمد (ﷺ) کی جانب سے جو کہ رسول اللہ ہیں ہرقل شاہ روم کو اس شخص پر سلام ہو جو راہِ ہدایت پر عمل پیرا ہو ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ ان سے حضرت ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہم لوگ ہرقل کے پاس پہنچے ہمیں اس نے اپنے روبرو بٹھایا۔ پھر اس نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی طلب کیا اس میں یہ تحریر تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ محمد اللہ کے رسول کی جانب سے ہرقل عظیم الروم کو سلام اس شخص پر کہ جو راہِ ہدایت پر چلے۔ اما بعد''

(۱۳۰) بَابٌ فِيْ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ

والدین سے حسن سلوک

(۸۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُهَيْلُ بْنُ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدَهُ إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ.

''محمد بن کثیر' سفیان' سہیل بن ابی صالح' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا لڑکا اپنے والد کے احسان کا عوض ادا نہیں کر سکتا مگر صرف ایک صورت میں کہ اپنے والد کو کسی شخص کا غلام دیکھے اور خرید کر اس کو آزاد کر دے۔''

(۸۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ خَالِي الْحَارِثُ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَتْ تَحْتِيْ امْرَأَةٌ وَكُنْتُ أُحِبُّهَا وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُهَا فَقَالَ لِيْ طَلِّقْهَا فَأَبَيْتُ فَأَتٰى عُمَرُ النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ طَلِّقْهَا.

''مسدد' یحییٰ' ابن ابی ذئب' حارث' حمزہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک خاتون میرے نکاح میں تھی میں اس سے محبت کرتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا تم اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کر دیا۔ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا اس کو طلاق دے دو (یعنی والد کی فرمانبرداری کرو)''

(۸۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أُمَّكَ ثُمَّ أَبَاكَ ثُمَّ الْأَقْرَبَ فَالْأَقْرَبَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ

مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ.

''محمد بن کثیر' سفیان' حضرت بہز بن حکیم سے روایت ہے کہ اپنے والد سے انہوں نے سنا' انہوں نے انکے دادا سے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ احسان کا معاملہ کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی والدہ کے ساتھ پھر اپنی والدہ کے ساتھ پھر اپنی والدہ کے ساتھ۔ پھر اپنے والد کے ساتھ پھر جو سب سے نزدیکی رشتہ دار ہو پھر اسکے بعد جو اس سے نزدیکی رشتہ دار ہو اسی طریقہ سے پھر جو اس سے نزدیکی رشتہ دار ہو اور آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے آزاد کئے ہوئے غلام سے اس مال کا مطالبہ کرے جو کہ اسکی ضرورت سے زائد ہو پھر وہ اسے مال نہ دے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل وصورت میں اسکے سامنے آئیگا۔''

(٨٥٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ مُرَّةَ حَدَّثَنَا كُلَيْبُ بْنُ مَنْفَعَةَ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ وَأَبَاكَ وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ وَمَوْلَاكَ الَّذِي يَلِي ذَاكَ حَقٌّ وَاجِبٌ وَرَحِمٌ مَوْصُولَةٌ.

''محمد بن عیسیٰ' حارث بن مرہ' حضرت کلیب بن منفعہ نے اپنے دادا بکر بن حارث سے سنا وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں کس کے ساتھ بھلائی کروں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اپنی والدہ اور والد اور بہن بھائی کے ساتھ اور اپنے آزاد کرنے والے شخص کے ساتھ' جن کا حق ادا کرنا لازمی ہے اور جس سے رشتہ کو قائم رکھنا اور صلہ رحمی کرنا ضروری ہے۔''

(٨٥٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ يَلْعَنُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَلْعَنُ أَبَاهُ وَيَلْعَنُ أُمَّهُ فَيَلْعَنُ أُمَّهُ.

''محمد بن جعفر بن زیاد (دوسری سند) عباد بن موسیٰ' ابراہیم' ان کے والد' حمید' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تمام گناہوں میں بڑا گناہ یہ ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اپنے والدین پر انسان کس طرح لعنت بھیج سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس طرح کہ کوئی شخص کسی کے والد پر لعنت بھیجے اور وہ جواب میں اس کے والد پر لعنت بھیجے یا وہ اس کی والدہ پر لعنت بھیجے اور وہ جواب میں اس کی والدہ پر لعنت بھیجے۔''

(٨٥٧) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنٰى قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُبَيْدٍ مَوْلَى بَنِي سَاعِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ مَالِكِ بْنِ رَبِيعَةَ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ بَقِيَ مِنْ بِرِّ أَبَوَيَّ شَيْءٌ أَبَرُّهُمَا بِهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا قَالَ نَعَمْ الصَّلَاةُ عَلَيْهِمَا وَالْإِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَإِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِي لَا تُوصَلُ إِلَّا بِهِمَا وَإِكْرَامُ صَدِيقِهِمَا.

''ابراہیم' عثمان بن ابی شیبہ' محمد بن علاء' ابوعبداللہ' عبدالرحمٰن' اسید' ان کے والد حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ قبیلہ بنی سلمہ میں سے ایک شخص آیا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا اب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا کوئی طریقہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ضرور۔ ان کے لئے دُعا واستغفار کرنا' ان کی وصیت یا ان کے معاہدہ کو پورا کرنا اور اس

رشتہ کو ملانا جوان ہی سے قائم تھا اور ان کے دوست کی خاطر مدارات کرنا۔''

(۸۵۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْمَرْءِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ.

''احمد بن منیع' ابوالنضر' لیث' یزید' عبداللہ بن دینار' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے بڑا احسن سلوک یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے دوستوں کی خاطر مدارات کرے جب والد کا انتقال ہو جائے۔''

(۸۵۹) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ بْنِ ثَوْبَانَ أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ أَخْبَرَهُ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْسِمُ لَحْمًا بِالْجِعِرَّانَةِ قَالَ أَبُو الطُّفَيْلِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ أَحْمِلُ عَظْمَ الْجَزُورِ إِذْ أَقْبَلَتِ امْرَأَةٌ حَتّٰى دَنَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَسَطَ لَهَا رِدَائَهُ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ فَقُلْتُ مَنْ هِيَ فَقَالُوا هٰذِهِ أُمُّهُ الَّتِي أَرْضَعَتْهُ.

''ابن مثنی' ابوعاصم' جعفر' عمارہ بن ثوبان' حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (مقام) جعرانہ پر دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں ان دنوں ایک لڑکا تھا جو اونٹ کی ہڈی اُٹھایا کرتا تھا اسی وقت ایک عورت آئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچی تو آپؐ نے اپنی چادر اس کے لئے بچھا دی وہ اس پر بیٹھ گئی میں نے دریافت کیا یہ کون عورت ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یہ وہ عورت ہے جس نے آپ کو دودھ پلایا تھا۔''

(۸۶۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ السَّائِبِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَأَقْبَلَ أَبُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهُ بَعْضَ ثَوْبِهِ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَتْ أُمُّهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَوَضَعَ لَهَا شِقَّ ثَوْبِهِ مِنْ جَانِبِهِ الْآخَرِ فَجَلَسَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ أَخُوهُ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَامَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ.

''احمد بن سعید' ابن وہب' عمرو بن حارث' حضرت عمر بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے رضاعی والد آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنے کپڑے کا ایک کونہ بچھایا وہ اس پر تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ آئیں آپ ﷺ نے ان کے لئے اپنے کپڑے کا دوسرا کونہ بچھا دیا وہ اس پر بیٹھ گئیں پھر آپ کے دودھ شریک بھائی آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ بٹھایا۔''

تشریح: مسلم شریف میں ہم نے والدین سے حسن سلوک اور ان کے احباب سے نیکی کے بارے میں دو باب پڑھے ہیں یہاں دونوں باتیں ایک ہی باب میں مذکور ہیں اور نو احادیث میں والدین، اقارب، ذوی الارحام اور والدین سے ملنے والوں کے حقوق کا ذکر ہے۔

معاویہ بن حیدہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ من ابرّ...... اس حدیث میں ثم اباك چوتھی مرتبہ ہے اور بعض روایات میں اس کا ذکر تیسری جگہ پر بھی ہے لیکن حدیث باب صحیح اور راجح ہے کہ والدہ کا ذکر چوتھی جگہ ہے۔

سوال: ماں کا ذکر تین دفعہ اور تقدیم کیوں؟

جواب: مرتبہ بقدر مشقت۔ والدہ کے لیے تین صعوبتیں ہیں۔ (۱) حمل (۲) وضع حمل (۳) رضاعت، حضانت اور باپ کے

لیے ایک مشقت ہے تربیت جس میں ماں بھی شریک ہوتی ہے ان تین وجوہ کی بنا پر ماں کو مقدم فرمایا۔ ان آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حملته امه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین ان اشکرلی ولوالدیك. (لقمان:۱۴) **حملته امّه کرها ووضعته کرها وحمله وفصاله ثلثون شهرا.** (احقاف:۱۵)

سوال: ماں باپ بر حسن وسلوک اور حقوق میں کیا مساوی ہیں؟

جواب: اس میں اختلاف ہے۔

(۱) مازریؒ کہتے ہیں کہ امام مالک کا قول ماں باپ کے حقوق کے بارے میں مساوات کا ہے۔

(۲) لیثؒ کہتے ہیں ماں کا حکم مؤکد ہے اور اس کے لیے برّ کی تین تہائیاں ہیں۔

(۳) محاسبیؒ کہتے ہیں ماں کی فضیلت وبرتری اجماعی ہے۔

(۴) ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ امام مالک سے ماں باپ کے درمیان مساوات حقوق کا قول ثابت نہیں بلکہ یہ ان کے ایک قول سے ماخوذ ہے جس سے استدلال تام نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام مالکؒ سے ایک آدمی نے آکر سوال کیا کہ باپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے اور ماں نے اس سے روکا ہے اب میں باپ کی بات مانوں یا ماں کی بات مانوں؟ اس کے جواب میں امام صاحب نے فرمایا: "**اطع اباك ولا تعص امك**. باپ کی مان اور ماں کی نافرمانی نہ کر۔ اس سے بعض نے برابری کا حکم اخذ کیا ہے اور امام صاحب کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اس میں اتفاق پیدا کرنے اور دونوں کی ناراضگی سے بچنے کا حکم ہے کوشش کر کے دونوں کو راضی کرلو ان کے حقوق کی برابری کا ذکر نہیں **تقدیم ام علی الاب بحالها** برقرار ہے۔ ایسے ہی لیثؒ سے سوال کیا گیا تو کہا **اطع امك فان لها ثلثی البر**. ماں کی مان اس کے لیے دو تہائی نیکی ہے۔

ثم ادناك ثم ادناك. والدین کے بعد عزیز واقارب کا حق ہے جہاں تک ممکن اور بس میں ہو۔ دادا، دادی، نانا، نانی، بہن، بھائی وغیرہ دونوں طرف سب کا خیال کیا جانا چاہیے۔ رشتہ داروں سے اچھے برتاؤ کی ترتیب یہ ہے۔ ماں، باپ، اجداد، جدات، بھائی، بہنیں، پھر ذوی الارحام چچے، پھوپھیاں، ماموں، خالا اس میں حقیقی مقدم ہوں گے پھر علاتی پھر اخیافی۔ پھر ذی رحم غیر محارم چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد وغیرہ پھر سسرالی رشتے پھر موالی وغلام پھر پڑوسی قریب بعید کے اصول کے مطابق۔

مسلم شریف میں ہے: **جاء رجل الی النبی ﷺ یستأذنه فیه الجهاد**. ایک صحابیؓ نے آکر جہاد کے لیے اجازت چاہی یہ آدمی جاہمہ بن عباس بن مرداس تھا۔ آکر جہاد وغزوہ میں شرکت کے لیے مشورہ اور اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: **ففیهما فجاهد** دوسری حدیث میں ہے **فارجع الی والدیك فاحسن صحبتهما** والدین کی طرف جا ان سے حسن سلوک کر۔ اسی ابوداؤد کتاب الجہاد میں ہے کہ ایک آدمی نے آکر کہا **جئتك ابایعك علی الهجرة وترکت ابویّ یبکیان**. آپ ﷺ نے فرمایا: **ارجع علیهما فاضحکهما کما ابکیتهما** (ابوداؤد ج اص ۳۶۵) میں آیا ہوں کہ آپ ﷺ سے ہجرت پر بیعت کروں اور ماں باپ کو روتا چھوڑ کے آیا ہوں آپ نے فرمایا واپس لوٹ جا ان کو ہنسا جیسے تو نے رلایا۔ دیگر بھی

متعدد احادیث موجود و مروی ہیں اب مسئلہ سمجھئے۔

مسئلہ: جہاد کے لیے والدین کی اجازت کی حیثیت و حقیقت کیا ہے؟

(۱) علامہ عینی کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم جن میں اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ قابل ذکر ہیں کا قول ہے کہ جہاد میں جانے کے لیے عام حالات میں والدین کی اجازت ضروری ہے بلا اجازت والدین جانا درست نہیں۔ اور یہی احادیث بالا کا مقتضا ہے۔

(۲) اگر دشمن چڑھ آئے اور نفیر عام کا اعلان ہو جائے تو پھر بیٹا ماں باپ کی اجازت کے بغیر غلام آقا کی اجازت کے بغیر......... جاسکتے ہیں اب جہاد فرض عین ہونے کی صورت میں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔

دادا کی حیثیت: دادے کا حکم باپ کی عدم موجودگی میں باپ کا سا ہے اور نانی اور دادی کا حکم ماں کی غیر موجودگی میں ماں جیسا ہے۔ ابن حزمؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر بیٹے کے جہاد پر جانے سے ماں باپ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو صاحبزادے سے فرضیت جہاد ساقط ہو جائے گی۔ لیکن منذریؒ نے صاف کہا ہے کہ یہ گنجائش اور سقوط حکم اجازت جہاد تطوع میں ہے فرض جہاد میں کوئی استثناء نہیں۔ اگر روکیں تو بھی اب فرض ہونے کی صورت میں ان کی نہ ماننے اور جہاد میں چلا جائے۔

یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب والدین مسلمان ہوں اگر کافر ہوں تو پھر اجازت کی کوئی قید نہیں بھلے نفلی ہو یا واجب اس وقت ان کی ماننا معصیت ہے۔ سفیان ثوریؒ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ **ھما کالمسلمین** لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ثوریؒ کا یہ جملہ آداب و حسن سلوک کے اعتبار سے ہوگا کہ ان سے بھی مسلم والدین کی طرح اچھا برتاؤ کیا جائے باقی دین کے بارے میں ان کی رائے کا اعتبار نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ والدین کی اجازت جہاد کے لیے واجب ہے الا یہ کہ نفیر عام ہو تو پھر اجازت کی حاجت نہیں...... **واللہ اعلم وعلمہ اتم**۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اہم العبادات بلکہ محی العبادات (اسلام وعبادات کو زندہ کرنے والی) جہاد کے لیے جب اجازت کی ضرورت ہے تو دیگر اسفار مباحہ کے لیے اور طلب علم کے لیے بھی والدین کی اجازت ضروری ہوگی۔

آخر میں صرف دو حدیثیں مزید ترغیب کے لیے پیش خدمت ہیں۔ کہ زندگی اور موت کے بعد دونوں حالتوں میں والدین کو ہم نہ بھولیں۔ جیسے گہوارے میں سلا کر بھی ماں ہمیں نہیں بھولتی تھی چنانچہ باب کی حدیث سادس میں بھی یہی ہے۔

(۱) **من زار قبر والدیه او احدهما احتسابا کان کعدل حجة مبرورة ومن کان زوّارًا لهما زارت الملئكة قبره.** (کنز العمال ج۱۶ ص۴۷۹ بیروت)

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے (رسم پوری کرتے ہوئے نہیں) تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا اور جو (نیک بخت) شخص ماں باپ کی زیارت کرے گا فرشتے اس کی زیارت کو آئیں گے۔

(۲) **من زار قبر ابویه او احدهما فی کل یوم الجمعة فقرأ عنده یٰس غفرله.** (کنز العمال ج۱۶ ص۴۶۸) ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جس نے ہر جمعہ کے دن (ہفتہ وار) اپنے ماں باپ میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی اور اس کے پاس سورۂ یٰس

شریف تلاوت کی تو اس کی بخشش ہو جائے گی۔

اللهم اغفرلنا ولو الدينا وارحمهما كما ربيانا صغيرا. ووفقنا لحسن صحبتهما.

نماز کی حالت میں والدین کے بلاوے پر اجابت واطاعت کا حکم: اس میں احناف کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ☆ اگر نماز نفل ہو اور والدین کو معلوم ہو کہ بیٹا، بیٹی نماز میں ہیں پھر بھی پکاریں تو ضرور جواب دے اور نماز بعد میں پوری کرلے۔

☆ اسی طرح یہ بھی ہے کہ عدم اجابت کی صورت میں والدین کو تکلیف کا اندیشہ ہو تو بھی پہلے جواب دے۔

☆ اگر فرض نماز پڑھ رہے ہوں تو جواب نہ دے ہاں اگر بہت زیادہ آہ و بکا اور زور سے پکاریں تو فرض میں بھی جواب دینا درست ہے۔

☆ اگر نفل نماز میں ہو اور والدین کو معلوم نہ ہو پھر بھی جواب نہ دے شوافع کے نزدیک نماز نفل ہو ایذاء والدین کا اندیشہ ہو تو جواب دینا واجب ہے۔

☆ اگر فرض نماز ہو اور وقت اتنا تنگ ہو چکا ہے کہ اب پوری نہ کی تو نماز قضا ہو جائے گی تو جواب نہ دے۔

☆ شوافع کا قول قدیم یہ بھی ہے کہ نماز بھلے فرض ہو یا نفل والدین کی نداء پر لبیک کہنا اور نماز توڑنا جائز ہے۔

☆ مالکیہ کے نزدیک نفل نماز میں والدین کو جواب دینا افضل ہے۔

☆ قاضی ابوالولیدؒ اور مکحولؒ کہتے ہیں کہ جواب والدہ کے لیے ہے والد کے لیے نہیں۔ سلف وخلف میں سے یہ قول ان دو کے سوا کسی کا نہیں۔ ان میں والدین کے دوستوں اور جاننے والوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے۔ اور یہ والدین کی خدمت کا تتمہ ہے کہ جب آدمی ماں باپ کی جگہ لے اور گھر کا متولی بنے تو اس میں یہ بھی داخل ہے کہ والد کے سفر پر رہنے کی صورت میں بھی ان کے اصدقاء واحباب سے اچھا برتاؤ کرے۔ اس میں والد، والدہ، اجداد وجدات، مشائخ واساتذہ اور زوجہ سب داخل ہیں چنانچہ انعامات المنعم اول، باب من فضائل خدیجہ میں احادیث گذری ہیں کہ آپ ﷺ سیدہ خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد اور ان کی سہیلیوں سے حسن سلوک کرتے تھے۔

حدیث اول: العتق كان سببا لحياته لانّ الرق كالموت حكما والا ذريعة للولاّ احياء الوالد غير ذلك حاصل یہی ہے کہ ماں باپ کے احسانات کا یہ حقیقۃ کوئی نہیں چکا سکتا ہے جتنا ان میں سے کسر نہ چھوڑے۔

حدیث ثانی: باپ کے کہنے سے طلاق دینا واجب نہیں ابن عمرؓ کو کیونکہ آپ ﷺ نے حکم دے دیا اس لیے ان پر واجب ہو گیا، ہاں بیوی کی وجہ سے والدین کی بے ادبی اور بدسلوکی ہرگز نہ کریں، بیوی اور ملنا ممکن ہے ماں باپ کہاں سے لائیں گے۔ **فافهم وتدبر ولا تعجل!** دوسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ اپنے آقا سے اطاعت کا برتاؤ ہو بخل نہ ہو آزادی کے بعد بھی اگر وہ کچھ کہے تو بقدر امکان مان لینا چاہیے کہ وہ محسن ہے۔

حدیث ثالث: (۱) "امك ثم امك"، یہ فعل امر محذوف "بِرّ یا صِلْ" کا مفعول ومنصوب ہے۔ (۲) مبتداء محذوف "هی" کا خبر مرفوع ہو۔ (عون)

حدیث رابع: اس میں دیگر رشتہ داروں کا بھی ذکر ہے۔

حدیث خامس: معلوم ہوا کہ انسان کو سوچ کر زبان کھولنی چاہیے۔

حدیث تاسع: اس میں آپؐ کے رضاعی والدین کا ذکر ہے۔(۱) حارث بن عبدالعزی بن رفاعہ سعدی باپ۔(۲) حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ ماں۔(۳) عبداللہ بن حارث رضاعی بھائی۔(۴) شیما بنت حارث، انیسہ بنت حارث دو رضاعی بہنیں ہیں، حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ یہ حدیث عمر بن سائب کی ''معضل'' ہے۔ یہ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔(بذل)

(۱۳۱) بَابٌ فِيْ فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتَامٰى

یتیم بچوں کی پرورش کرنے کا ثواب

(۸۶۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَأَبُوْ بَكْرِ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ نِ الْأَشْجَعِيِّ عَنِ ابْنِ حُدَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ كَانَتْ لَهٗ أُنْثٰى فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا قَالَ يَعْنِي الذُّكُوْرَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ يَعْنِي الذُّكُوْرَ.

''عثمان، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابومعاویہ، ابو مالک، ابن حدیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے بیٹی ہو پھر وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے نہ اس کو ذلیل وخوار سمجھے نہ لڑکے کو اس پر فضیلت دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے گا۔ عثمان نے لڑکوں کا ذکر نہیں کیا۔''

(۸۶۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا خَالِدٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ سَعِيْدِ نِ الْأَعْشٰى قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُكْمِلٍ نِ الزُّهْرِيُّ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ بَشِيْرٍ نِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ.

''مسدد، خالد، سہیل، سعید اعشیٰ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن مکمل تھے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص تین لڑکیوں کو پرورش کرے پھر ان کو تعلیم دے اور ان کا نکاح کر دے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اس کے لئے جنت ہے۔''

(۸۶۳) حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ بِنْتَانِ أَوْ أُخْتَانِ.

''یوسف، جریر، سہیل سے اسی طریقہ سے روایت ہے اور اس روایت میں یہ مذکور ہے کہ کسی کے تین بہنیں یا تین لڑکیاں ہوں یا دو بہنیں یا دو لڑکیاں ہوں۔''

(۸۶۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا النَّهَّاسُ بْنُ قَهْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَدَّادٌ أَبُوْ عَمَّارٍ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ نِ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوْمَأَ يَزِيْدُ بِالْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلٰى يَتَامَاهَا حَتّٰى بَانُوْا أَوْ مَاتُوْا.

''مسدد، یزید، نہاس، شداد، حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے

دن میں اور سیاہ رخسار کی بدہیئت خاتون اس طرح ہوں گے (یہ فرما کر) آپ نے شہادت کی اُنگلی اور درمیان کی اُنگلی سے اشارہ فرمایا اس سے وہ خاتون مراد ہے کہ جو شوہر کے انتقال کے بعد یتیم بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے اپنے کو رو کے رکھے دوسرا نکاح نہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہو جائیں یا ان کا انتقال ہو جائے۔"

تشریح: حدیث اول: **من كانت له انثى**..... جس کی بیٹی ہو پھر اس کی اچھی پرورش، دینی تعلیم وتربیت کرے زمانہ جاہلیت کی طرح حقیر وذلیل نہ سمجھے الفت ومحبت اور برتاؤ میں بیٹوں سے فرق نہ کرے اس کے لیے بشارت ہے کیونکہ دور جاہلیت میں بیٹی عار سمجھی جاتی تھی اس کی اصلاح فرمائی دوسری حدیث میں ہے۔ **ابتلى من البنات بشئى**. بیٹیوں کو ابتلاء آزمائش کیوں کہا گیا۔

اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اصل میں لوگ عموماً بیٹی کی پیدائش کو بنظر کراہت دیکھتے تھے چنانچہ فرمایا **واذا بشر احدهم بالانثى ظل وجهه مسودا وهو كظيم**. (نحل:۵۸) جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور دم گھٹنے لگتا۔ کیونکہ بچیوں کی پیدائش کو کراہت سے دیکھنا یہ کفار کی حکایت ہے۔ مؤمن کے لیے تو بیٹا نعمت اور بیٹی رحمت ہے۔ بچیوں کی پرورش اور تربیت میں جو مشقتیں اور مسائل پیش آتے ہیں ان کی وجہ سے ابتلاء فرمایا گیا اور بچیاں معیشت میں معاون نہیں ہوتیں **الا قليل**. اس میں ایک بیٹی کا ذکر ہے آگے دو اور تین کا بھی ہے، مراد یہی ہے کہ بیٹی کی تربیت پر بشارت ہے بھلے ایک ہو یا زیادہ۔

چنانچہ اوسط طبرانی میں بروایت ابو ہریرہؓ صریح روایت ہے **قلنا وبنتين قال وبنتين قلنا وواحدة قال وواحدة**. ہم نے کہا اور دو تو فرمایا دو ہم نے کہا ایک تو فرمایا ایک بھی حدیث ثانی **فاحسن اليهن**.

اس سے بچیوں کے حقوق واجبہ ثابت ہوتے ہیں یا مزید بھی۔ لفظ احسان کا تقاضہ یہی ہے کہ ان کے حقوق سے بڑھ کر ان سے اچھا برتاؤ اور تعاون کیا جائے۔ احسان وحسن سلوک کریں گے تو بدل جنت حسنیٰ کی صورت میں ملے گا۔

حدیث رابع: اس کا مقصد یہی ہے کہ مشقت اٹھائی لیکن بچوں کو نہ چھوڑا اس پر یہ بشارت ہے کہ آپ ؐ کا قرب حاصل ہوگا، عموماً نکاح ثانی کے بعد بچوں کی پرواہ اور پرورش نہیں ہوتی اس لیے فرمایا اگر عقد کرنے سے بچوں کی دیکھ بھال ہوتی رہے تب بھی اجر ضروری ملے گا۔

حدیث ثانی: **فاطعمتها ثلاث**. حدیث اول میں ہے **فلم تجد عندى شيئا غير تمرة واحدة فاعطيتها**.

سوال: پہلی حدیث میں ہے کہ میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا اس میں ہے میں نے تین دیں؟

فائدہ: بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بھی اسی بشارت کا مستحق ہوگا۔

(۱۳۲) بَابٌ فِي مَنْ ضَمَّ نكره
یتیم بچے کی پرورش کی ذمہ داری لینے والا شخص

(۸۶۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلٍ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَقَرَنَ بَيْنَ أُصْبُعَيْهِ الْوُسْطٰى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ.

''محمد بن صباح، عبدالعزیز، ان کے والد، حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح نزدیک ہوں گے (یہ فرما کر) آپ نے کلمہ اور درمیان کی انگلی سے اشارہ فرمایا (یعنی ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت نزدیک ہوں گے)''

(۱۳۳) بَابٌ فِي حَقِّ الْجِوَارِ

پڑوسی کا حق

(۸۶۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى قُلْتُ لَيُوَرِّثَنَّهُ.

''مسدد، حماد، یحیی، ابوبکر، عمرہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ سے حضرت جبریل امین ہمیشہ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم فرماتے یہاں تک کہ میں سمجھا کہ وہ اس کو وراثت میں حق دلوائیں گے۔''

(۸۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ بَشِيرٍ أَبِي إِسْمٰعِيلَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ ذَبَحَ شَاةً فَقَالَ أَهْدَيْتُمْ لِجَارِي الْيَهُودِيِّ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ.

''محمد بن عیسیٰ، سفیان، بشیر، مجاہد، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ تم نے میرے یہودی پڑوسی کے پاس حصہ بھیجا ہے اس لئے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے جبریلؑ مجھے ہمیشہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتے یہاں تک کہ میں سمجھا وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔''

(۸۶۸) حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو جَارَهُ فَقَالَ اذْهَبْ فَاصْبِرْ فَأَتَاهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ اذْهَبْ فَاطْرَحْ مَتَاعَكَ فِي الطَّرِيقِ فَطَرَحَ مَتَاعَهُ فِي الطَّرِيقِ فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْأَلُونَهُ فَيُخْبِرُهُمْ خَبَرَهُ فَجَعَلَ النَّاسُ يَلْعَنُونَهُ فَعَلَ اللّٰهُ بِهِ وَفَعَلَ وَفَعَلَ فَجَاءَ إِلَيْهِ جَارُهُ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ لَا تَرٰى مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُهُ.

''ربیع بن نافع، سلیمان بن حیان، محمد بن عجلان، ان کے والد، ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور صبر سے کام لو وہ شخص دو تین مرتبہ پھر آیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا سامان گھر سے نکال کر راستہ میں ڈال دو اس شخص نے اپنا سامان راستہ میں ڈال دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کرنا شروع کر دی۔ اس شخص نے اپنے پڑوسی کے تکلیف پہنچانے کی کیفیت بیان کی تو لوگوں نے اس شخص کے پڑوس پر لعنت بھیجنا اور بددعا کرنا شروع کر دی کہ اللہ اس شخص کو ایسا بنا دے ویسا بنا دے اس بات پر اس شخص کا پڑوسی آیا اور اس نے کہا کہ اپنے گھر میں چلو اب آئندہ میں کوئی اس قسم کی

بات نہیں کروں گا کہ جو تم کو نا گوار ہو۔''

(٨٦٩) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ.

''محمد بن متوکل' عبدالرزاق' معمر' زہری' ابوسلمہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو تو اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ زبان سے خیر کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

(٨٧٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ بِأَيِّهِمَا أَبْدَأُ قَالَ بِأَدْنَاهُمَا بَابًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ شُعْبَةُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ طَلْحَةُ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ.

''مسدد' سعید بن منصور' حارث' ابوعمران' طلحہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو پڑوسی ہیں میں کس کے ساتھ پہلے احسان کا معاملہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں سے جس شخص کا دروازہ قریب ہو۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ نے اس حدیث میں فرمایا کہ طلحہ قریش میں سے تھے۔''

تشریح: حدیث اول: یوصینی بالجار. پڑوسی سے حسن معاملہ اور احسان مندی کی مجھے تاکید کرتے رہے۔

بالجار عام ہے مسلم، کافر، عابد، فاسق، صدیق، عدو، غریب، امیر، شہری، مسافر، ہم وطن، مفید، مضر، عزیز اور اجنبی وغیرہ سب کے لیے پڑوس کا حق ہے۔

پڑوسیوں کی قسمیں اور ان کے حقوق: (۱) مسلم عزیز پڑوسی اس کے لیے تین حق ہیں۔ حق جوار، حق اسلام حق، قرابت۔ پڑوسی کو ایذاء سے بچانا اور بقدر وسعت فائدہ پہنچانا لازم اور جزو ایمان ہے بعض روایات میں حق پڑوس ادا نہ کرنے والے کے لیے عدم ایمان کا ذکر بھی آتا ہے۔ (۲) مسلم پڑوسی اس کے لیے دو حق ہیں حق اسلام اور حق جوار۔ (۳) کافر و مشرک پڑوسی۔ اس کا ایک حق ہے حق الجوار۔

پڑوس کی حد: (۱) سیدہ عائشہؓ سے منقول ہے کہ جوار اور پڑوس کی حد چاروں طرف چالیس گھر ہیں۔

اقرب فالاقرب. کے تحت سب کا خیال کیا جائے۔ کوئی یہ نہ کہے کہ میں اکیلا ایک سو ساٹھ گھروں اور پڑوسیوں کی دیکھ بھال کیسے کروں گا کیونکہ اگر سب میں پڑوسیوں کا خیال ہو تو ایک گھر کے لیے ایک سو ساٹھ خیال کرنے والے ہوں گے۔ پھر کیا مشکل یا الجھن پس عمل کی ٹھان لیں چلانا رب تعالیٰ نے ہے۔ فاذا عزمت فتوکل علی الله. (آل عمران:۱۵۹)

(۲) سیدنا علیؓ سے منقول ہے کہ جہاں تک (آلات کے بغیر) اذان کی آواز جاتی ہے وہ پڑوس ہے۔ (۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو تیرے ساتھ فجر کی نماز پڑھتے ہوں وہ پڑوسی ہیں۔ (۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ (کل) چالیس گھر ہر طرف دس دس گھر۔ (طبرانی)

حتی ظننت لیورثنه. ہوسکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے عنقریب پڑوسیوں کے وراثت میں حصے کا حکم اترے کیونکہ اس کے لیے وراثت نہیں۔ اس سے علامہ ابیؒ شارح مسلم نے استدلال کیا ہے کہ پڑوسی صرف مسلمان ہوسکتا ہے کافر کے لیے حقوق جوار نہیں۔

دلیل: اسی جملے کو بناتے ہیں کہ وراثت مسلمان کی مسلمان کو مل سکتی ہے المسلم لا یرث الکافر وبالعکس. جب کافر کے لیے وراثت ثابت نہیں تو حق جوار بھی نہیں لیکن ہم عرض کریں گے کہ رشتہ داروں کے علاوہ کسی کو وراثت نہیں ملتی، اسی طرح سب رشتہ داروں کو بھی وراثت نہیں ملتی اس طرح تو دور کے رشتہ دار بھی حق جوار کے حق دار نہ ہوں گے۔ "لا قائل به احد" اس لیے درست بات یہی ہے کہ کافر کے لیے بھی حق جوار ہے جیسے ابھی گذرا۔ باقی پڑوسیوں کے لیے وراثت کا حکم ہے ہی نہیں کہ وراثت سے محروم تو حق جوار سے بھی محروم۔ حق جوار ہے اور پڑوس کے لیے وراثت نہیں۔ لیورثنه اہمیت اور مبالغہ کے لیے فرمایا۔ پڑوسیوں کا ضرور خیال کیا جائے جس کی کم سے کم حد حدیث میں مذکور کہ شوربہ ہی دے دو۔

(۱۳۴) بَابٌ فِیْ حَقِّ الْمَمْلُوْكِ

غلام باندی کے حقوق

(۸۷۱) حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أُمِّ مُوسَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ آخِرُ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ اتَّقُوا اللّٰهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ.

"زہیر، عثمان بن ابی شیبہ، محمد بن فضیل، مغیرہ، امّ موسیٰ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر گفتگو یہ تھی کہ نماز کا دھیان رکھو نماز کا دھیان رکھو اور باندی (غلام) کے بارے میں خوف الٰہی اختیار کرو۔"

(۸۷۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَاذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ غَلِيظٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ قَالَ فَقَالَ الْقَوْمُ يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ كُنْتَ أَخَذْتَ الَّذِي عَلَى غُلَامِكَ فَجَعَلْتَهُ مَعَ هٰذَا فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَ غُلَامَكَ ثَوْبًا غَيْرَهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ إِنِّي كُنْتُ سَابَبْتُ رَجُلًا وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَشَكَانِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قَالَ إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ فَضَّلَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللّٰهِ.

"عثمان بن ابی شیبہ، جریر، اعمش، معرور بن سوید سے روایت ہے کہ میں نے ربذہ میں ابوذرؓ کو دیکھا موٹی چادر اوڑھے ہوئے اور انکا غلام بھی اسی قسم کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اے ابوذر! تم غلام کی چادر کیوں نہیں لیتے تاکہ تمہارا جوڑا مکمل ہو جائے۔ تم اس کو ایک دوسرا کپڑا لے کر دے دینا۔ ابوذرؓ نے فرمایا میں نے ایک شخص کو برا بھلا کہا اس کی ماں عرب میں سے نہیں تھی تو میں نے اسکی ماں کو گالی دی۔ اس نے نبیؐ سے میری شکایت کر دی۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر! تم اس قسم کے آدمی ہو کہ جس میں دورِ جاہلیت کا اثر باقی ہے۔ آپ نے فرمایا غلام باندی تمہارے بھائی بہن ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تم کو فضیلت عطا کی ہے۔ تو تم کو جس سے مفاہمت نہ ہو اس

کو فروخت کردو (اور یہ نہ کرو کہ بلاوجہ ظلم وزیادتی کر کے اس کو رکھو) اور اللہ کی مخلوق کو اذیت نہ پہنچاؤ۔''

(۸۷۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ فَإِذَا عَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ أَخَذْتَ بُرْدَ غُلَامِكَ إِلَى بُرْدِكَ فَكَانَتْ حُلَّةً وَكَسَوْتَهُ ثَوْبًا غَيْرَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيَكْسُهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ.

''مسدد' عیسیٰ' اعمش' حضرت معرور سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس (مقام) ربذہ میں گئے وہ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کا غلام بھی اسی طرح کی چادر اوڑھے ہوئے تھا ہم لوگوں نے کہا تم اپنے غلام کی چادر کس وجہ سے نہیں لیتے۔ تمہارا ایک جوڑا بن جائے گا اور تم اس کو دوسرا کپڑا دے دینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے یہ تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے پھر جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو وہ شخص خود جو کچھ کھائے وہ ہی اس کو کھلائے اور خود جو پہنے وہی اس کو پہنائے اور اس سے ایسے کام کو نہ کہے کہ جیسے وہ نہ کر سکے اگر کہے تو خود بھی اس کی امداد کرے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اسی طرح ابن نمیر نے اعمش سے روایت کیا۔''

(۸۷۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ نِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِي صَوْتًا اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى مَرَّتَيْنِ لَلّٰهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ النَّبِيُّ ﷺ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالَى قَالَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ لَمْ تَفْعَلْ لَلَفَعَتْكَ النَّارُ أَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ.

''محمد بن علاء (دوسری سند) ابن مثنیٰ' ابومعاویہ' اعمش' ابراہیم' ان کے والد' حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا اسی وقت پیچھے سے ایک آواز آئی۔ اے ابومسعود! خوب یاد رکھو اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے کہ جس قدر تم اس پر اختیار رکھتے ہو۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس طرح نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ گھیر لیتی۔''

(۸۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ نَحْوَهُ قَالَ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي أَسْوَدَ بِالسَّوْطِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الْعِتْقِ.

''ابوکامل' عبدالواحد' اعمش سے اسی طریقہ سے روایت ہے اس میں یہ مروی ہے کہ میں کوڑے سے اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا اور اس روایت میں آزاد کرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔''

(۸۷۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَائَمَكُمْ مِنْ مَمْلُوكِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَاكْسُوهُ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَمَنْ لَمْ يُلَائِمْكُمْ مِنْهُمْ فَبِيعُوهُ وَلَا تُعَذِّبُوا خَلْقَ اللّٰهِ.

''محمد بن عمرو' جریر' منصور' مجاہد' مورق' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو غلام باندی تمہارے مزاج کے مطابق ہو تو جو تم کھاؤ اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس کو پہناؤ۔ اگر وہ تمہارے موافق نہ ہو تو اس کو فروخت کر دو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب نہ دو۔''

(۸۷۷) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ زُفَرَ عَنْ بَعْضِ بَنِيْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ.

''ابراہیم بن موسیٰ' عبدالرزاق' معمر' عثمان بن زفر' بنو رافع کا بیٹا' حارث' حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح حدیبیہ میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندی غلام کے ساتھ حسن سلوک کرنا باعث خیر و برکت ہے اور برا سلوک کرنا باعث نحوست ہے۔''

(۸۷۸) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُصَفّٰى حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ عَنْ عَمِّهِ الْحَارِثِ ابْنِ رَافِعِ بْنِ مَكِيْثٍ وَكَانَ رَافِعٌ مِنْ جُهَيْنَةَ قَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ حُسْنُ الْمَلَكَةِ يُمْنٌ وَسُوْءُ الْخُلُقِ شُؤْمٌ.

''ابن مصفی' بقیہ' عثمان' حضرت محمد بن خالد بن رافع' رافع قبیلہ جہینہ میں سے تھے اور صلح حدیبیہ میں شامل تھے ان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا غلام باندی کے ساتھ حسن سلوک کرنا خیر و برکت کا سبب ہے اور بد سلوکی کرنا نحوست ہے۔''

(۸۷۹) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ وَهٰذَا حَدِيْثُ الْهَمْدَانِيِّ وَهُوَ أَتَمُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ جُلَيْدِ نِ الْحَجْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ نَعْفُوْ عَنِ الْخَادِمِ فَصَمَتَ ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ الْكَلَامَ فَصَمَتَ فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ اعْفُوْا عَنْهُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِيْنَ مَرَّةً.

''احمد بن سعید' احمد بن عمرو' ابن وہب' ابو ہانی' عباس' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ خادم کی غلطی کو کتنی مرتبہ معاف کریں؟ آپ ﷺ یہ سن کر خاموش رہے۔ پھر اس شخص نے (دوبارہ) دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزانہ ستر مرتبہ معاف کیا کرو۔''

(۸۸۰) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا ح وَحَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيْسٰى حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ نُعْمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الْقَاسِمِ نَبِيُّ التَّوْبَةِ ﷺ قَالَ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهُ وَهُوَ بَرِيْءٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَدًّا قَالَ مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا عِيْسٰى عَنِ الْفُضَيْلِ يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ.

''ابراہیم بن موسیٰ (دوسری سند) مومل بن فضل' عیسیٰ' فضیل ابو نعیم' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو القاسم نبی التوبہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے غلام یا باندی پر زنا کا الزام لگائے حالانکہ وہ غلام یا باندی اس فعل سے پاک ہو

تو اگر چہ دُنیا میں اس آقا پر حد قذف نہیں لگے گی (لیکن) قیامت کے دن اس کے حد قذف میں کوڑے مارے جائیں گے۔''

(۸۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا نُزُوْلًا فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ وَفِيْنَا شَيْخٌ فِيْهِ حِدَّةٌ وَمَعَهُ جَارِيَةٌ لَهُ فَلَطَمَ وَجْهَهَا فَمَا رَأَيْتُ سُوَيْدًا أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ ذَاكَ الْيَوْمَ قَالَ عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرُّ وَجْهِهَا لَقَدْ رَأَيْتُنَا سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ وَلَدِ مُقَرِّنٍ وَمَا لَنَا إِلَّا خَادِمٌ فَلَطَمَ أَصْغَرُنَا وَجْهَهَا فَأَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِعِتْقِهَا.

''مسدد' فضیل' حصین' ہلال بن یساف سے روایت ہے کہ ہم لوگ سوید بن مقرنؓ کے گھر میں اُترے تھے اور ہم لوگوں کے ساتھ ایک ضعیف العمر گرم مزاج شخص تھا اس کی ایک باندی تھی۔ اس نے اس باندی کے طمانچہ مار دیا تو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ سوید اس قدر غصہ ہوئے ہوں جس قدر اس دن غصہ ہوئے اور فرمایا اب تم اس کے تدارک سے عاجز ہو علاوہ اس کے کہ تم اس کو آزاد کر دو اور میں نے خود اپنے کو دیکھا کہ میں مقرن کی ساتویں نمبر کی اولاد تھا اور ہم لوگوں کے پاس ایک خدمت گزار تھا ہم میں سے جو سب سے چھوٹا تھا' اس نے اس خدمت گزار کے منہ پر طمانچہ مارا تو رسول اللہ! نے ہمیں اس غلام کے آزاد کرنے کا حکم فرمایا۔''

(۸۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَدَعَاهُ أَبِي وَدَعَانِي فَقَالَ اقْتَصَّ مِنْهُ فَإِنَّا مَعْشَرَ بَنِي مُقَرِّنٍ كُنَّا سَبْعَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ فَلَطَمَهَا رَجُلٌ مِنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتِقُوْهَا قَالُوْا إِنَّهُ لَيْسَ لَنَا خَادِمٌ غَيْرُهَا قَالَ فَلْتَخْدُمْهُمْ حَتَّى يَسْتَغْنُوْا فَإِذَا اسْتَغْنَوْا فَلْيُعْتِقُوْهَا.

''مسدد' یحیٰ' سفیان' سلمہ' حضرت معاویہ بن سوید بن مقرن سے روایت ہے کہ میں نے ایک آزاد کردہ غلام کے طمانچہ رسید کیا تو میرے والد صاحب نے مجھے اور اس کو طلب فرمایا پھر اس غلام سے کہا کہ تم اپنا بدلہ لے لو کیونکہ ہم مقرن کے لڑکے ہیں ہم سات اشخاص تھے دور نبوی میں اور ایک خادم کے علاوہ اور کوئی خادم نہیں تھا ہم لوگوں میں سے کسی نے اس کے ایک طمانچہ مار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اس غلام کو آزاد کر دو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی خدمت گزار نہیں ہے (یہ سن کر) آپ نے ارشاد فرمایا جب تک یہ لوگ مالدار نہ ہوں اس وقت تک یہی خدمت گزار خدمت کرے جب مالدار ہو جائیں تو اس کو آزاد کر دیں۔''

(۸۸۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَأَبُوْ كَامِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ زَاذَانَ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوْكًا لَهُ فَأَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ عُوْدًا أَوْ شَيْئًا فَقَالَ مَا لِي فِيْهِ مِنَ الْأَجْرِ مَا يَسْوَى هٰذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ لَطَمَ مَمْلُوْكَهُ أَوْ ضَرَبَهُ فَكَفَّارَتُهُ أَنْ يُعْتِقَهُ.

''مسدد' ابوکامل' ابوعوانہ' فراس' ابوصالح' حضرت زاذان سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا انہوں نے اپنا ایک غلام آزاد کیا تھا۔ انہوں نے زمین سے ایک تنکا یا کوئی اور چیز اُٹھائی اور پھر فرمایا کہ مجھے اس غلام کے آزاد کرنے میں اس قدر بھی ثواب نہیں ہے کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا' آپ فرماتے تھے جو شخص اپنے غلام کے طمانچہ لگائے یا اس کی پٹائی کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔''

(۱۳۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَمْلُوْكِ إِذَا نَصَحَ

غلام یا باندی جب اپنے مالک کے ساتھ بھلائی کریں تو ان کیلئے کس قدر اجر ہے

(۸۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' نافع' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب غلام اپنے مالک کی خیر خواہی کرے اور بہتر طریقہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔''

(۱۳۶) بَابٌ فِيْمَنْ خَبَّبَ مَمْلُوْكًا عَلٰى مَوْلَاهُ

جو شخص کسی شخص کے غلام باندی کو بھڑ کائے تو اس کو کس قدر سخت گناہ ملے گا

(۸۸۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَبَّبَ زَوْجَةَ امْرِءٍ أَوْ مَمْلُوْكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا.

''حسن بن علی' زید' عمار' عبداللہ' عکرمہ' یحیٰ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی کی بیوی یا باندی یا غلام کو بھڑ کائے اور اس کے شوہر یا مالک سے باغی بنا دے تو وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔''

(۱۳۷) بَابٌ فِي الْاِسْتِيْذَانِ

اجازت حاصل کرنے کا بیان

(۸۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِمِشْقَصٍ أَوْ مَشَاقِصَ قَالَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَخْتِلُهٗ لِيَطْعَنَهٗ.

''محمد بن عبید' حماد' عبیداللہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیر اُٹھا کر کھڑے ہوئے گویا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بے خبری میں مار دیں۔''

(۸۸۷) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنِ اطَّلَعَ فِيْ دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَفَقَئُوْا عَيْنَهٗ فَقَدْ هَدَرَتْ عَيْنُهٗ.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' سہیل' ان کے والد' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص

بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانکے پھر وہ اس کی آنکھ پھوڑ ڈالے تو اس کی آنکھ ضائع گئی (اور اس سے انتقام نہیں لیا جائیگا)''

(۸۸۸) حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ كَثِيرٍ عَنِ الْوَلِيدِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْبَصَرُ فَلَا إِذْنَ.

''ربیع بن سلیمان' ابن وہب' سلیمان' کثیر' ولید' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب گھر کے اندر نظر ڈال لی تو پھر اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔''

(۸۸۹) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ أَخْبَرَهُ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ أُمَيَّةَ بَعَثَهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِلَبَنٍ وَجِدَايَةٍ وَضَغَابِيسَ وَالنَّبِيُّ ﷺ بِأَعْلَى مَكَّةَ فَدَخَلْتُ وَلَمْ أُسَلِّمْ فَقَالَ ارْجِعْ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذَلِكَ بَعْدَمَا أَسْلَمَ صَفْوَانُ بْنُ أُمَيَّةَ قَالَ عَمْرٌو وَأَخْبَرَنِي ابْنُ صَفْوَانَ بِهَذَا أَجْمَعَ عَنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ أُمَيَّةُ بْنُ صَفْوَانَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُهُ مِنْ كَلَدَةَ بْنِ حَنْبَلٍ وَ قَالَ يَحْيَى أَيْضًا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ كَلَدَةَ بْنَ الْحَنْبَلِ أَخْبَرَهُ.

''یحییٰ بن حبیب' روح (دوسری سند) ابن بشار' ابو عاصم' ابن جریج' عمرو بن ابی سفیان' عمرو بن عبد اللہ' کلدہ بن حنبل سے روایت ہے کہ حضرت صفوان بن امیہ نے ان کو خدمت نبوی میں دودھ' ہرن اور ککڑیاں دے کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے بالائی حصہ میں تھے' میں گیا اور سلام نہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر اندر آؤ اور یہ واقعہ صفوان رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد پیش آیا۔ عمرو نے بیان کیا کہ مجھے ابن صفوان نے یہ تمام روایت بتلائی لیکن اس روایت میں سننے کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور یحییٰ نے یہ بھی بیان کیا کہ کلدہ بن حنبل نے عمرو بن عبد اللہ بن صفوان سے یہ روایت بیان کی۔''

(۸۹۰) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتٍ فَقَالَ أَلِجُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِخَادِمِهِ اخْرُجْ إِلَى هَذَا فَعَلِّمْهُ الِاسْتِئْذَانَ فَقُلْ لَهُ قُلِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ فَسَمِعَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ.

''ابو بکر بن ابی شیبہ' ابو الاحوص' منصور' حضرت ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ قبیلہ بنو عامر کا ایک شخص' آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ گھر میں تھے تو وہ کہنے لگا کیا میں اندر داخل ہو جاؤں؟ آپ نے خادم سے فرمایا تم جاؤ اور اس کو اجازت کا طریقہ سکھلا دو اور اسے کہو کہ وہ کہے السلام علیکم' کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں؟ اس شخص نے یہ بات سن لی۔ اس نے کہا السلام علیکم' کیا میں اندر داخل ہو جاؤں؟ آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔''

(۸۹۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ هُزَيْلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ قَالَ عُثْمَانُ سَعْدٌ فَوَقَفَ عَلَى بَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُ فَقَامَ عَلَى الْبَابِ قَالَ عُثْمَانُ مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ هَكَذَا عَنْكَ أَوْ هَكَذَا فَإِنَّمَا الِاسْتِئْذَانُ مِنَ النَّظَرِ.

''عثمان بن ابی شیبہ' جریر (دوسری سند) ابو بکر بن ابی شیبہ' حفص' اعمش' طلحہ' ہزیل سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا۔ عثمان' سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر اجازت مانگنے کے لئے کھڑا ہوا اور بالکل دروازے کے سامنے

کھڑا ہوا۔ ان سے ارشاد فرمایا دروازے کے اس طرف کھڑے ہو یا اس طرف اس لئے کہ اجازت حاصل کرنا اسی وجہ سے ضروری ہے کہ گھر کے اندر نظر نہ پڑے۔''

(۸۹۲) حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا أَبُوْ دَاوٗدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ رَجُلٍ عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ہارون بن عبداللہ' ابوداؤد' سفیان' اعمش' طلحہ' بنو سعد کے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔''

(۸۹۳) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حُدِّثْتُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَكَذٰلِكَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَلَمْ يَقُلْ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ.

''ہناد بن سری' ابو الاحوص' منصور' ربعی سے روایت ہے قبیلہ بنو عامر کے ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی پھر اسی طریقہ سے روایت کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس طریقہ سے مسدد نے ابوعوانہ منصور سے روایت کیا ہے اور اس روایت میں قبیلہ بنو عامر کے شخص کا تذکرہ نہیں ہے۔''

(۸۹۴) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عَامِرٍ أَنَّهُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ قَالَ فَسَمِعْتُهُ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَأَدْخُلُ.

''عبیداللہ' ان کے والد' شعبہ' منصور' ربعی قبیلہ بنی عامر کے ایک شخص سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت رسول کریم ﷺ سے اجازت مانگی پھر اسی طریقہ سے بیان کیا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا السلام علیکم کیا میں اندر داخل ہو جاؤں؟''

(۱۳۹) بَابُ كَمْ مَرَّةً يُسَلِّمُ الرَّجُلُ فِي الْاِسْتِئْذَانِ

انسان اجازت لینے کے لئے کتنی مرتبہ سلام کرے

(۸۹۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِيْ مَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ فَجَاءَ أَبُوْ مُوْسٰى فَزِعًا فَقُلْنَا لَهُ مَا أَفْزَعَكَ قَالَ أَمَرَنِيْ عُمَرُ أَنْ آتِيَهُ فَأَتَيْتُهُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَنِيْ قُلْتُ قَدْ جِئْتُ فَاسْتَأْذَنْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ قَالَ لَتَأْتِيَنَّ عَلٰى هٰذَا بِالْبَيِّنَةِ فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ لَا يَقُوْمُ مَعَكَ إِلَّا أَصْغَرُ الْقَوْمِ قَالَ فَقَامَ أَبُوْ سَعِيْدٍ مَعَهُ فَشَهِدَ لَهُ.

''احمد بن عبدة' سفیان' یزید بن خصیفہ' بسر بن سعید' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک مجلس میں انصار کے پاس بیٹھا تھا کہ ابوموسیٰ گھبرائے ہوئے پہنچے۔ ہم نے معلوم کیا کیا پریشانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلب کیا میں چلا گیا اور میں نے ان سے تین مرتبہ اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن مجھے کسی قسم کا جواب نہیں ملا تو میں واپس

ہوگیا۔ انہوں نے دریافت فرمایا تم کیوں اندر نہیں آئے؟ میں نے جواب دیا کہ میں آیا' تین مرتبہ اجازت مانگی لیکن کوئی جواب نہ ملا اور نبیؐ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت مانگے پھر اس کو اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے عمرؓ نے فرمایا تمہیں اس بات پر کوئی گواہ پیش کرنا پڑے گا کہتے ہیں کہ ابوسعید نے کہا کہ تمہارے ساتھ وہ شخص جائے گا جو مجلس کے لوگوں میں سب سے چھوٹا ہے۔ پھر حضرت ابوسعید حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ گئے اور شہادت پیش کی۔''

(۸۹۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِیْ مُوْسٰى أَنَّهٗ أَتٰى عُمَرَ فَاسْتَأْذَنَ ثَلاثًا فَقَالَ يَسْتَأْذِنُ أَبُوْ مُوْسٰى يَسْتَأْذِنُ الْأَشْعَرِیُّ يَسْتَأْذِنُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَرَجَعَ فَبَعَثَ إِلَيْهِ عُمَرُ مَا رَدَّكَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُ أَحَدُكُمْ ثَلاثًا فَإِنْ أُذِنَ لَهٗ وَإِلَّا فَلْيَرْجِعْ قَالَ ائْتِنِیْ بِبَيِّنَةٍ عَلٰى هٰذَا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ هٰذَا أُبَیٌّ فَقَالَ أُبَیٌّ يَا عُمَرُ لَا تَكُنْ عَذَابًا عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ لَا أَكُوْنُ عَذَابًا عَلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''مسدد' عبداللہ بن داؤد' طلحہ بن یحییٰ' ابو بردہ' ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ وہ عمر فاروقؓ کے پاس آئے اور تین مرتبہ اندر داخل ہونے کی اس طریقہ سے اجازت مانگی کہ ایک مرتبہ کہا کہ ابوموسیٰ (اندر آنے کی) اجازت چاہتا ہے پھر کہا اشعری اجازت چاہتا ہے پھر کہا عبداللہ بن قیس اجازت چاہتا ہے لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ واپس ہوئے تو عمرؓ نے ان کے پیچھے ایک شخص روانہ کیا جب وہ واپس ہوئے تو کہا تم کس وجہ سے واپس ہو گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے ہر ایک شخص تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگے اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ واپس چلا جائے۔ عمرؓ نے فرمایا تم اس بات پر گواہ پیش کرو۔ وہ واپس آئے اور اُبی بن کعبؓ کو لے کر آئے۔ ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ اُبی اس بات پر شاہد ہیں اُبی نے فرمایا اے عمر! رسول اللہؐ کے اصحاب کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ عمرؓ نے کہا میں ہرگز آپ کے اصحاب کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔''

(۸۹۷) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوْسٰى اسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيْهِ فَانْطَلَقَ بِأَبِیْ سَعِيْدٍ فَشَهِدَ لَهٗ فَقَالَ أَخَفِیَ عَلَیَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِی الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَلٰكِنْ سَلِّمْ مَا شِئْتَ وَلَا تَسْتَأْذِنْ.

''یحییٰ بن حبیب' روح' ابن جریج' عطاء' حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی پھر یہی واقعہ بیان کیا یہاں تک کہ حضرت ابوموسیٰ ابوسعید کو لے کر آئے۔ انہوں نے شہادت دی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حدیث مجھ سے مخفی رہ گئی مجھے بازار کے لین دین نے غافل بنا دیا اب تم جتنی مرتبہ چاہو سلام کیا کرو اور اندر آنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔''

(۸۹۸) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ أَبِیْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْهِ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ لِأَبِیْ مُوْسٰى إِنِّیْ لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلٰكِنَّ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ شَدِيْدٌ.

''زید بن اخزم' عبدالقاہر' ہشام' حمید' حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طریقہ پر روایت کیا ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ میں

نے تم کو جھوٹا نہیں سمجھا لیکن حضور اکرم ﷺ سے حدیث روایت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔''

(۸۹۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنْ عُلَمَائِهِمْ فِي هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ لِأَبِي مُوسٰى أَمَا إِنِّي لَمْ أَتَّهِمْكَ وَلٰكِنْ خَشِيتُ أَنْ يَتَقَوَّلَ النَّاسُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ.

''عبداللہ بن مسلمہ' مالک' ربیعہ اور مدینہ منورہ کے دیگر علماء سے اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ سے فرمایا میں نے تمہیں جھوٹا آدمی نہیں سمجھا لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ لوگ آپ پر باتیں بنانے لگیں گے (یعنی حدیث نقل کرنے میں احتیاط سے کام نہ لیں گے)''

(۹۰۰) حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْمَعْنٰى قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَبِي كَثِيرٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ زَارَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا قَالَ قَيْسٌ فَقُلْتُ أَلَا تَأْذَنُ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ذَرْهُ يُكْثِرْ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ رَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ قَالَ فَانْصَرَفَ مَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ لَهُ سَعْدٌ بِغُسْلٍ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ نَاوَلَهُ مِلْحَفَةً مَصْبُوغَةً بِزَعْفَرَانَ أَوْ وَرْسٍ فَاشْتَمَلَ بِهَا ثُمَّ رَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى آلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ ثُمَّ أَصَابَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الطَّعَامِ فَلَمَّا أَرَادَ الْانْصِرَافَ قَرَّبَ لَهُ سَعْدٌ حِمَارًا قَدْ وَطَّأَ عَلَيْهِ بِقَطِيفَةٍ فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ يَا قَيْسُ اصْحَبْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ قَيْسٌ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ارْكَبْ فَأَبَيْتُ ثُمَّ قَالَ إِمَّا أَنْ تَرْكَبَ وَإِمَّا أَنْ تَنْصَرِفَ قَالَ فَانْصَرَفْتُ قَالَ هِشَامٌ أَبُو مَرْوَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ أَبُو دَاوُدَ رَوَاهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَابْنُ سَمَاعَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرَا قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ.

''محمد بن مثنیٰ' ہشام' ولید' اوزاعی' یحییٰ' محمد بن عبدالرحمٰن' حضرت قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ملاقات کے لئے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (باہر سے ہی) السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہلکی آواز سے جواب دیا۔ قیس کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی اجازت نہیں دے رہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سلام کر لینے دو۔ آپ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر ہلکی آواز سے آپ کے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے چل دیئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کا سلام سن رہا تھا لیکن میں ہلکی آواز سے اس تمنا میں جواب دے رہا تھا کہ آپ زیادہ (مرتبہ) ہم لوگوں کو سلام کریں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس تشریف لائے حضرت سعد نے آپ کے لئے غسل کے پانی کے بندوبست کا حکم دیا۔ آپ نے غسل فرمایا پھر حضرت سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک چادر پیش کی جو کہ زعفران یا ورس میں رنگی ہوئی تھی۔ آپ نے اس چادر کو لپیٹ لیا اس کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا

کرارشاد فرمایا اے اللہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی اولاد پر رحمت و برکت نازل فرما۔ پھر آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ آپ کی سواری کے لئے ایک گدھا لے کر حاضر ہوئے جس پر چادر پڑی ہوئی تھی آپ اس پر سوار ہوئے۔ حضرت سعد نے کہا اے قیس تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاؤ۔ آپ نے مجھ سے فرمایا سوار ہو جاؤ میں نے انکار کردیا۔ آپ نے فرمایا یا تو تم سوار ہو جاؤ ورنہ واپس ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں واپس آ گیا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد الواحد اور ابن سمعہ نے اس روایت کو مرسلاً اوزاعی سے روایت کیا ہے۔ قیس بن سعد کا ذکر نہیں کیا۔''

(۹۰۱) حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ فِي آخَرِينَ قَالُوا حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أَتَى بَابَ قَوْمٍ لَمْ يَسْتَقْبِلِ الْبَابَ مِنْ تِلْقَاءِ وَجْهِهٖ وَلٰكِنْ مِنْ رُكْنِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ وَيَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَذٰلِكَ أَنَّ الدُّوْرَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا يَوْمَئِذٍ سُتُوْرٌ.

''مؤمل' بقیہ' محمد بن عبدالرحمٰن' حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کے دروازے پر تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کی جانب چہرہ کر کے نہ کھڑے ہوتے بلکہ دروازے کی دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلام علیکم السلام علیکم کہتے اس لئے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے موجود نہیں ہوتے تھے۔''

تشریح: تینوں ابواب میں یہی مذکورہ ہے کہ تین مرتبہ سلام کہے اور اجازت چاہے ورنہ لوٹ رہے اندر دیکھیں نہ بلا اجازت داخل ہوں، اسی طرح دروازہ کھٹکانا اور گھنٹی بجانا بھی تین مرتبہ ہو اور اگر اجازت یا جواب نہ ملے تو پھر واپس ہولیں۔ جیسا کہ ابوموسیٰ اشعریؓ نے کیا۔ آخری حدیث یہاں مختصر ہے اس سے پہلے ہم ریاض الصالحین اور مشکوٰۃ میں پڑھ آئے ہیں۔ اگلے باب میں پہلے اجازت موجود ہونے کی صورت میں نئے سرے سے اجازت نہ لینے کا ذکر ہے کہ جب کسی نے قاصد بھیج کر بلوایا اور قاصد کے ساتھ گئے تو ظاہر ہے اجازت موجود ہے لیکن احتیاط اب بھی یہی ہے کہ قدرے فاصلے سے سلام کرلیا جائے تاکہ آمد کی اطلاع ہو جائے۔

فقال من هذا؟ قلت انا قال انا انا کیونکہ مکمل جواب نہیں ہے بلکہ باوجود سوال و جواب کے بات ادھوری ہے۔ اس لیے اسے ناپسند کیا اور ناگواری کا اظہار فرمایا۔ **وجه الكراهة ان السوال للاستكشاف ودفع الابهام ولا يحصل ذلك بمجرد قوله انا..... نعم قد يحصل التعيين بمعرفة، ولكنه انكر هذه الكلمة على جابر تعليما للادب وبيانا لقاعدة. (بذل)**

(۱۴۰) بَابُ دَقِّ الْبَابِ عِنْدَ الْإِسْتِئْذَانِ

بوقت اجازت دروازہ کھٹکھٹانا

(۹۰۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا بِشْرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَيْنِ أَبِيْهِ فَدَقَقْتُ الْبَابَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَنَا قَالَ أَنَا أَنَا كَأَنَّهُ كَرِهَهُ.

''مسدد' بشر' شعبہ' حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے والد کے قرضہ کی گفتگو کرنے کے سلسلے میں

خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے دریافت فرمایا کون؟ میں نے عرض کیا: مَیں ہوں۔ آپ نے فرمایا مَیں' گویا آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔''

(۹۰۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ يَعْنِي الْمَقَابِرِيَّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى دَخَلْتُ حَائِطًا فَقَالَ لِيْ أَمْسِكِ الْبَابَ فَضُرِبَ الْبَابُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ يَعْنِيْ حَدِيْثَ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ فِيْهِ فَدَقَّ الْبَابَ.

''یحییٰ بن ایوب' اسماعیل' محمد بن عمرو' ابوسلمہ' حضرت رافع بن عبدالحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ میں ایک باغ میں داخل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اس کا دروازہ بند رکھنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دریافت کیا کون؟ پھر حدیث کو اخیر تک بیان کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یعنی ابوموسیٰ کی حدیث کو بیان کیا۔ فَدَقَّ الْبَابَ ..... 'کو''

(۱۴۱) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْعٰى أَيَكُوْنُ ذٰلِكَ إِذْنَهُ

کیا کسی شخص کا بلایا جانا اس کے لئے اجازت ہوگا؟

(۹۰۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حَبِيْبٍ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ الرَّجُلِ إِلَى الرَّجُلِ إِذْنُهُ

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' حبیب' ہشام' محمد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی آدمی کسی کو بلانے کے لئے بھیجے تو وہی اس کی اجازت ہے۔''

(۹۰۵) حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلٰى طَعَامٍ فَجَاءَ مَعَ الرَّسُوْلِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَهُ إِذْنٌ قَالَ أَبُوْ عَلِيِّ نِ اللُّؤْلُؤِيُّ سَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ يَقُوْلُ قَتَادَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْ رَافِعٍ شَيْئًا.

''حسین بن معاذ' عبدالاعلیٰ' سعید' قتادہ' حضرت ابورافع' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگوں میں سے کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے تو یہی اس کی اجازت ہے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ قتادہ کا سماع ابورافع سے ثابت نہیں ہے۔''

(۱۴۲) بَابُ الْاِسْتِئْذَانِ فِي الْعَوْرَاتِ الثَّلٰثِ!

علیحدگی کے تین اوقات میں اجازت لینے کا حکم

(۹۰۶) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ قَالَ حَدَّثَنَا ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ وَابْنُ عَبْدَةَ وَهٰذَا حَدِيْثُهُ قَالَا أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ لَمْ يُؤْمَرْ بِهَا أَكْثَرُ النَّاسِ آيَةَ الْإِذْنِ وَإِنِّیْ لَآمُرُ جَارِيَتِیْ هٰذِهٖ تَسْتَأْذِنُ عَلَیَّ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَأْمُرُ بِهٖ

''ابن سرح (دوسری سند) ابن صباح' ابن عبدہ' سفیان' عبید اللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اجازت لینے کی آیت کریمہ پر زیادہ تر لوگوں نے عمل نہیں کیا لیکن میں نے اپنی اس باندی کو بھی حکم دے دیا کہ میرے پاس اجازت لے کر آئے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے اس طریقہ سے روایت کیا ہے وہ اجازت لینے کا حکم فرماتے تھے۔''

(۵۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرٍو بْنِ أَبِیْ عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ تَرٰی فِیْ هٰذِهِ الْآيَةِ الَّتِیْ أُمِرْنَا فِيْهَا بِمَا أُمِرْنَا وَلَا يَعْمَلُ بِهَا أَحَدٌ قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُوْنَ عَلَيْكُمْ قَرَأَ الْقَعْنَبِیُّ إِلٰی عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ اللّٰهَ حَلِيْمٌ رَحِيْمٌ بِالْمُؤْمِنِيْنَ يُحِبُّ السَّتْرَ وَكَانَ النَّاسُ لَيْسَ لِبُيُوْتِهِمْ سُتُوْرٌ وَلَا حِجَالٌ فَرُبَّمَا دَخَلَ الْخَادِمُ أَوِ الْوَلَدُ أَوْ يَتِيْمَةُ الرَّجُلِ وَالرَّجُلُ عَلٰی أَهْلِهٖ فَأَمَرَهُمُ اللّٰهُ بِالْاِسْتِئْذَانِ فِیْ تِلْكَ الْعَوْرَاتِ فَجَائَهُمُ اللّٰهُ بِالسُّتُوْرِ وَالْخَيْرِ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَعْمَلُ بِذٰلِكَ بَعْدُ.

''عبداللہ بن مسلمہ' عبدالعزیز' عمرو' عکرمہؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے جو کہ عراق کے باشندے تھے' ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ اس آیت کے سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ جس میں ہمیں حکم ہوا' جو حکم ہوا۔ لیکن کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا یہ آیت: ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ﴾ یعنی ''اہلِ ایمان! چاہیے کہ تمہارے پاس تمہارے غلام اور تمہاری باندیاں اور جو لڑکے سمجھ دار ہیں لیکن ابھی بالغ نہیں ہوئے (یعنی مراہق اور بلوغت کے قریب لڑکے) تین مرتبہ اجازت لے کر داخل ہوا کریں' نمازِ فجر سے پہلے' اور جس وقت تم دوپہر کے وقت کپڑے اُتارتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات ہیں کہ جن میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور ان تین اوقات کے علاوہ کسی قسم کا گناہ نہیں نہ تم پر اور نہ ان پر (یعنی ان داخل ہونے والوں پر) کہ ایک دوسرے کے پاس جائیں اور اللہ تعالیٰ بہتر طریقہ سے واقف ہیں حکمت والے۔ ابن عباسؓ نے بیان فرمایا اللہ تعالیٰ علم والے اور رحمت کرنے والے ہیں اہلِ ایمان کے ساتھ اور پردہ پوشی کو پسند فرماتے ہیں جس وقت آیت نازل ہوئی تو اس وقت لوگوں کے مکانات میں نہ پردے تھے نہ مسہریاں تھیں تو اکثر خدام یا لڑکا یا یتیم ایسے وقت میں آجاتا کہ انسان اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرتا ہوتا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ان اوقات میں اجازت لینے کا حکم فرمایا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے پردے عطا فرمادیئے اور تمام کچھ عنایت فرمایا جب سے میں نے کسی شخص کو اس آیت کریمہ پر عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

تشریح: **تین اوقات میں بغیر اجازت داخل نہ ہونے کی وجہ؟**: اس باب میں سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۸ میں ذکر کردہ احکام کی وضاحت کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ بعض اوقات انسان ایسے لباس اور حالت میں ہوتا ہے کہ دوسرے کی نظر اور اطلاع درست نہیں ایسے میں احتیاطی حکم دیا کہ داخل ہونے والا اجازت لے کر آئے تاکہ آدمی اپنی ہیئت ولباس سنبھال لے اور ندامت نہ ہو۔ یہ تین اوقات ایسے ہی ہیں جن میں بندہ خلوت میں ہوتا ہے۔ فجر سے پہلے، قیلولہ کے وقت، عشاء کے بعد۔ وانما

خص هذه الاوقات لانها ساعات الخلوة ووضع الثياب، فربما يبدو من الانسان مالا يحب ان يراه احد من العبيد والصبيان، فامروا بالاستئذان فی هذه الاوقات، واما غير هم فليستأذنوا فی جميع الاوقات. (عون)
سمی هذه الاوقات عورات لان الانسان يضع فيه ثيابه فتبد وعورته. (عون)
حکم اجازت باقی ہے یا منسوخ؟: وآية الاستئذان قيل منسوخة وقيل لا ولكن تهاون الناس فی ترك الاستئذان. (عون) ایک قول منسوخ ہونے اور دوسرا نہ ہونے کا ہے لیکن سستی وکوتاہی لوگوں میں آ چکی ہے۔ حدیث ثانی میں ابن عباسؓ کی تصریح موجود ہے کہ یہ حکم معلول بالعلۃ ہے کہ اب پردہ حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع کثیر آ چکے ہیں۔ ورنہ کوتاہی میں رسوائی ہے۔
تنبیہ: یہ سلسلہ اجازت ودخول محارم واقارب کے لیے ہے اجانب وغیرہ محارم کے لیے تو سرے سے داخل ہونے کی اجازت ہی نہیں۔ چنانچہ ابن عباس کا معمول منقول ہے کہ اپنی کنیز کو بھی حکم دیتے کہ ان اوقات میں اجازت لے کر داخل ہو اس لیے بہتر ہے کہ اب بھی اجازت لے کر اور السلام علیکم کہہ کر داخل ہوں۔

(۱۴۳) بَابٌ فِيْ إِفْشَاءِ السَّلَامِ

بوقت ملاقات سلام کرنا

(۹۰۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِيْ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَفَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.

"احمد بن ابی شعیب، زہیر، اعمش، ابوصالح، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ جنت میں داخل نہ ہو گے جس وقت تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم لوگوں کا ایمان مکمل نہ ہو گا جب تک کہ تم لوگ باہمی طور پر ایک دوسرے سے محبت نہ رکھو اور میں تم کو ایسا کام نہ بتلاؤں کہ جب تم اس کام کو انجام دو تو باہمی طور پر محبت کرنے لگو وہ کام یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو السلام علیکم کو خوب رواج دو۔"

(۹۰۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

"قتیبہ، لیث، یزید، ابوالخیر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اسلام کا کونسا کام اچھا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور ہر ایک شخص کو سلام کرنا چاہیے اس سے تمہاری واقفیت ہو یا واقفیت نہ ہو۔"

تشریح: یہاں سے گیارہ ابواب میں سلام کے متعلق مفصل ہدایات مذکور ہیں جس میں فضائل ومسائل ہر دو موجود ہیں سلام اسلام واہل اسلام کی پہچان اور امن وسلامتی کا پیغام ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ نمونہ ادب واکرام ہے۔
سلام کی اقسام: سلام کی تین قسمیں ہیں (۱) سلام استیذان (۲) سلام لقاء (۳) سلام الوداع۔ یعنی پہلا سلام اجازت کے لیے،

دوسرا ملاقات کے وقت، تیسرا رخصت وروانگی کے لیے۔

سلام کا حکم: ابتداء میں سلام کرنا سنت ہے اور سنت علی الکفایہ ہے کہ ایک کے سلام کرنے سے پورے مجموعے کی طرف سے کافی ہو جاتا ہے، اگر کوئی سلام کرے تو جواب دینا واجب ہو جاتا ہے اور اگر دونوں نے سلام کر دیا تو جواب ساقط ہو جاتا ہے۔ (فتح المعین)

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی کے ذریعے سے سلام بھیجے تو جواب میں بھیجنے والے اور پہنچانے والے دونوں کا ذکر ہونا چاہیے **وعليك وعليه السلام، وعليه وعليك السلام.**

مردوں کا غیر محرم عورتوں کو سلام کرنا یا عورتوں کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا: (۱) امام بخاریؒ ابن بطالؒ مہلبؒ کہتے ہیں کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے۔ (۲) امام مالک کے متبعین نے شابہ وعجوزۃ (جوان اور بوڑھی) کے درمیان فرق کیا ہے کہ جوان پر منع اور بوڑھی کے لیے جائز ہے۔ (۳) اور یہ فرق فتنوں کے باب کو بند کرنے کے لیے ہے۔ اہل کوفہ کہتے ہیں کہ عورتیں ابتداء نہیں کر سکتیں کیونکہ اذان، اقامت، **قراۃ بالجھر** وغیرہ سے ان کو روکا گیا ہے۔ (۴) بعض نے جمیلہ اور غیر جمیلہ میں فرق کیا ہے کہ حسین عورت پر سلام کرنا مکروہ ہے اور جو حسین نہ ہو اس پر مکروہ نہیں ہے (عجیب؟) (۵) دکتور حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن نے بھی یہی کہا ہے کہ اجنبی عورتوں سے کلام مضر ہے بھلے کسی انداز سے بھی ہو کیونکہ ابتداء فتنہ سلام کلام بات چیت وملاقات اور اشارات وکنایات سے ہوتی ہے جس کی انتہاء ایسے بھیانک امور پر ہوتی جن پر کلام ممکن نہیں۔ (۶) ربیعہؒ نے علی الاطلاق منع کیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ بحث غیر محارم کے متعلق ہے جیسا کہ عنوان سے واضح ہے، محارم کے متعلق سلام کا وہی حکم ہے جو مردوں کے لیے ہے اور اس کے مکمل فضائل کے حصول کی امید ہے۔

بعض لوگ زوجہ پر سلام کو قباحت کی نظر سے دیکھتے اور سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی حقارت وقباحت کی چیز نہیں بلکہ سلامتی کی بات ہے کیا آپ کی بیوی کو سلامتی کی ضرورت نہیں یا آپ اس کی تندرستی وسلامتی نہیں چاہتے؟ گھر والوں پر سلام کے متعلق ہے۔

قال انس قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا بنی اذا دخلتَ علی اهلك فسلّم تكون بركة عليك وعلى اهل بيتك. (ترمذی: ج۲ص۵۵۷)

مجوزین کے دلائل: (۱) امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آدمی کی شکل میں آتے اور سلام کرتے مسلم ۲/ ۲۸۷۔

(۲) **اسماء بنت یزید تحدّث ان رسول لله ﷺ مرقفی المسجد یوما وعصبة من النساء قعود فالوی بیده بالتسلیم.** ترمذی ج۲ص۵۵۷۔ اس سے بھی عورتوں پر سلام کرنا ظاہر ہے۔ آگے باب ۱۴۹ میں یہ حدیث آ رہی ہے۔

(۳) **ام ھانی** نے حالت غسل میں آ کر آپ ﷺ کو فتح مکہ کے دن سلام کیا تھا۔ ترمذی ۲/ ۹۲ باب ماجاء فی مرحبا۔

(۴) آپ ﷺ ام ایمنؓ (برکہ) کے پاس تشریف لے جاتے جمعہ کے بعد اور سلام کرتے جو سلق وشعیر (چقندر وجو) کا کھانا تیار کرتی تھی۔ اور آپ ﷺ کی رحلت کے بعد ابو بکرؓ وعمرؓ بھی تشریف لے جاتے۔ (مسلم ج۲ص۲۹۳) ان احادیث ودلائل کی بناء پر امام بخاری ودیگر اہل علم کا کہنا ہے کہ سلام جائز ہے۔ جبکہ دوسرے حضرات کی رائے بھی آپ کے سامنے ہے۔

قال الحليمي: كان النبی ﷺ للعصمة مآ مونًامن الفتنة، فمن وثق من نفسه بالسلامة فليسلم، والافالصمت اسلم. ”حلیمی کہتے ہیں۔ نبی ﷺ عصمت کی وجہ سے فتنہ سے محفوظ تھے جس کو اپنے نفس پر اطمینان ہو تو وہ سلام کرے ورنہ خاموشی میں ہی سلامتی ہے اور مسلم میں ام ہانی کی حدیث ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آئی (فتح مکہ کے موقع پر) وہ غسل کرر ہے تھے تو میں نے ان پر سلام کیا۔“

حقیقت حال مفید فی المآل: شرعی حکم کے اعتبار سے عورتوں، مردوں، بچوں، بوڑھوں، حسینوں جوانوں سب پر سلام جائز بلکہ فضائل کثیرہ کے حصول کا موجب ہے۔ یہ سب کا اتفاقی قول ہے۔ باقی جوفرق مذکور ہے وہ مسئلہ میں نہیں بلکہ فتنہ کی وجہ سے ہے۔ اب یوں سمجھئے جہاں فتنہ کا شبہ واندیشہ ہوتو سلام نہ کیا جائے فتنے سے بچتے ہوئے اور جہاں کوئی خوف فتنہ نہیں تو بالکل درست ہے۔ جیسے حلیمی کا قول ذکر ہوا۔

اہم ترین مسئلہ: اب ہمارے دیار ہندو پاک میں مدارس البنات کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور الحمدللہ کامیابی وحسن اسلوبی سے چل رہا ہے اعلاء کلمۃ اللہ اور مساجد ومدارس کے تقدس کے لیے طلبہ کی طرح مجاہدہ طالبات بھی پیدا ہو رہی ہیں، راقم کو ایسی کثیر اطلاعات ہیں کہ گریجویشن کی ہوئی لڑکی جب مدرسہ میں داخل ہوئی، تو اپنی زندگی اور گھر کا سارا شیطانی ماحول قرآنی کی فضا میں بدل دیا...... ایک طالبہ کو جب شیطانی چرخہ (ٹی وی) توڑنے پر ٹوکا گیا تو فوراً) کہا مجھے مدرسے میں داخل کیوں کیا؟ و کثیر التغیرات والامداحات. اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے نظر بد سے بچائے حاسدین ومفتنین کے حسد وشر سے بچائے اورامت کے لیے راہ ہدایت کا ذریعہ بنائے کیونکہ آپ کو اگر معاشرے کی اصلاح چاہیے تو عورت کو سدھاریئے عورت درست تو بچے درست......... جوانی بہتر اور پیرانہ سالی خوب تر۔ مفتی اعظم پاکستان نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر ٹوہ لگائیں تو ہر قتل کی جڑ عورت ہے۔ معاشرے میں، برادریوں میں، اداروں میں (بلکہ اگر یوں کہیں کہ پوری دنیا میں تو مبالغہ نہ ہوگا) فساد کا سبب عورت (عاریۃ) ہے۔ اس لیے اس کا سیدھا رہنا بے حد ضروری ہے ہاں! اتنا یاد رکھیے کہ آپ سدھار رہے ہیں یا مزید فتنوں کی راہ سدھار رہے ہیں۔ آمدیم بسوئے مطلوب۔ مدارس البنات میں معلمین کو سبق پڑھانا ناگزیر ہے اب جو اساتذہ درسگاہ میں آتے ہیں تو کیا وہ سلام کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارے مدرسہ کے استاد حضرت مولانا زکریاؔ صاحب مدظلہ کا کہنا ہے ”نہ نام نہ سلام نہ کلام آپ پڑھایئے درس تمام“ اور یہی صائب اور پرامن رائے ہے۔

استاد کا پست آواز میں برائے اطلاع آمد استاد سلام کرنا بشرطیکہ طالبات بلا مبالغہ سادے سے الفاظ میں ہلکہ سا جواب دیں تو جائز ہے۔ والافلا۔ مزید کچھ تشریح باب ۱۵۰ کے تحت آرہی ہے۔

(۱۴۴) بَابٌ كَيْفَ السَّلَامُ

کس طریقہ سے سلام کیا جائے؟

(۹۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَوْفٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ

فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ عِشْرُوْنَ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ ثَلَاثُوْنَ.

''محمد بن کثیر، جعفر، عوف، ابورجاء، عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا السلام علیکم۔ آپ نے اس کو جواب دیا۔ وہ شخص بیٹھ گیا آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص کو دس نیکیاں مل گئیں۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا آپ نے اس کو جواب عطا فرمایا۔ وہ شخص بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اس شخص کو بیس نیکیاں مل گئیں۔ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے جواب عطا فرمایا وہ شخص بیٹھ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص کو تیس نیکیاں مل گئیں۔''

(٩١١) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُوَيْدِ نِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ أَظُنُّ أَنِّيْ سَمِعْتُ نَافِعَ بْنَ يَزِيْدَ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُوْ مَرْحُوْمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ أَتٰى آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ وَمَغْفِرَتُهُ فَقَالَ أَرْبَعُوْنَ قَالَ هٰكَذَا تَكُوْنُ الْفَضَائِلُ.

''اسحاق بن سوید، ابن ابی مریم، نافع، ابومرحوم، حضرت سہل بن معاذ، حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور اس میں اس قدر اضافہ ہے کہ پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس (نیکیاں مل گئیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسی طریقہ سے نیکیوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔''

قرآن کریم میں ہے ''واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا'' (نساء ۸۶) اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بڑھ کر عمدہ جواب دو یا کم سے کم وہی جواب میں لوٹا دو۔ اس لئے ہمیں چاہئے سلام میں لفظ بڑھ کر کہیں اور زیادہ اجر والفت پائیں؟

(١٤٥) بَابٌ فِيْ فَضْلِ مَنْ بَدَأَ السَّلَامَ

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

(٩١٢) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ نِ الذُّهْلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِيْ خَالِدٍ وَهْبٍ عَنْ أَبِيْ سُفْيَانَ الْحِمْصِيِّ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ.

''محمد بن یحییٰ، ابوعاصم، ابوخالد، ابوسفیان، حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ آدمی سب سے زیادہ فضیلت والا ہے جو کہ سلام کرنے میں پہل کرے۔''

(١٤٦) بَابُ مَنْ أَوْلٰى بِالسَّلَامِ

سلام کس کو کرے؟

(٩١٣) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُسَلِّمُ

الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ.

''احمد بن حنبل' عبدالرزاق' معمر' ہمام بن منبہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا چھوٹا شخص بڑے کو اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔''

(۹۱۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبِ بْنِ عَرَبِيٍّ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

''یحییٰ بن حبیب' روح' ابن جریج' زیاد' حضرت ثابت' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سواری والا شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرنے پھر اسی حدیث کو بیان کیا۔''

(۱۴۷) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُفَارِقُ الرَّجُلَ ثُمَّ يَلْقَاهُ أَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ

جب کوئی شخص دوسرے سے علیحدہ ہو کر دوبارہ ملاقات کرے تو سلام کرنا چاہئے

(۹۱۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنْ أَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَإِنْ حَالَتْ بَيْنَهُمَا شَجَرَةٌ أَوْ جِدَارٌ أَوْ حَجَرٌ ثُمَّ لَقِيَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ أَيْضًا قَالَ مُعَاوِيَةُ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ بُخْتٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِثْلَهُ سَوَاءً.

''احمد بن سعید' ابن وہب' معاویہ بن صالح' ابوموسیٰ' ابومریم' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے اگر دونوں کے درمیان ایک درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہو جائے پھر ملاقات کرے تو پھر سلام کرنا چاہئے۔ معاویہ نے بیان کیا کہ عبدالوہاب نے ابوالزناد' اعرج' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت اسی طریقہ سے بیان کی ہے۔''

(۹۱۶) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ نِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَهُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَدْخُلُ عُمَرُ؟

''عباس عنبری' اسود بن عامر' حسن بن صالح' ان کے والد' سلمہ بن کہیل' سعید بن جبیر' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حجرہ میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیکم کیا عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اندر آ سکتا ہے؟''

(۱۴۸) بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

(۹۱۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ أَتَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى غِلْمَانٍ

يَلْعَبُوْنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ.

''عبداللہ بن مسلمہ' سلیمان' ثابت' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے پاس سے گزر ہوا جو کہ ایک جگہ کھیل رہے تھے۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔''

(۹۱۸) حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ قَالَ أَنَسٌ اِنْتَهٰى إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَأَنَا غُلَامٌ فِي الْغِلْمَانِ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِيْ فَأَرْسَلَنِيْ بِرِسَالَةٍ وَقَعَدَ فِيْ ظِلِّ جِدَارٍ أَوْ قَالَ إِلٰى جِدَارٍ حَتّٰى رَجَعْتُ إِلَيْهِ.

''ابن مثنیٰ' خالد بن حارث' حمید' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں لڑکوں میں ایک لڑکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سلام کیا اور پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنا خط دے کر روانہ فرمادیا اور میرے واپس ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے سائے میں تشریف فرما رہے۔''

قال ابن بطال: في السلام على الصبيان تدريبهم على آداب الشريعة و فيه طرح الاكابر رداء الكبر وسلوك التواضع (عونہا)

(۱۴۹) بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلَى النِّسَاءِ

خواتین کو سلام کرنے کا بیان

(۹۱۹) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ سَمِعَهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ يَقُوْلُ أَخْبَرَتْهُ أَسْمَاءُ ابْنَةُ يَزِيْدَ مَرَّ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ فِيْ نِسْوَةٍ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' سفیان بن عیینہ' ابن ابی حسین' حضرت شہر بن حوشب سے روایت ہے' کہتے ہیں کہ انہیں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم خواتین کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سلام کیا۔''

(۱۵۰) بَابٌ فِي السَّلَامِ عَلٰى أَهْلِ الذِّمَّةِ

کفار کو کس طریقہ سے سلام کیا جائے؟

(۹۲۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِيْ صَالِحٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ أَبِيْ إِلَى الشَّامِ فَجَعَلُوْا يَمُرُّوْنَ بِصَوَامِعَ فِيْهَا نَصَارٰى فَيُسَلِّمُوْنَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ أَبِيْ لَا تَبْدَءُوْهُمْ بِالسَّلَامِ فَإِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَبْدَءُوْهُمْ بِالسَّلَامِ وَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فِي الطَّرِيْقِ فَاضْطَرُّوْهُمْ إِلٰى أَضْيَقِ الطَّرِيْقِ.

''حفص بن عمر' شعبہ' حضرت سہیل بن ابی صالح سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ ملک شام کے سفر پر گیا تو لوگ نصاریٰ کے گرجوں کے پاس سے گزرنے لگے اور ان کو سلام کرنے لگے تو میرے والد نے فرمایا تم لوگ سلام کرنے میں پہل نہ کرو کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حدیث سنائی کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ یہود و نصاریٰ کو سلام نہ کرو اور جب تم انہیں

راستوں میں ملو تو ان کو تنگ راستہ پر چلنے پر مجبور کردو۔''

(۹۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْيَهُوْدَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَحَدُهُمْ فَإِنَّمَا يَقُوْلُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ فِيْهِ وَعَلَيْكُمْ.

''عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز بن مسلم، عبداللہ بن دینار، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا یہودی آدمی جب تم لوگوں میں سے کسی کو سلام کرتا ہے تو السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہتا ہے (یعنی تم کو موت آئے) تو تم لوگ اس کے جواب میں وعلیکم کہا کرو (یعنی تم کو ہی موت آئے) امام ابوداؤد فرماتے ہیں عبداللہ بن دینار سے مالک نے اسی طریقہ پر روایت کیا اور ثوری نے عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہوئے وعلیکم کا لفظ بیان کیا۔''

(۹۲۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُسَلِّمُوْنَ عَلَيْنَا فَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ قَالَ قُوْلُوْا وَعَلَيْكُمْ قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ وَكَذٰلِكَ رِوَايَةُ عَائِشَةَ وَأَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ وَأَبِيْ بَصْرَةَ يَعْنِي الْغِفَارِيَّ.

''عمرو بن مرزوق، شعبہ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہلِ کتاب ہم لوگوں کو سلام کرتے ہیں تو ہم لوگ کس طریقہ سے ان کو جواب دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا وعلیکم کہا کرو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابوعبدالرحمٰن، ابوبصری غفاری کی روایت ہے۔''

تشریح: **کفار پر سلام کا طریقہ:** ہمارے یہاں جو اسلامی طریقہ ہے اس طریقہ سے سلام وکلام کفار سے جائز نہیں ہاں اگر کبھی وہ سلام کرلیں تو جواب میں **وعلیکم** یا **سلام علی من اتبع الھدیٰ**، کہا جائے۔ اگر کبھی کسی کافر سے ملاقات اور بات چیت کرنی پڑ جائے تو مضائقہ نہیں لیکن بجائے السلام علیکم کے دوسرے الفاظ سے گفتگو کا آغاز کریں خیریت ہے، کیسے ہو، کب آئے، کیا حال احوال ہیں، ہم نے کہا آپ سے دو باتیں کرلیں وغیرہ۔

کن لوگوں پر سلام مکروہ ہے: کفار کے علاوہ دیگر بھی چند لوگ ہیں جن پر سلام منع ومکروہ ہے۔ **وذکر الزیلعی: انه یکره السلام علی المصلّی........ ولا یجب الردّ لانه فی غیر محله، وجمعها الشیخ صدر الدین الغزی.** علامہ زیلعی نے چند اشخاص ذکر کیے ہیں جن پر سلام مکروہ ہے اور جواب دینا بھی ضروری نہیں انہیں شیخ صدر الدین غزی نے اس نظم میں جمع کیا ہے۔ (فتح المعین ۱/۲۳۶ در مکروہات صلوۃ)

سلامك مكروه على من ستسمع	ومن بعد ما ابدیٰ یسنّ ویشرع
مصلّ وتال ذاكر ومحدث	خطیب ومن یصغی الیهم ویسمع
مكرر فقه جالس لقضائه	ومن یحثوا فی العلم دعهم لینفعوا
موذن ایضا او مقیم مدرس	كذا لا جنبیات الفتاة امنع
لعاب شطرنج وشبه بخلقهم	ومن هو مع اهل له یتمتع

ودع كافر ايضا ومكشوف عورت ومن هو فى حال التغوّط اشنع
ودع اكلا الا اذا كنت جائع وتعلم منه انه ليس يمنع
كذالك استاذ مغن مطير فهذا اختام والزيادة تنفع

(١٥١) بَابٌ فِي السَّلَامِ إِذَا قَامَ مِنَ الْمَجْلِسِ

مجلس سے اُٹھتے وقت سلام کرنا چاہئے

(٩٢٣) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُسَدَّدٌ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِيَانِ ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ مُسَدَّدٌ سَعِيدُ ابْنُ أَبِي سَعِيدِ نِ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَقُوْمَ فَلْيُسَلِّمْ فَلَيْسَتِ الْأُوْلٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ.

''احمد بن حنبل' مسدد' بشر' ابن عجلان' مقبری' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگوں میں سے جب کوئی شخص کسی مجلس میں جائے تو السلام علیکم کہے پھر جب مجلس سے اُٹھنے لگے تو سلام کرے اس لئے کہ مجلس کی پہلی حالت اس کی آخری حالت سے زیادہ حقدار نہیں ہے (کہ آتے ہوئے سلام کیا جائے اور جاتے ہوئے نہ کیا جائے)۔''

(١٥٢) بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُوْلَ عَلَيْكَ السَّلَامُ

لفظ علیک السلام کہنے کی کراہت

(٩٢٤) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدِ نِ الْأَحْمَرُ عَنْ أَبِيْ غِفَارٍ عَنْ أَبِيْ تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ جُرَيِّ نِ الْهُجَيْمِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَوْتٰى.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' ابوخالد' ابوغفار' ابوتمیمہ الجہنی' حضرت ابوجری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا علیک السلام یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علیک السلام نہ کہو اس لئے کہ یہ مُردوں کا سلام ہے۔''

(١٥٣) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ رَدِّ الْوَاحِدِ عَنِ الْجَمَاعَةِ

جماعت میں سے کوئی ایک شخص سلام کا جواب دے دے تو کافی ہے

(٩٢٥) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْجُدِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ خَالِدِ نِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ رَفَعَهُ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ يُجْزِءُ عَنِ الْجَمَاعَةِ إِذَا مَرُّوْا أَنْ يُسَلِّمَ أَحَدُهُمْ وَيُجْزِءُ عَنِ الْجُلُوْسِ أَنْ يَرُدَّ أَحَدُهُمْ.

''حسن بن علی، عبدالملک بن ابراہیم، سعید بن خالد، عبداللہ بن فضل، عبیداللہ بن ابی رافع، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے امام ابوداؤد نے فرمایا کہ اس حدیث کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے مرفوع روایت کہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر ایک جماعت گزرے اور ان میں سے ایک ہی آدمی سلام کرے تو پوری جماعت کا سلام متصور ہوگا اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے بھی ایک کا جواب دینا کافی ہوگا (سب کو جواب نہ دینے کی ضرورت نہیں ہے)''

(۱۵۴) بَابٌ فِي الْمُصَافَحَةِ

مصافحہ کرنے کا بیان

(۹۲۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ زَيْدٍ أَبِي الْحَكَمِ الْعَنَزِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا.

''عمرو بن عون، ہشیم، ابی بلج، زید، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس سے بخشش مانگیں تو ان کی بخشش ہوگی۔''

(۹۲۷) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَفْتَرِقَا.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوخالد، ابن نمیر، اجلح، ابواسحٰق، حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب دو مسلمان شخص ایک دوسرے سے ملاقات کریں اور مصافحہ کریں تو ان کے علیحدہ ہونے سے قبل ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''

(۹۲۸) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَدْ جَائَكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ وَهُمْ أَوَّلُ مَنْ جَاءَ بِالْمُصَافَحَةِ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، حمید، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہل یمن حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے پاس یمنی لوگ آئیں ہیں اور یہ وہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصافحہ کیا۔''

تشریح: مصافحة یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے وہی مفاعلة من الصاق صفح الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه.
یہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے جس میں جانبین کا معنی ہوتا ہے۔ ہتھیلی کو ہتھیلی سے اور چہرے سے چہرا ملانا۔

مصافحے کا حکم: مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دونوں سے؟ جیسے ابھی گذرا کہ مصافحہ ایک ہاتھ سے ثابت ہے اور دو سے بھی لیکن ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریز (یا ان کی پود غیر مقلدین) کا وتیرہ ہے کمال ادب اور مودت ومحبت اور اتباع سنت دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے میں ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے کتاب الاستئذان میں باب المصافحہ کے بعد مستقل ''باب الاخذ باليدين'' کا عنوان قائم کیا ہے اور اس میں تعامل نقل کیا ہے کہ ''فصافح حماد بن زيد ابن المبارك بيديه. جو بخاری بخاری الاپتے تھکتے نہیں کہ اس کے واویلے سے لوگوں کو تردد وشک میں ڈال کر وار کرتے ہیں کہ یہ تو بخاری کا نام لیتے ہیں انہیں چاہیے کہ پوری بخاری میں

ایک باب تو الاخذ بید واحد کا دکھا دیں اب ان کو بخار آتا ہے شور مچانا ان کا کام اور تحقیق وتدقیق سے جی چراتے ہیں۔ سب غیر مقلدوں کو چاہیے کہ اپنے مکتبوں اور درسگاہوں سے مقلدین کی کتابیں الگ کر دیں غیر مقلدوں کی کتابیں پڑھائیں ان میں حیاء کا لعدم ہوگئی ہے کہ شب وروز جن کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے ہیں انہیں کو کوستے ہیں اس سے بڑی نمک حرامی کیا ہوگی؟ اس تحریر سے دو تین دن پہلے بندہ جائے تحریر میں ہی مصروف بیٹھا تھا کہ ایک سیدھا سادا نمازی آ کر پوچھنے لگا جی امام صاحب دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا شیعوں کا طریقہ ہے مجھے ٹھک سے لگی یہ کسی غیر مقلد کے متھے لگا ہے تو میں نے پہلے اسے مسئلہ سمجھایا پھر کہا آپ اسے کہیں بجائے پروپیگنڈا کے اتنی دیر کوئی دینی کتاب دیکھ لیا اور کوکب الدری کی مذکورہ عبارت پیش نظر ہو "**ان المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار اهل الافرنج (ونسله) وجب تركه لذلك**. ایک ہاتھ سے مصافحہ انگریزوں کا وطیرہ ہے جن کے آنجناب آلہ کار ہیں۔ اور حنفیت کے لیے برسر پیکار ہیں بلا توبہ مرے تو ان شاء اللہ دارین میں شرمسار ہوں گے۔ ساری غیر مقلدیت اور اس کی ذریت ملا کر امام ابوحنیفہؒ کے تقویٰ کے عشر عشیر کو نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی ان کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ کم کرا سکیں گے۔ **اللهم وفقنا لما تحب وترضى**.

جہڑا ڈیڈ رہوے کھاڈے دا   او موج بحر کوں کیا سمجھے

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی دلیل: (۱) **علمني النبيؐ وكفي بين كفيه التشهد**. (بخاری ۲/۹۲۶) اس سے واضح ہے کہ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ابن مسعودؓ کا ہاتھ تھا۔ حضورؐ تو دو ہاتھ ملاتے اور ہم اسے غلط کہتے ذرا ہوش سے جواب دیجئے۔

(۲) **عن انسؓ قال: ما من مسلمين التقيا اخذا احدهما بيد صاحبه الاكان حق على الله ان يحضر دعاء هما، ولا يفرق بين ايديهما حتى يغفر لهما (وفي رواية) اذا تصافح المسلمان لم تفرق اكفّهما حتى يغفر لهما**. (مجمع الزوائد ۸/۱۳۱ وکنز العمال ۹/۲۱) ملاحظہ فرمائیے **ايديهما** اور **اكفهما** کا معنی ایک ہاتھ سے کس منہ اور لغت سے کر سکتے ہیں۔

(۳) **تمام التحية الاخذ باليد والمصافحة باليمنى** (ایضا کنز) سلام کا تتمہ ہاتھ ملانے سے ہے اور مصافحہ دائیں ہاتھ سے **لانها نهاية مايتودد به المسلم والمواصل**. کہ کمال محبت اسی میں ہے۔

اجنبی اور غیر محرم مستورات سے ہاتھ ملانا پہلے گذر چکا ہے کہ غیر محرم عورتوں سے مصافحہ منع ہے اور سلام میں احتیاط ہے اور مصافحے سے امرأۃ اجنبیہ اور امرد حسین کا استثناء تھا دلیل یہ ہے کہ **عن ابي امامةؓ "اني لا اصافح النساء"** بلاشبہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ ہاں **من وراء حجاب** گفتگو کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ خوف فتنہ نہ ہو۔

امام مالک کا مسلک: ہم یہ لکھ چکے ہیں کہ امام مالکؒ مصافحہ ومعانقہ کو اولا مکروہ جانتے تھے پھر مصافحہ ان کے معمول سے ثابت ہے چنانچہ اگلے باب میں انہیں کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے کہ ابن عیینہ سے مصافحہ کیا اور معانقہ کو بھی تسلیم کیا۔ ان کی مایہ ناز کتاب موطا سے بھی یہی بات ظاہر ہو رہی ہے۔ **قال رسول اللهؐ تصافحوا يذهب الغل وتهادوا تحابوا وتذهب الشحناء**. (المنتقی ۷/۲۱۶ باب فی المہاجرۃ) مصافحہ۔ کیا کرو دل کا کھوٹ جاتا رہے گا۔ ہدیے دو محبتیں بڑھیں گی اور کینے ختم ہوں گے۔ یہ حدیث موطا کے اواخر میں ہے اس میں ہاتھ ملانے اور مصافحے کا بالتصریح ذکر ہے جسے موصوف نے بدست خود اپنی کتاب میں بلاتردید درج کیا

ہے اور موطا کے شارح علامہ الباجیؒ نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہاتھوں سے مصافحہ ہے اور یہی درست ہے۔ جب کہ دوسرا معنی "ان یصفح بعضهم عن بعض من الصفح وهو التجاوز و الغفران" کہ یہ صفحہ بمعنی درگذر سے مشتق ہو کہ "مسلمان ایک دوسرے کو معاف کردیں چنانچہ قرآن کریم میں ہے "فاعفوا و اصفحوا" معافی دو اور درگذر کرو۔ یہ بدووجہ مرجوح اور نا قابل تسلیم ہے۔ (۱) اس لیے کہ مصافحہ مفاعلہ سے ہاتھ ملانے اور صفح الکف بالکف کے لیے آتا ہے اور یہ حدیث باب المہاجرۃ میں ہے کتاب التوبہ اور باب العفو میں نہیں۔ (۲) دوسرا یہ کہ متعارف ومتداول اور معمول بہا معنی ترک کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔

خلاصہ: مصافحہ ایک اور دونوں ہاتھوں سے ثابت ہے اور دو ہاتھ ملانے میں زیادہ مودت اور انگریز کے طریقے کے برعکس ہے۔

نماز کے بعد ہاتھ ملانا؟: واعلم ان هذا المصافحة مستحبة عن كل لقاء، واما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوتي الصبح والعصر فلا اصل له في الشرع على هذا الوجه ولكن لا بأس به. (نووی) اس سے ظاہر ہوا ملاقات کے وقت مصافحہ درست اور نماز کے بعد بے اصل ہے لیکن اس میں حرج نہیں آخری جملے پر ملا علی قاری نے خوب گرفت کی اور صاف لکھا۔ فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات، وقد يكون جماعة يتلاقون من غير مصافحة ويتصاحبون بالكلام ومذاكرة العلم وغيره مدة مديدة، ثم اذا صلوا يتصافحون فاين هذا من السنة المشروعة، ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مكروهة من البدع المذمومة. (ازعون)...... اس لیے ہمیں اس سے بچنا چاہیے۔

والحق فيه ان مصافحته صلى الله عليه وسلم ثابتة باليد وباليدين الا ان المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار اهل الافرنج وجب تركه لذلك. وكفى بين كفيه، وانت خبير بان الحجة في فعله صلى الله عليه وسلم لا في فعل ابن مسعود. المصافحة عند عامة العلماء، قال ابن بطال المصافحة حسنة عند عامة العلماء وقد استحبها مالك بعد كراهته قال النووي: المصافحة سنة مجمعة عليها عند التلاقي ويستثنى من عموم الامر مصافحة المرأة الاجنبية والامرد الحسن، وقال اصحابنا كل من حرم النظر اليه حرّم مسه. (کوکب الدری ج ۳ ص ۳۸۳)

ثم المشهور على الالسنة ان المصافحة عند الوداع لم يثبت، وليس بصحيح، فان الروايات في ذلك عديدة. (کوکب)

(۱۵۵) بَابٌ فِي الْمُعَانَقَةِ

معانقہ کرنے کا بیان

(۹۲۹) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ يَعْنِي خَالِدَ بْنَ ذَكْوَانَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ بُشَيْرِ بْنِ كَعْبِ الْعَدَوِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ عَنَزَةَ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي ذَرٍّ حَيْثُ سُيِّرَ مِنَ الشَّامِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذًا أُخْبِرُكَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ سِرًّا قُلْتُ إِنَّهُ لَيْسَ بِسِرٍّ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَافِحُكُمْ إِذَا لَقِيتُمُوهُ قَالَ مَا لَقِيتُهُ قَطُّ إِلَّا صَافَحَنِي وَبَعَثَ إِلَيَّ ذَاتَ يَوْمٍ وَلَمْ أَكُنْ فِي أَهْلِي فَلَمَّا جِئْتُ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ أَرْسَلَ لِي فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سَرِيرِهِ فَالْتَزَمَنِي فَكَانَتْ تِلْكَ أَجْوَدَ وَأَجْوَدَ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ابوحسین، ایوب بن بشیر، عنزہ قبیلہ کے ایک شخص نے ابوذرؓ سے دریافت کیا جب وہ ملک شام سے رخصت ہونے لگے کہ میں تم سے ایک حدیث نبوی ﷺ سے متعلق دریافت کرتا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بتلا دوں بشرطیکہ کوئی راز نہ ہو۔ اس شخص نے کہا کہ نہیں راز کی بات نہیں ہے۔ (وہ سوال یہ ہے کہ) کیا حضرت رسول کریم ﷺ بوقت ملاقات تم سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کبھی جب حضرت رسول کریم ﷺ سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک دن آپ نے مجھ کو بلا بھیجا مگر میں اس وقت گھر پر موجود نہیں تھا جب واپس گھر پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ نے مجھے بلا بھیجا ہے۔ میں حاضر ہوا اس وقت حضرت رسول کریم ﷺ تخت پر تشریف رکھتے تھے آپ نے مجھ کو گلے لگا لیا۔ یہ منظر نہایت عمدہ تھا، نہایت عمدہ تھا۔''

تشریح: المعانقہ یہ عنق بمعنی گردن سے باب مفاعلہ ہے اس کا معنی ہے گلے ملنا۔

معانقہ کا حکم: احناف کے بارے میں دو قول ہیں۔

(۱) امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں **لا بأس بالتقبیل والمعانقة** گلے ملنے اور بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بذل میں ہے کہ صحیح (مسلک) یہ ہے کہ معانقہ جائز ہے۔ (۲) امام مالکؒ سے نقل کیا ہے کہ معانقہ مکروہ ہے۔ (۳) بعض نے ان دونوں قولوں میں تطبیق دی ہے کہ یہ فرق اس صورت میں ہے جب شہوت و فتنے کا اندیشہ ہو یا آدمی کرتے کے بغیر صرف ازار میں ہو۔ اگر شہوت نہ ہو اور قمیص و ازار دونوں میں ملبوس ہو تو **فلا باس بالاجماع وھو الصحیح، وکل ماحرم النظر الیه حرم مسه بل المس اشد.** (ملخص من بذل)

شوافع کے نزدیک سفر سے آنے والے کے لیے مستحب ہے۔ امام مالکؒ سے مشہور قول میں کراہت مروی ہے۔ جبکہ صحت معانقہ کا تسلیم کرنا بھی منقول ہے۔ جیسا کہ پچھلے باب المصافحہ میں گذرا اس سے امارد، اجنبیہ مستثنیٰ ہیں۔

دلائل: (۱) حدیث باب میں "**فالتزمنی**" مصرح ہے کہ آپؐ نے معانقہ فرمایا اور یہ سفر سے نہیں گھر سے آئے تھے۔

(۲) آگے قریب ہی باب **فی قبلة ما بین العینین** میں حضرت جعفرؓ سے گلے ملنے کے متعلق بھی بالتصریح ہے۔ "**فالتزمه ای عانقه**" اور یہ حبشہ اور سفر سے آئے تھے۔ (۳) حضرت زید بن حارثہؓ جب مدینہ میں آپؐ سے آملے اور حضرت عائشہؓ کے گھر کا دروازہ کھٹکایا تو آپؐ نکلے اور معانقہ فرمایا "**فقام الیه رسول اللّٰه عریانا یجرّ ثوبه........ فاعتنقه وقبله.** (ترمذی) آپؐ صرف ازار میں ان کی طرف نکلے کہ اسے سنبھال رہے تھے پھر ان سے معانقہ و تقبیل کی۔ (۴) اسی طرح حسنؓ اور حسینؓ بچوں کے گلے ملنے کا ذکر بھی کتب حدیث میں موجود ہے۔

عدم معانقہ اور کراہت کا ذکر: (۱) **قال رجل: یا رسول اللّٰه! الرجل منا یلقا اخاہ او صدیقه، أینحی له؟ قال لا، قال فیلتزمه ویقبله، قال: لا، قال فیأخذ بیده ویصافحه؟ قال نعم.** (ترمذی باب ما جاء فی المصافحۃ)

(۲) أيعانق بعضنا بعضا قال، ولكن تصافحوا. (ابن ماجہ) ان دونوں حدیثوں میں مصافحہ کی اجازت واباحت اور جھکنے اور معانقے کی ممانعت صاف صاف موجود ہے۔اور یہی امام مالک کا مستدل ہے۔

جواب: ان دونوں حدیثوں اور سابقہ دلائل میں تطبیق یہ ہے کہ اگر شہوت وفتنہ کا خوف ہو تو پھر معانقہ نہ کیا جائے ورنہ سابقہ دلائل کے پیش نظر معانقہ درست ہے اور یہ بھی ہے کہ گھڑی گھڑی معانقے نہ ہو رہے ہوں کہ بار بار اس میں تکلف ہے۔احیانا اور بالخصوص سفر سے آمد پر درست ومستحب ہے۔

امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہ کا مناظرہ: علامہ باجیؒ نے المنتقی شرح مؤطا میں یہ مناظرہ ومکالمہ نقل کیا ہے جو سفیان بن عیینہ کی امام مالک کے پاس آمد پر ہوا اور امام مالکؒ خاموش ہوئے۔ "دخل عليه (مالك) سفيان بن عيينة فصافحه مالك، وقال لو لا انه بدعة لعانقتك، فقال سفيان بل هو عام، ما يختص جعفر يخصنا، وما يعمه يعمنا اذا كنا صالحين" سفیان جب امام مالک کے پاس آئے تو انہوں نے مصافحہ کیا اور کہا بدعت نہ ہوتا تو میں معانقہ کرتا سفیان نے کہا مجھ اور آپ سے بہتر بلکہ ساری کائنات کے مہتر نبیؐ جعفرؓ سے گلے ملے تو امام مالکؒ نے (جواب دیا) وہ حضورؐ کی خصوصیت ہے۔سفیان نے کہا یہ عام ہے جو خصوصیت ایمان حضرت جعفرؓ میں تھی وہ ہم میں بھی ہے جب تک کہ ہم مؤمن وصالح ہیں۔تو امام مالکؒ چپ ہو رہے۔

امام مالکؒ کی دلیل: اذا دخلوا عليه فقالوا سلما قال سلم قوم منكرون. (الذاریات: ۲۵) فرشتوں نے سلام کیا تو ابراہیم نے جواب میں سلام فرمایا مصافحہ ومعانقہ نہیں ہوا۔اس سے استدلال ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔

جواب: اس کے جواب میں بروقت صرف دو لفظ ذہن میں ہیں کہ انہوں نے کھانا بھی نہ کھایا تھا اور پورا السلام علیکم بھی تو مذکور نہیں پھر ان مسائل میں جہاں شریعت مطہرہ کی ہدایات ومعمولات موجود ہوں تو شرائع من قبلنا سے استدلال بھی محل نظر ہے اور سابقہ واقعات مذکورہ فی القرآن کو دیکھنا ہے تو پھر موسیٰ کا اپنے نبی بھائی کی داڑھی پکڑنا اور جھنجوڑنا بھی پیش نظر رہے۔

صحابہؓ کا عمل: آخر میں ہم مجمع الزوائد (ج۸/۳۶) سے صحابہ کرامؓ کا تعامل بھی ذکر کیے دیتے ہیں۔کہ محبوب ومحبین سرکار وجان نثار دونوں کے عمل کا اندازہ ہو اور پیروی سہل ہو۔ "كان اصحابه النبيؐ اذا تلاقوا تصافحوا، واذا قدموا من سفر تعانقوا، رواه الطبراني فى الاوسط ورجاله رجال صحيح" صحابہ جب ملتے تو مصافحہ کرتے اور سفر سے آتے تو گلے ملتے: وهم الحجة والقدوة الذين يلزم اتباعهم. (عون) اور وہ صحابہ حجۃ اور قدوۃ وپیشوا ہیں ان کی پیروی لازمی ہے۔

اہل اسلام میں تقریبًا بالاجماع مصافحہ ومعانقہ معمول بہا ہیں۔اور دونوں حسب اتفاق درست ہیں۔واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(۱۵۶) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْقِيَامِ

کسی کی عظمت وعزت افزائی کے لئے کھڑے ہونے کا بیان

(۹۳۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ نِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ أَهْلَ قُرَيْظَةَ لَمَّا نَزَلُوا عَلَى حُكْمِ سَعْدٍ أَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ عَلَى حِمَارٍ أَقْمَرَ فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ أَوْ إِلَى خَيْرِكُمْ فَجَاءَ حَتّٰى قَعَدَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''حفص بن عمر' شعبہ' سعد بن ابراہیم' ابوامامہ بن سہل بن حنیف' حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب بنوقریظہ کے لوگ حضرت سعد کے حکم پر اپنے قلعوں سے نیچے اُترے تو رسول اللہؐ نے انہیں بلا بھیجا۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر پہنچے۔ نبیؐ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا تم لوگ اپنے سردار کیلئے کھڑے ہو جاؤ یا فرمایا اپنے سے اعلیٰ شخص کی (عزت افزائی کیلئے) کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور حضرت رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔''

(۹۳۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَلَمَّا كَانَ قَرِيْبًا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْأَنْصَارِ قُومُوْا إِلَى سَيِّدِكُمْ.

''محمد بن بشار' محمد بن جعفر' حضرت شعبہ سے اسی طریقہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار حضرات سے فرمایا تم لوگ اپنے (سربراہ و) سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔''

(۹۳۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ سَمْتًا وَهَدْيًا وَدَلًّا وَقَالَ الْحَسَنُ حَدِيْثًا وَكَلَامًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَسَنُ السَّمْتَ وَالْهَدْيَ وَالدَّلَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ فَاطِمَةَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهَا كَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِيْ مَجْلِسِهِ وَكَانَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ بِيَدِهِ فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِيْ مَجْلِسِهَا.

''حسن بن علی' ابن بشار' عثمان' اسرائیل' میسرہ' منہال' حضرت عائشہ بنت طلحہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے گفتگو اور چال چلن میں حسن کہتے ہیں کہ بات اور گفتگو کرنے میں۔ حسن نے چال چلن اور انداز کا تذکرہ نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا جس وقت وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے اور شفقت سے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو پیار کرتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طریقہ سے جس وقت آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ (آپ کی تعظیم کے لئے) جگہ سے کھڑی ہو جاتیں اور محبت سے آپ کو پیار کرتیں اور اپنی جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھاتیں۔''

تشریح: کسی کی تعظیم وعزت کے لیے کھڑا ہونا اس پر بذل میں مفصل بحث مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے۔

(۱) ابن الحاج اور ایک طائفہ کا یہ قول ہے کہ آنے والے کی تعظیم وتکریم کے لیے کھڑا ہونا درست نہیں۔ ہاں اس کو سواری سے اتارنے سامان لینے کے لیے کھڑا ہونا درست ہے۔

دلیل: اسی سعد بن معاذؓ کے واقعہ سے ہی استدلال کیا ہے کہ یہ انصار کو حکم دینا ان کو سواری سے اتارنے کے لیے تھا کہ وہ زخمی اور بیمار تھے چنانچہ مسند احمد میں ہے ''قوموا الی سید کم فانزلوہ'' اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو اور انہیں اتارو۔''

(۲) تورپشتیؒ کا کہنا ہے کہ یہ حکم تعظیم کے لیے نہ تھا بلکہ اپنے سردار کو سواری سے اتارنے کے لیے تھا اگر تعظیم کے لیے ہوتا تو

"قوموا لسيدكم" لام تعلیلیہ کے ساتھ ہوتا کہ اپنے سردار کی تکریم کی وجہ سے کھڑے ہو۔

(۳) علامہ سیوطیؒ نے ذکر کیا ہے "بل معنى قوموا اليه اى قوموا وامشوا اليه تقليا واكراما" ان کی عبارت سے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ثابت ہو رہا ہے اور یہ بجا و درست ہے۔

(۴) وذهب بعضهم الى انه مكروه منهى عنه. بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور صحابہ کرام کھڑے نہ ہوتے کہ آپؐ اسے ناپسند کرتے تھے۔

(۵) **والصحيح ان احترم اهل الفضل من اهل العلم والصلاح والشرف بالقيام جائز، وفى مطالب المؤمنين لا يكرد قيام الجالس لمن دخل تعظيما، والقيام ليس مكروها لعينه، وانما المكروه محبة القيام لمن الذى يقام له.** اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل علم اور اصحاب شرف وفضل اور ارباب صلاح وفلاح کے اکرام واحترام میں کھڑا ہونا درست ہے اور مطالب المؤمنین میں ہے کہ آنے والے کی تعظیم کے لیے بیٹھنے والے کا کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور درحقیقت کھڑے ہونے میں فی نفسہ کراہت تو آنے والے کے فساد وفتنہ اور بڑائی کی وجہ سے ہے۔

قال النووى: القيام للقادم من اهل الفضل مستحب وقد جاء ت فيه احاديث ولم يصح فى النهى عنه شىء تصريحا......... ليس كما يقال انه بدعة مطلقا......... اما انه بدعة مثل خوف الفتتان الذى قام له. وكذالك لا يجوز له ان يقوم لغيره رياء وسمعة وليس فى قلبه شىء من المودّة او العظمة......... فلا يقوم الا موافقا ظاهره بباطنه. .... الخ ويكون هذا القيام للبر والاكرام والاحترام لا للرياء والاعظام. (عون)

ان عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ قیام درست ہے، ہاں اس میں مبالغہ اور بے احتیاطی نہ ہو۔

قیام کی اقسام: ابوالولید ابن رشدؒ سے قیام کی چار قسمیں منقول ہیں۔

(۱) محظور وممنوع: اس آدمی کے لیے کھڑا ہونا منع ہے جو اس کی خواہش رکھتا ہے کہ جب میں آؤں تو میری بڑائی اور دبدبے کے لیے یہ سب کھڑے ہو جائیں۔

(۲) مکروہ: اس میں کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں متکبرین جبابرہ سے مشابہت اور فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔

(۳) مباح جائز: کسی کے احترام واکرام کے لیے کھڑا ہونا۔

مندوب: سفر سے آنے والے کی ترحیب وتسلیم کے لیے کھڑا ہونا مندوب ہے جسے نوویؒ نے مستحب کہا ہے۔ (فتح الباری: ۱۱/ ۴۸)

قال الغزالیؒ: القيام على سبيل الاعظام مكروه، وعلى سبيل الاكرام لا يكره وهذا تفصيل حسن (ایضًا)

خلاصہ کلام فی القیام: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس قیام درست وثابت ہے اور اس کا خواہی اور عادی ہونا منع ہے۔ کیف ما اتفق اگر کھڑے ہوں تو قباحت نہیں اگر یہ ایذاء وبدمزگی اور انتشار مجلس کا سبب ہو تو اجازت نہیں بس سلام ومصافحہ کافی ہے۔ بالخصوص جب کسی تقریب میں ہوں تو بار بار کھڑے ہونے سے سارا نظم خراب ہوتا ہے۔ **وللناس فيما يعشقون مذاهب.**

جوابات: اب ہم چند جواب ذکر کرتے ہیں پہلے چار اقوال اختیار کرنے والوں کے۔

ابن الحاج کا جواب: روایت میں یہ زیادتی ضعیف ہے اس لیے یہ تاویل مجروح ومرجوح ہے۔

توریشتی کا جواب: علامہ طیبیؒ نے خوب جواب دیا ہے اور واضح کیا ہے کہ توریشتی کا یہ کہنا مخدوش ہے کہ الی کی بجائے لام ہوتا **وتعقبه الطيبي: الى في هذا المقام افخم من اللام........ كانه قيل قوموا وامشوا اليه تلقيا واكراما.**

حدیث ابی امامہ اور بعض کا جواب: آپؐ نے عموماً ہر وقت فتنے کے خوف اور تکلف کی وجہ سے منع فرمایا ورنہ متعدد دلائل قیام کے ہیں۔ جو ابھی ذکر ہوتے ہیں۔

حدیث: آگے **باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك.** میں ہے کہ جس نے اسے پسند کیا کہ اس کے لیے صف بستہ کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔

جواب: یہ اسی پر محمول ہے جو قیام کی پہلی قسم گذری ہے مطلقاً نہیں۔

حدیث فتح الباری میں بروایۃ مسلم ہے "**اشتكى النبيؐ فصلينا وراءه وهو قاعد، فالتفت الينا فرآنا قياما، فاشار الينا فقعدنا، فلما سلم قال: ان كدتم لتفعلوا فعل فارس والروم، يقومون على ملوكهم وهم قعود، فلا تفعلوا.** (مسلم) حضرت جابرؓ کی اس حدیث سے قیام برائے اکرام کی ممانعت وکراہت بعض نے اخذ کی ہے حالانکہ اس میں احترام کے لیے کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں بلکہ مثل صنیع اعاجم لوگ صف بستہ کھڑے رہیں اور وڈیرے چوڑے ہوکر بیٹھے ہوں کی ممانعت ہے۔ مطلق قیام کی نہیں۔ (۱) حدیث اول (۲) حدیث ثانی: یہ دونوں احادیث دلیل ہیں کہ کھڑا ہونا درست ہے اور تاویل بے جا جسارت ہے۔ (۳) کتاب الادب کے پہلے باب کی حدیث ثالث "**كان رسول اللهؐ يجلس معنا في المسجد يحدثنا، فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض بيوت ازواجه**" اس میں بھی تصریح ہے کہ صحابہ کرامؓ آپؐ کے لیے کھڑے ہوئے اور گھر داخل ہونے تک کھڑے رہتے پھر بکھرتے اور اپنے اپنے اعمال میں مصروف ہوتے۔ (۴) حدیث کعب بن مالکؓ میں ہم نے تفصیلی قصہ پڑھا ہے بخاری ومسلم اور دیگر کتابوں میں ہے کہ ابوطلحہؓ، کعبؓ کے لیے کھڑے ہوئے اور آپؐ نے نکیر نہیں فرمائی۔ (۵) غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ بنفسہ حضرت جعفرؓ کے لیے کھڑے ہوئے۔ (بخاری) (۶) عکرمہ بن ابی جہل کے لیے فتح مکہ کے موقع پر کھڑے ہوئے اسی طرح ابن حاتم کے لیے کھڑے ہوئے۔ (فتح)

فالمذموم: القيام للرجل، واما القيام اليه للتلقي واذا قدم: فلا باس به، وبهذا تجتمع الاحاديث. والله اعلم (عون) آخر میں یہ یاد رکھیں کہ بعض اداروں میں پوری جماعت کے طلبہ وطالبات آنے والے استاد اور معلمہ کے لیے ہر سبق میں کھڑے ہوتے ہیں یہ درست نہیں۔ یہ سرکارؐ کا نہیں اغیار کا وطیرہ ہے اس سے بچنا چاہیے۔

(۱۵۷) بَابٌ فِي قُبْلَةِ الرَّجُلِ وَلَدَهُ

اپنے بچے کو پیار کرنا

(۹۳۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يُقَبِّلُ حُسَيْنًا فَقَالَ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا فَعَلْتُ هٰذَا بِوَاحِدٍ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ.

''مسدد' سفیان' زہری' ابوسلمہ' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو (شفقت سے) پیار کر رہے تھے تو کہنے لگے کہ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جو انسان رحم نہ کرے اس (پر بھی) رحم نہیں ہوگا۔''

(۹۳۴) حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرِيْ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَنْزَلَ عُذْرَكِ وَقَرَأَ عَلَيْهَا الْقُرْآنَ فَقَالَ أَبَوَايَ قُوْمِيْ فَقَبِّلِيْ رَأْسَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَحْمَدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا إِيَّاكُمَا.

''موسیٰ بن اسماعیل' حماد' ہشام بن عروہ' عروہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے (واقعہ افک) بیان فرمایا پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمہاری برائت نازل فرما دی ہے اور آپ نے وہ آیات پڑھ کر سنائیں اس وقت میرے والدین نے فرمایا اُٹھو اور تم آنحضرت ﷺ کو سر مبارک کا بوسہ لے لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں نہ کہ تمہارا۔''

تشریح: اب یہ بالترتیب پانچ باب بوسہ وتقبیل کے مطلق ہیں اور علماء نے بھی بوسہ کی پانچ قسمیں تحریر فرمائی ہیں۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔ **قال صاحب الدر المختار التقبيل على خمسة اوجه. قبلة المودة، قبلة الرحمة، قبلة الشفقة، قبلة الشهوة قبلة التحية وزاد بعضهم قبلة الايا.** (کوکب الدری ج۳ ص۳۹۴)

تقبیل اور بوسہ دینے کی علامہ شامی نے پانچ قسمیں لکھی ہیں۔

(۱) تقبیل محبت: جیسے بچے کو رخسار پر بوسہ دینا
(۲) تقبیل رحمت: جیسے اپنے والدین کے سر پر بوسہ دینا۔
(۳) تقبیل شفقت: اپنے بھائی کو پیشانی پر بوسہ دینا۔
(۴) تقبیل شہوت: اپنی زوجہ اور باندی کو بوسہ دینا۔
(۵) تقبیل تحیۃ: آنے والے مسلمان کو ہتھ پر بوسہ دینا۔

☆ بعض فقہاء نے تقبیل دیانت ''حجر اسود کو بوسہ دینا'' کا اضافہ کیا ہے۔

مزید لکھا ہے **لا باس بتقبيل يد العالم والمتورّع على سبيل التبرّك والسلطان العادل وتقبيل رأس العالم اجود ولا رخصة فى تقبيل اليد لغير العالم.** (کوکب)

(۱۵۸) بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ مَا بَيْنَ الْعَيْنَيْنِ

دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا

(۹۳۶) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَجْلَحَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' علی بن مسہر' اجلح' حضرت شعبیؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

سے ملاقات کی تو آپ نے ان سے معانقہ فرمایا اور ان کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔''

(۱۵۹) بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ الْخَدِّ

رخسار پر بوسہ دینا کیسا ہے؟

(۹۳۶) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ إِيَاسِ بْنِ دَغْفَلٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا نَضْرَةَ قَبَّلَ خَدَّ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' معتمر' ایاس بن دعفل سے روایت ہے میں نے ابونصرہ کو دیکھا انہوں نے حضرت سیّدنا حسنؓ کے رخسار کا بوسہ لیا۔''

(۹۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَالِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيْ بَكْرٍ أَوَّلَ مَا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا عَائِشَةُ ابْنَتُهُ مُضْطَجِعَةٌ قَدْ أَصَابَتْهَا حُمَّى فَأَتَاهَا أَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا كَيْفَ أَنْتِ يَا بُنَيَّةُ وَقَبَّلَ خَدَّهَا.

''عبداللہ بن سالم' ابراہیم' ان کے والد' ابواسحٰق' حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا جس وقت کہ وہ پہلی مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا ان کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما رہی ہیں اور ان کو بخار ہو گیا ہے تو ابوبکرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ بیٹی تم کیسی ہو؟ اور انہوں نے ان کے رُخسار کا بوسہ لیا۔''

(۱۶۰) بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ الْيَدِ

ہاتھ کا بوسہ لینا

(۹۳۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ وَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ فَدَنَوْنَا يَعْنِيْ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَبَّلْنَا يَدَهُ.

''احمد بن یونس' زہیر' یزید بن ابی زیاد' عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔''

(۱۶۱) بَابٌ فِيْ قُبْلَةِ الْجَسَدِ

بدن کی دوسری جگہ کا بوسہ دینا

(۹۳۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيْهِ مِزَاحٌ بَيْنَا يُضْحِكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ خَاصِرَتِهِ بِعُوْدٍ فَقَالَ أَصْبِرْنِيْ فَقَالَ اصْطَبِرْ قَالَ إِنَّ عَلَيْكَ قَمِيْصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَمِيْصٌ فَرَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ قَمِيْصِهِ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

''عمرو بن عون، خالد، حصین، عبدالرحمٰن، اُسید بن حضیر سے روایت ہے جو کہ انصار میں سے ایک شخص تھے دو لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے اور ہنسی مذاق کر کے لوگوں کو ہنساتے تھے اسی وقت آنحضرت ﷺ نے ان کی کوکھ میں لکڑی کی ایک ٹھونگ لگائی اُسید نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے اس کا بدلہ دیں۔ آپ نے فرمایا چلو بدلہ لے لو۔ اُسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کرتہ زیب تن فرمائے ہوئے ہیں میں (جب آپ نے مارا تھا) برہنہ تھا۔ آپ نے اپنا کرتہ مبارک اُٹھایا تو آپ سے حضرت اُسید رضی اللہ عنہ لپٹ گئے اور آپ کے پہلو مبارک کا بوسہ لینے لگے اور پھر عرض کیا یارسول اللہ! میرا یہی مقصد تھا۔''

تشریح: حدیث اول: **کشحه هو ما بین الخاصرة الی الضلع الاقصر من الجنب کذا فی المرقات** کوکھ سے پسلیوں کے درمیان کا حصہ کشح ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اگر ہنسی مذاق میں بھی کسی کو ایذاء پہنچے تو اسے بدلہ دینا چاہیے اور معاف کرالینا چاہیے اور صاحب حق کو بھی چاہیے کہ ضد نہ کرے۔ بدلہ لے لے یا اس سے افضل کام کرے کہ معاف کر دے۔

یجوز قبلة الولد الصغیر فی کل عضو منه وکذا الکبیر عند الاکثر ما لم یکن عورة، وکان علیه السلام یقبّل فاطمة وکذا ابوبکر بنته عائشة. (شامی ۵/۲۷۲)

(۱۶۲) بَابٌ فِیْ قُبْلَةِ الرِّجْلِ

پیر کا بوسہ لینا

(۹۴۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِیْسٰی بْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْنَقُ حَدَّثَتْنِیْ أُمُّ أَبَانَ بِنْتُ الْوَازِعِ بْنِ زَارِعٍ عَنْ جَدِّهَا زَارِعٍ وَكَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَوَاحِلِنَا فَنُقَبِّلُ یَدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهُ قَالَ وَانْتَظَرَ الْمُنْذِرُ الْأَشَجُّ حَتّٰی أَتٰی عَیْبَتَهُ فَلَبِسَ ثَوْبَیْهِ ثُمَّ أَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ إِنَّ فِیْكَ خَلَّتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَنَا أَتَخَلَّقُ بِهِمَا أَمِ اللّٰهُ جَبَلَنِیْ عَلَیْهِمَا قَالَ بَلِ اللّٰهُ جَبَلَكَ عَلَیْهِمَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَبَلَنِیْ عَلٰی خَلَّتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ.

''محمد بن عیسیٰ، مطر، حضرت اُمّ ابان اپنے دادا زراع سے روایت کرتی ہیں کہ وہ وفد عبدالقیس میں (شامل) تھے۔ عرض کیا کہ جب ہم لوگ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو ہم لوگ اپنے اُونٹوں سے جلدی جلدی اُترنے لگے اور ہم لوگ آنحضرتؐ کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینے لگے۔ اشج نے انتظار کیا یہاں تک کہ اپنی گٹھڑی سے دو کپڑے نکال کر پہن لئے پھر نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر آپ نے فرمایا تمہارے میں دو عادتیں ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں ایک تو تحمل دوسرے سکون و سنجیدگی۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ دو عادتیں جو مجھ میں ہیں میں نے ان کو اختیار کیا یا اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے وقت سے مجھ میں یہ عادتیں (پوشیدہ) رکھی ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پیدائش کے وقت سے تم میں یہ عادتیں رکھی ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے اس نے میرے اندر دو اس قسم کی عادتیں بنائیں کہ جن کو اللہ اور رسول پسند فرماتے ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: وفد عبدالقیس ۹ ہجری میں حاضر خدمت ہوا اور سب مشرف باسلام ہوئے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ وفد مدینہ منورہ پہنچا تو آپؐ کی زیارت کے شوق اور فرط محبت میں فوراً سواریوں سے کودے اور خدمت اقدس میں جلدی سے حاضر

ہو گئے ان کے سردار منذر اشج بالکل اطمینان سے قیام گاہ پر اترے غسل کیا صاف کپڑے پہنے پھر انتہائی وقار سے مسجد آئے تو آپؐ نے ان کی تعریف فرمائی۔ آپؐ کے ہاتھ اور قدم چومنے کا یہ واقعہ نادر ہے اور اس میں مخدوم کے ابتلاء کا اندیشہ معصوم ہونے کی وجہ سے نہیں اس لیے اس میں قباحت نہیں ہاں اگر پیر صاحب اس کو ضروری قرار دیتے ہوں اور ایسا نہ کرنے والے کو ملامت کیا جاتا ہو اور ایسے ہی ہوتا ہے۔ تو پھر اس سے ضرور اجتناب کیا جائے اور مسنون مصافحہ قریب ہی گذرا ہے اس پر عمل کرنا عقیدہ وعمل اور امن کا موجب ہے۔

قال النووی تقبیل ید الرجل لزهده وصلاحه او علمه او شرفه او نحو ذلک من الامور الدینیة لا یکره بل یستحب، فاذا کان لغناه او شوکته او جاهه عند اهل الدنیا فمکروه شدید الکراهة.

قرآن پاک کا چومنا: حاشیہ بذل میں ترب کا مصحف اور قرآن کریم کے چومنے کا ذکر بالفاظ صحت موجود ہے اور اس میں کراہت وقباحت نہیں۔ وقبّل ابو عبیدة بن الجراح ید عمر. (کنز العمال ۵/۵۴) ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ چوم لیا۔ حضرت عمرؓ جب قرآن کھولتے تو "هذا عهد ربی ومنشور ربی" فرماتے ہوئے چومتے یہ میرے رب کا عہد وقانون ہے۔

(۱۶۳) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ

کوئی دوسرے سے کہے اللہ تم پر مجھ کو قربان کرے؟

(۹۴۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ حَمَّادٍ يَعْنِيَانِ ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَبَا ذَرٍّ فَقُلْتُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَأَنَا فِدَاؤُكَ.

"موسیٰ بن اسماعیل، حماد (دوسری سند) مسلم، ہشام، زید، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو آواز دی۔ اے ابوذر! میں نے عرض کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر اور تیار ہوں اور آپ ﷺ پر قربان ہوں۔"

تشریح: حدیث اول: ایک دوسرے آدمی سے کہے انا فداک میں آپ پر قربان جاؤں فداک ابی وامی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ عند الجمہور یہ کہنا درست ہے چنانچہ آپؐ نے حضرت زبیر بن عوام سے غزوۂ خندق میں اور سعد بن ابی وقاص کے لیے غزوۂ احد میں ارم فداک ابی وامی فرمایا۔

کسی شخص پر ماں باپ یا اپنے آپ کو فدا کرنا: اس بارے میں علامہ نووی رقمطراز ہیں: **وبه قل جماهیر العلماء وکرهه عمرو الحسن البصری، وکرهه بعضهم فی التفدیة بالمسلم من ابویه، والصحیح الجواز مطلقا لانه لیس حقیقة فداء، وانما هو الطاف واعلام بالمحبة.** (مسلم: ۲/۲۸۰ فضائل سعدؓ)

(۱) جمہور علماء کے نزدیک یہ کہنا بالکل روا اور درست ہے کیونکہ یہ حقیقت کسی بندے اور مخلوق پر قربان ہونا نہیں بلکہ یہ لطف ومہربانی اور محبت کا اظہار ہے جو یقیناً درست ہے۔ (۲) حضرت عمرؓ اور حسن بصریؒ کا کہنا ہے کہ ایسا درست نہیں اور اسے مکروہ جانتے تھے۔ ظاہراً غیر اللہ پر فداء ہونے کے معنی سے حالانکہ یہ درست ہے کہ آپؐ نے یہ کلمات فرمائے۔ حدیث باب میں بھی "انا

فداك'' موجود ہے کہ صحابہ کرامؓ نے یہ جملے حضورؐ کے لیے فرمائے۔ اس سے معلوم ہوا فداء الرحمٰن، فداء محمد نام رکھنا درست ہے۔

(۱۶۴) بَابٌ فِيْ الرَّجُلِ يَقُوْلُ أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا

کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھیں؟

(۹۴۲) حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ أَوْ غَيْرِهٖ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ فِيْ الْجَاهِلِيَّةِ أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَأَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِيْنَا عَنْ ذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ مَعْمَرٌ يُكْرَهُ أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَلَا بَأْسَ أَنْ يَقُوْلَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَيْنَكَ.

''سلمہ، عبدالرزاق، معمر، قتادہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ دورِ جاہلیت میں یوں کہا کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھ ٹھنڈی رکھے یا تم صبح کو شاد و آباد رہو۔ جب اسلام آیا تو اس طرح کہنے کی ممانعت ہوگئی۔ عبدالرزاق نے بیان کیا، معمر نے بیان کیا کہ یہ کہنا مکروہ ہے یعنی **اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا** اور اس طریقہ سے کہنے میں کسی قسم کا حرج نہیں **اَنْعَمَ اللّٰهُ عَيْنَكَ** یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری دونوں آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔''

تشریح: حدیث اول: (۱) **انعم الله بك عينا اى اقر الله عينك بمن تحبه وعينا تميز من المفعول والباء زائدة لتاكيد التعدية.** (عون)

(۱) اس جملے کا پہلا مطلب تو یہ ہے کہ باز ائد ہے اور معنی ہے اللہ تعالیٰ تیری محبوب چیز سے تیری آنکھ ٹھنڈی کرے۔ اس وقت مطلب درست ہے کراہت وممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ تحیہ جاہلیت میں سے ہے اگرچہ معنی درست ہے لیکن جاہلیت کا جملہ ہونے کی وجہ سے ناپسند کیا۔ (۲) دوسرا یہ کہ باسببیت بنائیں اور معنی ہوگا اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے تیرے محبوب کی آنکھ کو ٹھنڈی کرے تو اس میں ٹھنڈک کا سبب خود کا ہونا اور تحیۂ جاہلیت دونوں وجوہ کا ممانعت وکراہت ہوئیں۔ اسی طرح ''**وانعم صباحا**'' شب بخیر! صبح بخیر، وغیرہ بھی تحیۂ جاہلیت کی وجہ سے ناپسند ہیں۔

دوسرا جملہ: **انعم الله عينك** یہ بالکل درست ہے۔ کہ باسببیۃ کی وجہ سے جو ایہام ہو رہا تھا اس میں وہ رفع ہوگیا۔ اس لیے یہ درست ہے۔ بہرکیف ایسا جملہ جس میں رسم جاہلیت یا فسادِ معنی کا ایہام ہو تو اسے ترک کر دیا جائے ارشادِ نبویؐ ہے: ''**دع ما يريبك الى ما لا يريبك**'' تردد سے بچیں تیقن و تیقظ اپنائیں۔

(۱۶۵) بَابٌ فِيْ الرَّجُلِ يَقُوْلُ لِلرَّجُلِ حَفِظَكَ اللّٰهُ

کوئی شخص دوسرے سے کہے اللہ تعالیٰ تم کو اپنی حفاظت میں رکھے

(۹۴۳) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتِ نِ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحِ نِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِيْ سَفَرٍ لَهٗ فَعَطِشُوْا فَانْطَلَقَ سَرْعَانُ النَّاسِ فَلَزِمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَقَالَ

حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، ثابت، عبداللہ بن رباح، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں تھے لوگوں کو پیاس لگی۔ وہ تمام لوگ جلدی سے چلے گئے اور میں ساری رات آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی رہا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے جس طریقہ سے تم نے اس کے رسول کی حفاظت کی۔''

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کو برکت وحفاظت کی دعا دینا آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اور یہ اچھا طریقہ ہے تطییب خاطر کے الفاظ یہی یا اس سے ملتے جلتے کہہ سکتے ہیں۔

(۱۶۶) بَابٌ فِيْ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ
کسی کی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کا بیان

(۹۴۴) حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيْدِ عَنْ أَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ اجْلِسْ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، حبیب، حضرت ابومجلز سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر، اور ابن عامر کے پاس تشریف لائے تو ابن عامر کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما (اسی طرح) بیٹھے رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر سے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے میں نے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کے لئے (یعنی اسکی تعظیم کیلئے) کھڑے ہوں تو وہ شخص دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔''

(۹۴۵) حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ أَبِي الْعَدَبَّسِ عَنْ أَبِيْ مَرْزُوْقٍ عَنْ أَبِيْ غَالِبٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَوَكِّئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا.

''ابوبکر بن ابی شیبہ، عبداللہ بن نمیر، مسعر، ابوالعنبس، ابوالعدبس، ابومرزوق، ابوغالب، حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لکڑی پر سہارا لگائے تشریف لائے تو ہم تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس طرح کھڑے نہ ہوا کرو جس طرح اہل عجم ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔''

تشریح: اس پر تفصیلی بحث چند صفحات قبل باب نمبر ۱۵۶ باب فی القیام میں گذر چکی ہے۔ حدیث ثانی کو طبرانیؒ نے بالکل ضعیف اور سند کے اعتبار سے مضطرب کہا ہے۔ قال الطبرانی: هذا الحديث ضعيف مضطرب السند فيه من لا يعرف. (بذل)

خلاصہ یہ ہے کہ احترام واکرام کے لیے قیام درست ہے جبکہ آنے والا اس کا خواہی نہ ہو۔

(۱۲۷) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ فُلَانٌ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ

کسی کا سلام پہنچانا اور جواب دینا

(۹۴۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ غَالِبٍ قَالَ إِنَّا لَجُلُوسٌ بِبَابِ الْحَسَنِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ بَعَثَنِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْتِهِ فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ إِنَّ أَبِي يُقْرِئُكَ السَّلَامَ فَقَالَ عَلَيْكَ السَّلَامُ وَعَلَى أَبِيكَ السَّلَامُ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' اسماعیل' حضرت غالب سے روایت ہے کہ ہم لوگ حسنؒ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے میرے دادا سے سنا کہ میرے والد ماجد نے مجھے آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں بھیجا اور فرمایا کہ تم جب آپ کی خدمت میں حاضر ہو تو تم میری طرف سے سلام عرض کرنا چنانچہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد صاحب نے آپ کو سلام عرض کیا ہے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تمہارے اُوپر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔''

(۹۴۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرِيلَ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقَالَتْ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ.

''ابوبکر بن ابی شیبہ' عبدالرحیم' زکریا' شعبی' ابوسلمہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم کو حضرت جبریل امین سلام کہتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ۔ یعنی ان پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو۔''

تشریح: اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی کا سلام پہنچایا جائے تو سلام بھیجنے والے اور پہنچانے والے دونوں کو جواب میں شریک کرنا چاہیے کہ پہنچانے والے کا حق بھی ہے اور سلامتی وامن کی حاجت بھی اور اس میں دلجوئی بھی ہے۔ حدیث ثانی میں حضرت عائشہؓ کے جواب سے یہ اخذ کرنا کہ صرف پہنچانے والے کو جواب دے اور بھیجنے والے کو نہ دے یہ ضعیف ہے، اس لیے کہ سیدہ عائشہؓ نے حضرت جبرائیل کو جواب دیا کیونکہ بھیجنے والی ذات تو ''السلام'' ہے نہ یہ کہ اس سے ایک کے لیے جواب دینا ثابت کیا جائے کیونکہ دراصل یہ سلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا جیسا کہ قریب ابواب السلام میں مفصل گذرا۔

مسئلہ: حاشیہ بذل میں ابن عابدینؒ کے کلام کا حاصل یہ لکھا ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک مسلم ومبلغ دونوں کو جواب میں شریک کرنا واجب ہے، دیگر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ دوسرا قول اوسع وارفق ہے۔

(۱۲۸) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي الرَّجُلَ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ

کسی کی پکار پر لبیک کہنے کا بیان

(۹۴۸) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هَمَّامٍ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا عَبْدِ

الرَّحْمٰنِ الْفِهْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ حُنَيْنًا فَسِرْنَا فِيْ يَوْمٍ قَائِظٍ شَدِيْدِ الْحَرِّ فَنَزَلْنَا تَحْتَ ظِلِّ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ لَبِسْتُ لَامَتِيْ وَرَكِبْتُ فَرَسِيْ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ فِيْ فُسْطَاطِهٖ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ قَدْ حَانَ الرَّوَاحُ قَالَ أَجَلْ ثُمَّ قَالَ يَا بِلَالُ قُمْ فَثَارَ مِنْ تَحْتِ سَمُرَةٍ كَأَنَّ ظِلَّهٗ ظِلُّ طَائِرٍ فَقَالَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَأَنَا فِدَاؤُكَ فَقَالَ أَسْرِجْ لِيَ الْفَرَسَ وَلَا بَطَرٌ فَرَكِبَ وَرَكِبْنَا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

''موسیٰ بن اسماعیل، حماد، یعلی، ابو ہمام حضرت عبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں غزوۂ حنین میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ تھا گرمیوں کے ایک سخت دن میں ہم چلے پھر ہم نے درخت کے سایہ میں پڑاؤ کیا۔ جب سورج غروب ہوگیا تو میں زرہ پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ اپنے خیمہ میں قیام پذیر تھے۔ میں نے عرض کیا السلامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اب روانگی کا وقت ہوگیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال اُٹھو اُٹھو۔ وہ ایک درخت کے نیچے سے کود کر نکلے ان کا سایہ اس قدر پڑتا تھا کہ جس طرح کہ ایک چڑیا کا سایہ ہوتا ہے انہوں نے کہا لبیک وسعدیک میں آپ پر قربان! آپ نے ارشاد فرمایا میرے گھوڑے پر زین کس لو انہوں نے ایک زین نکالی جس کے دونوں کنارے کھجور کی پوست کے تھے نہ ان میں بڑائی تھی نہ غرور۔ پھر آپ سوار ہوئے اور ہم لوگ بھی سوار ہو گئے۔''

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی پکارے تو اس کے جواب میں لبیک کہیں میں حاضر ہوں ایک تو یہ لفظ کہنا ثابت ہوا دوسرے یہ کہ پکارنے والے کو مناسب ومہذب اور متداول الفاظ سے جواب دینا چاہیے نہ کہ جلے بھنے انداز میں کہ دوسرے کی دل آزاری ہو اور ہمیں آخرت میں ذلت وخواری ہو۔

قال في النهاية: لبيك هو ماخوذ من لب بالمكان وألب اذا قام به ولم يستعمل الاعلى لفظ التشنتية في معنى التكرير اى اجابة بعد اجابة وهو منصوب كانك قلت الب البابًا بعد الباب، وسعديك اى اسعادا بعد اسعاد. (عون)

امام مالکؒ اور لبیک؟: حاشیہ بذل میں شرح الکبیر ۴۲/۲ کے حوالے سے درج ہے کہ امام مالکؒ نے عام بول چال اور پکار میں ''لبیک'' کہنا مکروہ کہا ہے کہ یہ محرم کے لیے حج وعمرہ کی حاضری کا مخصوص وظیفہ ہے پھر اس کا جواب بھی مذکور ہے کہ امام موصوف کا کراہت سے مقصود یہ ہے کہ عام پکار پر مثل تلبیہ حج کے مکمل کلمات کہے یہ درست نہیں صرف لبیک کہنا بلا کراہت درست ہے کہ یہ بھی عام اذکار کی مانند ہے۔

تلبیۂ حج غیر محرم کے لیے: تلبیہ حج میں مشہور اختلاف ہے کہ یہ غیر محرم کہہ سکتا ہے یا نہیں ابن قدامہ نے کہا ہے کہ شوافع اور اصحاب رائے کے نزدیک تلبیہ حج بھی محرم وغیر محرم دونوں کہہ سکتے ہیں ''لا بأس ان يلبى الحلال'' ولنا انه ذكر يستحب للمحرم فلا يكره لغيره كسائر الاذكار. (بذل) ہمارے نزدیک عام اذکار کی طرح دونوں کے لیے درست ہے اور درسگاہوں میں حاضری کے دوران استاد کے نام کے پکارتے اور طلبہ لبیک کہتے ہیں چنانچہ دیگر مروجہ الفاظ سے یہ مناسب وبہتر ہے اور اس کی اصل حدیث باب میں موجود ہے۔

(١٦٩) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِلرَّجُلِ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ

ایک شخص دوسرے سے کہے اللہ تعالیٰ تم کو ہنستا رکھے

(٩٤٩) حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْبِرَكِيُّ وَسَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيِّ وَأَنَا لِحَدِيْثِ عِيْسَى أَضْبَطُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ ابْنُ السَّرِيِّ يَعْنِي السُّلَمِيَّ حَدَّثَنَا ابْنُ كِنَانَةَ بْنِ عَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ ضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْ بَكْرٍ أَوْ عُمَرُ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

''عیسیٰ بن ابراہیم' ابوالولید' عیسیٰ' عبدالقاہر بن سری' حضرت ابن کنانہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا مرداس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔''

تشریح: حدیث اول: اضحك الله سنك ای ادام الله فرحك وسرورك. یعنی اللہ آپ کو خوش وخرم اور باغ وبہار رکھے۔ یہ مسنون عمل ہے کہ ہنسنے والے کو ''اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ'' سے دعاء دیں۔

(١٧٠) بَابٌ مَا جَاءَ فِي الْبِنَاءِ

مکان تیار کرنا

(٩٥٠) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسَرْهَدٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُطَيِّنُ حَائِطًا لِيْ أَنَا وَأُمِّيْ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ شَيْءٌ أُصْلِحُهٗ فَقَالَ الْأَمْرُ أَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ.

''مسدد' حفص' اعمش' ابوالسفر' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ میں اور میری والدہ صاحبہ ایک دیوار پر مٹی لگا رہے تھے آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ اے عبداللہ میں نے عرض کیا' دیوار کو ٹھیک کررہا ہوں۔ آپ نے فرمایا موت تو اس سے بھی جلدی آنے والی ہے۔''

(٩٥١) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ الْمَعْنٰى قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهٖ بِهٰذَا قَالَ مَرَّ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا وَهٰى فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْنَا خُصٌّ لَنَا وَهٰى فَنَحْنُ نُصْلِحُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ.

''عثمان بن ابی شیبہ' ہناد' ابومعاویہ' اعمش سے اسی طریقہ سے روایت ہے اس روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ میرے پاس سے گزرے اور ہم لوگ اپنے حجرہ کو ٹھیک کررہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہم لوگوں کا حجرہ ہے جو کہ پرانا ٹوٹا پھوٹا ہو گیا تھا ہم لوگ اس کو ٹھیک کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تو موت کو اس سے بھی جلدی آنے والی سمجھتا ہوں۔''

(٩٥٢) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ نِ الْقُرَشِيُّ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ الْأَسَدِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذَا قَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ هٰذِهِ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتّٰى إِذَا جَاءَ صَاحِبُهَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ أَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتّٰى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالُوا خَرَجَ فَرَأَى قُبَّتَكَ قَالَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ إِلٰى قُبَّتِهِ فَهَدَمَهَا حَتّٰى سَوَّاهَا بِالْأَرْضِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَرَهَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوا شَكَا إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ عَنْهُ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا فَقَالَ أَمَا إِنَّ كُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰى صَاحِبِهِ إِلَّا مَا لَا إِلَّا مَا لَا يَعْنِي مَا لَا بُدَّ مِنْهُ.

''احمد بن یونس' زہیر' عثمان' ابراہیم' ابوطلحہ' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے راستہ میں ایک بلند گنبد دیکھا تو آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری شخص کا گھر ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو گئے اور آپ نے دل میں اس بات کو رکھا۔ جب وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے مجلس میں آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی اور چند مرتبہ اسی طریقہ سے کیا یہاں تک کہ اس کو آپ کے غصہ کا علم ہو گیا۔ اس شخص نے اپنے دوستوں سے شکایت کی اور کہا واللہ میں آنحضرت ﷺ کے رویئے میں ناگواری محسوس کرتا ہوں لوگوں نے عرض کیا آپ ایک دن باہر نکلے تھے تو آپ نے تمہارا مکان دیکھا تو یہ بات سن کر وہ شخص واپس گیا اور اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا پھر ایک دن آپ نکلے اور اس مکان کو نہ دیکھا۔ آپ نے فرمایا اس مکان کا کیا ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے اس مکان کے مالک نے آپ کی بے توجہی کی شکایت کی تو ہم نے اس کو بتلا دیا۔ اس لئے اس نے اس کو گرا دیا تو آپ نے فرمایا ہر ایک گھر اس کے مالک پر باعث وبال ہے مگر یہ کہ اس کے بغیر کام نہ چلے (گزارا نہ ہو سکے)۔''

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کی نظر آخرت کی طرف ہو اور زیادہ کوشش یہی ہو کہ اپنی قبر و آخرت کے لیے کچھ نہ کچھ کر لے، اور موت کو ہر آن اپنے سامنے رکھے اور رب تعالیٰ کی پیشی پیش نظر رہے، پل صراط حساب و کتاب، الغرض دنیا پر آخرت کی دائمی زندگی کو ترجیح دے۔ ازواج مطہرات کے گھر انتہائی معمولی اور سادہ تھے چنانچہ وارد ہے۔

(۱) كانت ام سلمةؓ موسر فجعلت مكان الجريد لبنا. فقال النبيؐ ما هذا؟ قالت اردت ان اكف عني ابصار الناس، فقال يا ام سلمة! انّ شرما ذهب فيه مال المرأ المسلم البنيان. (مراسیل ابوداؤد)

ام سلمہؓ نے جب مکمل پردہ کے لیے پکی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے کمرہ بنوالیا کیونکہ یہ کشادہ دست تھیں تو آپؐ نے فرمایا مسلمان کے مال کا ضیاع سب سے زیادہ تعمیرات میں ہوتا ہے۔ (۲) وعن الحسن كنت ادخل بيوت ازواج النبيؐ في خلافة عثمانؓ فاتناول سقفها بيدي. (بذل)

آپؐ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین کے حجروں کی چھتیں اتنی اونچی تھیں کہ آدمی کا ہاتھ پہنچ جاتا۔ احادیث باب اور ان کو سامنے رکھ کر ہم اپنا بھی ذرا محاسبہ اور توازن کر لیں ہم کہاں جا پہنچے اور ہیں انہیں کے نام لیوا حرص و طمع ہے کہ انتہا نہیں۔

حدیث اول: وانا اطيّن حائطالي. اى اصلحه بالطين اس حال میں کہ میں اور میری ماں اپنی دیوار گارے سے درست

کررہے تھے۔

حدیث ثانی: خصالنا وھی. ای البیت من القصب والخشب بانس اور لکڑی سے بنا جھونپڑا۔

وھی مثل سمع وولی ای ضعف وتخرق. پرانا ہوگیا تھا اور دراڑیں پڑ گئیں تھیں۔ فرمایا موت اس کمزور دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے یعنی ان کی توجہ آخرت کی طرف مبذول کرائی۔

حدیث ثالث: قبہ نما پر تپاک و پرتعیش گھر آزاد منش لوگوں سے مشابہت ہے اس لیے ناپسند فرمایا۔ پھر اخلاص واتباع والے جان نثار اور حیدار نے صرف اشارے پر ہی اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور یہ کیوں نہ کرتے کہ ان کا تو مقصود اعظم ہی عبادت خدا اور اطاعت ومحبت مصطفی تھی جس کے مقابلے ساری دنیا ہیچ تھی۔

گھر کیسا ہو؟: اتنی تعمیر وتوسیع تو مباح و درست ہے جو ضرورت ہو چنانچہ الا مالا میں یہی بیان ہوا ہے کہ ضرورت کے مطابق وبال نہیں۔ حضرت تھانویؒ نے اس کے لیے چند صورتیں اور ان کا حکم منضبط فرمایا ہے۔ (۱) رہائش (۲) آسائش (۳) آرائش (۴) نمائش۔

پہلی تین یعنی گھر رہنے کے قابل ہو، ضرورت کے مطابق اس میں کمرے ہوں، کچھ آرام دہ بھی ہوں، خوبصورت اور آراستہ ہوں، یہ درست ہیں دکھلاوا نام ونمود یہ آخری درجہ حرام ومنع ہے اور یاد رہے کہ جھونپڑے میں رہیں یا محل میں بالآخر جانا تو ایک ہی گھر یعنی قبر میں ہے، پھر محل ومدر میں فرق ہی کیا ہے۔ یہ کھڑی مٹی ہے اور وہ پڑی مٹی ہے، ایک دن سب مٹی ہو جانا ہے۔

(۱۷۱) بَابٌ فِي اتِّخَاذِ الْغُرَفِ

بالاخانہ بنانا

(۹۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مُطَرِّفِ نِ الرُّؤَاسِيُّ حَدَّثَنَا عِيسٰى عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ دُكَيْنِ بْنِ سَعِيدِ نِ الْمُزَنِيِّ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَسَأَلْنَاهُ الطَّعَامَ فَقَالَ يَا عُمَرُ اذْهَبْ فَأَعْطِهِمْ فَأَخَذَ الْمِفْتَاحَ مِنْ حُجْرَتِهِ فَفَتَحَ.

''عبدالرحیم، عیسیٰ، اسماعیل، قیس، حضرت دکین بن سعید مزنی سے روایت ہے کہ ہم لوگ غلہ مانگنے کے لئے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمر! جاؤ اور ان کو دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یہ سن کر) ہم کو ایک بالا خانہ پر لے کر چڑھے پھر اپنے کمرے سے چابی لے کر اس کو کھولا۔''

تشریح: اس کا مقصد یہ ہے کہ دوچھتی اور بالا خانہ وغیرہ درست ہے اور ضروریات اور اشیاء ذخیرہ کرنے کے لیے دوسری چھت ڈال کر فائدہ اٹھانا درست ہے۔ اکثر اونچی چھت والی دکانوں میں ایسے ہی ہوتا ہے کہ اسٹور کے طور پر آدھی دکان دوچھتی کر لیتے ہیں۔ اس سے زیادہ واضح اور قابل ذکر بات آپ کے فرمان کی برکت ومعجزہ ہے جسے لینے والا راوی صحابی مسند احمد میں بیان کرتا ہے کہ ہم سب (چار سو چالیس افراد) نے خوب لے لیا پھر بھی وہ ڈھیر ایسے تھا جیسے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی ہو۔ ''**ذلك فضل الله، برکة رسول الله**'' اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حکم ماننے میں خیر ہے نفس کی ماننے میں اندھیر ہے۔ مسند احمد کی روایت سے معلوم

ہوتا ہے کہ یہ غلہ لینے کے لیے آنے والوں کی ایک جماعت تھی جو چار سو چالیس نفوس پر مشتمل تھی اور بیت المال خالی تھا تو یہ خدمت وسعادت حضرت عمرؓ کے حصے میں آئی۔ (درمنضود)

(۱۷۲) بَابٌ فِيْ قَطْعِ السِّدْرِ

بیری کے درخت کاٹنا

(۹۵۴) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَطَعَ سِدْرَةً صَوَّبَ اللّٰهُ رَأْسَهُ فِي النَّارِ.

''نصر بن علی' ابو اُسامہ' ابن جریج' عثمان بن ابی سلیمان' سعید بن محمد' حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی بیری کا درخت کاٹے تو اس نے اپنا سر دوزخ میں ڈال دیا۔''

(۹۵۵) حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ وَسَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ شَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيْفٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ نَحْوَهُ.

''مخلد بن خالد' سلمہ بن شبیب' عبدالرزاق' معمر' عثمان بن ابی سلیمان قبیلہ ثقیف کا ایک شخص حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طریقہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔''

(۹۵۶) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَحُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَأَلْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ عَنْ قَطْعِ السِّدْرِ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى قَصْرِ عُرْوَةَ فَقَالَ أَتَرٰى هٰذِهِ الْأَبْوَابَ وَالْمَصَارِيْعَ إِنَّمَا هِيَ مِنْ سِدْرِ عُرْوَةَ كَانَ عُرْوَةُ يَقْطَعُهُ مِنْ أَرْضِهِ وَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ زَادَ حُمَيْدٌ فَقَالَ هِيَ يَا عِرَاقِيُّ جِئْتَنِيْ بِبِدْعَةٍ قَالَ قُلْتُ إِنَّمَا الْبِدْعَةُ مِنْ قِبَلِكُمْ سَمِعْتُ مَنْ يَقُوْلُ بِمَكَّةَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَطَعَ السِّدْرَ ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ.

''عبیداللہ' حمید' حسین بن ابراہیم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ہشام بن عروہ سے دریافت کیا کہ بیری کا درخت کاٹنا کیسا ہے؟ اور وہ حضرت عروہ کے گھر سے سہارا لگائے ہوئے تھے تو ہشام نے کہا تم ان دروازوں اور چوکھٹوں کو کیا سمجھتے ہو یہ تمام بیری کے بنے ہوئے ہیں اور حضرت عروہ اس کو زمین سے کاٹ کرلائے تھے اور فرمایا اس میں کوئی قباحت نہیں حمید نے اضافہ کیا کہ پھر ہشام نے کہا اے عراقی تم یہ بدعت لے کر آئے ہو۔ ہشام نے جواب دیا میں نے کہا یہ بدعت تو تم لوگوں کی طرف سے ہے میں نے سنا کوئی شخص مکہ معظمہ میں کہتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے بیری کے درخت کاٹنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

تشریح: اگلے باب میں راستے سے تکلیف دہ چیزوں کے ہٹانے کا ذکر آ رہا ہے لیکن اس سے پہلے واضح کر دیا کہ مفید چیز کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ کاٹیں کہ مسافر چرواہے اور قافلے اس سے سایہ وراحت حاصل کرتے ہیں؟

حدیث اول: من قطع سدرة صوب الله راسه في النار. زاد في رواية للطبراني من سدرة الحرم، (عون)

کون سی بیری مراد ہے؟: اس بارے میں آراء مختلف ہیں کہ یہ وعید کیوں اور کس بیری کے کاٹنے پر ہے۔

(۱) اس سے مراد حرم مکہ کی بیری ہے جسے کاٹنا منع ہے۔ چنانچہ طبرانی کے مذکورہ جملے سے یہ واضح ہورہا ہے۔ (۲) یہ بھی آتا ہے کہ اس سے مراد حرم مدینہ کی بیری ہے کہ وہ اس کی طرف ہجرت کرنے والوں اور پناہ لینے والوں کے لیے سایہ کا سبب ہے۔ وكلاهما ضعيفان. (۳) اس سے مراد صحراء ومیدان کی وہ بیری ہے جس سے مسافر اور چرواہے اور چوپائے وغیرہ سایہ اور راحت حاصل کرتے تھے، اس نے کاٹ کر ان کو محروم کیا اور ایذاء کا سبب بنا، دوسرے کی ملکیت سے بلا اجازت اگر کاٹ دیا تو بھی مرتکب کبیرہ ہوگیا اور مرتکب کبیرہ بلا توبہ مستحق سزا ہے۔ اس کا سبب ورود اور منشاء بذل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے آپؐ سے دریافت کیا اس آدمی کے بارے میں جس نے کسی قوم یا یتیم کی ملک والی بیری کو کاٹنے کا ارادہ کیا اور اسے کاٹنے پر تلا ہوا ہے ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ تو حق تلفی ظلم وزیادتی کی وجہ سے آپؐ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالیں گے جیسے یتیم کا ناحق مال کھانے والے کے لیے پیٹ میں آگ بھرنے اور دوزخ میں ڈالے جانے کی وعید سورۃ النساء میں مذکور ہے۔ راوی نے صرف جواب سنا سوال نہ سنا اس لیے اس نے صرف جواب نقل کر دیا جس میں اشکال پیدا ہوا جواب یقیناً حل ہوگیا۔ عون میں یہ مطلب امام ابوداؤد سے منقول ہے۔

سوال: اگر تیسرا جواب مراد لیا جائے تو پھر اشکال یہ ہے کہ بیری کا ذکر کیوں حالانکہ کوئی بھی سایہ دار اور مفید درخت کاٹنا درست نہیں۔

جواب: شان ورود اور سوال کی نوعیت سے واضح ہوگیا ہے کہ بیری کا ذکر سوال میں سدرۃ کے ذکر کی وجہ سے ہے ہاں اسی سے ہم عمومی حکم اخذ کر سکتے ہیں کہ حق تلفی اور زیادتی درست نہیں اور ایذاء رسانی سے ہمیشہ بچیں اور سایہ دار پھلدار اور فائدہ مند پیڑ کو نہ کاٹیں دوسرے کی ملک ہیں یا جنگل میں۔

حدیث ثالث: انما البدعة من قبلكم. ہشام بن عروہ جس گھر میں تھے اس میں استعمال کی ہوئی لکڑی بیری کی تھی اور حدیث بالا میں اس کے کاٹنے کی ممانعت وارد ہے اس طرح چوٹ مقصود تھی حالانکہ حضرت عروہؓ فرما چکے لا بأس به کیونکہ اپنی ملکیت سے ضرورت کے لیے کاٹنا تو کوئی منع نہیں اور ہشام نے کہا یہ تمہارا حصہ ہے کہ انوکھے سوال تراش لاتے ہو حالانکہ ممانعت تو حرم مکہ کی بیری کی تھی۔ فقال ہی (۱) یہ ضمیر قصہ وشان ہے۔ (۲) کوفی کہتے ہیں اس کا نام ضمیر مجہول ہے یعنی وہ ضمیر جس کا مرجع بعد میں ہو اور اس کا مرجع بدعۃ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں "قل هو الله احد، فاذا هي شاخصة ابصار الذين كفروا، واقع ہے کہ ضمیر کا مرجع بعد میں ہے۔ (عون مغنی اللبیب) (۳) یہ اسم فعل بمعنی امر برائے تحقیر اور استہزاء کہ عرب کسی چیز میں زیادہ تحقیر کے لیے بولتے ہیں چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے ایک چھوٹے قد والی عورت کے لیے "هي" بولا تھا جس پر آپؐ نے منع فرمایا کہ یہ تحقیر وغیبت میں آتا ہے۔

(۱۷۳) بَابٌ فِي إِمَاطَةِ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيقِ

راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا

(۹۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ نِ الْمَرْوَزِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ

بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِيْ بُرَيْدَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ فِي الْإِنْسَانِ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَسِتُّوْنَ مَفْصِلًا فَعَلَيْهِ أَنْ يَتَصَدَّقَ عَنْ كُلِّ مَفْصِلٍ مِنْهُ بِصَدَقَةٍ قَالُوْا وَمَنْ يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ تَدْفِنُهَا وَالشَّيْءُ تُنَحِّيْهِ عَنِ الطَّرِيْقِ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَرَكْعَتَا الضُّحٰى تُجْزِئُكَ

''احمد بن محمد' علی بن حسین' ان کے والد' عبداللہ بن بریدہ' حضرت ابو بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے آدمی کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کو چاہئے کہ ہر ایک جوڑ کی طرف سے صدقہ ادا کرے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس میں اس قدر قوت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوک (وغیرہ) دفنانا (دبانا) اور ایذا پہنچانے والی شے کو راستہ سے ہٹا دینا (اس میں بھی صدقہ کا اجر ملتا ہے) اگر یہ نہ ہو سکے تو (کم از کم) نماز چاشت کی دو رکعت تم کو کافی ہیں۔''

(٩٥٨) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ وَهٰذَا لَفْظُهُ وَهُوَ أَتَمُّ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنَ ابْنِ آدَمَ صَدَقَةٌ تَسْلِيْمُهُ عَلٰى مَنْ لَقِيَ صَدَقَةٌ وَأَمْرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيُهُ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ وَإِمَاطَتُهُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ وَبُضْعَتُهُ أَهْلَهُ صَدَقَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَأْتِيْ شَهْوَةً وَتَكُوْنُ لَهُ صَدَقَةٌ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ وَضَعَهَا فِيْ غَيْرِ حَقِّهَا أَكَانَ يَأْثَمُ قَالَ وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰى.

''مسدد' حماد (دوسری سند) احمد بن منیع' عباد' واصل' یحییٰ بن عقیل' یحییٰ بن یعمر' حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا انسان کے ہر ایک پورے پر صبح کے وقت ایک صدقہ ہوتا ہے۔ اپنے ملنے والے شخص کو سلام کرنا صدقہ ہے اور خیر کی بات کا حکم دینا صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے اور اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرنا صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ تو اپنی شہوت پوری کرے گا تو بھلا یہ صدقہ کیسے ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر وہ شخص اس شہوت کو غلط جگہ پر پوری کرتا تو گنہگار ہوتا یا نہیں؟ اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا ان تمام کی طرف نماز چاشت (یعنی اشراق کی دو رکعت) کافی ہیں۔''

(٩٥٩) حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ ﷺ فِيْ وَسْطِهِ.

''وہب بن بقیہ' خالد بن واصل' یحییٰ بن عقیل' یحییٰ بن یعمر' ابو الاسود' حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اسی طریقہ سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے۔''

(٩٦٠) حَدَّثَنَا عِيْسٰى بْنُ حَمَّادٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نَزَعَ رَجُلٌ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ غُصْنَ شَوْكٍ عَنِ الطَّرِيْقِ إِمَّا كَانَ فِيْ شَجَرَةٍ فَقَطَعَهُ وَأَلْقَاهُ وَإِمَّا كَانَ مَوْضُوْعًا فَأَمَاطَهُ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ بِهَا فَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ.

''عیسیٰ بن حماد' لیث' محمد بن عجلان' زید' ابو صالح' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص نے کسی قسم کا کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا علاوہ اس کے کہ ایک کانٹے کی شاخ راستہ میں تھی اس کو راستہ سے ہٹا

دیا تھا جو کہ درخت میں تھی اور اسے کاٹ دیا یا راستہ میں پڑی تھی اور اسے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کا یہی نیک عمل قبول فرمالیا اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔''

تشریح: انسان پر اپنے رب کا شکر لازم ہے اور جتنے زیادہ احسان ہیں اتنا ہی شکر آسان ہے کہ چھوٹے چھوٹے اعمال پر اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ ہم میں لاپرواہی اور عدم اہتمام ہے ورنہ وہ تو غفار و رحمان اور قدر دان ہے۔ باب کی احادیث میں بہت سارے اعمال مذکور ہیں۔ جن کے اہتمام سے ہم اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔

حدیث ثالث: حدثنا وهب بن بقية حدثنا خالد عن واصل......... ابوداؤد مطبوعہ مجتبائی، مکتبہ رحمانیہ، اور بذل کے نسخوں میں یہ سند خالد بن واصل سے ہے، جب کہ مترجم مکتبۃ العلم لاہور اور درمنضود جز سادس میں خالد عن واصل ہے اور یہی درست ہے اور درمنضود میں بحوالہ تقریب لکھا ہے کہ خالد بن واصل کوئی راوی نہیں۔ اس لیے اسے خالد عن واصل سمجھا جائے اور تصحیح کر لی جائے۔

وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهٖ رَكْعَتَانِ مِنَ الضُّحٰى. لان الصلوة عمل بجميع اعضاء البدن فيقوم كل عضو بشكره. (عون) **وذكر النبيّ في وسطه.** (۱) یعنی آپ کسی اور موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے درمیان کلام میں اس کا ذکر فرمایا۔ (۲) النبی کو مفعول بنائیں کہ راوی نے نبیؐ کا ذکر بجائے ابتداء کے درمیان کلام میں کیا یعنی حدیث بیان کرنے کا آغاز عن ابی ذرؓ سے کیا تو حدیث موقوف ہوئی پھر درمیان میں نبیؐ کا ذکر کر کے مرفوع کر دیا۔ (۳) اس سے پہلی حدیث میں جو یارسول اللہ کے الفاظ ہیں راوی نے اس میں اس کی بجائے یا نبی اللہ کہا اور نبیؐ کا ذکر کیا۔ (درّ)

حدیث رابع، ٹہنی ہٹانے کا مطلب: (۱) ٹہنی درخت سے راستے پر لٹکی ہوئی تھی اس نے کاٹ کر دور کر دیا اور لوگوں کو راحت پہنچائی۔ (۲) کٹی یا ٹوٹی ہوئی ٹہنی راستے پر پڑی تھی اسے کھینچ کر دور ڈال دیا اور راستہ صاف کر دیا۔ (۳) ٹہنی کاٹی نہ ہٹائی بلکہ لوگوں کے گذرتے وقت اس کو پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اتنے میں لوگ آرام سے گذر گئے تو پھر اس نے چھوڑ دیا۔ اس میں بھی ہٹانے کا معنی موجود ہے۔

(۱۷۴) بَابٌ فِيْ إِطْفَاءِ النَّارِ بِاللَّيْلِ

سوتے وقت چراغ بجھا دینا چاہیے

(۹۶۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رِوَايَةً وَقَالَ مَرَّةً يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ.

''احمد بن محمد بن حنبل، سفیان، زہری، سالم، ان کے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب (رات کو) تم سونے لگو تو اپنے گھروں میں آگ نہ چھوڑا کرو۔''

(۹۶۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ التَّمَّارُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قَالَ جَائَتْ فَأْرَةٌ فَأَخَذَتْ تَجُرُّ الْفَتِيْلَةَ فَجَائَتْ بِهَا فَأَلْقَتْهَا بَيْنَ يَدَىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلَى الْخُمْرَةِ الَّتِىْ كَانَ قَاعِدًا عَلَيْهَا فَأَحْرَقَتْ مِنْهَا مِثْلَ مَوْضِعِ الدِّرْهَمِ فَقَالَ إِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوْا سُرُجَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدُلُّ مِثْلَ هٰذِهِ عَلٰى هٰذَا فَتُحْرِقُكُمْ.

''سلیمان بن عبدالرحمٰن' عمرو بن طلحہ' اسباط' سماک' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک چوہیا ایک بتی کھینچتی ہوئی آئی اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بوریا پر ڈال دیا کہ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور اس میں سے ایک درہم کے برابر جلا دیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ سونے لگو تو اپنے چراغ گل کر دیا کرو کیونکہ شیطان اسی قسم کی چیزوں کو یہ باتیں سکھلاتا ہے اور وہ تمہیں جلا دیتے ہیں۔''

تشریح: حدیث اول: **لا تترکوا النار فی بیوتکم.** یہ نہی شفقت ہے کہ آگ جلتی چھوڑنے میں نقصان کا اندیشہ ہے کہ چراغ کی جلتی بتی کو چوہا کھینچ کر کسی بستر چٹائی وغیرہ پر ڈال دے جس سے جھلس کر بہت سارا نقصان ہو جائے یا پورے گھر میں آتش زدگی کا باعث بنے۔ دوسری حدیث میں اس کا سبب ورود بھی موجود ہے کہ چوہے نے بتی کھینچ کر آپؐ کے قریب ڈال دی جس سے کچھ بوریہ وغیرہ جل گئی۔

الخمرة. هي مقدار ما يضع الرجل عليه وجهه في سجدوده من حصير او نسيحة ولا تكون خمرة الا في هذا المقدار وسميت خمرة لان خيوطها مستورة بسعفها، وفي حياة الحيوان الخمرة السجادة التي يسجد عليها المصلي سميت بذلك لانّها تخمر الوجه اى تغطيه.

فویسقہ کی وجہ: چوہوں کو احادیث مبارکہ میں فویسقہ نافرمان کہا گیا ہے کہ یہ رات کو فسق وفساد کے لیے اپنی بلوں سے نکلتے ہیں۔

فائدہ: گھروں میں عموماً جو ''ہیٹر'' جلائے جاتے ہیں اور سرد علاقوں میں تقریباً پوری رات جلتے ہیں اور ان میں بھی آگ ہی ہوتی ہے۔ حالانکہ حدیث پاک میں **لا تترکوا النار** ہے۔ اس کا یہ جواب ذہن میں آتا ہے کہ یہ ضرورت ہے اور محفوظ ہے کہ آگ اس سے منتقل نہیں ہوتی۔ اگرچہ گیس بند ہو کر دوبارہ آنے یا کسی دوسری وجہ سے آگ ختم ہو جائے اور گیس کھلی رہے تو بہت نقصان ہوتا ہے اور ایسے متعدد واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اس لیے اصل حکم آگ نہ چھوڑنے کا ہے۔ کہ کچھ دیر جلا کر سوتے وقت بند کر دیا جائے یا پھر محفوظ انداز سے نصب ہو اور جلائے رکھیں تو ضرورت وحفاظت کی وجہ سے درست ہوگا۔ چنانچہ اس کی تصریح ہے۔

قال النووی: هذا عام يدخل فيه نار السراج وغيرها، واما القناديل المعلقة في المساجد وغيرها فان خيف حريق بسببها دخلت في الامر بالاطفاء، وان امن ذلك العلة زال المنع. (عون)

(۱۷۵) بَابٌ فِيْ قَتْلِ الْحَيَّاتِ

سانپوں کو مار ڈالنا

(۹۶۳) حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِسْمٰعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُنَّ خِيْفَةً فَلَيْسَ مِنَّا.

''اسحٰق' سفیان' ابن عجلان' ان کے والد' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم لوگوں نے سانپوں سے دوستی نہیں کی جب سے ان سے لڑائی شروع کی تو جو شخص خوف کی وجہ سے کسی سانپ کو چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(۹۶۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانِ نِ السُّكَّرِيُّ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ يُوسُفَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَأْرَهُنَّ فَلَيْسَ مِنَّا.

''عبدالحمید' اسحٰق' شریک' ابواسحٰق' قاسم' ان کے والد' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ارشاد فرمایا سانپوں کو قتل کر ڈالو اور جو شخص انتقام سے ڈر جائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

(۹۶۵) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ فِيمَا أُرٰى إِلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ فَلَيْسَ مِنَّا مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ.

''عثمان بن ابی شیبہ' عبداللہ' موسیٰ' عکرمہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص سانپوں کو ان کے انتقام کے خوف سے چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہم نے اُن سے جب سے لڑائی شروع کی ہے کوئی صلح نہیں کی۔''

(۹۶۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ مُوسٰى الطَّحَّانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَابِطٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ ﷺ إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَكْنُسَ زَمْزَمَ وَإِنَّ فِيهَا مِنْ هٰذِهِ الْجِنَّانِ يَعْنِي الْحَيَّاتِ الصِّغَارَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقَتْلِهِنَّ.

''احمد بن منیع' مروان بن معاویہ' موسیٰ' عبدالرحمٰن' حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا ہم لوگ زمزم کے نزدیک جھاڑو دینا چاہتے ہیں لیکن وہاں پر چھوٹے قسم کے سانپ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مار دینے کا حکم فرمایا۔''

(۹۶۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيُسْقِطَانِ الْحَبَلَ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ.

''مسدد' سفیان' زہری' حضرت سالم اپنے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا سانپوں کو قتل کر ڈالو اور اس سانپ کو (قتل کر ڈالو) کہ جس کے پیٹ پر دو سفید لائنیں ہوں اور جو بغیر دُم کا ہو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی ختم کر دیتے ہیں اور حمل ساقط کر دیتے ہیں راوی نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جو سانپ ملتا وہ اس کو مار دیتے ایک مرتبہ حضرت ابولبابہ یا حضرت زید بن خطاب نے ان کو ایک سانپ پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آنحضرتؐ نے گھروں کے سانپ قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

(۹۶۸) حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي لُبَابَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ

الَّتِيْ تَكُوْنُ فِي الْبُيُوْتِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَخْطِفَانِ الْبَصَرَ وَيَطْرَحَانِ مَا فِي بُطُوْنِ النِّسَاءِ.

''قعنبی، مالک، نافع، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا جو گھروں میں ہوتے ہیں مگر یہ کہ وہ سانپ دوذم کا ہو یا دُم کٹا سانپ ہو اس لئے کہ وہ آنکھ کی روشنی خراب کر دیتے ہیں اور خواتین کے حمل (دہشت کی وجہ سے) ساقط کر دیتے ہیں۔''

(۹۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَجَدَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَعْنِيْ بَعْدَ مَا حَدَّثَهُ أَبُوْ لُبَابَةَ حَيَّةً فِيْ دَارِهِ فَأَمَرَ بِهَا فَأُخْرِجَتْ يَعْنِيْ إِلَى الْبَقِيْعِ.

''محمد بن عبید، حماد، ایوب، حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے بعد یعنی حضرت ابولبابہ کی حدیث سننے کے بعد اپنے گھر میں ایک سانپ دیکھا تو انہوں نے اس کو بقیع (نامی قبرستان) میں پھنکوا دیا۔''

(۹۷۰) حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أُسَامَةُ عَنْ نَافِعٍ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ نَافِعٌ ثُمَّ رَأَيْتُهَا بَعْدُ فِيْ بَيْتِهِ.

''ابن سرح، احمد بن سعید، ابن وہب، اسامہ، نافع نے اس حدیث میں یہ بیان کیا کہ میں نے پھر اس سانپ کو ان کے گھر میں دیکھا۔''

(۹۷۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ أَنَّهُ انْطَلَقَ هُوَ وَصَاحِبٌ لَهُ إِلٰى أَبِيْ سَعِيْدٍ يَعُوْدَانِهِ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِ فَلَقِيَنَا صَاحِبٌ لَنَا وَهُوَ يُرِيْدُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيْهِ فَأَقْبَلْنَا نَحْنُ فَجَلَسْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ فَأَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِنَّ الْهَوَامَّ مِنَ الْجِنِّ فَمَنْ رَأٰى فِيْ بَيْتِهِ شَيْئًا فَلْيُحَرِّجْ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ عَادَ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ.

''مسدد، یحیٰی، محمد بن ابی یحیٰی، ان کے والد، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض (قسم کے) سانپ جنات ہوتے ہیں جس وقت کوئی شخص اپنے گھر میں سانپ پائے تو اس سے تین مرتبہ کہہ دے کہ آئندہ پھر نہ نکلنا ورنہ تجھ کو اذیت ہوگی پھر اگر وہ سانپ (دوبارہ) باہر نکلے تو اس کو قتل کر دے۔ اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔''

(۹۷۲) حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ مَوْهَبِ نِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ صَيْفِيٍّ أَبِيْ سَعِيْدٍ مَوْلَى الْأَنْصَارِ عَنْ أَبِي السَّائِبِ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَهُ سَمِعْتُ تَحْتَ سَرِيْرِهِ تَحْرِيْكَ شَيْءٍ فَنَظَرْتُ فَإِذَا حَيَّةٌ فَقُمْتُ فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ مَا لَكَ قُلْتُ حَيَّةٌ هَاهُنَا قَالَ فَتُرِيْدُ مَاذَا قُلْتُ أَقْتُلُهَا فَأَشَارَ إِلٰى بَيْتٍ فِيْ دَارِهِ تِلْقَاءَ بَيْتِهِ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ عَمٍّ لِيْ كَانَ فِيْ هٰذَا الْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْأَحْزَابِ اسْتَأْذَنَ إِلٰى أَهْلِهِ وَكَانَ حَدِيْثَ عَهْدٍ بِعُرْسٍ فَأَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَذْهَبَ بِسِلَاحِهِ فَأَتٰى دَارَهُ فَوَجَدَ امْرَأَتَهُ قَائِمَةً عَلٰى بَابِ الْبَيْتِ فَأَشَارَ إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَقَالَتْ لَا تَعْجَلْ حَتّٰى تَنْظُرَ مَا أَخْرَجَنِيْ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَإِذَا حَيَّةٌ مُنْكَرَةٌ فَطَعَنَهَا بِالرُّمْحِ ثُمَّ خَرَجَ بِهَا فِي الرُّمْحِ تَرْتَكِضُ قَالَ فَلَا أَدْرِيْ أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الرَّجُلُ أَوِ الْحَيَّةُ فَأَتٰى قَوْمُهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوا ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَرُدَّ صَاحِبَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ أَسْلَمُوْا بِالْمَدِيْنَةِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ أَحَدًا مِنْهُمْ فَحَذِّرُوْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ إِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدُ أَنْ تَقْتُلُوْهُ فَاقْتُلُوْهُ بَعْدَ الثَّلَاثِ.

''یزید لیث' ابن عجلان' صیفی' حضرت ابوالسائب سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ان کے تخت کے نیچے سے سرسراہٹ محسوس ہوئی دیکھا تو سانپ ہے۔ میں کھڑا ہوا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ایک سانپ ہے انہوں نے فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں سانپ کو مارے دیتا ہوں اور کہا کہ انہوں نے اپنے گھر میں ایک کوٹھڑی بتائی اور بتلایا کہ اس کوٹھڑی میں میرا چچا زاد بھائی رہتا تھا جب غزوۂ احزاب کا واقعہ پیش آیا تو اس نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی اور اس نے نئی نئی شادی کی تھی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اجازت عطا فرما دی اور حکم فرمایا کہ اسلحہ لے کر جاؤ۔ وہ گھر پہنچا تو اس نے اپنی بیوی کو گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا تو نیزہ سے اس کی طرف اشارہ کیا تو اس کی اہلیہ نے اس سے کہا کہ جلدی نہ کرو اور یہ دیکھو کہ میں کس وجہ سے نکلی ہوں وہ شخص گھر میں داخل ہوا تو اس نے ایک بری شکل وصورت کا سانپ دیکھا ان نے اس کو نیزہ سے مارا پھر اس سانپ کو نیزہ میں چبھو کر باہر لے کر آیا جبکہ وہ تڑپ رہا تھا۔ مجھ کو علم نہیں کہ اس شخص اور سانپ میں سے کون جلدی مرا (پھر) اس شخص کی قوم والے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ ہمارے دوست کو واپس فرما دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس کے لئے دُعاءِ مغفرت کرو پھر ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جنات کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا ہے۔ پس تم لوگ جب ان میں سے کسی کو دیکھو تو اس کو تین مرتبہ ڈراؤ کہ اب نہ نکلنا ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا پھر اگر وہ نکلے تو تم اس کو قتل کر دو۔''

(۹۷۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ مُخْتَصَرًا قَالَ فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلاثًا فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ.

''مسدد' یحییٰ' ابن عجلان سے مختصر طور پر اسی طریقہ سے روایت ہے اور اس روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ تم اس کو تین مرتبہ خبردار کرو پھر اگر وہ نکلے تو تم اس کو قتل کر دو اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔''

(۹۷۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْهَمْدَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكٌ عَنْ صَيْفِيٍّ مَوْلٰى ابْنِ أَفْلَحَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو السَّائِبِ مَوْلٰى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى أَبِي سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَأَتَمَّ مِنْهُ قَالَ فَآذِنُوْهُ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاقْتُلُوْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.

''احمد بن سعید' ابن وہب' مالک' صیفی' ابوالسائب' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس طریقہ سے روایت ہے اور اس روایت میں اس طریقہ سے مذکور ہے کہ اس کو تین دن تک خبردار کرو اگر وہ اس کے بعد بھی نکلے تو تم اس کو قتل کر دو اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔''

(۹۷۵) حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ هَاشِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلٰى عَنْ ثَابِتِ نِ الْبُنَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ حَيَّاتِ الْبُيُوْتِ فَقَالَ إِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُنَّ شَيْئًا فِي مَسَاكِنِكُمْ فَقُوْلُوْا أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ نُوْحٌ أَنْشُدُكُنَّ الْعَهْدَ الَّذِي أَخَذَ عَلَيْكُنَّ سُلَيْمَانُ أَنْ لَا تُؤْذُوْنَا فَإِنْ عُدْنَ فَاقْتُلُوْهُنَّ.

''سعید' علی' ابن ابی لیلیٰ' ثابت بنانی' حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے گھروں میں (رہنے

والے) سانپوں کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا جب تم لوگ کسی کو اپنے گھروں میں دیکھو تو تم اس طرح کہو ہم تم کو اس اقرار کی قسم کھلاتے ہیں جو کہ تم سے حضرت نوح علیہ السلام نے لیا تھا اور ہم تم کو اس اقرار کی قسم کھلاتے ہیں جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا کہ تم ہمیں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر اس کے بعد بھی وہ نکلیں تو تم ان کو قتل کر دو۔''

(۹۷۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ قَالَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهَا إِلَّا الْجَانَّ الْأَبْيَضَ الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبُ فِضَّةٍ.

''عمرو بن عون' ابوعوانہ' مغیرہ' ابراہیم' حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا تمام قسم کے سانپوں کو قتل کر دو مگر جو بالکل سفید ہوں جیسے کہ چاندی کی چھڑی۔''

تشریح: الحیات الحیۃ کی جمع ہے سانپ۔

سانپ کے مارنے میں تفصیل و احتیاط: سانپ ایک مضر اور موذی جاندار ہے۔ اور انسان کے دشمنوں میں سرفہرست اور زہریلا ہے اس کو مارنے کا حکم باب کی احادیث میں بالتصریح موجود ہے کہ جب سانپ کو دیکھو تو اسے مار دو۔ ہاں گھریلو سانپ کے متعلق احتیاط مذکور ہے کہ جن بھی مختلف شکلیں اختیار کرتے اور بدلتے ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ جن سانپ کی شکل میں ہو تو اس کو مارنا درست نہیں کیونکہ ان کے دیگر جنوں سے نقصان کا اندیشہ ہے، بلکہ اس کا وقوع بھی ہوا ہے چنانچہ آخر باب میں ابوسعیدؓ کے چچازاد کا واقعہ مذکور ہے کہ سانپ کو مارا تو جنوں نے حملہ کر دیا اور انہیں بھی مار دیا اس لیے گھریلو سانپوں کے مارنے میں کچھ احتیاط رہے۔

وہم باطل: ایک اور نظریہ پایا جاتا ہے کہ سانپ جوڑا جوڑا ہوتے ہیں، اگر ایک نر یا مادہ کو قتل کر دیں تو دوسرا بدلہ لیتا ہے اور وہ مارنے والے سے دشمنی ٹھان لیتا ہے اور ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور یہ بھی شنید ہے کہ بالخصوص بارش والے ''ساون'' کے مہینے میں ایسا بہت زیادہ ہوتا ہے کہ ایک سانپ کو مارنے سے دوسرا دشمنی کر لیتا ہے اور بدلہ لیتا ہے۔ یہ بالکل باطل اور وہم ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں حضورؐ نے فرمایا کہ جب سانپ کو دیکھو تو قتل کر دو اور باوجود ہمت و قدرت اور موقع پانے پر اگر نہ ماریں گے تو وعید ہے کہ ہم میں سے نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص لاٹھی وغیرہ نہ ہونے کی وجہ سے یا کم ہمتی اور کمزوری کی وجہ سے نہ مارے تو شئی دیگر ست، اگر اس نظریہ بد کی وجہ سے نہیں مارتا تو یہ معصیت و گناہ اور جہالت ہے جس پر شدید وعید وارد ہے۔

گھریلو سانپ کو ڈرانا اور وارننگ: گھریلو سانپ کے جن ہونے کے اشتباہ کی وجہ سے پہلے ہی حملہ نہ کریں بلکہ اسے یہ کہہ دیں کہ ''میاں سانپ، ہم تمہیں سلیمان و نوح کا معاہدہ یاد دلاتے ہیں، اپنا راستہ اور جگہ بدل جاؤ اور ہمیں گزند نہ پہنچاؤ'' پھر تین مرتبہ کہنے کے باوجود وہ اسی حال میں رہے تو اسے مار ڈالیں۔

انزار و اعاذۃ کے الفاظ یہ ہیں جو آخر سے پہلی حدیث میں وارد ہیں۔

انشد کن العهد الذی اخذ علیکن نوح علیه السلام، انشد کن العهد الذی اخذ علیکن سلیمان علیه السلام، ان تؤذونا.

''میں تمہیں نوح اور سلیمان علیہما السلام کا عہد و پیماں یاد دلاتا ہوں (کہ ان کے عہد کی وجہ سے) ہمیں نقصان مت پہنچاؤ۔''

وعدہ لینے کا وقت و سبب: نوح علیہ السلام نے تو سفینۂ نجات پر سوار کرتے وقت عہد لیا تھا۔

قال البغوی! وروی عن بعضهم: ان الحیة والعقرب أتیا نوحا علیه السلام، فقالتا احملنا معك، فقال انکما سبب البلاء، فلا احملکما، فقالتا احملنا فنحن نضمن لك ان لا نضرّ احداذکرك، فمن قرأ حین یخاف مضرتهما، سلٰم علی نوح فی العٰلمین، لم تضرّاهٗ. (خازن ج:۲/۳۵۲)

عبارت بالا سے واضح ہوا کہ سانپ اور بچھو دونوں سے نوح علیہ السلام نے وعدہ لیا بلکہ انہوں نے از خود کہا کہ جو آپ کا نام لے گا ہم اسے گزند نہ پہنچائیں گے۔ سلیمان علیہ السلام کی سب چیزوں پر حکومت وتسلط تھا اس لیے انہوں نے انسانی ایذاءرسانی سے ان کو باز رہنے کے لیے عہد لیا۔ اس لیے ان دو انبیاء کے نام یاد دلانے کا حکم ہے۔ (درّ)

سانپ بچھو سے بچنے کی دوسری دعاء: سورۃ الصٰفّٰت کی یہ آیت ان دونوں کی مضرت سے بچنے کے لیے مفید ہے "سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سانپ کا مکالمہ: "کتاب الاذکیاء" کے آخر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک جوگی پر ہوا جو منتر کے ذریعے سے سانپ پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پس سانپ نے کہا اے روح اللہ! آپ اس آدمی سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ مجھ سے دور نہ ہوا تو میں اسے سخت ترین تکلیف پہنچادوں گا اور ڈس لوں گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام آگے چلے گئے پھر واپس تشریف لائے تو وہ سانپ سپیرے کی جھولی میں ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے سانپ تو مجھ سے اس کی شکایت کر رہا تھا اور اب یہ کیسے؟ سو سانپ نے کہا اے روح اللہ بلاشبہ اس نے قسم کھائی تھی اب یہ دھوکہ کر رہا ہے۔ پس اس کے دھوکے کا ضرر اور زہر میرے زہر سے اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ہے۔ (حیوۃ الحیوان ۱/۶۷۰) ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیے اور دھوکہ فریب سے بچنا چاہیے "**واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا**. (اسرائیل:۳۴) حکم ہے وعدہ پورا کرو کل پوچھا جائے گا۔

سانپ کی حقیقت: سانپ ایک زہریلا جانور ہے جس کی ۳۰۰ اقسام خشکی میں اور ۲۱ قسمیں سمندر و پانی میں ہوتی ہیں، یہ تمام براعظموں میں پائے جاتے ہیں۔ کعب کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سانپ کو اصبہان میں اتارا تھا ایک ہزار سال زندہ رہتا ہے اس کے آلہ تناسل نہیں ہوتا ایک دوسرے کو لپٹنے سے انڈے دیتا ہے، تیس انڈوں میں سے اکثر کو چیونٹیاں خراب کر دیتی ہیں اگر اسے بچھو ڈس لے تو مر جاتا ہے اگر کھانے کو کچھ نہ ملے تو صرف آب وہوا اور نسیم صبا پر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور زندہ چیزوں کا گوشت کھاتا ہے۔ اس کے عجائبات میں سے ہے کہ برہنہ آدمی سے بھاگتا ہے۔ (بذل وحیوۃ)

عجیب حکایت: مسعودی نے زبیر بن بکار سے نقل کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں دو بھائی سفر کے لیے نکلے، پس وہ دونوں راستہ میں ایک درخت کے سایہ میں جو سڑک کے کنارے تھا رک گئے، پس جب کچھ دیر کے بعد انہوں نے چلنے کا ارادہ کیا تو درخت کے پاس پڑے ہوئے پتھر کے نیچے سے ایک سانپ ایک دینار لیے ہوئے نکلا اور اس نے وہ دینار ان دونوں بھائیوں کے سامنے ڈال دیا۔ پس ان دونوں بھائیوں نے کہا کہ یہاں کوئی خزانہ مدفون ہے۔ پس ان بھائیوں نے تین دن تک وہاں قیام کیا اور وہ سانپ ہر روز ان کے لیے ایک دینار لا کر ان کے سامنے ڈال دیتا۔ پس ان بھائیوں سے ایک نے کہا ہم کب تک اس سانپ کا انتظار کرتے رہیں گے لہٰذا کیوں نہ اس سانپ کو قتل کر کے خزانہ نکال لیا جائے۔ دوسرے بھائی نے اس کو منع کیا اور کہا کہ اگر خزانہ نہ ملا تو تمہاری محنت ضائع ہو جائے گی۔ پس اس نے اپنے بھائی کی بات نہیں مانی اور ایک کلہاڑی لے کر سانپ کے انتظار میں بیٹھ گیا اور جوں ہی سانپ نے

پتھر سے سر باہر نکالا اس نے کلہاڑی سے اس پر حملہ کیا لیکن پوری طرح کامیاب نہ ہو سکا۔ پس سانپ زخمی ہو گیا لیکن اس کی موت واقع نہیں ہوئی، پس سانپ نے تیزی سے پلٹ کر جوابی حملہ کیا اور اس حملہ آور کو ڈس لیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ پھر اس کے بعد سانپ پتھر میں گھس گیا۔ پس دوسرے بھائی نے اپنے مقتول بھائی کو دفن کیا اور وہیں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب دوسرے دن سانپ دوبارہ نکلا تو اس کے منہ میں کوئی دینار نہیں تھا اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پس سانپ اس کی طرف لپکا، اس نے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو اس اقدام سے روکا تھا اور میں تیرے قتل پر راضی نہیں تھا لیکن اس بدبخت نے میری بات نہیں مانی اور تم پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجے میں وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ پس کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے کوئی نقصان نہ پہنچاؤ اور میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور تم اسی طرح مجھ پر مہربان ہو جاؤ جیسے پہلے دن مہربانی کی تھی۔ پس سانپ نے کہا نہیں۔ سانپ نے کہا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تیرا دل میرے متعلق کبھی صاف نہیں ہوگا کیونکہ میں نے تیرے بھائی کو قتل کیا ہے اور تو اس کی قبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور میرا دل بھی تیرے متعلق صاف نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے سر کا زخم مجھے اس صدمہ کی یاد دلاتا رہے گا جو تیرے بھائی کے ہاتھوں مجھے پہنچا ہے۔ پھر اس سانپ نے (جو دراصل جن تھا) نابغہ جعدی کا یہ شعر پڑھا۔

وما لقيت ذات الصفا حليفها وكانت تريه المال ربا وظاهره

''اور میں اپنے دشمن سے کوئی نیک معاملہ نہیں دیکھ سکا حالانکہ میرا مال اس کی پرورش کرتا تھا اور اس کے ظاہر کا خبر گیر تھا۔''

حدیث اول: فليس منا یہ اور بعد کی بعض احادیث میں سانپ کے نہ مارنے پر سخت وعید اس لیے ارشاد فرمائی کہ لوگوں کا نظریہ ہو گیا تھا کہ سانپ کو نہیں مارتے تھے۔ اس غلط وہم وعقیدہ بد کی وجہ سے سستی کرنے والے کے لیے فرمایا اگر طبعاً کمزوری کی وجہ سے نہ مارے تو پھر وعید شدید نہیں صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ المرسلت میں ہے کہ صحابہؓ کہتے ہیں ہم نے سانپ دیکھا اس کے مارنے کے لیے دوڑے لیکن وہ فوراً بل میں داخل ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا وہ تمہارے شر سے اور تم اس کے زہر وشر سے بچ گئے ان کے لیے وعید شدید نہیں فرمائی۔ اس لیے ان احادیث کو غلط اعتقاد کی بنا پر چھوڑنے والوں پر محمول کریں۔

حدیث رابع: فامر النبیؐ بقتلهن اس میں سبب ورود بیان ہوا ہے کہ جب کنواں کی صفائی پر سوچا اور اندر بغور دیکھا تو اس میں کچھ سانپ تھے تو آپؐ نے ان کے مارنے کا حکم دیا۔ نريد ان نكنس. یہ باب ضرب سے ہے جھاڑ دینا صفائی کرنا۔ من هذه الجنان. جنان یہ جان کی جمع ہے چھوٹے سانپ اور ثعبان اژدھے اور بڑے سانپ کو کہتے ہیں قصۂ فرعون اور معجزۂ موسیٰ میں ''كانها جان ولى مدبرا، فاذا هى ثعبان مبين'' دونوں مذکور ہیں۔

حدیث خامس: اقتلوا الحيات. یہ حکم مطلق ہے گھریلو اور صحرائی سب سانپوں کے لیے صرف اتنی بات ہے کہ گھریلو میں مذکورہ بالا طریقہ سے پہلے انذار وتنبیہ ہو پھر مار دیں اور صحرائی میں اس کی حاجت نہیں۔ حیۃ بیضاء کا ذکر آگے آتا ہے۔

قال القرطبي: الا مرفى ذلك للارشاد، نعم ما كان منها محقق الضرر وجب دفعه (عون)

قرطبیؒ نے کہا ہے کہ یہ امر ارشاد ہے وجوبی نہیں ہاں سانپ سے حملے اور نقصان کا قوی اندیشہ ہو جائے تو پھر دفع واجب ہے۔ امره عليه السلام بقتل الحيات امر ندب وحيات البيوت لا تقتل حتى تنذر، ثلاثة ايام او ثلاث مرات، والجمهور على الاول بان يقول انشد كن بالعهد ..... (حیوۃ الحیوان)

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ یہ امر ندب کے لیے ہے وجوبی نہیں پھر گھریلو سانپوں کو عہد یاد دلائیں پھر ماریں اور انذار تین دن یا تین مرتبہ ہو۔ عندالجمہور تین دن والاقول زیادہ محتاط ہے۔

ذَاالطُّفُیَتَیْنِ والابتر. طفیتین اور ابتر یہ سانپوں کی کیفیت وبدترین قسموں کے نام ہیں جو انتہائی مہلک ومضر اور زہریلے ہیں کہ ان کی نظر کے اثر سے بھی انسان کو نقصان پہنچتا ہے۔ **یلتمسان البصر**

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظر ٹکا کر دیکھ لیں تو انسان کی بنائی ان کی زہر کی وجہ سے سلب ہو جاتی ہے اور یہی راجح ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ تلاش کرتے ہیں نگاہ کو یعنی حملہ آور ہوتے ہیں اور دیکھتے ہی ڈس لیتے ہیں (بذل، حیوۃ) اسی طرح ان کی یہ بری تاثیر ہے کہ حمل ساقط ہو جاتا ہے "**اللھم احفظنا منھما ومن سائر الحیات والمضرات**"

وجہ تسمیہ: طفیۃ دراصل کھجور جیسے مقل نامی درخت کے باریک پتے کو کہتے ہیں۔ اس سانپ کی پشت پر دو باریک سی دھاریاں اور سیاہ لکیریں ہوتی ہیں اور اس کی دم بالکل چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اس لیے اسے ابتر دم بریدہ کہا جاتا ہے یہ انتہائی مضر ومہلک ہیں اس لیے ان کے لیے خصوصی حکم فرمایا۔ گھریلو سانپوں کا حکم ابھی گذرا ہے۔

حدیث سابع: اس میں تصریح ہے کہ یہ گھریلو سانپ اپنا راستہ بدل گیا اور بقیع کی طرف چلا گیا۔ آگے نافع نے اسے بقیع میں بعد میں بھی دیکھا جس سے معلوم ہوا وہ مضر نہیں تھا بلکہ برکت کے حصول کے لیے یہاں بس رہا تھا۔

حدیث ثامن: ان دونوں واقعات کی تفصیل سے معلوم ہوا گھریلو سانپ کے مارنے میں جلدی نہ ہو بلکہ مذکورہ طریقہ اپنائیں اور جان بچائیں۔

آخری حدیث: الا الجان الابیض. وعند الحنفیة لا تقتل البیضاء لانھا من الجن، وفی الدر المختار (۱/۴۸۱) اولی ترک الحیة البیضاء (بذل) **انما یکرہ من قتل الحیات الحیة التی تکون دقیقة کانھا فضة ولا تلتوی فی مشیتھا** (ابن مبارک، ترمذی) ان عبارات میں سفید سانپ کا حکم وجہ اور نشانی یہ سب چیزیں مذکور ہیں اس کو مارنا منع ہے، یہ جن ہوتا ہے چاند کی سی رنگت اور باریک سا ہوتا ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ رینگتے وقت بل نہیں کھاتا۔

وضاحت: گھریلو سانپوں کے انذار کے متعلق ابن نافع نے اسے بیوت مدینہ سے مختص کیا ہے کہ روایت میں **ان نفرا من الجن اسلموا بالمدینة** موجود ہے اس لیے یہ بیوت مدینہ کے لیے حکم ہے لیکن یہ حکم عام ہے چنانچہ امام مالکؒ نے تصریح کی ہے "**قال الباجی: قال مالک لا تنذر فی الصحاری ولا تنذر الا فی البیوت**" (اوجز ۶/۴۳۱، از درمنضور) **وفی بیوت المدینة واجب.** امام مالک فرماتے ہیں۔ صحراء میں انذار کی ضرورت نہیں تمام گھروں میں انذار ہو، ہاں بیوت مدینہ میں اس کا زیادہ اہتمام ہو۔

سوال: حدیث ابوسعیدؓ میں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ جب ان کا عم زاد مر گیا تو پھر "**فاتی قومه رسول اللهؐ فقالوا ادع الله ان یرد صاحبنا....**" یہ کیسے مطالبہ کیا کہ آپ دعاء کریں اللہ ہمارے نو بیاہتا جوان کو واپس کر دیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مرض ہے سکتہ جس میں بہت دیر تک آدمی بے سد اور مردے جیسا رہتا ہے کہ حرکت ہوتی ہے نہ سانس کی خبر تو ہو سکتا ہے انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ دہشت واثر کی وجہ سے لمبی بیہوشی طاری نہ ہوئی ہو ورنہ مردے کو زندہ کرانے کی دعاء

کسی سے بھی مروی نہیں۔

فائدہ: امام راغب اصفہانی کہتے ہیں انسانوں سے پوشیدہ تین قسم کی مخلوقات ہیں۔(۱) جوسراپا خیر ہیں، ملائکہ۔(۲) مجسمہ شر ہیں شیاطین۔(۳) خیروشر دونوں ہیں ملائکہ نور سے اور جن نار سے پیدا ہوئے۔ خلق الجان من مارج من نار. (رحمٰن:۱۵) جنوں کو آگ کے شعلہ سے پیدا کیا۔ اور شیطان جنوں میں سے ہے "کان من الجن ففسق عن امر ربه. (کہف:۵۰) جنوں میں سے تھا پس رب کے حکم سے انکاری ہوا۔ فانهم قالوا الجنات ثلاثة اصناف، صنف لهم اجنحة يطيرون في الهواء وصنف حيات وعقارب، وصنف يحملون يظعنون. (فتح الباری: ج۶/۲۱۷) کما مر فی کتاب الاطعمة رقم باب ۱۷.

(۱۷۶) بَابٌ فِيْ قَتْلِ الْأَوْزَاغِ

گرگٹ کو مار ڈالنا

(۹۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا.

"احمد بن محمد بن حنبل، عبدالرزاق، معمر، زہری، عامر، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور اس کو آپ نے چھوٹے قسم کا فاسق فرمایا۔"

(۹۷۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِيْ أَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَدْنٰى مِنَ الْأُوْلٰى وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً أَدْنٰى مِنَ الثَّانِيَةِ.

"محمد بن صباح، اسماعیل، سہیل، ان کے والد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص پہلے وار میں ہی گرگٹ کو قتل کر ڈالے تو اس کو اس قدر نیکیاں ملیں گی اور جو شخص دوسرے وار میں اس کو قتل کرے تو اس کو اس قدر نیکیاں ملیں گی جو کہ پہلے کے مقابلہ میں کم ہوں گی اور جو شخص اس کو تیسرے وار میں قتل کرے تو اس کو اس اس قدر نیکیاں ملیں گی جو کہ دوسری مرتبہ سے (درجہ کے اعتبار سے) کم ہوں گی۔"

(۹۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَخِيْ أَوْ أُخْتِيْ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِيْ أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً.

"محمد بن صباح، اسماعیل، سہیل، ان کے بھائی یا بہن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلے وار میں قتل کرنے پر ستر نیکیاں ملیں گی۔"

تشریح: یہ وزغ کی جمع ہے بمعنی گرگٹ۔ یہ موذی اور خبیث جاندار ہے اس لیے اس کے مارنے کا حکم ہے۔(۱) اس کی وجہ یہ

ہے کہ انسان کے لیے ضرورت اور فائدے والی چیزوں کو خراب کرتا ہے اور فساد پیدا کرتا ہے، چنانچہ نمک تک اس کی رسائی ہو جائے تو یہ اس ڈبے اور پیکٹ میں لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے، جس سے نمک متاثر اور خراب ہو جاتا ہے، جس سے برص وکوڑھ کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ (۲) یہ پانی میں رال ٹپکا کر فاسد کر دیتا ہے جس کے استعمال سے انسان کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ (۳) اگر یہ نمک تک پہنچنے اور داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو تو اس کے محاذات و برابر چھت یا درخت وغیرہ میں جا کر اوپر سے بیٹ کر دیتا ہے، یہ اس کی خباثت کی انتہاء ہے کہ انسان کو ضرر پہنچانے کے درپے رہتا ہے۔ (۴) یہ بھی معروف و مذکور ہے کہ نمرودی آگ میں یہ اپنی بدباطنی کی وجہ سے پھونک مارتا تھا۔ (بذل) اس لیے اس کے مارنے کا حکم ہے۔ (۵) یہ سانپ کی زہر پی کر برتن میں قے کر دیتا ہے، اس برتن میں موجود کوئی استعمال کی چیز اگر انسان استعمال کرلے تو شدید تکلیف اٹھاتا ہے۔

گرگٹ سانپ کی مثل انڈے دیتا ہے اور موسم سرما میں چار ماہ تک بغیر کھائے پئے بل میں بیٹھا رہتا ہے، اس کو مارنے کا حکم ہے، بیچنا حرام اور اس سے بچنا ضروری ہے۔ (حیوۃ الحیوان)

فویسقا یہ فاسق کی تصغیر ہے اس کا معنی ہے نافرمان فسادی کیونکہ یہ بھی بگاڑ ہی کرتا ہے اس لیے اس کا نام فویسق رکھا ہے۔ اس کو "سام ابرص" بھی کہا جاتا ہے چھپکلی اور اس کی جنس ایک ہے، یہ اس سے ذرا بڑا اور اس کی دم لمبی ہوتی ہے عموماً گھاس جنگلات اور درختوں میں ہوتا ہے۔

حدیث ثانی: **من قتلها فی الضربة الثالثة فله كذا و كذا حسنة ادنى من الثانية.** کیونکہ یہ مضر اور موذی ہے، اس لیے اس کو مارنے پر ثواب ہے اور انسانوں کو اس کے ضرر سے نجات ہے۔ اس لیے ثواب ہے۔

سوال: پہلی ضرب پر مار دینے والے کو ثواب زیادہ ہے اور دوسری تیسری ضرب سے مارنے والے کے لیے ثواب کم ہوتا گیا حالانکہ اصول ہے "**الاجر على قدر التعب**" اجر بقدر مشقت ہے، جب تیسری ضرب والے کو مشقت زیادہ ہے، تو اس کا ثواب زیادہ ہونا چاہیے۔

جواب: دراصل مذکورہ حکم اس ضابطے کی بجائے ایک دوسرے ضابطے پر متفرع ہے۔ "**الاجر على قدر الحسن**" یعنی اجر حسن وخوبی کے بقدر یعنی جو کام جتنا خوبی وحسن سے کیا جائے گا اتنا زیادہ اس میں اجر ہوگا کیونکہ ضرب اول میں مار دینا بدو وجہ خوبی کا حامل ہے۔ کہ مارنے والے نے کمال قوت سے کامیاب وار کیا اور بار بار کی بجائے ایک ہی مار کافی ہوئی اور تھکاوٹ سے بچا۔ دوسرے یہ کہ مقتول کو بھی بار بار مار کر زیادہ تکلیف سے بچایا، نیز یہ بھی کہ پہلی ہی مار میں مار دینا آپ ﷺ کی اطاعت میں پہل وسرعت ہے اس لیے اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (بذل)

(۱۷۷) بَابٌ فِيْ قَتْلِ الذَّرِّ

چیونٹی مارنا

(۹۸۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِیٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجِهَازِهٖ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً.

''قتیبہ بن سعید' مغیرہ' ابوالزناد' اعرج' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ کیا۔ ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے اس درخت کے نیچے سے سامان نکالنے کا حکم فرمایا اس کے بعد اس میں آگ لگا دی (تو تمام چیونٹیاں جل گئیں) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تم نے (صرف) ایک چیونٹی کو سزا کیوں نہیں دی۔''

(۹۸۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ نَمْلَةً قَرَصَتْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَفِیْ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ.

''احمد بن صالح' عبداللہ' یونس' ابن شہاب' ابوسلمہ' سعید بن مسیّب' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کے ایک چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے چیونٹیوں کے بل کو آگ میں جلا ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ تمہیں ڈسا تو ایک چیونٹی نے تھا اور تم نے ایک اُمت کو ہلاک کر دیا جو کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی تھی۔''

(۹۸۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةُ وَالنَّحْلَةُ وَالْهُدْهُدُ وَالصُّرَدُ.

''احمد بن حنبل' عبدالرزاق' معمر' زہری' عبیداللہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد' اور چڑیا۔''

(۹۸۳) حَدَّثَنَا أَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوْبُ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا أَبُوْ إِسْحٰقَ الْفَزَارِیُّ عَنْ أَبِیْ إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِیِّ عَنِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَهُوَ الْحَسَنُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهٖ فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ فَجَاءَ النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا رُدُّوْا وَلَدَهَا إِلَيْهَا وَرَأٰى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ مَنْ حَرَّقَ هٰذِهٖ قُلْنَا نَحْنُ قَالَ إِنَّهٗ لَا يَنْبَغِیْ أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ.

''ابوصالح' ابواسحٰق فزاری' ابواسحٰق شیبانی' ابن سعد' حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے ہم لوگوں نے ایک چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے اُٹھا لئے۔ اس کی ماں (یعنی چڑیا) گرنے اور تڑپنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا اس چڑیا کا بچہ لے کر کس نے اس کو اذیت میں مبتلا کیا ہے؟ اس کا بچہ اس کو واپس کر دو اور آپ نے چیونٹیوں کا ایک بل دیکھا جو ہم نے جلا ڈالا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو کس نے جلایا؟ ہم نے عرض کیا ہم نے۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ مناسب نہیں کہ آگ کے ربّ کے علاوہ کوئی شخص کسی مخلوق کو جلائے۔''

تشریح: ففی مختار الصحاح الذر جمع ذرّة وھی اصغر النمل، النمل الاحمر الصغیر. (بذل ودر) مذکورہ دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ ذرّ سے مراد چھوٹی لال چیونٹی ہے جو سخت کاٹتی ہے اور اس کے کاٹنے سے درد بھی بہت ہوتا ہے۔

حکم: اس کے مارنے کا حکم اور اجازت ہے کیونکہ موذی اور ضرر رساں جاندار کو قتل کرنے اور مارنے کا حکم ہے اور یہ بھی موذی اور تکلیف دہ ہے۔

چیونٹیوں کو مارنے کا کیا حکم ہے: واما النمل فمذھبنا ان لا یجوز. ہمارا (احناف کا) مذہب چیونٹی کے قتل کے بارے میں عدم جواز کا ہے۔ دلیل حدیث باب ہے ان النبی نھی عن قتل اربع من الدواب النملة والنحلة والھدھد و الصُرد. بیشک نبی کریم ﷺ نے چار جاندار کے قتل سے منع فرمایا چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور لٹورا۔ یہ ایک پرندہ ہے جو کیڑوں اور چڑیا کو شکار کرتا ہے انسانوں کو گزند نہیں پہنچاتا۔ ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو قتل کرنا جائز نہیں۔ قتل النملة تکلّموا فیه، والمختار انه اذا ابتدات، بالاذی لا باس بقتلھا وان لم تبتدأ یکرہ قتلھا واتّفقوا علی انه یکرہ القاء ہ فی الماء. (فتاویٰ ہندیہ ج۵ ص۳۶۱-از تکملہ) چیونٹی کے مارنے میں اہل علم نے مفصل گفتگو کی ہے مفتیٰ بہ اور راجح قول یہ ہے کہ اگر چیونٹی تکلیف دے (کاٹے، اشیاء آٹا، چینی، ماکولات ومشروبات کو خراب کرے) تو اس کو مارنے میں کوئی حرج نہیں، یہ تکلیف سے بچنے کے لیے ہے اور اگر تکلیف دہ نہیں (جیسے کہ زمینوں اور کھیتوں میں) تو اس کو مارنا مکروہ ہے۔ لیکن اس پر جملہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اسے پانی میں ڈالنا درست نہیں کیونکہ احراق واغراق دونوں منع ہیں۔

خلاصہ: چیونٹیاں اگر تکلیف دیں تو ان سے حفاظت کے لیے دوائی ڈالنا اور مارنا درست ہے۔

احتیاطی تدبیر: بندہ کے ذہن میں چیونٹیوں سے نجات کا معقول وسہل طریقہ یہ ہے کہ جب رات کو چیونٹیاں (عموماً) اپنی بلوں میں چلی جائیں تو بل کے اردگرد دوا چھڑک دیں جس کی بو اور اثر سے یہ خود ہی اپنی راہ بدل جائیں گی۔

دیگر حشرات الارض کا حکم: تکلیف دہ چھوٹی بڑی سب چیزوں کو مارنا درست ہے۔

حدیث اول: نزل نبی من الانبیاء تحت شجرة. اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو ان کو زہریلی لال چیونٹی نے زور سے کاٹ لیا جس پر انہوں نے حکم دیا کہ اس جگہ سے اپنا بستر وسامان ہٹا کر آگ لگا دیں۔

یہ نبی کون سے تھے؟: (۱) داؤد علیہ السلام (۲) موسیٰ علیہ السلام (۳) عزیر علیہ السلام۔ (بذل وعون)

مذکورہ انبیاء میں سے جس کا بھی یہ واقعہ ہے اس کا پس منظر یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے عرض کیا یا باری تعالیٰ جب آپ کسی بستی والوں کو ہلاک کرتے ہیں تو سب کو ملیا میٹ کر دیتے ہیں حالانکہ اس میں معصوم بچے، بے گناہ لوگ، بے زبان غیر مکلّف چوپائے، وغیرہ بہت ساری ایسی مخلوقات بستی ہیں، جن کا کوئی قصور نہیں تو پھر سب کی ہلاکت کیسے؟ اب اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے ابتلاء وتجربہ سے ان کو تعلیم فرمایا کہ کاٹا تو ایک چیونٹی نے اور جلا دیا سب کو۔ اس میں خبردار کیا گیا کہ ہلاکت عاصیوں اور موذیوں کی پوری جنس وبستی پر آتی ہے بھلے ان میں کوئی نقصان پہنچانے کی نوبت کو نہ پہنچے ہوں......... ان العقوبة من اللہ تعم الطائع والعاصیی فتصیر رحمة وطھارة وکفارة وبرکة علی المطیع وسوءً او نقمة وعذابا علی العاصی. (عون) دنیا میں عذاب وسزا تو سب پر عام ہوتا ہے ہاں اس کا اثر اور نتیجہ جدا ہوتا ہے کہ عاصی پر تو سزا ہی ہوگی لیکن مطیع

وفرمانبردار کے لیے کفارہ سیئات اور ترقی درجات کا سبب ہوتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں جب سیلاب آتا ہے تو نافرمانوں کے گھروں کے ساتھ مسجد کو بھی ڈبو دیتا ہے۔

سوال: جب ایک چیونٹی نے کاٹا تھا تو پھر سب کو جلانے کا حکم کیوں دیا؟

جواب: یہ قابل التفات سوال نہیں اس لیے کہ موذی چیز کے قتل کے لیے پہلے اس کا ایذاء پہنچانا شرط نہیں کہ پہلے سانپ ڈس لے پھر ماریں گے پھر تو مریں گے۔ اس لیے یہاں یہ نہیں کہ قصاص و بدلہ صرف ایک سے لینا تھا بلکہ اس سوال میں صرف اس پر تنبیہ ہے کہ ظالموں اور عاصیوں اور موذیوں کی جنس اور ساری پود کو ختم کیا جاتا ہے اگرچہ سب نے ایذاء نہ دی ہو کیونکہ اس کا سبب ایذاء دینا نہیں بلکہ موذی ہونا ہے۔ (بذل)

حدیث ثانی: فامر بقرية النمل. قریۃ النمل سے مراد وہ جگہ اور بل ہے جہاں چیونٹیاں بستی اور رہتی ہوں۔

فائدہ: عرب میں معروف ہے کہ ہر جنس کے اعتبار سے اس کی رہائش گاہ اور پناہ گاہ کے لیے الفاظ استعمال ہوتے ہیں "انسان کے لیے مسکن و وطن، اونٹ کے لیے عطن، شیر کے لیے عرین وغابہ، ہرن کے لیے کناس، پرندوں کے لیے عش، نملہ و چیونٹی کے لیے قریہ، گھوڑوں کے لیے اصطبل" کہتے ہیں۔

حدیث ثالث: نهى عن قتل اربع من الدواب. چار قسم کے جانداروں کو قتل کرنے سے منع کیا کیونکہ ان میں مضرت نہیں اور منفعت ہے اگلے باب میں پانچ کا ذکر بھی آرہا ہے۔

نملة. وهي الكبار، ذوات الارجل، الطوال لانها قليلة الضرر والاذى. یہ نملہ سلیمانی اور چیونٹیوں کی عام قسم ہے جو زیادہ تر نقصان نہیں پہنچاتیں اس لیے ان کے بلاوجہ مارنے سے منع کیا۔ تفصیل ابھی گزری کہ نقصان پہنچانے لگیں اور باورچی خانہ میں چیزیں خراب کرنے لگیں تو مذکورہ بالا طریقے سے نجات پاسکتے ہیں۔ جبکہ ذرّ اور لال چیونٹی کو موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا درست ہے۔ یہ فرق علامہ خطابی و بغوی اور دیگر اکثر اہل علم نے کیا ہے جبکہ علامہ نوویؒ نے لال چیونٹی اور نملہ سلیمانی کا فرق نہیں کیا اور عام حکم لگاتے ہوئے فرمایا سابقہ نبی کی شریعت میں چیونٹیوں کا قتل درست تھا، چنانچہ پہلی دو احادیث میں بیان ہوا اور ہماری شریعت میں چیونٹیوں کا قتل درست ہے چنانچہ آخری دو حدیثوں میں بیان ہوا۔

آگ کے عذاب کا حکم: اور ان کی شریعت میں کسی جاندار کا جلانا بھی جائز تھا ہماری شریعت میں کسی حیوان کو احراق بالنار درست نہیں کہ آگ سے عذاب نہیں دے سکتا مگر آگ کا مالک۔ **لا يعذب بالنار الا الله.** (عون)

النخلة شہد کی مکھی: **لما فيها من المنفعة.** شہد کی مکھی کیونکہ مفید بلکہ مفید ترین ہے اس لیے منع فرمایا۔ **الهدهد والصرد** ہدہد اور لٹورا۔ **لعدم اضرارهما وليس في قتلهما فائدة اما اذا اخذهما ليذ بحها للاكل فلا باس.** (بذل) کیونکہ یہ دونوں مضر نہیں اور ان کے قتل میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہاں جب پکڑ کر کھانے کے لیے ذبح کرنا چاہیں تو درست ہے۔

لٹورے اور ہدہد کا حلال یا حرام ہونا: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ ان دونوں پرندوں کے متعلق حلت کا حکم ہے اور کراہت کا بھی چنانچہ عون میں ہدہد کو منتن الریح اور بدبودار ہونے کی وجہ سے اور لٹورے کو مشؤم اور بدفالی کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے حرام لکھا ہے۔

بہرحال کراہت یقینی معلوم ہوتی ہے چنانچہ "قال ابن عابدين (عن غرر الافكار) يكره الصرد والهدهد وقال

الموفق عن احمد فى الهد هد والصرد انهما حلالان وعنه تحريمها. (بذل) امام احمدؒ کے اگر چہ دوقول ہیں لیکن اس میں بھی حرمت نہیں تو کراہت توضرور ثابت ہوگی۔ جبکہ امام شافعیؒ و مالکؒ نے حرمت کا قول کیا ہے (درّ) ہمارے دیار میں تقریباً ہد ہد اورلٹورے کے کھانے کا معمول نہیں اور یہی درست ہے۔ بذل میں ہے کہ ہدہد سلیمان علیہ السلام کا مخبر تھا اور یہ زمین کی سطح اور تہہ میں پانی کا پتہ لگا سکتا ہے۔

حدیث رابع: فجاء ت الحمرة. یہ معروف پرندہ ہے جو چڑیا کی مثل ہوتا ہے۔ ضرب من الطير كالعصفور، والواحدة حمرة، وهي حلال بالاجماع لانها من انواع العصافير. (عون) آپؐ نے اسے بے چین کرنے سے منع فرمایا اور اس کے بچے واپس کردیئے پھر چیونٹیوں کی بل جلانے پر منع فرمایا کہ آگ سے عذاب مالک عذاب کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ بالاتفاق عندل الکل قریۃ النمل کوجلانا منع ہے۔

(۱۷۸) بَابٌ فِيْ قَتْلِ الضِّفْدَعِ

مینڈک مارڈالنا

(۹۸۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ أَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ أَنَّ طَبِيْبًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ ضِفْدَعٍ يَجْعَلُهَا فِيْ دَوَاءٍ فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا.

''محمد بن کثیر' سفیان' ابن ابی ذئب' سعید بن خالد' سعید بن میسب' حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک طبیب نے مینڈک کو دوا میں ڈالنے کے بارے میں معلوم کیا تو آپ ﷺ نے اس کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

تشریح: کتاب الاطعمۃ باب ۴۷ میں بحری جانداروں کی حلت وحرمت کے ذکر میں مفصل ومدلل بحث گذر چکی ہے، مذکورہ تصریح کے مطابق مینڈک عندالاحناف حرام ہے، اس لیے جس کا کھانا حرام ہے تو ذبح بھی حرام ہے، تداوی بالحرام کا تفصیلی ذکر کتاب الطب باب ۱۱ میں گذر چکا ہے، اور آپؐ نے اس کے ذبح کرنے سے منع فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے:

عن سهل بن سعد الساعدى ان النبیؐ نهى عن قتل خمسة النملة والنحلة والضفدع والصرد والهد هد. (رواه البیهقی از عون) ''پانچ جانداروں کے قتل سے منع کیا چیونٹی، شہد کی مکھی، مینڈک، لٹورا، ہدہد۔''

مینڈک کے ذبح کی ممانعت کی وجوہ؟: احادیث بالا میں بالتصریح مینڈک کو مارنے کی ممانعت وارد ہے۔

(۱) وجہ اس کی یہ ہے کہ مینڈک کثیر التسبیح اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرنے والا ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مأ کولات میں سے نہیں فضول میں مارنا منع ہے۔ (۳) یہ موذی جانداروں میں سے نہیں کہ ایذاء پہنچائے (سوائے شور کے) اور اس کے مارنے کی کوئی ایسی شدید حاجت نہیں جو اس کے مارے بغیر پوری نہ ہوسکتی ہو تو بلا وجہ کیونکر مارنا درست ہوسکتا ہے۔ بذل میں لکھا ہے کہ نمرودی الاؤ کو ابراہیم پر ٹھنڈا کرنے کے لیے مینڈک پانی لاتا تھا۔

واقعہ ابوعبداللہ قرطبی: ابوعبداللہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں آج رات اللہ تعالیٰ کی ایسی تسبیح

کروں گا کہ مخلوق میں سے کسی نے بھی ایسی تسبیح نہ کی ہوگی۔ پس ان کے گھر کے پاس حوض سے ایک مینڈک بولا: داؤد! کیا آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی تسبیح پر فخر کرتے ہو۔ میں نے ستر سال اس حال میں گذارے کہ میری زبان اللہ تعالیٰ کی یاد سے خشک نہیں ہوئی اور دو کلمے میری زبان پر جاری ہیں پوچھنے پر بتایا وہ کلمے یہ ہیں: "یَامُسَبَّحًا بِکُلِّ لِسَانٍ وَمَذْکُوْرًا بِکُلِّ مَکَانٍ" پس داؤد علیہ السلام نے فرمایا میں ان سے بلیغ کلمات سے تسبیح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مادہ مینڈک کی تسبیح کے الفاظ بھی لکھے ہیں: "سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ وَمُنْتَھٰی عِلْمِکَ." (حیوۃ الحیوان ۲/ ۳۰۲)

مینڈکوں کے شور سے حفاظت: اگر کسی کی رہائش گاہ یا قیام گاہ کے قریب تالاب، ندی نالی اور دریا ہو جس میں مینڈک بہت شور کرتے ہوں تو تدبیر سے اس میں الٹا طشت رکھ دیں۔ ان کا شور بند ہو جائے گا۔ محمد بن زکریا رازی نے فرمایا جب پانی میں مینڈکوں کی کثرت ہو جائے تو اس پانی پر طشت میں چراغ جلا کر رکھ دیں تو مینڈک خاموش ہو جائیں گے۔ (حوالہ بالا)

مینڈک کی تسبیح: سورۃ النمل کی تفسیر میں مینڈک کی یہ تسبیح مذکور ہے "سُبْحَانَ اللّٰہِ الْمَعْبُوْدِ فِیْ الْبِحَارِ" (خازن ۳/۴۰۴)

مسئلہ: مینڈک ملانے کی ممانعت ایسی دوائی میں ہے جو کھانے اور پلانے کی ہو اگر لگانے کی دوا بنائیں تو اس میں درست ہے۔

(۱۷۹) بَابٌ فِیْ الْخَذْفِ

کنکریاں مارنا

(۹۸۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ صُھْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ قَالَ إِنَّہُ لَا یَصِیْدُ صَیْدًا وَلَا یَنْکَأُ عَدُوًّا وَإِنَّمَا یَفْقَأُ الْعَیْنَ وَیَکْسِرُ السِّنَّ.

"حفص بن عمر، شعبہ، قتادہ، عقبہ، حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (کھیل کے طور پر بچوں کو بہلانے کے لئے) چھوٹی چھوٹی کنکریاں پتھر مارنے سے منع فرمایا کہ نہ اس سے شکار مرتا ہے نہ دشمن مگر یہ آنکھ پھوڑ سکتی اور دانت توڑ سکتی ہے۔"

تشریح: خذف کا معنی انگوٹھے اور شہادت والی انگلی کو ملا کر بیچ میں پتھر رکھ کر پھینکنا اور مارنا۔ الخذف ای رمی الحجارۃ الصغار والنورۃ او نحوھما. جیسے بسا اوقات درسگاہ میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں گٹھلی یا پنسل تراش وغیرہ ایک دوسرے کو پھینکتے اور مارتے ہیں یہ فضول حرکت اور ممنوع ہے اسی طرح کھلا ہوا قلم ایک دوسرے کو پھینکنا کہ اس میں بھی ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس لیے اس سے بچیں اور درسگاہ یا مجلس میں کوئی قابل ایذاء حرکت نہ ہو۔ کیونکہ اس چھوٹی سے کنکری سے شکار ہوگا نہ کا فر دشمن مرے گا بلکہ اپنا ہی دوست و بھائی تکلیف پائے گا۔ تو ایسی بیکار حرکت کوئی صاحب خرد کیوں کرے۔ یہ حرکت خلاف ادب ہے۔ اس لیے کتاب الآداب میں بیان ہوئی۔

فائدہ: اس سے ہم اندازہ کرلیں کہ جب ضرر کے اندیشے سے ایک چھوٹی سی کنکری نہیں پھینک سکتے تو پھر مجلس میں اسلحہ چلانے اور فالتو فائر کرنے کا کیا حکم ہونا چاہیے ہمیں چاہیے کہ ہر اس فضول عمل و حرکت سے اجتناب کریں جو ضرر رساں ہوں اور دوسروں کو بھی

اس سے باز رکھیں۔

شان ورود: ابوداؤد جلد دوم کتاب الدیات باب دیۃ الجنین میں حدیث موجود ہے کہ ایک عورت نے دوسری عورت کو پتھر مارا تو اس کا حمل ساقط ہوگیا، فیصلہ آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ نے کنکری پتھر مارنے سے منع فرمایا۔ تفصیلی واقعہ وہیں متن میں دیکھ لیں۔

لا ینکأ عدوا ای لا یجرح ولا یقتل به نکایة سے اس کا معنی ہے زخمی کرنا قتل کرنا۔

(۱۸۰) بَابٌ مَا جَاءَ فِيْ الْخِتَانِ

ختنہ کرنے کا بیان

(۹۸۶) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْأَشْجَعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ الْكُوفِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَخْتِنُ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ لَا تُنْهِكِي فَإِنَّ ذٰلِكَ أَحْظٰى لِلْمَرْأَةِ وَأَحَبُّ إِلَى الْبَعْلِ قَالَ أَبُو دَاوٗدَ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِمَعْنَاهُ وَإِسْنَادِهِ قَالَ أَبُو دَاوٗدَ لَيْسَ هُوَ بِالْقَوِيِّ.

''سلیمان، عبدالوہاب، مروان، محمد بن حسان، عبدالوہاب کوفی، عبدالملک بن عمیر، حضرت اُم عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک عورت عورتوں کا ختنہ کرتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا تم بہت گہرا ختنہ نہ کیا کرو اس لئے کہ اس میں عورت کو مزہ محسوس ہوتا ہے اور پسندیدہ ہوتا ہے مرد کو۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طریقہ سے عبدالملک سے روایت کیا ہے لیکن یہ سند قوی نہیں ہے۔''

تشریح: ختنہ کا حکم و مدت: ابن ارسلان نے کہا کہ ہمارے نزدیک مرد و عورت ہر دو کا ختنہ واجب ہے امام احمدؒ کا بھی یہی قول ہے۔ احناف وشوافع کے نزدیک بچے اور بچی دونوں کے لیے ختنہ سنت ہے۔ (بذل ج۱/۳۶۰) ہمارے دیار میں بچیوں کا ختنہ متروک ہے جب کہ عرب میں اب بھی معمول ہے۔ دردیرؒ نے کہا ہے ''سنة فی حق الرجل مندوب و فی حق المرأة'' مردوں کے لیے سنت اور عورتوں کے لیے مندوب و مستحب ہے۔ (بذل) اور ختنہ شعائر اسلام اور مسلمانوں کی خصوصیات میں سے ہے۔

ختنہ پر دعوت: ختنے کے موقع پر دعوت وکھانا پینا اور اس کا اجتماع واہتمام کیسا ہے اس کے لیے علماء فرماتے ہیں ضروری نہیں ہاں مندوب ہے اور کیف ما اتفق انتظام کرنا درست ہے۔ ابن حجرؒ نے (فتح ۹/۱۹۷ میں) عثمانؓ سے ممانعت نقل کی ہے اور ترک وجوب میں تطبیق مندوب سے دی ہے۔ عبارت یہ ہے **حکی الموفق ۱۱۶/۸، عن الائمة الاربعة ترك التأکید وجمع بینهما بعموم الندب.** وغیرہ۔ **عن سالم ان ابن عمرؓ ذبح کبشا فی ختانه.** کہ ابن عمرؓ نے ان کے ختنہ کے موقع پر ایک مینڈھا ذبح کیا۔ (بذل)

سوال: اس پر سوال یہ ہے کہ اپنے ختنے پر دعوت کو یہ کیسے روایت کر رہے ہیں۔

جواب: **انهم یختنون الرجل حین یدرك.** (بذل) اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ان کی عادت بچے کے حالت ادراک

اور فہم تک پہنچنے کے بعد ختنہ کی ہو۔ واللہ اعلم

آپ ؐ کا ختنہ: اس بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے کہ آپ مختون پیدا ہوئے یا آپ ؐ کا ختنہ کیا گیا۔ صاحب الخمیسؒ اور ابن قیمؒ نے اس پر عمدہ بحث کی ہے اور تین اقوال نقل کیے ہیں۔ ابن عدیمؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ ؐ کا ختنہ عرب کے دستور کے مطابق کیا گیا یعنی آپ غیر مختون پیدا ہوئے ایسے ہی فتاویٰ شامی میں ہے۔ وفی الشامی ۵/ ۵۳ الاشبه بالصواب انهٗ لم یولد مختونا.

ختنہ کی جگہ کا دیکھنا: ختنہ کرنے والا حصہ کیونکہ جسم کے واجب الستر حصے میں ہے تو اس کا دیکھنا خاتن کے لیے درست ہے یا نہیں تو شامی میں ہے "نعم" یعنی ضرورت کی وجہ سے درست ہے کہ دیکھے بغیر صحیح ختنہ نہ ہو سکے گا۔

ختنہ کیوں؟: بذل کے حاشیہ میں ہے کہ ما فائدة الختان؟ ختنے کا کیا فائدہ ہے اور یہ کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جس کی ملت کی پیروی کا ہمیں حکم ہے مزید برآں یہ بھی کہ اس سے بہت ساری موذی امراض سے آدمی بچ جاتا ہے اور نصاریٰ وغیرہ جو اس کا خیال نہیں کرتے ان کے ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ بہت ساری بیماریاں ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے جنم لیتی ہیں اور یہ بھی حدیث پاک میں وارد ہے کہ ختنہ سے لذت بڑھ جاتی ہے تو ختنہ میں طہارت سنت صحت لذت اور دیگر فوائد ہیں۔

مسئلہ: و کره یوم العقیقة لانه من فعل الیهود. (بذل) بچے کی پیدائش کے ساتویں اور عقیقہ کے دن ختنہ یہود سے مناسبت و مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے اس لیے اس سے پہلے یا بعد میں ہو ساتویں دن نہ ہو۔

ختنہ کی تفصیل، باب فضائل ابراہیم: میں ہم نے پڑھا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں قدوم میں اپنا ختنہ کیا۔ مہلب کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ عمل اتنی عمر میں تاخیر سے اس لیے ہوا کہ ان کو حکم ہی اسی عمر میں ملا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ ختنہ اسی ۸۰ سال کی عمر میں مسنون ہے کیونکہ امت محمد ﷺ کی عمریں قلیل ہیں اگر یہی مقرر کر دیں تو اسی سال کی عمر کو نہ پہنچنے والوں کا کیا ہوگا؟ اس لیے ختنہ میں تعجیل بہتر ہے۔

ختنہ کا مستحب وقت: ولادت کے ساتویں دن سے لے کر بارہ سال کی عمر کے درمیان ختنہ کا مستحب وقت ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ نبی ﷺ نے حسن و حسینؓ کا ختنہ پیدائش کے ساتویں دن کروایا۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے اسحٰق علیہ السلام کا ختنہ ساتویں دن اور اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ ۱۳ برس کی عمر میں کروایا۔ ان میں سے ہر ایک معمول تھا اور پہلی مدت زیادہ بہتر ہے۔ (تکملہ ج ۵ ص ۷)

حدیث باب سے ختنہ کا حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کا سقوط عمر بڑھ جانے سے بھی نہ ہوگا الا یہ کہ کوئی طبعی یا شرعی عذر ہو۔

مسئلہ: فتاویٰ ہندیہ (۵ ص ۳۵۷) میں ہے کہ اگر عمر رسیدہ بوڑھا آدمی اسلام قبول کرے اور ماہر لوگ کہہ دیں کہ اب اس کا ختنہ نہیں ہو سکتا تو اس کو ترک کر دیا جائے۔ اگر باوجود عمر زیادہ ہونے کے ختنے ہو سکتا ہے تو ضرور کریں کیونکہ بلا عذر ترک سنت کی اجازت نہیں۔

مقام و مقدار ختنہ: فی المجمع الختان موضع القطع من ذکر الغلام وفرج الجاریة. واما فی الغلام فقطع جمیع الجلد التی تغطی الحشفة، وفی الجاریة قطع ادنی جزء من جلدة اعلی الفرج فوق مدخل الذکر کالنواة او کعرف الدیك. قال ابو عبدالله محمد بن العاج المالکی فی المدخل: والسنة فی ختان الذکر

اظهاره وفی ختان النساء اخفاؤه. (عون)

حدیث اول: ان امراة ام عطیہ سے دو عورتیں معروف وموسوم ہیں۔ (۱) ام عطیہ انصاریہ غاسلہ جن کا نام نسیبہ بانُسیبہ بالتصغیر ہے۔ (۲) ام عطیہ خافضہ۔ امرأة کا مصداق راوی حدیث پہلی ام عطیہ بھی ہو سکتی ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو غائبانہ انداز سے ذکر کیا اور ان کی غسل میت کے بارے میں مہارت مشہور ہے کہ عورتوں کو یہ غسل دیتی تھیں کہ ابن سیرینؒ جیسے عظیم المرتبہ شخص ان سے غسل کا طریقہ سیکھنے گئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ختنہ کرنے والی اس پہلی ام عطیہ انصاریہ غاسلہ کی بجائے ام عطیہ خافضہ دوسری ہو جن کے بارے میں یہ روایت ہے۔ اس صورت میں راوی اور ہوں گی اور ختنہ کرنے والی دوسری خاتون ہوگی۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ام عطیہ انصاریہ اور ام عطیہ خافضہ دو الگ عورتیں ہیں چنانچہ اسد الغابہ میں ان دو ناموں سے دو جدا ترجمے قائم کیے گئے ہیں۔ واللہ اعلم

لا تنهكي اى لا تبالغي في الخفض و القطع. یعنی زیادہ نہ کاٹ اور نہ مبالغہ کر کہ عدم مبالغہ میں شوہر کے لیے زیادہ محبت اور بیوی کے لیے زیادہ لذت کا باعث ہے۔

قال ابو داؤد روى عن عبيدالله بن عمرو عن عبدالملك. اس سند میں اختلاف ہے کہ عبیداللہ بن عمرو واو کے ساتھ یا عبیداللہ بن عمر بغیر واؤ (عین پر ضمہ) کے ساتھ در منضود میں ہے کہ عبیداللہ بن عمرو الانسخہ صحیح ہے۔

قال ابو داؤد وليس هو بالقوى. اس سے موصوف کا مقصود حدیث کے ضعیف ہونے کی وضاحت ہے اس کی وجہ محمد بن حسان مجہول راوی ہے۔ چنانچہ سنن کے بعض نسخوں میں مصرح ہے۔ **قال ابو داؤد محمد بن حسان مجهول.**

(۱۸۱) بَابٌ فِيْ مَشْيِ النِّسَاءِ فِيْ الطَّرِيْقِ

راستہ میں خواتین کس طریقہ سے چلیں

(۹۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي الْيَمَانِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَبِي عَمْرِو بْنِ حِمَاسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدِ نِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِي الطَّرِيْقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلنِّسَاءِ اسْتَأْخِرْنَ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيْقَ عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيْقِ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ تَلْتَصِقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰى إِنَّ ثَوْبَهَا لَيَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ مِنْ لُصُوْقِهَا بِهِ.

"عبداللہ بن مسلمہ، عبدالعزیز بن محمد، ابوالیمان، شداد، ان کے والد، حمزہ بن ابی اُسید، حضرت ابواُسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جب کہ آپ ﷺ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے جب خواتین کے ساتھ راستہ میں مرد مل گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین سے فرمایا تم سب پیچھے ہٹ جاؤ تم کو راستہ کے درمیان میں نہیں چلنا چاہئے بلکہ سب ایک کونہ پر چلو۔ پھر عورت دیوار سے اس قدر لگ کر چلا کرتی کہ اس کا کپڑا اس کے لگ کر چلنے کی وجہ سے دیوار سے اٹک جاتا تھا۔"

(۹۸۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ نِ الْمَدَنِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يَمْشِيَ يَعْنِي الرَّجُلَ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ.

''محمد بن یحیٰ' ابوقتیبہ' داوٗد بن ابی صالح' نافع' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرد کو دو خواتین کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا۔''

تشریح: حدیث اول: **فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق.** ابواسید انصاریؓ یہ واقعہ نقل کررہے ہیں کہ آپ جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ مرد وعورت سب راستہ میں ملے جلے چل رہے ہیں آپ نے فرمایا: عورتیں راستے کے درمیان کی بجائے کنارے کنارے چلیں کہ اسی میں حیاء وحفاظت ہے، کاش آج ہم بھی اس پر عمل کرتے تو پرس سے چیزیں غائب نہ ہوتیں اور اوباشوں کی حرکات سے نجات ملتی اور محفوظ رہتے اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جدا جدا چلنے کا حکم جبال تقویٰ صحابہ وصحابیات کو فرمایا ہمارے پرفتن دور میں کتنی احتیاط کی مزید ضرورت ہے، ہونا کیا چاہیے اور ہم چلتے کیسے ہیں؟

ان تحققن الطریق یہ باب نصر سے فعل مضارع جمع مؤنث حاضر کا صیغہ ہے **الحق هو وسط الطریق ای تمشین حاقة الطریق ووسطها.**

علیکن بحافات الطریق. یہ حافۃ کی جمع ہے راستے کا کنارہ کہ حافۃ الطریق کی بجائے حافۃ الطریق میں ایک طرف ہوکر چلو۔

فکانت المرأة تلصق بالجدار..... پھر وہ ''من، شاء، کی طرح چہ میگوئیاں والی تو نہ تھیں بس حکم سنا اور خوب عمل کیا کہ بالکل کنارے کنارے چلتی تھیں۔

حدیث ثانی: **نهی ان یمشی.** حدیث کے الفاظ اتنے ہیں آگے رواۃ میں سے کسی کی تشریح اور تعبیر ہے کہ ایک مرد دو عورتوں کے درمیان نہ چلے۔ **فانه ینافی الحیاء والمروءة والوقار، ویخطر فی قبله المیل وهو سبب للفتنه.** (بذل وعون)

یہ اچھے کردار اور وقار کے منافی اور فتنے کا موجب ہے۔

حاصل کلام: اس باب سے مقصود یہ ہے کہ عورت ہر اس اقدام وانداز سے بچے جو اس کی حیاء کے خلاف ہو اور فتنے کا سبب ہو کیونکہ نفوس میں خباثت غالب ہے اور حدیث پاک میں وارد ہے **ما من امرأة (اسود او اسمر او احمر) خرجت من بیتها الا استشرفها الشیطان.** کوئی بھی عورت گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں لگ جاتا ہے اور دشمن سے کون نہیں بچتا پھر شیطان صفت ایسی بے احتیاطی میں اپنا کام دکھاتے ہیں......... کہ پھر منہ چھپانے کے لیے سرنگ نہیں ملتی یہ احتیاط پہلے ہی سے ''کشتن گربہ روز اول''

واقعہ: بذل میں ایک قصہ بحوالہ ابن سعد لکھا ہے کہ ایک عبادت گذار اور شب بیدار شخص تھے **وکان کثیر النظر الی النساء فدعا الله تعالی ان یذهب بصره.....** تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری نظر ختم کردے اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردوں کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اپنی نظر کی حفاظت کریں اور نظر نیچی رکھیں اس پر تفصیلی بحث **کتاب اللباس باب ۳۵ وقل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم** میں گذر چکی ہے۔ اگر عورتیں محتاط چلیں اور مرد حیاء کریں تو معاشرہ آلودگیوں سے پاک ہوسکتا ہے اور کھوئی ہوئی عزت بحال ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ تعلیمات نبوی کو اپنایا جائے۔

(۱۸۲) بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسُبُّ الدَّهْرَ

زمانہ کو برا کہنے کے بارے میں

(۹۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مَكَانَ سَعِيدٍ.

''محمد بن صباح' سفیان' ابن سرح' زہری' سعید' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ زمانہ کو برا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہی ہوں تمام کام میرے دست قدرت میں ہیں۔ میں شب و روز کو گردش دیتا ہوں۔ راوی ابن سرح نے سعید کی جگہ ابن المسیب بیان کیا ہے۔''

تشریح: یہ آداب اور کتاب کا آخری باب ہے اس میں ذکر ہے کہ شریعت مطہرہ اور دین متین عقائد و اعمال اور آداب و اخلاق کا نام ہے، جس میں جز و لا ینفلت اور مقصود اعظم عدم ایذاء اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور خالق و مخلوق کے ساتھ ان کے مرتبے اور حقوق و احکام کے مطابق برتاؤ ہے۔ اگر بڑے سے بڑا عمل ہو اور اس میں ایذاء رسانی ہو تو وہ عمل حبط و کالعدم ہو جاتا ہے مثلاً ارکان حج کی ادائیگی میں اور نماز جمعہ کی حاضری میں بطور خاص ایذاء پہنچانے اور گردنیں پھلانگنے سے بالتاکید منع فرمایا گیا ہے اور اس پر قدغن لگا دی کہ تکلیف دہی کی اجازت نہیں حتیٰ کہ تقبیل کی بجائے استلام کا حکم عطا فرمایا، مگر تکلیف دینے سے بچایا اسی طرح فقہ کے ایک باب میں شریعت کے ہر مسئلہ میں ایذاء رسانی سے بچنے کا حکم دیا اور فرمایا: **لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا** (نور ۶۳) اور **لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي** اور **ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون** (حجرات:۴،۳)

غیر مؤدب پکار بلند آواز اور بے جابلاوے سے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے منع فرمایا اپنے پیارے پیغمبرؐ کو ایذاء دینے سے منع فرمایا اب آخر میں فرمایا مجھے بھی ایذاء نہ دو بلکہ میری رضا لو۔ **ورضوان من الله اكبر.** (توبہ:۷۲) کہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ ایذاء مستلزم ہے سزا کو، تقویٰ مستلزم ہے رضا کو اول سے بچیں ثانی کی جستجو میں رہیں۔

حدیث اول: يو ذيني ابن ادم. انسان مجھے ایذاء دیتا ہے۔

حدیث قدسی کی تعریف: حدیث باب حدیث قدسی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث قدسی وہ ہے جس کی نسبت آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف فرمائیں اور یوں فرمائیں ''قال الله عزوجل الله تعالى نے فرمایا یہ حدیث قدسی ہے۔ اس میں مضمون حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور تعبیر و الفاظ آپؐ کے تو یہ بھی وحی غیر متلو ہوئی جس کا مضمون رب تعالیٰ نے دل میں القاء فرمایا اور مطلقاً حدیث وہ ہے جس کا حکم و مفہوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور مضمون و تعبیر اور الفاظ و بیان آپؐ کے، تو وحی غیر متلو کی دو قسمیں ہوئیں۔

(۱) حدیث قدسی۔ (۲) حدیث نبوی

حدیث قدسی اور قرآن میں فرق: قرآن پاک اور حدیث قدسی کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اس لیے ان کے مابین فرق سمجھنا ضروری ہے۔ علماء نے کئی فرق بیان کئے ہیں۔ (۱) قرآن کریم قطعی ہے اور حدیث قدسی غیر قطعی ہے۔ (۲) قرآن مجید معجزہ ہے۔ اور حدیث قدسی غیر معجز ہے۔ (۳) قرآن کریم کی نماز میں قراءت وتلاوت ہوتی ہے، حدیث قدسی کی نماز میں تلاوت نہیں ہوتی۔ (۴) قرآن **بلفظه ومعناه منزل من الله** ہے اور حدیث قدسی غیر منزل من اللہ مضمون القائی ہے کہ اس میں الفاظ آپؐ کے ہیں۔ (۵) قرآن پاک مابین الدفتین جمع شدہ ہے اور حدیث قدسی ذخیرہ حدیث اور کتب حدیث میں پھیلی ہوئی ہے۔ (درّ)

(۶) جنبی کے لیے قرآن کی تلاوت منع ہے اور حدیث پڑھنا درست ہے۔ (۷) بے وضو شخص قرآن کو چھو نہیں سکتا حدیث قدسی کے مجموعے اور مکتوب کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ (حرام نہیں لیکن فقہ وحدیث اور تمام دینی کتابوں کو بے وضوء ہاتھ لگانا مکروہ اور خلاف ادب ہے ان کو بے وضو ہاتھ لگانے کی اباحت ہے بہتر واجازت نہیں۔ (۸) قرآن کی تلاوت سے نماز میں قراءت کا فرض ادا ہو جاتا ہے حدیث قدسی نماز میں پڑھنے سے نماز ادا نہ ہوگی اور فرض قراءت ادا نہ ہوگا۔ (۹) قرآن کے ہر ایک حرف پر دس نیکیاں ہیں حدیث قدسی کی تلاوت پر نیکی ہے دس نیکیاں نہیں۔ (۱۰) قرآن کی روایت بالمعنی درست نہیں، حدیث قدسی کی روایت بالمعنی درست ہے۔ (۱۱) قرآن کے اجزاء اور حصوں کو سورت آیت رکوع کہا جاتا ہے حدیث قدسی کو آیت سورت نہیں کہا جاتا۔ (۱۲) قرآن کے ثبوت کے لیے نقل بالتواتر ضروری ہے جب کہ حدیث قدسی اخبار آحاد کی روایت سے معتبر ہے۔ (۱۳) حدیث قدسی کا نسخ حدیث قدسی سے نسخ القرآن نہ ہوگا جبکہ احناف واکثر فقہاء کے نزدیک نسخ القرآن بالسنة جائز ہے۔ (ابن جوزی، درر)

احادیث قدسی کے مجموعے: اربعین کی مثل احادیث قدسیہ کے بھی متعدد مجموعے لکھے گئے ہیں اور صرف احادیث قدسیہ یکجا جمع کی گئی ہیں۔ (۱) ابن عربی کا ایک مطبوعہ مجموعہ ہے جس میں موصوف نے سو (۱۰۰) احادیث قدسیہ جمع کی ہیں۔ (۲) شیخ عبدالغنی نابلسی کا مجموعہ بھی ہے۔ (۳) ملا علی قاری حنفیؒ کا بھی ایک مجموعہ احادیث قدسیہ کا ہے۔ (۴) علامہ عبدالرؤف مناوی بھی اسی فہرست میں ہیں ان کا بھی ایک مجموعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا مطلب: علامہ نوویؒ نے اس کا مطلب یوں بیان فرمایا ہے **"يؤذيني من الايذاء معناه يعاملني معاملة توجب الاذى"** مجھے ایذاء دینے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ مجھ سے نافرمانی وطغیانی میں ایسا معملہ کرتا اور پیش آتا ہے جو تکلیف وایذاء کا سبب ہے۔ اگرچہ میں تو منفعل اور متاثر نہیں ہوتا لیکن میرے بندے کو ایذا رساں حرکت ہرگز نہ کرنی چاہیے اور تسلیم واطاعت میں مصروف ومگن ہونا چاہیے۔

سوال: اس جملے پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایذاء دینے کا کیا مطلب؟ حالانکہ وہ تو بلند وبالاتر واعلیٰ ذات ہے **تأذی** و **تأثر** سے پاک ہے پھر **يؤذيني ابن آدم** چہ معنی دارد؟

جواب: (۱) اس کا ایک جواب تو علامہ نوویؒ کی مذکورہ عبارت سے مترشح ہے کہ ایذاء دہی کا مطلب صورۃ ایذاء دینا ہے ورنہ اللہ

تعالیٰ انفعال وتاثر سے پاک ہے لیکن سمجھانا یہ مقصود ہے کہ یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ ایذاء سے متاثر نہیں ہوتے تو سرعام نافرمانی کریں ہرگز نہیں۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے انفعال قبیحہ کا ارتکاب نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں اللہ تعالیٰ کو تو کون تکلیف پہنچا سکتا ہے۔(در)

یسب الدهر وانا الدهر. زمانے کو گالی دیتے ہیں حالانکہ میں اس میں تغیرات اور اتار چڑھاؤ لانے والا ہوں۔

ترکیب: انا مبتداء اور الدهر بحذف مضاف خبر ہے۔ ای انا مصرف الدهر، مقلب الدهر، خالق الدهر ملك الدهر..... ویروی بنصب الدهر (علی الظرفیة) ای انا باق الدهر او انا ثابت فی الدهر. (عون) اسی طرح یا خیبة الدهر کہتے ہیں وائے ناکامی زمانہ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا وزمانے میں جتنے انقلابات، تغیرات حوادث وقطعات، تبدیلیاں اور حالات اور گردش وتصرفات کرنے والا میں ہوں، یہ پھول پتیاں، یہ دریا وندیاں، یہ تری اور خشکیاں، یہ صحراء وآبادیاں، اور خوشیاں اور غمیاں، پریشانیاں وآسانیاں سب کچھ کرنے والا میں ہوں، سدھار وبگاڑ، اتار چڑھاؤ، میرے ہی قبضہ وقدرت اور فیصلے سے ہے، اس لیے زمانے کو برا بھلا کہنا مجھے کہنا ہے۔ جیسے اکثر ہمارے معاشرے میں عادت ہے کہتے ہیں "زمانہ بڑا خراب ہے، یار زمانہ ہی بدل گیا، خراب دور آ گیا ہے، زمانہ منحوس ہے.......... اس میں اس کی اصلاح فرمائی اور ایسا کہنے سے منع کیا کہ زمانہ نہیں، ہم بدل گئے ہمارے نظریات بدل گئے، عقائد بدل گئے، رسم ورواج بدل گئے، دل بدل گئے، عمل بدل گئے، اس لیے غلطی ہماری ہے، جس کی اصلاح اور فلاح کی طرف ہماری توجہ ہی نہ گئی اور زمانے کو کوسنے لگے۔

زمانے کے متعلق نظریئے والے دو فرقے: علامہ عینیؒ نے خطابیؒ سے نقل کیا ہے کہ اہل جاہلیت مصائب وآلام اور حوادث و حالات کی نسبت دھر کی طرف کرتے ہیں اس میں پھر لوگوں کے دو فرقے تھے۔ (۱) ایک گروہ تو وہ ہے جو ہر کام کی نسبت دھر دور اور زمانے کی طرف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے "وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ" ہم جیتے مرتے ہیں سوتے جاگتے ہیں اور یہ تمام تصرفات زمانے کا کرشمہ ہے "اور نہیں ہلاک کرتا ہے ہمیں مگر زمانہ" یہ فرقہ کافر ہے جو اللہ تعالیٰ کا منکر اور دھریہ کہلاتے ہیں۔ (۲) دوسرا گروہ جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا اور جانتا تھا اور خالق کائنات مانتا تھا لیکن مصائب اور ناگوار امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کو ناپسند کرتا بلکہ ان کی نسبت زمانے کی طرف کرتا جس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ حالات وحادثات پر زمانے کو برا بھلا کہتے تو زمانے بھلا کہنے میں یہ بھی پہلے گروہ کا سہیم وحصے دار ہوتا ان دونوں گروہوں اور اس قسم کے نظریہ کے حامل وعامل ہر فرد کے لیے حکم ہوا "لا تسبوا الدهر" زمانے کو مت کو سوا اپنے اعمال کو سوچو۔

مسند احمد (ج/ ۴۹۶) میں ہے "لا تسبوا الدهر، فان الله تعالى قال: انا الدهر، الايام والليالى الى اجددها، وابليها واتى بملوك بعد ملوك" زمانے کو گالی مت دو سو بلا شبہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ہی دھر ہوں، دن رات میرے ہی تصرف میں ہیں میں انہیں تازہ اور پرانا کرتا ہوں اور یکے بعد دیگرے میں ہی بادشاہوں کو بدلتا ہوں۔" (عون)

ہمارے دو دو دیار میں بھی اکثر ایسے ناروا جملے کانوں میں پڑتے ہیں، جن میں زمانے کو برا بھلا کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ بالکل ممنوع اور غلط حرکت ہے، جس سے بچنا اور دوسروں کو بچانے کی حتی الوسع کوشش کرنا ضروری ہے۔

بیدی الامر. اس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ انا الدهر کا مطلب تصرفات وتغیرات زمانہ کا اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہونا ہے حضرت کشمیریؒ سے فیض الباری میں ہے کہ شیخ اکبر فرماتے ہیں الدھر اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔اور حزب البحر کے آخر میں یا دھر، یا دیھور، یا دیھار کے الفاظ ہیں امام رازی نے بھی اسے بعض مشائخ کا تعلیم کردہ وظیفہ قرار دیا ہے جس سے اسماء باری میں سے ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن قاضی عیاضیؒ نے اس کی یکسر تردید کی ہے کہ دھر مدت طویلہ کو کہتے ہیں اسماء حسنیٰ میں اس کا شمار درست نہیں انا الدھر کا مطلب گذر چکا ہے۔(بذل)

زمانے کی طرف افعال کی نسبت کرنے والے کا حکم: قال المحققون! من نسب شيئا من الافعال الى الدهر حقيقة كفر......... (بذل) اہل حق کا کہنا ہے کہ جس نے افعال کی نسبت حقیقتاً زمانے کی طرف کی تو یہ صریح کفر ہے اور اگر بے التفاتی اور جہالت ونادانی کی وجہ سے اس کا اعتقاد رکھے بغیر زبان سے یہ الفاظ کہے تو یہ تشبیہ بالکفار کی وجہ سے سخت ناپسندیدہ اور مکروہ ہے اگر چہ کفر کا فتویٰ نہیں۔ جیسے کتاب الکہانۃ میں گذرا کہ بارش کے بعد لوگ کہتے ہیں مطر نابنوء كذا وكذا اس کا حکم تھا فذلك كافر بي مؤمن بالكوكب.

قال ابن السرح عن ابن المسيّب مكان سعيد. ابن سرحؒ نے الفاظ سند کے فرق کو واضح کیا ہے کہ عن الزھری عن سعید کی جگہ عن ابن المسیب ہے جب کہ سعید اور ابن المسیب کا مصداق سید التابعین ایک ہی شخصیت ہیں نقل میں الفاظ کا فرق ہے۔اس طرح کتاب کا آخری کلمہ سعید ہے اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت میں سعادت مند بنائے اور شہداء اور صدیقین وصلحاء کے زمرے میں شامل فرمادے آمین یارب العالمین۔

الحمدللہ آج ۲۰ جمادی الثانی جامع مسجد نور کے حجرے میں بوقت صبح ۶:۲۰ چھ بج کر بیس منٹ پر تسوید مکمل ہوئی۔

فرحم الله امرأ نظر بعين الانصاف اليه   ووقف فيه على خطاء فاطّلعنى عليه
فجزا الله من اعاننى احسن الجزاء   ورزقنى وايّاهم لما يحبّه ويرضاه.

محبوب احمد عفی عنہ
خطیب: جامع مسجد نور، منظور کالونی، کراچی
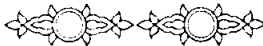
نیل المطلوب فی حل سوالات سنن ابی داؤد

اس ضمیمہ میں وفاق المدارس کے چودہ سالہ پرچوں کا حل پیش کیا گیا ہے، جس سے سوال کا انداز اور جواب لکھنے کا سلیقہ سیکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

اساتذہ ومعلمات جائزہ، سہ ماہی اور ششماہی امتحانات میں اسی طرز کے سوالات دیں تاکہ سالانہ امتحان میں طالبات کو سوال سمجھنے میں آسانی ہو اور مکمل جوابات لکھ سکیں۔

اس میں جوابات مکمل کرنے کی بجائے صرف اشارہ دیا گیا ہے کہ جواب کس کتاب و باب اور صفحہ میں ہے، صرف نشاندہی پر اکتفاء کیا گیا ہے تاکہ محنت کر کے حاصل کیا جائے اور جس چیز یا مسئلے کی تلاش میں تگ و دو اور جہد زیادہ صرف ہو، وہ ذہن میں پیوست ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائے آمین یارب العالمین!

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ١٤١٦ ھ

السؤال الاول (الف): ...... قال انسؓ فذهبت مع رسول الله ﷺ الى ذلك الطعام فقرّب الى رسول الله ﷺ خبزا من شعير ومرقا فيه دباء وقديد قال انس فرايت رسول الله ﷺ يتتبع الدباء من حوالى الصحفة فلم ازل احب الدباء بعد يومئذ.

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ دباء کیا چیز ہے۔ حضرت انسؓ کو اس سے کیوں محبت ہوئی؟

(ب): ......عن عبدالله بن عمروؓ قال مر على النبى ﷺ رجل عليه ثوبان احمران فسلم عليه فلم يرد عليه النبى ﷺ. حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ ثوبِ احمر کا شرعاً کیا حکم ہے۔ مرد وعورت اس حکم میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

السؤال الثاني (الف): ...... عن عائشةؓ قالت او مأت امرأة من وراء ستر بيدها كتاب الى رسول الله ﷺ فقبض رسول الله ﷺ يده فقال ما ادرى ايد رجل ام يد امرأة قالت بل امرأة قال لو كنت امرء ة لغيرتِ اظفارك يعني بالحناء.

حدیث شریف کا ترجمہ اور مفہوم بیان کریں۔ تشبہ بالرجال عورت کے لیے کیسا ہے۔ اس حدیث شریف سے اس پر روشنی پڑتی ہے اس کی وضاحت لکھیں۔

(ب): ...... عن علیؓ عن النبی ﷺ لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب.

حدیث کا ترجمہ کر کے یہ بتائیں کہ فرشتوں سے کون سے فرشتے مراد ہیں۔ اور جنبی سے کون سا جنبی مراد ہے اور کتا رکھنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

السؤال الثالث (الف): ...... عن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ ما تعدون الصرعة فيكم قالوا الذى لا يصرعه الرجال قال ولكنه الذى يملك نفسه عند الغضب.

حدیث شریف کا ترجمہ اور تشریح لکھیں۔ احادیث شریفہ میں غصے کے کئی علاج بتائے گئے ہیں وہ لکھیں۔

(ب):...... کان فی اخی ما اقول قال فان کان فیه ما تقول فقد اغتبته وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهتّه.

حدیث شریف کا ترجمہ لکھیں۔ غیبت اور بہتان کا مفہوم لکھیں۔ غیبت چھوڑنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب ١٤١٦هـ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فی اکل الدباء ص: ١١٩

(ب):...... باب فی الحمرة ص: ٣٦٩.

الجواب عن السؤال الثانی (الف): باب فی الخضاب للنساء ص: ٤٤٣.

(ب): باب فی الصور ص: ٤٢٨.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب من کظم غیظا ص: ٤٩٥.

(ب): باب فی الغیبة ص: ٥٤٤، ٥٤٧.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ١٤١٧هـ

السؤال الاول (الف): عن ابی هریرةؓ قال: قال رسول اللهﷺ: لا عدوی ولا صفر ولا هامة، فقال اعرابی: ما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء، فیخا لطها البعیر الاجرب فیجربها، قال، فمن اعدی الاول. عدوی، صفر، ھامہ کی تشریح کریں۔ اعرابی نے جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں جو اشکال پیش کیا۔ اشکال اور جواب وضاحت سے لکھیں؟

(ب):......عن حمید بن عبدالرحمٰن انه سمع معاویة بن ابی سفیان عام حج وهو علی المنبر وتناول قصة من شعر کانت فی ید حرسی یقول: یا اهل المدینة این علماؤکم؟ سمعت رسول اللهﷺ ینهی عن مثل هذه ویقول: انما هلکت بنو اسرائیل حین اتخذ هذه نساؤهم.

ترجمہ کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ سیدنا حضرت امیر معاویہؓ نے کون سا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ عورتوں کے فعل سے مردوں کو کیوں ہلاک کیا گیا؟

السؤال الثانی (الف):...... عن عمران بن حصین ان نبی اللهﷺ قال: لا ارکب الأرجوان، ولا البس المعصفر، ولا البس القمیص المکفف بالحریر، قال: وأو مأ الحسن الی جیب قمیصه قال وقال: ألا وطیب الرجال ریح لالون له قال: وطیب النساء لون لا ریح له، قال سعید: اراه: قال انما حملوا قوله فی النساء علی انها اذا خرجت، فاما اذا کانت عند زوجها فلتطیب بماشاء ت.

ارجوان، معصفر، قمیص مکفف بالحریر کا مفہوم لکھیں، ان کے ممنوع ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کیا یہ عورتوں کے لیے بھی ممنوع ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک مکفوف تھا۔ کما فی ابی داؤد۔ پھر اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے پہننے کی نفی کیوں فرمائی؟ حسن بصریؒ نے اپنے گریبان کی طرف کیوں اشارہ کیا؟ سعیدؒ نے جو حدیث کی تشریح فرمائی ہے اس کی وضاحت کریں۔

(ب): حدثنا محمد بن الصباح وابن السرح قالا: حدثنا سفیان عن الزهری عن سعید عن ابی هریرةؓ عن النبیﷺ یوذینی ابن آدم یسب الدهر وانا الدهر، بیدی الامر، أقلب اللیل والنهار، قال ابن السرح عن ابن

المسيب مكان سعيد.

ترجمہ کریں، اعراب لگائیں، خط کشیدہ الفاظ کے صیغے بمع تعلیل ذکر کریں۔ اللہ جل شانہ انسانی رسائی سے بالاتر ہیں ان کو انسان تکلیف کیسے پہنچا سکتا ہے؟ نیز اللہ جل شانہٗ نے انا الدھر کیسے ارشاد فرمایا جب کہ دھر نہ اللہ پاک کا ذاتی نام ہے اور نہ ہی صفاتی نام ہے؟ قال ابن السرح سے امام ابوداؤد کا مقصد بھی بیان فرمائیں۔

السؤال الثالث (الف): ...... عن ابی امامةؓ عن النبی ﷺ قال: ان الامير اذا بتغي الريبة في الناس اقسدهم.
ترجمہ کرنے کے بعد حدیث کی پوری تشریح کریں۔

(ب): ...... عن الربيع بنت معوذا بن عفراء قالت: جاء رسول الله ﷺ فدخل على صبيحة بني بي، فجلس على فراشي كمجلسلث مني، فجعلت جويريات يضر بن بدف لهن ويند بن من قتل من آبائي يوم بدر الى ان قالت احدى هن: وفينا نبي يعلم ما في غد، فقال: دعي هذا وقولي الذي كنت تقولين.

حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔ حضرت ربیعؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی غیر محرم تھیں۔ پھر ان کے پاس خلوت میں بلا پردہ کیسے بیٹھے۔ اس حدیث سے بعض لوگوں نے گانے بجانے کا جواز نکالا ہے ان کی مدلل تردید کریں اور اس حدیث سے استدلال کا بطلان واضح کریں۔

الجواب ۱٤۱۷ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب في الطيرة والخط ص: ۲۴۶، ۲۴۹.

(ب): باب في صلة الشعر ص: ۴۴۴، ۴۴۷.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب من كرهه ص: ۳۵۷.

(ب): باب في الرجل يسب الدهر ص: ۷۶۲.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب في التجسس ص: ۵۴۹.

(ب): باب في الغناء ص: ۵۷۰، ۵۷۲.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱٤۱۸ھ

السؤال الاول (الف): ...... عن انس بن مالكؓ ان ملك الروم اهدى الى النبي ﷺ مستقة من سندس فلبسها فكاني انظر الى يديه تذبذبان ثم بعث بها الى جعفر فلبسها ثم جاء: فقال النبي ﷺ اني لم اعطكها تلبسها قال فما اصنع بها قال ارسل بها الى اخيك النجاشي.

حدیث کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں۔ ملک الروم کافر تھا پھر اس کا ہدیہ کیونکر قبول فرمایا۔ نجاشی کا تعارف پیش کریں۔

(ب): ...... عن عبدالله بن بريدةؓ عن ابيه ان رجلا جاء الى النبي ﷺ خاتم من شبه فقال له لي اجد منك ريح الاصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال مالي ارى عليك حلية اهل نار فطرحه فقال يا رسول الله من اى شيء اتخذه قال اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا.

حدیث کا مفہوم لکھیں۔ شبہ اور ورق کیا چیز ہے۔ اس حدیث سے جو احکام مستنبط ہو رہے ہیں وہ لکھیں۔ عورت کے لیے چاندی کے علاوہ کون کون سی دھات کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

السؤال الثاني (الف): ...... عن اسماء بنت يزيد ان رسول الله ﷺ قال ايما امراة تقلدت قلادة من ذهب قلدت فى عنقها مثله من النار يوم القيامة. وايما امراة جعلت فى اذنها خرصا من ذهب جعل فى اذنها مثله من النار يوم القيامة.

حدیث کا ترجمہ تحریر کرنے کے بعد بتلائیں کہ اس کے ظاہر سے عورت کے لیے سونے کا ممنوع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ عورت کے لیے بالاجماع سونا پہننے کی شرعاً اجازت ہے۔ اس حدیث پاک کی صحیح توجیہات بیان کریں۔

(ب): ...... عن معاذ بن جبل قال استب رجلان عند النبى ﷺ فغضب احدهما غضبا شديدا حتى خيل الى ان انفه يتمزغ من شدة غضبه فقال النبى ﷺ انى لا علم كلمة لو قالها لذهب عنه ما يجد من الغضب فقال ما هى يا رسول الله ﷺ قال يقول اللهم انى اعوذبك من الشيطان الرجيم.

حدیث پاک پر اعراب لگا کر مطلب خیز ترجمہ کیجئے اور خط کشیدہ الفاظ کے صیغے اور معنی تحریر کریں۔

السؤال الثالث (الف): ...... عن ابى موسى الاشعرىؓ قال قال رسول الله ﷺ ان من اجلال الله اكرام ذى الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالى فيه والجافى عنه واكرام ذى السلطان المقسط.

حدیث کا ترجمہ اور مفہوم لکھیں۔ ترکیب میں غور کر کے حدیث پر اعراب لگائیں۔

(ب): ...... عن سالم عن ابيه ان رسول الله ﷺ قال اقتلوا الحيات وذا الطفيتين والابتر فانهما يلتمسان البصر ويسقطان الحبل قال وكان عبدالله يقتل كل حية وجدها فابصره ابو لبابة او زيد بن الخطاب وهو يطارد حية فقال انه قدنهى عن ذوات البيوت.

حدیث کا ترجمہ اور مطلب تحریر کریں۔ ہر قسم کے سانپوں کے قتل کرنے کا حکم ہے یا گھروں والے سانپ مستثنیٰ ہیں اور گھروں سے بھی سب گھر مراد ہیں یا مدینہ منورہ کے گھر؟ تحقیقی بات لکھیں۔

الجواب ۱۴۱۸ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب من كرهه ص: ۳۵۷.

(ب): باب ماجاء فى خاتم الحديد ص: ۴۷۸.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب ماجاء فى الذهب للنساء ص: ۴۸۵.

(ب): باب من كظم غيظا ص: ۴۹۵.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فى تنزيل الناس منازلهم ص: ۵۳۰.

(ب): باب فى قتل الحيّات ص: ۷۴۱.

الورقة السادسة: سنن ابى داؤد ۱۴۱۹ھ

السؤال الاول (الف) ...... عن عبدالله بن عثمان الثقفى عن رجل اعور من ثقيف ان النبى ﷺ قال الوليمة

اول يوم حق والثانی معروف واليوم الثالث رياء وسُمعة.

ما هو حكم الوليمة فی الاسلام؟ وما هو المراد بقوله فی الحديث حق ومعروف ورياء وسمعة، ولو اَوْلم احدالی سبعة ايام او نحوه هل يجوز ذلك ام لا؟

(ب):...... عن قبيصة عَن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول وساله رجل ان من الطعام طعاما اتحرج منه فقال لا يختلجن فی نفسك شیء ضارعت فيه النصرانية؟

ترجمی هذا الحديث وبينی ما هو منشأ سوأل الرجل؟ ولم جعله صلى الله عليه وسلم النصرانية؟

السؤال الثانی (الف):...... عن ام قيس بنت محصنؓ قال دخلت علی رسول الله ﷺ بابن لی قد اعلقت عليه من العذرة فقال علام تدغون اولاد كن بهذا العلاق عليكن بهذا العود الهندی فان فيه سبعة اشفية منها ذات الجنب يسعط من العذرة ويلد من ذات الجنب قال ابو داوٗد يعنی بالعود والعسط.

ترجمی هذا الحديث واشر حيه شرحا تاما وحققی الفاظ المخطّطة لغة وصرفا.

(ب):...... عن عائشةؓ ان اسماء بنت ابی بكر دخلت علی رسول الله ﷺ ولها ثياب رفاق فاعرض عنها رسول الله ﷺ وقال رسول الله(ﷺ) يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح لها ان يری منها الا هذا واشار الی وجهه وكفيه.

ما هو حكم الحجاب لأ مرأة بالغة فی الاسلام وهل وجهها وكفاها يجب عليها احتجابها ام لا؟ وهذا الحديث يدل علی ان وجهها خارج عن الحجاب فما هو الجواب؟

السؤال الثالث (الف):...... عن ابن عباسؓ قال لعنت الواصلة والمستوصلة والنامصة والمتنمصة والواشمة والمستوشمة.

اشرحی هذا الحديث واكتبی معنی الالفاظ المخططة لغة وشرعا.

(ب):...... عن ابن عباسؓ ان خالته اهدت الی رسول الله (ﷺ) سمنا واقطا واضبا فاكل من السمن والاقط وترك الاضب تقذرا واكل علی مائدته. (ﷺ) ولو كان حراما ما اكل علی مائدة رسول الله(ﷺ)

ترجمی هذا الحديث واشرحيه شرحا كاملا ثم اكتبی حكم الضب حرام اكله ام لا ولو كان حراما فاجيبی هذا الحديث.

الجواب ۱٤۱۹ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فی كم تستحب الوليمة ص: ۸۲.

(ب): باب فی كراهية التقذر للطعام ص: ۱۲۱.

الجواب عن السؤال الثانی (الف): باب فی العلاق ص: ۲۱٦.

(ب): باب فيما تبدی المرأة من زينتها ص: ۳۰۰.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فی صلة الشعر ص: ۲۲۳، ۲۲۷.

(ب): باب فی اكل الضب ص: ۱۳۰، ۱۳۲.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد: ۱٤۲۰ھ

السؤال الاول (الف):...... باب فی اکل لحوم الخیل عن جابر بن عبداللہؓ قال نهانا رسول اللہ ﷺ یوم خیبر عن لحوم الحمر واذن لنا فی لحوم الخیل وفی روایة ان رسول اللہ ﷺ نهی عن اکل لحوم الخیل والبغال والحمیر.

(۱) ترجمی الحدیث واذکری مسئلة اکل لحوم الخیل مع اختلاف الائمة فیها. (۲) ما التطبیق بین الروایتین المذکورتین؟

(ب):...... عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا عدوی ولاصفر ولا هامة فقال اعرابی ما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیخالطها البعیر الاجرب فیجربها قال فمن اعدی الاول.

(۱) شکلی الحدیث وترجمیه (۲)اشرحی الفاظ المخطوطة لغة وصرفا. (۳)اشرحی الحدیث بحیث یتضح المراد ویطابق الحدیث الاخر "فرّ من المجذوم فرارك من الاسد"

السؤال الثاني (الف):...... عن عائشةؓ انها ذکرت نساء الانصار فاثنت علیهن وقالت لهن معروفا وقالت لما نزلت سورة النور عمدن الی حجور او حجوز شك ابو کامل فشققنهن فاتخذنهن خمرا.

(۱)شکلی الحدیث (اعراب لگائیں)وترجمیه (۲) متی نزل حکم الحجاب؟ (۳)ما المراد بقوله "شك ابوکامل"؟ (۴)قال تعالی ﴿ لا یبدین زینتهن الا ماظهر منها ﴾ ماذا یرید اللہ تعالی بهذا الاستثناء؟ اشرحی بوضوح.

(ب):...... عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل المؤمن الذی یقرأ القرآن مثل الاترجة وریحها طیب وطعمها طیب ومثل المؤمن الذی لا یقرأ القرآن مثل التمرة طعمها طیب ولا ریح لها ومثل الفاجر الذی یقرأ القرآن کمثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مرو مثل الفاجر الذی لا یقرأ القرآن کمثل الحنظلة طعمها مرو لا ریح لها.

(۱)ترجمی العبارة (۲) اشرحی الکلمات المخطوطة وصرفا. (۳) اشرحی الامثال المذکورة فی الحدیث.

السؤال الثالث (الف):...... عن عبیداللہ بن ابی رافع عن ابیهؓ قال رایت رسول اللہ ﷺ اذّن فی اذن الحسن بن علیؓ حین ولدته فاطمة بالصلاة وعن عائشة قالت کان رسول اللہ ﷺ یؤتی بالصبیان فیدعولهم بالبرکة زاد یوسف ویحنّکهم ولم یذکر بالبرکة.

(۱) شکلی العبارة وترجمیها. (۲) متی یؤذن الصبی وما هو حکمه؟ (۳)اذکری نبذة من احوال فاطمة الزهراءؓ.

(ب):...... عن حمزة بن ابی اسید الانصاری عن ابیهؓ انه سمع رسول اللہ ﷺ یقول وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق فقال رسول اللہ ﷺ للنساء استأخرن فانه لیس لکم ان تحققن الطریق علیکن بحافات الطریق فکانت المرأة تلصق بالجدار حتی ان ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها به.

(۱) ترجمی الحدیث (۲) اشرحی الکلمات المخطوطة صرفا ولغة. (۳)اشرحی الحدیث بحیث یتضح المراد.

الجواب ۱۴۲۰ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فی اکل لحوم الخیل ص: ۱۲۴، ۱۲۵

(ب): باب فی الطیرة والخط ص: ۲۴۶، ۲۵۰.

الجواب عن السؤال الثاني (الف):...... باب قوله ولیضربن بخمرهن ص: ۳۶۵.

(ب): باب من یؤمر ان یجالس ص: ۵۲۳.

الجواب عن السؤال الثالث (الف):...... باب فی المولود یؤذن فی اذنه ص: ۸۶۸.

(ب):...... باب فی مشی النساء فی الطریق ص: ۷۶۰.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱۴۲۱ھ

السؤال الاول (الف):...... عن ابی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل قد اذهب عنکم عیبة الجاهلیة وفخرها بالآباء، مؤمن تقی وفاجر شقی، انتم بنو آدم، و آدم من تراب، لیدعن رجال فخرهم بأقوام انما هم فحم من فحم جهنم او لیکونن اهون من العجلان التی تدفع بانفها النتن.

(۱) مامعنی "العیبة" و "والعجلان"؟ (۲) ماهی العصبیة؟ عرفیها. (۳) شکلی الحدیث وترجمیه واشرحیه شرحا مبسوطا.

(ب):...... عن عبداللهؓ قال قال رسول الله ﷺ: ان الله عزوجل یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانه تخلل الباقرة بلسانها. عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ من تعلم صرف الکلام لیسبی به قلوب الرجال او الناس لم یقبل الله منه یوم القیامة صرفا ولا عدلا.

(۱) ترجمی الحدیثین المذکورین واشرحیهما شرحا یتضح بذلك المراد. (۲) اذکری: الا یجوز طلب علم البلاغة والمعانی والبیان، الذی یجعل الرجل مقتدرا اعلی صرف الکلام بأسالیب متنوعة؟

السؤال الثاني (الف):...... عن المقدام ابی کریمة قال قال رسول الله ﷺ ایما رجل اضاف قوما فاصبح الضیف محروما فان نصره حق علی کل مسلم حتی یاخذ بحق لیلة من زرعه وماله.

(۱)ماهو حکم الضیافة والقری؟ (۲) ترجمی الحدیث واشرحیه واذکری: الیس هذا الحدیث معارضا بظاهره لقول الله تعالی: "لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة عن تراض منکم" کما یعارض قوله علیه السلام: "لا یحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفس منه"

(ب):...... حدثنی ملقام بن تلب عن ابیه قال: صحبت النبی ﷺ فلم اسمع لحشرات الارض تحریما.

(۱)اذکری حکم اکل حشرات الارض/ (۲) ترجمی الحدیث واشرحیه.

السؤال الثالث (الف):...... سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: من احب ان یمثل له الرجال قیاما فلیتبوأ مقعده من النار.

(ا)ما معنى "يمثل"؟ (۲)ترجمی الحديث واشرحيه واذكری: الايجوز القيام كراما للابوين والاساتذة وغيرهم؟ ما هو رای العلماء فيه؟ ان كان جائزا فما معنى هذا الحديث وجوابه؟

(ب):...... عن جابر بن عبدالله قال قال رسول الله ﷺ: ما القى البحر او جزر عنه فكلوه ومامات وطفافلا تاكلوه. قال ابوداؤد: روى هذا الحديث سفيان الثوری وايوب وحماد عن ابی الزبير او قفوه علی جابر، وقد اسند هذا الحديث ايضا من وجه ضعيف عن ابن ابی ذئب عن ابی الزبير عن جابر عن النبی ﷺ.

(ا) اذكری حكم السمك الطافی عند العلماء بدلائلهم. (۲)اشرحی الحديث الشريف بعد ترجمة الی الاردية. (۳) اشرحی قول ابی داؤد المذكور شرحا واضحا.

الجواب ۱۴۲۱ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فی التفاخر بالاحساب ص: ۷۳۱.

(ب): باب ماجاء فی التشدق فی الكلام ص: ۶۱۸.

الجواب عن السؤال الثانی (الف): باب من الضيافة ايضا ص: ۸۴.

(ب): باب فی اكل حشرات الارض ص: ۱۳۵.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب الرجل يقوم للرجل يعظّمه بذلك ص: ۷۲۳، ۷۳۱.

(ب): باب فی اكل الطافی من السمك ص: ۱۴۸، ۱۵۰.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱۴۲۲ھ

السؤال الاول (الف):...... عن عبدالرحمن عن رسول الله (ﷺ) قال: الا لا يحل ذوناب من السباع ولا الحمار الاهلی ولا اللقطة من مال معاهد الا ان يستغنی عنها وايما رجل ضاف قوما فلم يقروه فان له ان يعقبهم بمثل قراه.

(ا)حدیث شریف کا واضح ترجمہ کیجئے۔(۲) یہاں لقطہ کے بیان میں "من مال معاهد" کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ (۳)"الا ان يستغنی عنها" کے استثناء کا مطلب بتائیے۔(۴) "ايما رجل ضاف...... الخ" کی تشریح کیجئے اور بتائیے کہ کیا کسی مسلمان کا مال بغیر طیب نفس کے حلال ہے؟(۵) قرآن کریم میں ارشاد ہے: "قل لا اجد فيما او حی الی محرما علی طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة او دما مسفوحا اولحم خنزير فانه رجس او فسقا اهل لغير الله به" اس میں "سباع" کا ذکر نہیں ہے، خبر واحد سے سباع کی حرمت کیسے ثابت ہوگی اور آیت وحدیث کے درمیان جو تعارض ہے اس کو کیسے دور کریں گے؟

(ب):...... عن ابن عمرؓ قال: نهی رسول الله (ﷺ) عن الاقران الا ان تستاذن اصحابك.

(ا) "اقران" کیا چیز ہے؟ واضح کیجئے۔(۲) حدیث کا واضح ترجمہ کیجئے۔(۳) مذکورہ نہی تحریم کے لیے ہے یا کراہت کے لیے؟ واضح کیجئے۔

السؤال الثانی (الف):...... نهی رسول الله (ﷺ) عن عشر عن الوشر، والوشم، والنتف، وعن مكامعة الرجل الرجل بغير شعار، وعن مكامعة المراة بغير شعار وان يجعل الرجل فی اسفل الرجل فی اسفل ثيابه

حريرا مثل الاعاجم، او يجعل على منكبيه حريرا مثل الاعاجم وعن النهبى وركوب النمور و لبوس الخاتم الا لذى سلطان.

(۱) مخطوط کلمات کی لغوی تحقیق کیجئے۔ (۲) حدیث شریف کا سلیس اور واضح ترجمہ کیجئے۔ (۳) حدیث میں "ان يجعل الرجل اسفل ثيابه" کی قید کیوں لگائی گئی؟ کیا مردوں کے لیے "اعلى ثيابه" استعمال کرنا جائز ہے؟ (۴) "ركوب النمور" کا کیا مطلب ہے۔

(ب): ...... عن ام قيس بنت محصنؓ قالت دخلت على رسول الله ﷺ بابن لى قد اعلقت عليه من العذرة فقال علام تدغرن اولاد كن بهذا العلاق عليكن بهذا العود الهندى فان فيه سبعة اشفية منها ذات الجنب يسعط من العذرة ويلد من ذات الجنب.

(۱) اعلاق، علاق، عذرہ، عود ھندی، ذات الجنب، سعوط اور لدود کی تحقیق اور تعارف لکھئے۔ (۲) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کیجئے۔

السؤال الثالث (الف): ...... عن المستوردؓ ان رسول الله ﷺ قال: من اكل برجل مسلم اكلة فان الله يطعمه مثلها من جهنم، ومن كسا ثوبا برجل مسلم فان الله يكسوه مثله من جهنم، ومن قام برجل مقام سمعة ورياء فان الله يقوم به مقام سمعة ورياء يوم القيامة.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔ (۲) حدیث کی واضح تشریح کیجئے۔ (۳) کن صورتوں میں غیبت مباح ہے تحریر کیجئے۔ (۴) من قام برجل مقام سمعۃ ورياء کا مطلب مفصلاً لکھئے۔

(ب): ...... سمعت رسول الله ﷺ يقول: بئس مطية الرجل زعموا.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔ (۲) علماء شارحین نے اس حدیث کے جو مطالب بیان کئے ہیں ان کو ذکر کیجئے۔

الجواب ۱۴۲۲ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب ماجاء فى اكل السباع ص: ۱۳۰، ۱۴۱.

(ب): ...... باب الاقران فى التمر عند الاكل ص: ۱۷۰.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب من كرهه ص: ۳۵۷، ۳۶۰.

(ب): باب فى العلاق ص: ۲۱۶.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فى الغيبة ص: ۵۴۴، ۵۴۷.

(ب): باب فى الرجل يقول زعموا ص: ۵۹۹.

الورقة السادسة: سنن ابى داؤد ۱۴۲۳ھ

السؤال الاول (الف): ...... عن عبداللهؓ قال قال رسول الله (ﷺ)، ان الله عزوجل يبغض البليغ من الرجال الذى يتخلل بلسانه تخلل الباقرة بلسانها. عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من تعلم صرف الكلام ليسبى به قلوب الرجال او الناس لم يقبل الله منه يوم القيامة صرفا ولا عدلا.

(۱) دونوں حدیثوں کا ترجمہ کیجئے (۲) یہ بتائیے کہ کیا علم فصاحت و بلاغت کا حصول ناجائز ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف

اسلوب میں مافی الضمیر کو ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے؟

(ب): ...... عن ابی الدرداءؓ ان رسول اللہ (ﷺ) قال لا یزال المؤمن معنقا صالحا ما لم یصب دما حراماء فاذا اصاب دما حرام بلح.

(۱) "معنقا" اور "بلح" کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔ (۲) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور واضح تشریح کریں۔

السؤال الثاني (الف): ...... ان النبی ﷺ قال: الولیمة اول یوم حق، والثانی معروف والیوم الثالث سمعة ورياء. (۱) اجابت دعوت کا کیا حکم ہے؟ (۲) دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) حدیث شریف کا واضح ترجمہ اور تشریح کریں۔

(ب): ...... عن ابن عباسؓ قال نهى رسول الله ﷺ عن اكل كل ذى ناب من السبع وعن كل ذى مخلب من الطير.

(۱) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔ (۲) قرآن کریم میں ہے "قل لا اجد فيما اوحى الى محرما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة او دما مسفوحا او لحم خنزير فانه رجس اوفسقا اهل لغير الله به" کیا مذکورہ حدیث اس آیت کے معارض نہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

السؤال الثالث (الف): ...... عن جابر بن عبداللہؓ قال: قال رسول الله (ﷺ) ما القى البحر او جزر عنه فكلوه ومامات فيه وطفافلا تاكلوه. قال ابوداؤد: روى هذا الحديث سفيان الثورى وايوب وحماد عن ابى الزبير او قفوه' على جابرؓ، وقد اسند هذا الحديث ايضا من وجه ضعيف عن ابن ابى ذئب عن ابى الزبير عن جابر عن النبى (ﷺ).

(۱) سمک طافی کسے کہتے ہیں۔ (۲) اس کے کھانے کا حکم کیا ہے؟ ائمہ کے دلائل ساتھ لکھئے۔ (۳) حدیث شریف کا سلیس اردو میں ترجمہ کیجئے۔ (۴) قال ابوداؤد کہہ کر جو منقول ہے اس کی وضاحت کے ساتھ تشریح کیجئے۔

(ب): ...... عن ابی ہریرةؓ قال جاء ه اناس من اصحابه فقالوا يا رسول الله نجد فى انفسنا الشيء نعظم ان نتكلم به او الكلام به ما نحب ان لنا وانا تكلمنا به قال او قد وجدتموه؟ قالوا: نعم قال ذاك صريح الايمان.

(۱) حدیث پاک کا واضح ترجمہ کیجئے۔ (۲) اس کی وضاحت اور تشریح کیجئے (۳) ذاك صريح الايمان کیسے فرمایا؟ وضاحت کیجئے۔

الجواب ۱۴۲۳ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فى التشدق فى الكلام ص:۶۱۸.

(ب): ...... باب فى تعظيم قتل المؤمن، كتاب الفتن کے آخر میں ہے، خارج از نصاب۔

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب في كم تستحب الوليمة ص:۸۲.

(ب): باب ماجاء فى اكل السباع ص: ۱۳۹، ۱۴۱.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فى اكل الطافى من السمك ص: ۱۴۸، ۱۵۰.

(ب): باب فى رد الوسوسة ص:۶۷۳.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد (السنوی) ١٤٢٤ھ

السؤال الاول (الف):...... عن جابر بن عبدالله رجلا اعتق غلاما له عن دبر منه، ولم يكن له مال غيره فامر به النبی (ﷺ) فبيع بسبعمائة او بتسعمائة.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔ (۲) مدبر کی تعریف لکھئے اور اس کی بیع کے بارے میں علماء کے اختلافات مع دلائل تحریر کیجئے۔ (۳) مذکورہ حدیث کس کی دلیل ہے؟ اور مخالفین اس حدیث کا کیا جواب دیتے ہیں؟ واضح کر کے لکھئے۔

(ب):...... عن ابن عباسؓ قال كان اهل الجاهلية ياكلون اشياء ويتركون اشياء تقذدراء فبعث الله نبيه (ﷺ) وانزل كتابه واحل حلاله وحرم حرامه، فما احل فهو حلال، وما حرم فهو حرام، وما سكت عنه فهو عفو، وتلا: ﴿ قل لا اجد فيما او حی الی محرما علی طاعم يطعمه..... ﴾

(۱) حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں۔ (۲) حدیث شریف کی تشریح کریں اور بتائیں کہ درندے اور شکاری پرندے کیوں حرام ہیں؟ حالانکہ آیت مذکورہ میں یہ داخل نہیں ہیں اور اگر احادیث سے ان کی حرمت ثابت ہو رہی ہے تو کیا کتاب اللہ کے اندر اخبار آحاد کے ذریعہ تقیید و تخصیص ہو سکتی ہے۔

السؤال الثاني (الف):...... عن عبدالله بن عكيم قال: قرئ علينا كتاب رسول الله (ﷺ) بارض جهنية وانا غلام شاب ان لا تستمتعوا من الميتة باهاب ولا عصب.

(۱) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔ (۲) دباغت کے ذریعہ کون سی کھالیں پاک ہوتی ہیں، ائمہ کے اختلافات مع دلائل تحریر کریں۔ (۳) حدیث مذکورہ کی تشریح کریں اور بتائیں کہ ایک دوسری حدیث میں استمتاع کی اجازت دی گئی ہے، دونوں حدیثوں کے تعارض کو کیسے دور کیا جائے گا؟

(ب):...... عن ابن عمرؓ قال: نهى رسول الله (ﷺ) عن الجلالة فی الابل ان يركب عليها او يشرب من البانها.

(۱) جلالہ کسے کہتے ہیں؟ (۲) جلالہ کے کھانے اور اس کے دودھ پینے کا کیا حکم ہے؟ (۳) جلالہ پر سواری کرنے سے کیوں منع کیا گیا؟

السؤال الثالث: (الف) ......عن أسماء بنت أبی بكر أن امرأة قالت: يا رسول الله، ان لی جارة تعنی ضرة، هل علیّ جناح ان تشبّعت لها بمالم يعط زوجی، قال: المتشبع بما لم يعط كلابس ثوبی زور.

(۱) حدیث پاک پر مکمل اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (۲) حدیث شریف کی تشریح کریں اور بتائیں کہ ثوبی زور تثنیہ کیوں لایا گیا ہے۔

(ب):...... سمعت رسول الله (ﷺ) يقول: العيافة والطيرة والطرق من الجبت.

(۱) عیافہ، طرق اور جبت کی تشریح کریں۔ (۲) عیافہ، طیرہ اور طرق کا حکم بیان کریں۔

الجواب (السنوی) ١٤٢٤ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب فی بيع المدبر ص: ۲۷۹، ۲۸۰.

(ب): باب ما لم يذكر تحريمه ص: ۱۹۳.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب من روی ان لا يستنفع ص: ۴۱۴.

(ب): باب النهی عن اكل الجلالة ص: ۱۲۲، ۱۲۳.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فيمن يتشبع بما لم يعط ص: ۶۱۳.

(ب): باب فی النجوم ص: ۲۴۱.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد (ضمنی) ١٤٢٤هـ

السؤال الاول (الف):...... سمعت رسول الله (ﷺ) يقول: ان من البيان سحرا، وان من العلم جهلا، وان من الشعر حكما وان من القول عيالا.

(ا)حدیث شریف کاسلیس ترجمہ کریں۔(۲)تمام جملوں کی تشریح کریں اور "ان من البيان سحرا" کا شان ورود بیان کریں۔

(ب):...... عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله (ﷺ) اذا دعا احدكم اخاه فليجب عرسا كان او نحوه.

(ا)حدیث شریف کاسلیس ترجمہ کریں۔(۲)عام دعوت اور ولیمہ کے حکم میں کوئی فرق ہے یانہیں؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ علماء کے اقوال کی روشنی میں تحریر کریں۔

السؤال الثاني (الف):...... ان عمرؓ بن الخطاب ضرب ابناله يكنى ابا عيسى وان المغيرةؓ بن شعبة يكنى بابى عيسى، فقال له عمرؓ: اما يكفيك ان تكنى بابى عبدالله، فقال: ان رسول الله (ﷺ) كنانى، فقال: ان رسول الله (ﷺ) قد غفرله ما تقدم من ذنبه وماتأخر وانا فى جلجتنا فلم يزل يكنى بابى عبدالله حتى هلك.

(ا)حدیث شریف کامکمل ترجمہ کریں (۲)ابوعیسیٰ کنیت رکھنا کیسا ہے؟ (۳)حضور اکرم ﷺ سے نہی بھی ثابت ہے اور یہاں اثبات ہے، دونوں روایتوں کے تعارض کو دور کریں (۴)حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استدلال کو خوب واضح کریں۔

(ب):...... حدثنى ابو عامر او ابومالك والله يمين اخرى ما كذبنى انه سمع رسول الله (ﷺ) يقول: ليكونن من امتى اقوام يستحلون الخزّو الحرير، وذكر كلاما قال: يمسخ منهم أخرين قردة وخنازير الى يوم القيامة.

(ا)مذکورہ بالا عبارت کامکمل ترجمہ اور مطلب ذکر کریں۔(۲) "خز" کیا چیز ہے؟ واضح کریں اور اس کے استعمال پر وعید کی وجہ بیان کریں۔(۳)اس سے پہلے ایک حدیث میں مذکور ہے کہ آپ نے ایک شخص کو "خز" کا عمامہ عطاء فرمایا تھا، دونوں روایتوں میں تطبیق دیں۔

السؤال الثالث (الف):...... عن ابى بكرة قال قال رسول الله (ﷺ) ما من ذنب اجدر ان يجعل الله لصاحبه العقوبة فى الدنيا مع ما يد خر لصاحبه فى الآخرة مثل البغى وقطيعة الرحم.

(ا)حدیث مذکورہ کی نحوی ترکیب کیجئے اور سلیس ترجمہ کیجئے۔(۲) بغی اور قطیعة کی لغوی تحقیق کیجئے۔(۳)صلہ رحمی کی اہمیت اور قطع رحمی کی حرمت وشناعت کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیجئے۔

(ب):...... عن عبدالله بن مسعودؓ قال: تدور رحى الاسلام لخمس وثلاثين أو ست وثلاثين او سبع وثلاثين، فان يهلكو افسبيل من هلك وان لم يقم لهم دينهم يقم لهم سبعين عاما، قال: قلت امما بقى او مما مضى؟ قال: مما مضى. (كتاب الفتن حديث، ۱۴ خارج از نصاب طالبات)

(ا)حدیث شریف کاواضح ترجمہ کریں۔(۲)حدیث شریف کی مبسوط تشریح کریں۔

الجواب (ضمنی) ١٤٢٤هـ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب ماجاء فى الشعر ص: ۶۲۰.

(ب): باب ماجاء فى اجابة الدعوة ص: ۷۳.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب فيمن يتكنى بابی عیسی ص: ۵۹۳، ۵۹۶.

(ب): باب ماجاء فی الخز ص: ۳۵۲.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فی النهی عن البغی ص: ۵۵۷.

(ب): یہ کتاب الفتن کے آغاز سے چودھویں ۱۴ حدیث ہے جو نصاب طالبات سے خارج ہے۔

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱٤۲۵ھ

السؤال الاول (الف): ...... عن ابن عمرؓ قال: نهى رسول الله (ﷺ) عن الجلالة فى الابل ان يركب عليها او يشرب من البانها.

(۱) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کیجئے۔[۵] (۲) جلالہ کی تعریف کیجئے۔[۱۰] (۳) اکل جلالہ، شرب لبن جلالہ اور رکوب جلالہ کا حکم تفصیل سے لکھئے۔[۱۸]

(ب): ...... عن عبدالله قال: سمعت رسول الله (ﷺ) يقول: ان الرقى والتمائم والتولة شرك.

(۱) رقیہ، تمائم اور تولہ کی تعریف کیجئے۔[۱۰] (۲) ان کو شرک کیوں قرار دیا؟ واضح کیجئے۔[۵] (۳) تعویذات کا کاروبار اور ان کا استعمال کیسا ہے؟ تفصیل سے دلائل کے ساتھ لکھئے۔[۱۸]

السؤال الثاني: (الف): ...... عن انس ان النبی (ﷺ) اتى فاطمة بعبد قد وهبه لها قال: وعلى فاطمة ثوب اذا قنعت به راسها لم يبلغ رجليها، واذا غطت به رجليها لم يبلغ راسها، فلما راى النبى (ﷺ) ما تلقى قال: انه ليس عليك بأس، انما ابوك وغلامك.

(۱) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔[۱۰] (۲) غلام سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ علماء کے اقوال اور ان کے دلائل تحریر کریں۔[۲۳]

(ب): ...... ان رسول الله (ﷺ) قال: يا معشر النساء اما لكن فى الفضة ما تحلين به، اما انه ليس منكن امراة تحلى ذهبا تظهره الا عذبت به.

(۱) حدیث شریف کا با محاورہ ترجمہ کریں۔[۱۰] (۲) کیا عورتوں کے واسطے سونے کا استعمال ناجائز ہے؟ اگر جائز ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ واضح طور پر لکھیں۔[۲۳]

السؤال الثالث (الف): ...... عن عائشة ان رجلا استاذن على النبى (ﷺ) فقال النبى (ﷺ) بئس اخو العشيرة، فلما دخل انبسط اليه رسول الله (ﷺ) وكلمه، فلما خرج قلت يا رسول الله، لما استاذن قلت: بئس اخو العشيرة، فلما دخل انبسطت اليه، فقال: يا عائشة ان الله لا يحب الفاحش المتفحّش.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کیجئے۔[۵] (۲) غیبت کسے کہتے ہیں؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ظاہراً غیبت کے زمرے میں نہیں آتا؟[۱۵] (۳) غیبت کی کن مواقع میں اجازت ہے؟[۱۴]

(ب): ...... ان اباهريرة قال: سمعت رسول الله (ﷺ) يقول: من رآنى فى المنام فسيرانى فى اليقظة او لكأنما رآنى فى اليقظة، ولا يتمثل الشيطن بى.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ تحریر کیجئے۔[۵] (۲) اس حدیث کی واضح تفصیلی تشریح لکھئے۔[۱۰] (۳) خواب میں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارک کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے لکھئے۔[۱۹]

الجواب ۱۴۲۵ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب النهی عن اکل الجلاة ص: ۱۲۲، ۱۲۳.

(ب): باب فی تعلیق التمائم ص: ۲۲۳، ۲۲۴.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب فی العبد ینظر الی شعر مولاته ص: ۴۰۱.

(ب): باب ماجاء فی الذهب للنساء ص: ۴۸۵، ۴۸۶.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فی حسن العشرة ص: ۵۰۲.

(ب): باب فی الرؤیا ص: ۶۲۶، ۶۳۳.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱۴۲۶ھ

السؤال الاول (الف):...... عن المقدام ابی کریمة قال: قال رسول الله (ﷺ) ایما رجل اضاف قوما فاصبح الضیف محروما، فان نصره حق علی کل مسلم حتی یاخذ قری لیلة من زرعه وماله.

(۱) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔[۸] (۲) کیا کسی دوسرے شخص کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا یا کھانا جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ واضح کر کے لکھئے۔[۲۵]

(ب): ...... عن جابر بن عبدالله ان رجلا اعتق غلاما له عن دبر منه ولم یکن له مال غیره، فامر به النبی (ﷺ) فبیع بسبعمائة او بتسعمائة.

(۱) حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں۔[۸] (۲) حدیث میں مذکورہ مسئلہ میں علماء کا اختلاف بیان کریں اور جن حضرات کے نزدیک اس حدیث پر عمل نہیں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟ ذکر کریں۔[۲۵]

السؤال الثاني (الف):...... عن خالد بن الولید ان رسول الله (ﷺ) نهی عن اکل لحوم الخیل والبغال والحمیر، زاد حیوة: وکل ذی ناب من السباع.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۹] (۲) لحوم الخیل اور لحوم الحمیر کی حلت وحرمت کے بارے میں علماء کے اقوال ذکر کریں اور دلائل تحریر کریں۔[۲۵]

(ب):...... عن عبدالله قال: سمعت رسول الله (ﷺ) یقول: ان الرقی والتمائم والتولة شرك.

(۱) رقی، تمائم، تولة، نشرة کی تعریف کریں۔[۱۵] (۲) مذکورہ اشیاء کا حکم بیان کریں۔[۱۰] (۳) حدیث شریف کا واضح مطلب تحریر کریں۔[۹]

السؤال الثالث (ب):...... عن ابن عباس ان خالته اهدت الی رسول الله (ﷺ) سمنا واضبا واقطا، فاکل من السمن ومن الاقط، وترك الاضب تقذرا، واکل علی مائدته، ولو کان حراما ما اکل علی مائدة رسول الله (ﷺ)

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگائیے اور سلیس ترجمہ کیجئے۔[۸] (۲) الضب کیا چیز ہے؟ اور اس میں علماء کا کیا اختلاف ہے؟ مع دلائل ذکر کیجئے۔[۲۵]

(ب):...... عن انس ان النبی (ﷺ) اتی فاطمة بعبد قد وهبه لها، قال: وعلی فاطمة رضی الله عنها ثوب اذا

قنعت به راسها لم يبلغ رجليها، واذا غطت به رجليها لم يبلغ راسها، فلما راى النبى (ﷺ) ما تلقى قال: انه ليس عليك باس انما هو ابوك وغلامك.

(۱) حدیث شریف کا واضح ترجمہ کیجئے۔[۵] (۲) غلام سے پردہ کا کیا حکم ہے؟ ائمہ کی آرا لکھئے [۱۵] (۳) دلائل کی روشنی میں راجح قول تحریر کیجئے۔

الجواب ١٤٢٦هـ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب من الضيافة ايضا ص: ۸۴.

(ب): باب فى بيع المدبر ص: ۲۷۹.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): باب فى اكل لحوم الخيل ص: ۱۲۴، ۱۲۵.

(ب): باب فى تعليق التمائم ص: ۲۲۳، ۲۲۵.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فى اكل الضب ص: ۱۳۰.

(ب): باب فى العبد ينظر الى شعر مولاته ص: ۴۰۱.

الورقة السادسة: سنن ابى داؤد ١٤٢٧هـ

السؤال الاول (الف): ...... عن سفينة ابى عبدالرحمٰن ان رجلا ضاف على بن ابى طالب فصنع له طعاما، فقالت فاطمة: لو دعونا رسول الله (ﷺ) فاكل معنا، فدعوه فجاء فوضع يده على عضادتى الباب، فراى القرام قد ضرب به فى ناحية البيت، فرجع، فقالت فاطمة لعلي: الحقه فانظر مارجعه؟ فتبعته، فقلت يا رسول الله، مار ذلك؟ فقال:

انه ليس لى او لنبى ان يدخل بيتا مزوقا.

(۱) "ضاف، القرام" اور "مزوقا" کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔[۱۰] (۲) حدیث شریف کا سلیس ترجمہ کریں۔[۵] (۳) اگر دعوت میں منکرات ہوں تو اس میں شریک ہونے کی حدود کیا ہیں؟ تفصیل سے لکھیں۔[۱۹]

(ب): ...... عن جابر قال بعثنا رسول الله (ﷺ) وامر علينا ابا عبيدة بن الجراح نتلقى عير القريش وزودنا جرابا من تمر لم نجدله غيره، فكان ابوعبيدة يعطينا تمرة كنا نمصها كما يمص الصبى ثم نشرب عليها من الماء فتكفينا يومنا الى الليل، وكنا نضرب بعصينا الخبط ثم نبله بالماء فناكل، وانطلقنا على ساحل البحر، فرفع لنا كهيئة الكثيب الضخم فاتيناه فاذا هو دابة تدعى العنبر، فقال ابوعبيدة: ولا تحل لنا، ثم قال: لا، بل نحن رسل رسول الله (ﷺ) وفى سبيل الله وقد اضطرر تم، اليه فكلوا فاقمنا عليه شهرا ونحن ثلاث مائة حتى سمنا فلما قدمنا إلى رسول الله (ﷺ) ذكرنا ذلك له، فقال هو رزق اخرجه الله لكم، فهل معكم من لحمه شيء فتطعمونا منه فارسلنا منه إلى رسول الله (ﷺ) فاكل.

(۱) حدیث شریف پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔[۵] (۲) حیوانات بحریہ میں سے کون کون سے حیوان حلال ہیں اور کون سے حرام؟ علماء کے اختلافات مع ادلہ بیان کریں۔[۱۵] (۳) سمک طافی کسے کہتے ہیں؟ اور اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ دلائل کے ساتھ تحریر کریں۔[۱۴]

السؤال الثاني (الف): ......عن ام قيس بنت محصن قالت: دخلت على رسول الله (ﷺ) بابن لی قد اعلقت عليه من العذرة، فقال: علام تدغر عن اولاد كن بهذا العلاق، عليكن بهذا العود الهندی، فإن فيه سبعة اشفية منهاذات الجنب يسعط من العذرة، ويلد من ذات الجنب.

(۱)اعلقت عليه، العذرة، العلاق، العود الهندی، عليكن بهذا العود الهندی، يسعط، يلد، ان تمام کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔[۱۸] (۲)حدیث شریف کا ترجمہ کر کے مطلب بیان کریں۔[۱۵]

(ب): ...... حدثنا قطن بن قبيصة عن ابيه قال سمعت رسول الله (ﷺ) يقول: العيافة والطيرة، والطرق من الجبت.

(۱)عيافة، طيرة، طرق اور جبت کی لغوی تحقیق بیان کریں۔[۱۸] (۲)حدیث شریف کا مطلب واضح کریں۔[۱۵]

السؤال الثالث (الف): ...... عن ابی الدرداء قال قال رسول الله(ﷺ)الا اخبركم بافضل من درجة الصيام والصلاة والصدقة، قالوا بلى يا رسول الله قال: اصلاح ذات البين، وفساد ذات البين الحالقة.

(۱) "ذات البين" کی لغوی تحقیق کریں۔[۵] (۲)حدیث شریف کا واضح ترجمہ کریں اور مکمل تشریح کریں۔[۵]
(۳)اس عمل کو صیام وصلوٰۃ اور صدقہ سے افضل کیوں قرار دیا گیا؟ واضح کریں۔[۱۳]

(ب): ......باب كراهية الغناء والزمر---- عن نافع قال: سمع ابن عمر مزمارا قال فوضع اصبعيه على اذنيه وناى عن الطريق، وقال لی: يا نافع، هل تسمع شيئا؟ قال: لا، قال: فرفع اصبعيه من اذنيه، وقال كنت مع النبی (ﷺ) فسمع مثل هذا، فصنع هذا.

(۱)زمر اور مزمار کی لغوی تحقیق کریں۔[۵] (۲)حدیث شریف کا ترجمہ کر کے مفصل تشریح کریں۔[۱۵] (۳)احادیث میں گانے بجانے سے متعلق جو وعیدیں وارد ہیں چند وعیدیں لکھیں۔[۱۳]

الجواب ۱۴۲۷ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): باب الرجل يدعى فيرى مكروها ص: ۹۱.

(ب): باب فی دواب البحر ص: ۱۷۵، ۱۷۶.

الجواب عن السؤال الثانی (الف): باب فی العلاق ص: ۲۱۶.

(ب): باب فی النجوم ص: ۲۴۱.

الجواب عن السؤال الثالث (الف): باب فی اصلاح ذات البين ص: ۵۶۸.

(ب): باب فی كراهية الغناء والزمر ص: ۵۷۱، ۵۷۲.

الورقة السادسة: سنن ابی داؤد ۱۴۲۸ھ

السؤال الاول (الف): ...... عن جابر بن عبدالله قال: نهانا رسول الله (ﷺ) يوم خيبر عن لحوم الحمر واذن لنا فی لحوم الخيل.

(۱)حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۶] (۲)لحم الخیل کا کیا حکم ہے؟ ائمہ کا اختلاف ذکر کریں۔[۲۰] (۳)امام ابوحنیفہؒ کے

دلائل ذکر کریں۔

(ب):...... عن ابن عمر قال: نهى رسول الله (ﷺ) عن الاقران الا ان تستاذن اصحابك.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۵] (۲) اقران کسے کہتے ہیں؟ اس کا کیا حکم ہے؟[۱۵] (۳) حدیث شریف کی وضاحت علماء کے اقوال کی روشنی میں کریں۔[۱۳]

السؤال الثاني (الف):...... عن انس بن مالك ان رسول الله (ﷺ) قال: لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وكونوا عباد الله اخوانا ولا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال.

(۱) **لا تباغضوا، لاتحاسدوا، لا تدابروا** کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں۔[۱۵] (۲) ہجرانِ مسلم کتنے دنوں تک جائز ہے؟ اور اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟ وضاحت کریں۔[۱۹]

(ب):...... عن ابن عباس ان النبی (ﷺ) قال: من صور صورة عذبه الله بها يوم القيامة، حتى ينفخ فيها، وليس بنافخ، ومن تحلم كلف ان يعقد شعيرة واستمع الى حديث قوم يفرون به منه صب فى اذنه الآنك يوم القيامة.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۱۰] (۲) تصویر کسے کہتے ہیں؟ مووی اور سی ڈی کی تصویروں کا کیا حکم ہے؟[۱۰]
(۳) حدیث شریف کی تفصیلی تشریح کریں۔[۱۴]

السؤال الثالث (الف):...... عن ابی هريرة عن النبی (ﷺ) قال: من تولى قوما بغير اذن مواليه فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۱۰] (۲) ''صرف'' اور ''عدل'' کی تشریح کریں۔[۱۰] (۳) حدیث شریف کا مطلب بیان کریں اور بتائیں کہ ''بغیر اذن موالیہ'' کی قید کیوں لگائی گئی؟[۱۳]

(ب):...... عن جبير بن مطعم ان رسول الله (ﷺ) قال: ليس منا من دعا الى عصبية وليس منامن قاتل عصبية، وليس منا من مات على عصبية.

(۱) حدیث شریف کا ترجمہ کریں۔[۱۰] (۲) ''عصبیت'' کسے کہتے ہیں؟ تعریف اور وضاحت کریں۔[۲۳]

الجواب ۱۴۲۷ھ

الجواب عن السؤال الاول (الف): كتاب الاطعمة باب ۲۷ ص: ۱۲۴.

(ب): كتاب الاطعمة باب ۴۴ ص: ۱۷۰.

الجواب عن السؤال الثاني (الف): كتاب الادب باب ۵۴ ص: ۵۶۳.

(ب): كتاب الادب باب ۹۵ فى الرؤيا ص: ۶۲۶

الجواب عن السؤال الثالث (الف): كتاب الادب باب ۱۱۹ ص: ۶۷۴.

(ب): كتاب الادب باب ۱۲۱ فى العصبية ص: ۶۷۹.

تمام شد
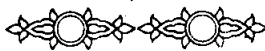
دارالافتاء

﴿ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾

''اگر تم نہیں جانتے تو یادرکھنے والوں سے پوچھ لو۔'' (انبیاء:۷)

ہم بحیثیت انسان ومسلمان احکام اسلام کے مکلّف ہیں اور ہماری ذمہ داری ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں شریعت مطہرہ کا حکم معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کریں اپنے گھریلو، دفتری، اجتماعی، انفرادی اور ملکی تمام کام دین اسلام کے مطابق کریں اور اللہ تعالیٰ کی بندگیکریں۔ اور یہی تخلیق انسانی کا منشا ہے۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾

''جنوں اور انسانوں کو صرف میں نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا'' (الذاریات:۵۶)

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی اس لئے ہم عقائد حقہ، اعمال صالحہ، فرائض واجبات، سنن اور مستحبات پر کاربند رہیں عقائد باطلہ، فرق ضالہ، محرمات ومنکرات، رسوم وخرافات اور بدعات سے اجتناب کریں۔

اخلاص واتباع دواصلیں (بنیادیں) دین کی بقاء وحفاظت اور انسان کی صلاح وفلاح کی ضامن ہیں اگر ان میں کمزوری راہ پائے گی تو اسی حد تک ان کی ضدیں (شرک وبدعت، رسوم وخرافات، منکرات ومحرمات) ابھر کر دین کو فاسد بنادیں گی:

اگر اخلاص وتوحید میں کمی آئے گی تو دین وایمان میں اسی حد تک اس کی ضد، شرک کی آمیزش ہو جائے گی اور (اسی طرح) اگر اتباع سنت میں کمی آجائے گی تو اسی حد تک بدعت کا راستہ ہموار ہو جائے گا اخلاص سے عقیدہ وعمل خالص ہوتا ہے اور اتباع سنت سے عقیدہ وعمل صواب ودرست رہتا ہے۔ (قاری طیبؒ)

اس لئے ہم توحید وسنت پر باقاعدگی سے عمل پیرا رہیں اور دینی معلومات حاصل کرتے اور دوسروں تک پہنچاتے رہیں! دینی مسئلہ معلوم کرنا اور اس پر عمل کرنا دو الگ عمل ہیں اور ان کا مستقل اجر وثواب اور فائدہ ہے۔

اس ضرورت کے لئے دارالافتاء جامع مسجد نور میں مختصر وقت میں آسانی دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے مقررہ وقت میں بالمشافہ یا فون پر شرعی مسئلہ معلوم کر سکتے ہیں۔ (تعبیر وتعویذ کے لئے زحمت نہ کیجئے)

وقت: صرف مغرب تا عشاء

محبوب احمد عفی عنہ

فاضل: جامعہ دارالعلوم کبیر والا

دارالافتاء جامع مسجد نور سیکٹر الیف منظور کالونی کراچی

رابطہ: ۰۳۰۰_۸۹۵۶۰۲۲ _ ۰۳۲۱_۲۲۵۲۹۵۴